

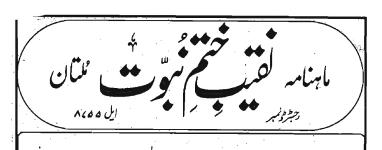
حسّه دوم



حالتا

امیرشربعیت سیرعطا الشرشاه بنخاری رحمالله ۱۹۶۱–۱۸۹۲

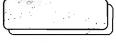
مندید پر محکفیل نخاری



مولانا مُحَمِّدُ عَبُلُ الحَقَ مَنْظَلَا حَدَة مَحْمُود الحَدِ طَفْرَ مِنْظَلَا حَدَة مَحْمُود الحَدِ طَفْرَ مِنْظَلَا ذُول الكفل مُحَارَى وقَمَرُ الحَسَنين شمسُ للاسلام بالاه ابْرَقْ شَفْيان تائب مَحْدَ عَبُر فاروق و عبدُ اللطيف خالد خادم حُسيين سيّد خالد مسعُود خادم حُسيين سيّد خالد مسعُود

صفرت ولانا خواجه خبان محمد منظر المحمد المناسبة المناسبة

سيّد عطارالمُحسن بُخارى سِيّد محمّد ك**فيل** بُخارى



امدرون ملک ی^{۱۰۰} روپے پاکستان د

داربخ هاشم ،مهربان كالأنى، ثلثان وفن : ١١٩٩١

تَجِمَكِ يَجِفَظ فَهِم نبُوَّة (شَرِين مَجَلسُ أَحِلْ إِلِسُانَ

ناستر وسيد محد هفيل مخارى وطابع وتشفيل احمد اختر مطبع وتشيرك برشر ومقام اشاعت: داري والمرامة منان

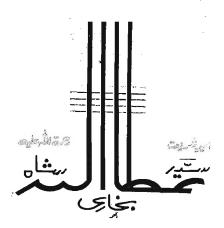
ولادک : یکم ربیع الاقل ۱۳۱۰ء ۲۲ سبتمبر ۱۸۹۲ء جمعت المبارک پوقت سمر



انقال ، وربیع الاقل ۱۳۸۱ ۲۱ اگست ۱۹۲۱ء بعدالعصر بروزبیر

o/e	سید کفیل بخاری	14
تبر كات امير فمريعت	اداره	19
اخباری بیانات	الداره	rr
		۲۸
جامع الصفا ت انسان	شورش کاشمیری	19
(A)	1.5 1 15.8	۳۳
سيد عطاء النُد شاه بخاري اور مولانا ا بواأ كلام آ زاد	اشورش کاشمیری	20
مولانا آزاد بنام شاه می (مکاتیب)	اشورش کاشمیری	20
توصيحات بسلسله امير شمريعت اورا بوالكلا آزاد	بنت امیر شریعت بدظلها	٥٢
رنده باد سعرِ البيان بخاري	سيدعز يزحن بقائى	۵۵
		44
تریک نمکین ستیه گره	مولانا عزيز الرطمن لدهيا نوى جامعي	۵۷
وہ دن کہاں گئے وہ زانے کد حرکئے	ا ماسٹر تاج الدین ا نصاری ش	۵9
قا فله سالار	شیخ صام الدین	44
برق ورعد آسودهٔ بستر شده	طله عرشی امرتسری	46
	. · ·	YY
وہ عمر رفتہ کی چند گھڑیاں ر	ا بن امیر شریعت سید عطاء النمن بخاری 🔭	72
ایک ایسا محور ملک کی تاریخ انہیں کبھی نہیں بھلاسکتی	ا داریه مفت روزه چثان لامور	۷۱
=	تعریتی شدره روزنامه جنگ کراچی	24
حر ن عقیدت گرفت علیہ	مولانا عبدالرحمن ميا نوي له ·	۷٣
دیوا نے یاد آتے ہیں	مولانا مجابد الحسيبي	۷۵
	ا ب د	۸۸
آتا ہے بہت مرم اسرارِ وفا یاد	پروفیسر خالد شبیر احمد	A9
	#15.7 1 13.1 1 	15+
ترس گئے ہیں تری آوارِ دل کٹا کے لئے	حافظ عبدالرشيدار شد	16.

اشاعت خاص



ستیرمحدّفیل بنخارک ستیرمحدّ ذوالکفل بنخاری

			,



دین کی تدری بگرری ہیں۔ کر جاروں طرخت سے بلزار کر بچا ہے۔اس دقت مسلما نوں کواپنے ملے ایک اسیر کا انتخاب کرناچا بینے۔ میں اس کے لئے سیر عظ دالٹریشاد، خاری کو متنب کرتا ہول۔وہ نیک بھی ہیں اور ہداد بھی!"

خطیب الاست و قافلہ سالار حربت کو"امیر ضریعت" بنادیا گیا تو عنق بلاخیر کے قافلہ سنت جال کی مثلیں اور سنزلیں مجمہ اور بڑھ گئیں! مثلثیں آتی کہ، آسال ہو گئیں - منزلیں آتی کہ، قدم کے فار کل گئے!

امیر طریعت بنجاب بیں مول نافرانی کا آغاز کر بھے تھے۔ حکومت ان کی گرفتاری کے لئے سر گرداں تھی۔ لیکن وہ امروبر، الد آبادادر آگرہ سے ہوتے ہوتے بمبئی جا تینجے۔ بندروڈ بمبئی پرلائھوں کا مجمع گوش پر آواز تھا۔ امیر طریعت نے خطبر مسئونہ کے بعد کتر پر ضروع کی

"ظای ب سے بڑاگناہ ب-اگراس گناہ سے تطاب تواس سے بستر کونی موقع سیں کہ ہم انگرز کے طاف بر

امن لڙائي ٻين شريك ٻو جائين "

ا بمی بربها فقره می ادا کر پائے تھے کہ تیز دھار کا ایک خبر امراتاان کی طرف آیا۔ کوہاٹ کا ایک انگیس شاکہ بشال خوجوان

بحية نور خال ... بلى كى مى تيزى سى آ كى برهااور خبراب يين پرروك ليا-

ع سنبل اے دل کر اظهارِ وفاکرنے کاوقت آیا!

خنجر، زہر میں بھاہوا تھا، اس لیے بچر کورخان فوراً ہی دم قوراً گیا۔ جان دی راہ صبت میں الحق صد عکر بات جو ہم نے کھی تھی، سونیاہی صد عکر جرات و اسالت، شمیرت و حمیت، شجاعت وشہاست اورالیٹارو تر بانی کے پیکر

بچیۂ نورخان کے نام سے اس کی علمت کوسلام!

ملام اکی ممبت پر ملام ای کے قریبے پر کہ مینہ تان کر کھتا تھا خبراکے مینے پرا

			·
	ا۳ا	حافظ عبدالرشيد ارشد	ناه جی کی رنده تمریک دلوں کو چیر گئی اسکی شوخی گفتار
	۱۳۷	حافظ لدهيا نوى	د لول کو چیر گئی اسکی شوخی گفتار
	דדו	e e e e	
	174	محمد عمر فاروق	شاه جی اور مولانا گل شیر شعبید
i,	127		
• •	122	حفيظ رصنا بسروري	ششاه جی کی باتی <i>ں خوبصورت</i> یادیں
	PAI	s.	•
•	YAL	*	
•	IAZ	حفيظ رصنا بسروري	حضرت رائے پوری اور شاہ جی
	19+		" /
	191	حكيم ممداحد ظفر	باتیں شاہ جی کی
	19/		
	199	قارى ظهور رحيم	شاه جی ایک متحرک شخصیت
	۲۲•	,	. /
	rrı	منظور احمد بھٹی مرحوم	شاہ مجی کی باتیں
	۲۲۴	طكيم منتاراحمدالحبيني	8 ~ / *
	110		ً شاه جی اور تحریک آزاد کشمیر سریه خ
	772	ا اقبال اسد بیرسشر کے ایل گا با	یزدان کی اک نشانی
	۲۳۱		امير نشريعت كامقدمه عدالت
	729	A. 57.644 11	بالمحادر والبراء
	۲۳۱	,	167 (C)
	۲۳۲		
	٣٣٣		
	۲۳۵	لمک اسلم حیات ایڈوو کیٹ	بخاری کی یادیں
	۲۳۲		
	۲۳۷	ملک امجد حسین ایڈوو کیٹ	ا مرد حق پرست

C.	59 CBH 1.23 (en en da bar antière can cer en hus em	modification of the state of
E 4	in day)dys î	و کنوانی
:	r/~9	بهار کاشمیری	وه ایک طرفان (ایمی
	10.	our dr	أً كرى مع من كي الدائل كده تعامل وهي
	10.	1512 June 2	و دولكم المعتدد المورث المكروبا
	rai	سيد بدرالدين مرحوم	پٹنه کی یادیں، بچین کی باتیں
	۲۵۸	شدره، مامهنامه الصديق	<u>ا</u> عقیدت اور ارادت
	109	بنت امير شريعت مدظلها	ا تحید پریشان تذکرے
3	ryy	وَرَجْرُر الْحُورِ (كَالَّا بِأَعْ)	الم سير كاروال واللم)
8	742	سید محمد و کیل شاه بخاری	شاه جی، ا براهم کنگن اور پا کستان
į.	MYA	الشعران كارك	الاك مرون ايك طرون لل بلاكه اللم:
i n	FY9	سید ماجد علی شاه	مجھے یاد ہےوہ ذرا ذرا
9	7 21	سيد عطاء المحسن بخاري	🖁 سیدالاحرار کی قرآن فهمی
is a	۲۷۴	5 12 6 37 4 1 1 1 - W	G Uld Lauturba I
24	720	ا يوطا بر قد ا	というというといんかんりんがしい
100	724	لور محمد انن (كالاياغ)	ي جري وطن يه جوا علم داوي كالي يماني ال
 E	722	سيد عطاء ألممن بخارى	🧂 مجلس احرار اسلام اور مجلس تمفظ حتم نسوت
*:	r_9	يد مال كلاني	ايال كي مباحث - سية بريد تراود خشره الم
-	۲۸•	100 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1 1	و أونه الاستريزين بركاري الم
li de	MI		شر يعمن نبيري كاللهور شاجي سنه (النبي)
3 5	۲۸۳	سید محمد گفیل بخاری	🖞 کیا حضرت امیر تمریعت نے محکس 🗨 👚
9			📱 احرار اسلام کوختم کردیا تعا؟ 🔝 🚺
11	190	رشید کال	المُحَلِّلُ كَذِنِ عَرَلِ ﴾ صناميه بهارال (تعلم)
ii I	797	()	(1) d- (2 5 5 18 2 8 19) d- 16
2 Mills	19 2	سید محمد کفیل بخاری	🧵 شاه جي اور سولانا محمد الياس دېلوي
The state of	199	سید محمد کفیل بخاری	احرار تبليغ كانفرنس قاديان
2	۳.,	الإنجازا	لا کون الرک اگر ترب بعد جان الون که (اللم)
1	٣٠١	سید محمد گفیل بخاری	انگریز پهلی مرتبه پکڑا گیا
1	- Co. A 1129 S	est can him sin can the title can can the him i	no tra no em sta qui era em em tro tro em tra

صفحه	تحرير	عنوان
l ror	عزيزالرحمن بمنوري	ہوجسکی فقیری میں ہوئے اسداللھی
. m•w	جا نباذ مردا	تحہاں ڈھونڈیں گے؟ (نظم)
۳۰۵	مولانا عبدالحنان	ېمه صفت موصوف
F-4	جا نباذ مردًا	مسرزمین ملتان سے (تظم)
r•4	مولانا مممد عثمان فارقليط	ء بے لوث مجاہد ریس
] . r.a	قىرلد ھيا نوى	جنگی گفتار میں تما نغمۂ پیکار حیات (نظم)
r1+	عبدالغفور رياض	وہ جسکی قوت کردار نے دنیا بدل ڈالی (نظم)
l'a mil	مولانا عبيد النُد ا نور	ا وەزندە جاويدر ہے گا
710	عبدالرحمن نادم	درخطابت بے نظیر و در عبادت بے ریا (نظم)
P14	محمد علی بنوی	مهمه عمرش عزیمت خویش پنداشت (نظم)
, P14	قاضي محمد زابدالحسيني	حضرت امیر نسریعت کا نعرہ دستا خیر
l 1719	مولانا عنایت الله (بورے والا)	مقدس فافلے کی مانت پریری
771	مولانا عبدالعفار حسن	شاہ می کی صدارت میں سولانا آزاد کی بیٹ یاد گار تقریر غیر نظ
rrr	غلام قادر خاتم	جذبات ِعُم (نظم) د د
777	مولانا سید احمد شاه بخاری سر	امیر شرکیٹ کی زندگی کے عملی پہلو سر
770	نوراحمد خان آفریدی	' آخاب خطا بت ' ن
~ mr4	مولانا عبدالكريم (كلاچي) 😘 🌤	ِ شاہ جی کی پانچ ہاتیں مارین
	مولانا سعيد الرحن علوي	شاہ می کے علمی امتیازات آ
	مولانا مدرار الشدمدرار	شاه می اور تمریک پاکستان در به به
۰۳۳	ٔ سائیں محمد حیات پسروری بیریشر بالہ میں ذ	شاہ جی- سب دیے پیارے (لطم) در میرے گرین کا گرین
1 1771	علامه شمس العن افغا في	عزم آئن گداز اور قلب گریہ بار کا عال کلم درجہ درجہ اور تلب گریہ بار کا طال
۳۳۲	استاد دامن مرحوم بمریخ	مگڑے جن جن اوہدی لقریر والے (تظم) ترک جنوفیت کے ملاقیت
rrr	ایک تاریخی دستاویز حضرت امیر شریعت کی ایک یاد گار تمریر	تریک خلافت و ترک والات
۳۳۵		(التماس) حفر بير خار وزيار بر الأمر بي لشد ب
mr2		ا حضرت خواجه صنیا والدین سیالوی سجاده کشین سیا ا نظر
100	حضرت بير عافظ عبدالند سيالوي	

The state of the state of		۳۵۸
وه آ دی تما نگر	غلام رسول مهر	709
شاه جی اور فتنه راجیال	ا داکٹر سید عبدالنٰد	۳۲۳
خطابت کامعجزه	دا کشر عبادت بریلوی دا کشر عبادت بریلوی	٣٧٩
Paragon Tob	re gain	r∠•
مثالی خطیب ً	جو گندر پال	اک۳
Party Krykinstell	(\$2.\4.0 ¹) = 6°	m2r
The state of the state of the state of		rzr
حسين يادين	ميعث الدين سيعث	٣2٣
the secondary of	Of Survey !	r ∠9
Burth yet him	علار للمراجع في	۳۸•
امير شمريعت سيد عطاء النند شاه بخاري	کو ژر نیازی	MAI
اک مرد باکمال وه بهی تها	پروفیسر خالد بزمی	MAZ
داستان اشتياق	مخنار مسعود	1795
شاہ جی گیِ مختار متعودے ملاقات	پروفیسر سید محمد و کیل شاه بخاری	179 ∠
A Comment of the Allength		٠٠٠
ثبت است برجريدهٔ عالم دوام ما	ا باسم میوا تی	(° • 1
شاہ جی کا سمر خطا بت	الیاس دشیدی	۳۱۳
		سالہ
امیر ضریعت کے ساتھ چزر کھے	طلیم آزاد شیرازی	رهاس
حفرتامیر شریعت بریر	رياض رحما في	<u>۲</u> ۱۷
دیارِ دل کی رات میں چراغ سا جلا گیا	مظفر مهدي ہاشمي	۴۲۵
the state of the state of the		۴۲۸
شاہ جی سے وابستہ یادیں	ر ازی پا کستانی	rra
San	7 (d+) (اسم
Charles College		422

/		
صفحه	تحرير	باهند
. ~~~	شورش کاشمیری	اک بار تولوٹ آ کہ مصائب کا سمال ہے (نظم)
· ~~~	سید نذیر احمد شاه بخاری	شاہ جی سے ایک ملاقات
مهم	شریف شوق امر تسری	معفل بخاری کے چند لھات
: ۳۳۷	اعجاز جشتى	ديكمنا لقرير كى لذت
ואא	گوہ ر لمسیانی	کھاں ہے آئیں گے ایسے فلوص کے بیکر نہ
- 444	لال دين احكر	المجابد تحفظ ختم نبوت
ַ הייא	شورش کا شمیری	آج بھی روح بخاری یہ صدا دیتی ہے (نظم)
~~~	طالب مجازى	درویش صفت عالم
4	زابد عكاسي	قافلە سالار خطابت ن
۳۵۱	شورش کاشمیری پیس	ا سورِ در دول ( نظم ) نظ
ror	آراد شیرازی سر	امیرشریعت سے (نظم)
rop	مولانا عبدالكريم صابر	گاہے گاہے ہاز خوال ایں قصہ پارینہ را
raa :	حافظ صفوان محمد	شب سیاہ غلامی میں نور کی قندیل عُ مُن کی ظالمہ میں نظریا
וצא	علامیه آنور صابری ملامیه آنور صابری	ا عصر 'نو کی ظلمتوں میں روشنی کی موت ہے ( نظم ) <b>ا ب</b> ہ ہے خت _ن
۳۲۳	میان محمد شفیع	تمغظ ختم نبوت کا داعی اسمبر در سر
۵۲۳	اشرف عطاء	ا آزادی کا داعی- ایک مجاہد عالم دین اس
۳۷۳۰	عبدالله ملک	آفتاب خلابت مرد ترک کرد میرون میلان کرنظری
۳۷۸	سرور میوا تی ملیب :	عزم تیرا کوه کن، جرات تیری باطل شکن ( نظم) ا
۳ <b>۷</b> 9	حافظ سليم تا با ني	وه مرد درویش هر کریس انظری
۳۸۳	عزیز سندهو . فدر در ایورن	ا شاہ جی دے نال (نظم) ا ظلم کے آگے تراسر خم ہوا ؟ ہر گزنہیں (نظم)
ዮለሮ	ا پروفیسر نذیراحمد خواج مقال در این	1
۳۸۵	مقبول ا نور داؤدی پر ادرام علی باری	حال سنت نبوی اک ضرب کلیراز (نظم)
۲۸۳	مولانا محمد علی پاسلوی چه مده بنین	ا ان حرب متیمار (سم)     شاه جی اوران کامش
<b>6</b> ΑΖ	حمید اصغر بخید فانی مراد آبادی	ا شاہ بی اوران کا سن ا وہ ایک مومن، جولطف احمد کی بر کتوں سے قمر بنا تیا (نظم)
۳۸۹ ۳۹۰	کا می طراد ۱ بادی پروفیسر خالد بزمی	وہ ایک عون، ہو سف املا کی بر حوں سے تمریبا تھا ( سم) جاں نشار سید الاحرار وہ درویش تھا ( نظم )
		المال شارسيد الإيمار ١٨٥٩ وه دريماريس

/	~~~~~~~	
صفحه	تحرير	واهند
ا ا ا	شاه مممد عثما نی	سپاہی بھی سپر مالار بھی
m9m	عمر فاروتی	یاد ہیں باتیں شاہ جی کی
سهم	جعفر بلوج	غندلیب نغمه پیرا (نظم)
m90	تنكيم ناصري	سيد والاحشم (تظم)
m92	نذيرحن	شاه می اِ کمچه یادین کمچه نباتین
۵۰۰	جعفر بلوچ	توحید اور رسالت کاانتھک سناد (نظم)
۵۰۱	اختر کاشمیری	عندلیبوں کا سوز اور شیروں کی گرج
0+r	رياض رائب	آ اب تک دل و جان اس کی ممبت میمی مین سر شار ( عم) آ
٥٠٣	علامه لطيعت أنور	بول بالار ہے بخاری کا (تظم)
r-a	ندیم انبالوی	ا گر دعاوٰں ہے کام جِلِ سکتا تو
۵۰۹	اقبال رائبي	پیشانی آفار کا جموم (نظم)
۵۱۰	پروفیسر ڈارلٹر نسین فراقی ۔۔	ا وه شخص حوصد یفه دین کی ساریها ( م م ) ر
۵۱۱	سيد محمد ذوالكفل بخارى	جبر کی سائنس ہے صبر کی سائنس تک
012	محمد عمر فاروق	ا جناب الطاف گوہر کی حدمت میں
arm	اداریه روز نامه جنگ لامور	عجب آزاد مرد تعا
ora	سيدمممدار نبرشاه قيصر	ا اور شاہ جی نے غزل سنائی
Dry .		تساحب حسن وجال اورصاحب فصل و کمال ( تظمم)
679	تعزیتی شدر بے	برزم صحافت ما تم ما تم
۵۳۵	عاصی کر پائی	کیک شعلہ 'بوہ" بے تاب و برہم ہو گیا( عم)
072	عاصی کرنائی ت	ا امیر شریعت قلندر فقیر ا
059	سرور میوا تی	نطق کو سیل روال (لظم ) نا
۵۵۰	عبدالسّار مجم کن	سر شاخ طوبیٰ تعاجس کا متیمن (نظم)
001	سید گفیل بخاری	تہارے ہر سوال کا جواب قر آن میں موجود ہے
i oor	حافظ رشاد حمد داه بندی د	عدویائے محمد کا شکاری دیکھتے جاؤ ( نظم ) نظم
oor	منظور سعید حمد نویس	ا من نک ہے میک دماغوں میں ( نظم ) ا سیریئے
Sor	تعیم آسی	المرسمة المرسمة المستمالة
~		

محفحه	تحرير	عنوان
۵۵۵	سيد عطاء المحسن بخاري	ایک شخص (نظم)
raa	میں خطوط <i>اتبصر</i> ے	ر نشریعت نمبر (جلداوّل) آرا، وافکار کی روشنی
ודם	اواره	ر شریعت کا خطبه مسنونه
ara	اداره	<i>ىل طر</i> يقت
· !		
•		



شاہ جی کو ہم سے رخصت ہوئے چونتیں برس ہونے کو ہیں۔ ہمیں تسلیم ہے کہ ان چونتیں برسول میں ہم، اُن کے کارہائے نمایال اور خدمات کا احاطہ نہیں کرسکے۔ بلکہ ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ان کا وجود حقیقتہ قدرت کا عطیہ تھا۔ اللہ جل شانہ نے تنہا ان کے وجود سے وہ کام لیا جواکیک جماعت اور ایک ادارے کا کام تھا۔

> ع.....وہ آدمی سنیں یزداں کی اک نشانی متا-اسوں نے جب اپنی اجتماعی زندگی کا آغاز کیا توانگریز سامراج کولکارتے ہوئے کہا تھا-" آپ میراملک چھوڑجائیے، آپ غاصب حکران ہیں-"

تباس کے اقتداد کاسورج نصف النہار پر تھا اور اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ تھیک تیس برس بعد انگریز خود کمبررہا تھا۔

"میں آپ کا ملک چھوٹ کر جارہا ہوں۔"

اس کے اقتدار کا سورج عزوب ہو چا تھا، غلای کی زنجیریں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکی تھیں اور آزادی کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔

ا گر غور کریں تویہ تیس برس پلک جھپکنے میں نہیں گزر گئے۔ ع ......ک آگ کا دریا تعااور ڈوب کے جانا تھا۔

شاہ می اور ان کے رفقاء نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور اک نے انداز میں آزادی کے سفر کا آغاز کیا۔ جیل کی صعوبتیں خدہ پیشانی سے قبول کیں، طوق و سلاسل کو چیا اور ان سے آشنائی بیدا گی۔ قید کی طویل رات کے سنا ٹول میں مشر بیا کیا۔ انگریز کے خلاف بناوت کا علم بلند کیا اور غلای کے سکوت و جمود کو اپنی کار، للکار اور تقوں سے قور کر خاموش فصاؤں میں ارتعاش پیدا کیا۔ سیسکڑوں احرار وفادار اس راہ میں جال بار تھے۔۔۔۔۔ گم بار ماشنے

ہے اٹکاری رہے۔

آج شاہ جی ہم میں موجود نہیں۔ گر ان کے رزیں کارنامے، ان کی اُعلی سیرت کے نقوش، ان کا عقیدہ و فکر اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام ہم میں موجود ہے۔ فکرو عمل کا یہ تسلسل اور توارث،ایک نعمت بھی ہے اور ان میں میں!

شاہ می کی شخصیت و کردار، سوانے وخد ات اور آثار و افکار کے حوالہ سے بہتنا بھی تمریری کام کیا گیا، اس میں اکثر و بیشتر ایک ادھورے پن، ایک تشکی، ایک محمی اور ایک ظل کااصاس ہوتا ہے۔ اس کئے کہ محض تائر، محض تبھرے، محض تذکرے اور محض" نفیاتی سٹالع سے مجھے خاکے اور محجھ عکس توضرور برآمہ ہو سکتے ہیں لیکن ایک محمل شخصیت اپنے پورے گردوپیش اور متام و مرتبہ کے ساتھ، بہرحال سامنے نہیں ہسکتی۔ اور وہ ہنوز سامنے آبھی نہیں سکی ۔ اس کے اسباب و محرکات اور علل وعوال سے بہٹ کی جائے تو بات طویل بھی ہو سکتی ہے اور تلخ بھی! .....متصر یہ کہ شاہ جی کی لسانی اور ادبی خدبات ، شاہ جی کے تاریخی شعور، شاہ جی کی سیاسی بھیرت، شاہ جی کی دیکی جدوجد اورسب سے بڑھ کرشاہ جی کی خطابت کے حوالہ سے جو کام کیاجانا چاہیئے تما، وہ ہنوز نہیں ہوسا۔

شاہ جی عمر بھر کون کون سےسماجی ، ثقافتی،طبقا تی، گروہی، تغرفا تی، تہذیبی،سیاسی، تعلیمی، نظریا تی،عوای، قومی اوراجتماعی رجمانات اور رویول کی سخ کنی اور مسر کو بی کرتے رہےاور ان کے مقابلے میں کون کون سے احس والحمل رمحانات ادر رویوں کے نقیب دداعی ادر امین ویاسدار رہے،اس کا بیان کہیں نہیں ملتا۔ کیوں ؟ شاید اس لیے کہ اس کام میں بنیادی شرط" دیا نت" ہے اور تارخ کے ترازو، تجزیے کی خوردبین اورجا زیے کی دوربین کی حیثیت بهرطال ثانوی ہے۔

"نقیب ختم نبوت بھا یہ خصوصی سلسلہ اشاعت، ایسی ہی کوتاہیوں کے ازا لیے اورایسی ہی ضرور تول کی

محميل كى جانب ايك روقت بيش رفت ہے۔ اور سراسر طوص وديانت پر بنبي كاوش! جنوری ۱۹۹۲ء میں ہم آپ کی خدمت میں نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر پیش کر چکے ہیں۔ الحمد ملد مبماری

اس کاوش وممت کو سنجیدہ و مخلص حلقول میں پریرائی کمی اور سم اُن کی دعاؤِل کے مستق شمیر ہے۔

آج ۱۹۹۵ء ہے اور امیر شریعت نمبر حصہ دوم منصئہ شہود پر جلوہ فکن ہورہا ہے۔میرے عزیز ہا کی سید محمد ذوالکفل بغاری اس اشاعت فاص کی ترتیب و تهدیب میں اگر میری معاونت نه کرتے توشایدیہ گلدسته، میں آپ کی خدمت میں اس طرح سجا کر بیش نہ کر سکتا- عزیزی احمد معاویہ نے حروف خوا نی کر کے میرا بوجھ ملکا کیا- برادرم محمد عمر فاروق اور عبداللطیعت خالد جیمہ کے مخلصانہ مشوروں نے حوصلہ بڑھایا- عزیزم ابومیسون نے اپنی نگرانی میں طباعت کے مراحل طے کرائے۔اللہ جل شانہ ان سب دفقاہ فکر کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

ای نمبر میں شامل بیشتر مواد، پروفیسر خالد شبیر احمد کی کتاب "شاہ ہی"، جانباز مرزا مرحوم کے ماہنامہ "تبعمره"، شورش كاشميري مرحوم كے ہنت روزہ "چلان"، روزنامہ "مشرق" لاہور اور روزنامہ "امروز" لاہور كي خصوصی اشاعتوں سے امذ کیا گیا ہے۔ شاہ جی کی شنصیت، خدمات اور افکار کے حوالے سے ملک کے مؤتر رسائل و جرائد میں بے بناہ موادموجود ہے۔ جن احباب کے پاس شاہ جی اوراحرار سے متعلقہ موادِ کالمطبیوے وغیرِ مطبوعہ ذخیرہ موجود ہےوہ ادارہ سے تعاون کریں اور یہ تاریخی امات نئی نسل کو منتقل کرنے کاموقع فراہم کریں۔ ہمیں مطلع کریں توسم ممنون ہوں گے اور خود حاضر ہو کراستفادہ کریں گے۔

ان شاء الله بشرط رندگی، یه سلسله جاری رے گا اور تم اپنے وعدہ کے مطابق شاہ می کی خدمات و سواع بر پانج جلدیں تحمل کریں گے۔ قارئین ہمارا حوصلہ بڑھائیں اور ہمارے لئے دعاء کریں، اللہ تعالی ہمیں مسرخرو کرے والسلام عليكم ورحمته الثدو بركاته

مرامااحرار

دار بنی ہاشم مکتان ٩ زوالقعده:١٥١٨١ه ١٠ ايريل: ١٩٩٥،

#### دل کی بات

زندگی کی بہاریہ ہے کہ زندگی میں کوئی کام ہوجائے، کوئی معرکہ مسر کر لیا جائے یا کوئی معرکہ بپا کیا جائے۔ وہ!عمال جن کی اساس خسنِ نیت پر ہووہی حاصل زندگی ہیں۔ وگر نہ..... "ساری گھڑیاں ،سارے کمچے، ایک جیسے ہیں۔"

والد ماجد حضرت امیر شریعت رحمته الند علیه کی یادین تازه کرنااوران کومفوظ کرنا ایسا کام ہے جودل و جان کو تازگی بخشا، حیات مستعار کی کشینا ئیوں کو سہل بناتا اور زندگی کودوام عطاء کرتا ہے۔

مبر چندید کام ان کوگول کا تعاجو سفر و حضر میں ان کے رفیق تھے، جوان کی رفاقت پر ناز کرتے تھے، جنوں نے وفا کے دیپ جلائے، جنول نے قربانی وایٹار کے نقوش جریدہ عالم پر ثبت کئے، جو قلم کے دھنی تھے، جو شعر وادب، تاریخ وسیرت، دینیات اور جدید سیاسی نظریات پر بہت اثاثہ دے گئے، ہیں - انہوں نے جو تحجہ بھی لکھا اس کا حس و بانکین آج 10 سال بعد بھی ماند نہیں ہوا۔ جو لکھا وہ بچ ہوا، جو کھا وہ بتھریہ نقش ہو گیا۔ گرام دارکے یہ بزرگ لکھاری بوجوہ یہ کام نہ کرسکے۔

حضرعت امیر ضریعت رحمہ اللہ کی قربانی، ایشار، جدوجہد اور اخلاص ہی کا تمر ہے کہ ہم اصاغر، یہ قوی وجماعتی فریصنہ اداء کرنے کا اعراز عاصل کر رہے ہیں۔

اہنامہ نقیب ختم نبوت کو فر ہے کہ اس نے اپنی سات سالہ متصر صافتی زندگی میں احرار کی بقا اور دینی اجتماعیت کے لئے زردست کام کیا ہے، نقیب ختم نبوت کا ہی یہ طرہ التیاز ہے کہ اس نے امیر شریعت نمبر کی صنیم بعد اول کے بعد جلد دوم بھی پیش کی ہے۔ جوسیر طوں دلوں کی بے تابی و ناشکیبائی کا دربان ہے، سکون قلب و نظر ہے، راحت جان ہے اور کتاب فائہ نئی میں ایک بے بہا اور انمول اصافہ ہے۔ ہم اپنی بے بھنا نتی، بعض اہم نوگوں کی بے توجی، ماضی مرحوم کے دفیدوں پر فاصابہ قبضہ جمانے والے بنیوں کے رویوں کے باوجود یہ توی ورثہ، نئی اناثہ نئی نسل کو ہنتیل کرنے میں شاد کام وکام آن ہورہ بین۔ اگر دومانی و قلبی ممبت و کیفیت کی کوئی حقیقت ہے تو ہماری روح میں حضرت امیر ضریعت رحمہ النہ کی محبتوں کا جو بیکر جمیل جانہ کی طرح جمکتا دکتا ہے یہ اس کی صنیا باریاں ہیں، یہ اسی کی کرنیں ہیں، یہ اسی بادوران کی بیت ہیں۔ وجدان کی روشنی ہے، جس نے قلب وروح کو سنور کر دیا ہے، افکار واذھان کی بے آب و گیاہ وادی کورشک

ں بیاریا ہے۔ اس اشاعت خاص کی تنگمیل حضرت امیر شریعت قدس سرہ کاروحانی و وجدا فی فیض ہے۔ دعا ہے کہ یہ فیض جاری و ساری رہے اوراللہ سے جمیں اسکی قدر کرنے کی توفیق ملتی رہے (آمین)

بگیراین ہمہ مرمایہ بہارازمن! اور

سید عطاء المحسن بخاری دار بنی باشم، لمتال

قال بني الله على المسلم قال بني الله على الهولم



صدين ماكي : بخارة



کشادہ پیشانی، بھرا ہوا روشن گول جسرہ .............. قرونِ اولی کے مسلما نوں کا نقشِ ثانی- شربتی علاقی آئندہ میں بلکی بلکیں لہی، نظر عقابی .......... جن سے غیرت و خود داری اور مؤسنا نہ فراست کی کر نیں بھوٹ رہی ہوں۔ دراز قامت، دوہرا جسم، جوڑا سینہ اور مضبوط شانے۔ جرات و شجاعت کے غماز سرخ گندی رنگ، گھنے اور محملکیا لے بال، گر ......سنت نبوی کی مثال سفید داڑھی جیسے انوار صبح کا سمال، سیاہ زلفوں میں روشن جسرہ جیسے فلکت شب میں باہتا ہے۔

طبیعت میں جلال و جمال کا حسین امتراج، پیکر جرأت و قناعت، دل کے عنی، فراخ دست، عمکسار، مهمان نواز، خوئے وفا، خوش مراج وخوش مذاق، سن فهم وسم، طراز

ع سنگه بلند، سنن د لنواز، جال پُرسوز

۔ دوستوں کے دوست، وشسوں کے شریف دشمن، جائے اور پان کے رسیا، حس و شعر کے دلدادہ، بدلہ سنج، عرب کی جملک، سادات کی آبرہ، سمر قند و بخار! کی یاد گار، مسرا پا احرار

> مو طقه یاران تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل مو تو فولاد ہے موس

شیریں کلام، جادو گفتار، اثرِ جبر مَیل، تلات و ترتیل، قرابَت ہیں حن، لیے عجازی، لجہ گداز، آواز پاٹ دار، خرمن باطل پر برق شررہار-

اسلام کا سلخ ، قرآن کا مناد، عالم دیں ، نکته آفریں ، صبا کی جال ، سمندر کا خروش ، پیمولوں کی مهک ، بجلی کی چمک، شیر کی گرج ، فصیح و بلیخ ، خطابت میں یکتا ہتے ہیں لوگ ایسے خال خال القصہ ایک عبد صحابہ کی مادگار

تین سوپیننسٹیدو نول میں تین سوچھیاسٹیہ تقریریں، صبح کہیں، شام کہیں، دن کہیں، رات کہیں، بستی بستی، نگر نگر، وہ کھوم گئے ذیوانہ وار

انجمتر برسوں میں اکتالیس برس ریل اور جیل کی ندر کردئی۔ برصغیر کے کروڑوں انسانوں کو انگریز کے خلاف بغاوت بُر اکسایا، شعور بخشا، علامی کی زمجیروں کو توڑ کر آزادی کا صور پھوٹکا، عربر بھر اسلام کے ناسوس اور وطن کی آزادی کے لئے جاد کیا۔ فرنگی اور اس کے خود کاشتہ پودے قادیا نیوں کے ازلی دشمن، عقیدہ ختم نبوت کے سچے محافظ، منکرین ختم نبوت کے لئے برتی عتاب، خود فروشوں کے لئے بیست احرار، کی مسلمال، کھرے

انسان-

اک عالم کو کر گیا بیدار

قیام پاکستان کے وقت امر تسر سے ہجرت کی اور ملتان کے محلہ ٹبی شیر خان میں کرایہ کے کچے سکان میں گوشہ نشیں ہوگئے

گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے۔

بے بہ بے حوادث نے بڑھانے کی رفتار کو تیز تر کر دیا۔ بیماری نے حملہ کیا تو افلاس کی قوت سے اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر۔۔۔۔

مرض برهمتا گیا جول جول دواکی اور----

ا ١ اگت ١٩٦١ ، كي اداس شام يه آفتاب خطابت مهيشه ك لئے غروب موگيا.

ان طندوانا اليه راجعون برق و رعد آسوده بستر شده شعله جواله خاکستر شده--

فرملیا دوست زندانی مصائب سُنانے میں لدّت مموس کرتے ہیں اور میں عیب، یہ اپنا اپنا زاویہ ُ نظر ہے۔ میں ان مصیبتوں کورُسوا کرنے کا عادی نہیں۔ میرے لئے جیل خانہ صرف نقل مکا فی ہے۔ اپنے گردو پیش باغ و بهار فراہم کرلیتا ہوں۔ اور قیدیوں گزر جاتی ہے جیسے صراؤں سے بادل۔

بن ربید کر دم این باری ساز میلید اور این الموت کی تلات کردہا تھا۔ جود حویں رات کا جاند آسمان پر مجمگارہا تھا م مجھے مسوس ہوا کہ وہ قراءت کی تاثیر میں ڈوب کر شہر گیا ہے۔ ایک گھنشاسی تلات میں گزر گیا است میں پینڈت رام لال جی سپر نشدہ ٹ جیل نے بیچھے سے کارا۔ دیکھا تو وہ محرا ہے اور رُضار اس کے آلسوؤں سے ترمیں ۔ کھنے لگا، خاہ جی خدا کے لئے بس کرو۔ سیرا دل قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ اب مجھ میں رونے کی سکت نہیں ۔ اللہ اللہ یہ قرآن کی ممبت کا اعجاز تھا۔ ایک دن گور منٹ آف انڈیا کا برطانوی نراد ہوم منبر معائنہ کے لئے آ پہنچا۔ میں بیشا ہوا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے تناطب ہو کر بولا۔ بھتے خاہ جی آ آپ ایچھے ہیں۔ ایس سے کہا خداکا خداکا خداکا خرک ہے۔

دوباره پوچيا- کونی سوال-

میں صرف اللہ سے سوال کیا کرتا ہوں۔ یہ میرا جواب تھا۔ وہ فوراً بولا۔ نہیں میں آپ کی کوئی خدست کر سکتا موں ؟ جی ہاں ! آپ ہمارے ملک سے تعل جائیں۔ تبركات امير شريعت

ال سُنُون مِن ع گُوا ہوا جارون طرف کے میدل موجی محلامی بڑی ع کب فولس مزاح ع ن د مخطی آیا دن

محمد ارت الربالي على بجهيم ما سائر ربالي على بجهيم ما سائر ربالي

کیا یہ ان سب کی بے حرمتی، بے عرتی اور توبین نہیں ہے ؟ کہ ان سب کو غیر معروف اور غیر ممتاز کھر کراس کو خیر معروف اور غیر ممتاز کھر کراس کنونش کو ناکام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور سب اور ان تمام بزرگوں سے فوری طور پر معانی یا نگے ور نہ ان مرزائیت نوازیول کے جو نتائج رو نما مہوں گے ان کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ میں حکومت یا کتان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ "وان" کی اشتعال انگیزیوں کا احتساب کرے۔ مسئلہ ضم نبوت پر آل مسلم لیگ پارٹی کنونش کی خبروں کو ممنح کر کے شائع کرنا مسلم لیگ بارٹی

روزنامه "آزاد" لاہور ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ء

#### اخباری بیانات

#### 🕦 روزناسه "دان" کی ایک خبر پر امیر شریعت کا تردیدی بیان

"آل سلم پارٹیز کنونشن کے متعلق جور پورٹ "ڈال" کراچی کی خبر ۱۳ جولائی میں شائع ہوتی اسے پڑھ کر جمعے انتہا درجہ کی حیرت ہے اور افسوس بھی دن دہاڑے کی کی آئھوں میں دون کے کی آئھوں میں دھول ڈالنا دراصل اسی کو کھتے ہیں۔ لاہور الیے مرکزی شہر میں دن کے اجالول میں صبح نو بجے سے شام کے چھے بجے تک برکت علی ممدلن ہال میں اس کنونشن کے دو اجلاس منعقد ہوئے اس اجلاس میں مغربی پاکستان کے قابل احترام مشائع عظام، ممتاز علماء کرام اور زعمائے ملت نے شرکت فربائی۔

## ۳ شہدائے ملتان کے حصور " ۲ حضرت امیر شریعت کا ایمان افروز بیان)

" ترجمہ: - کیا لوگوں نے یہ خیال کر کھا ہے کہ وہ معض ایمان لانے سے ہی نجات حاصل کر لیں گے اور ان کی کوئی آزائش نہ ہوگی۔ حالانکہ وہ تمام لوگ آزائے جا چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ پس معلوم کرے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو حق وصداقت پر ہیں اور ان لوگوں کو جو کافرب و مفتری ہیں "۔ \ رہتے تن ا

حضرت ابوبکر صدیق کے زبانہ خلافت ہیں جب مسیلمہ کداب نے نبوت کا دعوی کر کے اسلام کے بنیادی عقیدہ کو گزند سنجانے کی ناپاک کوشش کی تو حضرت صدیق اکبر نے اس کاذب و مفتری سے کئی قسم کا مناظرہ کر کے دعویٰ نبوت کے جواز میں دلیل طلب نہیں گی۔ اگر کیا تو یہ کہ سات ہزار سے زائد حافظ قر آن صحابہ کرام منا ناموس رسالت اور تاج و تحت ختم نبوت پر قربان کردائے اور اس طرح سلمانوں کی متاع دین وایمان کوایک مکار اور عیار کی دست و برد سے بچالیا اور آئندہ کے لئے ملت اسلامیہ کو مبتق و بالکہ کوشش کرے اس کے متعلق اسلام اور ملت اسلامیہ کا فیصلہ کیا ہے۔ ملتان کے غیور اور صاحب ایمان مسلمانوں نے بھی اس دور پر آشوب میں جب کہ کفر و ارتداد کی سیاہ گھٹاؤں نے ایمان و ایقان کو پریشان کر دور پر آشوب میں جب کہ کفر و ارتداد کی سیاہ گھٹاؤں نے ایمان و ایقان کو پریشان کر نظار کر کے ثابت کو دیا ہے کہ سلمان آج بھی خاتم النبین شرای کے خرت و ناموس کی ظار گولیوں کی بارش میں سکراتا ہے۔

رتب شید ناز کا گر جان جائے قربان جانے والے کے قربان جائے

اور اپنے ایشار اور اخلاص سے جمہور مسلمین کے دینی اور ملی مطالبہ میں روح پھونک دی- خدا کی رحمتیں نچیاور ہوں تم پر شہیدان ناموس رسالت سلام ہو تم پر- اسے ختم المرسلین کی عزت و آبرو پر قربان ہونے والو- مبارک ہیں ان کے والدین، ان کے نذرانے سرکار رسالت باب میں شرفت قبولیت حاصل کرگئے۔

يول تواس دنيايس مزارول ميع جنم ليتے بيں اور مرجاتے بيں۔ سزارول كليال

کھلتی ہیں اور باد سموم کے تھبیر وں کی تاب نہ لا کر مرجا جاتی ہیں۔۔۔۔۔ گر وہ موت جو حق اور داستی کی راہ میں آئے حیات جاودال بن کر آتی ہے جو موت آئے تو زندگی بن کے آئے ۔ ۔۔ ۔ قصا کی زالی ادا چاہیئے!!

روزنامه "آزاد" لاہور ۲۸ جولائی ۱۹۵۳ء

(P)

#### ا ١٩٥٢ء کے سانحہ ملتان کے متعلق حضرت امیر شریعت کا بیان

اخبارات میں ملتان کے اندوہناک حادثہ کے متعلق جو سرکاری رپورٹ شائغ ہوئی ہے اسے بڑھ کر ہمیں انتہائی صدمہ بہنجا اس وقت ہماری کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ راعیوں کے ہاتھوں سے رحایا کے چھے افراد شدید ہوجانا کوئی معمولی حادثہ نہیں۔

"انا لله وانا اليه راجعون"

ممیں شہدا کے لواحقین سے دلی ممدردی ہے- الله تعالی انہیں صبر اور استقامت کی توفیق بننے

"انما اشكر بثى و حزنى الى الله"

ترجمہ-اب سوائے اس کے نہیں کہ ہم اپنی فریادیں اور اپنا حزن وطال خداوند کریم کے صفور پیش کردیں۔

سانحہ ملتان کے متعلق جو سر کاری رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ وہ اتنی مبہم اور گول مول ہے کہ اسے پڑھ کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہے۔ اور سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ افسر ان ملتان نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی ہے۔ کیا ہموم گولیاں چلائے بغیر واپس نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یقیناً کمتان کے تخادیم حضرات معززین شہر علماء کرام اور ذمہ داران مسلم لیگ کی وساطت سے بھی جلوس اور حادثہ کے درمیانی عرصہ میں افہام و تنہیم کے ذریعے حالات پرقا ہو پایاجا سکتا تھا۔ گر ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں اس پر بے حد افسوس ہے"

(روزنامه "آزاد" لامور) ۲۳ جولائي ١٩٥٢ء

عطاالندخان عطاء ايذووكيث مرحوم ڈیرہ اسماعیل خان

سيد عطا الثديثاه بخاري

(در صین حیاکش نوشته شه )

حاني

دانی

فلانى

قارى، جادو قدربس ايل ربافی خوافي

والا

فلانى

ایس

برنج دی قدربس رہیدی یندی خادم بإجانفشاني رواني

### جامع الصّفات انسان

سید عطاء الله شاہ بخاری بلاشبر ایک جامع الصفات انسان تھے۔ قدرت نے انہیں دل و دماغ کی بے شمار خوسیوں سے نوازا تعا- انسان الفاظ کے استعمال میں عمواً فیاض ہوتا ہے۔ مدح ہویا قدح۔ قلم وزبان اکٹر بے روک ہو کر چلتے ہیں لیکن شاہ جی کا معالمہ یہ تعا کہ محالات و محاسن کے جتنے الفاظ بھی فراہم ہو سکتے ہیں انہیں ترازو کے ایک بلڑ سے میں رکھیں اور دو سرے بلڑے میں شاہ جی کے حس و خوبی کا سرایہ ہو تو یقیناً وو سرا بلڑا ہی جھے گا۔ شاہ جی ایک خاص سانجے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ یہ سانچہ اب ٹوٹ چکا ہے۔ اور اس عمد کے لوگ بھی رفتہ رفتہ اٹھتے چلے جاتے ہیں۔

اس بارے میں وہ رائیں نہیں ہو سکتیں کہ شخصیتیں ہی تہذی و معاشی حالات کے تقاضوں اور خرود تول کا مظہر ہوتی ہیں۔ ان کا وجود عوام سے کہیں بلند ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ عوام کی پیروی کے لئے نہیں عوام کے رہنمائی کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اور زبانہ سے باور کی نہ ہو کر بھی اس سے مستثنی ضرور ہوتے ہیں۔ خاص عہد کی پیداوار تھے۔ اس عہد نے واقعتہ ہماری توی صفول میں بڑے بڑے آدی پیدا کے ایک خاص عہد کی پیداوار تھے۔ اس عہد نے واقعتہ ہماری توی صفول میں بڑے بڑے آدی پیدا کے ایک خاص عہد کی پیداوار تھے۔ ایک دو نشانیاں اور ہوں گی لیکن وہ میں بڑے بڑے آدی پیدا کئے۔ شاہ جی گویا اس محفل کا آخری چراخ تھے۔ ایک دو نشانیاں اور ہوں گی لیکن وہ بھی مہمان نفس یک دو نشانیاں ہوں ہوں گ

بت آگے گئے ہاتی جوہیں تیار پیٹھے ہیں!

یہ لوگ جس زانے میں اپنے بلند آبنگ حوصلوں کے ساتھ سامنے آئے تھے جب تک ہمارے سامنے اس دور کی صبح تصویر نہ ہواں وقت تک ہم اس مٹی کے ماس کا اندازہ ہی نہیں کریائے جس مٹی ہے ال لوگوں کے بیگر تیار ہوئے جب یہ وہ زانہ تھا کہ ماسی اپنی فاص روایتوں کے ساتھ کو کازیے آبکا تھا اور اس کے روبرو ایک نیا دور لہنی تمام شد توں کے ساتھ فتو و نما پا رہا تھا۔ جہاں تبال برطانوی سامراج کے طلاف خیالات برخی تیری سے کو وٹی کے راحد فتو و نما پا رہا تھا۔ جہاں تبال برطانوی سامراج کے طلاف ناتا ہو اس خطیم کے خواہش آزادی روائٹ ایکٹ، جلیا نوالہ باخ اور ترکیک طلافت کے وائٹی و فارجی آڑرات کے تمت ایک مرکز پر آگئی اس مر کر نے رہنمائی اور اس کے مظامر کا ایک نیا قافلہ پیدا کیا شاہ جی اس قاف کے متاز حدی خوائوں میں سرفہرست تھے۔ ادھر طور کرنے سے یہ عبیب و غریب بات تھاتی ہے کہ جولوگ اس قافلہ میں شرک تھے وہ کی تنہا خوبی ہی میں سنفر د نہیں تھے۔ بلکہ عبیب و غریب بات تھاتی ہے کہ کہ جولوگ اس قافلہ میں شرک تھے وہ کی تنہا خوبی ہی میں سنفر د نہیں تھے۔ بلکہ مورہا تھا۔ نہ صرون دنیا نے ایک نیا سانچ قبول کر لیا بلکہ فکر و نظر کے سبی دوائر ایک نیا روپ افتدار کر سبی دوائر ایک نیا روپ افتدار کر سبی متاز کی تا ساس پر انگریزوں کی بین کئی کا عمد میں تھا۔ اس ورب دی بند کا در سرجن کے احتیازی معتدات کی علاست تھا۔ اس ذہی کی تعمیر میں بست سے عوائل کا تھا۔ اور دیو بند کا در رسے میں بست سے عوائل کا تھا۔ اس ور دیو بند کا در رس جن کے احتیازی معتدات کی علاست تھا۔ اس ذہی کی تعمیر میں بست سے عوائل کا

ہاتھ کا فرمارہا۔ اب جو توی احتیاج کی اجتماعی روح عدم تشدد کے طریق اور عدم تعاون کی تکنیک سے برجم کشا ہوئی تو عثمانی غلافت کا سکوت اور عرب ملکول کے صعب بنرے اس ذہن کے لئے مصیر ثابت ہوئے۔ اسلامیت اور وطنیت کے لئے بطے جذبات نے ۱۸۵۵ء کے بعد ۱۹۱۹ء میں آزادی کا ایک ایسا ولولہ پیدا کیا کہ ذہنی طور پر انگریز سارے ملک کے دماطوں اور دلوں سے انگل گیا۔ رہا تو ان لوگوں کے دلول میں جو انگریزی بساط کے مہرول کی حیثیت رکھتے اور اپنے گرد و بیش انسانول کی ایک اقلیتی کھیپ کے وفاداری بشرط استواری کے تمت سوداگر تھے۔

انگریزی حکومت کے دہد بے نے ۱۸۵۷ء کے بعد اس برصغیر کو نہ صرف مفتوح کر لیا بلکہ مغلوب لوگوں کے ساتھ مرعوب دماغوں کا بازار بھی رو نق پر تھا۔ گر تریک لاتعادن کے برگ و بار نے سلمانوں کو: عنان رہنمائی دفعتہ ان لوگوں کے حوالے کر دی جنہیں قدرت نے شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، اور نطق اعرابی دے کر پیدا کیا تھا اور جن میں اکثر ماضی مرحوم کے خلوت خائر تمثیل میں زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔

سید عطا، الله شاہ اس ماصی کا تمبلی پیکر تھے۔ ان کا ہر وار ایک بائے بھکیت کی طرح جو کس رہا۔ وہ کسی نہ مجھنے والی روح لے کر آئے تھے آج جو بکہ ونیا بہت آگے نکل جئی ہے اور اس عہد کی اداشناس بود بھی قریب قریب ختم ہو چکی یا ہورہی ہے پھر قلم وزبان کے نئے نئے رستم واسفندیار پیدا ہورہے ہیں۔ لہذایہ سمجھنا یا سمجانا دراشکل ہے کہ ان لوگول نے ملک و قوم کو کیا مجد عطاکیا؟

صبح ضرور موبی ہے اور سورج مبی وقت ہر لکتا ہے۔ لیکن طلوع وغروب کا فاصلہ یونبی سطے نہیں ہوتا پیط ستارے اجڑتے، رات کشتی ہمر ہو ہمٹتی ہے۔ اس حقیقت کو جانبا اور ہوپاننا اشد ضروری ہے کہ قومی آزادی تاریخی اعتبار سے کبمی کسی فروواحد کی تنہا فراست اور تنہا ہمت کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہاس کا پودا آنا فانا بار آور ہوتا ہے۔ یہ حکایت ایک طویل عمل اور ایک طویل خمد سے مرتب ہوتی ہے یہ صبح ہے کہ قومی خواہشوں اور کمکی ولولول کا مظہر بسا اوقات ایک ہی وجود ہوتا ہے اور عاستراناس کے قدم اس کے مقدم موں کے ساتھ اٹھنے لگتے ہیں۔ لیکن اصلاً حریت و استقلال کا یہ قصر بے شمار لوگوں کی جگر کاری، سر فروشی اور فراست و داناتی سے اشترا اور بنتا ہے۔

مثل موک ہے۔ اس کے تقامنا پر انسان رو فی محماتا ہے۔ لیکن بھوک پہلے نقر سے نہیں ٹتی۔ بکد یکے بعد دیگر سے سبیں ٹتی۔ بکد یکے بعد دیگر سے بست سے تھے محمانا پڑتے ہیں۔ آخر میں ایک لقر ایسا ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھوک کا داوا نہیں ہوتا بلکہ پہلے لقر سے لے کر آخری نقر تک جت تھے بھی ہیٹ میں جاتے ہیں ان کی اجتماعی طاقت سے بیٹ بھرتا ہے۔ بعونہ یہی مثال آزادی کی ہے۔ کہ یہ ممارت سنگ و خت سے بہ ہوئی عمار توں ہی کے اصول اس پر عائد ہوتے ہیں۔ بنیادی کو حد نہیاویں بھر نے، دیواری اٹھا نے، اینٹیس لگانے، گارا بنانے اور رنگ و روشن کرنے کے بیسیول مرحلے بیٹوں سے بیٹ مرازی میں۔ کو دولے بنیاوی بسر نے، دیواری اٹھانے، اینٹیس لگانے، گارا بنانے اور رنگ و روشن کرنے کے بیسیول مرحلے بیش سے بیش سے بیٹ سے ایک عمارت محمری ہوتی ہے۔

شاہ جی بیالیس سال قبل جس مراول دستے کے ساتھ نطح سے وہ لازاً قوی آزادی اور قوی استعلال کی

جدوجد کا مقدمتہ الجیش تھا۔ ان کے سامنے صرف آخری مرحلہ پی نہ تعا بلکہ وہ ابتدائی مرحلے ہیں تھے اوراس مرحلے کو پیدا کرنا ہی ان کے ذمہ تعا۔ انہوں نے بنر دخوس میں بل جوتا انہیں ہموار کیا۔ پھر بچ ہویا، کھیت سینچا، سوافق موسم کی نگہداشت کی، خالف موسم کے تاؤسے، آخر فصل بچی۔ اب کیا خروری تعاکہ بجائی کرنے والے ہی کٹائی کے وقت موجود ہوئے۔ قافلہ چلتا اور برصتاریا حتی کہ مسئرل سامنے آگی اور ہم آزاد ہوگے۔ اب نصف صدی چھے مراکر دیکھیں توان بنر رنیون کو سیراب کرنے کی مشکلات کا اندازہ کرنا ہی شکل ہے! خرض پاکستان اور ہندوستان کا کوئی گوشہ ہو گاجمال شاہ ہی کی آواز نہ گوئی ہو۔ ان کی آواز کا علم ہر کہ کہیں امراز ہا ہے کہیں اس کا چید چپشاہ ہی کے جد آشنا قد موں کا کہیں امراز ہا ہی کے بیال کا چید چپشاہ ہی کے جد آشنا قد موں کا کہر گزار ہے گر مغربی پاکستان چونکہ ان کا مسکن اور ان کے بزرگوں کا مولد رہا اس لئے مرحوم دلی سے لئے کر مورم ہی ہوں انہوں ہی کو بیشن کر و بیشن اگر و بیشن مرحوم ہجاب کے دول سے ان علاقوں میں مختلف محکری ضرورت کے محلت برطافوی سامران کا بازوئے شمشیرزن تھے۔ انگریزوں نے ان علاقوں میں مختلف مغاورت کی بخت ہم اس علاقے کی صبح صبح سیاسی ساشی اور معاشر تی صورت مال سے واقعت نہ ہوں اس مخاصے سے کہ جب تک ہم اس علاقے کی صبح صبح سیاسی ساشی اور معاشر تی صورت مال سے واقعت نہ ہوں اس معنوں طاقت کی اساس پر پیساری عمارت کھری ہے۔ وہائے سے عاصر سیس گے جن کا منطقی نتیج ہماری قوی آزادی کا وجود ہے۔ یا حق معنوی طاقت کی اساس پر پیساری عمارت کھری ہے۔

حالت یہ تمی کہ آنجانی بندوستان ہیں مرحوم بنجاب ہی ایک ایسا صوبہ تعاجال انگریزی مفاوات کی بوقلونیال مصبوط بنیادوں پر قائم شمیس اور انگریز کی حالت میں بھی یہ گوارا نہ کرتا تھا کہ اس صوبے کے لوگوں میں حریت خوابی کا جذبہ پیدا ہو۔ ایں مقصد کے لئے اس نے بنجاب کے تئین فرقوں یا قومول (ہندوول، مسلما نول اور سکول) کو مفاوات کے خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہندوستان کا مسئلہ اگر ہندوول ای مساشی و معاشرتی کا مسئلہ تعا تو بنجاب میں یہ سسئلہ سکھول کی موجود گی کے باعث سر رخا تھا۔ اور تینوں کے معاشی و معاشرتی مفاوات کچراس طرح بش گئے تھے کہ ایک دوسرے کے طلاف صف آرا ہونا ہی الکاسب سے بڑا کھال تھا۔ پر چونکہ ہندوستان کی حکومت !نگریزوں نے مسلمانوں سے لی تھی۔ اس لئے ان کا ذہن کا محال کی بغاوت اور چوپائے مقدمہ بائے مازش انبالہ (۱۸۲۳ معلی) دارج علی (۱۸۲۳ مالی) مالوہ (۱۸۲۰ کی اور پٹمنہ (۱۸۲۱ مالی) مالوہ (۱۸۲۰ کی اور پٹمنہ (۱۸۲۱ میں خوفزدہ ہو چکے تھے بلکہ وہ خوبی متعدد سے زیر کرنے کی فکر میں تھے۔

اس صنمی بین تاریخ کا یہ افسوسناک بہلو ہے کہ مرحوم بنجاب نہ معرف ان کاسب سے بڑامعاون ہو گیا بلکہ بہت سے راستے ان کے حق میں ہموار ہوتے بطے گئے۔ خود مسلما نول کا یہ حال تھا کہ ان کاسواد اعظم ان مشمی بھر مسلما نوں کے قبصہ بدرت میں تھا جو برطا نوی اسپریلزم کے شعوری یا همیر شعوری طور پر فرستادہ تھے حتی کہ

برطا نوی شاطروں نے خود مسلما نوں ہی کے باتھوں ہذہب کی ان بنیادوں کو اکھڑوانا جابا اور اس میں بڑی حد نک کامیاب بھی ہو گئے جن پنیادوں پر برطانوی لموکیت کے خلاف حدوجید کا قلعہ! پیتادہ تھا۔ ایک بڑا ہی درد ناک سانحہ ہے کہ علمائے حق کے خلاف یہیں سے فتوہے جاری ہوئے۔ جباد کی تنسخ کا الهام (مرزا خلام احمد قادیانی) بھی یہیں تصنیف کیا گیا۔ دنیائے اسلام کے علاف تعویدوں کا انبار بھی یہیں تیار ہوتا رہا اور خلافت عثمانیہ کی شکست پراس صوب ہی کے خانہ رادوں نے جراغاں کیا-

اب عور کینئے جوصوبہ برطانوی ملوکیت کے لئے رپڑھ کی بڈی موحمال کے لوگ تدین قومی دا روں میں مختلف ومتصادم مفادر کھتے ہوں اور مفادان کے لئے موت و حیات کامسئلہ ہو حتی کہ قومی بیداری یا لمی استقلال کے راہتے میں سب سے برمنی روک خود مسلما نوں کی معاشی اور دینی گدیوں کا وجود ہو۔ اور پست ہمتی کے پہلو پر یہلو دیسی گرمیسیاں ان کے خوں میں مرایت کر مچی ہوں۔ اس فصامیں شاہ می کا نعرہ صاد بلاشہ قدرت کے انعابات میں سے تعالوران کا وجود آبات من اللہ- اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ محل نہیں لیکن اس تاریک دور میں مولانا ظفر علی خاں کا "زمیندار" و "ستارہ صبع" اور دو جار برس کے فاصلے سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بخطایرت اور ایک خاص موڑیر ان کے ہمنواؤں کی جماعت ایسی بے مثال طاقت اور گراں بہا مرہایہ بیں کہ تاریخ مُ انتُرَاب كُ بغيرايك قدم مِي آگے نہيں بڑھ سكتى۔

اد حریہ بات بڑے زور سے کھی گئی ہے کہ شاہ می اردو کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ ان کے بیان میں جادو اور ان کی زبان میں سمر تیا۔ ان کے حرف حرف یرلوگ مسر دھنتے اور موتی چنتے تھے۔ ان کے خدا، رسول اور اسلام سے عشق کی حابتیں بھی زبان زو عام بیں اور لوگ مرے لے لے کربیان کرتے ہیں۔ گر ان کی خطابت نے جن بتوں کو توڑا اور ان کی فراست نے جن فوجوں کو پسیا کیا ان کا ذکر بس منظر میں چلا گیا ہے۔ حالانکہ دوسری اہم چیزیں ہیں منظر کی تعیں- ان کاسب ہے بڑا کمال ہی پر تھا کہ انہوں نے ملک کے مجمود کو توڑا اور قوم کی سیاست میں مردانگی کا جوہریدا کیا۔ فی المملران کا وجود منعمات میں سے تعاب اس بیورے ملک میں وہ اپنی ہمہ گیر خوبیوں کے باعث ایک عہد اور ایک ادارہ تھا- واقعہ یہ ہے کہ وہ قیادت وسیادت اور خطابت وسیاست کی ایک الجمن تھے۔شایدی کوئی ایک شخص ان خصائص کے اعتبار سے ان کا ہمسر ہو۔ انہوں نے یمایں سال کا عرصہ صلہ و اجر کی ہر خفی و جلی خواہش کے بغیر بسر کیا اور یہ فسرف مرہ انہی کو حاصل دیا کد:

اس برصغیر *یں ان کی آواز کا عادوسر کرتا رہا اور خلاف سامراج ذہن نے ان کے آتش کدے سے خوونما کی حرارت پائی۔

ملمان نوجوانوں میں برطانوی ملوکیت سے وابستہ رہنے کا جذبہ ایک عرصہ سے راہ یارہا تھا۔ انہوں نے اس جدبے کو سم و بن سے اکھاڑا۔ جن نوجوانول نے ان کی آواز پرلیک کہا وہ زیادہ ترورسانے طبعے کے لوگ تھے جن سے عوای تر یکوں میں لیڈرشپ پیدا ہوتی ہے۔

غریبوں کی ایک ایس جماعت (مجلس احرار اسلام) تیار کی جوامراء کے استعصالات سے برافروختہ ہو

کر نہ صرف طبقاتی شعور کی راہ پر آگئی بلکہ بازار سیاست کے معرکہ ہائے خرید و فروخت سے بلند و بالا ہو کر کام کرتی چلی گئی۔

۳- سلمنانوں میں فعال سیاسی کارکنوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا جس کا عام حالات میں قط تعا- اس کھیپ ہی سے اعلیٰ پایہ کے وہ مقرر پیدا ہوئے جنوں نے انتقابی ذین کی نقش آرائی میں قابل قدر حصد لیا-۵- عوام کے دلوں میں نہ صرف استصالی گروہ کے خوف کو دور کیا بلکہ ان کے جوہر خودی کو یمال کیسے بردان چڑھایا کہ قربائی وایشار کا تاریک راستروشن ہوگا۔

۷- مسلمانوں میں جن سیاسی و دینی بدعات کو بالالتزام راسخ کیا جارہا تھا ان کا سانچہ توڑ ڈالا اور یعض معاصر قی خرابیوں کاسدیاب کیا۔

ے۔ خطابت میں نئی نئی راہیں پیدا کیں قیادت کے کاسر لیس ذہن کو ختم کیا۔سیاست کوامراہ کی جیبی گھڑی یا ہات میں بھر گھڑی یا ہاتھ کی چھڑی بننے سے روک دیا اور اس کا ایک عوامی مزاج بنا ڈالا۔ اگر تعقیق کی جائے تو یہ بات مجی بھمر کرسامنے آجائے گی کہ نشوہ نما کے اعتبار سے اردو کا داس ان کی خوبی گفتار کامنت پذیر ہے۔

یہ حتائق اتنے واضح بیں کہ نصف صدی کے سیاسی شب وروز کا وقائع نگار خود شاہ جی کے سوانح و المکار میں سے تاریخ کی بعض گمشدہ کڑیاں تلاش کر سکتا ہے - دیکھنا یہ ہے کہ اس فرض سے کون عہدہ بر آہوتا ہے۔

فرمایا: میں ان سووروں کا رپوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپر یلزم کی تھیتی کو فیران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا- ایک فقیر ہوں۔ اپنے نانا کی سنت پر مریٹنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریزوں کا انتخا- دو ہی خواہشیں ہیں۔ میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے۔ یا پیر تیتے دار پر شکا دیا جاوک- میں ان علماء حن کا پرچم لئے پھرتا ہوں۔ جو ۱۸۵۵ء میں فرنگیوں کی تیجے بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ِ ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

فرطیا و نیا میں ایک چیر سے ممبت کرتا ہوں اور وہ ہے قر آن اجمعے صرف ایک چیز سے نفرت ہے۔ اور وہ ہے اگر یزا میں سمحتا ہوں کہ زندگی کے تمر بوں اور مشاہدوں نے میرے ان دوجہ بوں میں بلاکی شدت اور حرارت پیدا کر دی ہے۔ ممبت اور نفرت کے یہ دو زاویے اینے ہیں کہ جن داخوں میں ان کا سودا ہوان کے لئے پا بہ زنجر ہندوستان میں جیل فانہ زندگی کے سفر کا ایک ایسا موڑہے۔ جہاں کسجی طلب کے خیال سے رکنا پڑھا ہے کبھی فرض کی کشاکش لے آتی ہے اور کسی جسموے کے کہ اب جیل فانے کی آبرد پر بوالهوسوں نے بیش دستی ضروع کی ہوئی ہے۔

#### شون کاشبری حرائت تری احرار کا عنوانِ جلی ہے

إيثار قربانی بخار می کے کلزار ن ، حریفوں کے ہزاروں یہ – ک سے ششیر بهاري! والله زبان دودهاري گرمی کی رے! بدل خيالات ے غلامى بدل روا يات وے عنال گیر قافلهُ لمت جراکت جذبول ميں تری بیں کوثر و يرش ' ترے حن بات æ رومن ہوئی ے توحیہ کے فرزند آجل در ئے در تری ج کے میں دامانِ شجاعت ىلى فطرت احرار تری عنوان طلی ایمان کے رانچ میں وصلی تري 4 علق ہے دل ۱۰ این لنت تو 5 عزت کا نگرال تری زانے میں خدا 4 شر موکہ آزا ہے تو کیا ہے؟

### سيد عطاء الله شاه بخارى اور مولانا ا بوالكلام آزاد

اسیر شریعت سید عطاء الله شاه بخاری اور مولانا ا بوالگلام آزاد کے درسیان ممبت و ضلوص اور ارادت کا ایک تعلق خاص سار اس حوالے سے کئی تند کروں میں مواو ملتا ہے۔ ذیل میں جناب آخا شورش کا شمیری مرحوم کی تین کتابوں "مولانا ا بوالگلام آزاد"، "سید عطاء الله شاه بخاری" اور "بوئے کل نالہ ول" کے مختلف متنابت پر بھر سے ہوئے مواد کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخا صاحب مرحوم نے اپنی یاد داشتوں میں اس موضوع پر قلم اٹھا کر بہت سے واقعات کو معفوظ کر دیا ہے۔ یہ ایک منتقل موضوع ہے، ان شاء الله آئدہ کی فرصت میں مختلف تند کروں، آپ دیا ہے۔ یہ ایک منتقل موضوع ہے، ان شاء الله آئدہ کی فرصت میں مختلف تند کروں، آپ بیتیوں اور سوانی کتابوں سے مولانا اور شاہ جی کے حوالے سے موجود مواد کو یکجا کر کے قارئین کی دست میں بیش کر دیا جائے گا۔ (مدیر)

شاہ جی ہندوستانی سلمانوں کے ویرانہ آباد میں قدرت کا عطیہ تنے وہ خود ایک عہد، ایک تاریخ، ایک ادارہ، ایک تاریخ، ایک ادارہ، ایک تاریخ، ایک ادارہ، ایک تاریخ، ایک براہ کی اور جماعت تنے، ان سے بڑا عوامی خطیب نہ اردو زبان نے بیدا کیا اور بنہ مستقبل قریب میں اس کے آثار ہی نظر آتے ہیں، ان کے کلام و بیان کی تاثیر و سرکا یہ حال تما کہ دلوں کی سنگینی موم کی طرح پگھلتی اور دماغوں کا انجمادرواں ہوجاتا۔ انہیں ہوا کے جموسکے اور سمندر کی موجیں بھی گونگ برآواز ہو کر سمندر کی سوجیں بھی گونگ برآواز ہو کر سمندی تعین ان کا بیان تما کہ وہ مجد ہی سے ان کی سمندی تعین اور اس نہج ہی سے ان کی سمندی تعین میں لائے اور "ستارہ صبح" نے ان کے مگر میں آگر گلادی۔ المطل کے بارے میں فرایا۔

الهلال نے ان کی شریا بوں میں لہو دوڑایا اور وہ محرک انسان کی طرح قرن اول کی طرف اور کے الهلال نے تر آن اول کی طرف اور گئے پھر وہاں سے بال ویر لے کر ہندوستان کے افق پر پرواز کی۔ الهلال نے تر آن فہی کے دوق میں انہیں وسعت و تنوع دیا اور ان کی کایا کلب ہو گئی۔ ان کی خطابت کا اسلوب اور اسکے مختلف زاوئے الهلال کے مرسون ہیں۔ آزاد .....ان کے ذہنی مرشد تھے۔ ان سے بہت سی ملاقا توں میں فیصنان حاصل کیا، ہر ملاقات علم و نظر کی ایک نئی دریافت ہوتی۔ آزاد جس موضوع پر بولئے، معلوم ہوتا انہیں کا خانہ زاد ہے، انہیں قرآن کی تفسیر میں منفرو پایا، ترجع میں یکتا، حدیث میں معلوم ہوتا انہیں کاخانہ زاد ہے، انہیں قرآن کی تفسیر میں منفرو پایا، ترجع میں میکتا، حدیث میں گئانہ فقہ میں خونہ فقہ میں اور نشر میں مرستم و اسفندیار۔

گھنٹوں بولتے لیکن ککرار عنقا، فنون لعلیفہ میں ان کا جوڑ نہ تھا۔ امام الهند فی موسیقی پرزبان کھولتا تو كلفشاني معتار سے لاله رار كحل جاتا- "عبار خاطر"كا آخرى خطران كے اس ذوق عظيم كى نشان دہي كرتا ہے- ہندوستان كے وزير تعليم كي حيثيت سے مختلف تصويروں پر ان كے تشريمي عاشيے لاجواب ہیں، میں نے ایک تقریب میں مصوری سے متعلق ان کی ایک تقریر سنی ہے، ملک بمر کے نامور مصور جمع تھے اور وہ ان کی معلوبات پر سمردھن رہے تھے۔ سنگ تراشی کے بارے میں ایک دن تاج مل کا ذکر کیا تو دنیا بھر میں گھماتے بھرے، سنگ تراشی و معماری کے ارتقاء، تہذیب کی تاریخ اس طرح بیان کی کہ مخصوص اصطلاحوں کے ساتھ خوبصورت الفاظ کی اہریں اچمل ا جبل کر بہ رہی تعییں۔ ایک دن مختلف قوموں کے فواکھات ومشروبات کی طلعم ہو شریا بیان کی تو گفتگو کئی گھنٹوں تک بھیل گئی۔ ہم حیران تھے کہ جاپان اور سیکسیکو کے فواکھات ومشروبات کی جزیات تک سے بھی اشناہیں-ایک دفعہ کمو تروں کا ذکر چھڑ گیا توان کی نسلوں اور خوبیوں کا مرقع سنا ڈالا، بھر چرند و پرند کی عاد توں پر روشنی ڈالی توایک تہا ئی دن اس کی ندر ہو گیا، کمی نے خالب کا ذ کر چیپڑا تو سجان اللہ گویا خود غالب ہیں، یا ان کے ساتمہ عمر گزاری ہے، وہ ولی د کنی سے لیے کر عصر حاضر کے ہر شاعر کو جانتے اور ان کے بعض چیدہ چیدہ اشعار بھی حفظ تھے، ادب کے ہر شعبہ میں ان کی لگاہ تھی۔ ایک دن رستم نال گامل بہلوان سنے آگئے ہم لوگ ویس تھے، اب جو بہلوانی کی تاریخ بیان کی تو ہم دنگ رہ گئے گویارستم واسعند یار کے ساتھ دنٹر پیلتے رہے ہیں۔ بنوٹ پر گفتگو کی تو پوری کتاب کہ ڈالی- مولانا ممد علی الہ آ بادییں سنگم پر کشتی رانی کے لئے بطے گئے واپس آئے توان سے بھی موضوع جیپڑ دیا، وہ گر بتائے کہ فن کی پوری تاریخ سامنے آگئی۔ تمباکو برروشنی ڈالی تونمال سے کمال کل گئے۔ پان کا تذکرہ کیا توبتے سے لے کر کتھے تک اور معیاری سے لے کر قوام تک، جانے کیا محجہ بیان کیا- ہم شندرتھے، الدالعالمين ابوالكلام بين كه صحيفه كائنات-ایک دن مختلف ملکوں کی خواتین براس شائسٹگی سے اظہار خیال کیا کہ عباس حمد کے ان داستان گوعبقریوں کی یاد تازہ ہو گئی جواس موصوع میں عربی زبان کے بانکین کی رعایت سے یگانہ ً عصر تعے- مولانا کے طرز کلام کا عظیم بہلویہ تما کہ ان کی زبان پر کبعی ببتدل الفاظ نہ آتے، وہ ان الفاظ بي سے نا آشنا تھے۔ فرماتے رکیک الفاظ مخرب الاخلاق قوموں کا سنداس موتے ہیں۔"

راقم وزارتی مش کے زبانے میں شاہ می کے ہمراہ دھلی میں تعاایک دن وقت لے کر مولانا کے ہاں پہنچے تو اس جلے کا ذکر آگیا، جو گئی رات دبلی میں جامع سبد کے سامنے ہوا تعا اور کوئی ڈیرٹھ لاکھ آدی شریک تھے، پنڈٹ جواہر لال نہرو بھی اس جلے میں آئے تھے۔ اور کر پس نے بھی تعورشی سی دیر جلے کے بے پناہ ہموم پر نگاہ کی تھی۔ مولانا نے شاہ جی کی شدہ ربیا فی کو مراہتے ہوئے استفسار کیا۔ شاہ صاحب، سنا ہے آپ لتر پر میں گالی بھی لڑھکا دیتے ہیں۔

شاہ جی نے لاحول پڑھااور تجہا: '' حضرت آپ ہے کس لے کہا؟

معرت آب سے من سے ہ مولانا: کوئی ذکر کررہا تیا۔

شاه مي ۽ کون ؟

مولانا : میرے بیائی نام تو یاد نہیں رہائیکن کوئی بیان کررہا تھا۔ کان میں بعنک پڑمی تو تعجب ہوا۔ ہر کسی کا نام نہ توصافظ کی چیز ہے اور نہ ہر نام کا پوچھنا ضروری ہوتا ہے۔

شاه جی : توحضرت آپ نے اس روایت پر اعتماد کر لیا-

مولانا: سوال روایت کا نہیں نہ اعتماد کا ہے، آپ سے جو تعلق خاطر ہے اسکے باعث معاً وہ چیزیاد آگئی۔ روچ نے نبید سام میں نواز اور کی ہے کہ جو ملی اللہ میں انہ میں انہ میں انہ میں انہ میں انہ میں انہ کی ہے۔

شاہ جی : "جی نہیں- راوی نے خلط بیانی کی ہے بلکہ جموث بولاہے-"

مولانا: "وہ بیانس اس نے واغ میں رہ کئی مما تحریکِ خلافت کا زمانہ یاد آگیا۔ آج سے کوئی چوبیس یا پھیس برس پہلے آپ نے لاہور میں ہیر وارث شاہ کے بعض بند سنائےتھے۔ ان میں مجھدایے ہی کلمات تھے جن میں جل، چل، مل قدم کے قلفے تھے۔ میں نے خیال کیا جس شغص کو اس قدم کے اشعار یاد رہے ہوں ممکن ہے حالات کی برہی نے اس سے گالی اکلوا دی ہو۔ اور شاید زبان لوکھڑا گئی ہو

ٹاہ جی: مولانا! جس شخص نے الهلال پڑھامووہ گالی دے سکتا ہے؟

شاہ جی مسکرائے اور کھا۔

حضرت ربع صدی پہلے کی وہ صعبت آپ کواب تک یاد ہے۔

فرمايا:

"سیرے سائی، سوال کمی صبت کی یادداشت کا نہیں، گوحافظ ہر طرح کی شاہراہوں اور پگٹنڈیوں سے گزرتا ہے لیکن بعض چیزیں حافظے کے خانوں میں بعول چوک ہو کررہ جاتی ہیں، وارث شاہ کا کلام تما آپ کی وجہ سے حافظے میں ایک تاثررہ گیا اب جو آپ سامنے آئے تووہ تاثر بھی تازہ ہوگا"۔

شاہ جی تحلکھلا کر بنس پڑے، ہم لوٹ پوٹ ہوگئے۔ مولانا کی زبان سے پنجا بی الفاظ اس طرح لکل رہے تھے گویا قاقم پرسنگریزے لڑھک رہیں۔(1)

شاہ ہی نے صوم وصلواۃ کی پابندی سے متعلق لاہور کے ایک اخبار کا تذکرہ کیا کہ ا**س کا پورا قبیلہ صوم وصلوۃ کا** باغی ہے۔ لیکن اس نے پچھلے و نوں آپ کے خلاف اپنی ایک لظم میں نماز نہ پ**رضنے کا طعن کیا تھا،** مولانا مسکرائے اور فریا یا: "شاہ صاحب، جب تک انہیں میری سیاست . سے اختلاف ہے اس وقت تک میر ااسلام ان کے ہاں مشکوک ہے۔ اور اگر میں ان کی سیاست کا ہوجاؤں تو پسر اسلام سے میرا لہوولعب بھی عین اسلام ہوگا۔ انہیں اسلام کی آرمیں اپنی سیاست سے دلیسی ہے۔" (۲)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک وقعہ مولانا کی نازک مراجی پر تبھرہ کرتے ہوئے خوب فقرہ کہا تھا کہ ''ہیپ کے تلوے میں انسانی سر کا بال 'آجائے تو پاؤں میں موج آجائے گی۔ پھر ہفتوں لیٹے رمیں گے کہ بیمار ہیں۔ انہیں سب سے زیادہ عریز تخلیہ تھا اور سب سے زیادہ پریشان بھیڑ سے ہوتے۔ وہ عادتاً ملاکا فی طبیعت کے آدمی نہتے۔ ان کا مؤقف تھا۔

زاغتے و کتا ہے و گوشہ <u>ہمنے</u> - (۳)

ورار قی مثن کے زانے میں شاہ جی دہلی میں تھے۔ ہم کوئی دوماہ دہلی میں اکھے رہے تھے اور وہ رنانہ اپنی بوقلونیوں کے باعث تاریخ کا ایک یاد گار حصہ تعا- میں نے شاہ جی سے عرض کیا کہ میری بعض یا دواشتیں ادھوری ہیں اگر اپنے خاندا نی طالات پر روشنی ڈالیں تو یہ یاد داشتیں تکمل ہو سکتی ہیں لیکن وہ طرح دے گئے۔ " سائی میرے عالات لکھ کر کیا کو گے۔ ؟"

. "مولانا ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں ابوطالب کلیم کی زبانی اپنی ہی نہیں، ہماری بھی سر گزشت لکھ دی ہے-

بدنائ حیات دو روزے نہ بود و بیش آن ہم کلیم یا تو چگونم چال گزشت یک روز مرفِ بنتی دل شد بایں و آل روزے درگر کبند دل زین و آل گزشت"

روزے درگر بکنگہ دل زین و آل گزشت ۔ تفصیل طلب کیجئے تو مسکرا دیں گے، آغا فہیدیم اور بس ..... لیکن مولانا ابوالکلام آزاد سے ان کا روپ قطعی مختلف ہے۔ مولانا اپنے سے باہر جمائکتے نہیں اور شاہ جی نے اپنے کو دیکھنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ مولانا کے لئے تخلیہ صعبت عیش ہے اور شاہ جی کے لئے جال کئی،

ما تحصه مکندر و دارا نه خوانده ایم از مایجز حکایت مهرو وفا مپرس

عمر بعر ایک ہی تصویر کھنچوائی ہے۔ دوجار تصویریں اور بھی ہیں لیکن سب چوری چھے گی۔ جب ان سے یہ کمہیں کہ فلال فلال بزرگ کی تصویر بن چکی ہے۔ بولانا ابوالکلام آزاد (جن سے شاہ جی کو خصوصی ارادت ہے) کی تصویر بن علی ہے۔ بولانا ابوالکلام آزاد (جن سے شاہ جی کو خصوصی ارادت ہے) کی تصویر بن علی ہے۔

"تم تھیک کھتے ہولیکن میں سیاست میں ان کا مقلد ہوں ضریعت میں نہیں- میرے لئے ان کا کوئی فعل حجت نہیں، بابو! میرے میال فیٹیٹیٹم نے منع فرمایا ہے ان کے قول کے بعد سب دوال میج بین" (۳)

اسی زمانہ میں ملک فیر وز زر انون نے دبلی میں کہا تھا کہ " پاکستان نہ بنا تو ہم چسکیز خان وہلا کوخان بن جا مئیں گے" شاہ می نے وہیں ایک بڑے جلیے میں سنت مکتہ چینی کی اور فریایا"

''فیروز خان کو شاید اپنے نام کی مناسبت سے جنگیز خان اور ہلاکو خان کے مسلمان ہونے کا مداسر''

تحمان ہوا ہے"

اسگلےروز شادجی مولانا سے ملے تو مولانا نے ایک موضوع اٹھا کر کئی موضوع پیدا کئے۔ دیا

دما دے مجھے اے زمین سنی کر میں نے تجھے آسماں کر دیا الالانا کا میں نے اللہ کا اللہ کا ترواج

سولانا گفتگو کرتے تو الفاظ سلک مروا رید ہوتے یار نگارنگ بصولوں کا سبدہ اور تمام آجزاء طبی کنے کی طرح ہ ہوتے۔ (۵) شاہ جی نے فرمایا "مولانا سلمانوں کے عہد گم گئتہ کی ذبانت و فراست کا مجسمہ اور دبلی و بغداد کے

شاہ جی نے فریایا "مولانا سلمانوں کے عمد تم گشہ کی ذہانت و فراست کا مسمہ اور دہلی و بنداد کے علم ونظر کا مرقع ہیں۔ وہ آیت برانی ہیں۔ فی الجملہ وہ سلمانوں کے محمدہ اقبال کی ترت بعرت تعور ہیں۔"(۲)

لاہور میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ایک معتقد کار خانہ دارتھے۔ (حاجی دین محمد صاحب مرحوم) انہیں لوہے کی ضرورت تھی اور لوہا ان دنوں مرکزی حکومت کے پرمٹ سے ملتا تعا- وہ شاہ جی کواٹھا کر اور شاہ جی راقم کو لیکر دہلی گئے۔ وہاں بن بلانے مولانا نے لئے سے اٹھار کر دیا۔ شاہ جی کواپنے تعلق خاطر پر اعتماد تعا- اصرار کیا۔ مولانا اٹھار کرچکےتھے۔ شاہ جی نہ شلے تو مولانا اندر سے لئل کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ آن کا پہرہ غصے سے تعتما رہا تعا- شاہ جی کی بات سنی تو آگ بگولہ ہوگئے۔ فرمایا۔

''۱۹۳۷ء سے سلمان صوبول کی کانگریسی وزار تون اور ہندوصوبول کے سلمان وزیرول کا انچارج ہوں۔ ان کا محاسب ضرور کیا ہے لیکن ان سے سفارش کبی نہیں گی۔ آپ نے میرے بارے میں علط اندازہ کیا ہے اور اس کے بعد مجٹ سے اندر لوٹ گئے۔

شاہ جی کے ساتھ سولانا کا سلوک فی الواقعہ طلط تھا، سولانا اگر بے نیازتھے توشاہ جی بھی خمیرت مندتھے۔ سولانا کے متعلق انہیں اپنے ذہبی اعتماد کا صمیح اندازہ نہ تھا۔ بسر کیف سولانا آزاد اس قیم کی سفارشوں کے سلطے میں آخری عمر تک بے لحاظ تھے۔ (ے)

کریں مشن کی آید کے دنوں میں شیخ صام الدین شاہ جی کی ملاقات کے لئے مولانا سے وقت لئے آئے، ارضا کی بیٹر سے ارشام کی کا اور یہ شاہ جی سے ہم سنی کے لئے کافی تعالیکن شاہ جی گھر ہی سے ہم سنی کے لئے کافی تعالیکن شاہ جی گھر ہی سے ہم سنی کے دروازے پر ہریشان محمر سے تعمر سے میٹے، مولانا کو شعر سے تعمر

موثران کا بگراموا تها، ممین دیکھتے ہی کہا:

"بال توذرا آب كامو رمع جمور آف اور آب يهال ميرى واليى كك بيشين-"

شاہ جی نے آگے بڑھ کر کندھا جھاتے ہونے کہا-

حضرت، شانے عاضر ہیں،

"بال میرے بیائی! وہ بوجیہ تو آپ اٹھائے ہوئے ہیں۔ (مولانا نے مسکراتے ہوئے کہا)

تھور می سی دیر میں واپس آگئے۔

۔ فرمایا:- وائسریکل لاج ٹک گیا تھا کریس سے کہا ہے جو فیصلہ بھی کرنا ہے جلد کیجئے یہاں دہلی میں گرمی کا زور ہو گباہے، چنانیے گفتگو شملہ منتقل ہو گئی ہے۔"

شاہ جی نے پوچھا، حضرت! "غبار ظاطر" چھپ گئی ہے؟

فرمایا:- "بال مسرے مِعاتی، لیکن جلد سازی مکمل نہیں ہوئی، کچد کا پیال نا شرنے بھبوائی ہیں، ال میں سے ایک جواہر لال کو بھبوادی ہے-"

عبداللہ کو آواردی، غبار فاطر کی دوکا بیاں لے آؤ،

ایک کابی شاہ جی کو دستنظ کر کے دی، (اس پر مولانا نے لکھا برائے صدینِ عزیز سید عظاء اللہ شاہ بخاری۔ ابواکلام) دوسری مجھے، اس پر لکھا:

"بياس خاطر عزيري عبدالكريم شورش-"

یہ میرے لئے ایک بڑا افتخار تھا، شیخ حسام الدین پریشان سے ہوئے، مولانا تاڑگئے، ایک کابی اور منگوا کے ان کی ندز کی، ہمارے ساتھ نوا بزادہ نصر اطمہ خال بھی تھے، انہیں آٹو گراف دیا،

> ہے آج جوسر گذشت اپنی کل اس کی کھانیاں بنیں گی

اب جوملک کے منتلف سائل پر ہاتیں چھڑیں تو گلفشا نی گفتار کا نقشہ تھنچ گیا، طبع رواں کا دریا موجیں یا تھا، فرایا:

المک بیں غیر ملی استبداد کا رہنا ممکن نہیں رہا، حکومت کے لئے ایک ہی جارہ کار ہے کہ ہندوستان کی حکومت ملی نمائندوں کو سپرد کر کے جلی جائے، اب اگر حکومت نے بہاں رہنے پر اصرار کیا تواس کے نتائج خطرناک ہونگے اس کی حکرانی کے دن پورے ہوچکے ہیں اور کوئی سادامن میں اسے بناہ دینے کے لئے باتی نہیں رہا۔ ساری روک اب اس بات کی ہے کہ جائیں تو کس طرح اور کیونکر؟

"ليك س كيس مطاحات كا، "شيخ صاحب في بومما،

اليك سے معالمہ تو بسر حال طے مونا ہے، رہنا تو بہال مندوول اور سلمانوں مى كو ب، پاكستان

شاہ جی نے کہا .... اس کامطلب ہے کہ لیگ سے صلح کی ہر کوشش ناکام ہو گئی ہے۔ مولانا نے

زما يا

' فی الحال تو ناکام ہی ہو گئی ہے۔ آئندہ کامیائی کا ایکان نہیں، بلکہ حالات اور خراب ہو تھیجارہے ہیں۔۔ شاہ جی نے چاہا۔ مولانا کی طبیعت کا رخ ادبیات کی طرف پھیر دیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تھکے ہوئے ہیں اور ان کی طبیعت پر کوئی بوجھ ہے۔ البتہ دو چیزیں جو گھنٹر ہمرکی اس صعبت میں معلوم ہوئیں یہ تھیں کہ:

(۱) صورت حالات سے خوش نہتھے، ہندوستان کی آزادی کا نقشہ جو کبھی ان کے ذہن میں تھاادھورارہا جا رہا تھا، آزادی آر بی تھی مگر اس طرح نہیں جس طرح وہ جاہ رہے تھے جو کچھے ان کا دل محسوس کرتا کھل کے

نهیں کہتے تھے، انسانوں میں رہ کر بھی آخر تک انہیں اپنی تنہائی کا احساس اوراس پراصرار دہا-

(۲) اس طاقات سے بہت پہلے ہماری ان سے طاقات ہوئی تووزارتی مشن کا بلان ان کے ذہن میں تھا، اور وہ جاہتے تھے سلمان اس کو من وعن قبول کرلیں، اس سے بہتر نتائج بیدا ہوئے، مولانا کے الفاظ جو سیری یاداشتوں میں درج ہیں، تحریباً یہتھے کیہ:

"جو ط میں نے تبویز کیا ہے اگر جانبین نے اس کو مان لیا توجس انتہا پر سیاسی میجان ہے

یا جس سطح پر حالات کھول رہے ہیں اس طل سے وہ سجان بھی حتم ہوگا اور حالات بھی معمول پر آجا ئیں گے۔ اس طرح ظن و تحمین، شک وشر، اور کرارو تصادم کا مطلع صاف ہوجائے گا۔"
"وزارتی مشن جو سکیم پیش کررہا ہے آپ کی ہے ؟ شیخ ضاحب نے پوچیا،
"نہیں سائی! ساسیات میں کوئی خیال، تبویز، نقشہ یا موقف کی فرد واحد کی ملکیت نہیں ہوتا، بہ

"نہیں بھائی! سیاسیات میں کوئی خیال، تبویز، نقشہ یا موقف کی فرد واحد کی ملکیت نہیں ہوتا، یہ چیزیں باہی سوج، بار اور گفت و شنید سے وضع ہوتی ہیں، میں نے ایک خاکہ تبویز کیا تھا، میرا خیال ہے وزارتی مثن نے اس پر صاد کیا ہے، اب اس کی تفصیلات اور جزئیات کا انعصار ان کے اپنے فکر اور اپنی دسترس پر ہے کہ وہ اس کو کس طرح آخری شکل دیتے ہیں۔
مولانا قدرت کا عملیہ تھے لیکن

مصحفے درمیان زندیقال

"تقسيم نا گزير موجيكي ب تومان لين: "مين في بندات جي سے كها،

" بظاہر تو ناگریر ہو چکی ہے لیکن ایک دوسرا حل بھی سامنے آگیا ہے، مولانا آزاد نے وزارتی مشن کو ایک خاکد دیا ہے، ٹاید اس کے مطابن کوئی صورت ٹکل آئے، کریس نے تو مجد سے یسی کھاکہ وزارتی بلان کے لئے مولانا کی تجاویزایک عمدہ بنیاد ہیں۔"

"وہ خاکہ کیا ہے" ؟ میں نے سوال کیا-

 شیخ صاحب کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے پنڈٹ جی سے کہا ان میں میں میں اس کا جواب دیتے ہوئے پنڈٹ جی سے کہا

"جناح کا ما ننا اور ہماراسنا نا دو نوں بیکار ہو بیکے ہیں، اپنی سی سب کوششیں کرنی ہیں یہ

بان کا معاور ہو جو اپنے ایس کے بعد بھی پیڈٹ جی کا بھی خیال تھا کہ بھوارہ نہیں ہوگا، کیونکہ تقسیم کا ما نشا اور چیز عبد اللہ میں بندٹ جی کا بیندٹ جی سے اس روزایک عبیب سا "انکشاف" کیا کہ سکندر حیات نے قوار داد یا کستان کے فوراً بعد انہیں ایک خط کھا تھا کہ وہ تقسیم کے عامی نہیں، بیں - جب ان سے یوجیا گیا آپ نے تو قوار داد فاہور کی تا کید کی ہے ؟

جواب دیا کہ "اسٹیج کی بات اور ہوتی ہے۔"

شاہ می لئے کہا وہ خط کھال ہے؟ پندمت جی نے کہا الہ آباد میں کہیں بڑا ہوگا، آپ ذکر کرنا چاہیں تومیرا نام لے دیں، میں وہ خط آپ کو بھموا دوں گا-

بنجاب كاذكر چعراكيا تو پندات جي جمنجملا گئے۔

پ بناب نے ہمیشری رو کاوٹیں پیدا کی ہیں-! "بنجاب نے ہمیشری رو کاوٹیں پیدا کی ہیں-!

میں نے کہا۔ "بندشت جی آپ نے جولیڈر صوبہ کے لئے منتخب کئے ہیں ان کی سزاعوام کو نہ دیں۔ مسکرائے، " نہیں صاحب، یہ بات نہیں اوّل توہم نے لیڈر منتخب نہیں گئے، لیڈر تو عوام منتخب کرتے ہیں، ہم نے تو انہیں کام سونیا ہے، لیکن پنجاب کا مزاج ہی ایسا ہے کہ جب تک آپس میں چنلی نہ کھائیں یا ایک دوسرے کو گرائیں نہیں، ان کی طبیعت ہی آسودہ نہیں ہوتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ پنجاب کے بیشتر کام رکے رہتے ہیں اور پنجاب کا سئلہ ہم سب کے لئے دردِ سر بن گیا ہے، کوئی سا گوشہ اطمینان کا نہیں رہا۔"

" یہ بنجاب ہی تھا جہاں راوی کے کنارے آپ کی صدارت میں کا مٰں آزادی **" ا**ر یرونیوش پاس ہوا اور صدارت کا پہلا ضرف آپ نے پنجاب ہی کو بغشا تھا۔" میں ہے کہا۔"

"یول تو بنجاب سے میرا تعلق بہت گھرا ہے، میری والدہ بنجاب کی تعیں- لاہور چونے منڈی میں ان کا ملان تعالیکن بنجاب کا سیاسی مزاج ہمیشہ قابو سے باہر رہا ہے، وہال سیاسیات سے زیادہ ذاتیات کے جگڑے رہتے ہیں، ہم نے بست بابا کہ احرار کا نگرس میں خال ہو جائیں، صوبہ کا نگرس کو دو سال کے لئے معلل کر کے احرار کے حسبِ منشاء ایک محمیثی بنا وینا چاہی جوصوبائی کا نگرس کے ہرکام کی انجازی ہوتی لیکن احرار ہی راضی نہوئے۔"

پندٹت جی نے یہ بات تھہ کر شاہ جی کی طرف دیکھا شاہ جی طرح دے گئے، پندٹت جی جانے گئے تومیں نے ان سے عجیب ساسوال کیا-"پندٹت جی، لوگ آپ سے ممبت کیوں کرتے ہیں ؟"

بندات جی مسکرانے ..... بعنی یہ بھی کوئی سوال ہے ؟

میں نے اصرار کیا توشاہ جی نے کہا، "یہ لوگوں سے ممبت کرتے ہیں اور لوگ ان سے ممبت کرتے ہیں۔" (۸) پیڈٹ جی رک گئے۔

میں نہیں! وجہ یہ ہے کہ لوگ آوارہ گرد ہوتے ہیں اور میں بھی آوارہ گرد ہوں، لہذا دو نول ایک دوسرے سے ممبت کتے ہیں۔ "

مسلم لیگ نے سولانا کے خلاف جوطوفان کھڑا کیا وہ گالی گفتار کی انتہا، پر تھا۔ نیازمند قدرتاً اس پر برہم تھے۔ ترجمانِ احرار روزنامہ آزاد (لاہور) بھی جواباً طعن وطنز کی زبان استعمال کرنے لگا مولانا کو پہتہ جلا توراقم کو بلا بھیجا احتر دیکی پہنچا، فرمایا

> زندگی نہ بعرک اٹھنے کا نام ہے نہ بجد جانے کا بھی کا نام ہے" بلکہ سلگتے رہنا ہی زندگی کا نام ہے" لیگ کی لینی زبان ہے اور وہ ہماری زبان نہ ہونی چاہیئے۔

سید عطاء الند شاہ بخاری کورا قم کی موجود گی میں کہا:

"شاہ می خطابت آپ کو عطیہ الهی ہے۔ اور جو چیز عطیہ الهی ہواس میں درشتی نہ ہوئی چاہیئے۔ جولوگ حریف بدن بنیں ان کے ذکر سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ آپ باشاء اللہ خطابت کے سندروں سے موتی کال لاتے ہیں۔ آپ کو ان چھوٹی موثی ندیوں سے کیا نسبت؟ جو صرف سنگریزے اگلتی اور دیت پھیئتی ہیں۔" (۹)

خلافت کی تر یک 1919ء میں ضروع ہوئی لیکن - 197ء کا زبانہ اسکے برگ و بار کا زبانہ تھا۔ جس طرح بہار کے موسم میں پھول اگ آتے اور جبنستان للہ و گلاب سے لاپعند جاتے ہیں۔ اسی طرح اس زبانے میں سیاسی ۔ کار کنوں ، سیاسی رہنماؤں اور سیاسی خطیبوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی۔ سارا ملک ان سے مترک ہو گیا۔ کوئی سی ہندوستانی قوم اس سے خالی نہ رہی۔ ہندو، مسلم ، مکھ عیسائی ، پارسی ، ہر جماعت میں شخصیتیں ۔ ویسطی کلیس ۔ فی الجملہ یسی زبانہ اردو میں جاندار سیاسی خطابت کا عبد آغاز تبار سولانا آزاد، مولانا محمد علی ، مولانا ظفر طیبوں کی ایک لین ڈوری لگ گئی۔ احرار طی خال ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا احمد سعید دہلوی کے علاوہ خلیبوں کی ایک لین ڈوری لگ گئی۔ احرار رہنماؤں کی پوری جماعت خطباء کی جماعت تمی۔

سید عطاء الله شاہ بخاری آغاز میں صرف خطیب تھے۔ ان کی سیادت کا چراخ ان کی خطابت کے چراخ سے سقا بلتاً مدھم تعا- اردوز بان نے ان سے بڑا عوای خطیب پیدا نہ کیا۔ ان میں یداللبی با نکین تعا کہ مجمع ہائے عوام کے خیبر آن واحد میں سر کر لیستے تھے۔

مولانا آزادییں محم**یطی کعب**ارزت، ظفر علی طان کی مقاوست، عطاء الله شاہ کی شہاست اور احمد سعید دہلوی کی نزاکت کے عناصر نہتھ۔ لیکن وہ ہر رحایت سے اتنے جامع الصفات خطیب متھے کہ خطابت ان کے بیان کا ہالہ تھی۔اکشر خطباء وزعماء ان کے محاسنِ خطابت اور محامد نگارش سے فیصیاب ہونے کا اعتبراف کرتے۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری قرنِ اول کے فقر واستغناء کی تصویر تھے۔ ہندوستان خطابت میں ان کا ثافی نہیں رکھتا تھا۔ خود مولانا آزاد نے ان سے متعلق کھا تھا کہ:

"اس باب میں قومی جدوجد کا ہر گوشدان کا شکر گزارہے"

مولانا المرف على تمانوي فرمات تم كه:

شاه جي کي باتيں عطاء اللهي ہوتي ہيں۔"

ان کا حال یہ تعا کہ گاندھی و نہرو سے بھی ایغو کے سا تصلتے لیکن مولانا آزاد سے اس طرح بلتے گویا ان کے خورد ہوتے اوران کی بزرگی سے مرعوب ہیں۔ (۱۰)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے پاس مولانا کے کئی ایک خطوط تھے۔ شیخ صام الدین کے پاس بھی چند کمتوب تھے۔ لیکن وہ تقسیم کے خرابہ میں صائع ہوگئے۔ (۱۱)

مجلس احرارِ اسلام کے نوسے فیصد رعماہ مولانا آزاد اور السلال کی دعوت پر جنگ ِ آزادی میں شریک سوئے۔ (۱۲)

سید عطاء الغد شاہ بخاری خطابت کے ہادشاہ تھے۔ جس طرح الهلال کی صحافت میں قرآن کی آیتیں اور شاعری کے تیرو نشتر ہر بیرے یا فقرے کے موڈ پر ہوتے اس طرح شاہ جی کی خطابت میں قرآن کا جلال اور شاعری کا جمال ہوتا۔ سامعین ان کے سر کا شار ہوتے۔ شاہ جی الهلال کے ذہمی شاگر دتھے۔ الهلال کا جادو تما کہ سام کا ہوگا۔ اس کے خطیبوں اور رہنماؤں کی ایک سیاسی جماعت پیدا کی جس نے استعمار دشمن ہندوستان طیار کیا۔ الهلال کے اس فیصنان سے اکار نہیں کیا جا سکتا کہ مجلسِ احرار اسلام کے ذہمی ہیں منظر میں اسلام کے شف کی حد تک الهلال ہی کے دور اول کا ولولہ ہے۔ (۱۳)

علامه انور شاہ کاشمیری سے متعلق مولاً نا حبیب الرحمن لدهیا نوی (رئیس الاحرار) نے بتایا کہ مولانا آزاد دیو بند میں حضرت قاسم نا نو توی اور حضرت شیخ الهند کی قبروں کے پاس ٹہل رہے تھے۔ علامہ انور شاہ نے دور سے دیکھا تو ذیا یا:

"وه ديكموعلم شل ربا ب-"

ربايا:

"ا بوالكلام نے الهلال كا صور پھونك كرسم سب كوجكايا ہے-"

احرار زعماء الهلال و زویندار کی بکار بر ملک کی سیاسی جدوجمد میں شامل ہوئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخار می نے ۱۹۵۳ء میں تریکِ تعظ ختم نبوت کے ایک جلے میں مولانا ظفر علی خان کے دو نول گالول پر عقیدت کے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تیا"

' 'ظفر علی طان! تیرے ستارہ صبح نے میرے مگر میں آگ لگا دی تھی۔" لیکن مولانا آزاد سے شاہ جی کی ارادت کا یہ مال تما کہ اپنی سیاسی رندگی کو ان کی تصنیف بھتے۔ فرہاتے: "الهلال نے مجھے خطابت سکھائی، سیاست پڑھائی اور زبان و بیان کی ندرت بخشی ہے۔ الهلال نہ ہوتا تو نہ جانے کب تک ہندوستانی سلمانوں کی سیاسی زندگی میں خلاء رہتا"

جدد هری افصنل حن، احرار کاشه دماغ یقع - شاه جی انہیں مجنس احرار کا مهاتما کھتے - جود حری صاحب مولانا آزاد کو ملک علم کا شهنشاہ اور تدبر کے اعتبار ہے بے بناہ <u>کھتے تھے -</u> فرمائے:

'' ابوالکلام نے مجھے اس راہ پر ڈالااور شاہ جی نے تھا نیدار کی وردی اتروادی ''

مولانا حبیب الرحن لدهیا نوی نے مولانا آزاد کو ہمیشہ اپنا مرشد کھا، فرماتے:

"ا بوالكلام مين سدين كاعشق، فاروق كا دبدبه، عثمان كي حياه، على كا استغنا، ا بوذر كا فقر اور

احمد بن صلبل کی استقامت رجی ہوئی ہے، وہ ان خصائص کا مجمعہ ہیں۔"

شیح حسام الدین، احرار کا بازوتھے۔ مولانا سے ان کے حض کا یہ حال تھا کہ ان کے خلاف اختلافی بول تک نہ سنتے۔ کی زبان پرایسا کلمہ ہوتا تواس سے الجعہ بڑتے۔ فرماتے:

" مم لوگ انسانی وجود میں ابوالکلام کی تحریریں ہیں۔ " (۱۴۳)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے سولانا آزاد سے متعلق موتی لال نہرو کے یہ الفاظ راقم سے بیان کئے کہ: "مولانا کے عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی اور ہوا نہیں بلکہ علم، فکر، فهم اور تد برہیں۔" (۱۵)

ایک دفعہ را قم نے شاہ جی سے کھا:

"شاہ جی آپ کے زندگی میں کتنی دفعہ مولانا سے ملاقاتیں کی بیں ؟"

فرمايا"

"یاد تو نہیں لیکن بیسیوں دفعہ ان سے فیفن حاصل کیا ہے ہم نشین رہا، ہم سفررہا، (جیل ہیں) کیٹھے رہے) اور بار ما ملاقاتیں کی ہیں۔"

"ان طاقا تول كو خود لكھتے، نهيں تو كى سے لكھوا ديجے - اس طرح ايك عمده كتاب موجا ئيكگى - "

" بِما فَي مِين قَلْم كا آدى نهين"

"میں عاضر موں آپ بولتے اور سناتے رہیئے میں لکھتا جاؤں گا-"

" ظاسہ فرسائی بھی توایک روگ ہے، پھریہ چیزیں سکون دل نسے ہوتی ہیں۔ فرصت میں قلمبند کی جا سکتی یا کرائی جا سکتی ہیں۔ آج زمانہ وہ ہے کہ سکون و فرصت دو نوعنقاہیں۔"

"اس طرح ان گفتگوؤں کے آکارت ہوجانے کا احتمال ہے۔ ایسا شفس جو آپ کے نزویک اسلامی معاضر ہے۔ کے اس قبط الرجال میں سب سے بڑا عبقری ہے اس کی گفتگوئیں قلمبند کرنا آئدہ نسلوں کی ایک انانت انہیں سونیزا ہے۔" " باں بعائی شمیک ہے، لیکن سولانا کی زبان کہاں سے لاؤں ہم لوگ مولانا کے افکار کے سوانح ہیں۔ شاہ جی ٹال گئے لیکن صبح و شام کی یکجائی کے باعث سولانا کا ذکر چھڑا رہتا، کئی باتیں معلوم ہوتیں، سولانا کے عظیم فقرے شاہ جی کے نوک زباں تھے۔

شاہ جی نے فرمایا:

"احرار کی بنیاد مولانا ہی کے مشورے پر رکھی گئی۔ لیکن ہم لاہور میں وہ کلکتے میں،ہم جلوت کے وہ طلوت کے انہیں ملنا سرخ گندھک ڈھونڈلانے کے مصداق تما، ہم ان سے دوستانہ بے تکلفی نہ رکھتے، ہمارے اور ان کے درمیان علم کا فاصلہ تو تما ہی لیکن ان کا ادب و احترام مبی ایک طبعی فاصلہ تما۔ ہمارے سامنے روزمرہ کے عوارض تھے۔ اور وہ ان کی طرف نگاہ ہی نہ کرتے تھے۔ تاہم یہ کمنا غلظ نہ ہوگا کہ احرار المطال کی بازگنت ہیں۔"

"مولا اسلمانوں سے اس قدر ما يوس كيوں ہيں ؟" راقم نے شاہ جي سے پوچا-

ربايا:

وہ تو نہیں لیکن مسلمان ان سے مایوس ہیں۔ مولانا نہ ان کی سطح پرا ترتے ہیں اور نہ ان کے دماغوں

کی پستیوں سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ مسلمان شاعری کی پیداوار ہیں، وہ لیڈر شپ سے اپنی خواہشوں کا اتباع جاہتے اور خود لائحہ عمل تبویز کر کے اسے تخت دار پر دیجمنا جاہتے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی مضبوطی کے بعد مسلمانوں کی لیڈر شپ سرکاری امراء کی تحویل میں جلی گئی، اور وہ اجتماعی طور پر بڑے بڑے واروں، زوینداروں، تعلقہ داروں اور تمنداروں کی مکلیت ہوگئے، مسلمان زندہ ہوتے تو مسلمان اُن سے بد دل نہ مسلمان زندہ ہوتے تو مسلمان اُن سے بد دل نہ میں آتیں۔

"مولانا کی عبقریت کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟"

"مولانا چونکه مسلمان بین اس لئے ہر جتی اعتراف مفقود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام کانگرس کی سب سے بڑی فراست کا نام ہے وہ کانگرس کو طوفا نوں سے ثکالتے اور مخالفین کے دلوں میں اتارتے ہیں۔"

شاہ جی نے سرد آہ بھرتے ہونے کہا۔

"سلمانوں نے انہیں کر ہلامیں کھڑا کیا ہے ان کے لئے سلمانوں کی اکثریت فرات کا کنارہ ہے، آج سلمان سرح موسلے ہیں اسلمان ہوتے اور انہیں اپنی تاریخ کا علم ہوتا تو ان کی عقیدت؛ کا مرجع ہوتے، یہ کوئی معولی چیز ہے کہ جس ہندوستان کو انگریزوں نے سلمانوں سے جینا تھا اس ہندوستان کی آزادی کے لئے ابوالکلام انگریزوں سے گفتگو کر دہا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالمن اردو کو اپنی

متاع سمجھے ہیں اور سلمان اردو پر سیاستہ بھے جاتے ہیں گو مجھے فدشہ ہے کہ سلمانوں کی اس عصبیت کے باعث اردو نہ صرف ہندوستان میں رخم تھائے گی بلکہ ایک عظیم ابتلاء کاشکار ہوگی۔ لیکن موانا دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے نمائندوں سے، کہ ان کی زبان ہی اس وقت دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے، اردو میں مذاکرات کرتے اور اردو میں، ہمکلام ہوتے ہیں۔ افسوس نہ بالے اردواس پر فرکر کے اور نہ سلمانوں کو اس سے خوشی ہوتی ہے۔ یہ ایک جذباتی بات ہی سب کی جذباتی قوم جب سیاسی طور پر نابینا ہوجائے تووہ حس پر قوع کو ترجیح دیتی اور زیال پر سود کا کا کا کا کا ک کا تھاں کہ قریم ہوتی ہے۔ "

شاه جي نے کہا ....ا بوالکلام:

ا-اس رائے میں ملت اسلم کےسب سے بڑے عبقری بیں اور فی الواقعد ابوالكال مبين-

۲- ان کا وجود قدرت کا عطیه اور ان کا دماغ معزه الهی ہے-

۳- وہ مسلما نوں کی اس لیڈر شپ کے میر قافلہ ہیں۔ جو تو یک ظافت کے زمانے میں اہمری اور قربانی و استقامت کی مظہر ہو گئی اور اب ہمی مسلما نوں کی ناقدری کے باوجود ہندوستان میں سر گرم جد ہے۔ ہم- وہ قرن اول کے مجاز کی آواز ہیں حوصہ یوں کی میرافت کے دیں میز دستان پہنچو کہ خد، میا ) ذہ ہے۔

سم- وہ قرن اول کے جاز کی آواز ہیں جوصدیوں کی سافت کے بعد ہندوستان پہنچ کر خود مسلما نوں کے لئے اجنبی ہو گئی-

۵- ان کے ذہنی کمالات صرف اس وجہ سے عوام میں نہیں آتے کہ مسلمان ہیں، مسلمان انہیں مانتے نہیں ، اور ہندووں کے لئے ایک مسلمان کی پوچا (ورشپ) کیونکرمکن ہے ؟

۲- وہ ہندوستان میں اسلام کی صدائے رستخیرتے، لیکن برطا نوی عبد میں مسلمانوں کورزم کے حدی خوان کی نہیں برم کے نغمہ خوان کی ضرورت رہی ہے اوروہ ہمیشہ گفتار کے غازی ہی کا اتباع کم تعییں۔

یں اید م اس سروات نوم م نہ ہوتے ، مکن تنا ہندوستان کوئی اور کروٹ لیتا اور سلما نول کی سیاسی و ختار بیا با نول

کی ست مرماتی-(۱۲)

(۹) مولاناا بوالکلام آزاد، ازشورش کاشمیری صنحه ۸۹ (۱۰) ایسناً، صنحات ۳۳۵ تا ۳۳۵ (۱۱) ایسناً صنح ۳۲۵

(۱۲)ایصناًصفحه ۱۳۰

(۱۳) ایصاًصخد۵ اس

(۱۲) ایمناً صفحه ۵۸ م، ۵۹

(۱۵) ایصناً صنحدا۲ س

(۱۲) ایصناً صفحه ۱۲۳۳ تا ۲۹۳

(1) سولانا ابوالكلام آزاد، ازشورش كاشميري، صنحات ١٩٣١، ١٩٣٧، ٩٩٣،

(۳) ایصاً صنحه ۵۱ (۳) ایصاً صنحه ۵۲

(س) (سيد عطاء الله شاه بخاري ص ١٩-١٦- ١٥)

(۵) مولانا ابوالكلام آزاد، شورش كاشميري، صغه ۵۹

(۲) ایمناصفر ۲۹ ، ۲۰

(۷) ایعناصفحه ۸۳، ۸۳

(۸) بوئے گل نالہ ول ، از شورش کاشمیری صفحہ ۲ ۳۰۸ تا ۴۰۸

SAVOY HOTEL

سیود مرکن در مرکن د-سرس

عه داست ما و ما . کارل

امرلتر

۵.

مزنی رک دن زی من ما من کا مون). شنرست بے میں مکل براء تھا کھی المراث كل ونت مارع نو كما الا م وی کم بی طار نہ وی ریا عروای Ester 3 6000 Ws in 600 W & اور دور دن ما کی اس آن از دور دن می ا الركر الرائع ندي تر آسره كنيك رن اسے ال کھے رقت المان کے لیے فال والعيم وترانسارك U. G. Co Curs Com

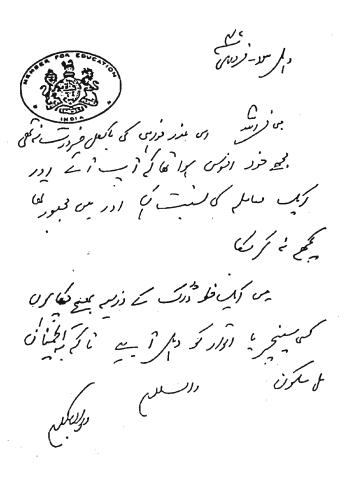
سنت اسير شريعت منطلها

## توصّیحات به سلسله امیر شریعتٌ اور ا بوالکلامٌ

۲۰ ستمبر ۲۷، کا خط الیکش سے پہلے کا ہے اور یقیناً "خروری باتیں" اسی سے متعلق تعیں اباجی نہ موری گئے ۔ تعے نہ دلی- اور مولینا حبیب الرحمن لدحیا نوی صاحب نے اسوائے اباجی کے باقی حضرات کی رمنامندی و علم سے "خروری معاملہ" طے کرلیا تعاقاضی احسان احمد صاحب اور نثورش صاحب مرحومین بھی کھتے تھے ہم لاعلم تھے، (یہ اُرحوار پوشینیٹ انتجابی مفاہمت کا معاملہ تقابی

> والله اعلم بالصواب ١٠ زوري ٢ سمه كے خط كاسب ورود برواقعه بنا-

ا یم- اے- ایس اینڈ محمینی حبیب کنج لاہور کے مالک عاجی دین محمد صاحب مرحوم ومغفور حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے اور ا با جی کا بھی ازحد اکرام و احترام کرتے تھے بقول شورش صاحب مرحوم انہیں لوہبے کا کوٹہ در کار تھا مجھے یوں یاد ہے انہیں کوئی پرمٹ در کار تھا بہر حال ایجکے شریک کار کوئی اور صاحب تھے، جن سے ابا جی قطعاً واقف نہ تھے ان صاحب کولیکر حاجی صاحب دہلی گئے۔ اور حضرت مولانا آزاد سے ملاقات کی کوشش کی۔ اتنے ہگای دور میں مولانا کے پاس وقت بھی نہ ہوگا۔ اجمل طال صاحب (مولانا کے پرائیوٹ سیکرٹری) سے ان حضرات نے لاقات کا وقت ہا گا، انہوں نے عدر کر دیا۔ یہ بیٹھ گئے کہ وقت لیکر جانگنگے۔ اجمل خاں بھی اڑ گئے اور صاف اٹکار کر دیا۔ ما یوس ہو کریہ حضرات اباجی کے پاس آئے اور مذکورہ واقعہ کا قطعاً کوئی ذکر نہ کیا بلکہ این ساما لمہ یوں پیش کیا کہ آپکی سفارش مولانا مان لیں گے ہمارہے ہیا تہ تشریف لے چلیئے۔ اب حاجی صاحب سے صرف سرمایہ دار ہونے کی وج سے تو تعلن نہ تعاوہ سرمایہ دار ایسے تھے کہ ا نکے کارخانے میں نمازوں کے اوقات میں کام بالکل بند ہو جاتا اور حامی صاحب منمولی ملازمین کے ساتمہ جس صعت میں جگہ مل جاتی تحمر سے ہوجائے اور جس روز حضرت سولانا تشریعت فرما ہوئے نماز کے فوراً بعدوہ اسکے جو توں کے پاس ^{ہم} کر کھڑے ہو جاتے۔ اور حضرت مولانا جب فارغ ہوتے تووہ جوتے اٹھا کر ایکھ آ گے رکھ ویتے۔ ان وجوہ سے اباجی انکی قدر کرتے تھے۔ اسکے اصرار پر اباجی ان تو گئے گرکھا کہ شورش کو ساتھ لے لیتے ہیں۔ عامجی صاحب کو اتنی عجلت تھی کہ اس زمانہ میں انہوں نے دو سیشیں ہوائی جہاز کی ریزرو کرائیں ایک اسے لئے اور ایک اباجی کے لئے لیکن اباجی نے شورش صاحب اور عاجی صاحب سے فرما یا کر آپ لوگ موانی جاز پر جائیں میں گارمی میں آؤٹٹا۔وہ اپنے کار کنوں سے یہی سلوک کرتے تھے۔شورش صاحب کی اللہ بال بال مغرت فربائے، جاتے ہوئے روزنامہ آزاد ہیں آٹھ کالمی سرخی لگا گئے کہ حضرت امیر شریعت مولانا آزاد ے اہم مذکرات کے لئے بذریعہ طیارہ وہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت امیر ضریعت شورش صاحب کے بعد ریل



گارشی میں دبلی پینچ وہاں سب کا قیام میر احمد حن صاحب شملوی کے ہاں ہوتا یا دفتر احرار میں۔ صبح جب مولانا کے ہاں پینچ جیسا کہ مولانا نے تور زوایا ہے انہیں کی جمیعی کے اجلاس میں شرکت کے لئے جانا تعا اور بروقت تیار نہ ہو یائے تھے۔ جب یہ حضرات پینچ تواجمل خال صاحب نے جا کر بتلایا کہ وہی لوگ اب شاہ صاحب کو لیکر آئے ہیں ابا ہی نے فرایا جب مولانا باہر آئے تو منہ پو پھتے ہوئے آرہے تے معلام ہوتا تعا ناشتہ سے فارغ ہوتے ہیں آرہے ہیں میں نے توا تعاوی تھتے ہی سمجدلیا کہ خصہ چڑھا ہوا ہے آج خیر نہیں سلام وصافحہ کے بعد عرض آئد دریافت فرائی جو ابا ہی نے حاجی صاحب کی روایت سے بیان کر دی مولانا کا یارہ چڑھ گیا۔ انہوں نے کہا میرے بعائی یہ لوگ پہلے بھی آئے اور دھرنا دے کر بیٹھ گئے کہ سے بغیر نہیں جائی جائی ہوگہ بھی کرنے سے انکار فرا دیا اور موٹر میں بیٹسکر دفتر چلے گئے۔ ابا ہی کو بہت جائیا ہوں تھا کہ حاجی صاحب نے اختاء کر کے بات بگاڑ دی۔ دوسرے مولانا نے حد سے زیادہ ہی ساجہ نیازی کا ساجمی فرائی گئے نہ لے۔ ماجی صاحب ما باجی نے گئے کیا کہ اگری طاقات نابت ہوئی پھر آبا جی نہ کہی دبئی گئے نہ لے۔ ماجی صاحب سے انہ جی کہ آخری طاقات نابت ہوئی پھر آباجی نہ کہی دبئی گئے نہ لے۔ ماجی صاحب سے باجی نے گئے کیا کہ اگری طاقات نابت ہوئی پھر آباجی نہ کہی کوشش کر چکے ہو تو میں کہی ساتھ نہ آتا۔

ایک خطیں نے امر تسرمیں بھی اہاجی کے --

نام دیکھا تماعید کی امات کا مسئلہ تما گلکتہ کے مجمد لوگ ان سے درخواست کرتے تھے انہوں نے اٹھار فرایا۔ غالباً دو آدی امر تسر آئے اور اہا ہی سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلنے اور سفارش کیمے اہا ہی نے پوچھا مولانا کے علم میں ہے کہ آپ لوگ مجمعے لینے آئے ہیں؟ انہوں نے اٹھار کیا اہا ہی نہ گئے۔ کیکن مولانا کو معلوم ہوگیا کہ کوئی صاحب اہا جی کو لینے گئے ہیں۔ مجمعے خط کا اتنا فقرہ یاد ہے " یوں آپ کلکتہ آئیمی تو مجمدے زیادہ خوشی کس کو ہوگی؟ لیکن اس مسئلہ کے لئے نہ آئیں

اور اباجی توپیطے بی اکار کر چکے تھے - ٥٠ میں ملتان میں ایک شب میں گُوریڈ یو لگایا تو اجا تک دلی لگ دیا حضرت نظام الدین رحمت انڈ علیہ کے عرس کی کارروائی نشر ہورہی تھی۔ اعلان ہوا کہ مولانا آزاد تقریر فرہائیں گے انٹی آواز کمبی نہ سنی تھی۔ میں بھائم بھاگ گئی اور بیٹھک کے دروازے پر زور سے دستک دی بھائی آبان آئے تو بتایا کہ مولانا آزاد کی تقریر ہونے لگی ہے۔ میرے آتے جاتے تقریر ضروع ہوگئ۔ اتنا یاد ہے آیہ مبارک و میں الناس میں بیشوی نفسیہ ابتغاء موضات الله

پڑھی تنی ابا ہی کی آنکھوں میں آنو تھے آیک آہ بھری اور کہا چلو آواز ہی سن کی۔ حضرت مولانا کی تقریر میں خطابیہ جملے کچہ اس انداز کے تھے کہ "آپ دیکھو گے" "آپ سنو گے" ابا ہی فرمانے لگے کہ یہ ہے تلھ کو اللہ کی زبان اور اب ابوالکلام کے بعد یہ کون بولے گا؟

ں دہاں مرر جب رور اسے بعدید من برج ما . وزار تی شن کے دنوں میں ایک روز مولانا سے طلاقات کے لئے گئے تو شیخ صام الدین اور شورش صاحب ساتھ تھے۔ میر احمد حن صاحب کی موثر میں گئے مولانا وائسریگل لاج جانے کے لئے کوشی کے باہر کھڑے تھے اور پریشان- انکی موٹر سٹارٹ نہ ہورہی تھی- ابا جی ویہ تینے توسلام ومصافی کے بعد مولانا نے فرایا کہ میں آ یکی موٹر نے جاتا ہوں ابا جی ہے کہا حضرت دوش حاضر بہتے توسلام ومصافی کے بعد مولانا نے فرایا کہ میں آ یکی موٹر نے جاتا ہوں ابا جی ہے کہا ورکھنٹر بھر طلقات رہی چائے ہیں بغوائی۔ "غرار خاطر" جہب جئی تھی اسکا ایک نخد اپنے دستھ کے ساتھ بدیہ کیا- لکھا تھا- "برائے صدیق غریز سید عطاء افلہ شاہ صاحب بخاری "اسی طاقات میں ابا جی نے فرایا مولانا اللہ آپو عمر خضر عطاء فریائے تو فرائے تو فرائے تو فرائے کے نہیں میرے بعائی تعور کی ہو"۔ اس سے پہلے "حذکرہ اور ترجمان مارے سے مولئ کو بیت کی ہو"۔ اس سے پہلے "حذکرہ اور ترجمان صاحب۔ غباد خاطر پر "صدیق عزیز" مید عظاء افلہ شاہ بخاری صاحب۔ غباد خاطر پر "صدیق عزیز" دیکھ کر میں نے کہا ابا جی اب آ بھے مرتب میں اصافیہ ہوگیا ہے۔ اباجی سکرانے کے درت میں اصاف ہوگیا ہے۔ اباجی سکرانے کے درت میں اصاف ہوگیا ہے۔ وقت امر کسر میں ہی رہ گئیں)

دنی جیل کا واقعہ "ابا جی نے سنایا تا- مولانا آزاد بھی اسی جیل میں سے مولانا احمد سعید صاحب مرحوم و معفور

بھی۔ ایک روز موقع پا کر ابا جی اور مولانا احمد سعید صاحب طاقات کے لئے مولانا کے تحرے میں پہنچے ہی تھے کہ

جیلہ یا سپر نٹنڈ نٹ راؤنڈ کرتا ہوا ادھر آتا دکھائی دیا مولانا نے فرایا میرے ہائی آپ بیٹھے میں انہیں

جیلہ یا سپر نٹنڈ نٹ راؤنڈ کرتا ہوا ادھر آتا دکھائی دیا مولانا نے فرایا میرے ہائی آرہ ہو ہیٹھے میں انہیں

داپس ہو گیا۔ مولانا احمد سعید سنا ہوا ہے برطے بے دھڑک بزرگ تھے مولانا آزاد سے بھنے لگے۔ لاس ال والقوة

آئے پاس آنا تو ایے ہے جیسے کوئی ضریف آدمی دن دہاڑے "اس بازار" میں پکڑا جائے۔ بے چارے مولانا

یہ ریمارک پی گئے۔ ہم جائے بنائی اور بوجا کیسی ہے؟ آبا جی نے تعریف کے ما تھ کھا حضرت ایک محمی رہ

گئی۔ ابا جی کھتے اب مولانا سے کوئی یہ کھے کہ آپ کی جائے میں کمی رہ گئی؟ برخی برخی ایرائی آ تھیں اٹھا کر

تعب اور حیرت سے پوچاوہ کیا میرے بعائی؟ میں نے کھا دو پتی زعفران سبی ہوئی۔ فرآیا آپ اضافات

کی بات کرتے ہیں۔ پیر کمی روز آئے آپ کو مرغر بلائگا۔ چنا بچہ پھر ایک روز دعفر ائی جائے ہی پائی۔

قرآن مجید سے متعلیٰ شاہ جی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں قرآن مجید کے سواکی دوسری کتاب کے پر بھنے
کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں جو محجہ ہے قرآن و سنت میں ہے۔ اور جو محجہ اس کے باہر ہے وہ باطل
ہے۔ اور ایک باطل کے مطالعہ کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اگر آج دنیا قرآن چھوٹر کر دوسری
کتابوں کی طرف ٹالہ کر سکتی ہے تو میں کیوں نہ دوسری کتابوں سے روگردانی کرکے اپنی تمام تر توجہ قرآن
پر مرکز کروں۔ میں تو قرآن کا ملنے ہوں۔ میری یا توں میں اگر کوئی تاثیر ہے تووہ صرف قرآن کی وجہ سے
ہے۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے آگ گا دوں۔

#### زنده باد تسحرالبیان بخاری

حضرت مولانا سید عطاء الطد شاہ صاحب بخاری ۱۹۱۱ء سے جہاد آزادی میں مصروف ہیں۔ حمر کا بڑا حصہ قید فرنگ میں گذارا ہے۔ ان کی تقریر مسریزم کی طرح دماغ پر اثر کرتی ہے۔ وہ بلامبالغہ تقریر کے ذریعہ جادہ کرتے ہیں ان کی تقریر کے بعد دس فیصدی سامعین لہنی ذاتی رائے سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔ وہ آثمہ کمنش تک مسلسل بول سکتے ہیں اور یہ کمال ہے کہ مجمع پُر سکون پُر جوش ، جس طرح یہ جاہیں پیشا رہتا ہے۔ انہوں نے مسلما نول کو بیدار کرنے میں بڑا حصد لیا ہے۔ عرضیکہ وہ اس دور کے بہترین اور ایشار بیش مسلمان ہیں۔ جو نکہ بدقسمتی سے اس زما نہ میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے مظلی ہیں۔ اگر ہندو توم میں ہوتے تو لالوں کے ہیں۔ چونکہ بدقسمتی سے اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے مظلی ہیں۔ اگر ہندو توم میں ہوتے تو لالوں کے منافقوں اور سامراج کے دیمنٹوں کے زدیک یہ قابل گردن زونی ہیں۔ گر لاکھوں مسلما نوں کے دلوں میں ان سافقوں اور سامراج کے دیمنٹوں کے زدیک یہ قابل گردن زونی ہیں۔ گر لاکھوں مسلما نوں کے دلوں میں ان

سال گذشتہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے ان کے طلاف دومقد سے قائم کئے جن میں سے ایک گرات (بنجاب کی تقریر کی بنیاد پر جس میں سر کاری رپوٹر (لدھا رام) نے ابنی شہادت میں بے عد هرمناک الزام حکومت پنجاب کے وزیر اعظم پر (جومسلم لیگ ہائی کھانڈ کے رکن ہیں (۱) کا نے اور ہائیکورٹ سے شاہ صاحب بری ہوئے۔ اس مقدمہ میں پھانسی اور کالے پانی کی سرنا ہوسکتی تھی۔ ایسا ہی دوسرامقدمہ راولپنڈی کی تقریر پر چلا۔ جس سے لاہور کے سیشن جے نے بری کر دیا۔ المحد طبی احسانہ۔

میں صمیم قلب سے اپنے دوست حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخار فی کو اس حیات نو پر مبارک دیتا ہوں۔ ان کی رہائی کے لئے دات کے سناٹے میں کتنی دھائیں مانگیں۔ تب ہا کر محمیں یہ رہا ہوئے۔ اگرچہ دھا کے ساتھ سقد سد کی پیروی بھی زبردست ہوئی اور ہزار ہا۔ روپیہ یا فی کی طرح بہایا گیا۔ کیکن سوال یہ ہے کہ جن نوگوں نے شہادتیں دیں اور جنوں نے حضرت شاہ صاحب کو اپنی شہادت سے بھائی کے تختہ پر پہنچا دیا۔ کیا ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی؟

میری رائے میں اس معاملہ کو یہیں تک نہ ختم کرنا چاہیئے بلکہ پنجاب اسمبلی، مرکزی اسمبلی اور پارلیسٹ کے مسران کے پاس اس مقدمہ کی سری بھیمی چاہیئے۔ اور ان تمام مقامات پر موالات کراکے گور نمٹ ہند کو مجرور کرنا چاہیئے کہ وہ آزادانہ تحقیقات کرےاور شاہ صاحب کو ہرجاور خرچ کامقدمہ فوراً مُکام متعلقہ کے طلاف شروع کر دینا چاہیئے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اس قیم سے مقامات کا خاتمہ ہوجائے۔ (ادار تی شذرہ، اہنامہ "بیشوا" دبلی جمادی الاول ۱۳۵۹ھ، جون ۱۹۲۰ء شمارہ سم-جلد ۱۷)

## بخارئ تعرير ڪريهاڻھ

عوس افکار کا جمن ہے خیال ازه کا اِنگین ہے نوائے اسلام ہم خن ہے _ بخاری تقریرکر را ہے خيال كوب بدل سيب غول سانجے پی انجابی مدرالفاظمل سے بن بغاری تعر کردہ ہے مجيمي تيغے اُجِبالنے دو مجهيم الفاظ دهالنه دو ہے۔ مجھے بھی ایش اُبالنے وہ یہ بناری تقریر کرناہے

نفاكنني ركرداب نانسوأببررا<u> ب</u> جہان سیکے زمراہے _ بخاری تقرر کرراہے جلال معميب ري مذبوجهو كال جب أدوكري لوحيو خطب كى ساحرى فى يوحبير _ نخاری تقرر کررا ہے گلاب لالەكاسلىك بلندأ واز وصله . قرون ادل کا دلولہ ہے ۔۔۔ بنجاری تقریر

وطن کی نوٹے شاکسس لوگو! رکو ندائب اے اداکسس لوگو: محباں ہومعنی مشنساس لوگو: ۔۔۔ بخاری تقریر کر رہا ہے

شويش كاشميرك

توریر ، مولاناعزیزالزهمان لدههایوی های می دوایت بصفرت مولانا هبیب الرحمان لدههایوی دهمتر الله علیه منحر بیک میک بیس سنت بیر گر ه

کانگریس (سول نافرانی) تو یک کے سلسلہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے طوفانی دورہ لاہور سے فروع کیا۔ وہ لاہور اس فروع کیا۔ وہ لاہور، امر تسر میں تقریریں کرتے ہوئے ہالنہ حریم ہے۔ تو میں نے اپنے لاکے مولوی علیل الرحمٰ اور اپنے فاص راز دار والنظیر عبد الرحمٰ فازی عرف بانا کے ذریعے شاہ جی کو کھلا بھیجا کہ وہ لدھیا نہ جیل میں مجد سے مل کر امرو ہر کے اجلاس جمعیت العلماء ہند میں شرکت کریں۔ جس میں کانگریس تحریک میں شام ہونے کا فیصلہ کیا جانا تھا۔ چنانچ شاہ جی تشریف لدھیا نہ جیل نے لاقات کا موقعہ دیا۔ شاہ جی بر ہر طرف سی آئی ڈی تھی۔ ہر بندٹ من موہن سیر نشند من الدھیا نہ جیل نے لاقات کا پندٹ موہن سے فی کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ پندٹ موہن سے نمائے ہوئی دور کھیا ہے۔ بندگ موہن کی وہ سے کہ مطابق شاہ جی کو ایس میں بندگر کے چھیا ویا۔ رات کو جیل میں ضاموش سے طاقات ہوئی اور دو گھینٹے تک جمعیت العلماء کے اجلاس میں کانگریس کی شرکت کے بارے میں تباولہ خیال ہوتاریا۔

سیں نے شاہ جی سے محما کہ جمعیت کے اجلاس میں ایسے لوگ بھی آئیں گے جو مسلما نوں کے دستوری تحفظ کا دروازہ محمول کر جمعیت العلماء ہند کو کا گریس کی تر یک میں ضرکت کرنے سے روکنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن آپ یہ کوشش کیجئے گا کہ دستوری تعفظ کی بحث کا دروازہ نہ کھل سکے۔ اور جمعیت العلماء ہند طمیر مشروط طور پر ہندوستان کی جنگ آزادی میں ضریک ہوجائے۔

شاہ جی اس گفتگو کے بعد پندفت من موہن کی کار میں پیٹھ کر انبالہ چلے گئے۔ انبالہ سے سید سے سہار نپور کیو کے ہوئے ہوئے مامئی ۱۹۳۰، کو جمعیت العلماء کے اجلاس امروہ میں پہنچ گئے۔ جمعیت العلماء بند کا نگریس کی تحریک سول نافرانی میں شریک ہو جائے ہوئے۔ انبالہ میں شریک ہو جائے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہیں شریک ہو جائے ہوئے ہوئے ہیں شریک ہو جائے ہوئے ہیں شریک ہو جائے ہیں شریک ہو جائے ہوئے ہیں مرگرے موسد لیا اور کا نگریس میں شرکت کے خالفین کو آخر کار شاہ جی کے دلائل کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور متفقہ طور پر مولانا شاہ معین الدین اجسیری کی صدارت میں شاہ جی نے منظور ہو گئی۔ رات کو جمعیت کے کھلے اجلاس میں مولانا شاہ معین الدین اجسیری کی صدارت میں شاہ جی نے منظور ہو گئی۔ رات کو جمعیت کے کھلے اجلاس میں مولانا شاہ معین الدین اجسیری کی صدارت میں شاہ جی کے امراب اور مولانا سید عطاء انٹر شاہ امروہہ کی کامیابی کا سہر امولانا حفظ الرطمن اور مولانا سید عطاء انٹر شاہ خال کو تاریک ہور میں جا کر گوشار ہوگئے۔ اس خاری امروہہ کے بعد یو بی بھار کا دورہ کر تے ہوئے بنگال جا بینچ۔ اور دیناج پور میں جا کر گوشار ہوگئے۔ اس دورہ میں ایک لاکھ آدی شاہ جی کی تقریروں سے متاثر ہو کر گوشار ہونے والوں میں ۲۰ سرزاد مسلمان تھے۔ ایک آباد میں جب شاہ جی تی توہندٹ ہو گی لیل کے بان شہرے۔ پنڈت جی نے خود شاہ جی کے کھانے کا انتظام کیا اور میں جب شاہ جی سے کتے کہ کا نگریس ستیہ گرہ کی کیا اور اپنے باتھ سے دونوں وقت جائے بینا کر چائی۔ پنڈت جی باز دیا جی سے کتے کہ کا نگریس ستیہ گرہ کی

کامیابی مرف آپ ہی سے وابستہ ہے "۔ بندٹ موتی لعل نہرو شاہ جی کی سمر بیانی کے ماش تھے۔ کانگریس ترکیک میں بنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ جی کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی ارون پیکٹ کے بعد جب بھی احرار رہنما گاندھی جی سے بلنے گئے تو گاندھی جی اٹھ کر خود دروازے تک چھوڑنے آتے۔ یہ انتیازی بات تھی۔ جوزندگی میں گاندھی جی نے صرف احرار رہنماؤں کی عزت و تکریم میں کی"

اس واقعہ سے حضرت شاہ جی کا جذبہ آزادی اور انگریز کے خلاف نفرت و حتارت کا ولولہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح وہ ملک کے ایک کونہ سے دوسرے کونے تک تمریک نمک کے حق میں انگریزی حکومت کے خلاف تحریری کرتے ہوئے دینا کہ وینا کہ گور اندوں امروہہ اور بھر ساری یو بی، سی بی، بدار اور بٹکال کوروند تا ہوا دیناج پور جا پہنچا۔ اور کس طرح انسوں نے اپنے فن خطابت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک لاکھ انسانوں کے جذبات کو انگریزوں کی خالفت پر آبادہ کو این خطابت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک لاکھ انسانوں کے جذبات کو انگریزوں کی خالفت پر آبادہ کو اس سے ساتھ ساتھ ہی مطاحتوں کا شام عقیدت مندوں میں ہندو اور دوسرے طیر سلم بھی برابر کے شامل کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحتوں کا شام عقیدت مندوں میں ہندو اور دوسرے طیر سلم بھی برابر کے شامل کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحت کا جنون تھا کہ پندفت موتی لعل نہرو گاندھی جی اور خود تمام کا نگریس جماعت حضرت شاہ جی کے محتاج سے۔ اور ان کی دل وجان سے قدر کرتے تھے۔ اور شاہ جی کی خدمت کرنا ہے نے باعث سعادت بجھتے تھے۔ بوسا کہ بندفت موتی لعل سے تھا۔

"شاه صاحب كانگريس ميں ستير گره كى كاميا بى صرف آب بى سے وابستہ ہے"

یہ تعاصفرت شاہ بی کے کام کرنے کاطریقہ جس کے آگے ہندوستان بیسے وسیح لک کے طول و عرض مکڑھے ہوئے دکھانے دیتے تھے۔ یہ تعاجذ ہر خریت کہ جس کی دھاک بڑھے بڑھے ہزدولیڈروں پر پوری سطوت مکڑھے ہوئے دکھانے دیتے اس بر زائر فرو ناذ و شوکت کے ساتھ مسلط تھی۔ اشد! اللہ حضرت شاہ بی کا تمریک آزادی میں جو حصہ نیج اس بر زائر فرو ناذ کرے گا۔ اور تاریخ لبنی جبین ناز حضرت شاہ بی کے اس جذ ہے آگے خم کرتی ہوئی فر مموس کرے گی۔ کے گا۔ اور تاریخ لبنی جبین ناز حضرت شاہ بی کے اس جذ ہے آگے خم کرتی ہوئی فر مموس کرے گی۔ (منقول از "رئیس الاحرار اور جنگ آزادی")

کے ڈنڈا ہاتھ میں نکطے عطاء اللہ شاہ جب نہ دیکھا کام چاتا وعظ سے اور پندسے (ظفرعلی خان)

ماسشر تاج الدين انصاري

#### رہ مدہ وہ دن کہاں گئے وہ زمانے کد ھر گئے

برورد گار عالم نے ابن آدم کو عمیب عمیب تعمیں عطافرائی بیں۔ یہ مشت خاک مجموعہ محمالات ہے۔ غور فرمانیے کہ انسان عافظے کی محمندیں ڈال کراہیے ماص کو کس آسانی سے تھینچ لاتا ہے۔ تیس جالیس سال پہلے کے گزرے ہوئے واقعات آن واحد میں اس طرح سامنے آجاتے ہیں گویا ابھی وقوع پذیر ہور ہے ہیں۔ مجھے یاد ہے آج سے تقریباً جالیس سال قبل جب میں روز نامہ زبیندار کا مطالعہ کرتا تو ترکوں پر برطانیہ کے مظالم بڑھ کر مجمع د کد ہوتا تھا۔ ہررہ درہ کریہ خیال مبی آتا تھا کہ اس برطانیہ نے ہمیں غلام بنار کھا ہے۔ اور اس کے ہاتھوں آج ترکوں کی تباہی اور بے آ برونی موری ہے۔ پھر سوچنا کہ ہم بالکل بے بس بیں اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ایک دن مایوس ناامیدی اور بے کی کے خیالات میں گھرا ہوا گھر سے تعودمی دور باہر جوک بربہنیا توسیرے بجین کے دوست میر ممد فیصی نے بتایا کہ وہ امر تسر سے آر ہے بیں وہاں گزشتہ رات ایک جلسہ عام تھا- اس . میں ایک نوجوان مولوی نے ایسی پیاری تقریر کی سبحان اللہ! ایمان تازہ ہو گیا۔ بوجیا کیا نام تمامولوی کا؟ میر محمد فیعنی نے جواب ویا- سید عطاء اللہ شاہ بخاری- پھر کھنے لگا مولوی کیا ہے فرشتہ ہے سید زادہ بڑا ہی خوبصورت نوجوان ہے۔ اللہ نے لن داؤدی عطافریایا ہے۔ قرآن پرمتا ہے توسامعین پر وجد طاری موتا ہے۔ بولتا ہے تومنہ سے بھول جھڑتے ہیں تقریر ایس ول پدیر کہ دلوں میں اتر جاتی ہے۔ مجھے تواب تک نشہ ہے۔ امر تسر سے مسرور ہو کر آیا ہوں۔ "اس ظالم نے بخاری کی باتیں سناسنا کرجمعے ایسے موٹر پر لا کر محرا کیا کہ جمال طبعتیں نیا راستہ تلاش کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ میں ایسے دوست سے حضرت شاہ می کی تعریف سن کر سوچے گا کہ ایس تقریر تو ضرور سننا جاہیے میں امر تسر بسنیوں یا انہیں لدھیانے بلاک چیانچے سیر ممد فیضی سے مشورہ کئے بعد ملے ہوا کہ شاہ جی کولد هیانے بلا کر جلبہ عام کیا جائے۔ جلسہ کیسے ہو گا۔ انتظام کون کرے گا۔ جلسہ کس جگہ کیا جائے؟ جوافی کے جوش نے محمیر سوچنے سمجھنے نہ دیا- دو سرے دن میر فیصنی کوامر تسر روانہ کر دیا۔ اور تاکید کر دی کہ شاہ می لدھیانے تشریف لانے کے لئے آبادہ ہوجائیں توجھے تار کے ذریعے اطلاع کر دی جائے۔

میر فیعنی بڑے فہیں اور جوشیلے نوجوان تنے وہ امر تسر یہنچ اور شاہ جی سے دوسرے دن ادھیانے کے سے کا وعدہ کے کر واپس آگئے۔ پیٹے جلے کا اعلان بھی ہم نے خود ہی کیا۔ گیس کے ہنڈے، فرش اور مشخدے پانی کا بندوبت غرصیکہ جلے کے لوازات اور انتظابات سے قارغ ہو کر ہم نے دوستوں کو ہراہ لیا اور شاہ جی شاہ صاحب کے استقبال کے لئے ریادے اسٹیش پر پہنچ گئے۔ گاڑی ادھیانہ اسٹیش پر آکرر کی۔ تو میں شاہ جی کو پچا نتا نہ تعا۔ فیعنی نے انہیں دیکھا ہم سب لیک کر ان کے کہار شنٹ کے سامنے جا محرامے ہوئے۔ سڈول جم کا جو بعوان جس کی بیشانی شرافت، نجابت اور شجاعت کا بہتہ دے رہی تھی۔ نہایت سادہ اباس

طوص میں برکت ہے۔ ہمارے ساتھ کون تھا۔ ہم نوجوانوں کی حیثیت بی کیا تھی گرادھیانے میں یہلا جلسہ اس شاٹھ کا ہوا کہ دریا کے کنارے کا بہت وسیع میدان ہندو اورمسلمانوں سے تھما تھج بھر گیا۔ لوگوں کے دلوں میں نیا نیاشوق اور جوش تعا-وہ بغاری کی تقریر سننے کے لئے جوق در جوق عطے آرہے تھے جلسہ شروع ہوا۔ بناری نے خطبہ مسنونہ پڑھا۔ قرآن یاک کی تلات شروع کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے آیات ا بھی ابھی نازل ہورہی ہیں۔ مجمع پر سکوت طاری نیا تر آن پاک کی تلوت دل کی اکود گیوں کوصاف کر کے نور ایمان سے جکھاری تھی- سامعین بروجد طاری تما- جلسہ گاہ میں مکمل سکوت تما- جب بخاری نے بولنا فسروع کیا تو گویاللد زار کھل گیا۔ اور جب ایسے جاص انداز اور ترنم سے برمحل شعر پڑھتے توسامعیں پھڑک اٹھتے۔ سبحان الله اور جزاک اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔ تکبیر کے نعرول سے فصا گونج اٹھتی۔ رات کے ایک جعے تک جلسہ رہا۔ بناری نے بہلی تقریر بی سے ابنی وهاک سٹادی- تمریک کے لئے میدان ہموار ہو گیا- تقریر بناری نے کی گراینے شہر میں ہمیں عقیدت اور ممبت کی قاہوں سے دیکھا جانے گا- یعنی کارمی کے ساتھ لوہا ہمی تیرنے گا-ہرارہا لوگوں کی زبانوں پر بخاری کا قصیدہ تھا- میرے ساتھیوں اورہاتھ بٹانے والوں کی تعداد بڑھنے لگی- ہمادر اور مخلص نوجوان میرے گرد جمع ہوگئے۔ شہر والوں نے بھر تقاصاً کیا کہ بلاؤ بخاری کو سم نے وہ بارہ در خوات کی جے بخاری نے قبول فرما لیا۔ بخاری کی بار بار تشریعت آوری سے سمارے ہاں کے اکثر نوجوان صبح رنگ میں رنکے جا چکے توایک روز جلے کے احتمام پر وہ مجھے الگ لے گئے ور فرمانے لگے کہ لدهمیانہ توعماء کا ز بردست تاریخی مرکز ہے۔ یہ دومرا دیو بند ہے۔ تم مولوی حبیب الرحمان کی جائے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ ہم توایک ہی محلے کے رہنے والے ہیں۔ بجبر، میں ایک ساتھ تھیلتے رہے ہیں۔ بخاری نے فریایا کہ ہمر مجم کیول بلاتے ہو۔ وہ تو برطی خوبیول کے مولوی بین خاندانی وجاہت کے علاہ اعلیٰ درجہ کے مقررہیں۔ ان کا خاندان توانگریز دشمی میں مسر ایک پرشمار ہوتا ہے۔ تم ان سے ملو۔ اب میں یمان نہیں آؤں گا۔ تم ہر سنتے مجمع بلالیتے ہو۔ مجمع امر کسر اور لاہور ہی میں کام کرنے دو۔ گرمجمع جو نکہ بخاری سے بے یناہ عقیدت اور غایت درجہ کی محبت تھی۔ میری درخواست پر وہ لدھیانے آئی جاتے تھے حقیقت پر ہے کہ مجھے سیاسی میدان میں تھینچ کر لانے اور غلامی سے نفرت اور بیزاری پیدا کرنے میں انہیں کا ہاتھ ہے۔ ور نہیں تو قطعی دنیا دار اور کھلنڈرا نوجوان تھا۔ شکار سے فرصت کمی تو کر کٹ تھمیل کر دن صائع کر دیا۔ بخاری کی ممبت

بھری ملاقا توں نے میری زندگی کو بکسر بدل ڈالا- آزادی وطن کے لئے قربانی کا جذبہ بخاری نے میرے دل میں اس طرح کوٹ میں اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا کہ مجھے حال کے در بھے سے ماضی کو جانگنے ہی کی فرصت نہ لی- جیل جس کے تصور سے دل کا نب اشتا تھا کوچہ معبوب بن گیا-

پ است کوم میوب ابنا مشغد شهرا جانا سو کمیں گر جانا ادھ ہو کر

1919ء میں جب بخاری نے خداداد قابلیت اور آئش بیانی سے برطانوی سامراج کا انجر بنجر و طعیلا کرتا شروع کیا تو فرجی نظری کے اور بھانپ لیا کہ اس جادہ بیاں نوجوان کو آئی ہے سے دبوج نہ لیا تو یہ دل جلام ہز ہندوستانی کے دل میں ایسی آگ ساٹائے گا جس پر قابو پانا کال ہوجائے گا جنانچہ کی ایک تحریر کی بنا پر حضرت شاہ صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ مبسٹریٹ نے جب انہیں تین سال قید سخت کا حکم سنایا توانوں نے فقرہ جت کرتے ہوئے ذیایا

"واه بھئی واہ تین خداوَل کو انسے والی حکومت نے سرا بھی تین سال ہی کی دی۔"

بخاری کو امر تسر سے البور اور البور سے میا نوالی جیل میں بمیج دیا گیا۔ میرے ایسے ہزاروں عقید تمندوں نے بخاری کی جدائی کو سنتی سے محموس کیا۔ دل ہے تاب ہونے لگے۔ سکٹے والی آگ بھرکے لگی۔ میں اس وقت "گوٹا کا بار " تعا۔ فن تقریر سے قطعی نا آشنا۔ جیل جانے کے لئے بے تاب تبا گر اندر جانے کا کوئی طریقہ کوئی راہیں تلاش کر رہے تھی نا آشنا۔ جیل جانے کے رہنما سول نافرہائی کی راہیں تلاش کر رہے تھے گران کو بھی مناسب طریقہ اور صبح راستہ نظر نہ آتا تعا۔ اس مشکل کو برطا نوی کارندوں نے آسان کر دیا چنانچ حکومت کی جانب سے الامندمسٹ ایک نافذ کر دیا گیا۔ بہلی کے بیا گوں چیٹا ٹوٹا۔ میں دورا دوڑا لاہور جانے تو صوبائی رہنماؤں کی مجلس مشاورت ہوری تھی۔

مجھے بخاری کی یاو نے تڑپا رکھا تھا۔ بین نے رہنماؤں کے سامنے استدعا کی اور آٹھ سو رصا کاروں کے حلعت نامے پیش کرتے ہوئے سول نافرہائی کی اجازت حاصل کرلی۔ گھر پہنچا شہر میں اعلان کیا، بہت بڑا جلوس لگلا اور گرفتار ہو گیا۔ میری خوش قسبتی طاحظہ فریلئیے کہ میں الامند مسٹ ایکٹ کا پہلا قیدی تھا۔ اور اس فرکے حاصل کرنے میں بناری کی مہر بانیوں کا بہت بڑا حصہ تھا۔

میں جب گرفتار ہونے کے نئے زیادہ بے تاب تھا تو میرے دل میں ایک جذبہ کار فرما تھا۔ میں یہ سمجتا تما کی بگڑا جاؤں گا تو بخاری کے پاس پہنچا دیا جاؤں گا۔ گرایسا نہ ہوسکا۔ مہینہ بعر میرا دل کروشیں لیتا رہا بالاخر قدرت نے یہ آرزو بھی بوری کر دی۔ لد حیانے سے انبالہ اور انبالہ سے میا نوالی جیل پہنچ گیا۔ دیکھا زندگی میں میل طاپ کی کس قدر کشادہ راہیں موجود ہیں گراب...... "ہم کھال بیشھ کے اب نالہ و فریاد کریں" حضرت شاہ جی اپنے خدا کے پاس وہاں پہنچ گئے جہاں بلاوے کے بغیر کوئی جا بھی نہیں سکتا اور جو چلا جائے وہ واپس نہیں آتا۔ اب انہیں ڈھونڈھ جراغ رخ زیبا نے کر"

#### فافله سالار

غالباً شاہ جی کی وفات سے ڈرٹھ سال قبل ان کے مرشد حضرت شاہ عبدالقاور رائے پوری لاہور تشریف بالے اور شاہ جی کو طلب فرایا۔ انہیں بہلی اطلاع کے مطابق بھی معلوم تما کہ شاہ جی کو طلب فرایا۔ انہیں بہلی اطلاع کے مطابق بھی معلوم تما کہ شاہ جی کو التیں ہوتی رہیں۔ دنوں شاہ جی کو افاقہ تما۔ وہ عاضر خدمت ہوئے بیر اور مرید کے درمیان کچھ کے کملانے کی ہاتیں ہوتی رہیں۔ تما عالباً دس بارہ سال بعدیہ موقع طاکہ میں اور شاہ جی صرف دو نول بچا بیٹے۔ دروازہ کھلا تما۔ میں نے دروازہ کھا تما۔ میں نے دروازہ کی تما عالباً دس بارہ سال بعدیہ موقع طاکہ میں اور شاہ جی صرف دو نول بچا بیٹے۔ دروازہ کھلا تما۔ میں نے دروازہ کی کہ آج میر ساتھ یہ تعلقت کیوں برتا جارہا ہے۔ پیلے تو آپ مجھے اس پر تکلفت خطاب کا مستق نہ سمجھتے تھے۔ کہ آج میر ساتھ یہ تخطف کیوں برتا جارہا ہے۔ پیلے تو آپ مجھے اس پر تکلفت خطاب کا مستق نہ سمجھتے تھے۔ کہ آج میں ہی کہ اس میک ہے! "تو اس وقت میں نے شاہ جی دی ہو تا ہی ہی ہے۔ پینچ نے شاہ جی دی گئر آبیوں کہ۔ "آپ اور ہم آج کے زبانے میں عبرت بن گئے ہیں" شاہ جی ذی فہم تھے۔ پینچ میری بات کی گھرا ہیوں کہ۔ "آپ اور ہم آج کے زبانے میں عبرت بن گئے ہیں" شاہ جی ذی فہم تھے۔ پینچ میری بات کی گھرا ہیوں کیک۔ مسرکو جنبش دی اور فربانے میں۔ اے کاش ایسا ہوتا۔ دنیا ہم سے عبرت لیتی میری بات کی گھرا ہیوں کیک۔ "آپ ایسا ہوتا۔ دنیا ہم سے عبرت لیتی اور پیرشاہ جی نے یہ شعر پڑھا۔

بیدلی ہائے تمانا! کہ نہ عبرت ہے نہ دوق بے کی ہائے تمنا! کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

یہ شعر سن کرمیں نے عرض کیا کہ "یہ شعر خالب نے اس دور میں محما تما جب اسلام کی محکد اشت و خدمت شاہ دلی الند مرحوم ایسے بڑے بڑے براے اس سامت نظر و بصیرت علماء کررہے تھے" آگل پر شاہ جی ضح کھا "ہاں! یہ شعر اسی دور میں کھا گیا تما" میں نے کھا "اور اگر خالب آج کے زمانے میں ہوتا تو۔۔۔۔۔وہ کب کا خود کئی کر چکا ہوتا" اس کے بعد شاہ جی نے یہ شعر پڑھا

> نہ جانے کیوں زانہ بنس رہا ہے سیری حالت پر جنوں میں جیسے ہونا جاہیۂ ویسا گریباں ہے

اور مجھ سے یول مخاطب ہوئے کہ "ہم گزشتہ طویل عرصہ سے انگریز کی تحالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ اب انگریز جا چکا ہے۔ لیکن وہ ہمارے لئے انتظام کر گیا ہے۔ جیسے بھی حالات بیں۔ ان پر اب قانع رہو"۔ ہم نے گذشتہ زندگی کے دوران انگریز کی مخالفت کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ہمارا

ہم نے کدشتہ زند کی کے دوران انگریز کی مخالفت کرنے میں کوئی سوقع ہاتھ سے تہیں جانے دیا۔ ہمارا مشن تعا۔ ہے اور رہے گا۔ کہ ہم انگریز کے ظلاف نفرت بھیلاتے رہیں۔ جواسلام اور اسلامیول کو ایک عرصے تک مصائب میں مبتلا کرنے اور انہیں محکوم و مجبور رکھنے کے لئے ہر ظلم وستم کوروار کھتارہا۔ آپ نے کہا کہ ہم نے جو کچھے کیا ہمیں اس پر فر ہے۔ ہم اسی مشن کے لئے جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔ جب تک زندہ رہے ہم شاہ جی مرحوم کے امتیار کردہ اس لائحہ عمل پر ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہیں گے۔

یا کستان کے قیام کے بعد کئی سالول تک ہمارے بر سر اقتدار مختلف سیاسی رہنماؤں نے باہمی چیقتش کا جو تباہ کن ڈراسر رہائے رکھا اور ہماری قوم اور ملک جن علیر یقینی حالات سے دوچار رہے۔ وہ آپ سب حضرات پر واضح ہے۔ میں اس وقت ان ما یوس کن تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔

انگریز نے دنیا نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رتھی۔ اور اہل اسلام کی ترقی کی راہ بیس میشہ کا نے دیا ہے اسلام کو تباہ و برباد کرنے موٹ کرتے ہوئے انگریز کی علائی کے دور میں ۱۸۵۰ء سے قربانیاں دینے کا تا تنا باندھ دیا گیا۔ اور اس راہ میں بڑے بڑے جید علماء بھی کام آئے۔ جس کی آخری آواز مدر دیو بند کے بائی شیخ الهند موثانا محمود حس رحمۃ الله علیا اللہ بیاں تھے۔ آپ نے کھا کہ انگریز کی علائی سے نہات عاصل کرنے کے لئے قربانیاں دینے کا تمام سلسلہ علیائے بند کی وجہ سے قائم رہا جنوں نے جمع ہو کرائگریز سے عدم تعاون کے پسیان پر دستھا کئے ہم کون سے کالبوں کے بڑھے ہوئے نوجوان، نہ آگا زیجھا۔ کرائگریز سے عدم تعاون کے پسیان پر دستھا گئے ہم کون سے کالوں کے بڑھے ہوئے کو جوان، نہ آگا زیجھا۔ کالج اور سکول ملک میں اِس لئے جاری نہیں کے تھے کہ ہم لوگ زیور تعلیم سے آزاستہ ہوں۔ بلکہ انگریز کا مقصد کہ اور سکول ملک میں اِس لئے جاری نہیں کے تھے کہ ہم لوگ زیور تعلیم سے آزاستہ ہوں۔ بلکہ انگریز کا مقصد یہ تنا کہ اس کی عکومت چلانے والی شینری کے تھے کہ ہم لوگ زیور تعلیم سے آزاستہ ہوں۔ بلکہ انگریز کا مقصد یہ تنا کہ اس کی علی میں اِس لئے جاری نہیں کے تھے کہ ہم لوگ زیور تعلیم سے آزاستہ ہوں۔ بلکہ آئریز کا مقصد یہ تنا کہ اس کی عکومت چلانے والی شینری کے پرزے تیار ہوں۔ آپ نے اس موقع پراکبر اللہ آبادی کا یہ شعر

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ وعون کو کالے کی نہ سوجی يرثعا

دفاع پاکستان کے صنی بیں امیر هریعت مرحوم نے پاکستان بیں بڑی بڑی کانفر نسیں منعقد کیں اور لاکھوں جا نبازر مناکاروں سے قربانیاں بیش کرنے کے حلف لئے۔ ان کانفر لسوں کی صدار تیں سرکاری اعلی حکام نے بھی کیں۔ استحام مکک کے لئے شاہ بی مرحوم نے انفرادی اور اجتماعی طور پر جش بعر پور انداز سے خام نے بھی کیں۔ استحام ملک کے لئے شاہ بی مرحوم نے انفرادی اور اجتماعی طور پر جش بعر بور انداز سے ملک میں مان دون کھی گئی مندات انجام دی بیں۔ اس طریعتے پر کسی دوسرے نے عملی شیوت نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں ان دنوں لکھی گئی سرکاری ضفید رپور ٹول کو ایک نظر دیکھ لیلنے سے میری بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

1910ء کی عالمگیر جنگ کے بعد جو بیجان پیدا ہوا اور بین الاقوای طور پر انگریز نے سلمانوں کی تباہی کے لئے جو کردار اداکیا۔ اس کے شابد ترکوں کے طالت ہیں۔ آج کیا ہورہا ہے۔ کل کے ترک حاتم آج بیا ہورہا ہے۔ کل کے ترک حاتم آج بیانسیاں پا رہے ہیں۔ آپ نے تحیا ان دنوں انگریز کو محرور کرنے کے لئے متحدہ ہندوستان میں ہندو رہنائوں اسلام رہناؤں اور طمائے اسلام سفر مصابدے پر دستوط کئے۔ مسلم علماء اور عوام انگریز کی بین الاقوای اسلام دشن پالیسی کا مقابلہ کرنے ہیں دنوں امیر شریعت مرحوم طالب علم تھے۔ صورت طالات کو سمجھتے ہوئے شاہ بی بیمرے ہوئے شیر کی طرح میدان جاد میں آئر آئے۔ اور اس وقت سے ساورت طالات کو سمجھتے ہوئے شاہ بی بیمرے ہوئے شیر کی طرح میدان جاد میں آئر آئے۔ اور اس وقت سے سے کرزندگی کے آخری ایام بک "شیر" نے کہی پلٹ کر ہی نہیں دیکھا۔ شاہ بی ۱۹۱۴ء میں آیک واعظ کی حیثیت سے سامنے آئے۔ جس کو چے کی مجد کے وہ امام ہوئے لطعت کی بات یہ ہم امراز سرمیں اس کو ج

کا نام بھی "کوچ جیل ظانہ" تیا۔ شاہ جی نے اس زبانے سے قوم و ملک کی ظرمت ضروع کی اور پوری زئدگی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ گر ان کے پائے استقامت میں کمبی نفرش نہیں آئی۔ شاہ جی نے اپنے اعلیٰ کروار کی بدولت ایک ایسی شاندار تاریخ بنائی ہے جوشاید کسی دوسرے قومی رہنما کو نصیب نہ ہوگی۔ شاہ جی مرحوم لبنی قوم میں جس زندگی کو پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انگریزی سامراج اس کی راہ میں بہت برمی دیوار بن کر ھائل رہا۔ جس کامقابلہ کرنے میں شاہ جی نے کسی محرودی نہیں دکھائی۔

بروں بیروبی مرحوم نے مذہب و ملت کی ضمت کے لئے جو خاندان بنایا تعا- اس میں پر گنجائش تھی کہ جب
کوئی چاہیے گلل جائے اور جب کوئی چاہیے شامل ہوجائے۔ انہوں نے کہی جاتے ہوئے کوروکا نہیں اور آنے
والے کو منع نہیں کیا۔ شاہ بی ہم سے ہمیشہ کے لئے تشریعت لے گئے ہیں۔ ہمارے ہال شخصیتوں کی پوچا
نہیں ہوتی۔ بلکہ ولوں میں ایک دوسرے کے لئے اظامی اور محبت تھی۔ سید عظاء اللہ شاہ بخاری اس چالیس
نہیں ہوتی۔ بلکہ ولوں میں ایک دوسرے کے لئے اظامی اور محبت تھی۔ سید عظاء اللہ شاہ بخاری اس چالیس
نجاس سالہ تاریخی دورکی یادگار تھے۔ جس میں انگریز کی حکومت کے ظلاف کگرلی جاتی رہی۔شاہ جی وطن و ملت کی
ضدمت کی راہ میں بڑے جری اور پاکباز قافلہ ساللہ تھے جنہوں نے بڑے ضاوص کے ساتھ خدمت کی اور قربانیاں
دیں۔

کی صاحب نے شاہ جی سے سوال کیا۔ شاہ صاحب ملکی سیاست میں آپ کا نظریہ کیا ہے جس کے آپ ہندہ ستان کی آزادی کے لئے اتنے کوشاں ہیں؟ امیر شریعت نے فرمایا۔ میرے اس نظریہ سے ستمان تم خود ہی فیصلہ کر لو۔ مجھے تو صرف اتنا بتہ ہے کہ میں نے لاکھوں ہندہ ستانیوں کے ذہنوں سے انگریزوں کو کتال پیدیکا ہے۔ میں نے کلکتہ سے خیبر تک اور مسری نگر سے راس کماری تک دور گائی ہے۔ میں تو وہاں بھی گیاہوں۔ جاں کہ دھرتی یا فی پینے سے عاجز تھی۔ اب سوال یہ رہا۔ کہ میں آزادی کے کس تصور کے کس تصور کے لیے لئے لار بہوں۔ تو اس نے متعلق سمجھ بیتے۔ کہ لیت ملک میں اپناراج - تم میرے یا بو مجھ سے شاید کوئی کتابی ایڈیالوجی پوچدرہ ہو۔ یہ کتابی نظریتے عام طور پرروگ ہوتے ہیں۔ فی الحال جو مرحلہ در بیش ہے وہ کسی مثبت کا نہیں۔ سنی تصور کا جا ہے ہیں۔ مثبت کا نہیں۔ سنی تصور کا جا ہے ہیں۔ اس ملک سے انگریز نکل جا تیں۔ نکلیں کیا؟ کا لے جا تیں۔ اس کے بعد آزادی کے خطوط پر عور کیا جائے گا۔ بابو تم نکاح سے بیلے چوارے بائٹنا چاہتے ہو۔ پھر میں دستوری نہیں سیابی ہوں۔ تمام عمر

انگریزوں سے لڑمنار ہوں گا-اور اگر ایسے و قت سوّر بھی میری مدد کریں گے- تو میں ان کا بھی منہ چوم لینے کے لئے تیار ہوں- میں تو ان چیونٹیوں کو کھانڈ کھلانے کے لئے تیار ہوں- جوصاحب ہبادر کو کا**ٹ کھا**ئیں-

خدا کی قسم میرا صرف ایک دشمن ہے وہ ہے فریکی جس ظالم نے مسلمان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ۔ مبلکہ خیرہ چشی کی بھی عد ہوگئی کہ تریت کے لئے مسلمانوں میں جعلی نبی پیدا کیا پھر اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کی-اب اس کو جیتیے بیجے کی طرح پال رہا ہے۔

# برق ورعد آسود هبسترشده منعله بخاله خاکسترسشده

#### (علامه محمد حسین عرشی امر تسری.... بنام.... حکیم محمد موسیٰ امر تسری)

سید بغاری علیہ الرحمتہ میں بہت سی خوبیاں تعلیں جواخباروں کے ذریعہ تشہیر ہو پھی ہیں۔ ایک خاص خوبی یہ بھی تنمی کہ مذہباً فراخ دل اور روا دار تھے۔ دومسری خوبی یہ تنمی کہ مولوی طبقے میں صحیح ذوقِ شعر کا کُونی آدی میں نے ایسا نہیں دیکھا۔ ان دونوں خوبیوں کے متعلق اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں۔

جب لبھی قید فرنگ سے رہا ہو کر آتے تھے تو مجہ سے لمنے کے لیے وکان پر ضرور تشریف لاتے-ایک مرتبہ غریب نانے پر بھی آئے اور دیر تک اپنی صعبت سے لطف اندوز کرتے رہے۔

ان کے عقیدت مند مجھ سے ملنے کے لیے روکتے تھے توجواب دیتے تھے کہ میرے عرشی کے ماتھ خاص تعلقات بیں صعیب تم نہیں جائے۔

وہ تعلقات اوبی تھے جن میں مذہبی فروعی اختلفات کو حائل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ بعض دفعہ ان سے گسٹوں اور ہمروں اوبی صحبتیں رہتیں۔ جس انداز سے وہ ایھے شعر کی داد دیتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شعر زمین سے اٹھ کر آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ ان کے ساتھ بل کر شب دیگ اور ہر یہے کی دعوتیں بھی کھائیں۔ الوان نعمت سے زیادہ نطعہ ان کی صحبت کا ہوتا تھا۔ خواج عبد الکریم نائک رحمۃ افلہ علیہ یاد آتے ہیں۔ ایسی مجلس باقاعدہ ہر سال ان کے دولت کدہ پر ہوتی تھی۔ اور کبھی صوفی تبسم کے بال۔ ایک مرتبہ میں سے انسیں انہ خینہ تازہ شعر سنائے۔ بہت متاثر ہوئے۔ ادر اسی وقت اپنی بیاض میں نقل کر گئے۔ بی کی بیاض بسترین منتزین اشعار پر مؤسسل تھی۔ کاش وہ حوادث سے بچ گئی ہوتی اور اشاعت پزیر ہوسکی۔

مجھے اس وقت اپنے ان شعروں میں سے صرف ایک شعریاد آرہا ہے۔ باقی دوسری چیزوں کے ساتھ

رِ حوادث ہولیے گزر از اسمِ در سکی روا در ان کا ما گذار ()

ان کی سخری حالت سے متاثر ہو کرمیں نے جو شعر کھا تھا وہ حاضرِ خدمت ہے۔

برق و رعد آسوده بستر شده شلاً جوال عاکستر شده

میں عیادت کو گیا تو سولانا بہاء آلتی قاسی پہلے سے وہاں سوجود تنے ، انہوں نے میری طرف اشارہ کر کے پوچیا۔ آپ ان کو پہلنے ہیں ؟ گفی میں سر ہلادیا۔ پھر کہا گیا کہ یہ عرشی ہیں۔ اس پر بھی انہوں نے لاعلی ظاہر کی۔ زبان کام نہیں کر رہی تھی۔ آہ، وہ لاؤڈ اسپیکر سے بے بیاز پسروں گوجنے والی زبان۔ تقسیم ملک کے بعد مجھے ان سے طاقات کا موقع نہیں طاقیا۔ اس طویل فصل کے ساتھ مرض کی شدت نے حافظے کو بھی متاثر کر رکھا تھا۔اللہ تعالیٰ ان سے راصی مو۔ (اناحدوا تاالبہ راجعوں)!

(۱)

بی خم و جام نشک یی بم بت

م وجام و شراب را بگزار

بی نی و چنگ نغی یی بم بت

خ وجنگ و رباب را بگزار

بُنداز از اسم درسلی رو

حوف و لفظ و کتاب رابگذار!

(از نقش بائے رنگ رنگ من ۱۳۸۱)



#### ہے شریعت کا امیر، اور ہے طریقت کا سفیر

راستہ جس نے دکھایا ہے ہمیں نو ملطم کا ہم سمجھتے ہیں اسے نائب رسول اللہ کا ہم سمجھتے ہیں اسے نائب رسول اللہ کا جس طرفت جانا ہو، دانا ہے یہ ہر اک راہ کا جس نے سلائی ہے بُینیا قادیانی دہل کی وَق سمجھایا ہے جس نے کوہ کا اور کاہ کا نو کروڑ اسلامیان ہند کے قائد ہیں یہ رم بھریں کیونکر نہ ہم سید عطاء اللہ کا دم بھریں کیونکر نہ ہم سید عطاء اللہ کا دم اللہ کا دم اللہ کا داللہ کی داللہ کی دائل کی دائل کے دائل کی دائلہ کا دائل کی دائلہ کا دائل کی دائلہ کا دائلہ کی دائلہ کا دائلہ کی دائلہ کی دائلہ کی دائلہ کی دائلہ کا دائلہ کی دائل

سيد عطاء المحسن بخاري

#### ۔ ''وہ عمر رفتہ کی چند کھڑیاں حبواُن کی صحبت میں کمٹ گئی ہیں '' (ضرتاسیرشریعت کے ممدوح ومداح ۔۔۔۔طاب عرشی امر تسری سے ایک یاد گار ملاقات کا تذکرہ)

علامہ محد حسین عرشی امر تسری (۱۹۸۵ء ۱۸۹۰ء) حضرت اسیر شریعت کے ہم عصر بھی تھے، ہم عربی، ہم نشیں ہی اور ہمدم دیرسہ بھی! ایام شباب کی پجائی اور ممثل آرائی، عمر بعر کے تعلیٰ خاطر پر منتج ہوئی۔

عرشی .... ہنت زبان تھے۔ محقق و لناد تھے۔ ادیب و فکسفی تھے اور کسی مذکب ..... مفسر قرآن اور عالم دین بھی۔ وہ "اہل قرآن "تھے: کیکن نیچری، منکر حدیث یا متبد ذہنیں تھے۔ علامہ اقبال سے ان کی نیاز مندی ایسی تھی جھے دوستی بھی مخاجا مکتا ہے۔ مولانا حسین علی لفتٹیندی رحمتہ الندعلیہ (تلمید شیخ الهند محمود حسن رحمتہ اللہ علیہ ) سے باقاعدہ بیعت کا لعلق تھا۔ .

عرشی کی تالیفات و تصانیب کی تعداد سولہ تک پسٹیتی ہے۔ اور یہ کوئی معمولی تعداد نہیں۔ بعض جریدول اور مجلول کے لئے ان کی ادارتی خدمات اور سر کمر آرااشاعتوں کی تدویں اس کے علاو ہے۔ ان کی فارسی، اردو اور پنجابی شاعری بلاشیہ نینے رنگ میں بہت سفرد اور اپنے اسفوب میں بہت مجلا ہے۔ حکیما نہ بھی، عادفا نہ بھی اور عاشقا نہ بھی! زندہ رہنے اور یادرہنے والی شاعری۔

۲۵ بوری ۱۹۷۵ کولاہور کے سفر میں، محترم حکیم محمد موسی امر تسری کے مطب میں طاقات کے لئے جانا ہوا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ہمیشہ کی طرح مختلف موضوعات پر گفتگو کا آغاز ہوگیا ہیں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی ایک میڈنگ اور اس کے احوال واقعی کا تذکرہ کر رہا تھا کہ ایک صاحب .....منی گرصت مند وجود، مادہ سا لباس، چرہ پر ہنگی ہلی ڈاڑھی، کپڑے کی ایک پوٹلی سی ہاتھ ہیں تھا ہے ایک گوشہ میں آگر فروکش ہوئے۔ میری گفتگو میں مختل ہوئے بغیر می حکیم محمد وسی صاحب کو ایک کارڈ، پڑھنے کے لئے دے کر بے میاز ہو کہ بیشہ گئے۔ حکیم صاحب کارڈ نام مل چورڈ کے میری طرف متوج ہوئے اور کہا کہ شاید آپ کا ان برا گوار سے تعارف نہیں ۔ ابھی یہ الفظا انہوں نے اور ان عرض کیا تو برمی شفت و محبت سے مجھے میں سے جمٹا لیا۔ عرش بڑے تیاک سے بعل گیر ہوگیا۔ اپنا نام عرض کیا تو برمی شفت و محبت سے مجھے میں سے جمٹا لیا۔ عرش میا صاحب کوئی تیرہ برس قبل دوران سفر طبقات ہوئی تھی اور وہ بھی سرس می سی ۔ میرے جرے کی طرف دکھ کر فرانے گئے۔

جب میں نے شاہ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا تو باکٹل ہے ، یش نے اور بعل میں چند کتابیں لئے پڑھنے کے لئے مارے تھے۔

ا تنا فرایا .....اور پھر سوچ کی گھر اکیوں میں محمو گئے - بہت دیر تک یہ افسر دہ ساسکوت طاری رہا - پھر حرشی نے امر تسرکی یادگار محفلوں کا ذکر چھیڑ دیا کہ .... میں اور شاہ صاحب اکشر محفل شعر و ادب میں اکٹھے ہوتے حفیظ جالند هری کاوہ دور اوّل تما اور وہ اپنا کلام لیک لیک کے سنایا کرتے تھے۔ سراج نظامی، جوڈاکٹر تاثیر کے بہت قریب تھی، خوش رواور خوش گوتھ میری ایک غزل گایا کرتے تھے اس کا ایک شعریاد ہے۔ کعبر و دیر بے نعیب باندہ و سنگ در گئے دولت سجدہ یافتہ از سربرغرور من

پعر حافظ کی محروری کا اظہار فرمانے لگے۔اس پر ایک بڑا عمیب و غریب واقعہ سنایا کہ میرا ایک ہی بیٹا تعاجو بھٹینے میں انتقال کر گیا۔محمد سعید نام تعااس کا۔ اس کی بیماری کے دنوں میں میں بہت پریٹان و مشظرب تعاقوا یک شعر کھا گروہ حافظ ہے محوم و گیا۔ ماشر شنح عبداللہ امر تسری ملے توانسوں نے وہی شعر سنایا۔ میں نے داد دی اور پوچھا ۔۔۔۔ یہ شعر کس کا ہے تواندوں نے کھا آپ کا ہے !ود شعیہ۔۔۔

یا رب سعید من که نمیعت است جان او برب بیند امتحان من ، از امتحان او

گفت گوکارخ بدلنے کے لئے میں نے ایک سوال کیا کہ عرشی صاحب! آپ بھی "اہل قرآن" ہیں اور غلام احمد پرویز بھی "اہل قرآن" کھلاتا ہے- اُس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اب ذرا لاحظ فرہائیے کہ کیا بلیغ تبصرہ فرہا یا۔ کھنے لگے۔

"میرا خیال ہے اگر شاہ رفیع الدین رحمتہ الله علیہ کے ترجمہ قرآن کا عربی ترجمہ کیا جائے تو عبارت قرآن کا عربی ترجمہ کیا جائے تو عبارت قرآن کے قریب تو یب ہو جائیگی اورجو "منہوم القرآن " پرویز لکھ رہا ہے۔ اسکی عربی کیجائے تو کوئی اور ہی کتاب تیار ہوجا گیگی۔ "

کیجائے تو کوئی اور ہی کتاب تیار ہوجائیگی۔"

اس پر ایک تبقیہ بلند ہوا اور پرویزیّت فصا میں تعلیل ہر گئی۔ میں نے جب طبیعت کچھ بحال دیکھی تو پھر

امر تسر کی عجائی شعر وادب کا ذکر چیپڑویا اور پوچا کہ عرشی صاحب! آپ کی عجائی میں شوق اندرائی نام کے

کوئی صاحب تھے؟ تو اسوں نے یادنہ ہونے کا اظہار کیا میں نے سید محمد مقیم شاہ صاحب (والد صاحب
کرشتہ میں بچا) کے حوالہ سے ایک فارسی غزل کا ذکر کیا جو شعری کاشمیری اخرتسوسی کی تھی اور مقیم شاہ
صاحب کے بقول وہ غزل شوق اندرائی کہ خود بھی شاعر تھے گا کے سنایا کرتے تھے۔ سوچ کر ذبایا کہ ہاں، اس

مال ولم ، به دانی ازمن ، به دانی ازمن، ناگفته دانا، ناگفته دانا، نه نوشته خوانا، نه نوشته خوانا

مگر غالب اس سے بہت بہتر انداز کہد گیا ہے۔

حییت کہ من بنوں تبم وز تو سنن رود کہ تو نالہ بسینہ بنگری اٹک بدیدہ بشری اب طبیعت جو حاضر ہوئی تو پھر سلسل یا دوں کے نقوش اہرتے گئے اور یہ عرشی صفت اشار ہیں نے

اب طبیعت جو حاضر ہوئی تو پھر مسلسل یا دوں کے نقوش ابھرتے کئے اور یہ عرشی صفت اشعار میں نے قارئین کی حظ طبع کے لئے نقل کر لئے کا حظ فرا فریائیے۔

l) بال ناقه او بخير درو بام این مایر کع این مایسجد القمر. و العلي صدموی و هزار کسی است زیر بام کس را گم درون حریم تو راہ بیت ان کی شفقت وممبت کا دامن پھیلا ہوا دیکھ کرمیں نے عرض کیا کہ میں مبی شعر کھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کوسنانا چاہتا ہوں تاکہ مستند ہوجائے۔ اجازت پاکر، میں سنے عرض کیا-سو بار تربات کی بھٹی میں میں طلا مبوب کی رصا کی نہ گھرائیاں۔ متاب کی جبیں یہ بھی اترا ہے واحسرتا کہ واں بھی نہ رعنائیاں ان دوشعرول بر مجمع بهت تحمين و آفرين كهي اور ساته بي ابنا أور شيخ سدى كا أيك ايك شعر اسي بماز بيروي شخ و برحمن نه رسي درره بازم رم است و صدگنگ است دلے کہ عاشق و صابر بود گر سنگ است ر عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است میں نے بھر جرائت کی اور عرض کیا کہ تاثیر مرحوم سے حضرت شاہ جی کی آخری لاقات ہوئی تو تانگہ یہ سوار کرا کے تاثیر نے یہ تین شعر سنا نے تھے جو میں نے حضرت شاہ جی سے <u>سنے تھے</u>۔

> دل است بندهٔ احرار و جال امیر ذنگ نه چارهٔ مهم صلح و نهرهٔ مهم جنگ

میانِ کعب و بت خانہ عرصہ کیک گام میانِ شیخ و برہمن ہزار ہا فرسنگ نمود سر بسر اظہارو کوہکن کیک تن ہزار پیکر شیریں فسرہ دریگ سنگ سن کے وجد میں آگئے اور سوالیا انداز میں پوچا، یہ تاثیر کے ہیں ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ بڑی بات مجد گیا تاثیر! عجیب آدمی تعا- "اس کے ساتھ ہی یہ یاد گار ممثل اختتام پذیر ہوئی - عرشی فرانے گئے۔۔۔۔۔ آج شاہ صاحب کی یاد ہمہ جست تازہ ہوگئی۔

> گر به ریا می توانی داره با فدت بهر مکی شنع جرا باید شنافت

10 1 (15) (5 /r 50 pmga /r

ہفت روزہ "چٹان " ااداریہ

### ا یک ایسا محور، جس کے گرد افراد ہی نہیں محاسن بھی کھومت تھے۔ نونظیری ذفک آمدہ بودی جوں سج بازیس دفتی و کس قدر توشناخت دریغ

جی چاہتا ہے آج جی بھر کر دولوں، بالاخروہ بھی رخصت ہوگیا جواس زمانے میں اللہ کی آیات میں سے اللہ کی آیات میں سے الکہ آیت تھا۔ جس نے مرتے وم تک فقر واستغناء کے پرچم کوہا تد سے نہ جانے دیا۔ جس کی زندگی بہت میں زندگیوں کی جموعہ تھی۔ جس کا وجود ایک تاریخ تھا۔ جو ایک عمد تھا ایک ادارہ تھا۔ ایک المحمور تھا جس کے گردافرادی نہیں محاس بھی گھوستے تھے۔ وہ اس یائے کا خطیب تھا کہ اس کی آتش بیائی کا لوہا اسکے حریف بھی ہانتے تھے۔ اردو زبان نے اس مرتبہ کا خطیب نہ کہمی بیدا کیا اور نہ شندہ کمبھی گر۔

وہ ایک مجاہد عظیم سے۔ انہوں نے انٹائ کلمت التی ہے کبی گریز نہیں کیا۔ ۲۲ برس کی عمر مستعار میں انہوں نے ۱۴ سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے میں بسر کئے اور ان کے پائے استعلال میں کبی لنرش نہ آئی۔ مجھولوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں شائد ان کے ارادوں کی بابت شک رہا ہو۔ گرا نہیں اپنے فیصلوں کے بارے میں کبی شبہ نہیں ہوا۔ وہ اس مدرسہ کلر کے علمبر دارتھے جن کی بنیاویں محمد قاسم نا نو توی اور محمود حسن کے مقدس ہا تھوں سے رکھی گئی تھیں۔ تمام زندگی ایک ہی مشن رہا کہ برصغیر سے انگریز کی حکومت کیونکر نمالی جا سکتی ہے۔ وہ علی الاعلان کھا کرتے تھے کہ میرے سامنے دو چیزیں ہیں اولاً انگریز کی حکومت یہاں سے ختم موجائے۔ ٹانیا وہ ختم نہیں ہوئی تو میں اس کے خلاف تبلیغ کرتے کرتے تحتہ دابے برائے۔ جاؤں۔

پیران کا دل عشن رسول مٹائیلیل کی جادہ گاہ تما- حصور ٹائیلیل کے عشن میں وہ اس قدر سر شارشے کہ آشوں نے اپنین کے ا نے اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگ لیا تما- ان کا اور منا بچھونا ہی عشن تما- اس عشن ہی نے اپنین ختم نہوت کے عقیدہ کی حفاظت کا مجاہد بنا دیا- پیر جس عشق و ایشار کے ساتھ انہوں نے اس راستے کا سفر کیا اس کی نظیر نہیں ملتی- وہ بہت سی علطیوں کو معاف کرتے رہے گر دو چیزوں سے نہ وہ کبھی سمجھوتے پر آبادہ ہوئے اور اس کے مقابلے میں وہ عفود در گرز کو پسند کیا کرتے۔

اول ....انگریز کی غلامی اور اس کے گماشتوں کا دوستا نہ۔

دوم .... ختم نبوت کے قزاقوں کا تعاقب

وہ کہا کرتے تھے میں توشہ آخرت کے طور پر یہی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اور بچ تویہ ہے کہ اپنے ساتھ وہ یمی لے گئے۔

وہ اپنے عمد کے ابوذر غفاری تھے۔ فقر و فاقد ان کا شعار تھا۔ انہوں نے کہمی کمی تحریک و تنظیم کے قائد

و جماعت کے سامنے ہاتھ نہیں بھیلائے۔ وہ خطابت و صمیر کی سودا بازی کے بازار سے ہی نا آشناتھے۔ ان پر زمانے نے بہت ساگر دو غبار پھیٹکا۔ اور خود فروشوں نے الزامات کے جیامے سے چٹاریاں لے کر بارہا ان کی وستار فضیلت پر بھیٹکیں۔ مگر وہ تہمتوں کے بازار سے کنگریاں کھاتے ہوئے لکل گئے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ٹیٹائیٹلم کی ہارگاہ میں سمر خرو ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ قیامت کے روز بھی سمر خروبی اٹھیں گے۔

تذکوں میں ہے کہ جب امام ابن تیمیہ کا جنازہ اٹھا تھا تو پوراشہر اشکبار ہو کر کُٹل آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی مظلومیت نے لوگوں کے دلوں کو احاطہ کر لیا ہے اور بے چین عوام وقت کی اس عظیم الثان دولت کو آخری خراج ادا کرنے کے لئے جمع ہوگئے ہیں ۔

ضاہ جی کا جنازہ بھی اسی دھوم دھام ہے اٹھا۔ ایک انسان جو عمر بھر مہاجر رہا اور جب امر تسر سے مہاجرت کر کے ملتان میں بناہگریں ہوا تو ایک مجا سکان کرائے پر لے کر بارہ برس اس میں رہا۔ آخر وہیں اس کی روی نے قنس عنصری سے پرواز کیا۔ وہیں سے اس کا جنازہ اٹھا۔ لیکن فقیر کا جنازہ شاہوں کے جنازے کو مات دے کو سات دے گیا۔ ایک شخص جو بالطبع فقیر تھا۔ جس کے دامن میں اند کے خوف اور رسول مٹھنینج کے عنن کے سوا مجھ نہ تھا۔ جس کو ہمیشہ زمجروں نے سلام کیا۔ جس کا سیم وزر کے بت فانوں میں ذکر تک مفقود رہا۔ جس نے ایک لفظ کے لئے بھی اخباروں اور کتا بول کے صفوف میں اپنا نام ڈسو فوٹ نول میں ذکر تک مفقود رہا۔ آخر تک جاتی کی کوشش نہیں کی۔ جو آخر تک بھی رسول مٹھنینج کی زندگی کی عکس تھا اور جب اس نے داعی اجل کو لدیک کہا تو ایک اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان لوگ انگیار جبروں کے ساتھ اس کی میت کے گرد جمع ہوگئے۔ ان میں ایک تہا تی لوگ دھاڑیں یار بار کررور ہے تھے۔ لوگوں نے سینے پیٹ لیٹ کی اس فقیر نے یہ مو شور نے سات وہ تو شاید دو مرے وقت کی روثی فرید نے یہ بھی قادر نہ تھا۔

یہ سب مجھداس کی بے غرضی اور بے تفی کا صلہ تھا۔ وو اگر لاہور، لا کنیور، گوجرا فیالد، سیالکوٹ میں رطات فراتے تو ہمبوم کئی لاکھ تک بیچ جاتا۔ لیکن دورافتادہ اور بسر ندہ ملتان میں بھی ان کا اتم اس شدت سے کیا گیا کہ ملتان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں۔ ہم نے اپنے اس وطن عزیز میں بست سے جنازے دیکھے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے علماء اور فعلا آغوش لحد میں اتارے گئے۔ لیکن شاہ جی کی میت کے گرد عثاق کا جو ہموم تھا اور لوگوں نے جس بے احتیاری کے ساتھ ان کا ماتم کیا۔ فترا و علماء کی پوری صف اس سے خاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب دما عوں اور دلوں کے حکمران تھے۔ اپنی بے سروسانانی کے باوست اسیں اس اقلیم میں جو وقار اور اقتدار ماصل تعا- اس کا افرار واعتر اف ہر جگہ موجود ہے۔ پاکستان میں وو ایک ہی شخص تھے جو سیاسی اقتدار، جماعتی رفاقت اور تنظیمی خطوط کے بغیر اپنی ذات میں ایسا جاوور کھتے تھے کہ لوگ مر دینے کے لئے تیار موجائے۔ ان کے فدائیوں کا قبیلہ ملک کے ہر کوش میں موجود ہے۔ ان کے اللہ جانے سے جو ظام پیدا ہوگیا وہ کبھی پر نہ ہوگا۔ خطابت بیوہ ہوگئی۔ لوگ کبھی اس طرف سے گزریں گے جاں شاہ جی گرجتے اور گوبنے رہے ہیں تو دلوں سے ہوک اٹھا کرے گی کہ یہاں کہی وہ مرد جاہد صرصر بہ آخوش را توں میں اپنا چراغ جلایا کرتا تھا جس کی نواپیرائیوں پر قیاس ہوتا تھا کہ قرون اولیٰ کا کوئی غروہ نتاب اُلٹ کر سامنے آگیا ہے یا پھر لوگ غار حرا کے ارد گرد کھڑے ہیں۔ قرآن اتر رہا ہے اور قند و نبات کی طرح گھتا ہوا کا نوں کے راستے سے دلوں کی انگوشی میں نگینے کی طرح بیشتا جلا جا رہا ہے کیکن اب وہ رعنا تی خیال کہاں؟

راستے سے دلوں کی انگوشی میں نگینے کی طرح بیشتا جلا جا رہا ہے کیکن اب وہ رعنا تی خیال کہاں؟



رور نامه "جنگ" کراچی انعزیتی شدره

ملک کی تاریخ انہیں کبھی نہیں بھلاسکتی

ممتاز احرار لیڈر امیر شریعت سید عطاء اللہ ذاہ بخاری کی وفات حسرت آیات کی اطلاع کو ملک کے مرف مذہبی علقے میں ہی بہیں قوی علقوں میں بھی بڑے رئے وغم اور بڑے افسوں و صدے کے ما تھ سنا جائے گا۔ امیر شریعت گزشت چار سال سے برابر علیل چلے آ رہے تھے۔ ان کے آخری ایام جن المناک اور اندوہاک شکلات میں گزرے وہ ابنی جگہ آیک المناک واستان سید عظاء اللہ شاہ بخاری جن کا ۲۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس پورے برصغیر کی ممتاز اور محترم شخصیت کی حیثیت سے لاکھوں انسا نوں کی محبت اور عقیدت کا مرکزرے ۔ وہ ایک جادو بیاں مقرر اور برصغیر کی تاریخ کے سب سے زیادہ مؤثر خطیبوں میں شائل سے۔ مولانا سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی ساری عمر قوی فدمت میں گزری۔ بندرہ سال تک محبوہ قید افرنگ میں رہے موست ما ماللہ شاہ اللہ شاہ بخاری کی ساری عمر قوی فدمت میں گزری۔ بندرہ سال تک محبوہ قید افرنگ میں رہے اور سار آجی طاقت کے ساتھ لڑھے نے اندر انسول پرست اور عوام دوست رہنما کی حیثیت سے یاد کیا جائے گا۔ حت یہ ہوئے گا۔ وہ برمیشہ تازہ رہے گا۔ اور انہوں نے قوم کو آزاد کرنے اور ملک کو ترتی کے منازل تک پہنچانے کے دو جو کام کیا ہو جوہ موادر جذبہ سے کام کیا وہ برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ یاد گار رہے گا اور اسے اس ملک کی تاریخ میں ہمیشہ یاد گار رہے گا اور اسے اس ملک کی تاریخ میں ہمیشہ یاد گار رہے گا اور اسے اس ملک کی تاریخ میں ہمیشہ یاد گار رہے گا اور اور اس قوم کے نوجوانوں میں وہ خوب ہو اور وہ کرداد پیدا کرے کام کیا جائے علیہ میں ہمیشہ یادو گار رہے گا اور اور اس قوم کے نوجوانوں میں وہ حد بہ اور وہ کرداد پیدا کے حد کے کہ خدار حوم کو آغلی علین میں جیت عام ہمیں تو کو نوجوانوں میں وہ خوب بہ اور وہ کرداد پیدا کے حد کیا کہ خور اس کو می کی مظاہرہ اس بجاید نے عمر ہمر کیا۔

مولانا عبد الرحمن ميا نوي

## حرف عقیدت

جو مخلصین و مجنین بانی احرار حضرت اسیر فسریعت سید عطااللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بے حد باحث زیادتی ایمان و عمل ثابت ہوگا کہ وہ اپنے وقت کے عظیم خطیب، بے مدیل بهاور اور لامثال معب نبی کریم مثابتاً کی ذات ستودہ صفات اور محافظ عقیدہ ختم نبوت کا ذکر خبر پرهھیں گے۔ اس کے مطالعہ کرنے سے جذبہ طوص ایمانی اور عقیدہ وین اسلام کے ساتھ والہانہ عقیدت مستم مہوگی جیسے بعولوں کی تبحت اور خوشہو سے دل و دباخ معطر اور شگفتہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کے خاص مقبول و برگزیدہ انسانوں کی سیرت و عمل کردار کے بڑھنے سے انسان کی روح مستفید و محلوظ ہوتی ہے اور اس سے جاور اس

نبی کریم می المینیم کے یادانِ عقیدت و ممبت کے متعلق خود خالق کون وسکال نے شہاوت دی اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔

لہذا آپ شائیلیم کی است جس کو خیرالامم کہا گیا اس میں جولوگ نبوت و صحابہ رصوال اللہ علیم اجمعین کے نور عقیدت اور حس اعمال سے مستعین مرح بیں ان میں ہمی اس شان کا پایا جانا لائی ہے۔ میرے حضرت امیر ضریعت میں دو نول باتیں کہ کفار کے افراد سے نفرت کابلہ اور مرکار دو عالم کے فدائیوں کے ساتھ مخلصانہ والهانہ ممبت والفت تھی۔ لہذا اس سے بہتر مسلمان کے لئے کیا تمفہ عقیدت واظام ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے جالیہ اعظم حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طالت کے ذکر خیر سے آج ہم بہرہ ور ہور ہے بیں اور افراد قوم کے لئے بی واحد ذریعہ ہے کہ مسلمان میں اگرم شائیلیم کی صفات کے قریب ورجہ حضور پر نور کے اور افراد قوم کے لئے بی واحد ذریعہ ہے کہ مسلمان میں اگرم شائیلیم کی صفات کے قریب ورجہ کور سے کام میں برت و اعمال کو پڑھو کر استمام برکات و فیوصات سے مستفیض و منور ہوں اور وہ تُدا کے خاص بندے کی سیرت و اعمال کو پڑھو کر استمام دیں کی شاہراہ پر گامزن رہیں اور اس کی جاء و تعفظ کے لئے جان دے دیں۔ کمی نے کہا ہی خوب کہا:

کورس تو افظ ہی سکھاتے ہیں آدی آدی بناتے ہیں

جمعے یہ کھنے میں کوئی جم کب نہیں اور نہ ہی اس میں مبالغہ ہے کہ حضرت بخاری قدس سمرہ نے اپنے وقت کے ساتھیوں اور مخلصوں ہے معبت کی ہے اس میں راقم المروث کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے وہ بھی ہے عدیل ولامثال ہے اور مجمد فقیر کے لئے باعث ناز ہے کہ راقم کو جو قرب بخاری حاصل جوا تھا اور ان کے گھر کے تمام افراد یعنی بخاری صاحب کی اہلیہ محترمہ (جنہیں میں اپنی امان کھتا ہوں) اور فرزندان ارجمند کے لکوب میں بھی میرے متعلق وہی جذبہ ممبت ہے اور سبمی میری عاقبت کے دعا گو ہیں۔ میری گود عقیدت انہیں میرے کام آئیں گے۔

مولانه مجابد الحسينى

# دیوانے یاد آتے ہیں

لاہور کی آخری جیل کے آخری قیدیوں کی سر گزشت

صرت مولاناچاہد الحسینی د لحد ایک کھنہ مشق معانی، شہرعالم دین اوروسی الطرف شعبیت کے الک ہیں۔ اس میں وہ مجلی اجراراسلام کے سرگرم رہندار ہیں۔ جبلی اجرار کے تربیان روزنایہ آزاد اور روزناسہ نوائے پاکستان (لاہور) بہت روزہ مارہان لاہور اورہنت روزہ خدام الدین لاہور کے ایڈیٹر رہے ہیں اور سروزہ مستعبل ملتان کے اوارہ تمریر میں بعی طال رہے ہیں۔ آبکل فیصل آباد سے "صوت الاسلام "کے نام سے ایک باہناسہ طائح کر دہے ہیں۔ زیر المصنون وراصل تمریک تعنظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ایام اسیری کی سرگزشت ہے۔ اس میں تمریک کے مرکزی رہنداؤں کے حوالے سے ان کی خوب صورت یاوی ہیں۔ جوجوہ المی مرہنداؤں کا دھید المیں ۔ مولانا کا وجود المی بین المراب کا مراب ہیں۔ مولانا کا وجود المی بین المراب ہیں مواندا کا وجود المی بین المراب میں المرب ہیں مواند کے مرکزی بین میں مواند کے دیار کا معنون انہوں نے عاص طور پر تقیب کے کی کھا۔ (درر)

الله تعالیٰ نے امیر خمریعت سید عطاء الله شاہ بخاری کو بہت سی خوبیوں اور محاس سے نوازا تعا-بر صغیر پاک وہند ہی نہیں غالباً پورے کرہ ارضی پر اردور زبان کا سمر طراز خطیب اور وجد آفریں قاری قرآل الن جیسا موجود نہ تعا-

آردو، پنجابی میں ان کے خطاب کے جادو ہے وہی صبیح طور پر واقف ہیں جنول نے سنت گرم اور معظم میں جنول نے سنت گرم اور معظم میں معرور اتوں میں اذانِ فر تک سراپا گوش پر آوازان کی خطابت کی سعر کو آرائی کا مشاہدہ کیا ہے۔
سید عطاء الفدشاہ بخاری کے بیان و خطاب کی سمر آفرینی اور اثر خیزی کیا تنی در حقیقت افسح العرب والعجم مشائیج میں آب کی آبِ سادات کے خونی اثر کی جلوہ نمائی تنی، آب کی شخصیت سیدوگد آدم علیہ الصلواة والسلام کے ارشاد "وان من البیان لسحرا"

کا پورامصداق اور آئینه دار تھی۔

آپ کی خطابت تو اکثر موضوع سن رہتی ہے لیکن امیر ضریعت کی کتاب حیات کے بعض اوراق الیے بھی ہیں جوا بھی کک لوگوں کے مطالعے بیں نہیں آئے ہیں۔ آج اس کی ورق گردانی ہے۔ اور وہ یہ کہ جن د نول 1940ء کی توکیک تعظیٰ ختم نبوت بورے شباب پر تھی، سارا ملک مسلم لیگی حکومت کی قادیا نیت نوازی کے خلاف سرایا احتجاج بن چکا تھا، ہرخمالوں اور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ دراز اور ملک گیر ہورہا تھا۔ تمام دینی سیاسی جماعتیں شانہ بشانہ اور ہمقدم تھیں، دوسری طرحت بنجاب مسلم لیگ کی مجلسِ عالمہ کی طرحت سے مطالبات کی تائید میں قرار داد منظور کر لینے کے باوجود اسکی حکومت انگریز کے خود کاشتہ یودے کی حفاظت

پر محمر بستہ تھی۔ اس تمریک کی ہمہ گیری کا یہ عالم تھا کہ ٹیلیگراف، ٹیلیفون ،ریلوہے کے محکمول اور سول سکرٹیبریٹ لاہود میں پہلی مرتب ہر اسال ہوئی تھی۔

تمریک تحفظ ختم نبوت کے مطالبات واضح تھے، علاسہ اقبال کی تمریک اور تبویز کے مطابق قادیا نبول کو طبیر مسلم اقلیت قوار نبویز کے مطابق قادیا نبول کو طبیر مسلم اقلیت قرار دے کر ناموس رسالت شابیج کا تحفظ، اور حکومت پاکستان کی وزارت خارج کا فرض منصبی اداء کرنے کے بجائے سرکاری خرج پر قادیا نبیت کی تبلیخ کرنے اور منتلف ممالک میں قادیا فی جماعت کے دفاتر قائم کرنے کی مہم کا انداد کرنے کے لئے قادیا فی وزیر خارج سر ظفر اللہ خاں کی وزارت سے علیحد گ

مسلم کیگی حکرانوں نے مطالبات مسلیم کرنے کے بجائے ناموس رسالت مٹٹیٹیٹم کے تعفظ کی خاطر تمریک میں حصہ لینے والوں کے سینے گوئیوں سے جھلنی کر دیئے، چوک داگراں اور چوک دہلی دروازہ لاہوں، چوک بازار ملتان مبعد بصول ہٹ اور مجد ولی محمد اور سیالکوٹ ، لائل پور (فیصل آباد) وغیرہ کئی شہروں میں ناموس رسالت ٹٹٹیٹیٹم کے کافظوں کوخاک اور خون میں ٹڑیا دیا گیا تھا۔

کئی لاکھ فرزندان اسلام اور عشاق رسول المرافظ لیے بن دیوار زنداں کر دیئے گئے تھے، جیل خانوں کے احاطے قیدیوں سے بھر گئے تو خاردار تاریں بھیا کر قید خانے بنائے گئے اور ان میں عقیدہ ختم نبوت کی بابت اپنا ایمان ظاہر کرنے والوں اور حصور خاتم الانبیاش آیا تھے کی ذات اقدس کو اللہ کا آخری نبی و رسول المائی تھے کہ سلیم کرنے والے یا بند سلاسل کردیئے گئے تھے۔

یہ تحریک کی ایک دینی یا سیاسی جماعت کی جا نب سے نہ تمی بلکہ تمام مکا تب فکر، دیوبندی، بریلوی، الجدیث، اور مشائخ حفرات کے نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس عمل کی تحریک تبی، الله تبیبی، تبیبی، الله تبیبی، تبیبی، تبیبی، تبیبی، تبیبی، تبیبی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مجد وزیر خال الهبوراس مجلس عمل کے سربراہ تھے، تویک تمنظ ختم نبوت تاریخ کا نوش دیا گیا تھا۔ حکومت نے مطالبات سلیم کرنے یا اس سلیلے میں مذاکرات کرنے کے بجائے ۲۸ تاریخ کا نوش دیا گیا تھا۔ حکومت نے مطالبات سلیم کرنے یا اس سلیلے میں مذاکرات کرنے کے بجائے ۲۸ خسر یعت سید عطاء الله شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات، امیر خسر یعت سید عطاء الله شاہ بخاری، مولانا عبدالحالد بدا یونی صدر جمیعت علماء پاکستان، امشر تاج الله بن انصاری صدر مجلس احراز اسلام پاکستان، امسر تاج الله بن انصاری مطالبات شال حدید نا الله حدید ناختر، اور سید مظفر علی شمی جنرل سیکر شیری تعفظ حقوتی شید پاکستان اور دیگر شخصیات شائل میں۔

مولانا الل حدیدن اختر، اور سید مظفر علی شمی جنرل سیکر شیری تعفظ حقوتی شید پاکستان اور دیگر شخصیات شائل تعین اختر، اور سید مظفر علی شمی جنرل سیکر شیری تعفظ حقوتی شید پاکستان اور دیگر شخصیات شائل اسیس تاریخ کو رات گارہ و مجھ ترک تعفظ ختم نبوت کے ترحان روزنامہ آزاد لامور اور اس ترک کی کا

تائید و حمایت کرنے کی پاداش میں مولانا ظفر علی خال کی زیرادارت مو وَروزناسر زمیندار لاہور کی اشاعت ایک ایک سال کے لئے حکومت بنجاب نے ممنوع قرار دیدی تھی- اور روزناسر آزاد کا ایڈیٹر ہونے کے جرم میں راقم الروف کو گرفتار کر کے جیل خانے میں نظر بند کردیا تھا-

ہم نوع ایک اہ بعد سیاست خانے ہے ہم کیس وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ وارڈ تمریک آزادی کے مشہور رہنماؤں بھگت سنگھ اور دت کی یاد میں متحدہ بنجاب کے وزیر ہمیم سین سجر نے تعمیر کرایا تھا۔ جنہیں اسمبلی ہال میں بم بھینگنے کے الزام میں گرفتار کر کے اس مجلہ رکھا گیا تھا۔ اس وارڈ میں پاکستان کی عظیم شخصیات موجود تعمیر، جن میں شنع التفسیر مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین لاہور، نامور مفسر قرآن مولانا امین احمد طفیل قیم جماعت اسلامی، نعیم صدیقی ایڈیٹر ترجمان الین احمن اصلامی، نعیم صدیقی ایڈیٹر ترجمان الذین احمد طفیل قیم جماعت اسلامی، نعیم صدیقی ایڈیٹر ترجمان کے اسماء گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ حضرت شیخ لاہوری کے ساتھ را آم الروف کو جیل میں رفاقت اور اکتساب فیض کا شرف حاصل ہوا، ہفت روزہ خدام الدین کے ساتھ را آم الروف کو جیل میں رفاقت اور اکتساب فیض کا شرف حاصل ہوا، ہفت روزہ خدام الدین کے احماء کا فیصلہ بھی اسی دوران جیل خانے میں ہوا تھا۔

حضرت شیخ لاہوری کی صمت طبعی عمر کے تقاضے کے علاہ ملتان جیل میں حکومت کے کارندوں کی معرفت مبینہ "زہر خورانی" سے بھی نہایت خراب تھی مولانا قاضی اصان احمد شباع آیادی نے بھی رہائی کے بعد اس سازش کا ذکر کیا تھا کہ حضرت کے ساتھ مجھے بھی "زہر" سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ گر بارنے والی ذات قوی ترہے۔

بہر نوع حضرت شیخ لاہوری کی بابت ان کے "مبینہ" مرید ملک فیروز خال نون وزیر اعلیٰ بنجاب کو ان کی خرابی صت اور سنت علالت کا پتہ جلا تو ان کی رہائی کے فوری طور پر احکام جاری کر دیئے گئے تھے۔ بعد ازاں شیخ حسام الدین جنرل مکوٹری مجلس احرار اسلام پاکستان کو گرفتار کر کے جب لاہور سنٹرل جیل میں لایا گیا تو اسوں نے جیل کے عملے سے تو یک کے قیدیوں کی بابت معلومات عاصل کیں کہ کون کس وارڈ میں ممبوس ہے۔

اسیران ترکیک کی خاصی تعداد جونکہ ہم کیس وارڈ میں موجود تھی الن میں سے جب میرا نام لیا گیا توشیخ صاحب ہے کہا کہ ہم دونوں کو جیل کے کسی وارڈ میں اکٹھا کر دیا جائے۔ چانچہ ہمیں دیوا فی احاطے میں منتقل کر دیا گیا دیوا فی احاطے میں قبل ازیں سرخپوش رہنے کی الغفار نان ، فیض احمد فیمن اور سید سبط حس موس تھے۔

ترک ہوگئے تھے۔ ان تینوں حفر اس کو مختلف جیلوں میں منتقل کردیا گیا۔ ویوانی اعاطے میں دیوانی مقد اس کے اعاطے کے قیدی رکھے جائے تھے۔ ان تینوں حفر اس کو مختلف جیلوں میں منتقل کردیا گیا۔ ویوانی اعاطے میں دیوانی مقد اس کے حلا عاصل کے قیدی رکھے جائے تھے اس میں جیل کے دوائیتی انداز میں سلاخوں کا وجود نہ تعابلکہ دیسات کے کھلے احول میں آبادی کی مانند اس کے درمیان میں محرے تعمیر تھے اور ان کے اردگرد کی جگہ میں روشیں بنا کر گارڈ نیا گا دیا گیا تھا، گراؤنڈ میں ساز دار درخت بھی موجود تھے، ہم نے دیوانی اعاطے میں تقدم رکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تقدم آور مرغ " آبل رہا ہے۔ اور محرے کے اندر ساسنے دیوار کے ساتھ انجیروں کی ایک سیم نما لڑی ایک تو نما تا کہ ساتھ انجیروں کی ایک سیم نما لڑی تک روز ایک ساتھ انجیروں کی ایک تسیم نما لڑی جند روز تک انہیں بہنچا دی جائیں گی۔ ادھر حالات بنجاب کی عدالتی تعقیقات کا آغاز ہو چکا تھا تعقیقاتی محمیش کی طرف تک انہیں بہنچا دی جائیں مولانا محمد علی جائید حری، مولانا محمد علی جائید حری اور ملک عبد العفور انوری ملتان سے جہارے اصلے میں ہنچا حیات فاتی قادیان، مولانا محمد خریوت جائید حری اور ملک عبد العفور انوری ملتان سے جہارے اصلے میں ہنچا حیات فاتی قادیان، مولانا محمد خریوت جائید میں جنچا تھے۔

تریک کے مرکزی قائدین کراچی سٹرل جیل سے جو کھ حیدر آباد اور سکھر کی جیلیں میں منتقل کر دیئے گئے تھے اس لئے انہیں کیا کرنے میں غیر معولی تاخیر سے کام لیا گیا۔ادھر تعقیقاتی تحمیش کی جانب سے شدید تقاصا ہونے لگا کہ ترکیک کے "روح رواں" اور مرکزی قائدین کی ااہور میں غیر موجودگی سے تعقیقات کا نظام متاثر ہورہا ہے لہذا تمام رمہنماؤں کو بلاتا خیر لاہور سٹرل جیل میں منتقل کر دیاجائے۔

ان شخصیات کی تشریف آوری سے قبل ایک شب نماز عشاء کے بعد ہمارے احاطے میں ایک نیا قیدی لایا گیا۔ جیل کے افسر نے تعارف کرایا کہ یہ مشہود ادیب اور علمی شخصیت "سید مبط حس" ہیں۔ ان کے نام سے تو متعارف تھا اور مختلف ادبی رسائل میں ان کے مصامین بھی لگاہ سے گزر چکے تھے۔ بالمشافہ ملاقات کا یہ بداموقع تھا۔

شیخ صام الدین صاحب اور راقم نے ان کا بڑی گرموشی کے ساتھ خیرمقدم کیا۔ ڈپٹی سپر نٹند من جیل امتیاز حسین نقوی صاحب ان د نول مجھ سے قرآن کریم مع ترجمہ بڑھ رہے تھے، انہوں نے خصوصی

احتیارات اور احترام استاد کے تمت ہمیں چار پا 'یاں فراہم کر دی تھیں ، مبط حمن صاحب چونکہ عشاء کے بعد آئے تھے صالحے کے مطابق ان کا بستر زمین پر بھیاجانا تھا۔

میں نے موجا یہ نامور ترقی پسند اورب اور مسازیلی شخصیت ہیں آج اگر صرف بھی اکیلے زمین کے فرش پر سوئے اور ان کی مو بودگی میں ہم جار پائیوں پر مواستراحت رہے تو دین علقے اور علماء کے طلاف انجی نفرت میں زبروست شدت آجائے گی- جنانچ میں نے اپنے مشقتی فتح دین صاحب سے کہا کہ میرا بستر تو زمین پر بچا دیا جائے اور میری جار پائی پر سبط حن صاحب کا بستر! لیٹنے سے قبل سبط حن صاحب کی نگاہ میر سے بستر پر پرمی تو دریافت کیا کہ آپ بہال تبتی زمین پر الیلنے کیول لیٹے ہیں ؟ یہ تو مناسب نہیں ہے۔ میں نے کھا۔ میری کھر میں کچمہ تکلیف رہتی ہے اس لئے زمین پر لیٹنے میں سکون ملتا ہے۔

میری اس توجیدے وہ پورے مطمئن نظرنہ آتے تھے۔ "اچھاجی"....کما اور اپنے بستر پر دراز ہو

كے-!

ے۔. صبح کو مبط صاحب نے مجھے بتایا کہ اس متعنی نے مجھے آپ کے زمین پرلیٹنے اور مجھے جار پائی عطا کرنے کی ساری تفصیلات بتا دی ہیں۔ آپ کے اس اطلاق و مبت سے میں بہت ستا تر ہوا ہوں، میں جذبات تشکر نوک زباں پرلاکراسکی خوشبوفسا میں تعلیل کرنا نہیں جابتا۔

بہر نوع۔ یہ طرزِ عمل اور معمولی اخلاقی مظاہرہ مبط حسن کے ساتھ گھرنے روا بطر کا موجب بن گیا۔ اسی
اثناء میں مشہور کیگی رہنماء عطاء اللہ جانیاں بھی مسٹر ممتاز دولتا نہ وزیر اعلیٰ بنجاب کی نخالفت کی پاداش میں
گرفتار ہو کر ہمارے ہی دیوانی احاطے میں لائے گئے۔ چند روز بعد ڈپٹی سپر نشنڈ نٹ جیل نے خوشخبری سنائی
کہ سکھر جیل سے مرکزی قائدین آج لاہور جیل کے اسی احاطے میں لائے جارہے ہیں۔ ۲۵ جولائی ۱۹۵۳ء کو
11 سبع صبح امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صدر مجلس عمل، اور سید
مظفر علی شمی سکھر جیل سے اور ۲۷ جولائی کو ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس آحرار آسلام پاکستان آمو اللہ بندا لو جی صدر جمیعت علماء پاکستان اور صاحبرادہ سید فیص العمن سجادہ نشین آلومہار شریعت حیدر آباد
عبدالحامد بدا یونی صدر جمیعت علماء پاکستان اور صاحبرادہ سید فیص العمن سجادہ نشین آلومہار شریعت حیدر آباد

لاہور سنٹرل جیل میں ان عظیم الرتب اور جلیل القدر شفعیات کا اجتماع تاریخی نوعیت کا تھا۔ مختلف کا اجتماع تاریخی نوعیت کا تھا۔ مختلف کا سات فکر کے دینی اور ملی رہنماؤں کی اتنی بڑی تعداد کو شاید ہی قبل ازیں یکجا ہو کر پیش آمدہ سائل پر اجتماعی فکرو تد ہر کا موقع ملاہو۔ بیط حسن صاحب کو تحریک ہے اگرچ کوئی دلیسی نہ تھی گر ہماری شب وروز کی مصروفیات، باجماعت نمازیں مکاتب فکر کی اماس پر الگ مصروفیات، باجماعت نمازیں مکاتب فکر کی اماس پر الگ الگ آئمہ کی اقتداء میں اداء ہوتی ہیں) اور مسئلہ ختم نبوت کی بابت یکا نگت فکر اور باہم دگراحترام عظمت، محبت واخوت کے باتھ ایک آئمہ کی احترام عظمت،

باجماعت نمازوں کے حوالے سے اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترکیک تعفظ ختم نبوت کے یہ مرکزی قائدین جب دیوانی اعاطے میں تشریف لائے تھے تو حضرت شاہ جی نے امامت کے لئے سولانا ابوالسنات کا بازوپکڑ کریہ کھتے ہوئے مصلے پر کھڑا کر دیا، بڑے میاں! یہ فریصنہ مستقل طور پر آپ انجام دیں گے۔

مولانا ابوالمنات نے مقتدیوں کی جانب ایک نگاہ ڈالی-میں ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے میرا بازو پکڑا اور اپنی جگہ مصلے پر کھڑا کرتے ہوئے فرمایا- یہ خدست مستقل طور سے آب انجام دیں گے۔ چنانچہ ان بزرگول کی موجود گی میں لماست کا شرف مجھے عاصل ہوا۔ اور جب تک لاہور سنشرل جیل میں رہا فقیر اس سعادت سے سر فراز رہا۔

مقتدیوں میں مندرجہ بالا مرکزی قائدین کے ساتھ سولانا ممد علی جالند حری، مولانا لال حسین اختر، مولانا ممد حیات فاقع قادیان- مولانا سید نور الحن شاہ بخاری جنرل سیکرٹری تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان، ملک عبد الغفور انوری، مولانا ممد شریف جالند حری، سائیں ممد حیات پسروری اور دیگر شفصیات دوش بدوش تعین- تعصب یا کشمکش کا کوئی تصور بھی موجود نہ تھا- دیو بندی مکتب فکر کے امام کے پیچھے سب متحد و متفق تھے-

غرصکہ اس مجنس زندانیاں اور ممغل روعانیاں میں سبط حن خوب مُحل مل گئے تھے۔ ہمارے روا بط میں مُجمرائی اور گیرائی کا اصافہ ہورہا تھا ایک روز نقوی صاحب کو مجھ سے ترجہ قرآن کریم پڑھتے دیکھ کر کھنے لگے عابد صاحب! علماء اور دینی پیشواؤں کی بابت قبل ازیں میری رائے کوئی اچھی نہ تھی۔ گر آپ کے ان بزرگوں کی زیارت کر کے اور آپ حضرات کو بہت قریب سے دیکھ کر میری رائے یکسر تبدیل ہوگئ ہے۔ جی جاہتا ہے کہ میں بھی آپ سے عربی زبان سیکھنے کے لئے آپ کی شاگردی اختیار کرلوں۔ میں سے کہااس سے بڑی سعادت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

یں انہ در انہ وں کے مجد سے عربی اور میں نے ان سے انگریزی پڑھنا شروع کر دی۔ رات کو عثاء کے بعد اور صبح کی سیر کے وقت ہم دو نول جیل کے احاطے میں جہل قدمی کرتے وقت باہم دگر عزبی ور انگریزی میں ہی گفتگو کیا کرتے تھے، مبط حس نے چند اہ کے اندر عربی زبان پر خاصا عبور حاصل کرلیا تعا۔

#### دلچسييان:

سبھ من اورور میں روسے روسی و سری میں است کیں تو میں نے ازراہ تفنن طبع عرض کیا الدین نے بعولوں کی کیاری کے ساتھ آم کی گھلیاں کاشت کیں تو میں نے ازراہ تفنن طبع عرض کیا شیخ صاحب! لگتا ہے آپ جیل طانے میں طویل مت تک شہر نے کا ارادہ رکھتے ہیں جبھی تو آپ نے یہ "مرار سالہ"منصوبہ ضروع کیا ہے۔میرا یہ جملس کر مفل زندانیاں زعفران زار بن گئی۔

شام کے وقت دوسری بار کوں اور جیل کے دیگر اطاطوں کے نظر بند بھی ارباب جیل کی اجازت سے بغرض ملاقات آکئے تھے۔ ایک شخصیت ہمارے اطاطے میں جب بھی قدم رنجہ فرماتی۔ تو "رہائی" اٹھا موضوع سن ہوتا تھا، آج فلال صاحب کی رہائی آگئی ہے، کل فلال صاحب جا رہے ہیں۔ اور ان شاء اللہ ایک روز ہماری "دہائی" کی باری بھی آجائے گی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ جیل ظانے کے اوپرے شہری ہوا ہاری کا چھوٹا ساطیارہ نیچی پروازے گزرا۔ تواس شخصیت نے حیریت ناک تھے میں پوچا!

علىدصاحب! دينكما آپ نے يہ جماز كس قدر يجي برواز سے گزرا ہے- ضرور كوئى فاص بات ہے-

میں سے کہا ہاں دراصل حکومت کے کارندے اس میں سوار ہو کر جیل میں ہونے والی ہماری گفتگو سننے آتے۔ ہیں۔ اور یہ ویکھتے ہیں کہ جیل کے اندر اب ہماری سر گرسیاں کیا ہیں؟ کیونکہ رہائی کے احکام ہمارے طرز عمل کی بنیاد پر ہی صادر ہو نگے۔ اسکی یہ رپورٹ تیار کرتے ہیں۔

بس آپ مُطَمَّنُ ربیعے۔ بہت جلد آپ کی رہائی کے اسکام بھی صادر ہوجائیں گے۔ کیونکہ سال گزرجانے کے بعد اب کس بناء پر حکومت ہماری نظر بندی میں توسیع کرے گی؟

سیں نے انسیں پوری متانت اور سبیدگی کے ساتھ یہ جواب دیا- سبط صن صاحب بنی صبط نہ کر سکے تو لوٹ پوٹ اسٹ مخرے میں چلے گئے۔

اتنے میں "وہ صاحب" اپنے دارڈ کی جانب دالی بھے گئے تو سبط صاحب نے کرے سے باہر آ کر پوچا یہ کون صاحب تنے ؟

میں نے اٹا تعارف کراتے ہوئے مرام کھا یہ صاحب! محکمہ تعلقاتِ عامہ کے ڈا کریکٹر ہیں اور ہمیں جیل سے رہائی کی بشار تیں۔ اور تسلیاں دینے عمواً تشریف لاتے رہتے ہیں۔ مبط حن نے میری اس توجیہ پر زور دار قبہ گاتے ہوئے کہا یہ تعلقاتِ عامہ اور بشار توں کی اصطلاح بھی خوب رہی ہمر نوع۔ جیل کھی دون اور جیل کی راتیں ہم نے بنسی خوش، اور خوش مراجی کے ساتھ بسر کی تعییں، اور بزرگ وخورہ سب حضرات خوب سے خوب ترتے۔

نیریہ بشارت بھی مسرت افزا ہوگی کہ جیل خانے میں ہماری بیڈمنٹن اور والی بال کی ٹیم بھی موجود تھی- اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں اور کار کنوں پر مشتمل بم کمیس وارڈ کی ٹیم کے ساتھ بروز جمعہ ہمارا میج ہوتا تھا- نتیبئہ جماعت اسلامی کواسی صورت عال کا سامنا کرنا پڑتا تھا جو باہر سیاسی میدان اور الیکٹن کے ختائج کی صورت میں اسے دربیش ہوتی ہے-

جیل فانے کے لطائف وظرائف کی بات جمرسی ہے توایک دلیب بات اور بھی س لیجے۔!

جماعت اسلامی کے بانی اسیر سید ابو الاعلیٰ مودودی اور جمیعت مکماء پاکستان کے رہنما مولانا عبدالستار طال نیازی کو مارشل لاء کے تحت پہلے بیانسی کی سرائیں سنائی گئی تعین جو بعد ازال ۱۴۳-۱۴۱ سال قید بامشت میں تبدیل ہو گئی تعیں۔ جیل خانے کے اندر قید معنی گزارنا مشل اور قید باشقت اچھی رہتی ہے۔ مولانا مودودی کو یہ مثقت دی گئی تعی کہ روزانہ الجھے ہوئے ڈیک (کافذ باندھنے کے دھاگے) کی گتمیاں سلما کرصاف کر کے اُلگ الگ باندھ دیا کری۔ اور مولانا عبدالستار خال نیازی کو جرفہ کا تنے کی مثقت دی گئی تھی۔ جیل کا ایک افسر راوی ہے کہ

یں میں بر بندہ من جیل شیخ اکرام صاحب اٹھنتان کے دورے سے حال ہی میں آئے تھے، انگرنز حکم اندوں کے طور طریقے اور ان کے لب و لیم کی جیل ان میں رچ بس گئی تھی۔ آئے ہی جیل خانے کا سمائند کیا۔اس دوران مولانا مودودی صاحب کے وارڈ میں چلے گئے، مولانا کے ساتھ تو نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ بیش آئے۔البتہ مولانا عبدالستار خال نیازی کے ساتھ ان کی گفتگو کا انداز فرنگیوں جیسا تھا۔ مولانا نیزی چرفہ کاتنے کی مشقت فرمار ہے تھے روئی کی انجیا کیڑتے اور موٹا ساسوت کات کر بے جنگم سے دھاگے کا دھیر لگادتے تھے۔

شیخ صاحب۔!(صاحبوں کے لیجے میں) نیازی صاحب۔دیکھیے آپ موٹاسوت کات رہے ہیں۔! مولانا عبدالستار طال نیازی نے اپنے روائتی پاممدار لیجے میں جواب دیا ہاں شیخ صاحب…. تاکہ تہاری سمجھ میں آ حائے۔

جیل سے رہانی

بہر نوع سال گزرنے پر حکومت نے اندازہ لگا لیا کہ باہر تحریک کا رور ختم ہو گیا ہے۔ اور حالاتِ بجاب کا تحقیقاتی محمن اپناکام کررہا ہے۔ تو سیفٹی قوامین کے تحت نظر بندوں کی مدت میں توسیع کے بجائے رہائی کافیصلہ کرلیا گیا تھا۔

صبِ ترتیب میری نظر بندی کی مدت بھی ختم ہو گئی توارباب جیل نے صبح ناضتے کے وقت اطلاع دی کہ آپ کی رہائی کے احکام بھی آگئے ہیں۔ میں نے اسے مذاق سمعا۔ اور اپنے معولات میں آگ گیا۔ ات میں ڈیوڑھی سے پعر طلبی ہوئی کہ جلدی کو۔ ہم نے جیل کا سب اچھا کھنا ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ رہا ہونے والے کو اعالمہ جیل سے باہر کر کے قیدیوں کی گئتی پوری ہونے پر سب اچھا کا اعلان کیا جاتا ہے) جنانجہ سامان سمیٹا بزرگوں اور وفقاء زنداں سے علیک سلیک اور دھاؤں کے ساتھ جیل فانے سے باہر آ

#### بيحثي اسير توبدلاموازمانه تعا

قیام پاکستان کے بعد جونکہ مظفر گڑھ میں رہائش تھی۔ گھر گیا۔ اور چند روز کے بعد ہی واپس لاہور آ کر حضرت شاہ جی اور سبط حسن صاحب کی خدمت میں کچھ چیزیں جیل خانے میں بھجوائیں۔ وصول کر کے سبط حس صاحب نے لکھا

"المنجد اور میشمی روٹمیاں ملین ، ایک نے دیدہ وعقل کوروش کیا تو دوسرے نے کام ودین کولذہ 🕝

بنٹی! بیائی آپ کا اور آپ کی پر طوص محبتوں کا تکریہ ادا، کرنے کے لئے الفاظ کھال سے الوّل، صبح چار سبح اشتا ہوں، چائے کے ساتھ بیٹھی روٹیاں خوب مزہ دیتی ہیں، کھاتا ہول اور بیائی کو دھائیں دیتا ہوں۔ بھر عرفی پڑھتا ہوں اور المنجد کی ورق گردانی کرتا ہوں، بیٹھی روٹیوں کے بارے میں شاہ صاحب کا فرمانا ہے کہ ان کے مقابلے میں تو تھم دین لاہور کے بسکٹ گوبر کے اوبلے معلوم موتے ہیں۔

امید ہے آب یونی دولت کی زکواہ کالے رہیں گے۔" (اقتباس)

ربط حن صاحب کے ساتھ سلسلہ خط و کتابت جاری رہا، ان کے کمتوبات علم و ادب کا شاہکار اور گرا نقدراد بی سرمایہ ہے-ان شاءاللہ بھر کی وقت اِن کی اشاعت کا اہتمام ہوگا-

بھر نوع۔ مبط حن صاحب بھی رہا ہو گئے اور پروگر یسو بیسپرز لمیٹھ کی مطبوعات پاکستان ٹائمز اور امروز کے دوش بدوش ایک سفر د معیار کے ساتھ شائع ہونے والے ہفت روزہ لیل و نہار لاہور کے ایڈیٹر مقرر ہوگئے تھے۔ تمریک تعفظ ختم نبوت کا ترجمان مجلس احراد کاروزنامہ آزاد لاہور چونکہ سال بھر کے لئے جبراً بند کیا گیا تھااسکی تجدید ڈیکلریشن کے لئے کسی طور پر بھی عکومت آبادہ نہ ہوسکی۔

اندری طالات میں نے لاہورے "سار بان" کے نام سے ہفت روزہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ کئی اہ

کی صبر آزما کوشش کے بعد ڈیکلریشن مل گیا۔ تواس کے پہلے شمارے کے لئے میں نے سبط حس صاحب سے محچہ لکھنے کی فرمائش کی۔ جس پر انہوں نے ایک فکر انگیز مختصر مضمون تمریر کر کے عنایت فرمایا۔ جو "سار بال " کے شمارہ اول اگت ۱۹۵۸ء میں پر انی قدریں کے زیر عنوان شائع ہوا تما۔ طاخطہ فرمائیے۔

## پرانی قدریں

میرے دیرینہ کرم فرہا اور استاد جناب جابد الحسینی صاحب "ساربان" کے نام سے ایک ہفت روزہ جاری کررہے ہیں۔ استاد محترم نے مجھے حکم دیا ہے کہ ساربان کی بہلی اشاعت کے لئے میں بھی مجھ لکھوں۔
میں پرانی وضع کا آدی ہوں۔ اس لئے استاد کی حکم عدولی کو معیوب سمجھتا ہوں استادی شاگردی کا رشته اگراس کا احترام کیا جائے وہ پرانی شفقت اور محبت کا احترام کیا حترام کیا جانہ نہ استادوں میں وہ پرانی شفقت اور محبت باقی رہی ہے۔ اور نہ شاگردوں میں استاد کے احترام کا اصاس رہ گیا ہے، نہ استاد کو شاگرد سے ہمدددی ہوتی ہے نہ شاگرداستاد کی باتوں پر کان دحرتے۔ گر میں تو پرانی وضع کا شاگردادرمیرے استاد ہمی خوش قسمتی سے پرانی قدردن ہی کے پرستار ہیں!

. براری شاگردی استادی کا قصد بھی نہایت دلیپ ہے۔ بید ان دنوں کی بات ہے جب سکیورٹی آف یا کتان ایکٹ کے تمت نظر بندی کے دن لاہور جیل میں گذار رہا تما- دفعتاً سارے ملک میں ایک بلیل مج گئی- میں ان و نوں منگری جیل میں تھا۔ اخبار پر طعتا تو ذہن کی عجیب کیفیت ہوتی۔ پھر نعروں سے جیل کی دیواریں بلنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جیل کی بیبت ناک اور سندان فعنا میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے۔ آس پاس کے دیمات اور قصبوں سے نوگ ہزاروں کی تعداد میں نظر بند ہو کر آنے گئے۔ ان میں سفیدریش بزرگ بھی تھے۔ جوانی کے تحول میں سرشار سورہا ہی، اور خوردسال او کے بھی۔ ان کی اکثریت زراعت بیش تھی سیدھے ساوے لوگ، بعولے بھالے لوگ، نہ سیاست کی شطر می جانوں سے واقعت، نہ رموز مملکت سے آگاہ، ان کو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کس جرم کی سزامیں اندر لائے گئے ہیں، ان میں سے شاید ہی کسی نے جیل کی زندگی گزاری ہو۔ بھر وزار تیں ٹو شے لگیں اور بارخل لاء کی مسوم ہوائیں جلے لگیں اور فعنا تاریک سے تاریک ترموظ ختم نبوت)

اسی درمیان میں مجھے منگری جیل سے لاہور جیل منتقل کر دیا گیا بھال چھے مہینے ایسے گذر ہے جن کی یاد

مجھے برا بر تراپاتی رہتی ہے۔ حس اتفاق دیکھیئے کہ پاکستان کے چوٹی کے عالموں کو اسی بارک میں لایا گیا جہال

میں مقیم تھا۔ مولانا ابوالحسنات، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالحامہ بدایونی اور مولانا محمد علی جالنہ حری
و عمیرہ اس محفل روحانیاں میں مجھ جیسے گہگار کی رسائی سیرے لئے فیض و برکت کا پیغام لے کر آئی۔ مولانا

الحطاء اللہ شاہ بخاری کے کارناموں سے تو میں مدت سے واقعت تھا۔ لیکن ان کی خدست میں نیاز جیل ہی میں

الحطاء اللہ شاہ بخاری کے کارناموں سے تو میں مدت سے واقعت تھا۔ لیکن ان کی خدست میں نیاز جیل ہی میں

الحسان تو سبی اس شع محفل کے پروانے تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مولوی صاحب کو

ملی ہے۔ یول تو سبی اس شع محفل کے پروانے تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اتناخوش مزائ ان سے بڑھی عقیدت و وابستگی ہے، اور شاہ صاحب بھی ان کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔ یہ نوجوان اتناخوش مزائ اور نیک طبع تھا کہ رکا برت کے بجائے اسے محبت کرنے کو جی جابا اور رفتہ رفتہ ہم دوست ہوگے، اسکانام مجابد المسینی تھا۔ مگر شاہ صاحب اسے یوسف کھہ کرکیا رہے تھے۔ (۱)

یمال مجابد السینی صاحب میرے استاد بنے۔ اور چھے مینے کے اندرا نبول نے مجھے آتی عرفی بڑھادی کہ میں تر آن ضریعت کی عبارت کو بلا ترجے کے آسانی سے سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ یوں تو ہر استاد خواہ وہ سخت گیر ہویا نرم دل، لائن احترام ہوتا ہے لیکن ایسامشفق استاد جس نے جیل کے اندر عربی زبان سکھائی ہو مجھے کتنا عزیز ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ یہ چند سطریں دراصل اعتراف محبت اور اظہار عقیدت کے طور پر کھدرہا ہوں ورنہ اپنی مصروفیتوں کے باعث نہ میرے پاس مضمون کھنے کے لئے وقت سے۔ اور نہ مولان جابد السینی کو ماربان کے صفحات خراب کرنے کی ضرورت۔

، میری دھا، 'ہے کہ ماربان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو اور قوم کے گم کردہ راہ کاروال کو ترقی اور آزادی کی مغزل کی طرف رہبری کرنے کا فرض خوش اسلوبی سے ادا کرے۔ (سبط حس ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء) ایک وہ سراخط ملاحظ فرمائیے۔ جس میں حضرت امیر همریعت کی علائت کا سن کر ان کی صحتیا بی کے لئے دعا کی اور حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں خط بھی ارسال کیا تھا۔

بتوسط - نواب زاده امتياز على خال

٩ ٢ لارنس رو ڈلاہور

استاد محترم سلام شوق

بساب کورٹ نامہ طا- میں نے کیمبل پورگی جیل ہے آپ کو کئی خط لکھے لیکن غالباً معروفیت کے سبب

از گی یونی اعراف میں گررے گی۔ دو توک فیصلہ ہوجائے اور انشاء اللہ ہمارے حق میں ہوگا۔ تو

یر مجھ سوچا جائے۔ اب کے میراحتی ارادہ محسیتی بارٹی کا ہے چنا نچہ اس کوشش میں ہول کہ مہیں

تعورہی سی زمین الاف ہوجائے۔ تعلی میں سی۔ تو پعرایک جمونیٹری بنا کر زداعت ضروع کروں۔

مورٹی سی زمین الاف ہوجائے۔ تعلی میں میں۔ تو پعرایک جمونیٹری بنا کر زداعت ضروع کروں۔

کا شخ صاحب(۱) سے لئے گیا تعاکم لیڈر لوگ گھر پر کب لئے بین خط بھوڑ آیا۔ پھر کی دن جاول محل شین بعر

کا۔ سنا ہے شاہ صاحب قبلہ علیل بیں۔ خدا اسمیں جلد صحت دے۔ ان کا پورا بیتہ معلوم نہیں بعر

ہوں ماتان کے بتہ پر خط لکھ رہا ہوں۔ خالیا کل جائے گا۔ آپ ملیں یا خط کھور تھیں تو میرا بست بست اداب کہیئے گا۔ آپ الہور آنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔ میں رہائی کے دو مرے دن ہی بیمار ہو گیا۔ یہی نزلہ رکام بخار اگر اب بالکل اچا ہوں۔ پرسول بہاں بارش ہوئی جی سے موسی کو نہایت خوشگوار بنا دیا ہے۔ مردی کم ہوگئی ہوئی ہے۔ کیمبل پور میں تو قیاست کی مردی پڑتی تی۔ معمون غرق میں۔ مفصل خط بعر لکھوں گا۔

آپ کاسبط محن تی مفری ۱۹۵۳مری ۱

چند سال بعد لیل و نہار بند ہو گیا۔ سبط حن صاحب تصنیف و تالیف کے کام میں انہماک کی وج سے بیمار پڑ گئے تھے۔ ان دنوں میں وہ سیکلوڈ روڈ پر واقع علامہ اقبال اکیڈمی کی گئی میں کمیونسٹ یارٹی کے دفتر میں مقیم تھے۔

مجھے ان کی سنت بیماری کی خبر لمی تو حضرت شاہ جی کی مدست میں اسکا تذکرہ کیا۔ شاہ جی ان و نول حاجی دین محمد صاحب کے کارخانے واقع بادامی باغ لاہور میں شمہرے ہوئے تھے شاہ جی نے سبط حس کی بیماری کا سن کر فرمایا۔

اسکی عیادت کو جانا جایئے۔ وہ کمال شہرے ہوئے ہیں؟ میں نے رہائش گاہ کی معلوات فراہم

کیں۔ تو شاہ جی نے توقف کے بعد فرمایا۔ تیمارداری مسنون ہے۔ ہمارا اطلقی فرض بھی ہے کہ اینے جیل کے اچھے سابتی کی عیادت کریں!۔ ِ

بہتے ہیں۔ چنا نجیشاہ جی! ماجی دین ممد کے بڑے اوا کے عاجی ممد احمد کی کار میں سیکلوڈروڈاں بلڈنگ میں پہنچے۔ گرینہ

گئے۔!

بلڈنگ کی بہلی منزل میں روزنامہ کو حتان لاہور کا دفتر تھا، اخبار کے عملے نے شاہ جی کو دیکھتے ہی چیف ایڈنگ کی بہل چیف ایڈیٹر جناب نسیم عجازی کو مطلع کیا، اناً فاناً سارا عملہ شاہ جی کے کئے سرایا استقبال تھا۔ نسیم صاحب نے سمجاشاید شاہ جی کو صتان کا دفتر دیکھنے اور ان سے طاقات کو تشریف لائے ہیں

اتنے میں شاہ جی نے میری جانب دیکھا تومیں نے اوپر کے جصے میں جانے کا اشارہ کیا-

کو صنان کے ایک رکن ادارہ نے کہا۔ کہ اوپر تو تحمیونٹ پارٹی کا دفتر بے شاہ جی نے فرمایا۔ مجھے

مكان سے نہيں مكين سے غرض ہے۔ اور ميرا تو يد ديني فريصنہ ہے كہ

علىٰ حفرة من النار

جمم کے کنارے پر بھی کوئی کھڑا ہوگا تواہے بجانے کی کوشش کروں۔

چنانچ حضرت شاہ می اوپر دفتر میں تشریف لے گئے۔ کو حستان کے عملے کے بعض اہم ارکان ہمی ہمراہ تھے۔ سبط حن صاحب سیماری سے ندھال بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ شاہ می کو دیکھتے ہی چاریائی سے اچل کر کھڑے ہوئے۔ والهانہ انداز میں شاہ می سے جبک کر سلام کیا۔ اور گلو گیر لہج میں کہا شاہ می! بوس خور سور ان آپ کی کرم فرائی کا بے مد ممنون ہوں۔ میری جانب متوجہ ہو کر سط حن صاحب لے کہا میری جانب متوجہ ہو کر سط حن صاحب لے کہا

آب نے خواہ خواہ شاہ جی کو زخمت دی، مجھے شرمندہ کیا۔ مجھے حکم دیا ہوتا اسی مالت میں شاہ جی کا نیاز ماصل کرنے ماضر ہوتا۔ اور مبط حن کی انکھوں میں عقیدت و احترام، اور محبت کے آنو تیر گئے تھے۔

رہائشی الاممنٹ کی پیشکش

میاں افتحار الدین ترکیک آزادی کے متاز رہنما اور خاہ صاحب کے ملتہ احباب و ارادت ہیں سے تے وہ پاکستان کی مرکزی وزارت ہایات پر فائز ہوئے تو ایک روز خاہ صاحب سے فاقت کے لئے تشریف لائے، تدوم البحال کی مرکزی وزارت ہایات پر فائز ہوئے تو ایک روز خاہ صاحب ہدید ملتان اور دوسرے رسما ہوا ہتے۔ خاہ صاحب مجری روڈ محد شمی خطر میں اور دوسرے رسما ہمان تنگ ملی میں واقع تھا وروازے مک ہمینے کا راستہ کی شااور لینٹوں پر قدم رکد کر بہنیا ما سکتا تھا۔ کی لائے نے کہ اللہ علی مان تنگ میں مان میں مان تھا۔ کی لائے نے فاور وازے کے بہنے کا راستہ کی شااور لینٹوں پر قدم رکد کر بہنیا ما سکتا تھا۔ کی لائے نے آکر اطلاع دی کد ایک کار محدثی والی آئی ہے وہ کہ (شاہ صاحب) کا نام لے رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے مجھ فریا دیکھو! کوئی وزیر آ کا موگا۔

میں نے ہاہر گئی میں دیکھا تو میاں افتخارالدیں مقامی عمائدی اور انتظامیہ کے ہمراہ آرہے تھے۔ اسوں نے آتے ہی علیک سلیک کے بعد ستعب ہو کرشاہ صاحب سے کھاشاہ جی۔۔۔ آپ یہ کمال آکر بیشر گئے؟ آپ ایک در خواست لکعدیں میں اسی آپ کے نام کوئی بڑی کوشمی یا اچاہ سمجے کمال الاٹ کر دیتا ہوں۔ شاہ صاحب نے سال افتخارالدین کو جواب دیتے ہوئے فرایا۔

با بوافتخار---- تم مجھے اچمی طرح جانتے ہویں مشکار اور خطا کار ہوں میرارب ستار و غنار ہے۔

میں نے زندگی میں ایک گناہ ہر گز نہیں کیا ہے اس سے میرا دامن پاک ہے۔ اور وہ یہ کہ ---- میں نے کمی کی حکران کے حضوریہ نہیں لکھا-

" فدوی کی درخواست یہ ہے "

اگر میں نے یہی گناہ کرنا ہوتا تو پسر "انگریز بهادر" کے حضور درخواست پیش کرتا میری بے شمار وسیع و عریف کوشیاں ہوتیں۔ کئی مربعے زمین کا مالک ہوتا نو کر ہا کر میرے ادد گرد ہوتے، کئی دربان میری جو تھٹ پر دست بستہ ایستادہ رہتے۔ اور قمارے سمیت کوئی بدوں اجازت میرے آنگن میں مبائکے کی جدارت نہ کرسکتا تھا۔

شاہ صاحب کا جواب س کر میاں افتارالدین اور ان کے ساتھی سرنگوں رہ گئے۔ برصغیر کا یہ سر بیاں خطیب اعظم سید عطاء اللہ شاہ بناری۔۔ اپنی خطابت کا جادہ اگر لہنی ذات کے لئے جاتا تو واقعی ان سے بڑا کوئی دولت مند لورصاحب جائیداد نہ ہوتا۔ گروہ قناعت پہند اور اپنی خاندانی روایات کے ابین تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس خانوادے کا خون میری رگ و بیا میں گردش کر رہا ہے ان کے گھرسے بھی کئی کئی روز بھک دھواں نہ اشتا اور حوال میر در بتا تیا۔

یه توسماراسرمایدانتخار اور طاندانی در شرید- الفقر فری-

غرضیکہ نہ توشاہ صاحب نے کس بھی حکومت سے محجد لیا نہ اس کے سامنے دست سوال وراز کیا تما اور نہ ہی کس نے آپ کی عظیم دین و بلی ضدات کے صلے میں کوئی سنعب عطا کرنے کی ضروریت مسوس کی تھی-

سكةا وجود ے آنکمیں مكتا صدق دروغ کی نشافي · ال يزدال تهيل تو آ د می کی جوافی 1121 ز ہے میں بڑھایے (عبدالحميد عدم)



خطبا عظم عرب کانغم مجم کی نے بس ناراہے سرجین حبیب اراہے مروغام سکرار ا بے حدیثِ مقرومی خیاورٔ زبان شنیارس په قربان استمبلرایسے جلسازوں کی بیخ و نبیا دومار ا ہے قرون اُولیٰ کی رزم گا<del>ہوں مُرتعن</del>ے کاعبلال ہے کر دبیز نمیذیں جمجھوں آہے مجاہروں کو گارا ہے بیُل کی لاکا نسے براسال می مصطفے کے باغی وغلے جندے گئے ہے بین غنیم بردندادائے میں سے چہرے کی کواستے ایبا محور کم اہوں کرجیے کو تربی ثنام ہو سنے کئی دیا جملار ہا ہے خلفووثوں کی خانقاہوں لِیک بجلی می کوند تی ہے ۔ نہوائے گو تندونیز کیکن جراغ اپنا حلا را ہے ' " وُه مرد در دبن حب كوى نے ديئے ہيں انداز خسوانہ ای کی فورت کو نک ہے۔ مفرسے تو ہا ہواز مانہ

شوررك مديئ

食

بروفيسر خالد شبير احمد

# کتنا ہے بہت محرم اسرار وفا یاد

حضرت امیر ضریعت سید عظاء الله شاہ بخاری رحمت الله علیہ کو ہم سے رحمت ہوئے قریباً چونتیں برس ہو بچکی ہیں۔ اس عرصے میں ایک لحمہ بھی شاید ایسا نہیں آیا جس لحے ان کی شخصیت کی گرفت و هملی برشی ہویا ان کی شخصیت کا سر مم ہوا ہو، یا ہمروہ یاد نہ آئے ہوں۔ اس بات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی شخصیت کتنی عظیم، کتنی پُر اثر اور کتنی پُر کشش تعی۔ گزرنے والا ہر لحم ہمیں ان کے زیادہ قریب کرتا جا رہا ہے۔ قط الرجال کے اس دور میں جب ہم لیسے جادوں طرف ایسی کوئی دوسری شخصیت نہیں پاتے جو آئی اہم، اتنی پر کشش، اور پروقار ہویا محم ان کم ان کے قریب تر ہو، تو پھروہ اور زیادہ یاد آتے ہیں اور دل و حیات کو تربا جاتے ہیں۔ غرصیکہ ان کی جدائی میں گزرتے ہوئے یہ ماہ وسال ہمیں بجائے ان سے دور لے جانے داخ کو تربا کے اور کہ لے آتے ہیں۔

یول دل نشیں ہوا ہے وہ روش صبیر شوص جاتا نہیں ہے دل سے روایات کی طرح

حضرت امیر فحریدت سے میرا تعلق خاطر میری رندگی کا وہ سمرایہ ہے جس پر بھے بجا طور پر فر ہے۔
انہیں ممض دیکھا ہی نہیں ہے بلکہ انہیں قریب ہو کہ جانجا اور پر کھا بھی ہے۔ وہ ہز لحاظ سے ایک بلند شخصیت تھے۔ جنہیں انسانوں سے بے بناہ معبت تھی۔ کی کا دل تورشا ان کے مسک میں نہیں تعابہ ہر قریب آنے والا یہی سمجھتا تعاکہ جنتنا شاہ جی اسے جاہتے ہیں اور کی کو نہیں چاہتے اور جتنا اس کے قریب بنیں اور کی کے قریب نہیں۔ جس فرو نے ، نہیں جتنا قریب سے دیکھا وہ ان ہے اتنا ہی متاثر ہوا۔ پھریہ تا ثر مارضی نہیں بلکہ ترمیب نہیں۔ جس فرو نے ، نہیں جتنا قریب سے دیکھا وہ ان ہے اننا کی متاثر ہوا۔ پھریہ تا ثر مارضی نہیں بلکہ مستقل ہوتا ہے۔ یہ ان کے خلوص می کا تو شہوت ہے کہ آج جب ان کے جانے والا اور ان کے پاس بیٹھنے والا فرو جب ان کی بات کرتا ہے یا انہیں یاد کرتا ہے تو اس کی آئی ہوتا ہے۔ بیاں کہ رسات ہونے لگتی ہے۔ بیں اکثر سوچتا ہوں کہ ایسا کہ ایسا کہ آج ان کی فرقت میں ترمیب میں اور بے اختیار لبول یہ یہ اشعار دوال ہوجاتے ہیں۔

کہال گئے وہ جنوں کشنا وہ دیوانے بڑے ادائ ہیں یارو خرد کے ویرانے عجب سرا ہے تیری مختصر رفاقت کی مجرے جہال میں اکیلے ہیں تیرے دیوانے حضرت امیر ضریعت رحمتہ اللہ علیہ کو جب میں نے بہلی دفعہ چنیوٹ میں دیکھا تو محض چھے سات برس کا بچہ تھا۔ اللی بخش شید (تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء) کے بیٹے خالد (جوان کی شہادت کے بعد بیدا ہوئے تھے) میرے ساتھ تھے ہم دو نوں احرار یو نیفارم میں ملبوس تھے۔ مجھے یاد ہے شاہ جی نے ہمیں بہت پیار کیا تعا اور دھائیں دی تھیں۔ وہ اس وقت الی بخش شہید جواحرار کی توکیک کشمیر ۱۹۳۱ء کے پہلے شہید تھے۔ کا ذکر کر کے ان کی جرات اور بہادری کو اپنے معیار کے الفاظ میں خراج تحمین بیش کر رہے تھے۔ اور ہم ان کے ذکر کر کے ان کی جرات اور بہادری کو اپنے معیار کے الفاظ میں خراج تحمین بیش کر رہے تھے۔ اور ہم ان کے مشکل اختیار کر کے مشکل نگ دیکھ درہے تھے۔ یوں مموس ہورہا تھا جیسے ایک باہتاب مجم انسان کی شکل اختیار کر کے اس سے زمین پر اتر آیا ہے۔ شاید چاند میں وہ رعنائی نہ ہوجواس مشکم ہجاند میں موجود ہے۔ وہ کیفیت وہ بہلی ملاقات کا اثر آج تک میرے وہدان اور میرے دل و دماخ کی گہرا ئیوں میں موجود ہے۔ وہ کیفیت وہ مرور شاید میں لیے الفاظ میں بیان نہ کر سکوں جو میں محوس کرتا ہوں۔ شاید کیفیت نام ہی ایسی شے کا ہے جو الفاظ کے نریخ سے اوراء ہو۔

آپ سے دوسری طاقات بھی تقسیم ملک سے پہلے جنیوٹ ہی میں ہوئی تھی جب ١٩٣٦ء کا انتخابی یُدھ اپنے عروج پر تعاوہ و جو بیوٹ ہی تعلیم علک سے پہلے جنیوٹ ہی میں ہوئی تھی جب ١٩٣٦ء کا انتخابی یُدھ مندی میں تعلیہ مندی میں تعارفان درانی کو آپ ملتان سے اپنے ساتھ لائے تھے وہ سٹیج پر آپ کے ہراہ تشریف فراجہ فراجہ مظہر نواز درانی احرار کے گلٹ پر انتخاب لڑرہے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ شاہ جی کی تقریر سے پہلے خواجہ عبدالرحیم حاجزم حوم نے اپنے مخصوص انداز میں پنجابی کی نظم پڑھی تھی۔

"لڑمان احرار نے ہی الکیشن والاجنگ"

بے پناہ مجمع تھالیکن اتنی ہی فاموشی ہیں۔ سب کی نظریں امیر ضریعت پر لگی ہوئی تعیں۔ آپ نے اپنی بازی پر حب معمول آخری تقریر فربائی اور لوگ عش عش کر اٹھے۔ یہ تقریر بھی اگر ایک انتخابی تقریر تھی کین آپ نے انتخابی سیاست پر بست محم تبصرہ کیا تعااور انگریز کے ذلہ خواروں کو زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہ پہلاموقع تھا کہ میرے دل میں انگریز دشمنی کا پودا کاشت ہوا اور آج خدا کے فعنل و کرم سے جب میں بوڑھا ہو رہا ہوں یہ پودا تناور درخت بن بچا ہے۔ ساری عمر جو کچھ پڑھا اور جو کچھ بھی میرے مشاہدہ اور تجرب میں آیا وہ سب کچھ اس بات کی تاکید میں ہے کہ "اس دھرتی پر ملت اسلامیہ اور است محمدید تا ہی گا کا سب سے بڑا وشمن انگریز ہی ہے۔ جو محجھ آپ نے اس وقت کہا، وقت کے اس میں سیاست کی تاکید میں کیا تھور بھی گناہ عظیم ہے۔ جو محجھ آپ نے اس وقت کہا، وقت کے اس سے میں انگریز ہی ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جو محجھ آپ نے اس وقت کہا، وقت کے اس سے میں انگریز ہیں ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جو محجھ آپ نے اس وقت کہا، وقت کے اس سے میں انگریز ہیں ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جو محجھ اس بے اس وقت کہا، وقت کے اس سے میں انگریز ہیں ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جو محبھ میں ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ عظیم ہے۔ جس سے خیر کی توقع کا تصور بھی گناہ علی ہیں ہو کی توقع کیا ہو تو کا تصور بھی گناہ علی ہو تو کی ہو تھی ہو تھیں ہو تھی ہو تھی ہو تھیں ہو تو تو تھی ہو ت

ساتمہ ساتمہ درست نابت ہوا۔
ہے حقیقت بس وہی جو تو نے کر دی تھی عیاں
اور سب کچھ وقت کی آئکموں میں تما مثلِ سراب
تجھ پہ جو الزام تما رد ہو گیا ہے وقت سے
تیرے کئتہ جیس ہوئے ہیں شرم سے اب آب آب

اس دفعہ بھی حضرت شاہ جی کا قیام اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں ہی تھا۔ جہاں پر ہر وقت لوگوں کا ایک جم عفیر موجود رہتا تھا۔ کچدلوگ اگر آپ کی معفل سے چلے جاتے تو کچھ آ بھی جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت شاہ جی کی معفل ہر وقت اپنے عروج پر رہتی تھی۔ میں بھی اس معفل میں اکثر موجود رہتا اور اپنی بساط کے مطابق آپ کی ما ہوں سے متنفیض ہوا کرتا تھا۔ نہ جانے وہ کیا جاذبیت تھی جو مجھ چلیے ناسمجہ کو بھی ان کی معفل سے اشحے نہیں دیتی تھی۔ ان کی گفتگو میں بلاکی جاشی تھی۔ لوگ ان با توں پر اکثر مر دھنتے تھے۔ ممفل میں بھی ان محف اوقات کیا اکثر اوقات تھر پر جیسی کیفیت پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ شاہ جی کسی سنبیدہ موضوع پر گفتگو کر بیشنے والے ہندی سے تولوگوں کی جمھم کی گھر ہو جایا کرتی اور جب کسی ہنسنے ہندانے پر آجائے تو ارد کر بیشنے والے ہندی سے لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی معفل میں آنجما تی سر مکندر حیات گرد بیشنے والے ہندی سے لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی معفل میں آنجما تی سر مکندر حیات گرد بیشنے والے ہندی سے لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی معفل میں آنجما تی سر مکندر حیات ورز براعلی بنجاب کا ذکر بھی آیا۔ بھے اب تک یا دسے شاہ جی فربار سے تھے۔

میں نے زندگی بھر کمی کے لئے بددعا نہیں گی۔ میری عادت ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کر دیا کرتا ہوں۔ میری فطرت کے ہی خلاف ہے کہ میں ذاتی استام کے بارے میں سوچوں۔ میری کوئی ذاتی دوستی یا ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ میری دوستی بھی خدا کے لئے ہے اور میری دشمنی بھی خدا کی رصنا کے لئے ہی ہے لیکن داتی میں نے زندگی میں کمی کے لئے بد دعاء کی ہے تو وہ سکندر حیات "اور اس جیسے دو تین آدمیوں کے لئے جس نے انتہائی سازشی انداز میں میرے خلاف مراسر جوٹا بناوت کا مقدمہ دار کر اگر جمعے پیانسی دلوانے کی ناکام کوشش کی۔"

یہ بات سکندر حیات کی رندگی کی ہے۔ اس کی موت اس واقعہ کے بعد ہوئی اور آج تک جو مجھداس خاندان سے موربا ہے۔ آپ کے سامنے ہے۔

شاہ می جب مبی چنیوٹ تشریف التے تھے مجھے اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔ کہونگہ ان کی قیام گاہ اور جلسہ گاہ میرے گھر کے قریب ہی واقع تھی۔ پھر شاہی بازار کے احرار رصنا کاروں کے ساتھ میر ارابط ہوتا تھا۔ جن کے دریعہ سے ناہ جی کے آلے کے کہ روگرام کا مجھے پہلے سے ہی علم ہوجاتا۔ شاہ جی جب مبی چنیوٹ تشریف لاتے تو آپ کی دو فرما تشین ہوا کرتی تعیں۔ ایک سعید کے چھوجنے دو سرے بنش الی کو کھیں سے الاؤ سعید کے چھوجنے دو سرے بنش الی کو کھیں سے الاؤ سعید میارے شرح وار ہوتے کہ جو کھاتا اس مہارے شرح وار ہوتے کہ جو کھاتا اس ہونٹ چالتارہ جاتا۔ شاہ جی کو یہ جنے بڑے ہی مرغوب تھے۔ چونکہ میں عربیں چھوٹا تھا بڑے احرار رصنا کار ان فرما کشوں کے لئے مجھے ہی دوڑا یا کرتے تھے۔

"بخش الهی" مهارے شهر کے ایک مشہور مجدوب تھے۔ چنیوٹ کی شنح برادری سے ان کا تعلق تھا۔ بخش الهی اپنی حالت میں مست گلیول اور بازارول میں اکثر محمومتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی لوگ بخش الهی کو تقریر کے لئے کئے تو وہ کی اونجی جگہ پر کھڑے ہو کر تقریر کرتا۔ لقریر میں مسلما نوں کو ان کی غیرت و حمیت کا اصاس دالتا اور سبے پردہ خواتین کی ہذمت کیا کرتا۔ اکثر اوقات یہ تقریر مرزائیوں کے ظلف ہوتی۔ لوگ اس پر است داد دیتے اور وہ داد وصول پا کر خوشی کا اظہار کرتا۔ کبھی کبنی یہ تقریر وہ اپنے تھرکی جمت پر محرات ہو کر بھی کہا تھا۔ جب وہ مرزائیوں کے خلاف تقریر کرتا تو مغلظات بھی بک دیا کرتا تھا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو کراس کی ان تقریروں کو بڑے خور اور دلیجی سے سنت تھے اور محت تھے کہ مجذوب لیکن بات درست کرتا ہے۔ حضرت شاہ جی جب بھی چنیوٹ تشریف لاتے بخش الهی سے ضرور طلقات کرتے تھے۔ نهاد عو کر جب بہی قیام گاہ پر تشریف فراہ ہوتے تو بخش الهی کو تلاش کرنے کو کھتے کہ اسے بلاؤ بھے اس سے ملنا ہے۔ یہ فریصۂ بھی قیام گاہ پر تشریف فراہ ہوتے تو بخش الهی کو تلاش کرنے کو کھتے کہ اسے بلاؤ بھے اس سے ملنا ہے۔ یہ فریصۂ بھی عبی ادا کرنا ہوتا تھا۔ یہ عمیب الفاق ہے جب میں تلاش کرنے کے لئے تکلتا تو سوچتا کہ ایک مجدوب آدی جس کا کوئی شکانا ہے نہ کوئی بتا آج گھر پروہ بیٹھتا نہیں اسے کیسے تلاش کرو تگا، وہ نہ جانے کہاں ہو نہوں کہ جس بھی میں ایسا سوچتا وہ مجھے کہیں نزدیک سے بی مل جایا کرتا تھا۔ میں خوش سے اچھل کراسے کھتا "او بخش الهی! عظاء اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے نزدیک سے بی مل جایا کرتا تھا۔ میں خوش سے اچھل کراسے کھتا "او بخش الهی! عظاء اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ شاہ بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ بھر بخاری آئے ہوئے ، بہت بھی طلاح اللہ بھر بھر اللہ باتوں ہو باتھ کوئی سے بھی طلاح اللہ بھر بھر بھر بند کرتا۔

"بان بان چلو چلو، بخارا، بخارا یار ہے یار ہے۔ بخاری کی بجائے وہ ہمیشہ شاہ جی کو بخارا کمتا تھا۔ میں نے کسی اس کے منہ سے بخاری نہیں سنا۔ میں اسے کیکر شاہ جی کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ شاہ جی جب اسے دیکھتے تو اشد کر کھڑھے ہوجا یا کر تھے تھے۔ بڑے انہماک کے ساتھ اس کے گفتگو فریاتے تھے۔ بغض اوقات یہ گفتگو فاصی طویل بھی ہوجا یا کرتی تھی لیکن کیا مجال کہ پاس بیشے ہوئے ذرہ بھی بور ہوں۔ بڑی ہو لچب باتیں ہوا کرتی تعیں۔ بخش ابھی شاہ جی کی ہر تقریر میں موجود ہوتا تھا۔ وہ بڑے خور سے آپ کی تقریر کوسنتا تھا۔ لوگ اس بات پر بھی حیران ہوتے کہ ایک جووب آدی جس کو وہ بڑے چین نہیں۔ کی گھنٹوں تک مسلل ایک بھگہ کرشاہ جی کی تقریر کیسے س لیتا ہے ؟

بع یاد ہے کہ ایک بار شاہ جی نے "ارشی انداس" ٹرین سے چنیوٹ بہنیا تھا۔ جورات کو تقریباً ایک سعین بر آتی تھی۔ میں اگرچ بچ تھا تاہم صد کر کے اپنے بڑے رصا کاروں کے ہمراہ اسٹیش پر استعبال کے لئے موجود تھا۔ میں حیران ہوگیا جب میری قاہ بنش الهی پربڑی جو ہم سے پہلے رات کو ایک بع سٹیش پر موجود تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی کھا۔ "بنش الهی "شاہ جی آ رہے ہیں۔ کھنے گا۔" ہاں ہاں بخارا بخارا ابنا یار ہے۔ یار ہے آرہا ہے۔" راہ چلتے ہوئے جب بھی لوگ سید عطاء الغد شاہ بخاری "کو ندہ گاتے توہ جواب میں رور سے زندہ باد کا نعرہ بلند کرتا اس کی آواز سے ایک گونج سی پیدا ہوتی تھی۔ ان دونوں (امیر ضریعت اور بخش الهی مجدوب) کے درمیان جو وجدانی اور روحانی تعلی کو معلوم نہیں۔

چنیوٹ میں شاہ جی کے سب سے قابل اعتماد ساتھی، ملک اللہ وتہ مرحوم تھے۔ جو بھی مدت تک مجلس احرار اسلام کے مقامی صدر بھی رہے۔ بلوچ خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ انتہائی زیرک اور بہاور انسان تھے۔

اپنے وقت کی پوری سیاسی تاریخ ان کے دماغ میں مفوظ تھی- کوئی اہم سیاسی واقعہ ایسا نہیں تھا جوملک اللہ د تہ مرحوم کی یاد سے باہر ہوتا۔ حضرت شاہ جی کے شیدا فی تھے۔ ملک کی آزادی تک شادی نہ کرنے کی قسم کھا ر کھی تھی۔ جنانجہ آپ کی شادی ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ ملک رب نواز ایڈوو کیٹ ان کے فرزند ہیں جو ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ملک اللہ دتہ تر یک تعظ ختم نبوت میں قیہ و بند کی صعوبتیں جمیل رہے تھے۔ ملک صاحب کے علاوہ ساللہ "ندز محمد" "شیر محمد آزاد" "ظہور احمد" "شیر محمد وسیر" "ندز محمد کیتھ" محمد حسین بمارے بازاد کے نڈر احرار رصا کارتھے۔ جوسارے شہر میں جماعتی کام کے لئے مشہور وسو وہ ستھے۔ ایک دفعہ شاہ جی چنیوٹ تشریف لائے توملک اللہ دیتہ صاحب کے گھریر ہی مقیم ہوئے۔ دوران قیام شاہ جی نے ملک صاحب کو کہا کہ کوئی دلیسپ بات سناؤ؟ " ملک صاحب نے انہیں اپنے بزرگ کا واقعہ سنا یا کہ جب فیصل آباد (لائل پور) نیا نیا بنا تھا تووہ اپنے ایک کم عمر بیٹے کو لیکر شہر جلا گیا۔ کہ نیا شہر دکھائے شهر میں گھوستے بعرفے بیہ باب سے الگ ہو گیا- باب نے اسے سیے کوانتہائی بریشانی کی حالت میں تلاش کرنا ضروع کر دیا۔ لیکن بچہ نہ ملا۔ اب یہ بھی اتفاق ہے کہ جب بھی وہ بزرگ کس سمت سے تھموم گھام کر آتا تو ساہنے اس کے فیصل آیاد کا گھنٹہ گھر آجاتا تیا۔ ایک طرف ہے۔ بچے کی گمشد گی کی پریشا نی اور دوسری جانب ہے یہ صورت عال کہ گھنٹر گھر ہر بار سامنے آجاتا- اسے مرید پریشان کررہا تھا- بالاخروہ گھنٹر گھر کے سامنے محرات ہو کر خصہ میں بولا- اے محمنٹہ محمر میر سے میے کو تو نے ہی گم کیا ہے- اسے تو نے ہی کہیں چمیار کھا ے۔ جب بھی میں اسے تلاش کرنے لگتا ہوں تو تومیرے رامنے آجاتا ہے۔ اور میرے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے؟ " بس ملک صاحب نے یہ واقعہ کیا سنا یا کہ شاہ جی مارے ، منسی کے لوٹ پوٹ ہوگئے اور دیر تک اس لطیفہ سے لطعن اندوز ہوتے رہے۔ رات کو جلبہ گاہ بہنچے تواپنی پوری تقریر کواس واقعے کے تناظر میں بیان کر دیا، پہلے جلسہ میں یہ واقعہ سنایا اور بھر انگریزی سامراج کولائل پور کے تکھنٹہ گھر سے تشبیہ دی اور پیج کو عظمت رفتہ کے ساتھ اور مسلما نوں کو باپ کے ساتھ تشبیہ دیکر بات بنالی کہ

سے سا مادود سے اس رہ بپ سے سات کے بید رب بی بی سات کے اس راستے کی کاش میں سر گردال ہیں لیکن اس راستے کی عظمیم رکاوٹ برطانوی سامراج ہے جو ہمارے راستے کورو کے کھڑا ہے۔ ہماری ہر ترکیب، ہماری ہر کوشش، ہماری ہر کاوش اس سامراج کی وجہ سے بہ ظاہر ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر ہمیں عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کرنا ہے تو پیر اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے پورے وسائل کے ساتھ برطانوی سامراج کے ساتھ گرا جائیں۔ اس کی طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیں جس کے بعد ہمارا راستہ صاف ہو جائے گا۔ اور ہمارا ابنی منزل مقعود پہنچنا آسان اور سمل ہو

جائے گا۔" ۱۹۳۵ء کا اواخر تنایا ہر طالباً ۱۹۳۲ء کا آغاز کہ ہم لوگ چنیوٹ سے دہلی نقل مکانی کرگئے۔ قبلہ والد ماجد محترم ندیر احمد مبیدی مرحوم وہاں پر کارو بارتنا۔ انہوں نے ہمیں مبی وہیں بلوالیا۔ ہم لوگ " جاند نی چوک" اور " بنی مارال " کے سنگم پر ایک مکان پر مقیم ہوئے- جال سے قتح پوری مجد چند قدم کے فاصلہ پر تھی۔ فتح پوری مجد کے او پر ''فتح پوری مسلم ہائی سکول میں مجھے سا تویں جماعت میں داخلہ ملا۔ ان د نوں مجہ پر مجلس احرار اسلام کا صون پورسے جو بن سے طاری تھا۔ یہ پوراعلاقہ مسلم نیگ کا گڑھ شمار ہوتا تھا۔ فتح پوری مسجد میں جمعہ کے روز مسلم لیگ کا پرچم لہرایا کرتا تھا۔ جبکہ جامع معجد دہلی میں مجلس احرار اسلام کا سرخ بلالی پرچم لہرایا کرتا۔ فتح پوری مسلم سکول میں بھی مسلم لیگ ہی جیائی ہوئی تھی۔ لڑکوں کی اکٹریت بھی مسلم لیگی ہی تھی۔ میں نے بھی باوجود اس صورت حالات سے واقفیت کے پہلے دن جب مسرخ قسیض پہن کر سکول جانے کا قصد کیا تو قبلہ والدصاحب نے مجھے ٹوکا اور کھا کہ "وہاں سکول میں سب اڑکے لیگی ہونگے۔ اور وہ پھر تجھے تنگ کریں گے " - لیکن میں نے ان کی ہدایت کو تسلیم کرنے سے اٹکار کر دیا - پہلے دن توہر لڑکے نے جمعے روک کر میری سرخ قمیض کی طرف اشارہ کر کے پوچیا "آبے تواحراری ہے کیا؟" میں نے سینہ چوڑا کر کے ہر ایک کو حواب میں کہا باں میں حراری ہوں دوسرے دن جھٹی کے بعد لڑکوں نے اکشے ہو کرممھے گھیرا اور باقاعدہ پٹائی کی۔ میں اکیلااور وہ بے شمار، اب مبر روزیہ ان کامعمول ہو جا تعا- تعداد میں کشرت کی وہ سے پلڑا ہمیشہ ان کا ہی جاری رہتا تھا اگرچہ میں بھی اپنی ہمت کے مطابق کچھہ نہ کچھہ تو مدافعت کرتا تھا- اب مجھے احساس ہوا کہ والد صاحب نے صمیح کہا تھا- اور یہ میری غلطی تھی- تاہم اب کیا ہوسکتا تھا ایک دن انہیں باقاعدہ منصوبہ کے تحت حوش دلا کرمیں اینے ہمراہ گھر تک لایا جو سکول سے کھیمزیادہ دور نہ تما اور اپنے جیا جان کواو پر سے بلالایا-چیا جان اس وقت ٹھیٹھہ پنجا بی لباس میں تھے۔ یاؤں میں سلیپر ، دھوقی ، لیبے بال ، سفید دیسی کرتا- انہوں نے جو لڑکوں کوللارا تولڑکے ڈر کے مارے کتابیں جھوڑ کر ہماگ گئے۔ دوسرے دن لڑکوں کو سکول میں سر گوشیوں کے اندر رکھتے ہوئے سنا۔

"اس کے پاس بدمعاش ہے اس کے قریب مت جائیو، نہیں تو قتل کروا دے گا۔ ہم بے نیا اکی قسم اپنی آنکھوں سے بدمعاش دیکھا ہے"

دراصل جس لباس میں لڑکوں نے بچا جان کو دیکھا تھا وہ وہاں بدمعاش پہننے تھے اور دہلی کے لوگ بدمعاشوں سے بہت ڈر<u>تے ت</u>ھے۔ خدانے اس طرح میری مدد کی کراب اسی سکول میں میرارعب تھا۔ اور کوئی لڑکامیری ہوا کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

دہلی میں جاتے ہی ہم نے اپنے سکال پر مجلس احرار اسلام کا پرچم لگا دیا تھا اور ہر جمعہ کو جاسع سجد میں نماز جمعہ پڑھنے جاتے۔ ہم سازے بھائی بیدل بلی ارال سے جاوٹری بازار ہوتے ہوئے جاسع سجد پہنچ جایا کرتے تھے۔ جمعہ کے روز جاسع سجد کے محراب کے قریب اور باہر صمن میں مجلس احرار اسلام کے برچم اسراتے ہوئے نظر آتے تھے جس سے یہ تاثر حام تھا کہ اس طلاقہ میں مجلس احرار اسلام کے حاسیوں کی اکثر یت ہے۔ ویے بھی احرار کے تمام جلے بالعموم اسی جاسم سمجد میں ہی ہوا کرتے تھے۔ شورش کاشمیری مرحوم کو سب سے پہلے اسی مبید میں دیکھا اور سُنا۔ میر سے خیال میں وہ فوجی بعرتی بائیاٹ کی تر یک ۱۹۳۹ء سے سات سال کی قید کاٹ
کر جو رہا ہوئے توسب سے پہلے دہلی تشریف لائے۔ ان دنوں دہلی میں سب احراری اکٹیے ہوئے تھے۔ شورش
سے پہلے امیر شریعت نے خطاب فرمایا۔ ملکئی سیاست پر احرار کا مؤقف تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا۔ آپ
نے اپنی تقریر کے بعد شورش کو بلایا جواس وقت مجد کے ہال میں ممراب کے قریب بیٹھے تھے۔ لیکن شورش
شاہ جی کے بعد تقریر سہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے برابر اثعار کر رہے تھے۔ بالاخر شاہ جی کے شدید اصرار پر
شورش آئے اور انہوں نے شاہ جی کے بعد تقریر کی۔ یہ شورش کی وہ پہلی تقریر متی جو میں نے سنی۔
شورش آئے اور انہوں نے شاہ جی کے بعد تقریر کی۔ یہ شورش کی وہ پہلی تقریر متی جو میں نے سنی۔

پر جب "آزاد ہند فوج" رہا ہوئی۔ ان سب فوجیوں نے اپنی پیٹی پرانی وردیوں میں ملبوس دہلی کے بازاروں میں مارچ کیا۔ آزادی اور سیماس تنا وہ جد حر بعی گرزتے لوگ سرا پاعتیدت بن جاتے ہے۔ آزاد ہندو فوج کے سپای جوش و خروش کی مثال ہے۔ اطمینانِ بعی گزرتے لوگ سرا پاعتیدت بن جاتے ہے۔ آزاد ہندو فوج کے سپای جوش و خروش کی مثال ہے۔ اطمینانِ قلب، اعتماد، عزم راسخ کی تصویر، قدم سے قدم طاکر کارچ کر رہےتھے۔ میں اس فوج کے ساتھ ساتھ تھا۔ وہ جمال جو حرج جاتے میں بھی ان کے ساتھ قدم طاتا نعرے لگاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ نہ جانے وہ کھال کھال گئے، لیکن وہ جمال جمال میں گئے میں ان کے ہراہ تھا۔ دل میں ایک عجیب جدبہ تھا۔ ہائے وہ کیفیت، آج بھی جب اس کیفیت کا اصاس کرتا ہوں تو مزاج عبیب رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اس رنگ میں فقط ایک ہی ترنگ موج زن نظر آتی ہے۔ اور یہ انگریز دشمنی کی ترنگ ہے۔ آزادی وطن کی آرزو، جس کا پودا اسپر ضریعت نے دل و دماغ میں بھی نگا دیا تھا۔

مبیع ہو یک مسید میں ملی اور کیپیش سگل اور کیپیش شاہواز کی رہائی کے سوقع پر ایک جلسہ عام کانگریس کے ریر اہتمام گاندھی گارڈن میں ہوا تعا-یہ بڑا عظیم الشان احتماع تعا- تاحد نگاہ انسان ہی انسان ستھ- انگریز دشمی کا اتناعظیم مظاہرہ میں نے اس سے پہلے کہی سبیں دیکھا تھا-

مجنس احرار اسلام وہلی نے بھی کیپٹن شاہنواز کو اسی و نوں شاہی سجد کے سائنے نکھی تلوارون سے سلای دی مالانکہ احرار رصنا کاروں پر پابندی تھی کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے باوجود جاسع سجد میں مجلس احرار اسلام کا جلسہ بھی ہوااور شکی تلواروں سے سلامی بھی دی گئی۔ جس سے کیپٹن شاہنواز نے خطاب کیا۔ میں اس جلے میں شریک تعا- سٹیج کے بالکل قریب کیپٹن شاہ نواز کے قریب پیشا ہوا تھا۔ کیا خوبصورت جوان تھا۔ چسرے کی سرخی میں بلاگی رعنائی تھی۔ قدوقات و لکش، تلاہ میں عقابی عزائم کی تصویر جملک رہی تھی۔ انہ از تحریر بے خوف اور بے باک تعا- معلوم ہوتا تھا کہ تقریر نہیں کردہا بلکہ سیدان جماد میں کھی کوئی بہادر تلوار جلا رہے۔ تقریر کا آغازی اس نے اس شعر سے کیا تھا۔

غازیوں میں بُو رہے گی جب تلک ایمان کی تیخ لندن تک چلے گی اہل ہندوستان کی آزاد مند فوج کے اس نڈر اور بہادر کلیٹن نے تقریر کرتے مونے کہا تھا۔

"ہمارے خلاف یہ ممض پراہیگنڈا ہے کہ ہم کانگرس کے بعض ہیں، ایسا نہیں ہے۔ ہم انگریزوں کے خلاف کانگریس کے ساتھ ہیں۔ اگر کہی طالات کا بہاؤ ہمیں اس مقام پر لے گیا کہ سلما نوں کے مفاد کے لئے کانگریس سے اشام وری ہوگیا توجس دلمعی کے ساتھ آج ہم انگریزوں کے ساتھ لڑرہے ہیں اسی دلممی کے ساتھ ہم آپ کو کانگریس کے ساتھ بھی لڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ہم پہلے سلمان ہیں بعد میں ہندوستانی"

اس بطیے کے بعد احرار رصا کاروں کے خلاف مقدمات بھی بنائے گئے کہ انہوں نے وفعہ ۱۳۳۰ کی خلاف ورزی کی ہے۔ شاہ نواز کو ننگی تلواروں سے سلامی دی ہے۔ اس کے اعزاز میں جلوس مرتب کیا اور جلسہ منعقد کیا ہے۔ بہر عال یہ تحصیل تواحرار رصا کار مدت سے تحصیلتے چلے آ رہے تھے۔ ان کے لئے یہ کوئی نیا مشغلہ نہیں تھا۔

جائع مجد دہلی کے جنوبی دروازے کے سامنے تمام سیاسی جماعتوں کے دفاتر تھے۔ ہر دفتر پر اس جماعت کا پرچم ہراتا تھا۔ ایک جمیب ساں تھا جو دیکھنے کے قابل ہوتا۔ مجلس احرار اسلام کا دفتر بھی یہیں پر تھا۔ ایک دن میں مسرخ وردی میں ملبوس دفتر احرار میں اکیلا بیٹھا تھا کہ صنیم احرار حضرت شیخ حیام الدین اللہ اللہ علیہ محتا اور خود اپنا تھارف کرایا۔ نہایت دھیے اور نرم لیج میں فربایا "مجھے حیام الدین اللہ اللہ کے توب آکر السلام علیم کھا اور خود اپنا تعارف کرایا۔ نہایت دھیے اور نرم لیج میں فربایا "مجھے حیام الدین توب سرا یا عقیدت اپنی عگھ سے اٹھر کر کھڑا ہوگیا تو انہوں نے مجھے بیٹھے رہنے کو کھا۔ میں انہیں اپنی توب پاکر نہایت خوش تھا کہ وہ بھی ان شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے زندہ باد کے نعرے عمواً ہم قریب پاکر نہایت خوش تھا کہ وہ بھی ان شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے زندہ باد کے نعرے عمواً ہم کا کیا دور انہوں ان کی مجزو کے کہ بیٹ جو انہوں۔ ان کی مجزو کے اس ان کی مجزو کے اس ان کی مجروب ہوں۔ ان کی مجروب ان کی مجروب ہوں۔ ان کی مجروب کو ان کو دو دیوار لرزتے ہوئے دکھا فی دئیے۔ انگریزی سام ان کر جو خوات کہ کیا یہ وہ کیا تو ان کی تقریب کی معنی تو دفعتاً ڈاکٹر اقبال لگار جوزیین سے آسمان تک کی فضا میں ایک ارتعاش بیدا کر دیتی تھی۔ لیے میں اکثرین سام ان کہ کیا یہ وہ شخص ہے جو مجمعے دفترا حرار میں ط تھا۔ ایسوں کے لئے نری اور کفر کے لئے اس بلاکی سنی تو دفعتاً ڈاکٹر اقبال کا یہ شروبی میں ابھرتا ہے۔

ہو طنتہ یاراں تو بریشم کی طرح زم رزم حق و باطل ہو تو نولاد ہے مومن

بلی ماراں کے عقب میں مشرق کی جانب ایک بہت ہی مشور کوچے "کوچے رحمان" ہے جس میں ایک بہت ہی بڑے وسیع مکان میں تمام احرار رہنما قیام پذیر تھے۔ یہیں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تشریف فرماتھے۔ میں اکثر چھٹی کے بعد گھر پر بستہ رکھہ کر چلا آتا یہاں اکا براحرار کی گفتگو سے مفلوظ ہوتا اور حضرت امیر ضریعت کی محافل کالطف اٹھا یا کرتا۔ شاہ جی اب مجھے میرے نام سے یکارتے۔ شبیر بیٹا کھتے اور بعض اوقات کی کام کے لئے بھی کھر دیتے جیسے گھر میں بڑے بجوں کو بازار کے کام کے لئے کھر دیتے ہیں۔ یہ رور کی طاقاتیں مجھے ان کے بہت قریب لے آئی تعیں۔ اکثر جب آپ گفتگو سے فارغ ہوتے تو مجھے جسم د بانے کے لیے کھتے۔ میں ان کی دو نوں با تعوں کی اٹکلیاں پکڑ کر ان کی ٹائکوں پر کھڑا ہو کرا نہیں دیا یا کرتا تھا۔ اس دوران وہ اپنی بلکی بھلکی با تول سے مجھے مظوظ فرما یا کرتے۔ ایک دن لتارہتے ہوئے اچانک میرا یاؤں ان کے پیٹ پر بڑا تو مکرا کر فرانے لگے" یوں نہیں بیٹا! یہ چیری وار کرتے ہو- جوری وار کرنا مردول کا شیوا نہیں ہے۔ مرد تولکار کر حملہ آور ہوتے ہیں" مجھے فرمانے لگے اب میرے بیٹ پر اپنے دونوں یاؤں رکھو-میں نے تعمیل ارشاد میں جب اپنا پاؤل ان کے بیٹ پر رکھا تو آپ نے اپنا پیٹ اس اثنا میں بھلا کر کس لیا تیا جومیرے یاؤں رکھنے کے باوجود مجھ سے بیچے نہ دبایا جاسا۔ پھرانہوں نے مجھے دوسرا یاؤں بھی اپنے پیٹ پر رکھنے کے لیے کھا میں نے اپنا دومرا یاوں بھی ان کے پیٹ پرر کھ دیا۔ حکم ہوا کہ اب میرے بیٹ کونیچے دیا و لیکن میرے زور لگانے کے باوجود بھی پیٹ نیچے نہ دبا توہنس دئیے اور دیر تک میرے ساتھ باتوں میں معروف رہے۔ اب میری سمومیں آتا ہے یہ سب کیدہ میرے لئے کرتے تھے۔ یہ ان کامزاج تنا کہ وہ لینے نخاطب کی عمر کے مطابق اس سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اسے اس دوران کسبی یہ احباس نہ ہوتا یا بعروہ کسی کویہ احساس نہ دلاتے کہ وہ کتنے عظیم انسان بیں ؟ وہ بچول کے ساتھ بجوں والی حرکتیں کر کے یہ تاثر دیتے کہ گویا وہ بھی ان جیسے یع ہیں۔ میں نے اکثر و بیشتر ان کی مجالس میں دیکھا کہ جب بھی ان کی محفل مین کوئی بچہ آ جاتا تووہ سب سے توجہ بطا کر اس بیے کی طرف متوجہ ہوتے اپنی زبان کو توتلہ کر کے اس سے باتیں کرتے۔وہ خواہ جتنی بھی اہم بات کر رہے ہوتے اسے روک کر آنے والے بیجے کے ساتھ باتیں کرتے یہ باتیں بعض اوقات کافی وقت کے لیتی تعیں۔ یہ باتیں ایسی پیاری ہوتی تعیں کہ سننے والاان باتوں سے کئی سبن حاصل کرتا تما۔ اور کسبی بور نہ ہوتا تما۔ کوئی مالم دین تشریف لے آتے توسید عطاء آلند شاہ بخاری بطور عالم دین اس کے ساتھ سمکلام ہوتے تھے۔ اب سیرت، نقہ، حدیث، قرآن، تفسیر موضوع گفتگو بن جاتے امیر شریعت کو کئی مفسرین ومترجمین کے قرآن کے تراجم از برتھے۔ وہ ایک آیت کا ترجمہ مختلف مترجمین کے حوالے سے کرتے اور کیتے کہ جواس مفسر و مترجم حضرت صاہ عبدالقادر دبلوی رحمتہ النہ حلیہ کے ترجے میں بات یائی جاتی ہے وہ کسی دومرے کے ترجمہ میں نہیں ہے۔ علماء حضرات جواس دوران آپ سے بمکلام ہوتے تومتا ٹر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اب میں اکٹر سوچتا ہوں یہ سب کچھوہ بیان کرتے جوکہا کرتے تھے

. کد سیں نے توابی کتابوں کی گرد جار کر می نسی دیکھی۔ جواحترام علما، حضرات کا آپ کرتے تھے وہ نقط آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کی محافل کا عمیب رنگ ہوتا۔ جووقت کے ساتھ ساتھ بدلتار ہتا۔ اسی دوران شاعر اگر آجاتے تواب سید عظاء اللہ شاہ بخاری ایک شاعر نظر آتے۔ نظم، غزل، مرشیہ، قطعہ، دوہا، رباعی، نعت، منقبت غرصٰیکہ شاعری کی وہ کونسی صنف ہے جور پر بمث نہ آتی۔ اور پیننے والے اس سے لطف اندور نه ہوئے۔ علم وادب کا ایک خوبصورت بازار ہج جاتا تھا۔ دیکھنے بیننے والا حیران وششدر رہ جاتا کہ امیر شمریعت ادب وفلسفہ میں بھی ایسی مہارت تامہ رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے ادیب و شاعر آپ کی سر بات اور آپ کی نکتہ آ فرینیوں پر سر دھننے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ میں نے انہیں شعراء کا کلام سناتے ہوئے بھی دیکھا اور شعراء کو ا پنا کلام سناتے ہوئے بھی ویکھا۔ بڑے بڑے شاعران کے رامنے کلام پڑھتے توایک عجیب کیفیت میں موہو جاتے- امیر ضریعت کچھ اس انو کھے اندار سے داد دیتے کہ شاعر ترمپ اٹھتا ایک اچھے شعر کے بارے میں دس بندرہ منٹ تک گفتگوم وقی رہتی فرماتے کہ یہ شعر آپ کا بہت ہی عمدہ ہے۔ فالباً فالب نے اس مفوم کواس طرح سے ادا کیا ہے لیکن جو بات نظیری کے اس شعر میں ہے وہ کسی میں نہیں ہے۔ فارسی شعراء میں غائب، اقبال کے ساتھ ساتھ حافظ، فردوسی، اور بیدل کے سینکڑوں شعر آپ کو زبانی یادیتھ۔ آپ شعر پڑھتے تو سف والاحيرت ميں ڈوب جاتا كه يه وي شخص ہے جو كھي تعور لمي دير پہلے علم فقه، حديث اور تفسير برعلماء كے ساتھ بات کر رہا تھا- ایک مرتبہ وہ فیصل آباد میں مدرسہ اضرف المدارس کے سالانہ جلسہ پر تشریف لانے ہوئے تھے۔ گورونانک پورہ گلی نسبراا کے ایک مکان کی بیٹنگ میں تشریف فراتھے۔ عافظ لدمیا نوی تشریف لائے تو آپ کے جسرے پرایک خاص جمک دیکھی۔ جند منٹ توخیریت معلوم کرنے میں گزرگئے بعد میں آپ نے فرمائش کی کہ حافظ بیٹے محمِر سناؤ" حافظ لدھیا نوی انہیں اپنا کلام سناتے رہے اور شاہ جی اپنے انداز میں انہیں داد دیسے رہے۔ اتفاقاً میں اور عافظ لدھیا نوی ایک ہی وقت میں ان کی پولملف محفل سے اٹھ کر باسر آئے توحافظ لدمیا نوی کی آنکھوں میں آنسوتھے اور وہ کہدر ہے۔

" نہ جانے یہ کیا شعصیت ہے کہ السان کو مبھوت کر دیتی ہے اور کچمیر تہ نہیں چلتا کہ کھال بیٹھے اور کیا کر رہے ہیں۔ شعر کو سمجمنا اور شعر پر داد دینا کچمہ شاہ جی پر ختم ہے۔ یہ انداز بہت ہی عجیب اور انتہائی منفر د ہوتا ہے۔ ایسی کیفیت میں شاعر ممو ہوجاتا ہے جس کوالفاظ میں بیان کرنا ہی مشکل ہوجاتا ہے۔"

کوچ رحمٰن کے اسی مکان جس کا تذکرہ او پر ہورہا تما میں نے اسپر شریعت اور طامہ انورصابری مرحوم کو آسے سامنے میشنے فی البدیمہ شعر کھتے ہی دیکھا ہے۔ طامہ انورصابری اپنے سامنے سگریٹوں کا ایک ڈھیر لگائے بیشنے تھے۔ کاغذ آپ کے سامنے دھرا تما اور کش پر کش لگاتے ہوئے شعر پہ شعر لکھتے جا رہے تھے۔ شاہ جی ان کے سامنے بیشنے ان کے اشعار پر داد دیستے جا رہے تھے۔ باقی سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر خوش ہورہے تھے۔ مجھے اس دن یتہ چلا کہ انورصا بری شعر کس طرح تھتے ہیں-ان کے دماغ میں گوبا کوئی شعر براز فبکٹری ہے جس میں شعر ڈھل ڈھل کران کی زبان پر منتقل ہوتے جارہے ہیں۔ میں ایک بیہ تھا دیکھ کر حیران تھا کہ ایسے لوگ ہمی د نیامیں موجود میں جوشعر گوئی جیسے مشکل فن پر اتنی قدرت رکھتے ہیں کہ گویا شعر کھناان کے لئے کوئی کام ہی

شعر گوئی اور شعر نہی ہے حضرت امیر شمریعت کوابک فطری اور خصوص لگاؤتھا۔ غالب اور اقبال از بر تھے۔ لقریر کے دوران شعر پڑھنا کوئی ان سے سکھے۔ یوں مموی ہوتا کہ شاعر نے بہ شعر اسی موقع کے لئے لکھا ب- مجمع یاد ب ایک دفعه فیصل آباد جواس وقت لائل بور بوا کرتا تما- ۱۹۵۳ می تریک تعفظ ختم سوت میں سکم جیل ہے ایک سل قید کے بعد رہا ہو کر آنے تھے تقریر کے دوران سید ابوالاعلی مودودی کے اس بیان پر تنقید کرد بے تعے جوانوں نے منیر انکوائری تحمیش کے سامنے دیا تعاجو کچھ اس طرح کا تعا-

" میں نے توانہیں (مجلس عمل والوں کو) منع کیا تھا کہ ترکیب نہ چلائی جائے لیکن انہوں نے تومیری یا نی ہی نہیں۔ میں تر یک جلانے کے خلاف تھا۔ میری مثال تواس مسافر کی سی ہے جو

مرک کے کنارے جلاجارہا ہوایک ٹرک بیچھ سے آئے اسے اپنی لپیٹ میں لے کرروند تا ہوا آ گے

شاہ جی نے اپنی تقریر کے دوران مودودی صاحب کے اس بیان پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ جس و تت ہم نے مجلس عمل کے تحت تریک چلانے کا فیصلہ کیا تمامودودی صاحب اس فیصلے میں موجود تھے۔ یوں ان کے گھٹے کے ساتھ میرا گھٹنا تھا۔ وہ اس فیصلے میں میرے اور میرے دو مرے ساتھیوں اور تمام علماء کے ساتہ خریک مثورہ تھے۔ اب اس بات سے اگر وہ کمرگئے ہیں تو ہم کیا کری؟" اس پر آپ نے ایک شر

ضرت نامع نے ہے ہی کے یہ ایمی جال کی "محتب" ہے جا ملے رندول کے "مخبر" ہو گئے

غالب کے شعر آپ کو خاص طور پر بڑے پسندتھے۔اکٹر و بیشتر اپنی تقاریراور نجی محافل میں بڑھتے اور محمداس انداز سے کہ سننے والوں پر سمرطاری ہوجاتا۔

امیر شریعت سید عطاء الله شاه بخاری کافی عرصه تک دبلی میں مقیم رہے- روزا نہ کسی نہ کسی جگہ پر مجلس احرار املام اور جمیعت العلماء ہند کا ایک مشتر کہ اجتماع ہوتا تیا۔ جس میں سراروں کی تعداد میں لوگ فسریک ہوتے۔ ان جلسوں میں میں مجلس احرار اسلام کے ایک رصاً کار کے طور پر شمریک ہوتا تھا۔ ایک ایسے ہی جلیے میں احرار رصنا کاروں نے مسلم لیگیوں کی پٹا ٹی بھی کی تھی۔ یہ جلسہ لیگ کے گڑھ " پل بنگش " کے علاقے "جناح یارک" میں ہوا تھا۔ ایک مجد کے سامنے ایک بڑا ہی وسیع میدان تھا۔ جے پنڈال کے طور پر استعمال کیا گیا۔اس کے ارد گرد کجی دیوار تھی۔ دیوار کے ارد گرد احرار اسلام کے جاں نثار سراروں باوردی رصا کار اپنی ابنی ڈیوٹی پر موجود تھے۔ میری ڈیوٹی مجد کے اوپر اس کی جھت پر لاؤٹر سپیکر کے ایک ہائک پر تھی۔ میں چونکہ بلندی پر تمااس لئے پوری جلسے گاہ میرے سامنے تھی اور میں ایک بڑی ہی اچھی جگہ سے سارے جلے کا کظارہ کر رہا تھا۔ جلسے سے شوش کاشمیری ، مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا حفظ الرطمن سیوہاروی رحمتہ اللہ علیهم کے علاوہ اسپر شمریعت نے بھی خطاب کیا تعا- مولانا حفیظ الرخمن سیوباروی کو پہلی مرتبہ اسی جلسہ میں دیکھا اور سنا تھا۔ وہ کیا تقریر تھی کہ آج تک اس کی گونج میرے ذحن میں معفوظ ہے۔ بڑے ہی تیز بولنے والے مقرر تھے۔ احرار میں اتنی تیز بولنے والا کوئی مقرر نہیں تھا۔ صاحبرادہ فیض الحن کے بارے میں یہ بات کھی جاتی ہے کد احرار مقررین میں سب سے زیادہ تیز بولتے تھے لیکن سولانا حفیظ الرحمٰن سیوباروی کے مقلبے میں وہ بھی ماندتھے کیا خصب کے مقرر تھے۔ اتنی تیزی کے ساتھ تقریر کرنے والامیں نے ساری زندگی میں نہیں سنا۔ لتریر کیا کرنے یوں محسوس موتا کہ کوئی مرد مجاہد میدان کارزار میں اپنے دو نوں ہا تھوں سے تلوار جلارہا ہو-الفاظ آپ کی زبان سے اتنی تیزی اور تسلسل کے ساتھ نگلتے تھے چیسے کوئی مشین گن گولیوں کی بوچاڑ کر ری ہو-بلا کی گنش اور غصٰب کی گرفت تھی۔ مولانا احمد سعید دہلوی کو بھی پہلی مرتبہ اسی چلیے میں ہی سنااور دیکھا۔ کیا خوبصورت جرہ تعا- شرافت اور متانت کی بولتی تصویر دکھائی۔ جلیے کے ارد گرد مسلم لیگی بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جو مخالفا نہ نعرہ بازی کر رہے تھے جس کی وجہ سے مقررین کو تقریر کرنے میں دشواری پیش آری تھی۔ مولانا حفظ الرطمن اور مولانا احمد سعید نے تو ان حالات میں اپنی تقریر جاری رکھی لیکن جب آغا شورش کاشمیری نے لقریر ضروع کی تووہ مبلا ٹالفت میں نعرہ بازی کیسے برداشت کر سکتے تیجہ- چنانچہ آغا صاحب نے صورت حالات پر برہمی کااظہار کرتے ہوئے احرار رصا کاروں کو انہیں بھگا دینے کا حکم صادر فرمایا-بس پیر کیا تعا- میں اوپر جھت سے اس پٹا ئی کا نظارہ کررہا تھا جواحرار رمنا کاروں نے ان لیگی نعرہ زن افراد کی

آغا صاحب کے بعد اسیر ضریعت سید عطاء اللہ شاہ بناری رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر متی ۔ اس جلے میں بھی آپ نے قیام پاکستان کے حوالے سے اپنے ان خدشات کا اظہار کیا جو آپ عمواً ان د نوں کی تقریر میں کیا کرتے تھے۔ یہ خدشات قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگی قیادت نے اپنی صند اور حما قت سے پورے کر کے دکھا دئے ہیں اور جو ہاتی رہتے ہیں وہ بھی ان سے توقع ہے کہ خدا نمواستہ ضرور یورے کریں گے۔

اسی طرح کا ایک جلسہ ہمارے محلہ بلی ماران میں بھی ہوا۔ جس کو اس وقت کے سپر نشذہ نٹ پولیس "سٹر ٹیل" نے انگ آور گیس اور لاٹھی جارج کے ذریعہ سے درہم برہم کر دیا تعا- یہ انگریز ایس- بی بھیناً وہی ہے جس نے ۱۹۳۹ء کی تریک قوی بعرتی بائیاٹ کے دوران ملتان کے جلسہ عام میں شورش کاشمیری کو دوران جلسہ تقریر کرتے ہوئے گرفتار کیا تعا- یہ لاٹھی جارج بھی انتہائی شدید تعا- گری کا موہم تعا- لوگ یجارے جوتے اتار کراور قبیض اتارے ہوئے ذریوں پر بڑے آرام سے بیشے ہوئے ہے۔ شاہ جی ابھی جا بھی انہائی خدید

میں تشریف نہیں لائے تھے۔ انور صابری سٹیج پر اپنی نظم پڑھ دہ تھے۔ کہ پولیس نے بلامتنہ کئے مجمع پر لاٹھی چارج کر دیا۔ لوگ اوھر اوھر بیاگ گئے۔ کئی افراد زخی بھی ہوئے جس کو جال پناہ کی اس جگہ کو غنیست سمجہ کر وہیں دبک گیا۔ میں مبی ایک مکان کی سیر همیوں میں بناہ گزیں ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ انور صابری بسی وہیں پر مجد سے پہلے موجود تھے۔ موٹے جسم کے آدی گری بے تحاشا ان کا سانس اتنی تیزی سے جل رہا تعا کہ تمام لوگوں کو بڑی آسانی سے آواز سنائی دے رہی تھی۔ بہر حال پولیس جب اپناکام کر کے وہاں سے رخصت ہوئی تو ہم لوگ سیدھے اس مکان پر چہنچ جان امیر ضریعت قیام پذیر تھے۔ وہاں پر موجود سب لوگوں کو پہلے ہی اطلاع لی جئی تھی کہ جلہ پولیس تشدد کی ندر ہوچا ہے۔ میرے بعد جلد ہی انور صابری صاحب بھی اسی کر تشریعت لائے۔ ہانی پر تشریعت لائے۔ ہانی ہوئی سے برا مال تعا۔ شاہ جی کو خطاب کرتے ہوئے کہا

"مروا دیا شاہ می آج تو آپ نے واقعی ہی مروا دیا۔ پولیس ظالم نے اتنا شدید لائمی جارج کیا ہے کہ ضدا کی بناہ۔ ظالموں کو ذرہ ترس نہیں آیا نہ جائے گئے وگر زخی ہوگئے ہیں۔ آپ تو غالباً پہلے ہی بھا نب گئے تھے اسی لئے جلہ گاہ میں تصریف نہیں لائے "؟

شاہ جی انور صابری کی اس تقریر پر مسکرار ہے تھے اور کھہ رہے تھے

"احرار کے جلسوں میں تظمیس پڑھتے ہو تو ذرا ہمت سے کام لوہمارے ساتھ تو نہ جانے کب سے یہ کام ہور ہاہے اور نہ جانے کب تک ہوتا رہے گا؟"

ہم جلسے کے درہم برہم ہونے کے بعد کافی دیر تک شاہ بن کے ساتھ اس کان میں مو گفتگور ہو اور بھی بست سے لوگ وہاں پر سوجود تھے۔ میرے والد محترم جناب ندیر مجیدی مرحوم بھی میر معہ ساتھ ای وقت موجود تھے۔ ہم محکم سے اٹھ کر جانے کی کوشش موجود تھے۔ ہم محکم سے اٹھ کر جانے کی کوشش کرتے تولوگ یہ کھر کے مردو دوں کو روک دیتے کہ باہر پولیس والے موجود بیں اور لوگوں کو تنگ کررہ ہیں۔ بعض لوگوں کو گفتار بھی کر بھے ہیں۔ لہذا ذرا کمچہ دیراور رک جاؤا ہم پھر بیشہ جائے لیکن آخر جب رات ڈھٹل گئی توجھے والد صاحب نے کہا کہ آواب چلیں "کوچہ رخمن سے ہمارا گھر کمچہ زیادہ دور نہیں تعالیکن طالت کی کئیدگی کی وجہ سے ایک ان جانا ساخوف میرے دل ووباخ پر ضرور تھا۔ میں ساتویں جاعت کا طالب علم بعظ کھیل کی وجہ سے ایک ان جانا ساخوف میرے دل ووباخ پر ضرور تھا۔ میں ساتویں جاعت کا طالب علم بعظ ہوا کہاں تک بعادر ہو سکتا تھا جب ہم باپ بیٹا دو نوں مکان سے ہاہر آئے توایک آدی ہمیں سامنے سے آتا ہوا کہاں تک بعادر ہو روپس تو سرخ قسیض والوں کو تلاش کر دہی ہے کیا ہے کو گرفتار کروانے کا ارادہ ہے وہیں ور را اباجی میں قسیض اتار دوں "مجھے والد صاحب کا جواب آج تک یاد ہے وہانے کی گیا اور فورا آباجی سے کہا کہ یادے وہانے گا

یا توسرخ قسیف بھنے میں ہیں۔ کیونک یہ سرایک کاکام نہیں ہے۔ مرخ قبیض اب انگریروشمی

کی علاست بن چکا ہے اور اگر ایک مرتبہ بهن فی جائے تواسے اتاریتے سمیں۔ لہذااب خواہ مجھے ہوجائے تم اسے نہیں اتاریکتے، مذا پر بعروسہ رکھواور علو^{ہ ہوں}

جنانی ہم پولیس والوں سے بج بچا کر بخیریت اپنے گھر پہنچ گئے لیکن میں نے وہ سرخ قمیض اس وقت اتاری اور نہ ہی آج تک اسے اتارا ہے وہ پول کہ میں آج بھی تمریک احرار سے اسی طرح ستا تر ہوں جس طرح اس وقت تما بلکہ اب میں زیادہ پنتگی کے ساتھ اس پر قائم ہوں، میرا ایمان ہے کہ احرار کی یہ اسلای تحریک برصغیر کی وہ بہلی اسلامی انقلائی تحریک ہے جس نے برخی بمادری کے ساتھ اپنی لڑائی لڑی - اس کے دو بڑے کا خاذتھ – ایک جنگ آزادی دو سرا احیاء و نفاذ اسلام، اس تمریک کو بہ ظاہر ختم کرنے میں دو برخی سرمایہ دار جانوں کا یکسال کردار ہے جن کو عرف عام میں مسلم لیگ اور کا گریس مجھے ہیں - جن کو نہ تو اسلام قبول تما اور نہ ہی غریب، احرار آج بھی اسی ستام پر موجود اور اسی سوقف پر قائم ہیں جوان کے اکا برنے ان کے لئے منتخب کیا تما ان عزائم اب بھی بلند ہیں -

وہ اپنی خو نہ چورٹیں گے ہم اپنی وضع کیوں بلدلیں سبک سر گراں کیوں ہو اپنی مر ہو کے کیوں پوچیں کہ ہم سے سر گراں کیوں ہو ایا پر میرااپناایک شعراسی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے۔

ہے ناوُ شکست سی اور بادِ مخالف بمی پر عزم جواں اپنا آئے تو بصنور آئے

ایک دن میں کومِ رطمن کے اسی مکال میں موجود تھا- اس وقت احرار کا بینہ کے تمام مقتدر رہنما

خربورے کواٹھا کر شاہ جی کے سامنے رکد دیا اور شاہ جی کے سامنے سے ان کا خربوزہ اٹھا کر اپنے آگے رکد کر کھانا شروع کر دیا۔ اب جو شاہ جی نے شورش والے خربورے کو کاٹ کر چکھا توسب کچھ بہانپ گئے۔ مجھے اچھی طرح اب یاد ہے کہ شاہ جی کے سند کے ساتھ خربورے کی پیانک لگی ہوئی ہے اور شاہ جی کی آئمسس شورش کے جسرے براور بنجابی میں محدرہے ہیں۔
شورش کے جسرے براور بنجابی میں محدرہے ہیں۔

"بتمر بیونال وی دا تحمید مگیاں نال [؟]"

شاہ جی کا یک تنا تھا کہ شورش کھنکھلا کر ہنس پڑا جس کے ساتھ ہی ساری معفل کشت دعفران بن گئی۔ اب سوچتا ہوں کہ یہ سب کیسے عظیم لوگتے اور کیسی معفلیں تعییں آپس میں کس طرح شیر وشکر اور دشمنوں کے مقلبط میں سیسہ بلائی ہوئی دیوار۔ یقیناً جو لوگ آپس میں محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہی کفار کے مقلبط میں سنت جان ثابت ہوتے ہیں۔ اکا براحرار اشداً، علی الکفار دحما، بینهم کی عملی تفسیر تھے

جس سے جگر لالہ میں شمندگل ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دبئل جائیں وہ طوفاں

اسی طرح ایک دوسرے روز کی بات ہے کہ ہم سب اسی سکان میں پیٹھے تھے کہ شورش نے بار ہار کہنا شروع کر دیا۔ کہ "چلو شاہ جی جلیس" دو ایک بار توشاہ جی نے شورش کی بات پر مجمعہ توجہ نہ دی لیکن جب شورش کا اصرار زیادہ ہوگیا تو کھنے لگے "اچھا بھائی چلتے ہیں" چیسے شاہ جی کا اپنا جی نہ ہوادر مجبوراً ہاں کہ رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ شورش شاہ جی کو کھیں لیکر جانا جاہتے ہیں۔ پھر شورش نے کہنا کہ شاہ جی طاقات کا وقت قریب آگیا ہے اٹھیں اور تیار ہو جائیں۔ شاہ جی اٹھے اور اپنے موٹے کھدر کی شاور قمین کی طرف اشارہ کر اسلام کہ گئے۔

"اس گاندهی کی بھی سن لو، لوگول کو کھتا پھرتا ہے کہ کھدر پسنو۔ اور خودا س معنی ساری رندگی کھدر کو ہا تھ تک نہیں گایا۔ پوری رندگی ململ کی ایک لنگوٹی میں بسر کر دی۔ اب لوگ بیں کہ موٹا کھدر پس رہے بیں۔ میری طرف ہی دیکھویہ تھیف تقریباً جارسیر کی توہوگی اورا تنی ہی بیاری یہ میری شلوار ہے "

حضرت شاہ جی شلوار قسیض بین کر شورش کے ماتد چلے گئے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوتاتھا کہ گاندھی کے ماتد ملاقات کا وقت ہے۔ اس کے شاہ جی اسے طبے کے لئے شورش کے ماتد گئے ہیں۔ شورش کے اس تد گئے ہیں۔ شورش کے ماتد علاء اللہ شاہ بخاری "کے دوسرے ایڈشن میں یہ واقعہ ذرا تفصیل کے ماتد لکھ ویا ہے جس سے تائید ہوگئی ہے کہ آپ دو نوں گاندھی کو ہی بلنے گئے تھے۔ دبلی میں ان دنوں احریاً ہر شہور مقام پر جمیعتہ العلما ہند اور مجلس احرار اسلام کے اشتراک سے جلے منعقد مور ہے تھے۔ فالباً مدنی فارمولا کی حمایت میں ان جلوں کا استمام کیا جا رہا تھا۔ "مدنی فارمولا" کے بارے میں یہ روایت ہی موجود ہے کہ جب ان دونوں جماعتوں کی جانب سے اتفاق رائے کے ماتھ جانے پاکستان مدنی فارمولا ہندہ نہرو کو پیش کیا گیا۔

تواس نے اسے مسترد کرتے ہوئے کہا تما کہ:

اس سے بہتریہ ہے کہ ہم پاکستان کی تبویز تسلیم کرلیں کیونکہ یہ فارسولا توہندوستان کے ہندوؤں کے کہ انہائی تقصان دہ ثابت ہوگا!

دہلی کے یہ متحدہ اجتماعات اسی تبویز کوشاید مؤٹر بنانے کے لئے کئے جار ہے تھے۔ یہ وقت ہندوستان کی سیاست میں انتہائی مشکل، تیز اور نہایت اہم مرحلہ تھا۔ ہر سیاسی جماعت اپنی حیثیت کے مطابق پہلے سے زیادہ فعال تھی اور اپنے اپنے مؤقف کے بارے میں بڑی تگ و دو میں مصروف نظر آتی تھی۔ تاکہ ہندوستان کے مستقبل کواپنی خواہشات کے مطابق اینے حق میں فتح کر سکیں۔

مجلس احرار کا آخری اور سب سے بڑا جلہ دہلی کے اردو پارک میں اپریل ۲۹۹۱ء میں منعقد ہوا۔ اس جلے کی اہمیت اور حیثیت کا اندازہ آپ اس امر سے گا سکے ہیں کہ اس میں کھی گئی باتیں آج حرف حرف صبح اور دست نابت ہوتی ہیں۔ سب سے اہم تقریرامیر خریفت سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی تھی۔ اردو پارک کے وسیع درست نابت ہوتی ہیں۔ سب سے اہم تقریرامیر خریفت سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی تھی۔ اردو پارک کے وسیع وعریف میدان میں شاہی مجد کے عین سامن مسئے گایا گیا تھا۔ سٹیج کی بخت پر دہلی کے لال قلعے کی عظیم سکتا ہے۔ شاید میری زندگی کا یہ سب سے بڑا جلہ تھا تاحد گاہ انسان ہی انسان تھے۔ جن کواحرار کے ہزادوں سکتا ہے۔ شاید میری زندگی کا یہ سب سے بڑا جلہ سمتا او بھا اور بڑا وسیع بنایا گیا۔ مجلس احرار اسلام کے تمام رصاکاروں نے ایپ محمد میں اخرار اسلام کے تمام شجاع آبادی، شورش کا شمیری، نواب زادہ نصر النہ خان مولانا صبیب الرحمن لدھیا نوی (اگرچ وہ جماعت کو چوڑ ہے۔ کین جلہ سینے کے لئے تشریف لائے۔ وہ کہی کہار کوچ رحمان میں احرار رہنماؤں کے پاس تشریف لائے تو شرکا وہ رحمان میں احرار رہنماؤں کے پاس تشریف لائے تو شرکا وہ بلہ جو میں اسے عجیب وغریب سمال ان کی آبد پر دیکھنے میں آیا پورا مجمع اللہ کو تحرام الائی سے داری تھی۔ ایس قریف سے عیب وغریب سمال ان کی آبد پر دیکھنے میں آیا پورا مجمع اللہ کو تجا میں شیخ حسام الدین (جو سٹیع سیکرٹری کے واکنس رہاؤہ کو بالدین (جو سٹیع سیکرٹری کے واکنس مرانیام دے رہے تھے) کی آواز بلند ہوتی جیب کوئی شیر دھاؤر ہو آب ہے جہا!

"میں احرار رصا کاروں کو حکم دیتا ہوں کہ جلنے کے انتظام و فرا کفن میں کوئی کوتا ہی نہ ہو، جس شریسند کا سرجہاں سے اٹھے اسے وہیں کچل ویا جائے اور ہاں یا درہے کہ کلہارٹسی سیدھی پرٹنی چاہیئے عالات کا میں خود ذمہ دار ہون"

یہ آواز پورے ماحول میں ایک ارتعاش پیدا کر گئی۔ شاہ جی نے چند تقاریر کے بعد لوگول سے تاطب ہوکر درود شریف برطیف کے لئے کہا۔ خود بھی درود شریف برطیفے رہے، لوگ حیران سے کہ شاہ جی کا یہ آغازان کے معابل نہیں تعالد دفود شریفت نے فرمایا کہ میں نے دانستہ درود شریف پرطوایا ہے

کیونکہ جھے یقین ہے کہ صبح کو ہمارے خالفین نے اپنے اخباروں ہیں ہی کچھ لکھنا ہے کہ عظاء اللہ شاہ نے اگرچہ اللہ طاہ کیا لیکن ان ہیں سلمان ایک بھی نہیں تا۔ سب غیر سلم اکھے کر رکھے تھے۔ اب کم از تم وہ یہ بات نہیں لکھ سکیں گے۔ لاکھوں نے خود درود ضریعت پڑھا اور سنا ہے۔ جو اس بات کا بنین شہرت ہے کہ بحد مسلما نوں کا ہے جو بخاری کی باتیں سننے کے لئے آتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تاریخی تقریر کا آغاز باقاعدہ خطبہ مسنونہ کے ساتھ کیا اور یوں پوری رات آپ نے اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرنے ہیں بسر کر دی۔ تقریر کیا تھی فاہ جی کی سیاسی بھیرت اور روحا فی عظمت کا ایک حسین مرقع جس میں آپ نے آنے والے سیاسی حالات کے بارے ہیں اپنے خدشات کا اظہار فربایا تھا۔ جو وقت نے صعیح اور درست ثابت کروئیے ہیں۔ پاکستان بنے سے ہماری کی تردید ہوئی ہو۔ میں خود جلس گاہ میں موجود تھا۔ جھے سٹیج کے ایک بات بھی ایس ہوئی ہو جس سے بخاری کی تردید ہوئی ہو۔ میں خود جلس گاہ میں موجود تھا۔ جھے سٹیج کے ایک طبح میں بڑی تھا۔ میری آنکھوں کے ایک ظارہ کر زبا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے شاہ جی کا جمرہ تھا۔ جس سے جھے محسوس ہورہا تھا جیسے وہ میرے بالکل قریب بیٹھ کر تقریر کر دہ میں۔ خطبہ معنونہ کے بعد شاہ جی کے بعد شاہ جی کے بعد شاہ جی کے بعد شاہ جی کے بعد غاہ جی بعد غاہ جی کے بعد غاہ جی کی بعد غاہ جی کے بعد غاہ جی بعد غاہ جی بعد غاہ جی کے بعد غاہ جی بعد غ

"مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جیسے اس بات پر کہ صبح کو مشرق سے سورج طلوع ہونے والا ہے۔ جواس وقت مسلمانان پاک و ہند کے دل و دماغ میں پاکستان کا جو نقشہ موجود ہے۔ وہ حقیقت سے باکل مختلف ہوگا۔

وہ پاکستان کیا ہوگا؟ اس پر ماری رات آپ نے تقریر فرمائی۔ لوگ سنتے رہے اور مسر دھنتے رہے۔ وہ تاریخی لوات گزرگے لیکن جو جو باتیں آپ نے فرمائیں وہ ایک ایک پوری ہو کر رہی۔ وقت گزرنے کے ماتھ ماتھ جو نتائج سامنے آئے ہیں ان سے شاہ جی کی محق ہوئی باقوں کی تائید ہوتی ہے۔ قابلہ یہ ترکیک پاکستان جاہتے تو ان خدشات کو سامنے رکھ کر اس دھرتی پر حکومت کر سکتے تھے۔ اور ان خطرات سے ملک محفوظ محی رہ سکتا تعا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔

ہے حقیقت بی وہی جو تو نے کر دی تعی عیال اور سب کچھ وقت کی آٹکھول میں تنا مثل سراب تھے یہ جو الزام تنا رد ہو گیا ہے وقت سے تیرے کت چیں ہوئے ہیں ضرم سے اب آب آب آب

اس تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا

بیائی بات اڑنے اور جھگڑنے کی نہیں سمجنے کی ہے۔ تم ایک ملک پر اسلام کی حکومت کی بات کرتے ہو۔ جمعے تم اس بات کا یقین ولاوو کہ کل کو کئی گاؤں کے کونے پر اسلام نافذ ہونے والا ہے۔ تو میں اپناسب مجمعہ جمود کر تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن جولوگ لبنی ڈھائی من کی

لاثن اور چھے فٹ کے قد پراسلام نافذ نہیں کر سکتے۔ جن کا اشمنا، بیشمنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، وضع قطع، لین دین، شکل وصورت، لباس و معاملات، طور طریقے، محجیہ بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے ان سے میں کیسے توقع رمحصول کہ وہ ایک ملک پراسلام کی حکومت قائم کر دیں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب محالنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

تم یہ ملک چلاؤ گے کیے۔ مجھے یہ توسمجا دو (کلماؤی ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے اسے بلند کر کے کہا) یہ ہمارا مشرقی پاکستان ہوگا۔ اور یہ مغربی پاکستان۔ درمیان میں ہزاروب سیلوں پر مشتمل ہندووں کی حکومت ہوگی۔ ہندو، کون ہندو؟ مکار ہندو، عیاش ہندوجی کو تم نے لتنے لیے عرصے تک خلام بنائے دکھا وہ تم سے اس کا انتقام لیں گے۔ تہیں طرح طرح سے تنگ کریں گے۔ کبی تمہارے دریاوں کا پانی بند کر دیا جائے گا۔ کبی تمہاری مرحدول پر فوج کھرمی کر دی جائے گی اور تمہاری والے مغربی پاکستان کی مدد نمیں کر سکیں ہماری حالت یہ ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان والے مغربی پاکستان کی مدد نمیں کر سکیں گے اور مغربی پاکستان والے مشرقی پاکستان کی مدد نمیں کر سکیں گے۔ جناح سے محمد دو۔ یہ بات مجمد سجھا دے کہ یہ ملک کیسے قائم رہے گا۔ بس ایک بار جمعے سجھا دو۔ پھر تم گھر بیٹھ جانا میں اور معرب درخاکار تمہاری اس تحریک کو اکسیاب کردیں گے۔ کپئن یہ تم سے نہ ہوکے گا۔

" پاکستان کے اندر کیا ہوگا۔ چند خاندانوں کی حکومت ہوگی۔ وہ خاندان جو ٹوڈی خاندان کے خریب، ون بر کملاتے ہیں۔ جاد گیر دار اور سرمایہ دار خاندان، ان کی لوٹ محسوث سے پاکستان کے خریب، ون بر دن غریب حامیر تریبی چند خاندان اپنے مسرمایہ کے بل بوتے پر پورے ملک پر حکومت کریں گے اور خریبوں کو کوئی پوچھے والا نہیں ہو گا۔ اسلام ایک مسافر کی طرح ہوگا"

شاہ جی کی یہ تاریخی تھریر صبح تک جاری رہی- نماز فجر کی اذان کے ساتھ جلنے کے احتتام کا اعلان ہوا۔ قیام پاکستان سے پہلے دہلی میں شاہ جی کی پیہ آخری تھریر تھی۔

دبلی میں سیاسی فصامیں بلاکی کئیدگی تھی۔ ایک زبردست تموج تھا۔ بطے جلوس روز مرہ کا معمول بن بھے
تھے۔ منم لیگ، کانگری، جلس احرار اسلام اور دوسری سیاسی جماعتیں برطبی فعال نظر آتی تعییں۔ انگریزی
حکومت نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ہندوہ بتان میں ن کے اقتدار کے دن اب تعور دے رہ گئے ہیں۔ اگرچہ سیاسی
جماعتوں کا مؤقف اور مثن ایک دوسرے سے جدا اور مختلف تھا۔ تاہم ایک بات سب میں مشترک تھی کہ
ہندوستان کو آزادی دی جائے۔ اختلاف اگر تھا تو اس بات پر کہ آزادی کی شکل کیا ہو، دوسری جنگ عظیم
میں فتح انگریزوں کا مقدر ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہندوستان میں اپنی شکست بھی سامنے نظر
میں فتح انگریزوں کا مقدر ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہندوستان میں اپنی شکست بھی سامنے نظر
آرہی تھی۔ محکمہ ڈاکی ہرمانال، سیوی کے اندر زبردست ہرمانال، لوگوں کی برمعتی ہوئی بے چینی اور انگریزوں

کے خلاف ان کا اظہار نفرت، ان حکرا نول پر عیال ہو چکا تھا۔ دہلی کے حالات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریز ا پنا بوریا بستر باندھ رہا ہے۔ حکومت نے جایان کی فتح پر جثن فتح منانے کا اعلان کر دیا۔ جثن فتح کی تیاریاں کومت کی طرف سے برلمی دھوم دھام سے شروع ہو گئیں۔ لیکن اس جشن کو ناکام بنانے کے لئے بھی پروگرام وضع کر لئے گئے۔ جس روز حس فتح کا اعلان تھا- اس روز شہر میں تکمل ہرممال تھی- چاند نی حجوک اور ماراں کی پوری آبادی جس میں ہندو، سکھ، اور مسلمان سبمی شامل تھے سر کوں پر نکل آئے۔ لوگوں کی ٹولیاں. ادحرادحرانگریزوں کے خلاف نعربے لگاتی ہمرری تھی۔ مرم کول پر رکاوٹیں کھڑی کر دیں کئیں تاکہ پولیس کے تعاقب سے محفوظ رہا جاسکے۔ عوام نعرے لگاتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کر دہےتھے۔ ہر مسرکاری عمارت جس کو بھایا گیا تھا عوامی توڑ بھوڑ کا شکار ہورہی تھی- درختوں پر لگائے گئے برتی قتقے لوگوں کے ڈنڈوں کی رد میں تھے۔ رفتہ رفتہ جذبیات میں شدت پیدا ہو گئی۔ سر کاری عمار توں پر جملے کئے گئے ، بہلی گھروں کو جلادیا گیا۔ پولیس نے اشک آور گیس کی بارش کر دی تھی۔ لوگ اس پر بھی باز نہ آئے تو پھر کئی مجھوں پر گولی جلائی کئی کئی افراد ہلاک ہوئے اور سینکڑوں زخمی۔ ٹیلی فون اور بہلی کے تار کاٹ دینے گئے۔ بہلی کے تھمیے دو ہرے کر روئیے گئے۔ غرصنیکہ پورا دن پولیس اور لوگوں کے درمیان ایک مسلسل جنگ کی صورت برقرار رہی اور اس شمکش میں شام ہو گئی۔ لیکن روشنی کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔ پورانشہر دہلی تاریکی میں ڈوہا ہوا انگریزی ظلم وستم پرماتم کنال تھا۔ لیکن اس بات پر ہر شخص خوش بھی ضرور تھا کہ انگریزوں کا جشن جراخال اند صیرے میں ڈوب بیکا ہے۔ شاید یہ کیفیت ویسی ہی ہو، یہ اند صیرا اپنی نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے و یای ہوجوان د نول تما جب بدس کی قیادت میں دہلی والوں بر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی تھی۔ بے پناہ تشدد اور بے بناہ قتل وغارت کر کے دہلی والوں کو عتاب کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ لیکن آج کے اندھیرے اور • ۹ سال پہلے کے اندھیرے میں ایک فرق ضرور تھا۔ کہ ظلم کی رات کے آغاز کا اندھیرا تھا آوریہ صبح صادق سے ذرا پہلے کا اند صیرا تھا اس فلای کے اند صیرے کو آزادی کی روشنی میں تبدیل کرنے کے لئے ایک طویل اور انتیک جدومید، کو عمل دخل حاصل رہا۔ یاک وہند کی خلام فصا میں سانس لینے والوں کو آزاد فصاوں سے روشناس کرانے کے لئے نہ جانے کتنی قربا نیاں دینا پڑیں۔ اس تگ و دو میں کتنی جوانیاں کام آئیں۔ کتنے بڑھانے بے سہارا ہونے اور نہ جانے کتنے سہاگ اجڑ گئے اور اس کوشش اور کاوش میں اللہ کے فصل و کرم سے مجلس احرار اسلام کا حصہ وافر ہے۔ مجلس احرار نے حضرت امیر شمریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ولولہ انگیز قیادت میں ایک نیا حوش پیدا کیا، انگریز دشمی کاوہ سج بویا کہ تشدد کے سائے میں مبی وہ اب تناور درخت بن یکا تھا۔ جس کو کھارٹما انگریزوں کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ لیکن آزادی کے بعد ہم نے یہ سب کچھ بعظ دیا۔ کہ کتی برمی قربانیوں کے بعد اللہ نے مہیں یہ نعمت عطاء کی تھی۔ اے کاش آزادی کی یہ نعمت احیائے اسلام اوراتحاد بین المسلمین کا ذریعه بنتی- لیکن ایسا نه ہوسکا- اس پرجتنے بھی آنسو گرائے جائیں تھم ہیں-

### بُس صبح کا وعدہ تما اس دیس کے لوگوں سے اے کاش کبمی فالد وہ بھی تو سر آئے

۱۹۴۲ء کے آخر میں ہم بنجاب (چنبوٹ) بطے آئے۔ چند روز رشتہ داروں کے درمیان رہ کر واپس دہلی جات کے بیٹر کا داروں کے درمیان رہ کر واپس دہلی جات کا بروگرام تعا- والد محترم ندیر ممیدی دہلی میں اجھا بھاکام کر رہے تھے۔ مکان اور کارخانہ جال ہمارے کا ریگر جفت سازی کا کام کرتے تھے وہیں مجھوٹر آئے تھے۔ اللہ تعالی کو ہمارا دوبارہ دہلی جانا سنظور نہیں تھا۔ مجھے تب محرقہ ہوا اور طویل ہوگیا۔ میری تیمار داری اور بیماری دہلی واپس جانے کے راستے میں حائل ہوگئی۔ بھر فدادت تیز ہوگئے اور قیام پاکستان کا اعلان ہوگئے۔

قیام یا کتان کے بعد غائباً ۱۹۴۷ میں فیصل آباد (جواس وقت لائل پورتما) میں ایک بهت برهمی احرار کا نفرنس منعقد ہوئی۔ چنیوٹ جے پنجاب میں مجلس احرار اسلام کے اہم مرکز کی حیثیت عاصل تھی اس کا نفرنس کی تیاریوں میں پیش بیش تما- گردو نواح کی بستیوں سے بھی احرار رصا کار چنیوٹ پہنچ گئے اور ایک ست بڑا جیش لائل پور کے لئے روانہ ہوا۔ دحوبی گھاٹ جواب اقبال یارک کے نام سے موسوم ہے میں کا نفرنس کا اہتمام تھا۔ وسیع بندال میں سر حکمہ منتلف شہروں سے آنے والوں جیوش کے ضیے لگے ہوئے تھے یہ پورا علاقہ احرارستان کا سمال بیش کر رہا تھا۔ غالباً دو روزہ کا نفرنس تھی۔ صبح کو رصنا کاروں کے مظاہرے شہر میں پریڈ اور رات کو اجتماع ہوئے۔ جلسہ گاہ میں داخلہ بذریعہ ککٹ تھا ہمارے شہر کے ایک رصا کار ممد حسین اور جند دوسمرے رصاکاروں کی گیٹ پر ڈیوٹی تھی شاہ جی جب اپنے ساتھ کافی لوگوں کے ہمراہ گیٹ پر اندر داخل ہونے کے لئے تشریف لائے تو ممد صین نے شاہ جی سے داخلہ ٹکٹ طلب کر لیا جو غالباً ایک روپے کے عوض دستیاب تما- شاہ جی نے کہا کہ بعائی تکث تومیرے پاس نہیں ہے جواب میں محمد حسین نے کہا کہ پھر جائیے اور مکٹ لے کر آئیے شاہ جی نے رصا کار کے حکم کی تعمیل کی اور جا کر باقاعدہ مکٹ خریدا جس کے ساتھ ہی ان تمام لوگوں کو بھی ٹکٹ خرید نا پڑا جو آپ کے ہمراہ تھے بعد میں شاہ جی نے ممد حسین کو شاباش دی اوراس کے اس کام کو سراہا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رصنا کار ارراحرار رہنما ڈسپلن کے سطلے میں کیتنے یا بندیتے۔ رصاکار کا اعتماد اور رہنما کی تعمیل دو نول قابل ستائش ہیں۔ اس نظم و صبط اور رصاٰ کارا نہ تنظیم نے مجلس احرار اسلام کو کو ایک زبردست قوت بنا دیا تما- اجلاس میں شورش کاشمیری اور جنرل شاہنواز (آزاد ہند فوج) بھی تشریف لائے اور انہوں نے بھی احرار کا نفرنس کو خطاب فرمایا- نور ممد دستگاری سکول کی عمارت میں حرار کی مجلس عاملہ کی سیٹنگ ہوئی۔ دروازے پر میری ڈیوٹی تھی۔ سالار اعلی کا مجھے حکم تعا- کہ کوئی شخص اوپر نہ جائے جنانچہ میں نے اس حکم کے تحت صاحبزادہ فیض المسن شاہ اور مولانا محمد علی جانند حری کوروک دیا۔ یہ دو نوں احرار لیڈر اس وقت تک میرے حکم پررکے رہے جب تک سالار اعلی نے انہیں اجازت نہیں دی۔ یہ تیا ہماری جماعت کا رصا کارانہ نظام جو ہماری قوت کی اصل بنیاد تھی۔ وہ

رصاکار جو باہر اپنے رہنما کے حکم پر جیل جانے اور گولی کھانے تک کو تیار ہوجاتے تھے۔ جماعتی ڈسپن میں وہی رہنما رصاکاروں کے حکم کی تعمیل میں خوش مموس کرتے تھے۔ جس سے رصاکاروں میں اعتماد اور نظم و صبط کی خوبی پیدا ہوتی تھی۔ جو دین کے عسکری نظام کا ایک بست اہم رکن ہے۔ لائل پورکی یہ کا نفرنس قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار کی سب سے اہم کا نفرنس تھی۔ جو ہر لحاظ سے کامیاب زہی۔ رصاکارانہ تنظیم تو ہر لحاظ سے اپنے عروج پر تھی۔ قیام پاکستان کے بعد ایک نیا ولولہ نیا جد بہ، رالاانداز کار دیکھا گیا۔ جذبہ جاد سے مرشار ہر رصاکار عزم و استقلال کا نشان بنے اپنے ہائی کھا نڈ کے حکم پر جان نجاور کرنے کے لئے پوئری طرح تیار نظر آتا تھا۔

اس کا نفرنس کے بعد مارچ ۱۹۴۹ء میں لاہور کی دفاع کا نفرنس کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جو دہلی دروازے کے باہر منعقد ہوئی۔ ربیج اللول کے میلنے میں عید میلاد النبی کے جلوس میں یا کتان بھر سے آنے والے احرار رصاکاروں نے اس کا نفرنس میں شرکت کی- جماعت کا یہ عسکری نظام قابل دید تیا- ہزاروں کی تعداد میں احرار مسر خیوش سارا دن لاہور کی مسر کمکول پر مارچ کرتے رہے، لاہور، سیالکوٹ اور گوجرا نوالہ لائل پور کے احرار بینڈفوجی دھنوں کے ساتھ ایک عجیب سمال پیدا کر ہے تھے۔ فوجی بینڈ کی دھنول پر رصا کارول کی عسکری پریڈ نے لوگوں کو مہبوت کر دیا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ ٹریننگ احرار رصا کاروں نے کیسے حاصل کی۔ مجھے باد ہے کہ لاہور قلعہ کے جنوبی دروازے پر اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نواب ممدوٹ کو احرار رصاً کاروں نے سلامی بھی دی تھی۔ دفتر احرار میں احرار رہنماؤں کی اہم میٹنگ جاری تھی اور اسی میٹنگ کے نتیجے میں احرار نے اپنی نئی حکمت عملی وضع کی- احرار کوعارضی طور پر سیاست سے علیحدہ کر لیا گیا- اور سیاسی کام کے لئے مسلم لیگ سے تعاون کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ جماعت کو دینی، سماجی اور تبلیغی سر گرمیوں تک محدود کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ رہنماؤں نے یہ فیصلہ تو کرلیا لیکن اس کے بعد مرحلہ یہ تما کہ جلسہ میں اس فیصلے کا اعلان کون کرے گا- تاثریہ تعا کہ رصاکاراس فیصلے کو شاید تسلیم نہ کریں کیونکہ ان کی اکثریت یا کستان میں مسلم لیگ کے لئے حزب اختلاف کی حیثیت میں کام کرنے کے لئے ذہنی طور پر ہر طرح سے تیار تھی۔ جب کوئی ہمی رہنما اس اہم اعلان کے لئے تیار نہ ہوا توشاہ جی نے یہ کام بھی اپنے ذھے لیا- چنانچہ رات کے احتماع میں جب جلسہ گاہ میں شاہ جی نے احرار کی سیاسی حیثیت کو ختم کر کے سیاسی کام کے لئے مسلم لیگ سے تعاون کے فیصلہ کا اعلان کیا تومیں نے رصا کاروں کو اپنے اپنے خیموں میں بے تحاشہ روتے ہوئے دیکھا اور بعض ً اوقات توسکیوں کی یہ آواز بھی جلسہ گاہ میں سنائی دیتی تھی۔ اس کے باوجود فیصلے کی تعمیل کی گئی احرار رصاکاروں اور رسماؤں کی ایک محدود تعداد نے مسلم لیگ میں شمولیت بھی احتیار کی۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلم نیگ سے عوم می لیگ اور عوامی لیگ کا جکر کاٹ گر کمچیدلوگ دو بارہ احرار میں شامل ہو گئے۔ اسی اجتماع میں امیر فریعت نے یا کتان کے بارے میں کہا کہ

"قیام پاکستان سے پہلے ہماری دائے ایک اصول پر بہنی تھی۔ وہ تصہ اب ختم ہوگیا۔ قیام پاکستان سے بعد ہم اپنی دائے کی شکت کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ ملک ہمارے لئے بھی اتنا ہی مقد س ہے جتنا کی دو سرے کے لئے ہو سکتا ہے اس ملک کے ساتھ وفاداری میں جزو ایمان سمجتا یوں۔ اختلاف کی نوعیت ایمی نہیں ہے کہ اب اسے مربتہ دم کک بر قرار رکھا جائے آب اسے ختم کر دو۔ پاکستان کی بہتری اور بقا کے لئے ہماری خدمات تمارے سپر وہیں۔ آپ نے فریایا۔ شمیری افکی پکڑ کر ساتھ لے چلواور جس مقتل میں جاہو جھے ذبح کردو۔ ایسا کمجی نہیں ہوگاہر گزشیں ہوگاہر گزشیں ہوگاہر گزشیں ہوگا۔ میں خوش ہوں۔ میری وقتی بیران اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"
کی بھی جصے میں سامراج کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں اسکو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"
کی بھی جصے میں سامراج کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں اسکو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"
کی بھی جصے میں سامراج کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں اسکو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"
کی بھی جسے میں سامراج کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں اسکو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"
کی جی خود فروشی کا نام نہ دو۔ میری دائے ہار گئی اب اس کما فی کو یہیں ختم کی عرف اس اس کی کی اس کے درے ذرے کی حفاظت کروگا۔ مجمع یہ اتنا کی خاور میں موال کی نہیں عمل کا آدی ہوں۔ اس طرف کی نے آنکھ بھوڑ دی جائے گی، کی نے ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ کاٹ دیا جا جائے گی۔
میں اس وطن اور اس کی عزت کے مقابلے میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولا۔ میرا خون پہلے میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولا۔ میرا تعالور اب بھی تہارا سے اس طرف بھی تہارا تعالور اب بھی تہارا ہے"

اس موقد پر سٹیج پر ہی شاہ ہی سے میری طاقات ہوئی۔ یہ انتہائی منتصر طاقات تھی۔ میر بے ہاتھ میں شاہ بی کا فوقو تعا۔ خیریت پوچی بعد میں فرانے لگے یہ تیر بے ہاتھ میں کیا ہے میں ہے کہا حضرت آپ کی تصویر ہے۔ کینے لگے تمہیں بھی تصویر کی ضرورت ہے۔ تم نے میری تصویر کیوں خریدی ہے۔ تصویریں بنا اور تصویر بینا خرید نا چونکہ شرعی طور پر منع ہے۔ اس لئے ان سے منع وَبَا اللّٰ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰ

و مرے روز قوی اخبارات میں مجلس احرار اسلام کا اہم سیاسی فیصلہ شد سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔
پورے ملک میں اس فیصلے کو بنظرِ استمان دیکھا گیا۔ اخبارات نے اس پر ادار سے لکھ کراسے قوی استمام اور
ملکی فلاح و بسود کے لئے نیک فال قرار دیا۔ مجلس احرار اسلام نے اس فیصلہ کے بعد رد قادیا نیت کے کام کو
مزید تیز کر دیا۔ احرار سیاسی امور میں مسلم لیگ کے ہمنوا تو ہوگئے لیکن وہ قادیا نیت کے بارے میں مسلم
لیگ کی حکمت عملیوں کے مربحاً خلاف مجی تے۔ جس سے اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ یہ اتحاد کہیں عارضی

ٹابت نہ ہو۔ چنانچ ایسا ہی ہوا۔ جب ملک کے اندر صنی انتخاب کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگ نے احرار کی ورخواست کو مسترو کرتے ہوئے بعض قادیا نیوں کو بھی مسلم لیگ کے تکٹ دئیے۔ جس پراحرار نے سنت رد عمل کا اظہار کیا۔ اور اطلان کر دیا کہ وہ قادیا نی اسیدواروں کی خِلافت کرے گی خواہ ان کے پاس سلم لیگ کا ہی گلٹ کیوں نہ گلٹ ہو۔ ہراس قادیانی کی خالفت ہو گی جوالیکشن میں مسلما نوں کے نمائندہ بن کرانسملی کا مبربغنے کی کوشش کرے گا جنانچ احرار اسلام نے چک جمرہ کے علقے سے بھی ایک قادیا فی اسدواد عصمت اللہ کی خالفت کا اعلان کر دیا اس کے علاوہ کئی دوسرے ملقوں میں بھی قادیا نی اسید وار کھڑے گئے۔ سر جگہ سر قادیانی کے مقابط میں احرار دمٹ گئے اور انہیں ناکام بنانے کے لئے کوششیں ضروع کروی گئیں۔ جب جمرہ کے طلعے میں قادیا نی امید وار کے خلاف وسیعے سیمانے پر عوامی جلسوں کا استمام کیا گیا جن میں سے کئی جلسوں کو امیر ضریعت نے بھی خطاب فرمانا تعا-شاہ جی نے ریل گار کمی کے ذریعے فیصل آ بادریلوے سٹیشن براترنا تھا۔ اسنا نوں کا حمم عغیر آپ کے استقبال کے لئے وہاں پر موجود تھا۔ استقبال کرنے والے خوش نصیبوں میں میں مبی تھا۔ جب آپ کی گاڑی ریلوے سٹیشن پر آکر رکی توفصنا نعرہ تکبیر کی صداؤں سے گرنج اٹھی۔ امیر شریعت زندہ باد کے نعروں سے ماحول تعرا گیا- گاڑی کے جس ڈبے میں امیر شریعت موجودتھے اس کے ساتھ والے ڈیے میں علاقے کے بہت بڑے ہیر جو سولوی قطبی کے نام سے معروف تھے ہی سوجود تھے۔ انہیں بھی کسی کام کے سلسلے میں فیصل آباد میں نبی اترنا تھا۔ان کی نگاہ جب امیر شریعت پر بڑی تو اسول نے ازراہ احترام شاہ می سے فرمائش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آپ کا بستر میں اٹھالیتا ہوں۔ شاہ می (جوعالباً انہیں پہلے سے ہی جانتے تھے) نے حواب میں فرمایا کہ یہ بوجہ تو میں اکیلا مبی اٹھا لوں گائم اس بوجہ میں میرا ہاتر بطاؤ جورد قادیا بیت کے سلیلے میں مجدیہ آن بڑا ہے آؤ میرے ساتھ ملکر قادیاتی اسدوار کے خلاف تعریری کرو اور اسے ناکام بنانے میں میرا ساتھ دو سنا ہے اس علاقے میں تمہار سے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ انہیں منع کرو کہ قادیا فی اسیدوار کوووٹ نہ دیں تاکہ قادیا نیوں کا یہ دعوی خلط ٹابت ہو کہ وہ ملمان ہیں اور سلمانوں کے نمائندے کی حیثیت میں ان کے ووٹوں کے ذریعے اسمبلی کے رکن ہیں۔ جنانچہ پیر قطبی نے مامی بھرلی اور دوسمرے روز ہم نے دیکھا کہ جلسہ گاہ میں وہ بھی موجود تھے۔ یہ خوبی تو حضرت شاہ جی میں بدرجہاتم موجود تھی کہ وہ راہ جاتے ایک فرد کولینے ساتھ ملالیتے تھے اور اس سے دین کی حذمت کا کام لیتے تھے۔ چنانچہ یہ انتخابی معرکہ آج تک لوگوں کو یاد ہے، میں خود روزانہ سائیکل پہ سوار ہو کر علاقے کے اندر ہمیشہ جلسوں میں احررا رصا کاروں کے ساتھ شریک ہو کر لوگوں کے جذبہ ایمانی سے اپنے ایمان کو تازہ کرتا۔ مسلما نوں کا جذبہ ان کا ولولہ اور جوش و خروش دید فی تعا- شاہ جی پر نیماور ہوتے جاتے اور کھتے کہ انشاء اللہ ہم اس قادیا فی کومسلما نوں کا نمائندہ نہیں بننے دیں گے۔ مجھے یاد ہے کہ چک جمرہ کے ریلوے سٹیشن بر قادیا نیوں اور احرار رصا کاروں کے درمیان ایک زبردست لڑا ئی بھی ہوئی تھی۔ جس میں قادیا نی امید وار عصمت الثد خود بعی رخی ہوا تھا۔

## ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تایہ امرور جراغ مصطفوی سے ضرارِ بولہی

اسی انتخابی معرکہ کے دوران اس وقت کے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان لائل بور ریلوے سٹیشن بر ایک سپیشل سیلون کے ذریعے پہنچے ان کے پروگرام میں قادیانی، مسلم کیگی امیدوار کے حق میں تقریر کرنا تمی- اس پروگرام پر علاقے کے سلمان اچھے خاصے مشتعل تھے۔ وہ نہیں جاہتے تھے کہ لیا تت علی خان عصب اللہ کے حق میں انتخابی تقریر کریں۔ لیکن احراری علقے اس بات پرمتفکر بھی تیے کہ اگر لیاقت علی یہ تقریر کرگئے تو الکشن میں ہمارے خلاف ایک غلط تاثر قائم ہو گا۔ اور شاید قادیانی اسیدوار جیت بھی جائے اس طرح امیر نسریعت کی اس تریک کوناکای کا سامنا کرنا پڑے گا- ادھراحراری چلتے اس سوچ میں تھے اور ادھر قدرت کاملہ بھی اپنا کام کررہی تھی۔ قاصی احسان احمد شجاع آبادی کوالٹہ تعالی نے توفیق دی کہ انہوں نے ریلوہے سٹیٹن پر خان لیا قت علی خان کے ساتھ علیحد گی میں ملاقات کی- تاکہ وزیر اعظم کو قادیا سیت کے خدوخال سے آگاہ کر کے انہیں ملے میں خطاب سے بار رکھیں جنانچہ اس کوشش میں وہ کامیاب ہوگئے۔ دی منٹ کی طاقات تقریباً ایک گھنٹے کی طاقات میں تبدیل ہو گئی، قاضی صاحب نے اتنی خوبصور تی کے ساتھ قادیا نیت کا تاروپودان کے سامنے بھیرا کہ وہ اس بات پرمتفیٰ ہوگئے اور تقریر کئے بغیر واپس چلے گئے خان لیا تت علی خان نے قاصی صاحب سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف اس علقے میں بلکہ ملک بعر میں کسی قادیا فی امیدوار کے علقے میں نہیں کریں گے۔ انہیں قادیانیت اور اسکی در پردہ سازشوں سے واقفیت ہو چکی تھی ان دونوں رہنماؤں کے درمیان کچیدایسے وعدے بھی ہوئے جومستقل قریب میں قادیا نیت کے لئے نقصان دہ ہوسکتے تھے۔اس بات کا علم جب قادیا نبیوں کوہوا تووہ پیر خبر دار ہوگئے یہی وجہ ہے کہ قادیا فی اس سازش میں برابر کے ضریک تھے جو ر اقت ملی خان کوشمید کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ اگر اس مقدمہ شہادت میں دیا محداد<del>ی</del> سے کام لیا جاتا اور مقدمه کی ساری فائل کوصائع نه کیا جاتا تو قادیا فی سازش اسی وقت ہی طشت از بام ہوجاتی- بهر مال وزیر اعظم خان لیا قت علی خان کے واپس چلے جانے سے قادیا فی طلتے پر اوس پڑ گئی اور وہ بری طرح ما یوس ہوگئے۔ انتخاب کے نتائج کا جب اعلان ہوا تو پورے ملک کے اندر ایک قادیا فی بھی منتخب نہ ہو سکا۔ یہ سب محجداللہ تعالی کا کرم اور اسپر نشریعت سید عطاء الله شاه , فاری کی قیادت میں مجلس احرار اسلام کا پاکستان میں قادیا فی اور قادیا فی نواز حکرا نوں کے خلاف پہلاکار نامہ تھاجس پر ملت اسلامیہ امیر شمریعت کی ممنون ہے۔

جنا بیہ اس عظیم کارنا مے پر لاہور کے اندر مجلس احرار اسلام پاکستان کی جانب سے یوم تشکر منایا گیا۔ یوم کشکر کی اس تقریب میں میں ہمی شامل تھا۔ اسیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایسی تقریر کے دوران ضدا وند تعالی کے شکر ادار کرتے ہوئے قادیا نیوں کی عبر تناک شکت کو مسلما نوں کی ایک عظیم فتح قرار دیا۔ دہلی دروازے کے باہر احرار کا یہ عظیم الشان اجتماع مسلما نوں کے جوش و خروش کی محکاسی کررہا تھا۔ ان کے جروں پر خوشی کے آثار ہوید اتھے۔ انہیں مجلس احرار اسلام کی اس ترکیک کی اہمیت کا اب شدت کے ساتھ احساس ہو بچا تھا۔ وہ یہ سمجھے تھے کہ سلمانوں کی یہ عظیم فتح قادیا تی مذموم مقاصد پر ضرب کاری ہے جس کا سارا "کریڈٹ" سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی ذات کو جاتا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا جب تک میری زندگی ہے اس فرد صالہ کی خالفت کرتا رموں گا۔ اور اسے کیفر کردار تک بہنچا کری وم نول گا۔

بائے وہ بھی کیا سمال تھا، جے آج بھی چیم تصور سے دیکھتا میں تو ول بلیوں اچھلے لگتا ہے۔ ایک عجیب قسم کی کیفیت مموس کرتا ہوں۔ امیر همریعت سٹیج پر فروکش ہیں اوران کا نورا فی جرد متمارہا ہے۔ سامنے لاکھوں کا مجمع، اردگرو سرخ وردیوں میں طبوس ہزاروں کی تعداد میں احرار کے بہادر، مخلص، انسک رصاکار ہریائج منٹ کے بعد نعروں کی لرزا دینے والی آواز گو متی ہے۔

قادیانی ہیں علیدہ لمتِ اسلامِ سے
اس میں شامل ہے تیری کاوش مظال آفتاب
دہر سے تما نختلف آواز کا جادو تیرا
تیرے لب پہ دیدنی تمی زینت ام الکتاب

اسی بطے میں مولانا ظفر علی خان صعیف العری کے باوجود امیر شریعت کواس عظیم کامیابی پر مبارک باد دینے کے لئے بہ لغین تشریف لائے ان کے جمم پر اور کیکی طاری تھی۔ لیکن قاویا نیوں کے علاف ان کے جد بات اب بھی جوان نظر آتے تھے۔ ان کی جلے گاہ میں آمد پر ایک عمیب سمان تھا۔ کیف و سرور، جوش و جذبات اب بھی جوان نظر آتے تھی۔ ان دو بزرگ رہنماؤں کو ایک مت کے بعد اکشا دیکھ کر کئی توگوں کی آئیکھوں میں آنو آگئے تھے۔ شاہ جی نے سٹیج پر اپنے معصوص انداز میں مولانا ظفر علی خان کا استقبال کیا لپنے دو نوں ہا تھوں میں مولانا کے رضار لیکر انہیں خوش آمدید کھا اور عقیدت واحترام کے ساتھ الیہ پاس سٹھایا۔ اور پھر معروف گفتگو ہوگئے۔ جب میں یہ برانی یادیں سمیٹ رہا بوں تو مولانا ظفر علی خان کا قادیا نیوں کے خات ابھر کر آجاتا ہے۔ روزنامہ زمندار پوری قوت خلاف صافح انہ تھا۔ دو ظون مائی تعاسبہ کر ہا ہے۔ مولانا کی نظموں کا ایک لابتنا ہی سلسلہ۔ کیا خوب اور کیا نرالاانداز تھا۔ دو شعر طاخطہ فرائیں۔

سنا ہے قادیاں میں بانسری بمتی ہے گوگل کی گر یہ بانسری والا کنیا ہو نہیں سکتا طلام احمد کو کیا نسبت مجدد العن ٹائی سے فرکی جتنا میں بڑھ جائے ٹریا ہو نہیں سکتا

میں دیر تک شاہ جی پاس بیٹھا رہا ایمی باتیں سنتارہا۔ بلکہ دل پر نعش کرتا رہا میں نے زندگی میں ان کی با توں

سے ہی رہنمائی حاصل کی ہے۔ اس کے بعد بھی متلف اوقات میں طاقا توں کا سلسلہ جاری رہا اور تعلق خاطر کا یہ
رشتہ وقت کے ساتھ ساتھ پروان چرختا رہا۔ ہم لوگ چنیوٹ سے لائل پور (فیصل آباد) آگے۔ جب بھی آپ
لائل پور تشریف لاتے میں سب کچر چھوٹ کر آپ کے پاس پہنچ جاتا۔ گوردنا یک پورہ کے مدرسہ اضرف
المدارس کے سالانہ جلسہ میں ہر کت کے لئے آپ ضرور تشریف لاتے تھے۔ فیصل آباد کا یہ مشہور دی مدرسہ
تما۔ بھی یاد ہے کہ ایک مرتب اس جلسہ کے سوقع پر تشریف لائے تو دھوئی گھاٹ گراؤنڈ میں آپ کی تقریر کا
استمام تعا- تقریر جاری تمی۔ کہ آندھی کے بعد بارش ہروع ہوگئی بارش بھی بے تحاشہ تی چند منشوں میں
ہونے تھے۔ تقریر جاری تمی۔ کہ آندھی کے بعد بارش ہروع ہوگئی بارش بھی بے تحاشہ تی چند منشوں میں
گراؤنڈ پائی سے بھرگیا۔ شاہ بی نے تقریر ختم کرنے کا اعلان کیا تو لوگوں نے پردور انداز میں تقریر جاری رکھنے
کا سطالبہ کیا۔ کہ صفرت تقریر جاری رہے ہم پائی میں بیٹ کر بھی بقریر سنیں گے۔ شاہ بی نے چند منٹ تقریر
خاری رکھنے کے بعد اس وعدہ پر جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا کہ کل پھر اس جگہ جلسہ ہوگا۔ لوگوں نے اس وعدہ پر جلسہ کے خاتے پر اتفاق کیا۔

عالباً ١٩٥٥ء كى بات ب جب مي كور مث كالح فيصل آباد مين وير تعليم تعا-كالح كى باكى شيم ك ہمراہ ملتان جانا ہوا۔ ملتان میں ہمارا قیام کالج کے ہوسٹل میں تھا- جہاں جند قدموں کے فاصلے پر حضرت شاہ جی 'کلی رہائش گاہ تھی۔ آپ سے ملاقات کا شوق بے چین کئے ہوئے تھا۔ چند دوستوں کے ساتھ شاہ ہی کے پاس عاضر ہو گیا۔ درواز سے پر دستک دی تواندر سے شاہ جی کی ہی آواز آئی آجائیے۔ چنانیہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتداندر بیشک میں داخل مودگیا- آب رمین پر تشریعت فراتھے- چند افراد بیٹھے تھے- یہ خالباً ان ونوں کی بات ہے جب آپ پر فالج کا پہلا حملہ سرچکا تھا۔ تحمروری کے علاوہ گفتگو میں فالج کا اثر نمایاں تھا۔ لیکن جسرہ ویے بی شکفتہ اور طبیعت پر کوئی المال نہ تعا۔ مجھے دیکھتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرانے لگے یہ میرا پیٹا کھال ے آگیا ہے۔ میں نے جوا باعرض کیا کہ آپ کے ملتان والوں سے باکی میج تھیلنے آیا ہوں۔ فوراً سرائیکی زبان كالبحراضيار كرتے بعد كها كداميا تول بن "اسال ملتانيال كول مراون اكئيں-اينويں نه تعييى" ("اجيا تواب تم ہم ملتانیوں کو ہرانے کے لئے آگئے ایسا نہیں ہوگا" آجس کے بعد دوسری باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے طبیعت کا پوچا فرانے لگے بھی طبیعت کا کیا پوچھتے ہو بس میں تہنارے سامنے موجود ہوں دیکھ او، اب میرا جم میرے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو چکا ہے۔ میرے باتھ، یاؤں، دل، واغ، انکمیں، زبان غرصٰ کیہ جم کا اِیک ایک عصومیری رهایا ہے اور میں اس کا حاکم۔ میں نے اپنی رهایا سے زیادہ کام لیا- اتنا زیادہ کہ ان کا بعرکس ٹھال دیا ہے۔ کیا اب انہوں نے میرے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ جند روزیملے طالح کا حملہ ہوا توسمجہ گیا کہ یہ کیا ہے- اللہ تعالی نے مجھے بڑا مضبوط جسم لیکن میں نے ستر برسوں میں اسے دین پر قربان کر دیا- اب اس میں جم کا کیا تھور ہے- ہر مال میں المدالمہ! اس وقت تہارے ساسنے سٹیا باتیں کر رہا ہوں۔ شكر ب الله كاجس حال ميں ركھے۔ ميں خوش موں اس كى خوش ميں، اس طرح وقت گزرتا رہا۔ اور مم با تول ميں مصروف رہے۔ بالاخر ميں نے اجازت طلب كى۔ آپ نے محمد دعاؤں سے رخصت كيا۔ باہر آكر ميں نے اپنے دوستوں سے پہلی بات يہى كى كہ يار يہ اچى بات نہيں ہوئى شاہ جى نے مميں ممارى شكست كى بيشكى خبر دے دى ہے۔ چنانچ دو مرسے روز جب مماراميج ہوا تو ہم واقعى لمتانيوں سے ميج ہارگئے۔

١٩٥٥ء سے ١٩٥٩ء تك ميں ايم اے كے سليلے ميں البور مقيم رہا- ان دو برسول ميں دو دفعہ امير إن ے القات موئی۔ بہلی طاقات جیل روڈ برصونی عبدالحمید کی کوشی براور دوسری المورریلوے سٹیشن بر-صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر تو آپ ہے اس وقت لاقات ہوئی جب وہاں شاہ جی کے مرشد حصرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قیام بزیر تھے اور شاہ جی ان سے ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ انبی دنوں مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات ہوئی۔ میں سم مرنگ روڈ پر خضر تمیں ایڈوو کیٹ کے دفتر پر قیام پذیر تما وہ میرے والدِ محترم کے دیرینه دوست تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات پرشہر میں منادی بھی ہوئی اور اخبار میں ایک اشتہار بھی جمیا کہ سولانا داؤد غزنوی موجی دروازے کے باہر آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائیں گے جنانچہ میں اپنے ایک ساتھی ممتاز سہارن کے ساتھ مزنگ روڈ سے پیدل جل کر موبی دروازے پہنچا- جنازے سے فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ کسی جلنے والے نے بتایا کہ حضرت نٹاہ جی شملہ پہارھی کے قریب حاجی عبدالمتین صاحب کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ چنا نچہ میں نے اپنے ساتمی متاز سہارن سے ان کے بروگرام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی شاہ جی ے ملے کا کہا تو ہم دو نوب وہاں سے پیدل حاجی عبد المتین کی کوشی پر سنجے۔ لیکن وہاں سے سمیں بتہ جلا کہ شاہ جی صوفی عبدالممید کی کوشی جیل روڈ پر اپنے پیرومرشد کے ساتھ قیام پدیر ہیں۔ چنانچ ہم دونوں شملہ پہاڑی ہے جیل روڈ پر صوفی صاحب کی کوشی پر مینیے تو حضرت شاہ جی کوشی کے مشرقی لان میں ایسے عقیدت مندوں کے درمیان تشریف فراتھے۔ جبکہ کو ٹھی کے اندر ایک وسیع تحرے میں حضرت عبد التا در رائے پورسی کی ممغل تھی۔ حضرت شاہ جی کومیں نے سلام عرض کیااور کہا کہ حضرِت آج تو آپ کے لئے بہت پیدل جلا ہوں۔ آپ سے طاقات کا اشتیاق تعاشکر ہے کہ آپ سے طاقات ہو گئی۔ پھرییں نے اپنے سفر کی کھانی مجی کھر ڈالی جواب میں فرمانے لگے۔ توکیا یہ تیرا محہ پر کوئی احیان ہے۔ اپنے بیٹے ہوسلنے کے لئے آئے ہو۔ آؤ بیشھو۔ میری طرف بھی تو دیکھواس عمر میں تین منزلہ ہیںتال میں اوپر گیا اور دانت لگوا کر آ رہا ہوں۔ میں و میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور تذکرہ جاری تھا سولانا ابوالکلام آزاد کا۔ زبان اسپر شریعت کی بات ابوالکلام کی- مولانا ابواکلام کا کردار، آپ کا علم و فصل شاہ جی کی زبان سے بیان ہورہا تما اور وہاں پر موجود تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ وہائے لگے۔

یہ حکومت ہندوستان کامولانا ابواکلام پراحسان تھا کہ انہوں نے مولانا کووزیراعظم بنایا ہوا تھا۔ بھائی پیہ تو مولانا ابوالکلام آزاد کا ہندوستان کی حکومت پر احسان تھا کہ وہ ان کے وزیر تعلیم تھے۔ میری تمام زندگی پڑھے لکھے لوگوں میں بسر ہوئی ہے ایسا عالم فاصل شخص شاید ہی کوئی اور میری نظروں سے گزرا ہو۔ حرفی جنگی مادری زبان ہو، اردو جس کے ہاتھ کی جھڑمی اور فارسی جن کے تھر کا پانی بعرتی ہوادر انگریزی بھی ایسی خوب جانتے تھے (مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا) کہ با بواتنی اچھی انگریزی تم بھی کیا جانو، وہ ہمارے دور کے واقعی امام ابن تیمیہ تھے۔ کیا کیا خوبیال تعین جو خدانے ان کے دل و دماخ میں سما دی تھیں۔

اب برهمی اچمی باتیں ہورہی تعییں- شاہ جی ابواکلام آزاد کی شخصیت و کردار پر اپنے مصوص انداز میں امبی باتیں کری رہےتھے۔ کہ ایک آ دمی نے آپ سے کہا کہ حضرت رائے پوری آپ کواندر کمرہے میں یاد فرمارہے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ جی فوراً کھڑے ہو گئے آپ پریکسر ایک عبیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔ جرے کارنگ بدل گیا سرخی کی بجائے اب جسرے پر زردی کے آثار ہوید تھے۔ منا ت اور سبید گی پہلے سے وافر تھی۔ پہلے ننگے سر بیٹھے تھے اندر جانے کے لئے باقاحدہ سر پر رومال باندھا اور اس طرح عجز وانکسار کی تصویر بے ایک سوادت مند مرید ایک باکمال بیر کی بارگاہ میں حاضری کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔ ہم آپ کے پیچھے بیھے محرے کے دروازے تک تو آئے۔ اندر تو جانے کی گنجائش نہیں تمی ۔ محرہ پہلے ہی محیا تھیج ہمرا ہوا تھا۔ ہاں دروازے سے حضرت رائے پوری کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ پہلی اور آخری زبارت تھی جومجھے نصیب ہوئی۔ اس کے بعد حضرت رائے پوری کو کہی نہ دیکھ سکا البتہ ان کے جنازے میں فسرکت کی سعادت نصبب ہوئی یہ جنازہ خالصہ کالج لائل پور کی وسیع گراؤنڈ میں ہی ہوا تھا۔ تحرے کے اندرایک جانب کونے میں حضرت رائے پوری بلنگ پر اکیلے میں تشریف فرماتھے۔ انتہا ئی محرور اور نمیف و نزار جیسے بڈیوں کی ایک جموثی می دھیری کی نے بستر پرر کھ دی ہو- شاہ جی جیکے سے اندر داخل ہوئے- سلام کیا اور جاریائی کے ایک طرف جیکے سے بیٹھنے لگے تو حضرت رائے پوری نے ارشاد فرما یا کہ نہیں شاہ جی یمال میرے پاس جاریا ئی پر تشریف رکھیں ان لوگوں کو کچھو عظ کریں حضرت شاہ جی نے اپنے بیر ومرشد کے حکم کی معمیل کرتے ہوئے وعظ کرنا اشروع کردیا دیرتک ہم بھی دروازے باہر کھڑے شاہ جی کی باتوں سے مستفیض ہوتے رہے۔ جس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے ہمیں دیر ہور ہی تھی- اور پھرپیدل ہی ابنی منزل مقصود سم فرنگ روڈ پر پہنچنا

ظالباً ۱۹۵۸ء کاس تھا۔ ڈاکٹر خان صاحب مغربی پاکستان کے وزیراعلی تیے جنبوں نے مجلس احرار اسلام سے پابندی اٹھتے ہے بندی اٹھا دی۔ یہ پابندی اٹھتے ہے بابندی اٹھتے ہے بابندی اٹھتے ہیں ترکیک تعفظ ختم نبوت کے دوران لگائی گئی تھی۔ پابندی اٹھتے ہی بہت جلد شاہ جی کے حکم پر مجلس احرار اسلام نے جاعت کی تنظیم نو کے صن میں لاہور میں مولانا داؤد غزنوی کے مدرسہ میں احرار کنوفش طلب کیا تھا اس وقت میں ایم اے فائنل کا سٹوڈ نٹ تھا اور کنوفش میں فریک تھا۔ ملک بعر سے مرخ قمیصوں میں ملبوس ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ صام الدین بھی کنوفش میں شریک تھے۔ رصا کاروں اور رسنماؤل کے جسرے پر خوش کے آثار تھے کہ قافلہ اہل جنون پھر سونے مسزل روانہ ہونے والا ہے۔ نیا ولول، نیا جذبہ عبیب ترنگ، انوکھی امنگ دیکھائی دے رہی تھی۔ قبیلہ احرار ایک

مرتبہ بعر صفول کو درست کر کے میدان کار راز میں کودنے کے لئے بے تاب تیا۔ وہی ولولہ، جنہیں دیکھ کر نظیری کا وہ شعریاد آگیا جو شاید نظیری نے احرار کے لئے ہی کہا تھا کہ اس دور میں انہی پر منطبن ہوتا ہے۔ گریزد از صعبٰ ماہر آئکہ مردِ عوما نیست کے کہ کشتہ نہ شداز قبلُہ مانیبت

کنونشن میں محترم شیخ حسام الدین کو چیف آر گنا رُز کے طور پر منتخب کیا گیا۔ تاکہ وہ یا کتان بعر میں مجلس احرار اسلام کو دوبارہ منظم کریں اس کو نش کے خاتے پر ایک اعلان کے دریعے احرار رصا کاروں کو مطلع کیا گیا کہ امیر ضریعت ملتان سے ایک ٹرین کے ذریعے رات کو لاہور پہنچ رہے ہیں۔ لہذا تمام احرار رصا کار حضرت شاہ جی کے استقبال کے لئے گارمی سے بھلے بلیٹ فارم پر پہنچ جائیں۔ اعلان میں نے بھی سنا، خوش ہوئی کہ شاہ جی کی زیارت کا ایک اور موقع مل رہا ہے۔ جنانچہ پلیٹ فارم پر استقبال کے لئے بہنچ گیا۔ یہ ہر طرف مسرخ پوش میلیا موسئے تھے۔ عزم و ہمت کے نشان جب بھی نعرہ زان ہوتے تو در و دیوار گونج اٹھتے۔ ایک عبیب سمال تھا۔ امیر همریعت زندہ باد کے نعرول سے فصنا میں بلجل مجی ہوئی تھی۔ ایک جم غز، فقیر کے استقبال کوبے تاب ہوا جاتا تھا۔ اس سوچ میں مستفرق تھا کہ شاہ جی کی گاڑھی پلیٹ فارم پر آتی دیکھا ئی دی۔ اب اتفاق ہے کہ شاہ جی کا ڈبرومیں آگر کا جہال میں تھوٹا تما میں سب سے پہلے اندر داخل ہوا اور سب سے پہلے آپ سے الله شاہ جی نے نظر میں اشا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا بیٹا یہ میرا سامان ہے میں نے وہ سامان اشمایا اور باقی محجہ دو مسرے رصا کاروں نے ہم ڈبے سے پلیٹ فار پر حضرت شاہ جی کے جلومیں باہر آئے ہر طرف مسر ہی مرتعے تِل دحرنے کو جگہ نہیں تھی۔ بھی مشکل سے شاہ جی کے لئے راستہ بنا۔ لوگ باری باری آپ سے ملتے جاتے اور آپ آہت آہت آ گے بیسے جاتے تھے۔ اس بار شاہ جی پر خاموشی کا خلبہ تما۔ بے نیازی اسقدر کہ عال ہے کہ آنکھ اٹھا کر بھی پورے استعبال کو تحروری بھی پہلے سے زیادہ تھی۔ شافتگی پر سبیدگی اور ستانت کا غلبہ تبا- میں توجیعے شاہ جی کے ساتھ نشمی ہو چکا تبا- آہمتہ آہمتہ مجمع کے ساتھ بل عبور کر کے باہر ڈیورمھی میں آئے تو آ گے ایک کار محمدی تمی جس پر آپ نے سامان رکھ دیا اور آپ اپنے بیر و مرغد کی تیام گاہ صوفی عبدالممید کی کوشی کے لئے روانہ ہوگئے۔ میں مبی دوسرے رصا کاروں کے ساتھ شاہ می کی کار کو دور تک جاتے دیکھتارہا۔ اور سوچتارہا کہ اب شاہ جی کسی اور کیفیت میں جتلا ہوگئے ہیں۔ اور سم انھی معفلوں سے شاید اس طرح لطعت اندوز نہ ہوسکیں گے۔ جیسے عمر بعر ہوتے رہے ہیں اور اسی سوچ کے دوران آپ کی کار میری نظرول ہے او محل سو گئی۔

یہ میری آپ سے آخری المات ہے۔ مقام المات جامع مبد فیصل آباد میں اپنے سب سے بڑے فراند موالنا سید ابومداوید ابوذری کے اکاح کے موقع پر آپ یہاں تشریف لائے۔ میں اپنے جھوٹے بعائی باقر صغیر احمد کے ہمراہ مجد میں پہنچا تو آپ مجد کے شمالی صعد میں تشریف فراتھ۔ ذرا قریب ہوئے توسنا کہ کی سے مجد رہے تھے کہ بعائی ذرا میرے کے لیے کا پانی مٹی کے اس برتن میں کے آذاتے میں ہم دونوں پر

نظر پڑگئی تو اے کہا رہے دو میرے لیے پیٹے آگئے ہیں۔ یہ فقرہ ظوص اور معبت میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ آج بھی اس کی طلوت ہے دل و دماغ معطر ہو جاتے ہیں۔ میرے لینے پیٹے آگئے۔ چوٹا بھائی صغیر جلدی جاتی ہیں اس کی طلبعت کیسے ہے۔ جوٹا بھائی سخت کیسی ہے۔ جات ہیں فرایا۔ جاؤیس تم سے کلام ہمیں گران سے ہمکلام ہوا۔ شاہ جی آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ جواب میں فرایا۔ جاؤیس تم سے کلام ہمیں کرتا۔ تم تو بڑے الائق بیٹے ہو۔ میری یہ حالت ہوری ہے تم نے کسی ایک پوسٹ کارڈلکھ کر پہتے کیا ہے کہ تیرے ایا کا کیا حال ہے۔ بس یہ فقرہ آپ نے کہا کہ مجمد برجیے بجلی کو میرے تصور میں بھی ہمیں سے دمیں لگل گئی مقا خیال آیا کہ شاہ جی تو میرے خط کا انتظار کرتے رہے ہیں اور یہاں میرے تو ہمیں میں اسے ایک جمارت ہی خیال کرتا رہا ہو ہمیں میں اسے ایک جمارت ہی خیال کرتا رہا وہ میرے خط کا انتظار کریں۔ اللہ اللہ کتنا بڑا انسان کتنی بڑی خوبیوں کا مالک جس میں اسے برخی خوبی وہ میرے خط کا انتظار کریں۔ اللہ اللہ کتنا بڑا انسان کتنی بڑی خوبیوں کا مالک جس میں اسے برخی خوبی وہ میرے خط کا انتظار کریں۔ اللہ اللہ کتنا بڑا انسان کتنی بڑی خوبیوں کا مالک جس میں اسے برخی خوبی خوبی سے میات کردیا۔

ٹاہ جی دعا کے لئے مائیک پر تشریف لائے۔ آپ امبی مائیک پر آئے ہی تھے کہ لوگوں نے تقریر کا تقاصہ شمروع کردیا۔ بظاہر تویہ مطالبہ درست تعا- لیکن اب شاہ جی مجھے بنیاز سے تھے۔ تقریروں کا شوق و ذوق وقت کے ساتھ ساتھ ان کی طرح جیسے بوڑھا ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تقامیہ تقریر بڑھا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرایا:

"بس بعائی بہت ہو جکی تقریری-اب دل میں کوئی حسرت باقی نہیں ہے۔ میں تواہیے بیٹے کے گاح کے سلسے میں آب کے درمیان یہ گاح باعث کے سلسے میں آپ کے درمیان یہ گاح باعث خیرو برکت ثابت ہواور یہ معاملہ بخیرو خوبی انجام پائے۔ اسی دوران لوگوں نے دوبارہ تقریر کی فرمائش کی تو آپ نے کہا۔ تقریر تو نہیں لیکن اب بھی ایک ترکک اور اسک سی دل میں ضرور پیدا ہوتی ہے کہ خدا مجھے توفیق دے تو میں اپنے یار ناصر (صدر ناصر کی طرف اشارہ تھا) کے قصیدے بیان کول کہ اس نے کس طرح سے انگریزوں کو جوتے مار بارک سویز سے گانا ہے۔"

یہ آپ کی رندگی کی مختصر ترین تقریر تعییں جواس روز آپ نے کی تھی۔ بظاہر تویہ ایک فقرے میں ختم ہو گئی۔ لیکن اس ایک فقرے میں بھی انگریزوں کے خلاف بلا کی نفرت جلک رہی تھی سویز نہر کا بحران اور مصر کا انقلاب آپ کے سامنے تھا۔ جس ہزیمت کا سامنا انگریزوں کو اس بحران میں اٹھانا پڑااس کی طرف ہی آپ کا انثارا تھا۔ چنانچ لکاح کے بعد جب شاہ جی واپس جانے گئے تومیں آپ کا ہمراہ تھا سجد کے شمالی جا نب کا دروازہ تھا۔ سامنے گلی میں تاصد نظر لوگ ہی لوگ تھے۔ آپ رک گئے اور آپ نے مولانا ابوذر بخاری صاحب کو کا طب کر کے ان شاد فر ایا۔

مخاطب کر کے ارشاد فریا یا-"حافظ جی دیکھ رہے مولوگوں کا اکٹھ یہ سب میرے پاس کیالینے آجاتے ہیں- میں توایک فقیر ہوں دوسرے وقت کی رو فی پر بھی قادر نہیں ہوں- یہ لوگ انتہائی مخلص ہیں مجھ سے ممت

كرتے ہيں مجہ سے مبت لينے آجاتے ہيں ميں نے بھى ان سے زندگى بعر مبت بى كى ہے۔ يہ میرے خلوص کی کمائی ہیں لوگ مرنے سے پہلے جائیدادیں چھوٹر کر مرتے ہیں۔ مبری جائیدادیہی لوگ ہیں جے میں تہارے سیرد کر کے جا رہا ہوں- واللہ بااللہ میں نے جب می زندگی میں ان لوگوں کو دین کے تعفظ کے لئے نکارا برلوگ مرول پر گفن باندھ کراہے لینے گھروں سے ٹکل آئے میرے کھنے پر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور سینے پر گولیاں کھا گئے۔ اگر تم نے بھی ان کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ جاری رکھا تودین کے لئے یہ تمہارے کام بھی آئیں گے ان شاء اللہ" یہ وہ تاریخی چند فقرے ہیں جو تمام عمر کے تجربات کا نیوڈ ہیں۔ شاید زندگی ہمریہ معبت، یہ خلوص کا مظاہرہ بھی اسی لئے تھا۔ اس کے ذریعے لوگوں سے دین کے تحفظ اور ناموس رسالت کے لئے کام لینا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے یہ کام لیا۔ وہ اس میں سوفیصد کامیاب و کامران تھے۔ اس کے بعد ا یک بزرگ صورت ہالیاً جسّرال ہاوس والے بزرگ جن کی دکان مجد کے قریب بی تعی شاہ می سے اصرار کر رہےتھے کہ خربت کے ایک گلس کے لئے دکان پر تشریف لائیں- اور شاہ جی برابر معذرت کررہے تھے۔ کہ وہ ذیا بطیس کے مریض ہیں۔ پھروہ ہم ہے بیپلز کالوفی کے لئے رخصت ہوگئے اس کے بعد پر ال سے طاقات سیس موئی۔ ۲۱ اگت ۱۲۱۱ء کی شام وہ ہم سب کو داغ مفارقت دیگر سمیشہ سمیشہ کے لئے رخصت موگئے۔ لیکن وہ اب مبی دل و دماغ میں موجود ہیں - اور

وہ سید کہ تما صدر احرار ملت جے لوگ کھتے نے ناہ خطابت یہ دنیا کہ موس کا ہے قید خانہ اس کے جت اس کے جت ہوئی جتبو اختر واسنی کو ہوئی جتبو اختر واسنی کو چو از ہمر ارقام تاریخ رطت درا آئی کیوں ہو نہ تاریک عالم دریست گیا مہر تاباں اسیر فریست

# گئے دور کا نسانہ

میں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ اُر دو زبان کاسب سے بڑاخلیب ایک بوسیدہ مکان کے ملبہ میں اپنے بڑھا ہے کی فرا**ٹے ہمرتی ہوئی عمر گ**زار دیا ہے۔

ٹاہ جی نے محمور کی چٹائی پر آپ آتھ کی سکی ہاری شکنیں بکھیر کے ہوئے جو محمد کما میں نے اس خوبسورت گفتگو کواشعار کے سانچ میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ (شورش

کاسمیری)

، ہمارا ذکر گئے دور کا فیانہ ہوا لگا کے آگ ہمیں کارواں روانہ ہوا کبی مصائب منزل سے آشنائی کی کبهی نوشتهٔ تقدیر قید خانه ہوا ہر ایک موج ہمر رنگ ہم کلام ہوئی ہر ایک بھول بہر شاخ آشیانہ ہوا یہ ایک بات زبان قلم تک آپہنی یہ ایک حرف دلآویز محمانہ ہول ہوا کہ دوش یہ اڑ تارہا کلام خطیب اگرچه گوش برآواز به زمانه سوا اٹھے تو شاخ چمن سے کھانیاں اٹھیں گئے تو برق کا مربون آشیانہ ہوا ہم ایے لوگ بھلا کس سے آشنا ہوتے؟ ھِوا تو گردش دورال سے دوستانہ مُوا (شوپش کاشمسری)

حأفظ عبدالرشيدادشه

# ترس گئے ہیں تری آوار دل کشا کے لئے

هروع میں بغیر کی تکلف یا انکسار کے عرض ہے کہ راقم آئم نہ توصاحبِ علم ہے اور نہ ہی صاحبِ تلم۔
کین یہ ضرور ہے کہ مطالعہ ، مشاہدہ اور تبریہ کی حد تک صاحبان علم و قلم اور اپندوا رہ وحالات کی حد تک اہم خطیب حضرات کو سُنا پڑھا جانجا اور بہت قریب سے دیکھا۔ زیر قلم مصمون میں چونکہ اُردو اور برصغیر کی علاقائی زبانوں کے سب سے بڑھے خطیب کا تذکرہ ہے۔ بدنا میں کوشش کرو تگا کہ اپنے وَاردَات ومشاہدات پیش کروں ، متعلقات براس نمر میں اور بہت صفیون ہوں گے۔۔۔۔ اختر شیرائی نے کہا تھا "کہ ہندوستانی سلمانوں کی ادبیات نے تین جامع شخصیات ہیدا کیں ، ابوالفصل ، اسد الله حال خالب اور ابوالکلام آزاد۔۔۔۔" میں کبمی کبمی سوچا کرتا ہوں کہ خطابت میں جامع موروں اشعار عام فیم بیان و خطاب اور ایسا تھا اور ایسا تھا کہ دیمائی اور تر آئی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معانی اور پھر موروں اشعار عام فیم بیان و خطاب اور ایسا تھے اور انداز کہ ایک دیمائی اور تائگ بان سے لے کر ابوالکلام آزاد، علاسہ موروں اشعار عام فیم بیان و خطاب اور ایسا تھے اور انداز کہ ایک دیمائی اور تائگ بان سے لے کر ابوالکلام آزاد، علاسہ موروں اشعار عام فیم دیان اور کند ذہم اور عبتری ، وہائی ، شہری ، علمان ، صوفیان ، انگریزی دان ، فلنی ودا شور سبمی بیک غرصیکہ ہر طبقہ و خیال اور کند ذہم اور عبتری ، وہائی ، شہری ، علمان ، صوفیان ، انگریزی دان ، فلنی ودا شور سبمی بیک میں نہ ہوں ۔۔۔۔ ایسا خطیب سید عظاء الله شاہ بخاری دے اللہ کے علوہ شاید کی بھی دیکھیں یہ کھنا بڑمنا ہے کہ کی سی نہ بیدا ہوا ہو۔۔۔۔ جلال و جمال ، حمن صورت اور حمن صوت جس کاظ سے بھی دیکھیں یہ کھنا بڑمنا ہے کہ آپ است مسلم کے فردوحید خطیب تھے۔

میں نے "بیس بڑے مسلمان" کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے سات ہو شد سال کی عجے میں امیر ضریعت ہد۔
اللہ کی پہلی تقریر شنی کیکن اس کے بعد کئی دفعہ غور کیا، سوچا، تو مموس ہوا کہ اس عمر کی توجیحے بہت سی آیسی باتیں یا د
ہیں جن کا تعلق فہم و شعور سے ہا گریہ تقریر اس عمر میں شنی ہوتی تو بہت سی باتیں یاد ہوتیں۔ لاجالہ یہ بانج برس
کی عمر کے لگ بھگ کی بات ہوگی جب سے ۱۹۵۳ء کے الیکشن ہور ہے تھے کہ ایسے ہی حالات میں زعمائے احرار کا دورہ
دیسات میں ہوا ہوگا کہ جس میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لد حیا نوی رحمہ اللہ اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ
بغاری رحمہ اللہ اور خواجہ عبد الرحیم عاجز، نکودر (صلح جالنہ حر) تحصیلی مرکز سے جے میل دُور مشم پور میں تشریعت لائے
ہورے اور عاجز مرحوم کی پنجا بی نظم کے مطلع کے اور مجھہ۔
ہور کے کہ مجھے اس جلس میں سوائے "بخاری و حبیب" کے چھرے اور عاجز مرحوم کی پنجا بی نظم کے مطلع کے اور مجھہ۔
ہاد نہیں۔

راتیں سُٹیاں پیاں بینوں اک خواب آ گیا گئے بدیجی ایتحوں، ایتھے انقلاب آ گیا انبی د نوں ماجزم حوم کی ایک اور نظم بہت مشہور تھی جس کے چند شعریادرہ گئے ہیں:

دین گئی ہیں دوجر گئی اج سلمانی تری

کے گئی سی روبر کے پربت کفر دے بے شمار

آئی سی جد عرب و نوں چڑھ کے گھنیانی تری

رکھ دتی توں راہ مولا فرزند دے گل نے چُھری

بُسل نہیں سکدی کدی دنیا نوں محویانی تری

نس گئے س نخت چیڈ کے کئی ہادر سُورے

میں گئے س نخت چیڈ کے کئی ہادر سُورے

جس جگہ بھی جاکے چیکی تینے برآنی تری

عاجزال وانگوں کیوں جھکدا جاوناں ایں ہر جگہ

عاجزال وانگوں کیوں جھکدا جاوناں ایں ہر جگہ

نہ جھکی سے کے پیشانی تری

عاجز مرحوم سے متعلق ایک اور بات یاد آئی کہ ۱۹۲۹ء میں کا نگرس کا راوی کنارہے جو اجلاس ہوا تھا اس میں موصوف نے جب ایک ولولہ انگیز نظم بڑھی تو مولانا ابوالکلام آزاد ما نیک پر آئے اور کہا کہ جب میں جنت میں جاؤں گااور الشد کے فصل ہے اُسد ہے ایسا ہوگا تو ھاجز کا بازویکڑ کرساتھ لے ھاؤں گا۔

اس طرح گویا میں نے اس نوعری میں تین عظیم الرتبت شخصیتوں کی زیادت کی۔ رئیس الاحرار ، الله. اسپر ضریعت ، الله اور عاجز مرحوم کی نسبت سے یہ یاد سیری زندگی کا آنیا بڑا سرمایہ سے کہ اس پر بجاطور پر فعضو کرسکتا ہوں۔ شہرول سے دور سنلج کے کنارے ایک گاول میں ان حضرات کی زیادت کا ضرف عاصل ہوا۔

امیر ضریعت رس الله کی دوسری زیارت نکودر میں ہوئی جال عید گاہ میں مجلی احرار اسلام کی دسٹر کث کا نفر نس سمی اور یہ بھی اس دور کے لگ بھگ کی بات ہے اس میں حضرت شاہ صاحب رسد الله کی ایک بات یاد ہے کہ ایک دیماتی عورت آٹا گوند هنے کی بجائے کہ کہ ایک دیماتی عورت آٹا گوند هنے کی بجائے کھڑے ہو کر دھمال ڈالنے لگی۔ گھر والوں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے تو اس نے کہا گئتے نمیں کہ دُمول کی آواز آ رہی ہے اندوں نے کہا کہ اور کے اور کا دور سے تو اس کیفیت میں کہا گئتے نمیں کہ دُمول کی آواز آ رہی ہے اندوں نے کہا کہ آواز تو کمیں بت دور ہے تو اس نے اس کیفیت میں کہا:

ایتھے کی تے اوتھے کی

جونکہ یہ بات ایسی تھی کہ ایک جھوٹا بچہ یاد رکد سکتا ہے بہذا یاد ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ یہ مثال کس بات کو سجوانے سجعانے کے لیے دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سوائے اس کے اور محجہ یاد نہیں کہ اس کا نفر نس کے صدر استقبالہ علالپور کے صاحبزادہ شید سلیمان صاحب تھے جو قیام پاکستان کے بعد ساٹگلہ میں آباد ہوئے انہوں نے طویل سپاسنامہ یا خطبہُ استقبالیہ پڑھا۔ میں مموس کر رہا تھا کہ لوگ اس طویل تریر سے بور ہو رہے ہیں کہ سامعین اور طاقہ کتزیباً دیہا تی تعا- اس کا نفر نس میں صاحبزادہ سید فیض المسن بھی تقے۔ مذکورہ بالادونوں جلسوں کے متعلق میں نے بہت احباب سے دریافت کیا، کب تھے لیکن کسی نے تسلی بنش جواب نہیں دیا کہ جس سے میں صمیع سن کا تعیین کر سکول ۔

اس کے بعد تیسرا جلہ تاون صلع جائد حر ہیں ہوا کہ جہال کے مشہور لیڈر صب اللہ سعدی مرحوم خاکساری تھے۔ اور اگر میری یادداشت کام کرتی ہے تو موانا صیاء الرحمان فارو تی کے والد باجد سولانا محمد علی جائباز بھی اس قصب کے تھے۔ ہیں ان دنوں پرائری کرنے کے بعد مدرسہ عربے رائے پور گوجرال ہیں قرآن مجید یاد کر رہا تھا اس جلسہ بیں بھی رئیس الاحرار ساتھ تھے۔ رائے پور ہیں ہمارے استاد و مربی حضرت موالنا عبدالعزیز رسہ اللہ جو قیام پاکستان کے بعد کی نمبر اا جیچے وطنی میں آباد ہوئے، لیم شحیم اور ہمارے نرویک خاصے وجیہ تھے اور واقعتاً وجیہ تھے لیکن اب بات جب ہوری ہے تو تھے ایر اگھ تا ہو کہ حضرت موالنا وجیہ بیں لیکن حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آتے ہوئی کی طرف برطور ہے تھے تو بھے ایسا محموس ہوا کہ گو حضرت موالنا وجیہ بیں لیکن حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آتے ہوئے شاہ صاحب ہی نظر آرہ ہے تھے کہ ان کے علاوہ کی پر نظر نہ کھی تی یہ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۲۸ء کے انتخابات کی توقع کی جاری تھی۔ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۲۸ء کے انتخابی میں موجود کی جاری تھی۔ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۲۸ء کے انتخابی میں سادی تو آن بخابی میں مسلس کی تھو۔ جو نکہ میں والے درماتی بھی سادی تھریر میں ماری تھریر میں مسلس کی تھی ہورت شاہ صاحب کی طرف دیکھتارہا اب سب باتیں سمجھ سے آرہی تعیں۔ میں سادی تقریر میں مسلس کھٹی بائد سے حضرت شاہ صاحب کی طرف دیکھتارہا اب سب باتیں سمجھ آرہی تعیں۔ میں سادی تقریر میں مسلس کھٹی بائد۔ سے حضرت شاہ صاحب کی طرف دیکھتارہا اب سب باتیں سمجھ آرہی تعیں۔۔۔۔۔دئیس الاحرار اور اسیر همریعت دسہ اللہ کی تقریریں ایک ہی شعب میں ہوئیں رعد کی کوک اور اسیر عمل دی کوک اور ساتھ کی کو ہوئے تھی۔۔۔۔۔دئیس الاحرار اور اسیر همریعت دسہ اللہ کی تقریریں ایک ہی شعب میں ہوئیں دید کی کوک اور سے بھی کی کی کی کی کی کی حس

اس کے بعد ۱۹۳۴ء کا الیکش آگیا اور نکوورکی صوبائی نشت پر مجلس احرار اسلام کی جانب سے حضرت مولانا محد علی جانب سے حضرت مولانا محد علی جاند مری، سلم لیگ کی جانب سے میر سے رشتہ ہیں بھو بھا جود حری ولی محمد گوییر اور یونینٹ پارٹی کی جانب سے میر سے رشتہ ہیں بھو بھا جود حری ولی محمد گوییر اور یونینٹ پارٹی کو جانب سے جود حری امد اللہ خال کے بحث تربی دوست تھے باتی سادا گاؤل احرار کا حای تھا۔ گوبیر صاحب مرحوم بیال کے ایک بڑے قریبی گاؤل پرجیال کے تھے اور امد اللہ خال مرحوم کا تصب محت بور بھی دوست تھے اور جابد ملت مولانا محمد علی جائند حری رحمہ اللہ دو میل پر تھا امدا اس جلے کی بہت دو حوم تھی۔ ہم جلس گاہ جار ہے تھے اور جابد ملت مولانا محمد علی جائند حری رحمہ اللہ اور امیر قریب خور تھے۔۔۔۔۔ حضرت دور امیر فریب کی عانب آر ہے تھے لوگ مصافول کے لیے ٹوٹے پر شے تھے۔۔۔۔ حضرت شاہ صاحب کی عقابی گائیں دائیں بائیں لوگوں کو دیکھ رہی تھیں آپ نے دیکھا کہ ایک دو آدی راصفے سے ایک طرف گھ می محد اللہ بین شاہ صاحب اد حرگھوم گئے اور اُن سے بنجابی میں قاطب ہوئے کہ "کسیں اک پاسے کیوں طرف گھ می محد اللہ بین شاہ صاحب اد حرگھوم گئے اور اُن سے بنجابی میں قاطب ہوئے کہ "کسیں اک پاسے کیوں

کھلوتے ہو"انسوں نے بڑی مدھم آواز میں کہا کہ "اسیں چوڑھے آل" ہم خاکروب ہیں۔ آپ نے فربا یا کہ پسر کیا ہوا

آو گلے لگو اور اُن سے بُرزور انداز میں معانقہ و مصافی کیا اور سر بر باقد پھیرا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ ہر ہے جلے میں

پورے خاندان کو لائے اور سلمان ہوگئے۔۔۔۔ میں کبی سوچا کر تاہوں کہ ہندووں کو ہم گالیاں دیتے ہیں لیکن
اُن کے رسوم ورواج ہماری تہذیب و تمدن میں رچے ہے ہیں وہ اچھو توں اور مسلمانوں کو اپنے رشنوں کو ہاتھ نہیں

لگانے دیتے تے ہم نے ہندووں کو تو کچھ نہ کہا لیکن اچھوتوں سے وہی برتاؤ کیا جوہندو ہم سے کرتے تھے۔ اگر ہم ان

سے وہ برتاؤ کرتے جس کا اسلام نے ہمیں سبق دیا ہے تو ہندوستان کے سب اچھوت مسلمان ہوجاتے مسٹرگاندھی

نے تو ان کو قریب کیا لیکن ہم اس طرح ان سے نفرت کرتے رہے تیام پاکستان کے بعد سب خاکروب عیسائی ہو

گئے اور ہمارا معاملہ اب بھی ان سے وہی ہے اور یورپ سے انگریز پادری آگر ان کے ساتھ بیٹھ کرکھاتا ہے ہم پادری

گئے اور ہمارا معاملہ اب بھی ان سے وہی ہے اور یورپ سے انگریز پادری آگر ان کے ساتھ بیٹھ کرکھاتا ہے ہم پادری
طرح قیام پاکستان سے بھلے سمجھتے تھے۔ اگر متودہ ہندوستان میں ہم ان سے انسانی اسلامی سلوک کرتے تو ہندو
طرح قیام پاکستان سے بھلے سمجھتے تھے۔ اگر متودہ ہندوستان میں ہم ان سے انسانی اسلامی سلوک کرتے تو ہندو
داخوں سے تورضے ناطے کئے گر اچھوتوں کو قریب نہ کیا اور افوس زیادہ علما پر ہے کہ انسوں نے بھی ادم توجہ نہ دوستان

سنگووال کی جلسے گاہ ایک بڑا سیدان تھی میں اب ایسا محسوس کر ہا ہوں کہ جیسے لوگ موجی دروازہ یا دینارِ پاکستان کو ٹولیوں اور قطاروں کی صورت میں جلسے گاہ کو جار ہے ہوں ---- میں سٹیج کے قریب اتنا قریب بیٹما کہ شاہ صاحب کا قریب سے بغور مشاہدہ کر سکوں اس علاقے میں جد نکہ یو نیٹیٹ یارٹی کے اُسیدوار کا آئریری مجسٹریٹ ہونے کا رحب تما ابدا حضرت شاہ صاحب کی تمام تر توج یونینیٹ پارٹی اور اسد اللہ طال کی طرف رہی اور شاہ صاحب ان صاحب ان صاحب ان صاحب ان صاحب ان صاحب ان صاحب کو پہلے سے جائے تھے کیو تکہ وہ صاحب دو دفعہ پہلے احرار اسلام اور راعی برادری کے اُسیدوار کے مقابلہ میں علی الترتیب ڈسٹر کٹ کو نسل، اور صوبائی سیٹ پر کھڑے ہو کر بار بچکے تھے۔ لیکن اب پھر کھڑے تھے، اور زخم خوردہ سانب کی طرح تھے بدا شاہ صاحب نے اس جلسہ میں انبی کے متعلق تقریر کا زیادہ حصة صرف کیا اور مشور کہاوت

#### موتیال دے لونگ والیے تیری ہرمنیا بدنامی

پڑھ کراس کی خوب تھرج کی کہ بمارے علاقے میں ہندہ نام کو تھے اور "متیا" کا منہوم نہ سمجھتے تھے بہذا اس کا سیاق و وساق بیان کیا۔ اب بھی شاید اکثر احباب اس کا منہوم نے سمجہ سکیں۔ "متیا" سکھوں کا ایک تبوار ہے جس میں مرد عورتیں رات کو کی ندی، دریا یا چئے پر نہانے جاتے ہیں۔ آباس سنسکرت میں مہینہ کو گئے ہیں، اس سے "متیا" بنا۔ ایک شخص نے شاہ می کو چٹ دی کہ گذشتہ صوبائی انتخاب میں مونوی پیر ممد کے لڑکے میاں عبدالرب کو آپ نے مجلس کے تکٹ پر کامیاب کرایا تعا۔ لیکن وہ سکندر حیات کے ساتھ ال کئے تو اگر اب مولانا محد علی جیت کر کی دوسری پارٹی میں چلے گئے تو پھر کیا ہوگا۔ اس پر شاہ صاحب نے آدھ پول محسنر زمیند ارول کے فہم کے مطابق مختلف مثالیں دیں کہ اگر ایک سال مڑھی دل محسیتی چٹ کر جائے تو کیا تم اسکا سال گذم ہونا چھوڑ دیتے ہو۔ اگر ایک سال یا دوسال مسلسل محاد کو کیشر آلگ جائے تو کیا تم اسکا سال گذم ہونا چھوڑ دیتے ہو۔ اگر پیدا ہو کرم جائیں تو کیا اسکا مسلسل محاد کو خیال چھوڑ دیتے ہو۔ اور پھر آئر میں مجا کہ اگر تہارے ایک دو بھے پیدا ہو کرم جائیں تو کیا اسکا مد علی کی جائر ہونا ہو گراہ کہ اس دفعہ ہم نے ایک ایسا جنا "جوانرد" محرا کیا ہے کہ حس کے متعلق صوبا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ جیت کر کی اور پارٹی سے مل جائے گا، اور موالف کے متعلق ظامی تو بین حس کے متعلق صوبا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ جیت کر کی اور پارٹی سے مل جائے گا، اور موالف کے متعلق ظامی تو بین

چند دن بعد چود هری ولی محد گوبیر کے گاؤں "پرجیاں" میں جلسہ تعااور جلے کا استمام سکول کی وسیع گراؤند میں مقام حرکا دن تعا- جعد کا خطبہ اور نماز حضرت موان محد عداللہ دمه اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشید یہ ساہی وال نے پڑھائی جو ان و نول خیر المدارس جائند هر میں استاد حدیث تھے۔ "پرجیاں کلاں" بہت بڑا گاؤں تما پورا علاقہ حضرت شاہ صاحب دمه اللہ کی تقریر شننے کے لئے اُند آیا تھا۔ اس زمانہ میں گوائن میں بندرہ بیس ہزار کا مجمع آج کے لاکھوں کے برا بر تعااور پھر جبکہ آج کل کے اخبارات پائی سات ہزار کے جلے کو لاکھوں کا مجمع ہی سات ہوں ہو جلسہ آج کل لاہور کے برا بر تعالی ہم بنا دیتے ہیں۔ وہ جلسہ آج کل لاہور کے برا بر تعالی ہم انہوں نے کوئی اعترض کیا۔ جو نکہ تحریک پاکستان کا زور تعالیدا مخالف موافق دو نول کا اجتماع تعاگرہ خوال کے محرے میں تب تھے شور شنا

تو فوراً جلہ کی جانب آئے مجھے خوب یاد ہے کہ نسواری (براؤن) رنگ کی چادر باند سے ہاتھ میں لمبے دستے کی کابارٹھی

لئے جے بنجابی میں "کھکوا" کھتے ہیں جلہ کی طرف ذرا تیزی سے آئے موانا جالند حری رہ، اللہ کو فربایا کہ تم تقریر ختم

کروا نسول نے آخری کلبات کے اور حضرت شاہ صاحب رہ، اللہ نے تقریر ضروع کی۔ بست منتصر خطبہ پڑھا کہ وقت

می کم تھا، اور تحریک پاکستان کے موضوع پر تنقیدی تقریر کی۔ آپ نے اپنی اس کلہارٹی کو مسر کے برا پر بلند کیا اور

کولئمی کے دستے کے دو نوں معرول کے متعلق کہا کہ یہ پاکستان ہے اور درمیان میں طویل ترین علاقہ ہندوسان ہے۔

اگر ادھرکی جانب کوئی ضرورت ہوئی تو اُدھر سے امداد سین بہنچ کے گی اور ایسا ہی اس کے برعکس ہوگا اور یہ کہنا کہ

ہندوستان جبی کے دو پاٹوں کے درمیان ہوگا مصف طفل تسلی اور غلط فہی ہے۔ نقصان ہمارا ہوگا چار کروڑ مسمنان

ہندوستان میں رہ جا کیں گے۔ چیہ کروڑ دوطرون تقسیم ہول گے اور درمیان میں تیس کروڑ کی آبادی کا مک ہندوستان

ہوگا۔ تقریراس قدر مدلل اور موثر تمی کہ سناتا جا گیا بخیر و عافیت جلسہ احتتام کو پہنچا بال سنگووال سے واپسی پر "مهت

دو تقریری خیر الدارس کے سالانہ جلس میں سنیں، اور وہ بھی اسی زبانے کی تعیی اور اس میں بھی باوجود احتیاط کے سیاسی سائل آگے ایک تقریر میں و ما اصابحم میں مصیبة فیما کسبت اید یکم- کی آیت کریم پڑھی۔ تین ساڑھے تین گھنٹے تصریح کی علوم ومعارف کا ایک سمدر تعاجواس آیت کی تصریح کے صمن میں بیان ہوا۔ اور خیر المدارس کے جلس میں حضرت شاہ صاحب نے "چکدش" والی نعت سُنائی تھی اور نعت سیرا خیال ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رسہ اللہ کی موجود گی میں سُنائی تھی۔ یہ نعت شاہ صاحب کے کلام سواطح الالمام" اور اب" اہزار الرشید" کے تاریخی" نعت مسر" میں شائع ہوئی ہے جس کا مطلع ہے:

برزار صبح بهار از نگاه می جکدش جنوں زمایہ زلعنِ سیاه می چکدشِ

خیر المدارس کے سالانہ طلے اسی طرح اپ زمانے میں سروف تعے جس طرح کہمی "انجمن ممایت اسلام" کے لاہور میں ہوتے تھے۔ عمواً جمعہ کے بعد تقریر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دصد اللہ کی ہوتی اور تیسرے دل اس خری تقریر رات کو عِشاء کے بعد حضرت شاہ صاحب دصد اللہ کی۔ ملتان میں ابتدائی سالوں میں خیر المدراس کے جلیے اسی دموم دھام سے ہوتے لیکن ان سب جلول کی رونق حضرت شاہ صاحب دصد اللہ اور ان آگا ہر کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اب دارس میں جلول کارواج تو ہے لیکن رسم نہانے والی بات ہے وہ رونتی تو کیا اس کا محتمر عشیر بھی نہیں

حضرت مولانا خیر محد صاحب .حد اللہ کے ایک شاگرد حضرت فاصل دشیدی .حد اللہ نے ماہی وال میں مالانہ جلہ کی طرح ڈالی اس جلسہ میں ہمی مکف کے تمام بڑے علما تشریعت نوبا ہوتے---- فسروع کے مالول میں پہلی تعریر جمعہ کے بعد صاحبزادہ فیعن الحسن صاحب کی ہوتی اور آخری شاہ صاحب کی۔ خیر المدداس کے جلے عام خاص باغ میں اور جامعہ رشیدیہ کے تحمیثی باغ میں میں ہوتے اور حاضری دیدنی ہوتی ---- بعد میں دو نول جلے مدرسے کے اعاط میں مونے گھے-

مين سف اور مير سے برا على حكيم حافظ محد اسلم سف اپنے كاول سرلى بوريس بىلاجلس كرايا- قيام باكستان کے بعد مئی ۱۹۵۰ء کے پہلے ہفتے میں میاں چنوں مجلس احرار اسلام کی کانفرنس کرائی۔ ملتان کا ڈپٹی محمشر مرزائی تعا میاں چنوں میں کوئی جلسہ کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ میری عمر تعور پی تھی لہذا ناظم اعلی مجلس احرار اسلام میاں چنوں کے نام سے دو دن کا جلسے کرایا، اپنا نام نہ لکھا کہ جگ صندائی نہ ہوکہ مجلس احرار اسلام کومیاں چنوں میں ناظم احلیٰ ایک اُم کا ط حالانکہ برمسی عمر کے لوگ موجود تھے۔ ماسٹر تاج الدین صاحب، قاصی احسان احمد صاحب، جانباز مرزا، مولانا محد على جالند حرى اور امير همريعت رحمه الله تشريعت لائے ---- اس جلس كارا استمام سي نے كيا-ماں چنوں کے ساتھ ایک مجب نمبر ۱۳۰ تما (اب وہ میونسپلٹی میں آگیا ہے) اس میں ایک مستری صاحب بنام محدوین رہتے تھے شہر میں کلامی کا امیا کاروبار تھا۔ وہ شاہ صاحب رہ اللہ کے مرید تھے ۵۰- ۵۱ میں انہول نے ا **ٹاہ صاحب رحلہ اللہ کو بیس ہزار روپر پیش کیا کہ آپ اینا ملتان میں مکان بنوالیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا میال** صاحب آپ کی بھیاں بیں ان کا ثمار کرنا ہے یہ روپیران کے لئے مفوظ رکھیں۔ البتہ لاہور ساس وال (اس وقت منظری) آتے جانے ان کی وکان پر محنش دو محنش کے لئے تشریف لاتے بشرطیکہ کار پر لاہور ساہی وال جانا ہوتا۔ ایک دفعے ۵۵-۱۹۵۲ میں وس بارہ دن ان کے گاؤل میں ان کے گھر قیام فرما یا ان دنوں کمتر رشید یہ کے نام سے میں میال چنول میں دکان کرتا شا- کئی دفعہ ایسا ہوا کہ تیس میک سے بیدل یا تانگہ برسیدھے کمتبردشیدیہ تشریعت فے آئے اور باہر منے پریاد کان کے وصلے مرے میں جاریائی پر تشریعت رکھتے اور لوگ زیارت کے لئے آئے۔ انہیں دنوں رہیج اللول تھا بائی سکول میں اسی صاحب (بید اسٹر) نے جلسہ رکھا اور کوشش کی کہ شاہ صاحب رصہ اللہ محری**ے لائیں کیکن آپ** نہ مانے ہر ایک استاد حاضر ہوئے اور عرض کیا تشیریف لے جلیں آپ نے اٹھار فرمایا انہوں نے محما حضرت دیمے شاید آسی صاحب بھی آئے ہول حضرت شاہ صاحب رسہ اللہ کے فورا فرمایا کہ اس کے مجھے تمانیدار صاحب می آتے ہوں گے---- اس سفر کی بات ہے چک نمبر ۱۳۰۰ کی مجد میں تقریر بر مرور آبادہ مو كئے معد بعر كئي صحن ميں جلسه تعا- ايك نوجوان مشور نظم برهدربا تعا-

دلاغافل نه ہو يكدم يه دنيا چھوڑ جانا ہے

سیں اندر گیا تو دیکھا حضرت شاہ صاحب سر محکائے رو رہے ہیں اور آ کھول سے آنو کی جمرہی لگی ہوئی ہے۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور مختصر تقریر فرمائی جوہند و نصیت اور ختم نبوت کے متعلق تھی۔ ایک دل کمتبر میں تشریف رکھتے تھے کہ رازی پاکستانی کے چوٹے چھوٹے جسوٹے بسائی آصفی نے کیرہ سے تصویر بنانا جاہی لیکن رحب سکہ مارے ہاتی کا اور شدویر نہ بنا کا۔ اللہ تعالیٰ کے فعنل و کرم اور شاہ صاحب کے بتائے ہوئے وظیفہ سے مستری محددین کے کئی الوکیوں کے بعد لوکا پیدا ہوا۔ میں نے شنا ہے کہ وہ آج کل امریکہ میں ہے اور بست

اجھا کاروبار ہے----

میاں چنوں سے آگے کووال کے تین جار میل او حرایک چک میں میاں محد شفیح رہتے تھے وہ شاہ صاحب کے عاشق تھے اور مزار ئیت و ختم نبوت کے متعلق سے عاشق تقدیر کرتے۔
تعریر کرتے۔

سیں ملتان خیر الدارس میں دو دفعہ داخل ہوا ایک دفعہ ۱۹۳۸، میں اور دوسری دفعہ ۱۹۵۹، میں اکثر جمعہ مبد
"سراجال" بازار حسین آگاہی میں بڑھتا جہاں موالنا محمد علی جائد حری تقریر کیا کرتے تھے، اور اس کے بعد حضرت
شاہ صاحب کو سلام کرنے عاضر ہوتا --- ایک دفعہ عاضری ہوئی تو مرتفنی احمد سکش، ملک نور ابنی مالک اخبار
"احبان" اور ابوسعید بزی بیٹھے تھے گفتگو ہور ہی تھی یہ لوگ کھر رہے تھے کہ شاہ صاحب اب تو ایسا محموں ہوتا ہے کہ
آپ سے گھتے تھے (یہ ابریرائی سالوں کی بات ہے) شاہ صاحب نے فربایا کہ ایک سائنس دان نے کہا کہ زمین گول
ہے اور اس کو اس پر زہر کا پیالہ پینا پڑا لیکن اب سب لوگ کھتے ہیں کہ زمین گول ہے اس کے بعد مختلف باتیں
سنبیدہ سی ہوتی رہیں ہر یہ لوگ جانے گئے شاہ صاحب نے پوچا کہ اب کد حرکا ادادہ ہے سکیش نے کہا کہ (ایک
سنبیدہ سی ہوتی رہیں ہر یہ لوگ طرف - آپ نے فربایا میں تو سمجمتا تھا کہ اس شہر میں ہی آپ کا شناسا ہوں لیکن
معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی ہیں یہ صاحب مولوی نواب دین مرحوم کے لڑکے مولوی غلام ربانی تھے - جب یہ لوگ

وہ آئے تو آئے نشیب و فراز دیکھ کر ادر جب جل دیئے تو بهر عال جلائے اس پروہ لوگ میر بیٹیٹے کے اور شہر وشاعری کی مجلس مجم گئی۔

ایک دفعہ میں، رازی پاکتانی، آصنی پاکتانی عاضر ہوئے صفرت شاہ صاحب نے نفیس چائے پلائی۔ میں فاعرض کیا یہ لوگ تولسی کے عادی بیں فریا یہ تو تیری حس طلب معلوم ہوتی ہے۔ آسفی سے نام پوچا تواس نے کہا کہ آصنی۔ فریایا رازی کے وزن پر تو نازی چاہیے تیا۔۔۔۔ پھر آصنی سے سلطنت آصنیہ دکن کی طرف ذہن منتقل ہوگیا اور آپ نے سورۃ ہمزہ فمن کے ساتھ تلات فریائی اور جمع مالا وعدد، یحسب ان ما لہ اخلاہ۔ اور ان سے اگلی آیات پرزور دے کر پڑھا اور فریایا کہ آصنی سے توذہن اوھر ہی منتقل ہوتا ہے آسنی نے آٹو گراف کے لئے کائی بیش کی تواس پر شرکھا:

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پعول پعر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

میں وقت رازی صاحب کو فرصت کا لا اور انہوں نے جعث آپ کی تصویر لے لی آپ نے فرایا کہ فسرارت سے باز نہیں آئے یہی وہ تصویر ہے جو آغا شورش مرحوم نے آپ کی سوئع کے پیط ایڈیشن کے فسروع میں گائی تھی کہ شاہ

صاحب محجد لکور ہے بیں بہت خوبصورت پوز ہے

۱۹۵۲، میں لیا قت علی کی شہادت ہو چکی تھی اور احرار دفاع کا نفر نسیں کرر ہے تھے۔ اوکاڑا ہیں دفاع پاکستان کا نفر نس تھی ہیں ان دنوں جاسع رشید یہ مشکوۃ ضربیت بڑھ رہا تما حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ رسہ اللہ (ست فی کا نفر نس تھی ہیں ان دنوں جاسع رشید یہ مشکوۃ ضربیت بڑھ رہا تما حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ رہ ہوگی تھی۔۔۔۔ ایک رات تقریباً ایک بے کا عمل ہو گاس جاگ رہا تھا کہ میرے کا نول میں آواز آئی مولوی عبد اللہ ، مولوی صبیب اللہ ، میں چو تھا کہ یہ تو شاہ صاحب کے ساتہ منتسر آواز ہے۔ غد مندمی کی طرف گیٹ ہے آواز آری متی میں دور کر گیا اور دروازہ کھولا تو شاہ صاحب کے ساتہ منتسر سال فوکری و غیرہ ہے میں کتب فاز میں لے آیا ، ان د نول محمود یہ بائی سوی گھی و غیرہ ہے مولو ، نالیتا ہوں سال فوکری و غیرہ ہے مولو ، نالیتا ہوں آئی میں ہوری گی و غیرہ ہے مولو ، نالیتا ہوں آئی میں ہوری گی و فیل ہو ٹیال و غیرہ تو نہیں ہوں گی دی تج بیں ، کا ہوا اور اور ایک مولاد تو ٹین دو ٹیال اس میں ٹرید بنا کر کھا ئیں اور کہا موگا اور روٹیال اس میں ٹرید بنا کر کھا ئیں اور کہا موگا اور روٹیال اس میں ٹرید بنا کر کھا ئیں اور کہا موگا اور روٹیال اس میں ٹرید بنا کر کھا ئیں اور کہا مولان مقبول احمد ہو ایک میں ہوں گی ہو گھو صاحب، حضرت نافی میں ہائی اور گھا ہوں گیا ہوں گیا ہوں ہوں گی اور ڈواز کی بات آب بیا ہوں گیا ہوں گیا ہوں گیا ہوں گیال ہوں ہوں گیا ہوں

معنرت شاہ صاحب ۱۹۵۰ سے مجد سے ستعارف تھے کہ جلسوں کا شوقین ہے مجد سے پوچیا کہ بیلے ہیں چلو کے بیلے ہیں چلو کے بیل سے گا۔

گ بیں نے کہا ضرور لیکن حضرت موالانا ہے ابازت لینا ہے شاہ صاحب نے سیری سفارش کی تو محسر سے نوالانا ہے ابازت لینا ہے شاہ صاحب نے میری سفار جلس ہیں جائے گا۔
شفت سے بنستے ہوئے فرایا کہ آپ سفارش کریں یا نہ کریں ہیں ابازت دول یا نہ دول یہ تو ضرور جلسہ ہیں جائے گا۔
دل تو شاہ صاحب کے فادم کی حیثیت سے جانے کو جاد رہا تھا لیکن میرے کپڑھے دھنے گئے ہوئے تھے ابدا عرض کیا کہ شام کو صاحب کے فادم احرار رمنا کا حوال سے کی اور احرار رمنا کا حوال سے نہ کی اور احرار رمنا میں کارول سے سابی دی۔ پورے صوبہ سے رصاکار سیکڑول کی تعداد ہیں آئے ہوئے تھے، اور در گئگ محمیثی کا اجلاس بی تما ہفتہ کے دن بائی سکول میں میڈنگ ہوری تی۔ میرا دل چاہا کہ دیکھوں کہ میڈنگ میں کون کون شریک ہیں اور کس طرح کی بعث ہوئی ہے۔ لیکن باہر گیٹ پر بھریدار تعواریں تانے کھڑے سے میں اوجر سے اوجر کے آور دو اساحب میں باہر گیٹ پر بھریدار تعواری تانے کھڑا ہوگیا شاہ صاحب کی آباد بیش ہوئی کہ سابی لیڈر شریک تے مجھے بڑی جوش ویک کہ اتنی بڑی میڈنگ میں سبی لیڈر شریک تے مجھے بڑی جوش باب آواز دی۔ رصاکاروں نے تعواریں بیجی کر لیں اور میں اندر چوا گیا۔ میڈنگ میں سبی لیڈر شریک تے مجھے بڑی جوش مول کہ اتنی بڑی میڈنگ کیں سبی لیڈر شریک تے مجھے بڑی جوش مول کہ اتنی بڑی میڈنگ کیں سبی لیڈر شریک کے مجمع بڑی جوش مول کہ اتنی بڑی کور کی کہ اتنی بڑی میڈنگ کیں سبی لیڈر شریک کے مقون کور میں باب باب

شریک تھے جیود مری افعنل حق رہ اللہ کے مبتیعے چود عری ظہور العق بھی موجود تھے۔ میں بھی جا کر پیٹھہ گیا۔ لیاقت علی کے قتل کا حادثہ موبیکا تعاصرت شاہ صاحب نے اس ہر تبصرہ فرباتے ہوئے شعر بڑھا۔

> نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل بے دست و پا کو دیدہ کینا نہ جاہیے

رات کواسے دلی ایم ساہی وال کی صدرات اور حضرت شاہ صاحب کی تقریر تھی -اے دلی ایم کو میں پہلے ہے جانتا تما کہ احیاسترر ہے۔اس نے فسروع ایں تقریر کی اور کھا کہ قدرت کے کام بیں کہ آج مجھے ڈیٹی محمشر صاحب نے کہا ہے کہ میں احرار کا شکریہ ادا کروں کہ اصول نے دفاع کا نفرنسیں کرکے ملک کو بیدار کیا اور خون کو گرایا لیکن تھسیم سے قبل میں فاصلکا میں تعسیل دار تھا اور وہاں شاہ صاحب کی تقریر تھی ڈی سی فیروز پور نے مجھے حکم دیا ہوا تھا کہ تمہارے شہر میں ایسامقرر آ رہا ہے کہ اس کی تقریر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اگروہ لوگوں کو تھے کہ دریا میں چلانگیں لگا دو تو وہ اس پر عمل کریں گے اور اگر کھے کہ آگ میں کود جاؤ تولوگ اس پر عمل کریں گے۔ جب لقریر اس نقطہ پر مینیے تو تم نے تمریر بھیمنی ہے کہ تقریر ختم کردو، اگر ختم نہ کریں تو گرفتاری کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنر انگریز تها میں حمیران تعا کہ اس کی معلومات کس قدر میں بھر حال میں جلسہ گاہ میں گیا اور تقریر جب شباب پر پہنچی تو واقعی ا یساوقت آیا که میرے صنمیر اور نفس میں کشکش شروع بوگئی۔ صنمیر کھنا تنا کہ تقریر جاری رہنا جاہیے کہ ملک اور قوم کے مفادییں ہے لیکن نفس کھتا تھا کہ اپنے حاکم کا حکم ما نوور نہ ملامت سے باتھ دھونا پڑیں گے گئی منٹ یہ کٹمکش رہی بالاخر نفس خالب آیا کہ تونے ترقی کرکے نجائے کہاں تک جانا ہےلینے افسر کی بات ما نومیں نے رقعہ بعیجا کہ ڈسٹر کٹ مجسٹریٹ کا حکم ہے کہ تقریر بند کر دیں اور جلسہ ختم کر دیں شاہ صاحب نے تھا پندرہ منٹ اور--- میں نے کہا کہ نہیں احرار کا فیصلہ تھا کہ حکومت سے تکرانے کا ابھی موقعہ نہیں ہے لہذا شاہ صاحب نے تعریر ختم کر دی اور آج ڈپٹی محشنر کا حکم ہے کہ شکریہ ادا کرون اس طرح قریباً آ دھ گھنٹہ ہاتیں کرکے اسے وہی ایم بیٹھے گیا اور شاہ صاحب نے تقریر ضروع کر دی۔ میرا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی یہ تقریر پاکستان میں مُسی جانے والی تقریروں میں میرے لیے سب سے اہم تھی کہ اس میں خطابت کاوہ تمام شکوہ اور انداز موجود تھا کہ جس کی ہر کوئی تعریف کرتا تیا۔ اس تقریر میں زیادہ حصّہ مرزائیت، ظفر اللہ اور لیاقت علی کا قتل تھا آپ نے فرما یا کہ صدالت کی کرسی ہواور فیصلہ میں نے کرنا ہو تو بعر میں تفصیل ہےوہ تمام باتیں مدلل لکھ کرثابت کروں کہ اس قتل میں اصل باتھ ظفر اللہ کا ہے۔ اس لئے کہ احرار کی کوشٹوں سے وزیراعظم لیاقت علی خال پر مرزائیول کے تمام منصوبے اور عزائم منکشعت ہو چکے تھے۔ اسپ نے تقریر جاری دکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ مرزائی وزیر خارجہ آج تک

¹⁻ احرار کا سب سے پہلار ابط سلم لیگ سے جو ہوا وہ میاں جنوں سلم لیگ کے دفتر میں ہوا کہ میر خلیل الرحمان سیکر ٹری پاکستان مسلم لیگ کی زمیں میاں جنوں کے قریب تھی قاضی احسان احمد صاحب ظلب الرحمان سے سلے دونوں کی تقلیہ میں بات چیت ہوئی اس کے بعد خواصرنا تم الدین اوروز را عظم لیا تست علی خال حروم سے منصل ملاقا تیں ہوئی۔

افغانستان کیوں سیں گیااس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت افغانستان نے دو مرزائی سبغوں کو ختم نبوت کے اٹھار پر ضرعی سرا دی سی مبدا وزیر خارج اٹھار ہو سی مباقی ہیں مباقی ہیں ان کو اس کی سرا دے رہا ہے، اور فربا یا کہ افغانستان کے لوگ پاکستان کے طلاف اس ان کو اس نے ایک دوسرے کے در ستابل کھڑا کر دیا ہے، اور فربا یا کہ افغانستان کے لوگ پاکستان کے طلاف اس طرح سفتعل ہیں گویا ہماری ان سے کفر واسلام کی جنگ ہے اور یہاں شاہ صاحب نے سرسے ٹوپی اُتاری، بالوں کو برمکا دیا اور فربایا کہ اس مرزائی کی وجہ سے افغانستان کے لوگ برمکا دیا اور فربایا کہ اس مرزائی کی وجہ سے افغانستان کے لوگ برمارے نااف اس طرح مشتعل بیشے ہیں اور بہاں بھر وہی شعر بڑھا جو شام کی مجلس میں پڑھا تھا اُس وقت تو عام بھر میں تن تا مگر اب یہ شعر پورے درد و سن اور ترنم سے بڑھا۔ مجمع کی یہ صاحب شی کہ اگر سوئی گرے تو اس کی آواز سے شعر اس المیہ کا درد و سن اور ترنم سے بڑھا۔ مجمع کی یہ صاحب شی کہ اگر سوئی گرے تو اس کی آواز سے شعر اس المیہ کا درد و سن اور ترنم سے بڑھا۔ مجمع کی یہ صاحب شی کہ اگر سوئی گرے دو اس کی دائیں سے شعر اس المیہ کا درد و سن اور ترنم سے بڑھا۔ مجمع کی یہ صاحب شیال کا دورہ و سن اور اپنے جسم میں محموس کر رہا تھا۔

سر دیول کا آغاز تبا اور اس دن بارش بھی ہوئی تھی گیاں اس کے باوجود فٹ بال گراؤنڈ لوگوں سے بعری ہوئی تھی حضرت شاہ صاحب کی یہ تقریر تقریباً تین محضرشہاری رہی----

آب نے ظبر منوز کے بعد تر آن پاک کی آیت کریر واعدوا لهم مستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم و آخرين من دونهم- پڑھ كراس كا ترجمہ اور تشريح كى و اعدوالهم ما ستطقیم میں قبوۃ کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے مقالبے میں اپنی یوری قوت جمع کرواپنی طاقت کی حد تک۔ جبکہ کی اور فرض اور رکن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ یوری قوت خرچ کرولیکن جہاد کے متعلق یہ فزمایا ترهبون به کے متعلق کہا کہ اس کامعنی ہے کہ "اونہال نول پر کا دیو" "اوہ پرک جان-" پھر فرمایا میں کہ آپ کو بتاؤں کہ " پر کنے" کا مضوم کیا ہے اور سوال کیا کہ کیا تم نے کہی دو سانڈوں کو لڑتے و یکا ہے فرمایا کہ دونوں خوب زور آزمانی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو پیچھے ہٹ ہٹ کر ٹکریں بارتے ہیں بالاخرانک میدان چیوڑ دیتا اور معا گنافسر وع کرتا ہے دومبرااس کا تعاقب کرتا ہے معاگنے والے کو "موک" (اسہال)لگ عاتی ہے اور وہ ہرا ہرا ہتلا گوہر کالتا، مسلم لیگ کا جنڈا بناتا ہوا سریٹ ساگتا ہے (یہ بات شاہ صاحب نے ازراہ تفنن کھی) اسے کہتے ہیں " یر کنا" فرمایا توهبود به کا ترجمہ اُردو ہیں یہ ہے کہ اتنی تیاری کرو کہ اللہ کے دشمنوں پر تمہاری دھاک بیٹھہ جائے اس دحاک بیٹھنے کو پنجانی میں قرمایا " پرکاویو" اس کے بعد ہے وآخریں. میں دونہی لاتعلمونہم الله یعلمهم-اور دو مسروں پر ان کے سوا۔ جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔ فرمایا کہ یہ سمارے ملک کے فقتے کالم ہیں اور سب ے بڑے فنتھ کالم مرزائی ہیں---- جن لوگوں نے او کارہ کی یہ تقریر شنی ہے ان میں سے بہت سے زندہ مول گے وہ گوابی دیں گے کہ اس تھریر میں شاہ صاحب کی جوانی کی جملک نظر آتی تھی۔ انسوس کہ شاہ صاحب کے زمانے میں ٹیپ ریکارڈر نہیں تھے اگر ہوتے تو آج لوگول کو پیتہ چلتا کہ خطابت کس کو کھتے ہیں اور شاہ صاحب کیسے خطیب تھے آخر کوئی بات تو ہے کہ ابوالکلام آزاد، ممد علی جوہر، بهادر پار جنگ، جیسے نگانہ روز گار خطیبوں نے آپ · کی خطابت کااعترا**ت** کیا۔ آج بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ بتاؤشاہ صاحب کی تقریر کیسی تھی ان کو کیا بتایاجائے اور کیامثال دی بائے---- میرااحساس ہے کہ دعوت و عزیمت میں ابوائلام، قوی شاعری میں علامہ اقبال اور عوامی خطابت میں امیرِ شعریعت رحہ اللہ کی مثال شاید اُردوزبان میں کبھی پیدا ہو- جیسا شاہ صاحب خطیب تھے اس کے دس ہندرہ فیصد کے قریب بھی کسی کو نہیں دیکھا-

میں نے اپ استاد حضرت مولانا عبداللہ دحر کو ٹی رہ اللہ سے پوچنا کہ شاہ صاحب کی جوانی کیسی تھی آپ نے مختصر سافقرہ کھا ڈیایا شاہ صاحب کی جوانی تمر تھی۔ (آپ کا فقرہ تھا "جوانی سی؟ تمر سی!") پنجابی زبان کے مشور واعظ حضرت مولانا عبدالغزیز شیانوی سے میں نے یہی سوال کیا تو انہوں نے کھا کہ ابتدامیں قصبات میں بھلی نہیں ہوتی تھی گیس لیپ ہوتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب دوران تقریر جب سرسے ٹوپی اُتار کر سر کو جنبش دیتے تھ آپ کے بالوں کی حرکت کے ساتھ لوگوں کے دل حرکت کرتے تھے

گذشتہ سطور میں رازی صاحب، استنی صاحب کی شاہ صاحب سے ملاقات کا ذکر گذرا اس میں ہم میں سے کس نے سوال کیا کہ حضرت سُنا ہے آپ کی تقریر معود کھدر یوش نے رکارڈ کی تھی آپ نے فرمایا کہ بال میر سے علم کے بغیر ایسا ہوا تعا---- اس کی محید تفصیل سُنائی یہ مفصل قصہ مولانا عجابد المبینی کی زبانی میں نے سُنا تعا----مظفر گڑھ میں ایسی می کوئی دفاع کا نفرنس تہی اور معود تحیدر پوش بحیثیت ڈی سی صدر تھے۔ معود مرحوم کسی غییر ملک سے اس زیانے کی ٹیپ ر کارڈر لائے تھے یہ ٹیپ مشین خاصی بڑمی ہوتی تھی اور اس کایا نیک لاوڈ سپیکر کے ساتھ باند ھنا پڑھتا تیا اس کی جرخی بھی (کیٹ) خاصی بڑمی ہوتی تھی شاہ صاحب کے ستیج پر تشریف لانے سے قبل ہانک کے ساتھ ٹیپ رکارڈ کا مانک باند حد دیا گیا تھا۔ شاہ صاحب آئے تو پوچیا کہ یہ کیا ہے بتایا ٹیا کہ آپ کی تقریر د کارڈ کریں گے شاہ صاحب سخت باراص ہونے اور فرمایا کہ تم میری تقریر کے د کارڈ تیار کرکے " وینے قوال " ' کی طرح سُنا اور سُنا یا کرو گے۔ (وینا قوال اپنے زیانے کابت بڑا قوال تیا اور اس کی نظیر آج کیک نہیں ہوئی) اسے 'اتارو- قیل و قال کا کوئی سوال نہ تیا فورا وہ ہائیک ُاتار لیا گیا اور شاہ صاحب کمچید دیر خاموش سوچتے رہے اور منتظمین نے ٹیپ کا مائیک ایک سپیکر کے ساتھ رکھہ دیا اور ساری مشین بھی اُٹھا کروہاں رکھہ دی۔ شاہ صاحب کواس کاعلم نہ ہوا آپ نے اپنے نخصوص انداز میں خطبہ مسنونہ پڑھا اور تقریر کی---- انگلے دن یہ طبے ہوا کہ شاہ صاحب کو یہ لقریر سْنانی جائے نوا بزادہ نعبر انٹدصاحب نے کہا کہ شاہ صاحب ذرا سپر کر ہمئیں--- کاریر باسر نکلے توالک بڑی کوشمی کے سامیے کار جار کی اور وہال معود مرحوم استقبال کے لئے کھڑ ہے تھے۔ شاہ صاحب نے فریایا کہ تم نے بہت ُبرا کیا میں ساری زندگی کسی افسر کے مکان پر نہیں گیا لیکن معود صاحب سے پرا فی شناسائی ہمی تھی انہوں نے بڑھ کر سلام کیا۔ شاہ صاحب کار ہے اُ ترے اور اندر ڈرائینگ روم میں جا پیٹھے۔ انسوں نے پہلے ہے رات والی تقریر کا گھر میں سُنانے کا اہتمام کیا ہوا تیا۔ بیٹھے ی تھے کہ امانک ایک جانب سے لمن داؤدی میں العمد لله کی بلند آواز آئی۔ حنمرت ثاہ صاحب الحمد للٰہ کہ کر کچہ دیر کے لئے خاموش رہ کریع دوسری دفعہ العبدللہ کے ساتھ

نحدد پر معنا فمروع کرتے تھے۔ کاش مرف الحدالله بی (ریافی) مفوظ ہوجاتا تو اس سے خطاب اور تلاوت کا اندازہ موتا۔ اب جب یہ آواز آئی تو آب ایک دم متوج ہوئے معلوم ہونے پر آواز کی جانب باکر پاؤل پر بیشر کر دونوں ستعلیاں دخسادوں پر رکد لیس اور مجمحوں سے آنسو بینے گئے اور فرمایا کہ کلکت سے پشاور تک کروڈول انسانول نے میری بارہا تقریریں سنی بیس لیکن میں آج پہلی دفعہ اپنی آواز سن رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ سن کر خوشگوار حیرت ہوئی ہوگی اور کہا کہ میں نے مموس کیا محجد تعورا بہت ہول لیتا ہوں۔

جب شاہ صاحب سے ہماری یہ گفتگو ہوری تھی اب مجھے یاد نہیں مولانا سیدعطا، المحیمیں پاس بیٹھے تھے یا سید عطا، المومن، کم عمر تھے انہوں نے تبصرہ کیا کہ آج کل اکثر و بیشر مقرر حضرات کی تقریر اگران کو سُنائی ہائے تووہ گالی دے کریوچیس گے کہ یہ کون بکواس کر رہا ہے۔

اس کے بعد ایک دفعہ البور میں قطب الار ثاد حضرت موانا عبدالتادر رائے پوری دحمه الله تشریف لائے مورکے تھے ال دنوں معود مرحوم البور تھے بعر بروگرام بنا کہ آئ شاہ صاحب کی مجلی گفتگور یکارڈ کی جائے چنا نجہ لے مواکد صبح کا ناشتہ ال کے ساتھ کیا جائے۔ باہر نظے کار پر بیٹھے لیکن تعول کی دور جا کر فریا نے گئے کہ طبیعت رک رہی ہوا کہ صبح کا ناشتہ ان کے ساتھ کیا جائے۔ باہر بنظے کار پر بیٹھے لیکن تعول کی دور جا کر فریا نے گئے کہ طبیعت رک رہی تعریف کی خال مال شخص کو اس کابتہ تما - میں نے ایک دو تحریف کے باس جائے کہ دور واپس کے ایس سے ایک دور کر جو تا تو انعول نے کہا کہ بیرے پاس بست سی ریلیں بیں کی دن تلاش کروں گئے۔ وہ بھر انگا سان گیا تو دہاں بست سے دوستوں نے کہا کہ وہ رہی ہیں۔ میں ۱۹۵۸ء میں انگلا سان گیا تو دہاں بست سے دوستوں نے کہا کہ وہ رہی انگا سان گیا تو دہاں بست سے دوستوں نے کہا کہ وہ دریل ان سے لواب تو میکنالوجی نے بست ترتی کرلی ہے اس کو کمی صورت درست کرلیں گے اور ۱۹۸۰ میں تو بست اصرار سے دوستوں نے تو جدلائی لیکن اسی دوران میں معود مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ ع

آن قدح بشکت و باقی نماند 🚙

اللہ کومنظور نہیں تعاکد امیر فعر یعت ، حداللہ کی تقریر عام ہواس طرح آج کل کے خطبا کا بعرم رہ گیا ور نہ کوئی کی کونہ پوچھتا۔ کس نے پرمد کہ بھیا کیستی "

جیدا کہ معلوم ہوامیری حضرت شاہ صاحب سے قدرے بے لکھنی تمی میں نے ایک ون شاہ صاحب سے پوچا کہ حضرت کبھی آپ نے ایب ابھی موس کیا کہ آپ تقریر کرنے میں بے بس بیں آپ نے زبایا کہ بال دو دفعہ ایسی صورت بال بیش آئی ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ اله آباد میں جواہر لال نہرو کے والد موتی لال نہرو کی صدارت میں جلسہ تما اور سامن کمیش آیا ہوا تما کا گرس نے اس کا بائیکاٹ کیا تما اور اس سلطے کا جلسہ تنا۔ موتی لال کی تقریر پلے تمی حظامت سامنی میں ہندو زیادہ تھے موتی لال نے اس قدر مدلل اور مسکت تقریر کی کہ میں سوج رہا تما کہ اس کے بعد میں کیا کہ سکتا ہوں۔ حیران تما اور سرجھ انے بیٹ تما اور سوج رہا تما کہ لوگ کمیں گے مودی کو دو تین تقریری یاد تمیں وہ بسال کر گیا اب کچھ باس نمیں سے کہ موتی لال نہرو نے یک کہ کر تقریر ختم کی کہ

اب یں آپ کے معبوب مقرر کے درمیان زیادہ دیر حاکل نہیں رہنا چاہتا۔ اس پر میں نے سر اُٹھایا دیکھا تو پنڈال کے آخری سرے پر کچیدرمنا کاروں (والنیشرول) نے سائمن کمیشن کی ارتبی (جنازہ) اُٹھائی ہوئی ہے اور وہاں رکھ کر اس کو آگا۔ انہانا تھی جو نبی میری اس پر نظر پڑی مجھے یہ شعریاد آگیا

> ہوئے مَر کے تم جو رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا نہ کبی جنازہ اُٹھتا نہ کمیں مزار ہوتا

بس میں نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا تو سوتی لال نہرو نے اپنے زا نوئل پر دوبتر مارا اور کہا کہ شاہ صاحب آپ نے میری ساری تقریر کا بیٹراغرق کر دیا (یاستیاناس کر ۱یا) بس پھر اللہ دسے اور ، ، لے- موضوع یکسر پلٹ گیا تنامیں نے تین مار گھنٹر تقریر کی-

اس طرح میں نے ایک دفعہ بوجها کہ حضرت کوئی بزرگ یا رہنما ایسے بھی تھے کہ جہال آپ اپنے آپ کو محموں کے آپ کو محموص کرتے ہوئی اس کے آپ کو محموص کرتے ہوئی اور کہ بھال بار ہا گئے تو دو تین دفعہ ہی جانا ہوا دوسری جگہ الدیت بارہا گئے خطاب کیا تاہم ایک رعب اور مجاب رہا میں نے عرض کیا یہ کون حضرات تھے فرایا آیک حضرت مولانا العرف علی تیا نوی رحد الله اور دوسرے مولانا الوالکلام آزاد

حضرت تعانوی دے الله والواقع میں سفے باالشفسیل اپنے استاد حضرت مولانا خیر محمد صاحب دعد اللہ سے مجی شنا تعاوہ یہ کہ جب علامہ انور شاہ صاحب _دسہ اللہ کا انتقال ہو گیا تواحساس ہوا کہ کوئی اور جگہ ہونا **چاہیے کہ جمال جا**کر دُما کرائی جائے ان د نوں قادیاں کا نفرنس والی تھرپر پرمقدمہ جِل رہا تیا اور سنگین نوعیت کی دفعات کے تمت کیس کائم ہوا تھا شاہ صاحب حضرت مولانا خیر محمد صاحب رہ اللہ کے پاس مالند حرکے اور کیا کہ تھانہ بھول مانا ہے ا نبول نے کہا کہ ممارا یہ قاصدہ ہے کہ جانے سے پہلے اطلاع دیتے ہیں اور ویسے بھی میں چند د نول پہلے عاضری دے کر آیا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ نہیں میرے ساتھ جلیں جنائچہ دونول حضرات نے تعانہ بھون جانے کا قصد کیا۔ سہاد نبور جا کرشاہ صاحب نے بوجھا کہ حضرت تھا نوی رحلہ اللہ کھانے کی کو نسی چیز پسند کرتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ سنگترے مرطوب بیں چنانج ایک ٹوکری سنگترول کی لے لی-سارنبور کے احباب نے رات واپی پر تقریر کاوعدہ لے لیا اب جب تعانہ بھون جانے والی گاڑی پر پیٹھے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا تو دل گھبرا رہا ہے واپس ہو جائیں مولانا نے کہا کہ اتنی دُور سے مجھے لائے بیں اب جانا جاہیے۔ تمانہ بعون پہنچے تو حضرت گھر جا چکے تھے مولانا حضرت کو اطلاع دینے گھر گئے اور حضرت سے بلتے ہی فرما یا کہ آیا نہیں لایا گیا ہوں اور ساری روداد اور میر گارمی والا قصہ شنایا۔ حضرت تعانوی ۔۔ اللہ نے فرمایا کہ چلیں میں آتا ہوں۔ مولانا اور شاہ صاحب تالاب کے پاس اپنے دمیان کھڑے تھے کہ حضرت تبانوی ۔۔ اللہ تشریف لیے آئے اور ساتھ اپنے کمرے میں لیے گئے شاہ صاحب دوزا نو بیٹھہ گئے۔ حضرت تعانوی دے اللہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب بے کلفی سے بیٹھیں اس طرح تادیر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہوگا کوئی تکلف یا مجاب کی بات نہیں ہے۔ دیکھنے میں ٹوٹی پہن کر آیا ہوں پگرمی نہیں، اور پھر آتے ہی جاریائی پر لیٹ گیا ہوں تاکہ بے ٹکلنی کا ماحول پیدا ہو۔ چند منٹ اد حراُدحر کی باتیں ہوئیں اور پھر شاہ صاحب نے کیجیدا شعار سُنانے اور دُوا کی ورخواست کی۔ حضرت تبانوی دے اللہ نے پوچا کہ آپ کی جماعت کا چندہ کتنا ہے آپ سے کہا كدايك روبر سالاز--- حضرت تعانوي رحد الله ف غالباً ٢٥ روي تكال كردي اوركها لا تني هد ك لئ توميسر ۔ سمجیے اواس کے بعد زندہ رہا تو پعر سبی اور فرمایا کہ خط و کتابت رکھنے لیکن اس کے لیے اپنا مرموز نام بتایا اور شاہ صاحب کو بھی فرمایا کہ آپ اس نام سے خط لکھا کریں--- فرمایا اپنا اپنا کام کرنے کا انداز ہے ہم دونوں ایک ہی کام کررہے ہیں---اس کے بعد شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت--- حضرت تعانوی رہے اللہ سمجد گئے اور فرمایا کہ ہاں شاہ می آپ میرے لئے کیالائے ہیں شاہ می نے بتایا تو حضرت تبانوی رحہ اللہ نے فرمایا کہ آپ تشریعت ر کھیں میں گی کو بھیج کر منگوا تا ہوں ایک دو دفعہ کے اصرار واٹھار کے بعد حضرت تبانوی رحیہ اللہ نے فربا یا کہ اصا آر بی لائیں۔ میں نے مُنا ہے کہ آپ بت بڑے خلیب بیں میں آپ کی جال سے بچانوں گا- اب شاہ صاحب ا پنے ال بھول گئے۔ یاؤں رکھتے کہیں ہیں اور پڑتا کہیں ہے بھر حال ٹوکری لانے اور لا کر کھڑے موجے ہیں کہ کھال ر کھوں۔ حضرت تعانوی خاموش ہیں آپ نے یائنیتی کی جانب رکھدی تو حضرت تعانوی رحمہ اللہ نے قرمایا او ہو شاہ صاحب یہ تو سرپر رکھنے کی چیز تھی۔۔۔۔ حضرت مولانا خیر ممید رجہ اللہ نے فرما یا کہ اس کے بعد کسی ایک موقعہ پر

جب شاہ صاحب کا ذکر چیشرا تو حضرت تمانوی رے اللہ نے فرمایا کہ ان کی باتیں تو عطاء اللمی ہوتی ہیں ---- یمال صمرا کیب بات ذکر کرتا چلوں کہ حضرت شاہ صاحب بزرگوں کا بہت اوب کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی اللہ والے کے یاس جاؤ تو کچید نے کچید یہ ضرور لے کرجاؤ۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق میں نے تفصیل سیں پوچی آغاشورش نے "چان" میں لکھا تعا کہ ایک دفعہ شاہ صاحب مولانا آزاد کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے تو مولانا باہر کھڑے تھے اور کمیں جانے کی تیاری تھی لیکن کارمیں کوئی خزنی پیدا ہو گئی تھی۔ مولانا جب کسی عجلت میں ہوتے تھے توان کے کندھے جنبش کیا کرتے تھے۔ علیک سلیک کے بعد فرمایا کہ میرے بنائی! اس کم بحت کو اسی وقت خراب ہونا تھا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کے ندھے حاضر بیں تو مولانا نے فرمایا کر میرے بنائی ان پر تو پہلے ہی بہت بوجد ہے۔

ایک دفعہ کا نگریس کی عالمہ کا اجلاس ہو رہا تیا کہ شاہ صاحب سولانا آزاد سے ملنے گئے اندر چٹ بھیجی تو سولانا باہر تشریف لے آئے شاہ صاحب صوفے پر بیٹھے تھے تمریحکوٹ ہوئے مصافحہ ہوا اور شاہ صاحب کالین پر بیٹھے لگے تو مولانا نے ہاتیہ پکرٹا شاہ صاحب نے ابھی اتنا ہی کھا کہ حضرت---- (یعنی میں قدموں میں بیٹھوں گا) تو مولانا نے فیا یا کہ "میرے سائی ! وہ بات تو ہوگئی۔" بڑے لوگوں کی بڑھی ہاتیں۔

یہ مضمون کھد ہا تھا کہ میرے تا یازاد جائی کا فون آیا جو علیگ بیں اور کشر مسلم لیگی۔ پوچا کیا کررہے ہومیں نے بتایا کہ بین ایک نے بتایا کہ بین ایک نے بتایا کہ بین ایک کے بتایا کہ بین ایک کے بتایا کہ بین ایک ایک نے بتایا کہ بین ایک ایک میں بڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ کا اسلام میں بڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ کا قرآبِ مجمد پڑھنا ایسا تھا کہ ہندو کمک معود ہوجاتے تھے اور پھر کمودر میں جو تقریر کی اس میں انگریز کے مظالم کا ذکر کیا تو سارا مجمع ہندو مسلم دھاڑیں بازبار کر دوریا تھا۔

معنمون طویل ہوگیا لیکن ایک دو باتیں مزید سنیے مولانا صبیب اللہ فاصل رشیدی و استه ناظم جامع رشید یہ کی روایت ہے کہ لاہور میں بطور حفاظت موجود ہے کہ الاہور میں جمعیت علیا بہذ کا جلس تھا اور احرار رصا کار مرخ وردیاں پتے جلس گاہ میں بطور حفاظت موجود تھے کہ جمعیت کے ایک برزگ نے (مولانا مفتی محمد نعیم) حضرت بدنی سے فریایا کہ یہ لوگ مرخ جمعیت بنے پر رب بین و گوگسیں گے کہ احرار نے جلسہ کروایا۔ جمعیت جلس نمیں کر مکتی تھی۔ حضرت ماتعیوں کی رائے کا بہت احترام کرتے تھے فربایا کہ بین شاہ صاحب سے بہت احترام کرتے تھے فربایا کہ بین شاہ صاحب کو کے دیتا ہوں چنانچہ حضرت بدنی رح الله نے شاہ صاحب سے ور نہ بہت احترام کی مناصل ہو اور دی گاتا دیں۔ شاہ صاحب جانے تھے کہ حضرت سے کئی نے کہا کہ وردیاں اُتار آپ اُن خود ایس بات نمیں فربا سکتے تاہم اوب ملحوظ رکھتے ہوئے ول پر جبر کرکے رصنا کاروں سے کہا کہ وردیاں اُتار دو۔ اس کے بعد جلسے خروع ہوگیا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا خطبہ صدارت تا آپ با ٹیک پر آئے ہی تھے کہ مسلم لیگی نوجوانوں کا ایک جم غفیر مشجہ کی طرف بڑھنا خروع ہوا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے فراستا مفتی صاحب سے کوانوں کے کہا ہوں سے کہا

کہ جلے کا انتظام منبائے اب وہ گلر کھر دیکھ رہے ہیں اور پریشان ہیں۔ تب حضرت شاہ صاحب اٹھے اور حضرت دنی دھہ اللہ سے کہا کہ آپ تشرید کھیں ہور خود کھڑے ہو کہ گرجدار آواز ہیں کہا کہ تمام احرار رصناکار اپنے وَانعن سرانجام دینے کے نیار ہوبائیں۔ پر کہا کہ کوئی سپاہی جلسے کے ارد گرد نظر نہ آئے تیسری بات یہ کمی کہ و قائد کچھ فرار تی ہے ان کو ہیں تنبید کرتا ہوں کہ جاں کھڑا ہے وہاں پیشجائے ور نہ ہیں اپنے رصناکاروں کو برن کا حکم دو نگا۔ کچھ لوگ آگے برضوں کہ جاں کھڑا ہے وہاں پیشجائے ور نہ ہیں اپنے رصناکاروں کو برن کا حاص سب لوگوں کو بیائی ہوگی آئے بار سندی قرباتے تھے کہ خرار آئی نوگوں کو ہائے کا راستہ نہ الماور کی ایک افراد کو موراد کی ایک افراد کو عدالا گیا ان ہیں مشہور سیاسی رہنما موالانا عبد اللہ کی وج سے احرار رصناکاروں کی عبد البری بھی تھے۔ حضرت شاہ صاحب اور رئیس احرار مولانا مبیب الرحمان دھ اللہ کی وج سے احرار رصناکاروں کی عبد البری ہی تھے۔ حضرت شاہ صاحب اور رئیس احرار مولانا مبیب الرحمان دھ اللہ کی وج سے احرار رصناکاروں کی درخواست پر احرار رصناکاروں نے اپنی حفاظت میں کرائی جبکہ سر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔ درخواست پر احرار رصناکاروں نے اپنی حفاظت میں کرائی جبکہ سر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔ درخواست پر احرار رصناکاروں نے اپنی حفاظت میں کرائی جبکہ سر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔ اس تنظیم اور مقبولیت کی وجہ تھی کہ مر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔ اس تنظیم اور مقبولیت کی وجہ تھی کہ سر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔ اس تنظیم اور مقبولیت کی وجہ تھی کہ سر فصنل حسین و طمیرہ جلے میں گر بڑ کرانا جاہتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب مشکل سے مشکل مسکد کو عام دیما تیوں کو، پڑھے لکھے لوگوں کو اس طرح سمجا دیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی سند ہی نہیں تھا۔ ایک دفعہ معران پر تقریر کر رہے تھے کہ لحمد بعر میں سب تحجیہ کیلے ہوگیا۔ مختلف توجیات و تصریحات کرتے رہے کہ حسور شاہلیا کا مُنات کی روئ تھے جب اس روئ نے مرکز کی جانب سفر مصروع کیا تو ہر چیز اپنی جگدرگ گئ، متم گئی۔۔۔ بعر دیکھا کہ محجدان پڑھ دیماتی لوگ سمجہ نسیں رہے تو فرایا:
ترے لونگ داییا دھاراتے مالیاں نے بل کی کے کہ

صاحب نے فوراً فرمایا:

"جا او صافظا مرف رون تو متاثر ہو گیاں اور پھر لمن واودی میں قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی و جا و اباھم عشاء ببحون – یوسف کے بیائی اس کو کئویں میں گرا کر رات کو روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے۔" صافظ صاحب کیتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ آیت پڑھنا تھا کہ میرا ول آئینے کی طرح صاف ہو گیا، اور پرویز کی باقول کا ذرا بھی اثر نہ ربا۔

> پار وادی خاموش سے خدا کے لئے ترس گئے ہیں تری آواز دل کٹا کے لئے

حضرت شاہ صاحب جیسا عاشیّ رسول می الی تھیں نے کیا کی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا --- بن ، و چا ہے۔
جم کی توانائی ختم ہو چی ہے زبان ساتھ نہیں دیتی پھر بھی راولپندگی موالنا غلام اللہ خال رصد اللہ کے جلسے سی ختم نہوت کے موضوع پر تقریر کی یہ تقریر بوجوہ صائع ہوگئی یا کر دی گئی القبراس کا ساتھ آٹھ مشٹ کا حصہ باتی معفوظ رہ گیا ہے اکثر لوگوں کے پاس ہے۔ ہیں نے برطانی ہو گئی یا کر دی گئی القبراس کا ساتھ آٹھ مشٹ کا حصہ باتی معفوظ رہ ہے بعض سمجہ آتی ہے اور وہ جتنی بھی ہے بوراہے شیر کی المی للکار ہے کہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شخصیت ہوگئی ہوئی تو کیا قیاست ہوگی۔ ختم نبوت کا اسکد گو بہاے 18، میں طل ہوگی لیکن اس کو اس کے منطق انجام کی بہنچانے میں امیر ضریعت رسانہ کا اس سے زیادہ کردار ہے ۔ آپ نے عوام و خواص میں مرزائیت کو انجام کی بنا دیا۔ آخری عربی آپ کو سوائے ختم نبوت کے کچھ کام نہیں تھا کچھ یا د نہ تنا حتی کہ آپ نے اندان میں طفعت کی صالت میں جار بائی پر لیٹے لیٹے اس مشن کی ظافر تقریریں کیں اور کون محتا ہے کہ سید بخاری رسانہ اس میں مندان میں کو ماست میں جار بائی پر لیٹے لیٹے اس مشن کی ظافر تقریریں کیں اور کون محتا ہے کہ سید بخاری رسانہ اس میں کی صالت میں ہوئے ۔ یہ انہی کی گائی ہوئی آگ تھی کہ جس میں انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا ختک ہو کہ جل گیا۔ آپ کی دور مشن تھے ہندوستان کی آزادی اور مرزائیت کا خاتمہ الحمداللہ ایک آپ کی زندگی میں پورا ہوگیا اور دوسرے کے متعلن فرایا کہ میں ہا کہ مناف کردے۔ ۔

جھے بارہا یہ خیال آیا کہ اگر سید بخاری دصہ اللہ کمہ معظمہ طاخر ہوتا اور کعبہ کو دیکھتا تو اس کی کیا کیفیت ہوتی اور
اس کے بعد مدینۃ الرسول من اُلِجَامِ روضہ اظہر پر طاخری سوتی تو اس سید زادے کی کیفیت دید نی ہوتی۔ آپ حسان بن
شاہت کے قطعہ کو وہاں جا کر پڑھتے اور دروو وسلام کا ہدیہ پیش کرتے تو درویوار وجد میں آجائے اور شاید یہ سید وہیں
اپنی جان اپنے نانا شاہ تھ ہور کی بیات ہے۔۔۔ یاد آیا، ابھی اگھے روز میں جنب احمد ندیم قاسی کے بال گیا تو وہال
فرض ہوتی جے کا سفر تو دُور کی بات ہے۔۔۔ یاد آیا، ابھی اگھے روز میں جناب احمد ندیم قاسی کے بال گیا تو وہال
مولانا گرائی دے اللہ کا دیوان رکھا تھا۔ میں نے اُسے دیکھنا ضروع کیا کہ معاشاہ جی دصہ اللہ کی شان میں کھی گئی رہا می
سامنے آگئے۔ دیکھنے کتنی برمحل ہے۔

شیخ اکمل آل بغاری مرد راہ حضرت سید عطا، اللہ شاہ اللہ شاہ سیدہ کو ب حضور از شاخ آہ! 

یمو آل بارش فقرم کہ چید میدہ کو سیدہ کو ب حضور از شاخ آه! 
میں نے آپ کی آخری زیارت مولانا محمد اکرم کی کو شی (باڈل ٹاؤن لاہور) پر کی اس دن آپ کے استاد حضرت سفتی محمد حس رسائل کو کراچی میں وفات ہوئی تمی شیخ حسام الدین نے آپ کو یہ ضبر سُنائی اور اس کو سُن کر آپ بھول کی طرح بلک کر رونے گے لیکن آوار نہیں لگلتی تمی - آپ کا جہم ایسا کسرتی اور اعصاب اتنے مصبوط سے مصبوط سے کہ شاید وہاید لیکن حساس بہت تھے اور پیر اپنے جم وہال سے اتناکام لیا کہ اس کو دیکھ کر شیرول کا پتا پائی ہو جائے - ڈاکٹرول کا خیال تھا کہ اگر آپ اپنے جم آپ سے سوانا آزاد نے کئی - شاہ صاحب نے مولانا سے کہا کہ موران سے ذوابی سے اسلام کہا کہ مدول سے کہ میری عمر بھی آپ کو گل جائے - اللہ آپ کو عمر خضر عطا ذرائے - مولانا نے ذرائی "نہیں میر سے بھائی! تصور میں جو گر ہے نے اللہ آپ کو عمر خضر عطا ذرائے - مولانا نے ذرائیا "نہیں میر سے بھائی! تصور میں جو گر ہے نے اپنی زندگی ایک مشن میں بتا دی - ۱۲ - اگت ۱۹۹۱، کو متان میں آپ کو کا وال

ایسرس کالج کی گراؤنڈ نے ایسا کثیر اجتماع کسی جنازے میں کا ہے کو دیکھا ہوگا-اگر آپ کا جنازہ لاہور ہوتا تو انگلے بچنے سادے ریکارڈ ٹوٹ جاتے- گو جرا نوالہ، سیالکوٹ، فیصل آباد، شیخو پورہ اور لاہور سے اتنے لوگ اکٹھے ہوتے کہ دنیا دیکھتی-

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے رات کو ختان مال کا میں ہے رات کو ختان قائم باغ میں جلہ ہوا۔ تمام احراد اکا برنے تقاریر کیں اور مولانا مظہر علی اظہر نے رند حی ہوئی آواز میں کہا کہ "امیر ضریعت رمل اللہ نے اس دنیا ہے جاتے ہوئے ہم سب کو ایک دفعہ پھر اکٹھے کر دیا ہے یہ ال کے معداد مرگ کرامت ہے۔"

مجلسِ اسلام کے قائدین اور عوام سبعی مخلص تھے دو ایک جو جدا بھی ہوئے تو انسوں نے مجلس یا باقی حضرات کے متعلق کر تی ایسی بلت نہیں کئی جو دیانت امانت اور اخلاص یا نظریہ ہر حملہ ہو- جانبین میں برا براحترام رہا---ایسے ہی 'فریسیس کی متعلق علامہ اقبال نے کہا ہے:

وہی ہے بندہ کر جس کی ضرب ہے کاری نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری اللہ سے نظرت احرار میں بیں دوش بدوش کا تعام کاری ناز کے کیے آخاب کرتا ہے اسیس کی خال میں پرشیاہ ہے وہ چھاری وجود اخیس کا طواف بتال سے ہے آزاد کی تاری کے علاق تمام زنازی

جا نباز مردا

## تیرے قدموں میں رہا تاج فرنگی کا وقار

تیری آواز سے ہے حشر جانداروں میں تیری آواز سے ہے زلزلہ کمیاروں میں تيرے تدموں ميں رہا تاج فرنگی کا وقار تو نے آباد کئے سینکڑوں ایمال کے دیار تو نے دیکھا تو زانے کی ٹگاہیں بدلیں اک قدم تیرا اٹھا، کفر نے راہیں بدلیں تجھ سے وابستہ رہا ختم نبوت کا وقار تیرا انداز خلابت ہے بیمبر کا سکھار عبد افرنگ کی ہر شاخ جمن ٹوٹ گئی تیری اک ضرب سے زنمیر کمن ٹوٹ گئی شاہ گفتار ہے تو صاحب کردار ہے تو وقت اک قافلہ ہے، قافلہ سالار ہے تو جب بھی کمرایا کبی کفر کے ایوانوں سے یاتھ الجھے ترہے شاہوں کے گربیانوں سے آئينہ لاکھ ہو تسوير بدل جاتی تھی تیری تقریر سے تقدیر بدل جاتی تھی تیرے نفمات کبمی دار و رس گائیں گے ہم سے منصور کا انداز سن یائیں گے گرچ فرعون رہے تیرے خریداروں میں تو خریدا نہ گیا مصر کے بازاروں میں تجھ سے تاریخ کے عنوان بدل جائیں گے تو نہ ہو گا تو سلمان پیل جائیں گے

وقت ریائے گا ای دور کے افیانے کو عثل خود چاہے گئ جائیا: سے دیوانے کو

عافظ عبدالرشيداد شد

## شاه جی کی زنده تحریک

جر ظائدان یا جماعت کی کچه خصوصیات ہوتی ہیں۔ برصغیر کی سیاسی جماعتوں ہیں جلس احرار اسلام الیے مرزووشوں کی جماعت تمی کہ جو ہر وقت جال بہ تعلی براور کئن، کدھے پر لیے پھرتے تھے۔ "احرار" نام کا پوری جماعت میں برٹی تمی اور خوف نام کی جیر ال جماعت میں بین برٹی تمی اور خوف نام کی جیر ال کی جمری ہیں نہ تمی اور خوف نام کی جیر ال کی جمری ہیں نہ تمی اور خوف نام کی جیر ال کی جمری ہیں نہ تمی اور خوف نام کی جیر ال کی جردی ہیں نہ تمی اور نہ سب کو اس کوری کی طرح ہیں جو ٹوٹ تو سکتی ہے لیکن کچک نہیں کھا سکتی اور و سب کھیردی افعیل حق اور دو سرے احرار رہنماؤں کی تربیت کا اثر قاکہ اب بھی کھیں اگر کوئی برانا احراری بل جائے تو چیدری افعیل حق اور دو اس موان و اس موری کوئی برانا احراری بل جائے تو لوگ بیں جب ان کی یہ صالت ہے تو اس وقت جب جماعت باقامدہ بنجاب میں اگر کرنے ظاف اپنا کردار اوا کر دبی تمیں اس کی یہ صالت ہے دو اس موری کی محمل میں کی شخص نے کی احرار رہنما کے متعلق کچہ ناسناسب الغاظ کے حضرت مولانا شاہ حبرات اور اور کی ای کم خبردار کوئی ان لوگوں کے متعلق میری مجلس میں اس طرح کی کبی تو صفرت دے اور فرایا کہ تم لوگوں میں کوئی ان ماجان باز بھی ہے۔

ممارے ایک دوست ازراہ تعنیٰ کھا کرتے تھے کہ کی عام احرار مقرر کی تقریر سُنو بھا کیا ادازیہ ہوتا تیا کہ گرجدار آواز میں خطاب کرتے ہوئے کھتا کہ جرچل تو بھی سُن لے ہٹل تو بھی سُن لے ہوتا تیا کہ طاب کرتے ہوئے ہوئے کہتا کہ جرچل تو بھی سُن لے ہٹل تو بھی سُن لے ہرا پر کے حریف اور مقابل ہیں۔۔۔۔ یہ تو ایک لطیفہ تیا واقعہ یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام جب شباب پر تھی تو ان کی تقریروں کی بازگشت بیں۔۔۔۔ یہ تو ایوان پارلیسٹ میں سُن جاتی تھی سجد شہد گئے کے واقعہ کے لگ بھگ موانا صبیب الرحمان لد حیا نوئی کے داور دور اور تقریر کی کہ پنجاب کی حکومت کے دور یواد بل گئے مرفعنل حسین کی سی آئی دھی ہو تھی اور اس کو بل بل کی خبر ملتی تھی سرفعنل حسین کے دور دیواد بل کی جبر ملتی تھی سرفعنل حسین کے محمد کے بار رکھانے دیا ہو اور اس سے پہلے احرار کے وقتم میں کھانے کے لیے اور اس سے پہلے احرار کے وقتم میں کھانے کے لیے افران سے بہلے احرار کے وقتم میں کھانے کے لیے افران سے بہلے احرار کے وقتم میں کھانے کے لیے افران سے بہلے احرار کے وقتم میں کھانے کے لیے افران میں جو جائے کھان کو کچھ سرما یہ یا گئے در قام خدار کی اگر خدا نواستہ ان کو کچھ سرما یہ یا احتمار دوائم موجوائے تو تمعلوں کیا مال ہو۔

مام لوگوں میں بی مشہور ہے کہ سید اگر آگ میں مجلانگ لگا دے تواس کو آگ سیں جلائی، انتظا یا واہراً یہ ہر سید کے لیے صمیع ہویا نہ ہولیکی امیر قبر یعت سید عظاء افد شاہ ہاری دے اللہ واقعتاً ساری عمر آگ میں تحمیرے رہے لیکن ال کے حوصط میں محی ہوئی نہ ہمت نے ساتھ جموداً ب شاہ ماری سال کا مجمود تنے ان کا جمال رصاکاروں کو ان کے حوصط میں محی ہوئی نہ ہمت نے ساتھ جموداً ب شاہ میں استعمار اور اس کے محاشوں کے لیے تنج براں تما جس کی کاش کا کوئی جواب نہ تما ۔ وہایا کرتے کہ میری عمر جین یاریل میں گدر کئی گل ہی مجد سے ایک شخص پوچردہا تما کہ تلندر کے کہتے ہیں اور ساتھ کہا کہ لوگ کھتے ہیں اس زنانہ کا کلندر اقبال تما سیس نے بھا اقبال کو تو نہیں دیکھا لیکن شاہ میں ساتھ کی حرب طرح اور جس سے دیکھیں محس ہوتا تما کہ کلندر ایسے ہوتے ہیں وہ کلندر کہ جس کے متعن کی سے کہا ہے:

للندر مرجه گوید دیده گوید

مظار اقبال مرحوم بھی آپ کی ہے مد قدر کیا کرتے تے، اور آپ اقبال کے داح تے لیکن یہ تاریخ کی ستم خریقی ہے کہ جو لوگ کہی ووجار دفعہ اقبال کے باس کے باس کے انسوں نے خود بتواتر اور دوسروں نے بھی یہ محمنا خروع کر دیار کی گلی شغص اقبال کے بست قریب تھا۔ تاریخ کو سخ اور محرف کرنے کے باوجود بھائی کی روشنی تاریخ کی دبیر تعبال جناب جسٹس ریٹا کرڈجاوید اقبال نے تین جلدوں پر اقبال کی زندگی پر ایک کتاب بنام "زندہ رود" کھی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس میں خاصے متائن آگے ہیں کہ جن کی روشنی میں بست کچھ دیکھا اور سمجا جا سکتا ہے۔ طلار اقبال 19۲۱ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی میں بطور اُمیروار کھڑے ہوئے ان انتخابات کے متعلق جاوید اقبال صاحب کھتے ہیں:

"جلول کاسلید اکتوبر ۱۹۲۱ء سے ضروع ہوا ان جلول میں مولانا ظام مرشعاور مک لل دیں تحقیم کے طلاہ جوموف شعبیتیں تقریری کیا کرتی یا نظمین بڑھتی تمیں ان میں سے بعض کے نام یہ بیں مولانا محد بخش مسلم، حفیظ جالند حری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا عطاء اللہ شاہ بغاری، مولانا ظفر علی خال، مولانا حسابہ الرحمان ندھیا نوی، مولانا مقبر علی اظہر - بڑے بڑے جلوس می نطقے جن میں اقبال شائل حائل موقید۔ " (ذیدہ رود جلد س صفحہ حسب ا

اس عہارت سے معلوم ہوا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بغاری مولانا صبیب الرحمان لدھیا نوی مولانا مظہر ملی اظہر کے ۱۹۲۱ء میں اقبال سے گھرے تعلقات سے جبی تو جادید اقبال صاحب نے ان کا معروف شخصیتیں مجد کر ذکر کیا ہے۔ اور چر سید عطاء اولہ شاہ بغاری اور مؤلسہ اقبال دونول شخصیتیں ایسی تعین کہ سوچا بھی شہیں جا سکتا کہ دونوں کا ایک دومرے کے ساتھ کھرا تعلق نہ ہواور پھر جب اقبال خود بیٹھ کر بغاری کی تقریر شنتا ہوگا تو اس کا کیا احساس ہوتا ہوگا اس امر کا اندازہ کا یا جاسکتا ہے بخاری کی عمر ان و نول ۳۹، ۳۵ سال ہوگی اور اقبال کی ۵۰ سال۔
اب شور اسا مال دوسری طرف کا بھی سُن لیجے، کہ جو لوگ آج اقبال کے مجاور بننے کے وحوید او بیں وہ اقبال کی ننہ گی میں اقبال پر کفر کے فقت کا اس کا سے سے صفو مبر سو ۳۰ پر جاوید اقبال رقم طراز ہیں:

الک محمد دین کے حق میں اپنے ووٹ ڈالے ان میں دو ہزار تو ناخواندہ ارائیں تے جو اقبال کی علی قابلیت
محمد دین کے حق میں اپنے ووٹ ڈالے ان میں دو ہزار تو ناخواندہ ارائیں تے جو اقبال کی علی قابلیت
سے ناواقعت معن تے ہاتی جار پانچ سو پر جیاں غالباً ان حضرات نے ڈالیں جنمیں "بریادی صفیت" کا سیمنہ تعاور جو ایک منال مثال متای اخبار اور حزب الاحتاف کے اسلام ڈورشانہ پر ویکنڈے سے متاثر ہو

اب ملامہ اقبال کے متعلق یورا نشریم پڑھ جانبے آپ کوموانے اس حوالے کے باحبال سے بر باگا ہے اس کے موانمہیں سے بہیشہ نہیں جل. ملے گا کہ بناری واقبال کے کیا تعلقات تبے آغا شورش کاشمیری نے "جیٹان" کے مختلف شماروں میں ضرور روشنی ڈالی ہے کہ بخاری و اتبال کی اکثر لاقاتیں ہوتیں۔ بخاری، اقبال کے باس ماتے توقادی " یامرشد " محمد کراپنی آمد کا اطلان کرتے اقبال کھتے "آ بھٹی پیرا بست دناں بعد آیاں ایر-"---- اس کے بعد اقبال حقد بطادیت - سید مے مو کر بیٹے کر کلی کرتے رکوع سنتے پھر بفاری سے اپنا کلام سنتے لیکن اس کے متعلق یہ كه دياجائے گاكدية تواحرار كے سالاوول ميں سے تھے ليكن يه بعول جائيں مكے كد "يوم اقبال" كوج وج سے منانے کی جوطرح آغا شورش کاشمیری نے ڈالی اور تا عرجس آن بان شان اور کروفر کے ساتھوہ مرکزی مجلس اقبال کے سیکرٹری جنرل رہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا مکتی کہ ظاری کے ایک والہ وشیدا نے یوم اقبال " کو ہر سال منانے کو انتہا کک بہن دیا اور یہ تقریب لاہور میں اتنی مقبول موئی کہ اس کے علاہ کی اور تھے یب میں وہ رو نن اہ روافتگی نہیں ہوتی جو " یوم اقبال " میں ہوتی ہے اور آغا صاحب نے آمریت کے ادوار میں بھی حریت کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے اس سٹیج سے کام لیا۔ مجھے یاد ہے کہ محمد ابوب خال کے دارشل لا، کے اوئل میں " یوم اقبال" جناح بال میں منایا گیا۔ اس کے مقررین میں جسٹس کیا نی اور جود مری محمد ملی ہمی نیمے کیا فی نے تواپیے طنز و مراح کے انداز میں مارشل لا، کی مخالفت کی کہ پہلے لوگ سبز باغ دکھاتے تھے آج کل کالا باغ دکھاتے ہیں لیکن چود حری محدٰ ملی مرحوم نے بڑے جذبے اور جرآت سے گفتگو کی اس پر آغا شورش کاشمیری نے چود مری صاحب کو اپنے مضوص انداز اورمترادف الفاظ میں جو خراج تحسین پیش کیا اور خود جس ملندری کامظاہرہ کیا وہ آغا صاحب کی ب مثال جرأت اورشاحت کی حیران کن مثال تھی کہ اس پر سری مدالت قائم کرکے کوڑے بھی لگانے جاسکتے تھے اور انهام تحته دار می موسکتا تعا- اس پر مشیع بر پیشی مونے مادهل له اید مشر پر جنرل بهتیار صاحب بار بار پسلو بدلتے تھے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس جلسہ میں چیف جسٹس کیا فی (خالباً) مهمان خصوصی باصدر تھے ور نہ شاید دوران اجلاس بی گرفتاری عمل میں آ جاتی تو یہ احراری کردار تھا جو آ خا صاحب کو "احرار" سے ڈا تھا۔ اور یوں بھی کھا جا سکتا ہے کہ شورش چیسے نڈر اور بے پاک شخص کی جگہ "احرار" ہی میں ہوسکتی تھی۔

ہات اقبال و بخاری کی جوری تھی کہ ان کے تعلقات کا شبوت ۱۹۳۱ میں تو وستاویزی ہے اور اس سے پہلے یہ مراسم کب قائم ہوئے اس کا اقبالیات کے ماہرین ہی بتا سکتے تھے لیکن وہ اس معالے میں مہر بلب رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ بت نہ چل جائے کہ مجلس افراد اسلام کے برصغیر کے ان چوٹی کے لیڈروں سے کیسے تعلقات تھے جو بعد میں سیاسی مالات و نظریات کی بناہ پر ایک دو مرسے سے دور ہوگئے اور قیام پاکستان کے بعد جدید محقتین اور مورضین نے توکسال ہی کرویا کہ ایک گئے بندھے سفوے کے تحت آزادی پسند جماعتوں کو عوام سے روپوش کرنے کا بطور خاص استمام کیا گیا لیکن قدرت کا ابنا استفام ہے اللہ تعالیٰ نے مجلس افراد اسلام کے ایک شاعر جانباز سے مطور خاص استمام کیا گیا لیکن قدرت کا ابنا استفام ہے اللہ تعلیٰ نے مجلس افراد اسلام کے ایک شاعر جانباز سے اس جانوں افراد سے کہ تعلیہ کر تو یک شید گئے کا پورا ملب کھدوا دیا کہ وہ اس کے صنی گواہ تھے۔ اور ایس جانوں معاجر سے جمعیت علماء بہذ کے خطبات مدون کروا کو موت کے ایک اورا سے مناق کروا دیے۔ اور اس طرح جناب ایک بات اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کتاب کمی جو "قوی ادارہ برائے تعین تاریخ و نتنافت" اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجلس افراد اسلام میں واراد الام میک ایک متعلق ایک اقتیام کاری کو نتافت" اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجلس افراد اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بیش کیا جو ادارہ میں اس کے ایس سے بیش کیا جواب کے د

مجلس احرار اسلام اور كشميرى مسلمان

"اس مزیهِ مساوات و اخوت فی احرارِ اسلام کو کشمیری مسلمانوں کی مالت زار کی طرِف ستوبه کیا، جو

۱- مسلما نول کاروشی مستقبل ص ۵۳۱ پیام مشرق "۱۳- اگست ۱۹۵۳ و ۲۵ (اداریه) Path Way to Pakkath . ۲- تو یک پاکستان اود نیشنکسٹ علماء ص ۹۷۳ - ۳۰۰ "خطبات احرار" ص ۵۵ - ۷۷ مسلما نول کاروش مستقبل صغر ۵۳۰

کشیر میں اکثریتی وق ہونے کے باوجود خت مائی اور پریشانی میں عمرت کی زندگی بسر کورہ ہے۔
افسی اس معدیت سے نبات دلانے کے لیے اکتور ۱۹۳۱ء میں احراد اسو اسے ڈوگوہ دارج کے مظالم کے علاقت ایک تریک فسروج کی، اور کشیر میں داخل ہو کو سلمانان کشمیر کے حقوق بحال کوانے کے مطان سے سول نافرانی کی، اور اپنے ہزادول رصاکا وجیل میں پہنچا دئیے، (۱) جلس احراز اسلام کے دوح دوال مولانا حظاء اولد شاہ بغاری کو بمی اس تریک میں زیر دفعہ ۱۹۳۳ العت ایک سال کی قید و بند برداشت کرنی پہلی ۔ (۱) حب بیان سابق اس جماعت کا تیام ۱۹۳۹ء میں ہوا شا۔ گر اس میں فریک طلاء و دیگر حضرات ملک سیاست میں فریک طلاء و دیگر رہے تھے اور اس نے اپنی تشکیل کے بعد بمی اپنا سیاسی سلک، جمعیت طلماء ہند دبلی کی مطابقت میں بی رہے تھے اور اس نے اپنی تشکیل کے بعد بمی اپنا سیاسی سلک، جمعیت طلماء ہند دبلی کی مطابقت میں بی رہے سات میں مفاو اور سلمانان بند کے سیاسی اور مناسبائی ذبنوتوں کے جال افراد پر تشید بمی کرتے سات ملک مقد اور اس خوار اسلام سے ماقد بمی شور مائی نے دبلی میں اس مناکہ دول کی تنظیم، دو رہے اور اپنے دبل افراد پر تشید بمی کرتے دری، میں اس مناس کی نیز اپنی الی او اقتصاد میں مساست ملکی، خدست طن ، دمناکہ دول کی تنظیم، دو رہت سندرج ذبل اُسور انجام دئے یعنی سیاست ملکی، خدست طن ، دمناکہ دول کی تنظیم، دول مرزانیت، مدم صاب اور انجام دئے یعنی سیاست ملکی، خدست طن ، دمناکہ دول کی تنظیم، دول برا کوشال دہی۔ «ان ای او اقتصاد کی مشاست کے باوجود جماعت کے مقاصد کو بروٹ کار لائے کے برا در کوشال دہی۔ «(۱)

آپ نے مندرج بالا کتاب کا اقتباس پڑھا اس کے ملاوہ بھی اس کتاب میں بست کچھ ہے اور وہ اس کے نام بن سے ظاہر ہے جبکہ طروع میں صفحہ نمبر ۵، ۲ پرید درج ہے:

ملماء کے طبتے یا ملماء کی اتسام:

مام طور پر طلاء کی دو تحسیل ہیں یعنی طلاء حق اور علماء سوء ملاء حق کا سب سے ہو اور اہم کام نہی عنی المستحد یعنی بطائی ہے ہوار ان سے روکنا ہے گر طلاء سوء جا کروناجا کڑکا خیال کے بغیر ابن الوقتی کو اپنا شار بنا لیتے ہیں یوں تو امادیث کی کتابول میں طلاء حق کے متعنی بست سے اکوال اور امادیث سوجود ہیں جن میں سے ایک سروف مدیث یہ ہے کہ العلماء ودئة الانبیاء مینی طلاء انبیاء کے وارث موتے ہیں اس مسمن کی ایک دوسری مدیث یہ ہے افضال البجاد کلمة حق عند سلطان جاہر - یعنی سب سے بڑا جماد یہ ہے کہ جا بر ظالم سلطان (حکران) کے سامنے یو جمک حق بات

۱۹۵۳ مشرق معا، اگست ۱۹۵۳، صفر ۲۸، مسلما نول کاردش سنتمبل صفر ۲۳۵

کمہ دی جائے۔"

اور یعراس ۴۰۸ صفحات ۲۰۰۰–۸ سائز کے مغمات میں اس کی تغییسل ہے اختصاراً کطب الدین ایک سے لے کر ائتش کا ذکر کرتے ہوئے حمد مغلیہ کے دور کو لیتے ہوئے ، ۱۹۳۰، تک برصغیر میں علما، کے کردار کو

سے کڑوا ہوتا ہے۔ 'برالگتا ہے سے کھنے والول کو دارورس سے گزرنا پڑما ہے اور انتقاب زمانہ سے بعض دور ایسے می آئے ہیں کہ اس کوممبایا جاتا ہے لیکن حق اور ج مجینے کے لیے نہیں آتاوہ ظاہر مو کررہتا ہے اور اس کی روشنی سے تادیک راہوں میں تریکیں اپنی مشعل کے لیے تیل عاصل کرتی ہیں۔ آج کل نہ جاہتے ہوئے ہی احبارات میں سید احمد شهید، شاه اسماعیل شهید، تمریک ریشی رومال، ابوالکلام آزاد، سید عطاء اطد شاه بناری، کا نام بار باز آتا ہے-ا کسبر اور جما نگیبر کے مزاز و قلعے سیر و تغریج گاہ بنے ہوئے ہیں لیکن مجد د العث ٹانی کا مزار زیارت گاہ خاص و مام ہے مردن نہ مکی جس کی ممانگیر کے آگے

احرار اس قبیلہ سے میے جیسے زبانہ گزرے گا ان کی یاد زیادہ آئے گی، تذکرہ تھر کر مانے آئے گا- اور رد مرازئیت، تعظ ختم نبوت میں تواس کے کردار نے اس کو عالم اسلام کی اہم جماعتوں میں شامل کردیا ہے۔ یہ ایک ملیدہ مستقل موضوع ہے جس کا تذکرہ ان شاہ اللہ پھر کی فرصت میں کیا جائے گا-

مسلم لیگ والو! تم ہندوستان کے مسلما نوں کا حل پاکستانی بتاتے ہو- میرا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سلمانوں کا مسلہ تہاری مجوزہ تقسیم سے کبھی حل نہیں ہو گا۔ ہاں اس سے دس کروڑمسلمان تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ جواہر لال کو ...... تمی اشوک (۱) کا تنت بچیا کر دے رہے ہو۔ ہندو کو اتنی بڑی سلطنت (۲) اس کے بعد کبھی نہیں ملی-

(1) اشوك إعظم (٢٧١٣ تا ٢٣٢ قم): قديم مندوستان كا نامور راجه، ٢٥٥ ق م مين تنت بربيشا- ممالية س مدراس تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ م

(۲) بعارت کا موجوده رقبه ۱۲۶۱۵۹ مربع میل اور یا کستان کا موجوده رقبه ۱۰۴۰ ۱۰۳ مربع میل سے-

## دلوں کو چیر گئی اس کی شوخی گفتار

بين مقان ك قيامي، بيس امير شريعت سيد عطاء الندشاه بفاري قدس سره كي ادبي، على، مذبي اور روحانی صحبتوں سے متنفیض ہوا۔ ملم و اوب کے بے شمار گوشے آواب و اطلق کے کئی پہلو سامنے کے نزگان دین علمائے کرام کے علم و فعنل، طہارت و کتوئی، زبد و درع اور روحانی محالات کی کئی داستانیں شاہ جی رحمہ اللہ علیہ کی ربانی سنیں۔ قلب و ذہن کو سور کیا۔ ماصی کے نقوش حال کے آئینے میں جلوہ گر ہوتے رہے۔ شاہ می رحمہ اللہ کی صوبتوں میں گزرے ہوئے لھات بیتے دنوں کے روش جراغ تھے۔ جوافق ذہن پر قطار اندر قطار روش موقے گئے۔ وہ ملمانے کرام اور بزرگان وین کا ذکر انتہائی عقیدت اور اوب سے کرتے۔ گفتگو کرتے وقت شاہ می دحمہ اللہ کے وجود پر ان بزدگان وین کے فیصنان کے اثرات نمایاں ہو جاتے۔ سیاسی دہنماؤک کے قیصے ان کی ہے لوث خدمت ان کی قربانیاں ان کا ہے پناہ ایشار سب مجھے شاہ جی رحمد اللد سے سنا- ایک ایک جملہ کتاب کا درجر محمتا تعامثابدے کی باتیں تعیں- دیکھے ہوئے واقعات تھے۔ سامنے گزری موتی داستانیں تمیں۔ اگران سب کو تریر کوں توالگ ایک کتاب کاموضوع بنتا ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کد زندگی میں روشنیال زیادہ ہیں۔ اندھیرے کم بیں روشی میرے ارد گرد بھیلتی ہے۔میری رہمائی کرتی ہے۔میری ذات کی تاریکی کوروشی میں بدل دیتی ہے۔ان صعبتوں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان بزر گوں کے قرب سے ان کی گفتگو سے ان کی یا کیزہ زندگی سے ان کے علمی محمالات سے اکتراب روحانی کرتا ہے۔ یوں تو ہر بزرگ اپنے دائن کرم میں ایسے ایسے گلمانے راگا رنگ رکھتا ہے جس سے قلب مطمئن اور وین آسودہ موجاتا ہے۔ جوان کے باطن کمالات کا حصر سوتا ہے۔ بعض مجالس السي موتى بيس جن كي ياد سے كتاب زندگى كے اوراق تا بندہ رہتے ہيں۔ يہ مجالس ان علماه، اد باه اور ابل دل حضرات کی موتی بین جنگا مر جمله ادب یاره، مبر لفظ حکمت کا گومبر اور مبر بات تاریخ ساز موتی ہے- عام گفتگومو یاعلمی تبصرہ-سیاست کاعنوان ہو یا دینی مبائل پراظہار خیال، شعروادب موضوع بحث ہویا ذاتی واقعات وسشاہدات - موصوع جائے کچھ بھی ہوان کے ایک ایک جملے سے علم و ادب کے سوتے بھوٹتے نظر آتے ہیں۔ ہر جملہ ان کے علی تبر، شری دوق، صن بیان اور دلکش اسلوب کا آئید دار ہوتا ہے۔ ایسی علی وادبی مجالس میں شرکت اوب عالیہ کی در جنوں کتابیں پڑھنے سے زیادہ سود مند اور نفع بنش ہوتی ہے۔ مجھے زندگی میں جید طماہ، متاز دانشور، معروف شعراه، مستند رہنما اور روحانی پیشوا کی صحبتوں سے مستفیض ہونے ان ہے اکتساب علم کرنے کے بیشمار مواقع میسر آئے۔اوبی الجمنوں، تتقیدی اجلاس اور ہندوستان گیر مشاعرول میں شریک ہو۔ نِکا اعزاز نصیب رہا- بزرگوں کی صحبتوں نے میرے ادبی ذوق کو جلا بنٹی آواب واعلاق کے بیت سموین آئے۔ ملی زندگی کے نے رخ سامے آئے گر جولطف جو کیف سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ

الند علیه کی صعبت میں نصیب ہوا وہ سب سے منفرد تھا شاہ جی اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ایک پیکر میں ہزار رنگ، ایک وجود میں بے شمار صفات ایک شخص متعناد علوم و فنون کا شائمار تھا۔ اگر سیاست کی بات ہو لتو ان کا انداز فکر جداگا نہ۔ دین پر اظهار خیال ہو تو اٹھا طرز بیان سب سے انگ۔ شاعری موصوع گفگو ہو تو ان کا شعری ذوق سب سے منفرد تھا۔ ان میں انفرادیت بدرجہ اتم موجود تھی وہ ہر مسکے کو اپنے زاویہ گاہ سے و کھتے تھے۔

شعر فهی و بهی ہے۔ ہر ممتاز شاعر اچا شعر فهم نہیں ہوتا۔ یہ مکد خدا داد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو ایسی شعری بصیرت اور کمال ذدق سے نوازا تعاجی میں ان کا کوئی ثانی نہ تعاخوبصورت شعر سنتے ہی اس کی اس حسین انداز سے تصرح فرماتے کہ اہل اوب حضرات ان کی شعر فهی کی داو دیئے بغیر نہ رہ مکتے۔ شاہ جی کے داد دینے کا انداز سب سے ترالا اور مختلف تعا۔ شاعر جی آئجھوں کی سجاوٹ اور ہو شوں کی بناوٹ سے شعر کا معیار پر کھ سکتا تعا۔ شعر کے معانی اور محاسن ان کے جبر سے پر بھر تے نظر آتے جیسے بسول کی خوشہو مشام جال کو مصطر کر دیتی ہے۔ ایسی حسین دادوی دے سکتا ہے جو شعر کی دوج سے داقت ہو اور اس کی نزاکتوں سے کھامتہ آگاہ ہو لطافت شعر بے بہنگم دادگی جی تو معمل نہیں ہو سکتی۔ شاہ جی کی پسند اور ناپسند سند کا درجر بھمتی شی شعر فی میں خداوند کریم نے اپنی عطامے خاص سے شاہ جی کو دافر صعد عطاف ایا تعا۔

شرفهی کا تعلق ایک خاص وجدانی کیفیت سے برتا ہے۔ یہ وجدانی کیفیت ہر شخص کا ورثہ نہیں ہو مکتی۔ اس کے لئے ایک خاص قبدانی کیفیت ہر شخص کا ورثہ نہیں ہو حکتی۔ اس کے لئے ایک خاص قسم کا اور بی احول، روحانی لطاخت، پاکیزگی خیال اور حس مطالعہ در کار ہوتا ہے۔ جب شاہ ہی لاہور تشریعت لائے تو ان کی قیام گاہ (دفتر مجلس احزار اسلام) پر لاہور کے ممتاز شعراء حاضری دیتے ان شعراء میں صوفی تبہم، حابد علی عابد، احسان والش، حفیظ جالند مری، عبد المبید سالک، پطرس بخاری، ایم ڈی تاثیر مجلے ابل علم ہوتے۔ شاہ ہی کی قیام گاہ اچھے خاصے مشاعرے میں تبیشیل ہوجاتی اور طاہ ہی اس ادبی و شعری المبنی پسندیدگی کا اس اوبی و شعری المجمی کے دوح روال ہوتے۔ ہر شاعر کی خواہش ہوتی کہ شاہ ہی کمی شعر پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کریں اور وہ اس کے لئے اوبی سندین جائے۔

شاہ بی خالب کی شاعری کو مراہتے ہوئے قربایا کرتے تھے کہ "خالب تو جنت ہے اپنے ذوق کو کیا کروں اس سے کم در ہے کا شاعر میرے مذاق سنی پر پورا ہی نہیں اترتا " شاہ بی کو خالب سکے فار می اور ادود کے بے شمار اشعار یاد تھے۔ جب کبمی اس گل کدے کا دروازہ کھولتے تو انجس ممک ممک جاتی۔ گل تازہ کا حس اور خوشبو ویدہ و دل کو مور کر جاتا۔ شاہ بی کے شعر پڑھنے کا انداز کوئی نداپنا سکا۔ شاہ بی کو خداوند کریم نے حس صوت اور کمال ادا تیگی سے نوازا تھا۔ شعر اس انداز سے پڑھتے کہ معانی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ جبی کہ جو جاتے۔ شعر کا حس رگ و بے میں سرایت کرتا اور ذہی و خیال کو تازگی بختا ہوا گزر جاتا۔ شاہ بی کا شعری انتخاب مثالی تعا۔ کوئی شعر معیار سے گرا ہوا فافتوں سے سراشاہ بی کی زبان سے نہیں سنا۔ ہر شعر فئی عورہ اور حس خیال کا شاکار ہوتا۔

قط بھال پر تھم و نشر میں بہت کچہ لکھا گیا۔ ساحر لد حیا نؤی نے تھم "بھال" لکھی جو کس ساتس نے شاہ جی کو پڑھ کر سنائی شاہ جی روزنامہ "آزاد" کے وقتر الاہور میں مقیم تھے۔ آپ نے نظم سنتے ہی فی البدیمہ شعر کھا الفاقاً چند و نوں بعد ساحر چند دوستوں کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور نظم "بھال" سنائی۔ساحرکی تظم کے ایک بند کاشعریہ تھا۔

> لمیں ای لئے ریٹم کے ڈھیر بنتی ہیں کہ وختران وطن تار تار کو ترسیں

شاہ جی ساحر سے قاطب ہو کر کھنے گئے کہ اس بند کا دوسمراشعر کھال ہے؟ ساحر لے جواب دیا کہ وہ نہیں ہوسکا- اس پر شاہ جی نے اپنا پر شعر سنایا۔ اور فرمایا۔ ساحر! پر شعر تبداری ندز کرتا ہوں۔

کا-اس برشاہ می کے ابنا یہ شعر سنایا-اور فرمایا-ساخ! بی شعر مہاری ندر کرتا' جمعن کو اس کئے مالی نے حول سے سینجا تھا

یمن تو اس کے مالی نے حوں سے سیپا تنا کہ اس کی اپنی ٹائیس بیار کو ترسیں

ساح نے براختیاق وعقیدت قبول کر کے اسے اپنی نظم کا حصہ بنالیا۔

شاہ می نے فارسی اور اردو میں شعر کھے۔ جلے جنوسوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اس فن کو باقاعدہ اپنا سے۔ چیدہ چیدہ اشعار کھے جوان کے جان شین برادرم سید ابو معاویہ ابو ذر بغاری مظلر نے "مواضح اللهام" کے نام سے شافع کر دیئے۔ شاہ می کا فارسی کا بے بناہ سطالعہ تعا۔ ہزاروں کی تعداد میں فارسی اشعار از بر تھے۔ شاید بی کوفی ایسامعروف فارسی شاعر ہوجس کے اشعار شاہ می کو یاد نہ جول۔ اگر شاء می شاعری کو اپنا تے تو اس دور کے عظیم شعراء میں ان کا شمار ہوتا۔ گر شاہ می کی عدیم الفرصتی نے انہیں اس طرعت بوری طرح متوجہ نہ بورنے دیا۔

اکیب دفعہ شاہ می نے فرمایا کہ جہن پٹنہ عظیم آباد میں گزراشاد عظیم آبادی جیسا قادر الکام شاعر محاور سے
لور دوزمرہ کی تصبح کے لئے ہمارے گھرانے کی طرف رجوع کرتا تما۔ ایس علی ادبی اور دین فعنا میں شاہ می کا
جہن گزرا۔ طماء کی صبت سے مستقیض ہوئے گھریلو تربیت اور دین کے حصول سینے اظلاق و آدات کے
دروازے کھول دیئے۔

زبان و بیان پر شاہ می کو قدرت کالمہ تی۔ فربایا کرتے تھے کہ "میں نے جال تحریر کی اہل زبان حضرات سے داد وصول کی۔ کفت تیں جلسہ ویا دہلی میں اہل زبان حضرات نے داد وصول کی۔ کفت میں جلسہ ویا دہلی میں اہل زبان حضرات نے میری زبان کوسند مانا میر سے کمی جلے یا افظ پر کمبی اعتراض نہیں کیا "شاہ می کی سب سے برلی حضوصیت یہ تمی کہ جہاں بمی تحریر کے لئے تصریف نے جات اس ملاقے کی زبان بلکہ لب و لعبر میں تحریر کرتے۔ سامعین تک اپنی بات ان کے لب و لعبر میں تحریر کرتے۔ سامعین تک اپنی بات ان کے لب و لعبر اور زبان میں بہنانے سے زیادہ موٹر ذریعہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس لئے شاہ می کی تحریر خطابت کا شاہ کا شاہ کا میں۔

میں نے ان کی خطابت کے مارے میں اشعار کھے تھے۔

زبان ایسی فصاحت بھی جس پہ اترائے کلام ایسا سخہ جو بھی اس کو رشک کے ہر اک سن میں دل سنگ کو گداز کرہے وہ جس یہ فن خطابت ہزار ناز کرمے متی جس کے حمن تلامت میں بارش انوار دلول کو چیر گئی اس کی شوختی گفتار

اسی خطابت اسی فن تقریر میں محمال کی وجہ سے سیاسی رہنماؤں، علماء اور شعلہ بیان مقررین نے انسیں خطیب اعظم کے لقب سے یاد کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور نے خاہ جی سے بڑا خطیب پیدا ہی نہیں کیا۔ ایک روز حفیظ جالند حری سے خاہ جی کے بارے میں گفتگو ہور ہی تھی ۔ حفیظ جالند حری نے عجیب و غریب جلد فرایا کہ "خاہ جی کی تقریر صفور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باتی باندہ معجزات میں سے ایک معجزہ تھی "اس جلد میں سرور کا نمات تا چین کے کرم کی جملکیاں اور خاہ جی کے بنت کی معراج نظر اتقی ہے۔

شاہ جی تعجد کے وقت تلات کلام پاک میں مصروف تھے۔ ایک بندہ اپنے خدا ہے ہم کلام تعا- دل کے خلوت کلام تعا- دل کے خلوت کلام بیاں میں مصروف تھے۔ ایک بندہ تعا- شاہ جی کی آواز سن کران کے جبھے آکھڑا ہوا۔ شاہ جی کی آواز کے سوز نے اس میں رقت بیدا کر دی آخر اس نے شاہ جی کی کندھے پر ہاتھ رکھے کندھے پر ہاتھ رکھے کو فی بعد گی اردوی سے کہا شاہ جی تلات بند کر دیجئے اب رویا بھی نہیں جاتا۔ شاہ جی نے م^و کر دیکھا تو اس کا جبرہ آندوی سے بعد عاجوا تعا-

شاہ جی کی حسن قرأت کے اور بہت سے قصے بیں ایک واقعہ شاہ جی نے خود بیان کیا۔

دیلی میں ایک عظیم الثان اجتماع تما- آگا ہریں ملت، زعمائے کرام مقتدر سیاسی رہنما کا نگرسی لیڈر اور معروف برین میں ایک عظیم الثان اجتماع تما- آگا ہریں ملت، زعمائے کرام مقتدر سیاسی رہنما کا نگرسی لیڈر اور الشمیال میں جو اس کے بیٹر میں میں میں میں میں کہ خواہر لال نہرو کئے جلسے درہم برہم کرنے کو تیار تنے وہ کی مقرر کی تقریر سننے کے لئے آبادہ نہ تھے- بندمت جواہر لال نہرو تک کوانہوں نے تقریر نہ کرنے دی- ابوالکلام آزاد نے جمع کی یہ کیفیت دیکھی توان کی نگاہ انتخاب شاہ جی پر برطی ان کو معلوم تما کہ عوام کی نفسیات سے واقف بیں وہ کس نہ کسی طرح جمع کو قابویس کر لیں گے۔ ابوالکلام آزاد نے شاہ جی کو تقریر کرنے کو کہا۔ تعمیل میں شاہ جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاحد نظر آمڈے ہوئے تند و تیزسیلام آزاد نے شاہ جی نے ایک گھنٹر کلام و تیزسیلام کو کی شاہ جی نے ایک گھنٹر کلام

پاک کی تلات کی مجمع شا. می کے حس قرآت میں اپنا موقعت بھول گیا۔ شاہ می خدائے بزرگ و برتر کی آخری کتاب کی تلات کر رہے تھے لوگوں کے جبرور، سے تعالفت کا طبار دھل رہا تھا۔ جد بات کے شطع مدحم ہو گئے۔ جوش و خروش شعند اپر گیا۔ جلسے گاہ میں مکمل سکوت تھا۔ ہر شخص شاہ می کی تلاوت سے مخلوظ ہورہا تھا۔ شاہ می نے کلام پاک کی تلاوت اور خطر سمنونہ ** کے بعد تقریر کا آغاز کیا۔ شاہ می کی تلاوت نے دلول کو نرم کر دیا۔ وہی مجمع جو مجھے دیر بہلے زندگی اور موت کا تحصیل تھیلنے آیا تھا۔ زندہ باد کے نعرے گانے گا۔ شاہ جی کے تفصیل کے ماتد اپنا موقعت بیان کیا اور اپنے نظریتے کی وصاحت کرکے قالعت گوہ کو اپنا بمنوا بنا لیا۔ شاہ می کئے معرکے مرکئے جن کی تفصیل کے لئے صفح کتاب در کار ہے۔

قامیل کے ماتد اپنا موقعت بیان کیا اور اپنے نظریتے کی وصاحت کرکے قالعت گوہ کو اپنا بمنوا بنا لیا۔ شاہ می

ایک روز میں نے شاہ بی سے سوال کیا کہ آپ نے فی تبوید و قرات کس سے سیکھا۔ شاہ بی اس سوال پر مسکرانے فرایا۔ یہ بہت جب و غریب واقعہ ہے جس کا کی کو علم نہیں ہمارے بیٹے میں ایک عرب مسکرانے فرایا۔ یہ بہت جب و غریب واقعہ ہے جس کا کی کو علم نہیں ہمارے بیٹے میں ایک تقل اتاراء۔ ایک روز میں مجد کے حجرے میں ان کی لقل اتار رہا تھا وہ عرب قاری (عرفاصم) باہر طور سے میری علات مسئے رہے۔ جب میں علات کر چکا اندر حجرے میں آئے ان کی اجا تک آتے ہے میں حواب باختہ ہوگیا۔ انہوں سے آتے ہی سوال کیا تم نے فی تبوید کس سے سیکھا میں نے حواس مجتم کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں تو نے آتے ہی سوال کیا تم رہ قاری نے فریایا "تم سازی اللمج ہو" شاہ می نے فریایا بس میرے فن تبوید کیں ساعت می کو دخل ہے۔

شاہ می کاسب سے بڑاوصف حاضر داغی اور حاضر جوابی تھا۔ بطے میں کوئی موال کیا جائے شاہ می سایت مکون اور ومناحت کے ساتھ اس کا برجستہ اور سکت جواب دیتے تھے۔ سوال کرنے والے کی تسلی ہو جاتی تھی۔ اس کو مزید ومناحت کی ضرورت باتی نے رہتی۔ ایسے بہت سے واقعات بیں کہ لاکھوں کے جمع میں مخالفیں نے شاہ می سے سوال کے اور شاہ می کے چند جملوں نے انجی شفی کردی۔

شاہ می کی تقریر سننے اس سے مستفیض ہونے کے لئے علمائے کرام مفسرین، مقررین، سیاسی ترہنما،
اہل ادب، اہل ذوق حفرات اور حوام الناس سبی قسم کے لوگ آتے تھے۔ حس خطا بت کا کمال یہ تعاکدوس
دس محینے شاہ می تقریر کرتے اور مجم میں سے ایک شعص بھی اٹر کر نہ جاتا۔ شاہ می جب جاہتے بمع کو دلاتے
جب جاہتے بندا تے۔ گویالاکھوں اشخاص کی نبعنوں پر شاہ می کا ہاتہ تنا۔ وہ عوام کے جرول سے عنوانات جن
کہ تقریر سجاتے۔ ان کی تقریر ایک ان پڑھ کے لئے آتنی ہی پر کشش تمی جتنی ایک عالم کے لئے۔ ایک مفسر
و آن بھی آیات کر مد کے ترجے اور لگات سے معلوظ ہو ہو ہا ہے اور ایک ادیب اور شاعر بھی شعر کے برجت
استعمال سے معود سور ہا ہے۔ ہر ایک کا دامن بعراجا دہا ہے لوگ کیستدل میں یادوں کے انمول موتی لے کر
لوشتے۔ حاضر جوائی کے سلیلے میں قاضی اصان احمد شجاع آبادی سے ایک پر الطف واقعہ سنا ڈیرہ غازی خال میں
ایک عظیم الشان جلسہ سنعتد ہوا شاہ بھی کی آمد کی اطلاع ملتے ہی ہزاروں سختھ بن شاہ بھی کی تقریر سننے کے لئے
آگے۔ مصنافات میں سے سیلوں پیدل جل کر جلسہ میں شرکت کی غرض سے آئے۔ اس طاتے کے لوگ

بزرگان دین کے مزاروں سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں ۔ بعض او کات یہ عقیدت کا جذبہ فسرک کی صدول کو چپولیتا ہے۔ یہ عقیدت یہ مزاروں سے قلبی والبشکی ان کواپنے آبادا جداد سے ورثے میں کمی ہے۔

شاہ می کی تقریر کے آغاز ہی ہیں کسی نے مزاروں پر حاصری اور مزاروں کے جواز کے بارے ہیں استغمار کر دیا۔ ان دنوں سعودی عرب ہیں شاہ سعود مزارات کے قبوں کو مسار کر رہے تھے۔ قاضی صاحب فریا تے تھے کہ میں حیران تھا کہ شاہ می اس نازک مرصلے سے کس طرح محل سکیں گے۔ اگر مزاروں کے خلاف بات کرتے ہیں توجہہ گاہ ہیں ایک مثالہ ربیا ہوجائے گا اگر ان کے نظریات کی تالید کرتے ہیں تو عقیدے ہیں خلل واقع ہوتا ہے۔ یہ مرحلہ نہایت کشمن تعا۔ سوال کرنے والے نے یہ بھی محمد دیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے۔ شاہ می نے اس نوجوان سے پوچھا کہ کیا واقعی جناب ختم الرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے۔ مجمع اس سوال پر حیران تھا کہ وہی روصہ اظہر تو قلوب کی تسکین کا مرکز، انوار کا سرچشہ، بناہ عالمیاں اور تشنہ نگاہوں کی سیرانی کا افزار سے دوو سرے مزار کی کیا ضرورت باتی رہ جات و جب سیرے آگا کا گزارت کے آگا کا مزار مقد س موجود ہے تو دو سرے مزار کی کیا ضرورت باتی رہ جاتی ہے۔ یہ حیب میرے آگا کا گزارت کے آگا کا مزار مقد س موجود ہے تو دو سرے مزار کی کیا ضرورت باتی رہ جاتی ہوئی ہے۔ یہ میرے فرک فی اللہ وہ سے گونج اشا۔

شاہ بی کی تقریر مزاج کو بدل دیتی تھی۔ نظریات میں تبدیلی پیدا کر دیتی تھی۔ اعتقادات میں انتقام برپا کر دیتی تھی۔ لوگ شاہ بی کے ہمنوا ہوجائے تھے۔ یہ زور بیان، یہ حن خطابت، یہ انداز کلام بہت تھم لوگوں بر نصیب موتا ہے۔

شاہ جی کی خطابت کا ایک اور سو کہ براور محترم اعجاز احمد چتی نے بیان کیا۔ اعجاز احمد چتی گارڈن کائی راولہند ٹی سن زیر تعلیم تھے۔ خاہ جی کی تقریر کا اطلان ہوا چتی صاحب کے مجھ دوست کمیونٹ ذہن کے تھے۔ چتی صاحب نے انہیں تقریر سننے پر آبادہ کر لیا۔ وہ چتی صاحب کے ساتہ جا۔ گاہ مین پینچے اپنے ذہنوں میں بست سے سوال لے کر آئے تھے کہ وہ دور ان تقریر اپنے نظریت کے مطابق شاہ جی سے سیاسی نوعیت کے مطابق شاہ جی سنال کو کی آئے۔ ان کو اپنے مطابعے، اپنے نظریے پر ناز تعا۔ وہ تمام مسائل کا حل کمیونرم مجھتے تھے۔ طدانہ عائد نے ان کے ذہنوں کو منح کر دیا تعا- ہزادوں کا مجمع تاب لوگ ہے تابی سے شاہ جی کی آمد کے منظر تھے۔ طاب جی پیندال میں داخل ہوں کہ معنونرم مجمعت تھے۔ طدانہ شاہ جی پندال میں داخل ہوں کہ معنونرم مجمعت تھے۔ طدانہ شاہ جی پندال میں مقاہ جی زندہ باد کے طابق جی نظر تھے۔ طلاحت میں موجوز کی تعریر سن رہے تھے۔ طوالت کا نقشہ ذہن سے موجو گیا۔ ایک ایک ایک انظر دل کی گھرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ ایک موج خطابت تمی کہ سوالات کا نقشہ ذہن سے موجو گیا۔ ایک ایک ایک انظر دل کی گھرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ ایک موج خطابت تمی کہ میری و تعالیم میا کہ دور جو رہا تا۔ اغواز احمد چتی صاحب کی تشریر کو رہی تھی۔ دلول کی تشریر کا کا نظر در ہو رہا تھا۔ اعلی انہوں کی خصرے کو تشریل میں سب سے زیادہ رو نے دالے میں کمیونے شطاباء تھے۔ جو اعتراصات کے کا شرک کی اسان سے کہ جانہ گاہ میں سب سے زیادہ رو نے دالے میں کمیونے شطاباء تھے۔ جو اعتراصات کے کا شطر کی بیان اس سے کہ جانہ گاہ میں سب سے زیادہ رو نے دالے میں کمیونے شطاباء تھے۔ جو اعتراصات کے کا شطر کی بیان سب سے زیادہ رو نے دالے میں کمیونے شطاباء تھے۔ جو اعتراصات کے کا شطر کی بیان سب سے زیادہ رو نے دالے میں کمیونے شطاباء تھے۔ جو اعتراصات کے کا شطر کی کھر کے کا میں کی کھر کی کو اس کو کو کو کی کا میں کی کھر کے کا میں کی کھر کی کھر کے کو کھر کو کھر کا کو کھر کی کھر کے کا دی کھر کو کھر کو کھر کو کھر کے کو کھر کے کھر کے کھر کے کھر کے کھر کھر کو کھر کو کھر کو کھر کے کھر کے کھر کھر کے کھر کھر کھر کھر کو کھر کے کھر کے کھر کے کھر کے کھر کے کھر کھر کھر کھر کو کھر کھر کے کھر کھر کھر کھر کھر کھر کو کھر کھر کے کھر کے کھر کھر کھر کھر کھر کھر کھر کھر کھ

کے کرا نے۔عقیدت و مبت کے بعول لے کر لوسے۔

شغ صام الدین احرار کے سر کردہ لیڈروں میں سے تھے۔ شعر وادب کے دلدادہ، باوس و باوقار انسان،
تحریر میں گرج، مبلی گفتگو میں لطافت، آزادی کا بے باک و نڈر سپاہی۔ زندگی کی نصف صدی کی داستانوں،
واقعات و حادثات، سپاسی کشمکش، قید و بند کے حالت دار ورس کے قصے، انگریزوں کے مظالم، جدوجد آزادی
کی تفسیر۔ یعنی شیخ صاحب کی ذات تاریخ کا ایک حصر معلوم ہوتی تمی۔ دوران گفتگو مجلس احرار کے سرکوں،
خطابت کے انداز، مقدر سپاسی شفعیتوں کے کاربائے نمایاں بیان کرتے تو تاریخ کے اوراق محمل جائے۔
ایک دن دوران گفتگو سید عظاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو امیر شریعت کا لقب طے کا واقعہ شیخ حسام
ایک دن دوران گفتگو سید عظاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو امیر شریعت کا لقب طے کا واقعہ شیخ حسام
الدین رحمہ اللہ کی سنا۔ شیخ صاحب اس واقعہ کے مینی شاید تھے۔ آپ نے فرایا۔

شیرا نوالہ گیٹ میں مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ نے انجمن خدام الدین کا سالانہ جلسہ منعقد کیا۔
جس میں ہندوستان ہر کے پانچ موصلاء جس تھے۔ ان دنوں قادیا فی تو یک زوروں پر تھی۔ حکومت او نگیہ اس
کی جست پناہی کرری تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علامہ شبیر احمد عشائی نور اللہ مرقدہ جیسے بزدگان دین
بھی موجود تھے۔ طلامہ محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے زمایا کہ قادیا فی فننے کے رد کے لئے اس کی نشرو
الشاعت کو روکنے کے لئے کو گوں کو بے دینی سے بجانے کے لئے ہمیں ایک امیر منتخب کر لینا چاہیئے تا کہ
منظم طریقے سے اس فقنے کا مدباب کیا جاسکے۔ حضرت رحمہ اللہ کی رائے سے تمام علمائے کرام نے اتفاق کیا
اور بیک زبان ہو کرمھا کہ آپ ہم سب میں بزرگ، سب سے زیادہ محترم و کمرم ہیں۔ آپ جو فیصلہ فرائیں
گے ہمیں منظور ہوگا۔

علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شاہ جی کو طلب کیا شاہ جی کہا کہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرایا کہ میں اس کام کے لئے آپکے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور امیر ضریعت کا اتب عطا فرایا۔ شاہ بی کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ بزرگ جس کی طلبیت، جس کی بزرگی، جس کے تقویٰ کا ہر شفس معتمد تھا۔ جو تمام طلماء کا حدوم تماجس کی دینی خدات نے مثل تعییر۔ وہ صفود اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظ حتم نبوت اور ناموں کی خاطر ایک نوجوان عالم دین کے ہاتھ پر بیعت کر دہا تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کے بعد پانچ سوکے قریب علمائے دین، مفسرین، موتشین نے دو مرزائیت کے سلسلے میں شاہ جی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت انور شاہ کاشمیری اللہ میں سرہ العزیز نے فرایا کہ "خداوند کریم نے اس عظیم کام کے لئے آپ کو منتخب کر لیا ہے۔ کاشمیری اللہ ساور کی ساماد تا ہے کے مقدر میں کھددی گئی ہے۔ اس کا مضیری کام ساماد آپ کو منتخب کر لیا ہے۔ اس کا مضیر کی ساماد تا ہے کے مقدر میں کھددی گئی ہے۔ "

شاہ جی نے اس لقب کی لاج رکھ لی۔ سینکڑوں اجتماعات سے اس مسئلہ پر پرزور تقریریں کییں۔ اس جمو ہے دی نبوت کے تارو پود بحمیر کرر کھ دیئے۔ ہرزادوں سادہ لوج مسلما نوں کو مرتد ہونے سے بجالیا۔ اس مشاذ پر مشمل کے تک اس دینی فدست کے لئے ساری زندگی وقت کر دی۔ جوانی سے بڑھا ہے تک اس محاذ پر لڑھے۔ تیدو بندکی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کییں۔ آخر ان کی سعی جمیلہ، ان کی عمر بعرکی کاوش ہار آور ہوئی اور مرزائیوں کو فارج از اسلام قرار دیا گیا۔ اور حکومت نے مرزائیوں کو افلیت قراد دے کراس مسئلہ کو

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔

شاہ جی علمائے کرام اور بزرگان دین کا بے حداحترام کرتے تھے۔جب کی بزرگ کا ذکر کرتے تواوب واحترام کے تمام پہلاول کو بد نظر رکھ کر ذکر کرتے۔ شاہ جی احرار کے دفتر الہور میں تشریف فریا تھے۔ میں ان کی حدست میں حاضر تھا۔ شاعری کا دور ہورہا تھا۔ شورش کاشمیری نے اپنی گفتگو سے ممفل کو زعفران بنا رکھا تھا۔ اچائک کی نے مفسر تو آن حضرت موالنا احمد علی نور اللہ مرقدہ کی آمد کی اطلاع دی۔ ممفل کا رنگ میکسر بدل گیا۔ ہر شعص احترام وعقیدت کا بیکر بن گیا۔ شاہ جی نے آگے بر محکر حضرت کا استعبال کیا۔ اور نمایت اوب سے ایک طرف کھڑے حضرت تشریف فریا ہوئے۔ شاہ جی دو زانو ہو کر نظریں جھا کر حضرت کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ جب بحک حضرت احمد علی رحمہ اللہ تخریف فریار سے شاہ جی دو زانو ہو کر نظریں جھا کر حضرت کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ جب بحک حضرت احمد علی رحمہ اللہ تخریف فریار سے شاہ جی دو زانو ہو کر نظریں جھا کر حضرت کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ جب بحک حضرت احمد علی رحمہ اللہ تخریف فریار سے شاہ جی اور ادام دارات سے بیٹھ اوب واحترام سے ان کے ادشادات سنتے رہے۔

اسی طرح شاہ جی کو اپنے مرشد ومر بی حضرت عبدالقادر رائے پوری قدس مسرہ العزیز کی مجلس میں موّوب بیٹھے دیکھا لاکھوں کے مجمع کو اپنی خطابت سے مسمور کرنے والا، ہر جگہ زبان و بیان کا جادو جگانے والا، خطیب اعظم شعلہ بیان مقرر خاموشی و عقیدت سے مسر جھکائے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضری دیتا۔ کواب کے تمام تقاضے احترام کے تمام بہلو، نیاز مندی کے تمام رخ سامنے آجاتے۔اگر حضرت رحمہ اللہ کوئی بات دریافت فرماتے تو مختصر ساجواب دے کہ خاموش ہوجاتا۔

جالند حرمیں خیر المدارس کا جلسہ تقسیم اساد تھا۔ مدرسے میں جگہ ناکانی ہونے کی وج سے بیلے کا استخام کمینی باغ میں کیا گیا۔ یہ محمینی باغ شہر میں واقع تھا۔ اور سیر کی بہتریں جگہ تھی۔ نماز جمعہ کے بعد جلسہ کا کاروائی کا آغاز ہوا چند علماء نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مدرسے کی دینی خدمت کو مرا ہا مولانا خیر محمد نور کاروائی کا آغاز ہوا چند علماء سے آخر سید علاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا خطاب تھا اللہ مرقدہ کی ذات بارکات کو خراج تمین اوا کیا۔ سب سے آخر سید علاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا خطاب تھا حد گاہ تک ہوگوں کا مجمع تھا۔ شاہ بی مینے کو خطاب کرتے جیسے کو چیٹے کو چیٹے ہراروں لوگوں کے مروں پر محمیوں نے چکر گانے خروع کر دیئے۔ شاہ بی نے جمعیوں کے چھے کو بہرے براروں لوگوں کے مروں پر محمیوں نے وکھی خصہ ایسا نہ تھا جہرے برحمیوں نے وکھی مارنا ضروع کر دیئے۔ شاہ بی کے جہرے پر محمیوں نے وکھی مارنا ضروع کر دیئے شاہ بی کے جہرے پر محمیوں نے وکھی سازنا ضروع کر دیئے شاہ بی کے جہرے پر محمیوں نے وکھی سازنا شروع کر دیئے تھا۔ بھی جمر جمری میں آئی۔ مجمع میں مارنا شرح میں اٹھا اس نے دو فول ہا تھوں سے محمدوں کو خیس سے دونے میں وکھی ہے۔ ایسان جملے جرجہری میں آئی۔ مجمع میں میں اٹھا۔ اللہ میں اخرار کا عظیم الشان جلسے تھا۔ دو مرسے دون شاہ بی اسی عالت میں دہا تھا۔ انوار کی طرح سے جہر جملے کی ایش ہوری ہی ہی ہورے کے دونوں ہا تھا۔ اوران کی ہورے سے خداوند کریم کی ہوری کا جسرے خداوند کریم کی ہوری کا جا سے خداوند کریم کی ہوری کا برش ہوری کی برش ہوری کی ہوری کے حوالوں سے ساری مجلس دائرہ فورانیت میں آگئی۔ ایک آفرد دلول میں گھر بہتے ایک آفرد دلول میں گھر بہتے رہا تھا۔ اعادیث نہوری کی تفسیر تھا۔ اعادیث نہوری کے حوالوں سے ساری مجلس دائرہ فورانیت میں آگئی۔ ایک آفاد دلول میں گھر

کہ آ، جارہی تھی۔ حضرت کی گفتگو میں تھوئی کا حن، علم کی خوشبو، پاکیزگی کا جمال اور عمل کی لدت تھی جب حضرت تھریر حتم کر چکے تو شاہ جی فرط شوق و مبت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کو بلیغے انداز میں خراج تعمین بیش کرتے ہوئے فرہایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی دے۔ آپ کی تھریر کا ایک ایک لفظ میری سال بھر کی تھریروں کا موضوع بن گیا۔ آپ نے ملاء کے ذہنوں میں علم کے جراغ روشن کر دیئے۔ آپ نے جس انداز سے قرآن مجید کی تعلیمات کو ہم تک بسنجایا وہ آپ ہی کا مصہ ہے۔ میں تو حضرت کا خوشر چین ہوں۔ خرضیکہ خاہ جی نے لبنی محبت و حقیدت کا حسین انداز میں اظہار فریا یا۔ بیسا کہ اوپر تمریر کر چکا ہوں کہ شاہ جی کو بزرگوں سے، اہل اللہ سے مقربان بارگاہ اللیٰ سے انتہا تی عقیدت تھی۔ یہ جملے بھی اس عقیدت کے اظہار کی علامت تھے۔

ملتان کے دوسالہ قیام میں باقاعدگی سے شاہ جی کی خدست میں حاضر ہوتارہا۔ شاہ جی کے علی خزانے سے دامن طلب ہرتارہا۔ شاہ جی کے دامت میں حاضر ہوتارہا۔ شاہ جی کو دوراد، ان کے علمی خزانے سے کمالات، ان کی بے گفتی ان کے تقویٰ کی داستانیں شاہ جی سناتے۔ مجلی آداب کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کرتے۔ ایک روز اظلق پر گفتگو فواتے ہوئے کہا کہ "اظلق کا سرچشہ ادب کا مصدر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرای تھی حضور ختی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم لبنی حیات طیبہ میں ایک بار بھی مجلی شی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرای تھی حضور ختی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم لبنی حیات کو بیٹھے تو صحابہ کرام رصوان اللہ علیم اجمعین ان کے قدم مبارک کو آپھیوں سے لگاتے۔ ان کے پانے مبارک پر چہرے کو بلتے گر اس معلم اطلق اس سم چشمہ رشد و بدایت سے ایک بات ہوئی نہیں سکتی تھی۔"

شاہ جی درویش صفت انسان تھے۔ سادہ زندگی بسر کی۔ ان کے دل میں دولت و ٹروت کی کبھی خواہش پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ہندوستان کا خلیہ اعظم کرائے کے مکان میں رہا۔ جس میں برسوں سے قلعی نہ ہوئی تھی۔ جس کی مٹی گرتی رہتی تھی۔ اس مکان میں ہندوستان بعر کے علماء شاہ جی کی طاقات کے لئے آئے۔ اس مکان میں شعر وادب کی مجلسیں آراستہ ہوئیں۔ سمرایہ داراسی ٹوٹی چائی ہر بیشمہ کرشاہ جی کے ارشادات سے مستفیق ہوئے۔ اس گھر کے دروازے رنگ و روغن سے بے نیاز رہے۔ خطیب اعظم کے گھر میں قالمین نہ تعا۔ صوب نے نہ تھے۔ دروازوں پریشمی پردے نہ تھے۔ ایک چھوٹا سا خبل خانہ تعا جس میں نکا لگا ہوا تھا۔ خطیب اعظم اسی خطانے میں خلکے سے پائی کال کر خمل کرتا۔ اس خمل خانے میں مثل سے خمل ہو سکتا تعا۔ اندر کے کمروں کا بھی یو حال تعا۔ ایک روز میں نے شاہ جی کو حیدر دہلوی کا شعر سنایا۔

چن والوں سے مجھ صرا نشیں کی بود و باش ایھی بہار آکر جلی ہاتی ہے ویرانی نہیں ہاتی

شاہ جی کوشعر بہت پسند آیا۔ پھر اپنے گھر کے درودیوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے بہار آکر جلی جاتی ہے ویرانی نہیں جاتی۔

شاہ بی اگر جاہتے توایک تحریر میں ایک کوشی کے بیے جع کرسکتے تعے۔ لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں ہزاروں

روبیہ اکشا کرنامشل کام نہ تعامگر شاہ می کوالنہ تعالیٰ نے توکل اور عنا کی دولت سے نوازا تعا- اسوں نے مادی حرکیا کی طرف آٹکھ اشا کر نہ دیکھا۔ فقر وفاقہ کورند کی کا صن بنایا۔ اگر شاہ ، دولت محمانا جاہتے تو آج پاکستان میں ان کے فرزندول سے زیادہ امیر کوئی نہ ہوتا۔ اسوں نے اپنی اولاد کو علم کی دولت دی، دین سکھایا، دین پڑھایا، سب کو قرآن مجید حفظ کرایا اس سے زیادہ بسترور شرکیا ہو مکتا ہے کہ اولاد کا ہر نیک عمل والدین کے درجات کی بلندی کا سبب ہنے۔

بشاہ جی کے مسلس قرب سے ان کی ذاتی خوبیاں، ان کے ذندگی کے بے شمار بہلو دیکھنے کا موقع اللہ یہ برگوں میں سے سے جن کے قرب سے ان کی عظمت کے بینار اور بلند نظر آتے ہیں۔ شاہ جی اوصاف کا پیکر جمیل سے۔ شع کی مجلس میں گفت وال گزارے۔ شاہ جی نے تمام عمر کی کی غیبت نہیں کی۔ یہ بظاہر بست معمولی بات نظر آتی ہے گر ہماری کوئی مجلس میں غیبت سے سہرا نہیں۔ جمال چند دوست المشع ہوجاتے ہیں تو کسی کی برائی، عیب جوئی ضرور درمیان میں آجاتی ہے۔ شاہ جی نے اپنے دشمنول کے بارے میں بسی کسی عمیر محال مختل نہیں گے۔ یہ ان کے اعلاق کا کسی عمیر محال مختل نہیں گے۔ یہ ان کے اعلاق کا کسی علیر ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ یہ عالی ظرفی، یہ در کورکھاؤ، سوضعداری ان سے مختص شی۔

شاہ جی کی زندگی نشیب و فراز سے عرارت ہے۔ انسوں نے کسی حال میں میں کسی معتقد کسی مرید یا کسی دوست کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ یہ نفر کھی شان ہے، یہ سبے ٹیازی کی شان یہ شنا کا ورشہ یہ توکل کی دوئت انہیں آباد العدادے ورثے میں کمی تھی۔

کی دونت انہیں آباؤ اجداد سے در لے میں کمی معی-کی نزکر نزیر ان سے انکار میں

ایک روز مکندر مرزاصدر پاکستان ملتان آئے شاہ جی کو پیغام بھیجا کہ اگر تشریف لاسکیں تو میں بے مد ممنون ہول گا۔ شاہ جی نے قاصد سے کہا کہ مجھے مرزاصاحب سے کوئی کام نہیں اگروہ اس فقیر سے ملنا جاہتے ہیں تو دروازے کھلے ہیں بصد شوق تشریف لائیں۔

> نہ تاج و تنت میں نے لکر و سپاہ میں ہے۔ جو بات رو کلند کی بارگاہ میں ہے _ر

تیسری بات جس کا میں نے سٹاہدہ کیا کہ شاہ جی نے سادی عمر جھوٹ نہیں بولااگر کی بات میں جھوٹ کا شائر بھی ہوت کی دور شاہ بی حکیم عافظ منیف الله صاحب کے مطب جھوٹ کا شائر بھی ہوتا تو اس کی وصاحت فریا دیتے۔ ایک رور شاہ بی حکیم عافظ منیف اللہ صاحب کے مطب میں تھے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کی اہلیہ کی تیمارداری کے لئے جانا جابتا تھا گر ہمت نہ پڑی۔ زیادہ جل نہیں مکتا۔ بعر فرمایا کہ تھر سے ارادہ کرکے نہیں کلا تماراستے میں خیال آیا تھا۔

مدیث فریف میں مرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادخاد گرای ہے کہ سلمان میں دو خصلتیں جمع میں ہوسکتیں ایک بخل دوسرے جموٹ شاہ جی کی زندگی ان دونوں برائیوں سے پاک صاف تھی۔ آئیں ہوسکتیں ایک بخل دوسرے جموٹ شاہ جی

مولانا محمد یکنین صاحب شاہ جی کے صلتہ اُحباب میں سے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں خانہ کعبہ کے سامنے راقم محروف کی ان سے ملاقات ہوگئی۔ بزرگان دین کا ذکر خیر ہوتا رہا۔ اسی گفتگو میں شاہ جی رحمہ اللہ کا ذکر خیر ہمی آ اِسولانا محمد یکنین صاحب نے شاہ جی کی شفقت مبت اور حن کردار کا عمیب وغریب واقعہ بیان فرمایا۔ مولانا کا تعلق صنع جمنگ سے ہے اور ان کے طاندان کے کئی افراد یعیں آباد ہیں۔ مولانا نے بیان فربایا کہ "بیدة تریموں کا بند فوٹ گیا اور سیلاب سے ایک و معج علاقد زیر آب آگیا۔ میرے باقی کی زمین ہمی اسی علاقے میں تھی۔ باقی کا بہاؤاس قدر تیز تعاکہ بعائی کے مکان کے قریب تیس فٹ گھرا گڑھا ہڑگیا۔ اور مکان بسہ گیا۔ اس ہگای صورت عال میں بعائی نے خواتین کو ممنوظ مقام تک پہنچایا۔ ہمر جاریائی اور دو مرا مجھ سامان اشانے گئے۔ تو باقی کے شدید ریلے کی ندر ہو گئے اور اسی میں وفات پا گئے۔ میں ایک جھوٹی کشتی کے ذریعے خواتین کو کیکر طلق "واسووستانہ" بہنچا۔ مجود نول بعد ملتان آیا تو بعائی کی اس حادثاتی موت پر سخت دل گرفتہ اور مغنو مراح صفرت خواتین کو کیکر طلق "واسووستانہ" بہنچا۔ مجبر و مرشد اور مضرت امیر ضریعت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صفرت خاہ جی کو حال دل سنا کر کچھ خم بلکا کیا۔ میں نے وابس جانے کے لئے اجازت جابی تو مجھ ایک طرف تعلیہ میں خاہ جی کو حال دل سنا کر کچھ خم بلکا کیا۔ میں نے وابس جانے کے لئے اجازت جابی تو مجھ ایک طرف تعلیہ میں انداز یہ محبت کارت یہ اخراجات میں لانا۔ پر فربایا کہ معلوم ہے میں باتھ ڈالت اور خر مندگی نہ اٹھانا پڑھے۔ یہ حسی انداز یہ محبت کارت یہ خس اطلاق کی اور خاہ جی کی خرس تر میں کارت یہ حس اداری کے متا کہ میرے دوست کو ہاتھ جسیلانے کی ذات اور خر مندگی نہ اٹھانا پڑھے۔ یہ حسی انداز یہ محبت کارت یہ حس اطلاق کی اخراجات میں دوست کو ہاتھ جسیلانے کی ذات اور خر مندگی نہ اٹھانا پڑھے۔ یہ حسی انداز یہ محبت کارت یہ حس اطلاق کی دست میں کی حس تد میر کا کرشہ ہو مکتی تی۔

یں نے شاہ جی کو ایک لاٹانی خطیب، ایک شعلہ بیان مقرر، ایک مفل آرا شخصیت ایک بلند پاید ادیب، ایک جید عالم کے علامہ ایک بلند کردار، راست باز، سوگل، مهدرداور دوست نواز شخص بھی پایا- یہ اوصاحت یہ خوبیاں یہ وضن داریاں اسلامت کا ور شہیں- یہ ور شراب نایاب ہوتا جارہا ہے-

شاہ جی گی بیعت اول قطب دورال حضرت پیر مهر علی شاہ قدس سرہ العزیز سے تھی۔ بعد میں وہ حضرت عبد القار رائے پوری نورالغہ مرقدہ کے دامن سعاوت و کرم سے وابستہ ہو گئے۔ شاہ بی نے حضرت اقدس سے روحاتی فیعن حاصل کیا۔ ان کی خدمت میں نهایت ادب واحتر ام سے حاضری دیتے رہے۔ جس کا اوبر ذکر آنچا

ایک روز پنجابی شاعری پر گفتگو مور ہی تھی۔ شاہ جی رحمہ اللہ پنجابی زبان کی وسعت اس کی جدت اور اس کی جدت اور اس کی بعدت اور اس کی بعدت اور اس کی بعدت اور اس کی بعد ساتھنگی کی داد دے رہے تھے۔ شاہ جی سے بیر وارث شاہ سے چند اشعار بھی سنائے۔ دو سرے پنجابی شعراء کا تذکرہ دہا۔ راقم الروف نے بھی میال محدر حمہ اللہ کے مجھے اشعار سنائے۔ صوفیا نے کرام کی شاعری پر شاعری سے خوالات کا اظہار ذیائے ہو ۔ کہا کہ اللہ کی شاعری مال کی شاعری ہے۔ وہ اپنی کیفیات باطمی کو چند اشعار میں بیان کر کے اہل دل حضرات کو سوز کا بہت بڑا سربا یہ عطا کر جائے ہیں۔ بہانی کی مختلف کو چند اشعار میں بیان کر کے اہل دل حضرات کو سوز کا بہت بڑا سربا یہ عطا کر جائے ہیں۔ بہانی کی مختلف اصناف شاعری کا ذکر دہا۔ آج کی مجلس بنجابی زبان کے بارے میں معلوماتی اور کیف آور مجلس تھی۔ دوران گنگو شاہ جی نے بنجابی زبان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ایک بلیغ جملہ ارشاد فریایا "بنجابی زبان خوال کو آسکن

میں نے شاہ جی کو بنجا بی کا ایک شعر سنایا۔

میری گھنگری نول گھنگرہ لوآ دے جے تول میری ٹور ویکھنی

شاہ جی کوشعر بہت پسند آیا۔ مجھے اس شعر میں کوئی جدت یا ندرت خیال نظر نہ آئی۔ مجھے شاہ جی کی شعر نہی کے بارے میں علم تھا خاموش رہا۔

حضرت اقد س خضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہ فیصل آبادییں خالعہ کالی کی مجد میں مقیم تھے۔ شاہ جی بیماری کی وجہ سے سنز کے قابل نہ تقیم۔ نقائب بیست بڑھ گئی تھی۔ حضرت اقد س کے ارشاد پر شاہ جی کو کار بھیج کر بلوایا گیا۔ عصر کے بعد حب معمول حضرت اقد س کی ممثل جی شاہ جی نے وقع فی کار بھیج کر بلوایا گیا۔ عصر کے بعد حب معمول حضرت اقد س کی ممثل جی شاہ جی سے حافظ لدھیا نوی نے حضرت اقد س سے خاطب ہو کر شعر پڑھا۔ فرایا حضرت ایک در خواست ہے۔ میرے بیٹے حافظ لدھیا نوی نے شعر سنایا تھا۔ بھر لینی مخصوص لے بین مندرجہ بالاشمر پڑھا۔ آئیموں سے اشک جاری ہوگئے۔ دو تین سو آدمی اشکبار ہو گئے۔ شاہ جی شعر پڑھتے جاتے تھے اور دوتے جاتے تھے۔ حضرت اقد س پر بھی کیفیت طاری ہوگئی۔ شعر کی قسمت جاگ الم بی اس ادائے خلوص و ممبت، نیازمندی، حضرت اقد س سے وابستگی کے ہزار پہلوروشن شعر کی دیے۔

ابتداوییں شاہ می کو روحانی فیف اپنے والد ماجد قدس سرہ کی نظر التفات اور خاص توجہ سے طا- شاہ می سے ابتداوییں شاہ می کو روحانی فیف اپنے والد ماجد قدس سرہ کی نظر التفات اور خاص توجہ سے طا- شاہ می دوحانی کے ایک روز قربایا تعا- جب وہ چلتے تو درخت اور دیواریں انہیں چیجے بٹتی ہوئی سعوم ہوتیں اور بھی روحانی کی الات کا تذکرہ کیا۔ شاہ می کی ساری رندگی تھوئی، پربیزگاری، درویشی اور توکل پر گزری، اللہ تعالیٰ نے ظاہری حس وجمال کے ساتہ حس سے بین نواز اتعا- ان کی طبیعت دنیا کی طرف کبی راغب بی نہ ہوتی عش رسل اللہ شاہ تاہین کے انہ مرخواہش سے بے نیاز کر دیا تعا- ان کواگر دھن تھی تو یہ کہ وہ حضور اکرم شاہ آجا کی کا بینا میں انہوں نے ہزادوں تقریریں کیس جو زیادہ سلمانوں تک بہنجا دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے ہزادوں تقریریں کیس حضور اکرم شاہ آجا کی کا محسول شیدا نیوں کو حضور اکرم شاہ آجا کی کیات طیب کا مختلف پہلوئل سے دوشناس کرایا۔ حضور ختی مرتبت شاہ تیا کی ناموس اور تمفظ ختم سبوت پر جماد باالا، ان کے مختلف پہلوئل سے مواند اس وقت علم بغاوت بلند عمر بطریق احس پورا کیا۔ شاہ جی نے ایک وفعہ فربایا کہ ہم نے انگریزوں کے خلاف اس وقت علم بغاوت بلند کیا جب مائیں اپنے بچل کو انگریز کا نام لے کر ڈرایا کرتی سیس۔ اس حق گوئی و جذبہ حریت کی پاداش میں۔ انہیں بادہ جیلی جانا پڑا۔ مقد مات چلے گوانوں نے ہزادوں کے مجمع میں انگریز کے خلاف تعاریر کیں۔

آئین جوال مردال حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیرول کو آتی نہیں روہایی

شاہ جی سے لاکھوں انسانوں کو بے بناہ عقیدت تھی۔ شاہ جی کا نام ان کے دل کی دھوکنوں میں بس گیا تھا۔ شاہ جی کے لئے ہزاروں دلوں سے دعائیں ٹکلتی تعییں۔ اس صنن میں ایک واقعہ یاد آگیا جو شاہ جی کی ڈبا بی سنا تھا۔ لدھا رام حکومت کا رپورٹر تیا سر سکندر حیات کی حکومت نے شاہ بھی کی تقریر کے متن کو منح کرا کے لدھا رام سے نئی رپورٹ کھوائی یہ بہت بڑا مقدمہ تیا۔ اس مقد سے میں شاہ بھی کو بڑی سے بڑی سرنا دی جا سکتی تھی۔ آخری پیشی کے وقت لدھا رام نے شاہ بھی کے جسرے کو عور سے دیکھا۔ لدھا رام کا مروہ صفیر جاگ اشا۔ اس نے برسر عدالت حقیقت کا انکشاف کر دیا اور عدالت میں بیان دیا کہ شاہ بھی کی تقریر کے متن کو منح کے اس سے وہ بارہ رپورٹ تیار کرائی گئی ہے۔ جو الزابات شاہ بھی بر لگائے گئے ہیں وہ بے بنیاد، فرضی اور بعید از حقیقت ہیں۔ اس طرح شاہ جی تمتہ دار تک پہنچ کر واپس آگے۔ (مقدمہ سے باعزت بری کردیے گئے) یہ بان دھائی کا نتیجہ تما جو الاصول الحائوں نے بارگاہ رب العزت میں کی تعیں۔

شاہ جی نے فرمایا کہ میں ایک بطے میں تقریر کر کے سٹیج سے بچھ اتراایک صعیفہ لائمی سے ڈیک لگائے راستے میں کھرئی تھی۔ ورستے میں کھرئی تھی۔ ورستے میں کھرئی تھی۔ ورستے میں کھرئی تھی۔ ورستے میں کھرئی تھیا، اندشاہ تیرائی نام ہے۔ درستے کھا کہ اندشاہ تیرائی نام ہے۔ اورستے کھا کہ اس گھوٹھی جان کے ساتھ اورستے کھا کہ اس گھوٹھی جان کے ساتھ مسئٹ وں کھنے لگی کہ اس بودھی جان کے ساتھ مسئٹ والی سے کھا کہ اس کی مسئٹ ویں کھنے لگی کہ اس بودھی جان کے ساتھ مسئٹ والی سے کھا کہ اورستے کے ناموں کے لئے مسر دھڑکی بازی لگا دی ہے یہ حق کے لئے لڑ بہا ہے۔ اس کو سٹاست رکھنا۔ اس کو دشمنوں پر فتع نصیب کرنا۔ برطعا کی آئکھوں میں آئنو آئے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میں اس کیفت کو بیان نہیں کر سکتا جو اس وقت محمد برطعا کی آئکھوں میں آئنو آئے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میں اس کیفت کو بیان نہیں کر سکتا جو اس وقت محمد برطعا کی آئکھوں بین میں کو سازہ میں انداز ہیں۔

شاہ جی کی صوبتوں کا ایک آیک لمحہ علم و اوب کے چراغ روشن کرتا رہا۔ شعر و اوب کی مفلیں منعقد ہوئیں۔ مذہب کے بہت سے گوشے بے نقاب ہوئے۔سیاست کے عروج و زوال کی داستانیں سنیں، بزرگوں کے روحانی درجات کے واقعات نے ذہن میں اجالا کیا۔ علمائے کرام کے تقویٰ، برہیز گاری، ان کے علمی مقالت اور ان کی بے کفسی و خدا ترسی کے بہت سے قصے سنے۔ ملتان کے دوسال کے قیام ہے کے دوران دل۔ ونظر کی تربیت کے بے شمار مواقع میسر آئے۔

کالی کا نوجوان طبقہ شاہ می سے بے بناہ عقیدت رکھتا تھا۔ پروفیسر صاحبان کالی کے طلباء اور نوجوان اکشر شاہ می کی خدمت اور نوجوان اکثر شاہ می کی خدمت میں ماضر ہوتے۔ شاہ می کی تبلیغ کا انداز منفرد تھاوہ نوجوانوں پر کفر کے فتوے گانے، انہیں مذہب سے دور رکھنے کے حق میں نہ تھے۔ نوجوان شاہ می کی گفتگو سے لطف اندوز ہونے کے لئے آئے۔ ملکی معاملت یر تباولہ خیالات ہوتا۔
آتے۔ مالات ماضرہ پر ہاتیں ہوتیں۔ سیاست زیر بھٹ آتی۔ ملکی معاملت پر تباولہ خیالات ہوتا۔

ایک روز اسلامیہ کالج کے چند طلباء شاہ ہی کی خدست میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے کہا کہ شاہ ہی کالج کا ماحول ہی ایسا ہوتا ہے جہال داراہی رکھنے کے جواز میں کالج کا ماحول ہی ایسا ہوتا ہے جہال داراہی رکھنے کے جواز میں کوئی حدیث نہ پڑھی نہ ہی کلام پاک کی کسی آیت کی تلات کی۔ فریایا "آپ نے شکیک فریایا۔ خالعہ کالج میں داراہی رکھنا آسان ہے اسلامیہ کالج میں واقعی بہت مشکل ہے "اس جواب سے ان کے جرب زرو پڑگے۔ انسانی ضرمندہ ہوئے۔ ان کے وجم و محمان میں بھی نہ تھا کہ شاہ جی ایسا جواب دیں گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کر

چاہوں۔ شاہ می کی تبلیج کا انداز سب سے جدا تھا۔ یہ ان کی فراست اور حاضر جوابی کی دلیل تھی۔ شاہ نے ساری زندگی قصد آتصور نہیں تھنپوائی جب طبے میں کیبرہ مین سامنے آتا تو آپ جسرے پر

کپڑا ڈال لیتے۔ گر لوگ کی نہ کی طرح تصویر اتار لیتے۔ اس میں شاہ جی کی مرضی کا کوئی وخل نہ تیا۔

پر رون کیے کہ روٹ می میں میں مرز سویر امار میں اس بیل میں میں میں میں میں میں میں میں۔ اس مصمون ایسے بہت سے بر لطف واقعات ذہن میں ممفوظ ہیں جو شاہ جی کے منفر دانداز کلام کے صامن ہیں۔ اس مصمون میں ان کی تفصیل کی گنجا کش نہیں۔

میرا تبادلہ فیصل آباد ہو گیا۔ اکتساب فیض کا یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ ایک روز ہمنگ کے دور ہمنگ کے دور تک جاری نہ رہ سکا۔ ایک روز ہمنگ کے دور سے میں ان کی خدست میں دورے پر سنا کہ شاہ ہی کی طلات کی خبر سی ۔ شاہ ہی کو فالح کا حملہ ہوگیا تعا۔ خبر سلتے ہی شاہ ہی کی خدست میں صافر ہوگیا۔ عصر کا وقت تعا۔ برادر محترم سید عطاء المحن بخاری نے میری آلہ کی اطلاع دی۔ شاہ ہی کی خدست میں عاضر ہوگیا۔ ہوں۔ آپ کی طلاع دی۔ شاہ ہی کی خدست بریشان ہوگئی جمعموم ہے کہ یہ آپ کو ایک نظر و تحف کے لئے بھے معلوم ہے کہ یہ آپ کے اور ادوو فائف کا وقت ہے گر مجد سے رہا نہ گیا۔ آپ کو ایک نظر و تحف کے لئے فریا یا "آٹھیاں کا مہنین کر تیں۔ وفائف کا اثر تعا۔ رک رک گفتگو فربار ہے تھے۔ اٹھیوں کی طرف اشارہ کر کے فریا یا "انگھیاں کام نہیں کرتیں۔ وفائف کا کسلسل ٹوٹ چکا ہے۔ یادداشت ساتھ نہیں دیتی۔ صحت جمیعی ہے میا تھ کیا کیا تم دیکھی ہے۔ یادداشت ساتھ نہیں دیتی۔ صحت جمیعی کے ساتھ کیا کیا دیا تھور یا دو ایک تین سوبینٹ ونوں میں چار سو تعریریں کی ہوں گی۔ اب اس نے آگر سیر اساتھ بچوڑو ویا تو رہا ایک نہ ایک دن ضرور اس کا کیا تصور یادر کھو اگر کوئی حکومت ابنی رعایا ہے ابنی رعایا کے ساتھ اچھاسلوک نہیں کرے گی تورعایا ایک نہ ایک دن ضرور بناوت کردے گی۔ ہم جم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں نے اپنی رعایا کے ساتھ اچھاسلوک نہیں کرے گی اس میں انتہ اچھاسلوک نہیں کے ساتھ اچھاسلوک نہیں کے ساتھ اچھاسلوک نہیں کے ارام کا خیال نر رکھا۔ اس نے بغاوت کردی "۔

اتنی متسمرس گفتگو کے بعد شاہ جی تھک جگے تھے۔ کافی دیر خاموشی رہی۔ اس دوران میری نظروں کے سامنے وہ تمام بطبے آگئے جن میں شاہ جی کی سربیانی دیکھی تھی۔ انہیں دلوں کو منز کرتے اور دلوں پر قبعنہ جمالے ویکھا تھا۔ ان جلوں میں شاہ جی کی سب بناہ قدر و منزلت اوراحترام دیکھا تھا۔ شاہ جی کو تلواروں کی سلامی دی جاتی۔ احرار کے خدام انہیں بارچ کرتے ہوئے جلسے گاہ میں داخل ہوتے ہی ہزاروں لوگ شاہ جی کی ایک جملک دیکھنے کے لئے الٹر تھرے ہوئے۔ بنڈال شاہ جی زندہ باد مجلک و تکھنے کے لئے الٹر تھرے ہوئے۔ بنڈال شاہ جی زندہ باد مجلک و تکھنے کے لئے الٹر تھر یانئے کے لئے دو سرے شہروں سے لوگ باد، امیر شریعت زندہ باد کے نعروں سے گو نبحار ہتا۔ شاہ جی کی تقریر سننے کے لئے دو سرے شہروں سے لوگ گرہ در گردہ آتے۔ سیکٹروں لوگ میلوں بیدل سفر کرکے بطبے میں ضریک ہوئے۔ تقریر سے گھنٹوں بیلے لوگ سٹیج کے قریب جم جونا فروع ہوجاتے۔ تاکہ دوران تقریر شاہ جی کودیکر سکیں۔ مشاقان وید ہمرانتظار سے شاہ جی کی جلہ گاہ میں آند کے منتظر رہتے۔ بیک وقت ہرادوں نگاہیں شاہ جی کے استعبال کے لئے استعبال کے دو سرے سیار کی سے استعبال کے لئے استعبا

شاہ جی نے خطبہ مسنونہ بڑھا۔ تقریر کا آغاز کیا۔ لاکھوں کے مجمع میں سکوت کا عالم طاری ہوگیا۔ علماء شاہ جی کی خطا بت سے مسعود ہور ہے بیں۔ انگریزی دان طبقہ الگ جعوم رہا ہے۔ شعروں کے برجستہ استعمال پراہل

ذوق داد دے رہے ہیں۔ حفاظ اور تراء شاہ جی کی تلات پر قربان ہور ہے ہیں۔ ہر ایک کی مجمولی بسری جارہی ہے۔ ہر ایک کے ذوق کی تکین کا سامان بهم ہورہا ہے۔ ہر ایک علم کے خزانے سے دامن بعر رہا ہے۔ خطابت دلوں کے تاروں کو ہلاتی اور ذہنوں کو شاداب کرتی جلی جاری ہے۔ مجمع دنیا و افیہا سے بے خبر ہمہ تن گوش لقریر کے حسن میں تھویا ہوا ہے۔ ہزاروں ٹاہیں شاہ جی کے جسرے پر جمی ہیں۔ شاہ جی کی سر بیانی اور ا الله الله توادی روروں پر ہے۔ شاہ می موضوع کی مناسبت اور موقع کی مطابقت سے قرآنی آیات وجد آفریں قرأت کے ساتھ تلات فرمار ہے ہیں۔ تقریر کے دوران فارسی اور اردو کے اشعار روحوں کو گرما رہے ہیں۔ شاہ جی اشعار اپنے منصوص ترنم سے بڑھ رہے ہیں۔ آواز کے زیر و بم کے ساتھ معانی ومطالب کی خود بنود وصاحت ہوتی جل جاتی ہے-الفاظ موضوع کے لحاظ سے تقریر کا حصہ بن گئے- ہزاروں کے مجمع میں سالس تک کی آواز نہیں ایک ہی آواز ہے جو دلوں کو گراتی، روحوں میں سماتی جارہی ہے۔ شاہ جی لوگوں کے جسروں سے عنوانات چن رہے ہیں ان کا ہاتھ لوگوں کی نبضوں اور دحڑکتے دلوں پر ہے وہ بے بناہ ہموم کا دحارا جس طرف چاہتے ہیں موڑتے جاتے ہیں۔ مخالفین کی زبا نول سے واہ واہ کے نعرے بلند ہور ہے ہیں۔ مخالفین لہنی مخالفت بعول گئے۔معتقدین ایٹار کے پیک فلوص کے مجمعے اور فدائیت کا نشان سے بیٹھے ہیں۔ یہ مرد مجابد، یہ بے لوث انسان، یه خطیب اعظم این مصوص اندازین خدا اوراس کے رسول الله طَلِقَالِم کا بیعام لوگول تک بهنهاربا ہے۔ ایسے وص سے سرخرہ مورہا ہے۔ حق و باطل کی جنگ جاری ہے۔ دین خدا کا سیابی ان سب طاعوتی فاقتوں سے تن تنہا نبرد آنا ہے۔اس کو کی طاقت کی قالفت کی برداہ نہیں۔ مولانا ظفر علی طال مرحوم نے شاہ می کے بارہے میں کہا تیا۔

> کانوں میں گونجتے ہیں بناری کے زمزے بلبل چک رہا ہے ریاض رسول میں

شاہ می کی تھریر میں جلال و جمال کا حسین استراج تما- شاہ می کے الفاظ میں شبہ م کی نری، شان گل کی کہا، بلبل کا دخرمہ، ستاروں کی چیک اور بہاروں کا حس تما- اگر شاہ می کی زبان پر خدا اور در سواج الفر تولیقی کے وشمن کا ذکر ہوتا توشاہ می کی تقریر میں بادل کی گرج، بعلی کی گئرک، سندر کا خروش، شاہوں کا جلال اور مرد مجابد کی شان نمایاں بوجاتی تمی- وہ موضوع کے مطابق لب و لعبہ اور انداز بیان بدل لیسے تمی- اور تقریر کو انسانی موثر بنالیت تمی- الفاظ بیس کہ برے باندھے بلے آرہ بیس- دریا ہے کہ بہاؤ پر ہے- سمندر ہے کہ شاشیں مار بہا ہے۔ اور اس سمندر کی سر موج دلوں اور ذہوں کو بہاتے لئے جا رہی ہے۔ فرط جذبات سے لوگ مضتمل ہو رہے بین اور ہر دری بندرہ سٹ بعد فلک شاف نمروں کی صدائیں بلند ہور ہی ہیں- عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ ماداس طریعت زندہ باد-

میں ان فصاوں میں تھویا ہوا تھا اس دور کو تصور کی آئیموں سے دیکھ رہا تھا ان درخشاں تصورات کا سلسلہ شاہ جی کی مدحم آواز نے توڑا تمام معرکے تمام نقط، تمام ہٹگا سے آن واحد میں خائب ہو گئے۔ خیالات کا سلسلہ ٹوٹا میں نے اس سمر بیان مقرر، شیریں مقال خطیب، شعلہ نوا اور آتش بیان مالم دین کواس مالت میں دیکھا جس کی آواز مدحم ہو جکی تعی- جس کی ربان سے بعثل گفتگو ہور ہی تعی- جس کے قوائے ذہبی و جسانی کرزور ہو بھے تعی- جس کی بینائی دصندلا چکی تعی- جوایک خسته و شکسته مکان میں رہتا تھا۔ جس کی دیں ولمی خدیات کاصلہ عزائت و تنہائی اور جدوجد آزادی کا انعام مسلسل پریشائی اور کسمبرسی تھا۔ جس کی وسی قاب اس کے جوار جوار اور نس نس میں کی صحت جو کسمی قابل رشک تھی۔ آج وہ ایسے بیٹھے سے معذور تھا۔ آج اس کے جوار جوار اور نس نس میں نصف صدی کی کان اور مشتت بس ہوئی تعی- جس کا ذہبی نتا اُنہ کافی حد تک نس چا تھا۔ جس کا جسانی سرمایہ آجہ اسمبرہ محسل ہوا تھا۔ جس کا جسانی سرمایہ جو کھٹا کا تعاد جسک کا جن ایک ہوئی تعی- یہ جو کھٹا کا تعاد جسک خوردہ تھا۔ کتنا دیمک خور

تعیر کی اس زنجیر کو پعر شاہ می کی آواز نے توڑا۔ شاہ می نے سلسلہ کلام ضروع کیا اور لمبی آہ بھر کر فریا۔ "یا دواشت کافی حد بحب جواب دے جی ہے۔ بات کرتے کرتے بعول جاتا ہوں جب کوئی بات یا د نہ آئے تو بست پریشانی ہوئی ہے "سیری آئھوں سے بیا صفتہ آئسو ہاری ہوگئے۔ بیں شاہ می کے جسرے کی طرف دیکھ دبا تا اور سوچ دبا تھا کہ کتنا عظیم المیہ ہے۔ کتنا اندوہناک واقعہ ہے۔ وہ شخص جس کے ذہن میں سینکڑوں احادیث پورا کلام پاک اور بیشمار عربی، فارسی اور اردو کے اشعار سے اور وہ قدرت کے اس طلیع سے جب چاہتا تھا جس وقت چاہتا تھا حافظ کی قوت اور یا دواشت کے سارے استفادہ کر سکتا تھا۔ آج وہ شخص بات تک یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس کے دل و دماغ پر کیا قیاست گزرتی ہوگی۔ آج وہ گفتگو کرنے سے عاجز ہے۔ چاپ بیات تک یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس کے دل و دماغ پر کیا قیاست گزرتی ہوگی۔ آج وہ گفتگو کرنے سے عاجز ہے۔ پانسان کے لیک کو چیس رندگی کے المیانی کی تصویر بنا ہوا ہے۔ جس کی معندیں ہر ذوق کے انسان کے لئے انمول سرما امراد کرائی تعین آج وہ خود دوستوں کی معندں کو ترس مجل ہے۔

ایک بارشاہ می نے ایک نشست کے دوران فربایا تما" حافظ می یہ کوئی زندگی ہے یہ توزندگی کا ماتم ہے۔ گزری ہوئی زندگی کا مرخ ہے۔ گرارہ گئی ہے " بھر فربانے گئے کہ " زندگی کا بیشتر حصہ طماء کی صبت، شراء کی مجالس اور، بزرگول کی خدست میں بسر ہوا۔ پیر مہر حافی شاہ اورائلہ مرہ ہی کی صبت سے فیمن یاب ہوا۔ حضرت اقدی صفرت مولانا عبدالقادر دائے پوری قدی سرم العزیز کی بالمنی کی صبت سے فیمن یابتراز بیدا ہوا۔ مولانا ابوالکام آزاد رحمہ التہ علیہ جوہر، مولانا شوکت علی خوہر، مولانا شوکت علی زندگی ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی دحمۃ اللہ علی سے ایک عررفاقت رہی۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی زندگی کے ساتھی تھے۔ مولانا شبیر احمد حتمانی دحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے جید علماء کی صبتین نصیب رہیں۔ ان میں سے اکثر داخ مفارقت دے گئے۔ یہ بزرگ علم و عمل کے بیکر، زبد و تھوئی کی تفسیری اور تبلیخ دین کے علم موادار تھے۔ یہ لوگ جال دین کے دائی تھے وہاں جدوجہد آزادی کے دہشا بھی تھے۔ ادیبوں اور شاعرول میں طمبردار تھے۔ یہ لوگ جال دین کے دائی تھے وہاں جدوجہد آزادی کے دہشا بھی تھے۔ ادیبوں اور شاعرول میں انکر والی میری مجلول کی دخت میری ادبی محفولی کی دونی تھے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علی کی خدمت میں حاضر ہوتا بیاران میں کو میری موری کو دی محفولی کی دونی تھے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے بھی اکثر اللہ کو بیار ہوگئے۔

پیدا کماں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ عاید کہ تم کو میر سے صبحت نہیں رہی

جوموجود ہیں ان کی صورت دیکھے برسول گزر جاتے ہیں۔ عبدالمبید سالک تومیرے جیل کے ساتھی تھے۔ ایسے ہی دلیعتوں کے سارے جیل انجمن یادان بنی رہی۔ فریا یک ایک دفعہ صوئی تبہم جیل میں سنے آئے عبدالمبید سالک سے مل کر چلے گئے۔ مجہ سے طاقات نہ ہوسکی۔ میرے لئے ایک شعر چھوڑ گئے۔ میں ۔ معرف کی اگر شعر حافظ میں موجود ہو توسنائے بعرضاہ جی نے ایسے منصوص انداز میں شعر پڑھا۔

حیمت که من بغول تیم از تو سخن رود که تو اشک بدیده بشری، ناله به سینه بنگری

فرمایا به فالب مرحوم کاشعر ب اس غرل کامطلع ب-

دیده دران که تانند دل جمار دلبری گر دگ سنگ بگرد رقس بتان کذری

د کھ بھرے مجھ میں فرمایا۔وہ معبتیں خواب ہو کر رہ گئیں وہ معنلیں اجڑ گئیں۔ خواب تھے کہ بھر گئے اس مینے میں کن معبتوں کے داخ بین۔ تن میہ داخ داغ شدینہ کچا کجا سم

مافق صاحب اب تواس مخطے میں دہتا ہوں جال کوئی اضاد بڑھ کر بھی نہیں سناسکتا- میری بینائی محرود ہو چکی ہے۔ آپ آجاتے ہیں تو بھولی بسری صوبتوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ لاہور سے کوئی دوست آجائے تواصی جگھانے گلتا ہے۔ محرودی اور نقابت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ گھر کی دبلیز سے باہر قدم نہیں رکھ سکتاذیا بیطس سے جم گھل کردہ گیا ہے۔ "

الیمی کئی محفول کے نقوش ذہن میں تازہ بیں۔ کن کن صعبتوں کا ذکر کیا جائے۔ کن کن محات کو احاطہ تحریر میں لایا جائے۔ کن کن محات کو احاطہ تحریر میں لایا جائے۔ کن کن واقعات کو دہرایا جائے۔ خاہ بی کی صحبتیں میرے لئے کھلی جوئی کتا ہیں ہیں۔ جن کے ایک ایک درادات گرائی، صحابہ کبار رضوان اللہ تالیک ایک درادات گرائی، صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیم اجمعیں کی جان خاری کے واقعات شعرائے کرام کے تذکرے، بذلہ سبی، خوش مذاتی، انقلاب زنانہ کی ہولئاکی تصدیریں، ویمک خوردہ خاکے امنی کے تابدہ نقوش، حال کی شکستہ زندگی تحید و بند کی جان موضوع پر اظہار خیال نہیں کیا۔ کو اسا وہ خزائہ نہ تعاجس کی سال موز کا پہتیں۔ ان مجانس ملی پیکر کو مسلس کے ہزار رخوے ہزاز مور کوں کے وحد لے خاکے بھی نہیں سیاری نے نمید و نزار کر دیا تھا۔ اب اس کے ذہن میں مشاموں اور معرکوں کے وحد لے خاکے بھی نہیں

عید کاروز تباشاہ جی عبل خانے سے وصو کر کے نظم عمل خانہ جس میں ایک آدی اچھی طرح بیٹمہ کر وصو بھی نہیں کرمکتا۔ جس کا دروازہ نہیں تبا۔ دروازے کی جگہ پردواٹھا ہوا تبا۔ خلخانے سے کل کر مجھے افسر دہ دیکھا "فرایا کیوں پریشان ہو" میری آنکھوں میں آئو تبرنے لگے۔ آپ نے یہ شعر سنایا۔ نہ گم نہ بڑگ سبرم نہ ددخت رایہ دادم ہمہ حیرتم کہ دبتال بھ کار کشت مارا

میں شاہ می کو دیکید رہا تھا اور سوخ رہا تھا کہ یہ شعر کون پڑھ رہا ہے وہ شغص جس نے بے شمار ویران دلوں کی آ آبیاری کی جس کے سانے میں ہزاروں لوگوں کو آسودگی نصیب ہوئی۔ جس نے لاکھوں دلوں میں آزادی کی آ شعر روشن کی جس نے ان گنت لوگوں کو وین کا درس دیا۔ اللہ اکبر کیسا حیرت کن انقلاب تھا۔ جس کے تصور سے روح کے تار لرنے گئے ہیں۔

شاہ جی کا ذاتی کتب طانہ فسادات کی ندر ہو گیا ست سے تعلی ننے صائع ہو گئے۔ قیمتی دواوین اور سینکڑوں اشعار کا خوبصورت انتخاب امر تسر رہ گیا۔ جو عمر بعر کے ذوق کا ادبی سرمایہ تعاد اس علی خزانے کے لٹ جانے سے شاہ جی پر کیا بیتی ہوگی۔ اس کا اندازہ ادب سے شخف رکھنے والے بی کا کیکتے ہیں۔

ا کیک دن فرمایا کہ آج کل نوجوانوں میں فارسی اوب کا ذوق ناپید ہوتا جارہا ہے۔ اسی کے صبح ادبی ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ پیدا نہیں ہوتا۔ پعر مولانا طلام کاور گرامی رحمتہ اللہ علیہ کی صعبتوں کا ذکر کرنے لگے۔ مولانا گرامی رحمتہ اللہ علیہ کے معراج کے واقعہ پر لکھے ہوئے اشعاد سنا نے۔ فرمایا" یہ اشعار مولانا گرامی ہی کا حصہ بیں "صوتی آہنگ، تکرار لفظی، حس معنوی، انتخاب الفاظ اور پعر عام می کے پڑھنے کا دکش لنداز۔ عمیب کیفیت پیدا ہوئی۔ بلا در ہر علی بہیدہ زلف سیم

بلا در بر طن پیچیده داخت هیم تابس دا اجل در کیک گربان ست چیم نیم خوابش دا شخید در خانش دا تخیر کیرد در کابش دا تحفا گیرد در گیرد ازل گیرد ابد گیرد در کابش دا در کابش دا در کابش دا در کابش در گیری در قیاست آل گاه مغزت خوا بد گرای در آخوش گیرد جرمهانے بے حیابش دا گرد کی در آخوش گیرد جرمهانے بے حیابش دا کر در آخوش گیرد جرمهانے بے حیابش دا

فارسی ادب کا بہت دیر تذکرہ رہا۔ شاہ ہی نے اس روزمتند میں شعراء کے بہت سے اشعار سنا نے۔ شاہ ہی با توں با توں میں ایسے جملے تحمد جائے تھے جو ادب کی تاریخ ہوتے تھے۔ کتنے ہی جواہم پارے ہونگے جو ضبط تریر میں نہ آنے کی وجرسے صنائع ہوگے۔

ایک دفعہ حدیث کے بارے میں فرایا" حدیث تو دعوے کی مثل ہے" ایک دن فرمایا" دوستی اور دشمی کا ترازہ تو صرف انبیاطیع کے ہاتھ میں رہا ہے" مولانا محمد انور شاہ کاشمیری نور الفدم قدہ کے بارے میں نہایت بلیخ جملہ ارشاد فرمایا۔ واقعہ یوں ہے کہ شاہ جی کمی جلسہ میں ضرکت کے لئے گئے۔ سٹیش پر لوگ ان کے استعبال کے لئے آئے کی بزرگ نے شاہ جی سے درخواست کی کہ آج وہ طامہ محمد افور شاہ نور اللہ مرقدہ کے بارے میں مجھ بیان فرائیں۔ ہماری نئی پود کو اپنے آگا برین کے بارے میں بھی علم ہونا چاہیئے۔ وہاں شاہ می سے فرایا کہ حضرت کے بارے میں کیا عرض کروں" معابہ کا قافد جارہا تما حضرت بیچے رہ گئے" اس متحمر سے جملے میں حضرت محمد افور شاہ رحمۃ افلہ علیہ کے اوصاف حمیدہ ان کے تقویٰ، ان کی بزرگی، ان کا جناب رسافت ماہ سے عضق، ان کی اتباع سنت غرصیکہ خصائل وشمائل کی ایک دنیا آباد ہے۔ اگر اس کی تشریح کی جائے توایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عزر کے علم کی بات ہورہی تمی شاہ جی سے دوشرست علی رضی اللہ عزرے کھ کی معراج نظر آئے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عزر کے کھ کی معراج نظر آئے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عزر کے کھ کی معراج نظر آئے۔ عظما وجدت العلم فی اللہ شعراف عظما

وجدت العلم في الاشراف عظما و ذما وفي الاجلاف متبوحاً و ذما كماء المطرفي الاصداف دراً وفي فم الافاعي صارساً

وفی فم الافاعی صارساً میں نے فسرفار میں طم کومعزز پا یا اور تحمینوں میں ذلیل و خوار دیکھا۔ جیسے سواتی کا پانی سیب کے مسمیل موتی اور سانسے کے مشمیل زہر۔

یں نے جب ہمزی بارشاہ می کودیکھاوہ صاحب کھال اور صاحب ملم و فعنیلت بزرگ نشتر کالج میں بے مدھ بڑا تما جس کا وجود نصعت صدی کی جدوجہ کی تاریخ تما ۔ جس نے اپنی سربیا تی ایشار و قربانی اور علم و فعتل سے الکھول انسانوں کے دلوں پر مکومت کی ۔ جس کے صدائے کلئت البن سے بال باطل کا نب کا نب ایشتے میں مسلس بدوجہ، مستقل آزا کول اور قید وبندکی صعوبتوں میں گزری کمر کمی اسمال کی آزائش میں اس کے یائے استقال میں نفزش نہ آئی۔

آج وہ مرد درویش، خطیب اعظم، شعلہ بیان مقرر، عاشق رسول الله متاہِیّنِم آزادی کا بیباک اور ندر سپاس وین کامنغ اینا فرض ادا کر کے زیرزمیں آسودہ خاک ہے۔

> وے لوگ تونے ایک ہی شوخی میں کھو دینے پیدا کئے تقے جرخ نے جو خاک جمال کے

ختم نبوت پر تواک صمصام ہے شہ عطاء اللہ مبطِ حیدرِ کرار ہے اور نواسہ ختم مرسل احمد مختار ہے عالم اسلام کی بال تیخ جوہر دار ہے گفر اور الحاد سے تو برسمر پیکار ہے بادہ توحید کا گویا چھلکتا جام ہے تاویانی کے لئے تو موت کا پیغام ہے جاوہ گر تیری جبیں سے مصطفے کی شان ہے۔ تو ''تی شیر خدا اور فاطمہ کی جاان نخزن علم و عمل تو چشمهٔ عرفان ہے اخترِ اقبال اور سرتاج ہندوستان ہے ہند کیا جرجا تیرا تو مصر و روم و شام ہے قادیانی کے لئے تو موت کا پیغام ہے بچ تو ہے عالم تیرا ضرمندہُ اصال ہے جال جب ناموں احمد پر تیری قربال تیری قربانی کی عالم میں نمایاں نتان ہے سطوت فاروز پڑ اور خاللہ کی دل میں آن ہے اہل حق کے واسطے الطاف اور اکرام ہے قادیانی کے لئے تو موت کا پیغام ہے کانپ جاتا ہے فلک جب نعرہ تکبیر ہے۔ ارزال ایوان حکومت کیوں نہ ہو کقریر ہے باں البحہ جاتی ہے تیری تیغ جب تقدیر ہے مل نہ کیونکر ہوں بعلا عقیدے تیری تدبیر سے منکر ختم نبوت پر تو اک صمصام ہے فادیانی کے لئے تو موت کا بینام ہے بند دندان میں کیا جوہی حکومت نہ تجھے۔ دی صدائے برحبا!! ختم دربالت نے تجھے دیدیا پیغام آزادی صداقت نے تجھے دی مبارکباد حید کی شجاعت نے تجھے دینا پیغام عمل بال غازیوں کا کام ہے فادیانی کے لئے تو موت کا پیغام ہے رند کی ہے وقت تیری ملک و ملت کے لئے جیل کی جھیلی مصیب دیں کی عظمت کے لئے سر بکف بیتاب ہے جام شہادت کے لئے ہے ترب دل میں تیرے احمد کی اُست کے لئے زندہ کرنا سنت اسلاف تیرا کام ہے قادیانی کے لئے تو موت کا پیغام ہے

## ممد عرغآروق

## شاه جی اور مولانا محمد گل شیر شھید

اللہ كريم نے مجلس احرارِ اسلام كوايے عظيم الرتبت رہنماؤں اور قابلِ صد تحسين كاركنوں سے نوازا تما اكد ان میں سے ہرایک فرداہنے متام پر استقاست كاپہاڑ اور غير توں كا مرقع تما- قربام اذل سے انہيں بے شمار خوبياں وريمت ہوتی تعيں- جن كی مثال دیگر جماعتوں كے رہنماؤں اور كاركنوں ميں آج بھی مفتود ہے۔

الغرض شاہ می کواگر مشاطر آذل نے اس طرح بنا صنوار کریمال بھیجا تھا کہ ماضی مرحوم میں آن کے حسی ظاہری اور باطنی میں آن کا کوئی مثیل نہ تھا۔ تو قدرت کے دست فیاض نے انہیں ساتھی ہی آئے ہے جو اسے مقام و مرتبے، ملم و عمل اور مزاج وطبعیت کے اعتبار سے بھی سرایا نے احرار تھے۔ آدیمیں تو یوں مسوس کرتا موں کہوہ سب شاہ جی کی ذات ہی کے لئے بیدا کئے گئے تھے۔ چود حری افعنل حق ایے رہنما سے لے کر جا نباز مردا ایسے کارکن تک ہر رہنما و کارکن تمام تراحراری صفات کا بھل آئینہ دار تما جو سیرت رسول مالی تعلق خاص تما جو بس رسیمان تعلق خاص تما جو بس

مولانا ممد گل شیر شبیع ہی شاہ جی ہے اپنے تعلیٰ فاطر کے لحاظ سے سنر و حیثیت کے ماک تھے۔ مجلس احرار میں شمولیت سے پیشتر مولانا گل شیر شبید کے تاریخی کام کا دائرہ کار گجرات، راولپنڈی، جلم، انگب، چکوال، میا لوالی، ممکر، خوشاب، شاہ بول سر گودھا اور سنظفر گڑھو فیرہ کے اصلاع میں پھیلا ہوا تعااور وہ ان علاقول میں اپنے اثر ورموخ کے حوالے سے جانباز مرزا کے بقول "سلمانوں کے دلول پر راج کرتے تھے"۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۲۸ء کے کا زمانہ مولانا گل شیر نے اصلاح رسوم و تبلیغ اسلام، عور توں میں پردے پر زور اور ان کے حقوق پر توجہ ہندوؤل کے تجارت پر قبصہ کے خلاف تحریکات، مسلمان قبائل میں صلح و اتحاد، غریب مسلمان کاشتکاروں کی مالی انداد اور خاکمار تحریک کے عقائد و نظریات کی مسرکوبی میں گزارا۔ اس وقت تک آپ سیاسیات ہندمیں وارد نہوئے تھے۔ اور انگریز پرستوں کے پھیلائے گئے پروپیگنڈے کے تحت آپ بھی مجلس افرار کو کانگریس کی رز فرید جماعت سمجھتے تھے۔ جب کسمی ان علاقوں میں شاہ ہی یا سولنا حب الرحمٰ الدهیا نوئ و خمیرہ تشریف لاتے تو آپ دوسرے ہی روز اسی مقام پر جلسہ کرتے اور احرار رہنما کی تقاریر کے اثرات کولئی شعلہ بیانیوں سے ختم کر کے رکھ دیتے۔ شاہ ہی بھی سولانا گل شیر کی اثر انگیز شعبیت کے معترف تھے اور ان کی عوام میں مقبولیت اور جادو بھری خطابت سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ بہاں تک کہ شاہ ہی نے سانوالی کے ایک اجتماع میں مولانا کی عوام میں اثر پذیری کا اعتراف کے ذات اور اسامعین سے فرام لیک ان انداز کی عوام میں اثر پذیری کا اعتراف کے ذات اور سامعین سے فراما کہ:

" بھائی! تمہارا کیا اعتبار ہے تم توریت کے شیلے ہو۔ جب انگریز کے ظاف تمہارا ذہن تیار کر کے جلاجاتا ہوں توایک تند و تیز بگولہ آتا ہے اور تمہیں آڑا کر لے جاتا ہے "۔

ابھی تک ان دونوں رہنماؤں کی آبس میں کہیں طاقات نہ ہوپائی تھی کہ غلط فہیوں کے بادل چیلئے۔ ۱۹۳۸ء میں ہی عالمی سطح پر جنگ عظیم دوم کے آثار واضح ہور ہے تھے بڑی سیاسی جماعت کا قیام عمل میں نہیں ہمکتا تھا۔ پر نظر جمائے بیٹھی تھیں۔ لیکن مولانا کے ہوتے ہوئے یہاں کس سیاسی جماعت کا قیام عمل میں نہیں ہمکتا تھا۔ اب صرف ان کی ذات ہی امیدوں کا مرکز تھی۔ کیونکہ آپ کا وزن جس پلڑے میں جاتا وہی جماعت یہاں قدم جمانے میں کامیابی حاصل کر سکتی تھی۔ گر آپ نے تمام جماعتوں کی دعو توں کو یکسر مسترد کردیا۔

ج کے ایام نزدیک اس کے تھے اور آپ اپنی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اس اثناء میں لاہور میں شاہ جی سے آسنا ساسنا ہو گیا۔ شاہ جی بڑے تیاک سے سلے۔ دونوں طرف نے ممبت بھرے جذبات کا سیلاب اسٹر آیا۔ شاہ جی بالاخرول کی بات زبان پر لائے اور آپ سے زبایا کہ:

"کی شیر! میں تہاری دی خدات سے کماحقہ واقعت ہوں۔ تہارا ہر دیبی قدم مجھے بے حد عزیز ہے۔ ہم سب کا مقصود خدست اسلام ہے۔ اور جب منزل ایک ہے تو یہ دوری انجی نہیں گئی۔ ہمارے ساتھ لی کر تم اپنی خدات کو وسع بیبانے پر انجام دے سکتے ہو۔ میں ایک جبت کا اظہار اگساس موقع پر کر دول تو شاید غیر مناسب نہیں کہ اب دین متین کی سب سے برشی خدست انگریز کو ہمندوستان سے ثمانے کے لئے جماد کرنا ہے۔ کمونکھ اس نے ہمند پر ہی تساط نہیں جمایا بلکہ جزیرہ العرب کو بھی اپنی ہوس کا نشانہ بنایا ہے اور اپنے خود کاشتہ بودے سے قادیا نیت کے ذریعے دین مصطفیٰ شاہیم میں نقب گائی ہے۔ متحد ہو کر ہی لیتے ہوئے غریب الوطن دین کا دفاع کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ ہمارا ساتھ دیں تو دش سنہ کی کھائے گاڑان شاہ النہ)

مولانا گل شیر نے مُناہ جی کی گفتگو سُن کر عرض کیا:

"حضرت! آپ کا فرمان بجا ہے۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میں آیا تو باجماعت آؤں گا۔ میں نے دیگر کئی دعو توں پر غور کیا ہے۔ نہ معلوم کیا بات ہے کہ جب سوچتا ہوں تو ذہن ساتھ نہیں دیتا۔ یول مموس ہوتا ہے کہ کوئی کمبررہا ہے کہ: "گل شیر! ابھی وہ گھرٹمی نہیں آئی" میں کیا جا نوں کہ وہ گھرٹمی کب آئے گی"۔
"گل شیر! ابھی وہ گھرٹمی نہیں آئی" میں کیا جا نوں کہ وہ گھرٹمی کب آئے گی"۔ اس بات چیت کے بعد مولانا گھر واپس تشریعت لے آئے۔ یہ ۱۹۳۸ء کے آئری دن تھے جنوری ۱۹۳۹ء کے اوائل میں آپ جج بیت اللہ کے لئے عازم سفر ہوگئے۔ آپ کے ہراہ مولانا قطب الدین آفٹ عود عثتی، مولانا عبدالعثور ہراروی، مولانا ظام اللہ ظان اور مولانا قاضی زاہد السینی بھی زا کرین حمیین تھے۔

بید میں اور میں اللہ اللہ علی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ بارگاہِ ایزدی میں شہادت کی سوت کے لئے دھاء کی اور سولانا نے روصتہ اللہٰ ت کے حضور گڑ گڑا کر عرض کیا کہ: اسی مقدس مقام پر رب العرب کے حضور گڑ گڑا کر عرض کیا کہ:

سی مقدس مقام پررب الغرنت کے محصور کر کرا کر عرض کیا کہ: "اے اللہ امیرا تعلق اس جماعت سے جوڑ دے جو خالص تیری رصاء اور تیرے نبی صلی الند علیہ

. اکے اللہ البرائیں اس بنا سے ہوروہ ہر ا وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے مصروف عمل ہو"-

۔ اس کی روز کی ادارہ باندھ کر چلے تھے کہ: "روصۂ رسول ٹاٹائیٹم سے جواب لے کر ہی لوٹوں گا"۔ دعاء مستجاب ہوئی اور آپ دہیں زیارت صبیب کسریا صلی افلہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوئے جیسا کہ احرار میں شولیت کے بعد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

" مجمع احرار کے سٹیج پر دلی مسرت ہوتی ہے کہ میں یہاں آیا نہیں ظیا گیا ہوں۔ مجمع لانے والا کو چوٹی جیدوٹی حیثیت کا مائک نہیں بلکہ میں مرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مامور ہوں اور فرض کی بجا کردی کو بی ابنا فرض خیال کر کے کام میں مشغول ہوں۔ مجمع اس بات کا حکم میرے آکا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت دیا جب میں اُن کی اوب گاہ کے زائر کی حیثیت سے مدینت اللبی مثقیقیہ میں متعمم تعامرات مولی توخواب میں نبی کریم صلی اطفہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی اور ارشاد فرمایا:

" گل شیر! اگر اسلام کی مدست کا جد به رکھتے ہو توجاؤ ہندوستان میں احرارِ اسلام کے ساتھ تعاون

كرو" - (روزنامه "آزاد" لابور "احرار نمبر" ٢٤ ستمبر ١٩٥٨ وص ٢٦)

اس واقعہ کے راتھ ہی آپ کی تکر و نظر کے زاویے تبدیل ہوگئے۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں وطن واپس آ نے چند ولن گاؤں (المووالی صفح الک) میں گزار کر وفتر احرار لاہور میں تشریعت لے گئے۔ حضرت شاتھ بی چھپے احباب کے ہمراہ دفتر میں موجود تھے۔ آپ کی دفتر میں غیر ستوقع آید پر حیرت و تبس لور مسرت کے سلے جلے تا ترات کے ساتھ آپ کا استعبال کیا گیا۔ آپ اور دفتر احرار ؟ یہ جوڑکی کی سمجہ میں نہیں آیا۔ مولانا نے مهر سکوت توڑھے ہوئے مدینہ النبی میں پیش آنے والا واقعہ سنایا اور لہی ضمات مجلس احرار کے نئے پیش کرنے کا اعلان کیا تو شاہ جی نے امران کیا تو شاہ جی اور اس مولانا کیا تو شاہ جی نے امران منائی گئیں۔ مولانا آپ کو سینے سے چھٹا لیا اور شاہ جی پر گریے طاری ہوگی۔ آپ کی احرار میں شمولیت پر برطی خوشیاں سنائی گئیں۔ مولانا احرار رہنماؤں سے بخنے کے بعد اپنے علاقے میں بجال ماحرار کے قیام کے لئے مرگرم عمل ہوگئے۔ یہ وہ دور تعا جب فرنخی کے اقتدار کا مورج نصف النبار پر تعا۔ اور ان منصوص اصلاع میں جہال مولانا اثر ورسوخ دکھتے تھے انگریزاور جب فرنگی کے اقتدار کا مورج نصف النبار پر تعا۔ اور ان منصوص اصلاع میں جہال مولانا اثر ورسوخ دکھتے تھے انگریزاور حربت پرور جماعت کا نام ہی سربایہ پرستوں کے لئے محلاجینج تعا۔ ان جال سوز طالات میں مجل احرار اسلام ایس طور عالات میں مجل احرار اسلام ایس طور مالوت میں مجل صفح ملک میں امر مورج دربیاں می ارخ ملے میں اس مول انکو میں ہوں راہ عزیت میں اس ان عرب کی ہور میں اس مول انکو میں ہوں راہ عزیت میں اس ان مورج میں اس راہ عزیت میں اس دان عور میں اس راہ عزیت میں اس کا کی اور دی۔

آپ کی دعوت و استظام کے نتیجے میں ۲۰۱۱ جون ۱۹۳۹، کو ڈسٹر کٹ احرار کا نفر نس بنڈی گھیپ صلع انگ میں انعقاد پذیر ہوئی۔ مولانا مظہر علی اظہر اور شاہ جی نے مختلف کشستوں سے خطاب کیا۔ ایک کشت کی صدارت بیسر لال بادشاہ آف محد نے کی اور یو بینٹ وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تر یک ممی پیش کی۔

اس کامیابی کے بعد احرار رہنماوں کی یمان آمد ورفت میں حائل تمام رکاوٹوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے ساتعہ بی ۲۱ تا ۲۹ جولائی ۱۹۳۹ء کو آپ کے بروگرام کے تمت مولانا حبیب الرطمن لدحیا نومی فاحی اصال احمد شجاع آبادی حضرت شاہ مجی اور خواجہ عبدالرحیم عاجز امر تسری نے صلع میا نوائی میں پانچ بڑے اجتماعات سے خطاب فریا۔ اور ترکیک فوج بھرتی بائیکاٹ کے سلیلے میں عوامی اذبان کو بیدار کیا۔

۔ ۱۹۳۳ جولا فی ۱۹۳۹ء کو ڈسٹر کٹ احرار کا نعر نس ملموالی صلع انگ اپنے گاؤں میں منعقد کی۔ شاہ می اور مولانا ندھیا نوی نے فوجی ہمرتی کے خلاف مہم کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی تمام تر شعلہ گفتاری سے کام لیا۔

ان اجتماعات کے انعقادید پر برہونے کے ساتھ ہی مولانا گل شیر اس علاقے میں بالنصوص اور ہندوستان بعر میں بالعموم احرار کے مشن کو لے کر اشعے اور غلامی کی تاریخی میں غرقاب قوم کو لیلائے آزادی سے روشناس کرانے میں دیوانہ وار مصروف ہوگئے۔

مذکورہ بالا اجتماعات کے بعد شاہ جی مولانا کو اپنے ساتھ لاہور ،لے گئے تھے اور ایک جلسہ عام میں مولانا کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ!

"آج میں ایسے نال اک مور جنا لے کے آیاوال"-

کہ "میں آج اپنے ساتھ ایک اور مردِ سر کے کر آیا ہوں" لفظ "جنا" ان علاقوں میں بہادر شخص کے لئے بولاجاتا -

شاہ جی اور مولانا کا تعلق ایسا جڑا کہ موت کا عارضی و تفہی اسیں مجھ و قت کے لئے مجدا کر سکا۔

الٹد کریم نے شاہ مجی اور مولانا میں بعض مشابهتیں ہمی پیدا کر دی تعییں۔ شاہ جی گئی کیفٹ آور اور وجد آخریں قرأت نے ایک عالم سے خراج وصول کیا تھا۔ یہی عال مولانا کی تلات کا بھی تھا۔ شاہ ہی نے اس سوال پر کہ "آپ کو کبھی کی کی تلات نے متاثر کیا؟" فرمایا کہ:

" مجھے اپنے ساتھیوں میں سے مولانا گل شیر خان شدید رحمتہ اللہ علیہ کی تلات کیام الهی نے بے حد ستاثر کیا۔ مولانا کی تلات تر آن حکیم سُن کر لوگ بے سُدھ ہوجائے تھے۔ مجھے آج ٹک کو تی دوسمرا شخص ایسا نہیں مل سکا جس کی تلاوت اتنی مؤثر اور کیف آور ہو"۔

یهی صورت تقریر کی تعی- شاه جی اور مولانا کی تقریر میں حیرت انگیز مشابهت نظر آتی تعی- جس پر مرکزیه مجلس احرار مند کویه سر کلر جاری کرنا پراتها که: "مانمت جماعتیں متوجہوں کہ ایک ہی جلیے میں مولاناسید عطاء الطبرشاه بخاری اور مولانا گل شیر طان کو کم عو نسر

ما حت جما عين مسو*جه جون له* ايك کامار کن^ا

۔ اسی وجہ سے دو نوں حضرات کی تقاریر کی مثال ایک مقام پر تم ہی ملتی ہے۔ جس شہر میں مولانا گل شیر تاریخ دے دیتے اور ننتظمین شاہ جی کو یدعو کرنا چاہتے توشاہ جی ستی سے یہ کہہ کر اٹھار فرما دیتے کہ: "مولانا گل شیر کے ہوتے ہوئے میری ضرورت نہیں ہے"۔ جو قلبی موانست کا بھی ہمریور اظہار واعتراف ہوتا تھا۔

۱۹۴۳ء میں آل انڈیااحرار کا نفرنس گوجرا نوالہ میں شاہ جی اور مولانا اتفاق سے اکٹیمے ہوگے شاہ جی کی صدارت الداک میں میں مناز میں اور ان کی دور میں سے کس میں فنگ میں ٹوک کی سے کہ میں میں اس میں ا

تھی مولانا کی خطابت نے وہ سماں باندھا کہ شاہ جی وجدییں آگئے اور وار فنگی سے اٹھ کر آپ کا ماتھا جوم لیا۔ مصدور مصد درجہ جو موقعہ میں میں میں ایس میں ایس کی ایک سے ایس کی لیک ہوتا ہے۔

1914ء میں شاہ جی پر مشہور زمانہ مقدمہ بغاوت "لدھا رام کیس" قائم کیا گیا گیا کین آپ باعزت بری کر دیئے گئے۔ اسی دوران مولانا پر بھی ایسا ہی ایک مقدمہ سکندر وزارت نے بنانا چاہا۔ لیکن آپ کے بیانِ صادق نے اُن کی تمام آرزؤں کو ظاک بسر کر دیا۔

جن دنوں شاہ جی مذکورہ مقدمہ میں رہا ہوئے تھے اس دوران سر سکندر حیات کا بیٹا سردار شوکت حیات مصر میں جنرل رومیل کی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا- سکندر حیات فان بیٹے کی رہائی کے لئے مصر گئے- اس واقعہ اور شاہ جی کے مقدمہ کومولانا نے بڑے خوبصورت بیرائے میں چنیوٹ کے ایک جلسمام بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: "ویکھ میرے مولادے رنگ ٹمدھ وزیر واہتر امیر تھی گیا تے جنوں توں بھائی گوانا چاہندا ہی او

صنياه الله شاه دايتر عطاء الله شاه رباتهي گيا-

چینا اغ چمنیندا یار مولانا مولد گھم مریندا یار تر عظ کر کریندا یار

(میرے اللہ کے رنگ تو دیکھ کہ تم وزیر اعظم (سکندر حیات) کا بیٹا گرفتار سو گیا لیکن سید صنیا، اللہ شاہ بناری کا بیٹاسید عطا، اللہ شاہ بناری حبہیں تم بہا نسی لگوانا چاہتے تیجے رہا ہو گئے)

سکندر حیات چونکہ جرجل سے بیٹے کی رہائی کے لئے مصر گئے تقے۔ جج کے ایام قریب تھے۔ وہ جج پر نہ گئے۔ اس پرمولانا نے ! اورصا بری مرحوم کی یہ رہائی پڑھی تو جمع تڑپ اٹھا۔

> حرم کو بندد کات و منات کیا جائئے' خدا کے گھر کو سکندر حیات کیا جانے ۔ کی غریب کی اختر شماریوں کے مزے نہ جس نے رو کے گزادی ہو رات کیا جانے

مولانا اور خاہ جی میں ممبت والفت کا بھی عجیب ہی سلسلہ تھا۔ ریل و جیل کی صعوبتوں سے مسلم فرصت ملتی تو خاہ جی دفت اللہ کا وہ میدان گرم ملتی تو خاہ جی دفتر احرار لاہور میں شعر وادب، دیں و سیاست کے ساتھ ساتھ بدلہ سبی اور جسملہ بازی کا وہ میدان گرم کرنے کہ اللان۔ اس معفل میں اگر مولانا تشریف لے آتے توسب حضرات خصوصاً خاہ جی دیکھتے ہی احترا آ خاموش ہو جائے۔ لیکن کب تک! شاہ جی تورو توں کو ہندانے والے تھے۔ بطلا کیوں کر چپ بیٹھتے۔ مجمعہ دیر بعد ادم کوئی دوست بات چیر ممانا وہر شاہ جی کو بھر کتا ہوا لطیفہ بر آئد ہوتا اور ٹوٹا ہواسلہ دو بارہ مجڑ جاتا۔ مولانا بھی شریک ہوجاتے اور ممنل لوٹ یوٹ میروماتی۔

مولانا کے دل میں شاہ جی کی عظمت کا نقش محجد اس طرح بیٹھ گیا تھا کہ تادم وابسیں کسی کے مطابحے نہ مٹ

کا۔ یس طال شاہ جی کا تھا۔ وہ جب کبھی ماضی کی یادوں کو کرید تے مولانا کا تیز کرہ لانا آتا۔ اور وہ تادیر مولانا کی شخصیت کے مختلف بہلووں کو موصوع بنائے رکھتے۔ ان دو نول شخصیتوں میں اُلس و ممبت کی جو فصا قائم تھی وہ ہر دو کے طوص و بے غرضی کی بنیاد پر تھی۔ اس پر ایک ہی مقصد کی لگن اور ایک ہی ممزل کی جتبونے تی برتوں کی مرید سامان میسر کر رکھے تھے۔ دو عریز ترین ساتھی تو شاہ جی نے اپنے پالنہار سے مانگ کر لیے تھے۔ ایک بقول ابو یوسف قاسمی مرحوم کے چود عربی افضل حظی اور دو سرے بقول مولانا حمایت اند چشن کے مولانا کل شیر طان دو نول اور اس دو نول کی اجابک رطت و شہادت نے شاہ احباب سے شاہ جی کا تعلق دیگر رہنماؤں سے آنگ نوعیت کا تھا۔ اور ان دو نول کی اجابک رطت و شہادت نے شاہ جی کی صحت کو ہلا کر کھ دیا تھا۔

برصغیر کے قوی وسیاسی حالات اتنے تھمبیر ہوگئے تھے کہ احرار رہنماؤں کو بھی اتنی ہی شدت سے آزادی کی جنگ کو تیز تر کرنے کے لئے راس کماری سے پشاور تک ہر محاذ پر دادِ شجاعت دینا پڑرہی تھی- اور انہیں مہینوں بیوں کامنر دیکھنا بھی نصیب نہ برتا تیا-

ادهر مولانا گل شیر خان ابنی جان کو لاحن تمام خطرات کو بیشِ نظر رکھتے ہوئے اعلان و اظہارِ حق کے لئے طویل دوروں میں مصروف تھے۔ آپ نے اس ۲۲ اگت ۱۹۴۳ء کو دو روزہ حکومت المیر کا نفر نس تلد گنگ صلح الک میں شرکت فرمائی۔ جناب کہتان غلام محمد صاحب (آف چکڑاله صلع میا نوالی) کی روایت ہے کہ موانان نے اس کا کا نفر نس میں فرمایا کہ:

" مجھے مموی ہورہا ہے کہ پھر میں کسمی تلہ گنگ نہیں آسکول گا۔ یہال میری یہ آخری تقریر ہے۔ ہال میرے بعد شاہ جی یہاں آئیں گے اور تہیں قرآن سنائیں گے"۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس کے بعد آپ تلہ گنگ تشریف نہ لاسکے- شاہ می کے بارے میں آپ کا سندرجہ بالا جملہ شاہ می ہے آپ کی سمی ممبت کا ترجمان ہے-

مولانا گل شیر احرار میں شامل ہوتے ہی تریکی کاموں میں ایسے مصروف ہوئے کہ نواجی کے لوات بست ہی محم نصیب ہوئے۔ اب مرکزی مجلسِ عاملہ کے اجلاسوں یا مرکزی اجتماعاتِ احرار کے موقع پر ہی شاہ جی سے ملاقات ہوتی۔

1979ء میں احرار نے فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تمریک چلار تھی میں۔ مولانا نے اس تمریک کو اپنے اصلاع میں است زور و شور سے ہوا دی کہ فرنگی اور فرنگی نواز طنتے بو کھلا گئے۔ مولانا نے فوجی بھرتی میں اتنی مصبوط رکاو ٹمیں کھرلی کیں کہ انگریز کو یہاں ہے جنگ عظیم اول (۱۹۱۳ء) کی نسبت جنگ عظیم دوم (۱۹۳۹ء) میں بہت محم فوجی رنگروٹ ہاتی آئے۔ جس پر جاگیر دار عناصر کے مفاوات کو بھی سخت و سمچا لگا اور انگریزی دربار میں اُن کے ظلانہ وقالہ کو ناقا بلِ علاقی اندوقال سے مفاوہ نے سینکرٹوں مقابات پر بجالس احرار کا قیام عمل میں لایا۔ جس کے نتیجہ میں عوام میں آزادی کا شعور جاگا اور وڈیروں کو مظلوم عوام پر سے اپنا دید بدو دہشت بھرتا ہوا نظر آئیا۔ اس پر مستراد مولانا کا کالا باغ سے غریب کمینوں کے شہری و سماجی علقوں کے تعفظ و بحالی کے لئے آواز اٹھانا تھا جس پر کالا باغ کے دئیس کو اینا حاکم نہ غرور فاک میں ملتا ہوا دکھائی ویا۔

مولانا گل شیر کے ان اقدامات نے وڈروں کی نیندیں حرام کردیں۔ نموت و تکبر اور ظلم و بہیمت کی آمکھوں میں خون اثر آیا۔ بجائے اس کے کہ مولانا کے کئے عوای و سماجی کاموں کی قدر کی جاتی۔ عقیدت و ممبت بحری تگاہیں ان کے فرشِ راہ کی جاتیں لیکن جبر و تشدد اور سفاکی و درندگی نے ہار کب مانی ہے کہ اس سے سر پُرغرور مرحال ختم کرنا ہی پڑتا ہے۔ انگریز، ہندو اور فرنگی کے جمیعتے فرزند نواب اسیر محمد خان آف کالا بارخ کے شیطانی منصوبے کے تحت بالاخر ۲۳٬۲۳ متی ۱۹۸۴ء کی درسیانی شب مولانا کو اپنے گھرییں سوتے ہیں گولی مار کرشید کردیا گیا۔

اس دوران شاہ جی سرسر صلع حصار (انڈیا) کے دورہے پر تھے۔رات کے جلے سے پہلے آپ کواس اہم قومی و دینی عاد شاور عریزساتھی کی اجانک رملت کی اطلاع کی۔ اور آپ اس صدھے کے زیر اثر بغیر تقریر کئے امر تسر روانہ ہوگئے۔

مولانا کی شهادت کی خبر لیتے ہی مرکزی دفتر احرار لاہور میں برجم احرار سرنگوں کر دیا گیا اور صدر مرکزیہ احرار نے پنجاب بھر میں ۱۰ جون تا ۱۰ جولائی مولانا کی یاد میں احرار اجتماعات سنعقد کرنے کا حکم دے دیا۔

مولانا گل شیر شهید کی جدائی کاصدسرشاہ جی کے لئے ناقابل برداشت تما۔ یہ شاہ بی کے لئے نرصرف محبوب

رفیق کی فرقت کا غم تما بلکہ انگریزی استعبار کی تحمین گاہوں یعنی ان فوجی اصلاع میں جاگیردادی کے خلاف ایک توانا آواز کا عاموش کر دیا جانا شاہ جی کے لئے بار خاطر تھا۔ انگریز کے تخماشتوں کی اس سفاکا نہ واردات پر شاہ جی شعلہ جوالہ بنے ہوئے تھے۔ آپ نے ۲ جون ۱۹۲۳ء کو فیصل آباد میں "یوم گل شیر" سے خطاب کیا اور نواب آف کالاباخ کومولانا کے قتل کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے فرایا کہ:

الے امیر ممد خال! تونے ایک سلمان، حافظ قر آن، اسلام کے سلنے اور میرے رفیق مولانا گل شیر خان کواپنے راستے کا کا شاسمجہ کر قتل تو کروا دیالیکن یادر محسا تیری قبر بھی تجھ کو پہناہ نہ دے گی"۔

۔ ماہ جی کی یہ پیش گوئی حرف بروف پوری ہوئی اور نواب کالا باخ اپنے بی بیٹے نے بھتوں مارا گیا۔ لیکن بظاہر اس کے قاتلوں کی نشاند ہی قانون کے ہاتھوں نہ ہوسکی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ آج نواب کی قبر کا نام و نشان ہمی نمیں ہے۔ کالا باخ کے نواح میں یہ بات مشہور ہے کہ نواب کی لاش کو دریا نے سندھ کی موجوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

و الله عزيز ذوانتقام

"اور الله بي زبردست انتقام لينے والا ہے"۔

اور الدر بی ربرطت النظام سیاوان میں مولانا کے صلح انگ میں تشریف لائے۔ اور ۹ جولائی ۱۹۳۴، کو تحصیل شاہ جی "بدم کل شیر" کے سلسلہ میں مولانا کے صلح انگ میں تشریف لائے۔ اور ۹ جولائی ۱۹۳۳، غیرت دیمی تلد گنگ کے گاؤں "لاوہ" میں مبعد باہیاں والی میں ختاب فربایا۔ شاہ جی کی یہ تقریر اُن کے دلی جذبات، غیرت دیمی اور حزن وطال کا اظہار تھی۔ آپ نے شادت کی شیر ماندان اسلام کے وہ عظیم بیٹے تھے جنسی احراد میں شرکت کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئر طیب میں فربایا۔ اس سے بڑھرکران کے لئے کون میں سعادت و خوش بنتی ہو

سکتی تھی۔ وہ آج جس مقام اعلیٰ پر فائز ہو بچکے ہیں وہ ہماری مدج و توصیت کا محتاج ہی نہیں ہے۔
مولانا گل شیر کابیں ایک قصور تھا کہ انہوں نے سامراجی غلامی کے گئے ہوئے اس طلق میں اللہ
کی حاکمیت کا پرچم بلند کیا۔ اور فرنگی اور اس کے خواج تاشوں کی اندرون خانہ گھناؤٹی سازشوں کو بے
نقاب کیا لیکن افسوس کہ ملک و ملت اور دین اسلام کے درد میں ڈوبی ہوئی صدائے گل شیر پرلدیک بھنے کی
بجائے خود انہیں ہی راستے ہی ہٹا دیا گیا۔ گئے بد بخت تھے وہ لوگ! جنبوں نے ان کے خون بے گئاہی
سے اپنے ہاتھ رکھے اور کیسا خوش قست ہے گل شیر! کہ جے دین حتی کی خاطر شادت مظمیٰ نصیب ہوئی۔
سے اپنے ہاتھ رکھے اپنی آر دوئ کی معراج مل گئی۔ لیکن شادت کا جام اپنے تک ہی کیوں رکھا۔
میں نے سنا تھا کہ اعوان بہت منی ہوئے ہیں لیکن تو تو نمیل فلا۔ اگر اپنے لئے شادت کی دھا انگی تھی تو
میرے لئے کیوں نہیں مانگی۔ ہاں! جس جا نور میں کوئی نقص ہودہ قربانی پر نہیں لگتا شاید۔۔۔۔۔ میں
سیرے لئے کیوں نہیں مانگی۔ ہاں! جس جا نور میں کوئی نقص ہودہ قربانی پر نہیں لگتا شاید۔۔۔۔۔ میں
سیرا کی ایک نے میا کہ میرے عصے میں بھی شادت ہتی۔ (یہ کھتے ہی شاہ جی دھاڑیں مار ار کرونے لگے اور
سیار میں جو انگہار ہو گیا۔ طبعیت سنجی توزیانی)

گل شیر کا قتل معمولی قتل نہیں ہے کہ نتیجہ نہیں گئے گا۔ گل شیر طان کا خون رنگ لا کرر ہے گا۔ پھر تمہاری نوابی اور سرداری بھی تمہارا تعظ نہیں کر سکے گی۔

گل شیر نے انگریز کو خاصب اور تم جاگیر داروں کو وطن کا غدار کھا اور تسار ہے کر تو توں کا پردہ چاک کیا ہے وفا اور میں کیا ہے وفا اور تم جا کیا ہے وفا اور تم میں گئی ہے ہوئی آگا کو ڈکھے کی چوٹ خاصب، الخیرا، غدار، میک حرام تورد دیا تھا بخاری بھی تمیں اور تہارے فربگی آگا کو ڈکھے کی چوٹ خاصب، الخیرا، غدار، ٹوڈی، دین محمد شاہلی ہے ہم کے جو تعزیر مجد پر جاری کر فیا ہے ابھی کر اور سید حاضر ہے۔

اے ونگی زادو ! تہاری حیثیت و اسمیت موسے بوشید و نسس ہے۔ و گئی کی جو محص پر جسر سائی اور زلد بائی تبارا کردار ہا ہے۔ تم وہی ہو جنوں نے کعیت اللہ کی مقدس دیواروں اور سید عبدالقادر جیلائی اور زلد بائی تبارا کردی گولیوں سے جبلئی کیا ہے۔ انگریزی عکومت کو صفوط کرکے قوم کی عزت و آبرو کو گروی رکھ دیا ہے۔ وقت کے کئی فرعون و بامان کار عب ورعونت ہمارا کچے نہیں بگاؤئے۔ ہم اجرار ایک ہا سوری ایک بات جانے ہیں کہ حکم بھی اللہ کا ہے اور زمین بھی اللہ کی ہے۔ جب تک آزادی کال کا سوری طلوع نہیں ہوجاتا جرار کا ہر گل شیر انگریز اور اس کے زر خرید غلاموں کی وسید کاریوں کی راہ میں دکاوٹ بنتا رہے گا۔ جا ہے مجمعہ جوجائے ہمارا کاروال ای ظام صور اگر نے۔ "

" آئين جوال مردال حق گوئي و بے باکي

اللہ کے · شیروں کو آتی نہیں روباہی" ۱۱،۱۰ جولائی ۱۹۴۴ء کوڈسٹر کٹ احرار کا نفر نس مجد عمید گاہ تلہ گنگ (صلع اٹک) تب میں منعقد ہوئی جس کے مهمانِ خصوصی شاہ جی تتے۔ خطبہ استقبالہ سولانا ممد علی جالند حریؓ نے بیش کیا جبکہ دیگر مقررین میں مولانا مظہر علی اظهمٌّ، مولانا عبدالرطمن ميا نويٌّ، مولانا عبدالرحيم جوہر جمليٌّ، حافظ عزيز الزطمنٌّ، جا نباز مرزمٌّ، مولانا ممد باز گلنَّ، غلام ممد ہاشیؓ، کپتان علام ممد اور دفیق خلام ریانی شال تھے۔

شاہ می جب بھی ان اصلاع میں آئے گل شیر شہید کو ہمیشہ یاد کیا۔ شاہ می اور گل شیر طان میں جو دینی دشتہ قائم ہوا تعاوہ اللہ کے فعتل سے آج بھی قائم ہے۔ شاہ می کی کسبی وروحانی اولاد اور ان کی معبوب جماعت مجل احرار اسلام آج بھی اس تعاق کو بڑی پامردی و استقاست سے نبعا رہی ہے۔ اور مولانا شہید کے نام و کام کو زندہ رکھے موق سے۔ آغا شورش کا شمیری نے مولانا کی شہادت پر خوب کھا تھا کہ:

"آپ کی شہادت ہے اس ویرانہ آباد میں استفاست کا جراغ روشن ہوتے ہی بھہ گیا اور اس قیمتی انسان کے اُٹھ جانے ہے ایک ایسی جگہ خالی ہو تی کہ نہ احراد میں اس قیم کا انسان دوبارہ آسکا نہ کیمبلپور کی مثل ہی ہے کوئی ایسا شخص اٹھا"۔

) سی ہی ہے اوی دیسا تھی اصا -اور یہ تھی بھی ایک ناقابل تردید حقیقت کہ مولانا کہ بعد اگرچہ کالس احرار نے ان علاقوں میں کام کی رفتار کو بر میں فیر الکی اس کر براڈ اور علامہ میں اگر حرک تہ قوص وزیمہ اور سرے کی اسکتر تھی ان کی شاہد ہو۔

محم نہ ہونے دیا لیکن اس کے وہ اثرات ظاہر نہ ہوئے جن کی توقع صرف مولانا سے ہی کی جاسکتی تم- ان کی شہادت کے بعد یہ **عقد اپنی مروسیوں کی گرواب میں آ**گیا کہ کوئی معنبوط قیادت اب تک سامنے نہیں ہسکی-

میں اجراد اسلام کے مثیع سے ہی مولانا شیمع کا نام سنتے ہیں آتارہتا ہے۔ جبکہ دیگر وہ پیشہ ور مولوی اور نام نہاہ قوی وسیاسی قائدیں جنوں نے مولانا کے نام پر اپنے جمع کا ایند من سمیٹا اور اب تُب انہی کے واسط سے معاوات ماصل کر دہ ہیں۔ انہیں کمی یہ توفیق بمی نہ ہوئی کہ ودگزشتہ اڑ مالیس برس ہیں بمض ایک دن ہی مولانا شہر کا کی یاد میں کمی کا رنر میڈنگ کا اسمام ہی کرتے لیکن خوشا قست کہ یہ سعادت صرف مجلی احراد اسلام کے ہی حصے ہیں آئی کہ انہوں نے مولانا کے بعد اُن کے مش کو زندہ رکھا اور تمام ترتی دانا نیوں کے باوجود صبح سمت میں کاروان آگے بڑھایا۔ جس کی نشاند ہی مولانا کرگے تھے۔ اور محد نثر اس کا تر ہے کہ نصف صدی بیت جانے کے بعد میں کی یادزندہ وتا بندہ ہے۔

لیکن میرے ول کی اتحاہ گھرائیوں میں ایک آرزو ہے جو برسوں سے ڈیرے ڈاسلے ہوئے ہے کہ ایسے کاش میرے ول کی اتحام ہوئے ہے کہ ایسے کاش اسلام اسلام کا شرائی میں سے کوئی ایسا رجل دشید انٹر کھڑا ہو جوان کی معبوب جماعت، جس کے لئے انہوں نے معرود کا کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پاک پر اپنی جان کا نذرانہ تک پیش کر دیا تعا- کا مسرخ پر جم تعام کر میدان عمل میں نکل پڑھے۔ اور مولانا کی جھوڑی ہوئی دینی و خاندانی وراشت کا امین ہو۔ آئین بجاہ النبی الکریم و آگہ واصحاب اجمعیں۔

و کرنہ مولانا تو آج بھی غائب کی زبان میں کہرر ہے ہیں:

کون ہوتا ہے حریف سے مردِ الگن عنی سے کرر لب ساتی پہ صلا میرے بعد اللہ کریم ہمیں شاہ می اور مولانا گل شیر شدید کے مشن کے ساتھ تاوم آخریں وفا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارا حشر و تشریمی انہی برگزیدہ ہمتیوں کے ہمراہ کرے۔ آئیں۔ ا بارینسگری عزیز بیائی جانباز صاحب السلام علیمی

تینوں یاد ہووے گا جد قادیاں کا نفرنس ہوئی نے او تھے نظم توں وی پڑھی نے میں وی بڑھی۔ حقے میں وی بڑھی۔ جیسڑی امیر شریعت خدمکانی نے او تھے تقریر کیتی اوبدے بارے شاہ جی نے اک مقدمہ قائم کیتا گیا تے انہاں دناں دے بعد روزیاں ویج جمعتہ الوداع گورداس پور وی شاہ جی نے بڑھایا تے قریباً گھہ آدی نے شاہ جی دی بیعت کہتی، کیونکہ فرداً فرداً بیعت کرنی مشکل ہو گئی سی، ایس واسطے شاہ جی نے حکم دتا کہ اک پک دااڑ بینوں پھڑا دیو تے اگوں اوس پک نال ہور لگاں بنسی جاؤ۔ تے پگال دا اک پک دااڑ بینوں بھڑا دیو تے اگوں اوس پک نال ہور لگاں بنسی جاؤ۔ تے پگال دا ایک بنس سلماناں دے سراں تے بن گیاسی تے شاہ جی حکم متا کہ جسے وی کے دا گیا نول ہتھ پالے نے شاہ جی تنیں بیعت لیناں وال نے ہر شخص نے حکم سندیاں بگال نول ہتھ پالے نے شاہ جی نیں بیعت لیناں وال نے ہر شخص نے حکم سندیاں بگال نول ہتھ پالے نین اور حکم ہویا، بینوں یا دے تینوں وی عرب منظر سی۔ سبھ تھیں پہلے بینوں نظم پڑھن دا وندی سی بئی میں ایسہ برانی یاد ہودیگا کہ میرے نظم پڑھی وسلے ہزار ہا مخلوقِ خدا روندی سی بئی میں ایسہ برانی ناد ہودیگا کہ میرے نظم پڑھی وسلے ہزار ہا مخلوقِ خدا روندی سی بئی میں ایسہ برانی ناد ہودیگا کہ میرے نظم ایس کر کے بھیج رہیا وال تا کہ برانی یاد تازہ ہوجائے میں افشاء الرحمٰ اج تیکر اوس بیعت نے قائم ہاں۔ تے او نظم پیش کرناں،

عطاء الله کی جاندائے ایس قید دی رنجیر نوں ختم الرسل اوسندائے بس اکو عربی پیر نول اک طرف آل نبی تے اک طرف آل یزید کلمہ پڑھ مڑاد دے نے تیریے شبیر نول گود دی چد ماہ دے بیچ مذہب لئی ایسہ دسیا دودھ دی تماں تے جلناں لئے ظالمال دے تیر نول گل حق دی دسنی جاتیفال دے میدان جو شرف مولا بختیائے ایسہ فاطمہ دے شیر نول جاتی دی دسی جال گال دابنا ائے بیعت لئی شاہ جی ہے توں

کر دعارب قائم رکھے ایس نے عاجز میر نول 💎 (میر محمد دین میر جلابیوری)

حفيظ رصنا يسروري

## شاه جی کی باتیں خوبصورت یادیں

میں تو کی کا نقش قدم بن کرمٹ گیا مجھے نہ پوچھے کہ گیا کاروال کہاں

امیر شریعت کومیری رندگی میں مرکزی روح (RULING SPIRIT) کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ سلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھے۔ وہ اس عبد کے سب سے بڑے کیب رصول تنظیم تھے۔ انوں نے کہ سرول تنظیم میں ڈوب کر سنت صدیق اکبر اوا کی اور صور ختم الرسلیں تنظیم کی خوص بوت پر حملہ کرنے والے خاصوں اور گوہ کووں کا مردانہ وار متابلہ کیا۔ اس کے ما قدماتھ انبوں نے انگریزی حکومت کے طاقت جاد کیا۔ اور النے چھے مجابدی اجرار کی ایک ایسی جاعت چور گئے۔ جس کا اور صنا بھونا جب نبی تنظیم ہے۔ اور جو صور تنظیم کی ختم نبوت کا ہر دو میں دفاع کرتی رہی ہے۔ اور کرتی رہے گی۔ شاہ جی نے جس دور میں ابنی جدوجہ کا آغاز کیا وہ ہر کی ختم نبوت کا ہر دو میں دفاع کرتی رہی ہے۔ اور کرتی رہے گی۔ شاہ جی نے جس دور میں ابنی جدوجہ کا آغاز کیا وہ ہر اللہ علی دور میں اپنی جدوجہ کا آغاز کیا وہ حصور استبداو زوروں پر تیا۔ تو دو میری طرف پنجاب کے جاگیرداوں اور زینداروں کا گروہ احرار کی تحریرک کے ایسٹے طاف تھا۔ کہ اس نے غریب سلمانوں میں جینے کا حصور دحب نبی تنظیم کی کہ اس خوصد کا رہنما بنا حاص کی اور احرار غریب اور مقرط مسلمانوں کے نمائدہ تھے۔ جنوں نے قرآن اور حدیث کو اپنی جدوجہ کا رہنما بنا کراس تھر طویل اور ماندار تاریخ حریت مرتب کی۔ کہ آج اور کل کا مؤرخ ان کا تذکرہ اور اعترار نے بین جو دیس کے بینر آگے کہ کہ آج اور کل کا مؤرخ ان کا تذکرہ اور اعتراد میں جانب نظر سے کے ایک تھے۔ وہ فقد میں نام ابو صنیفہ کے مقد مسلک ولی الملی پر کرار ند اور اکا پر دارالعلوم و یو بند کے ہم کئر تھے۔ اپنے عتائہ میں بڑے راسخ اور معنبوط تھے۔ اور عقیدے کے معالے میں فرایا کر تھے۔ اور عقیدے کے معالے میں فرایا کر تھے۔ کو میں عقیدے میں تین چیزیں عالی ہیں۔

(۱) قرآن سے ممبت (۲) ختم نبوت کا تفظ (۳) انگریز سے نفرت۔

شاہ جی کو ایک بار ملنے اور دکھنے کے بعد بڑے بڑے مخالف بھی ان کے گروید دہوجاتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ برصغیر کی بعض ممتاز شخصتیں۔ اختلاف فکرو نظر کے باوجود ان کااحترام کرتی تعییں۔ اور ان سے بافاعدہ طاقات کے لئے اہتمام کرتی تعییں۔ حضرت علامہ اقبال ان کی بے حد قدر کرتے تھے۔ اقبال کا شعر شاہ جی کی شخصیت پر کتنا صادق آتا ہے۔

ہوا ہے گو تندہ تیز لیکن چراغ اپنا جلازہا ہے وہ مرودرویش دئے ہیں حن نے جس کو دئے ہیں انداز خسروانہ عالیہ جس کو دئے ہیں انداز خسروانہ عالیہ جس حضرت ، عالیہ اقبال علمائے دیو بند کے بست قریب ہو گئے تھے اور بعد میں حضرت ، محدث انعصر مولانا محمد انور شاہ کشیری کے تبر علمی کے قووہ بہت معتقد ہوگئے تھے۔ مشور انگریز موزخ مرجان گئتھر جب ہندوستان کے دورے پر آیا۔ تو اس نے اس عظیم مجابد آزادی کو دیکھنا اور ملنا چاہا گرشاہ جی ان دنوں راولوندی جی جی میں متعمد کی تجزیہ کرتے ہوئے ۔ راولوندی جی کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہوئے

کیا ہے۔

" يەشمەس اگرانگلستان مىن بىيداموتا، تواس كى تصويرىن كليساول مىن ڭلانى جاتىيں- "

1949ء میں شاہ جی دہلی میں مقیم تھے اور میر احمد حسین شمادی کے مکان پر قیام فرہا تھے۔ جواہر لأل نہرو وہاں سلنے آئے آئے اور دیر تک رسی حقیم خیر رسی اور غیر رسی، سیاست کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر عزیز الرحمن جاسی تینچ کہ معاتما گاندھی ملنا چاہتے ہیں۔ فلال وقت اور فلال دن۔۔۔۔ شاہ جی مقررہ دن فائگہ پر بیٹھ کر اپنے دوستوں کے ساتھ اختیار میں گاندھی جی کا قیام تھا۔ وہاں مینچ تو باہر چار پائی پر طان بادشاہ بیٹھے سے۔ انہوں نے گئے گایا، پھر شاہ جی گاندھی جی کو ملئے اندر چلے گئے۔ جہال بقول شورش کا شمیری، سورة فاتحہ اور سورة اعلام کے ترجے اور تفسیر ہی میں وقت کٹ گیا۔ یہ دو نول سور تین گاندھی جی اپنی پرار تعنا ہیں پڑھتے تھے۔

اسی طرح امام الهند مولانا ابوالکلام آزاد --- شاہ جی کو دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جاسعہ مذیر کے میدان میں رات کو شاہ جی کا جلسہ تعا- جس میں انسوں نے وارث شاہ کے مجھ حب حال بنجا بی اشعار سنا ہے۔ دبلی والوں نے اسے گالی سجما۔ کسی نے امام الهند سے تذکرہ کیا کہ رات عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں گالیاں دی بیں۔

ا گلے روز شاہ جی مولانا کے ہاں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ تو مولانا نے فرمایا

"شاه صاحب سنا ہے آپ تقریر میں گالی بھی اڑھکا دیتے ہیں"

"حفرت! آپ سے کس نے کہا؟"

"كوئى بيان كربا تيا"

" کون ^{و ..}

" بر کسی کا نام تو حافظ کی جیز ہے اور نہ بر نام کا پوچھنا ضروری ہوتا ہے "

" توحفرت آپ نےاس روایت پراعتماد کر لیا"

"جی نہیں-راوی نے غلط بیانی کی ہے بلکہ جموث بولا ہے"

۔ ''الممد لللہ وہ بیانس اسلنے دماغ میں رہ گئی کہ آج سے جو بیس یا پھیس سال پیلیے، آپ نے ہیر وارث شاہ کے بعض بند سنائے تھے جن میں جل، مل قسم کے فافیے تھے۔ میں نے خیال کیا جس شنص کواس قسم کےاشعار یا در ہے ہوں ممکن ہے حالات کی برجمی نے اس سے گائی اگھوا دی ہو''

شاہ جی مسکرا نے اور کہا

"حضرت، ربع صدی پہلے کی وہ صعبت آپ کو یاد ہے؟"

"میرے بیائی، سوال کسی صعبت کی یادداشت کا سیں۔ گو حافظ ہر طرح کی شاہر اہوں اور پگڈنڈیوں۔۔۔۔۔ گزرتا ہے لیکن بعض چیزیں حافظے کے خانوں میں بھول جوک ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وارث شاہ کا کلام تعا۔ آپ کی وجہ سے حافظے میں ایک تا ٹررہ گیا۔ اب جو آپ ساسے آئے تو وہ تاثر بھی تازہ ہوگیا"

--- سب سے بست پیط کی بات ہے۔ شاہ جی سیا نوالی جیل میں تھے۔ انگلستان کا ہوم ممبر ہندوستان کے وورے پر آیا ہوا تھا۔ اس نے شاہ جی کو لینے اور دیکھنے کے لئے میا نوالی جیل کا دورہ رکھا۔ میر نثلا نث جیل بست

گھیرایا ہوا تھا۔ وہ بار بار شاہ جی اور دو مرسے سیاسی رہنماؤں سے التی ٹین کرتا۔ کہ یہ دورہ کامیاب رہے اور رہنما کوئی ایسی بات نہ کریں۔ شاہ جی نے کہا۔ کہ لالہ جی آپ فکر نہ کریں۔ اس دورہ کے روزشاہ جی نے اپنے تمام ساتسیوں سے کہا۔ کہ وہ بیٹ جائیں۔ اور این کارخ دروازے کی کہا۔ کہ وہ بیٹ جائیں۔ اور ان کارخ دروازے کی طرف ہو۔ ایسا جی ہوامرف شاہ جی بیرک کی سلاخوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہوم ممبر برخی رعونت و ممکنت کے ساتھ سیاسی قیدیوں کی بیرک پر بہنچا تو اسواشاہ جی سب نے اپنے پاؤں اس کی طرف کر کے اپنی حقارت و نفرت کا اظہار کیا۔ برطانوی نژاد ہوم ممبر شاء جی سے ناطب ہوا۔

شاه صاحب: آپ اچھے ہیں ؟

شاه جی: خدِ اکاشکر ہے۔

ېوم ممبر: کوئی سوال ؟

شاہ: میں صرف اللہ سے سوال کیا کرتا ہوں۔

موم ممبر: میں آپ کی کیا خدست کر سکتاموں ؟

شاه جی: جی بان! آپ میرامک چمور کر تشریت لے جائے! ----

شاہ جی --- علماء و آکا ہر دیو بند اور ہزگان رائے پور۔ گنگوہ۔ کان صریف۔ سیال شریف۔ دی پور۔ آلو ممار شریف، سیال شریف۔ دی بور۔ آلو ممار شریف، گولاہ شریف۔ علی بورسیدال سے خصوصی تعلق رکھے تھے اور ان متابات پراکٹر عاضری بھی دیے اور تقاریر بھی فرہائے تھے۔ ایک دفعہ وہ بہاری سعیت میں (۱۹۵۱ء) سیال شریف کے مدرسہ شمس الاسلام کے سالانہ جلہ بخشریف نے مراد منسی الاسلام کے سالانہ جلہ کی۔ بھراے سے گئے ہوں خواجہ قرالدی سیالوی رحمہ الله کے مهمان متھے۔ انہوں نے شاہ بھی کی بہت آئو بھگت کی۔ بھراے ساقہ موروف آحرار رہنما مولانا عبد الرحمٰ سیانوی بھی تھے۔ خواجہ صاحب اور ان کے مریدین نے مثالی معمان نوازی، حمن سلوک اور بے بناہ احترام کا مظاہرہ کیا۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ سیال شریف والے اب نے بات کیوں بھول کے بیں ڈکہ اتحاد بین المسلمین کا اس دور میں سب سے بڑا داعی ان کے ہات ممان خصوصی ہوتا تا۔ ایک و فعہ دیو بند تشریف کے آئی در اس دار لعلوم میں تقریر کی اور سونے کے نہ فی منزل حضرت مدنی منظر ہوئے سید حسین احمد مدنی کے باس تشریف کے بات شریف کے بات بیشے کر شاہ بی کے باول دبانے لگ کے۔ شاہ بی ہڑ بڑا کر آشے اور حضرت مدنی کو پاوک دباتے دیکھ اور ان سے موسل میں تقریر گا اور سے سے موسل میں قریایا شاہ جی! نماز کا وقت کرا دان مدیریشان ہوئے۔ بھی مناسب سمبا کہ پاؤل کو ان سے میں مناسب سمبا کہ پاؤل دور بو تھا۔ میں مناسب سمبا کہ پاؤل دور بوگا تھا۔ میں مناسب سمبا کہ پاؤل دور بوگا تھا۔ میں مناسب سمبا کہ پاؤل دور بوگا توا۔ میں مناسب سمبا کہ باؤل

1907ء کی تمریک ختم نبوت کے نتیجے میں آپ لاہور جیل میں تھے۔ آپ کے ساتھ مشور بریادی عالم سید ا بوالحسنات قادری تھے۔ جو نام نہاد سکتی اختلافات اور سیاسی راہوں کے جدا ہونے کی وجہ سے شاہ جی سے کمبی نہ لیے تھے۔ جب جیل میں شاہ جی کو دیکھا۔ ان کے عشن رسول مٹائیلتا عقیدہ ٔ ختم نبوت کی بنتگی اور ایمان کی لازوال دینی و روحانی دولت کا مشاہدہ کیا تو شاہ جی کے گرویدہ ہو گئے۔ اور اس بات پر ہمیشہ افسوس کرتے رہے۔ کہ عمر کا زیادہ

حصہ شاوجی کی معیت کے بغیر کیوں گزارا؟

شاہ می کی محفل میں تذکرہ ختم نبوت چرم تے ہی رنگ محفل تبدیل ہوجاتا تھا۔ اور جوش سے لبریز اشعار کی آمد شروع ہوجاتی تھا۔ اور جوش سے لبریز اشعار کی آمد شروع ہوجاتی تھی۔ خصوصاً وہ اشعار جو آپ کے مزاج اور گئر کے آئینہ دار ہوتے وہ حاضرین کے قلب پر بے حد اثر چھوڑتے تھے۔ آپ کو نبی کریم شائیۃ ہے بے بناہ ممبت تھی۔ اسی وج سے تمام بدعیان نبوت ورسالت سے آپ کو سخت مداوت تھی۔ حقیقت ایمان سے نا آشنالوگ اس عمل کو بدہی اور احرار رہنماوں کی نگ نظری قوار ویئے ہیں۔ گرجانے والے جانے ہیں۔ کہ یہ تعسب یاحند نمیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علی واللہ علیہ والمح کی انتہا ہے۔ جو شاہ جی کی آواز کی بلندی کو اگر دیکھا جائے ترسول کریم شائیۃ کے ذات کے ہاشی یاد آجاتے تھے۔ حضور شائیۃ کے غم محترم سخرت بلندی کو اگر دیکھا جائے تھے۔ حضور شائیۃ کے غم محترم سخرت عباس بن عبدالمطلب کی آواز کے متعلق علماتے تھیے۔ کہ آٹھ میل کے بہتی تھی۔ اس طرح الاؤ میکیکر کے بغیر شاہ جی نے بڑے شہروں میں دورولا کہ کے کئیر مجمع سے شاب ذیا یا۔

یہ بات اب تاریخ کا صعبہ بن مچی ہے۔ کہ تقریر اور خطاب میں شاہ جی کا کوئی ٹانی کزشتہ ایک صدی کے دوان بر صغیر میں بیدا نہ ہوں کا تحقید اس کو لیٹی تقریر کے دوران اکثر اوقات سامعین، حاضرین کے عجیب اور مشکل ترین سوالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کہ مجمع عش عش کرا ٹھتا تھا۔ سوالات کی اور عالم یا خطیب ہے کئے جاتے۔ تووہ جواب کے لئے شاید مہینوں بتا ہیں کشائے گرشاہ جی کو اللہ تعلی ناور عالم یا خطیب سے کئے جاتے۔ تووہ جواب کے لئے شاید مہینوں بتا ہیں کشائے گرشاہ جی کو اللہ تعلی اللہ تعلی ہوئی ہو کہ کہ اور عمل کوئی البدیسر گفتگو کا جوہر حاص عطاء فریایا تھا۔ وہ کسی دو مسرے کے جصے میں محم ہیں آسا۔ ان کے تبر علمی کے سبمی معتر ہ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بے شک بہت بڑے خطیب اور عالم تھے۔ گروہ شاہ جی کی اس ابلاغ۔

ایک جلسہ شاہ جی سے کی نے سوال کیا- حضرت! سیدہ فاطمہ افضل ہیں یا جناب رسول کریم صلی افلہ علیہ و آلہ وسلم کی دومسری صاحبراویاں افضل ہیں- جب کہ سیدہ رقیہ سیدہ ام کلٹوم- اور سیدہ زیسے- آپ سے خرر میں بھی بڑی تعین اور دومسری نزول و تی سے میں بھی بڑی تعین اور دومسری نزول و تی سے پہلے! ایک دفعہ سوال کیا گیا کہ سیدہ عائشہ تعدیقہ اور سیدہ فند بجہ میں کیا فرق ہے؟ ارشاد فرما یا بڑا فرق ہے- سیدہ فند بجہ کا فائ محمد رسول اللہ صلی افتہ علیہ وسلم سے ہوا۔

کی نے سوال کیا۔ حضرت آپ کو صاحبراؤہ فیمن السن نے کیوں چھوڑ دیا۔ ارشاہ فربایا وہ نوری ہیں اور میں فائی۔ ان نوریوں سے اُسید کمب تک! سب سے بڑے نوری جبریل طیہ السام ہیں۔ انسوں نے شب سواج میں میرے نانا کو سدرۃ المنسلی برجی چھوڑ دیا تعا۔
آزادی سے چند ماہ بعد جب کہ پاکستان کے مسلمان احرار رہنماؤں کے سیاسی اختلفات کی بناء پر کھیج کھیج مسلم ہوئے تھے۔ شاہ جی پاکستان چوک ڈیرہ عازی خان کی سیرت کا نفرنس سے خطاب کرنے گئے تواجا تک نزدیکی مکان سے جلساگاہ میں بتھروں کی بارش شروزع ہوگئی۔ شاہ جی وظیفہ پڑھتے رہے۔ اور بتھر برستے رہے۔ جب یہ سلملہ بند ہوا تو اس کوہ استفارت نے کہا۔

" تم پتھر برساتے رہے تو میں دل ہی دل میں خوش ہو کر کھڑا رہا اور اسی انتظار میں تھا۔ کہ کوئی پتھر آ کر

میرے وانت توڑویتا۔ توہیں اپنے نانا کی سنت کو تازہ کر وبتا۔ جو لھائف اور اُحدییں ایس ہی صورت حال سے دو چار ہوئے تھے۔۔۔۔۔"

یہ بات مجمداس انداز سے کی کہ یک گئت سارا مجمع زار و تطار رونے لگ گیا۔ اور جلسہ کے بعد بہت سے لوگوں نے آگران سے معافی طلب کی۔ ۔ ۔ ۔ اِٹ

آزادی سے قبل پشاور کے مبلہ عم سے خطاب فرہار ہے تھے۔ جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ بھی گثیر تعداد میں موجود تھے۔ مسلمان نعرو تکبیر کے جواب میں اللہ! کسر محمد رہےتھے۔ گر ہندوسکھ طاموش تھے۔انسول نے ہندوؤں سے بوچیا۔ مجھے بتاؤ "رام" کون ہے؟ انسوں نے کہا خدا۔ ہم سمکھوں سے بوچیا۔ "واہ گورو" کس کو کھتے ہو۔ جواب ملا۔ اللہ کو۔! بلند آواز میں فریایا۔ اگر رام اور واہ گورو اللہ ہے۔ تو ہمرتم اللہ اکبر کیوں نہیں کھتے۔ اس برسب نے نعر و تکبیر کے جواب میں افلہ اکبر کسانشروع کر دیا۔

شاہ می کی شفسیت فقر واستغنا۔ مسبرو فناعت۔ خودداری اور خود گئیداری کادلاویز مرقع میں۔ چاہتے تو آئ کل کے خطیبوں اور واعظوں کی طرح لاکھوں رو بے تحاسکتے تھے۔ گر انہوں نے ساری عمر ایسا نہ کیا۔ جو تحجہ بل گیا وعظ کو اسلام کی تہنی کا ذریعہ تو بنا یا معاش کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اس میں گزارا کیا۔ اور آزادی کے بعد کا تمام عرصہ کرائے کے ایک معمولی مکان میں بسر کیا۔ 1941ء میں وہ عنلے میا نوائی کا دورہ کر رہے تھے۔ میں ان کے ہمراہ تعا۔ میا نوائی سے روائی کی کو قت صوفی اللہ داد مرحوم جو مجلس احراء کے نامور دعنا کارتے۔ اور شاہ جی کہ انتہائی عقیدت مند، وہ شاہ جی، مولانا محمد علی، مولانا عبدالرحمٰن میا نوی اور سائیں حیات کے لئے سکیندہ کلاس کی تکشیں ہے آئے۔ شاہ جی سازہ معرفی سولانا محمد علی سے بوجیا۔ ان کارنگ کچھ اور ہے۔ میں جو تکشیں دیکھتا ہوں وہ زرد ہوتی، بیں اور یہ سر معلوم ہوتی، بیں۔ مولانا ہے فرایا۔ یہ او نے در جول کو چھرڈو کھوں کو وابس کر کے وہی زرد کھتیں لاؤ (تحرڈ کھاں) کو درج مل گیا۔ تو بات بی جائے گی۔ یہاں کے درجول کو چھرڈو کھوں کو وابس کر کے وہی زرد کھتیں لاؤ (تحرڈ کھاں) کو دے دی۔ کہ اس کی رسید کام دو۔ وہ ساری عمر تحرڈ کھاں میں سفر کرتے رہے۔ میں نے ایک بار سوال کیا۔ حضرت ایسا کیوں ؟ اونے جو رہ میں سفر کرتے رہے۔ میں نے ایک بار سوال کیا۔ حضرت ایسا کیوں ؟ اونے جو رہ سے میں می کیا ہے۔ ارشاد فریا ہے۔ تھیں گدرٹی کے لعل کی حضرت ایسا کیوں ؟ اونے جو رہ سے خریب مسلمانوں میں حوصد اور اعتماد بیدا ہوتا ہے۔

میں متنان میں ۱۹۲۰ میں تعا- لائل پور (فیصل آباد) سے مولانا تاج محمود مرحوم وہاں کے ممتاز فی او نر میال محمد شخیج (کریسٹ محیکٹائل ملز) کو لے کر آئے جوشاہ جی کے لائل پور میں قیام کے لئے ایک اچھی رہائش گاہ اور محکم کو شخیج اس میں اظلاص کی درخواست کی درخواست کی درخواست کی درخواست کی دورخواست کی۔ اور ساتھ ابھی پیششش کا ذکر کیا۔ قوار شاد فربایا۔ سبولانا محمد علی بیششش کا ذکر کیا۔ قوار شاد فربایا۔ سبولانا محمد علی بجھے کسی مل (MILL) والے سے نہ ملاؤ کسی دل والے سے ملاؤ۔ یہ پیششش سگلوں کے مقاب بین کسی رسوا کرنے گئے ہو آ اس محمد شنیع شاہ جی اس کی سات کا قطعی ذکر نہ کیا۔!

1909، میں ملتان کے تجھ دوستوں قامنی احسان احمد، اور مظہر نواز خان درائی نے شاہ جی کے عظیم آباد (پشنہ)
اور امر تسرکی رہائش جائیداد کے عوض ملتان میں گئیم حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا ان دوستوں نے ہمالیات محسنرکی
عدالت میں خود ہی گئیم داخل کر دیا۔ اور جب شاہ جی کا بیان کینے کے لئے انہیں عدالت میں لےجانے کی ضرورت
عدالت میں خاوہ می گئیم داخل کر دیا۔ اور جب شاہ جی کا بیان کینے کے لئے انہیں عدالت میں سےجانے کی ضرورت
پیش آئی تو انہیں شاہ جی عدالت میں مینے۔ تو وہاں آئی پذیرائی کی گئی۔ بیان کے دوران صرف اپنی دینی اولی کتابول اور
لائبریری کی واپنی کا مطالبہ کیا۔ اور بعد میں وہ اپنے مندرجہ بالاسا تھیوں سے کھد عرصہ ناراض رہے کہ دو انہیں دنیا کی عرصہ ناراض رہے کہ دو انہیں دنیا کی عرصہ ناراض رہے ہیں۔ مظہر نواز خان درائی کی ذاتی کوشنوں سے کلیم منظور ہوگیا اور ایک سان الاٹ کر
دیا گیا۔ آج کل اس جگہ شاہ جی کے بیشوں نے ایک دینی مدرسہ اور جاسم سجد تعمیر ہے۔ یہ جگہ دار بنی ہاشم کے نام

داراو سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہوجس کی فقیری میں ہوئے اسد اللمیٰ (اقبال) شاہ جی کی زندگی کا یہ استغنا تی ہملواس حدیث کامنوم یا تفسیر تھا۔ کہ جس میں فرمایا گیا (ہمترین آدی فقسیہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے پاس حاجت لے کر جائیں تو نفع پسنجائے اور اگر اس سے کنارہ

كريس تووه بھي بے پروادر ہے)

وہ صرف عبادت کے ڈسپلن اور پروگرام کے پابند رہتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدی ان کے پروگرام میں تبدیلی نہ کر سکتا تھا۔ جراعت کے پروگرام کے علاوہ وہ آپ احرار رمنا کاروں کی بست عزت کرتے تھے۔ اور انسان شفتت علاء فریائے تھے۔ کہ ہر کوئی لیک جان کا بدیہ دینے تک کے لئے تیار رہتا تھا۔ وہ اپنے رصناکاروں کی درخواست جوابے شہروں میں انہیں لے جانے کے لئے کرتے تھے۔ کہی رو نہ فریائے تھے۔ فوراً اپنی جیبی ڈائری تال کرتاری عملا فریادیے تھے۔

شاہ جی عالم و خطیب سیاستدان اور روحانی شخصیت ہونے کے علاود شاعری ہی فربائے تھے ان کا جموعہ گلام "سواطع الاہام" کے نام سے ان کی زندگی میں ایکے فرزند حضرت سید ابو ذر بخاری نے شائع کیا۔ شاد عظیم آبادی کی صحبت کی وجہ سے وہ شرو اوب کا بست احلٰ ذوق رکھتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال سے بڑے اعلٰی تعاقات تھے۔ اور جیسائی پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ حضرت علامہ ابنا کام شاہ جی کو سنا کر بست مسرور ہوتے تھے۔ افوی اقبال کے نام نہاد موّر ضین نے محض تعصب اور تنگ نظری کے سبب اس کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ حضرت علامہ عقیدہ تمتم نبوت کے سبب اس کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ حضرت علامہ عقیدہ تحتم نبوت کے بست بڑے مناخ تھے۔ اور ابھی فکر کا یہ بہلو شاہ جی اور دیگر علمائے دیو بند کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے معنوط و

' برصغیر کے ممتاز شعرا، فیفس- جگر- روش- نصرت قریشی- ---- تاثیر اور بعد کے دور میں--- عدم -ساغ - احمد ندیم قاسمی-عاصی کرنائی- عبدالکریم شمر- طاہر شازائی- علاسہ طالوت (مرحوم) اسد متافی-شاہ جی کے ہال اکثر عاضری کرتے تھے- دیگر ممتاز شعرا، علیمہ انور عبا بری- عدمہ لطیف انور، آننا شورش کاشمیری- عبدالرحیم عاجز، کمٹیل امر تسری - جانباز مرزا، استاد دامن سائیں حیات تو ان کے همر یک سفر تھے- انفرض شاہ جی کی شخصیت جامع سالات تھی- یہ شاہ جی کی شخصیت کا جاذب نظر اور روحانی پہنو تھا۔ کہ مجنس احرار اسلام میں مختلف عقائد کے قوی رہنما اکسے ہوگئے تھے۔ اور ان میں ممبت اور آقاد کا جو شاندار نظم وصبط چشم فلک نے دیکھاوہ پھر کسیں نظر نہ آسکا شاہ جی اب تمام راہنماؤل نے شاہ کا حترام کرتے تھے۔ ان تمام راہنماؤل نے شاہ جی کے جدار اور ان کا احترام کرتے تھے۔ ان تمام راہنماؤل نے شاہ جی کے جدار اور عشن رسول مثابی ہے فیصنان سے قربانیوں کی ایک لازوال تاریخ حریت ترتیب دی۔ ان رہنماؤل میں موالنا عمد داؤد خرنوی جود حری افسان ، مولانا عبدالقیوم کی نیس مولانا عبدالقیوم بویٹرنی مرحوم (بشاور) سولانا غلام عوث مرحوم شیخ حسام الدین مرحوم سولانا حیب کا نیوری مرحوم - مولانا حید انقداری مولانا عبدالو عبدالرحم جوہر، مردار محمد الرحم مولانا عبدالرحم جوہر، مردار محمد عنین راتا ندلیا نوالہ) عبدالرحم جوہر، مردار محمد شفیح، جودہری عبدالرحم جوہر، مردار محمد شفیح، جودہری عبدالرحم وی اور وہنما شاہ جی کے شخص اور وہن اور نعرہ حتی کی تصویر تھے۔ یہ تمام بزرگ اور رہنما شاہ جی کے جدب دروں اور نعرہ حتی کی تصویر تھے۔

شاہ می 1918ء سے لے کر 1941ء کی برصغیر کی آزادی (۱۹۳۷ء تک) اور عقیدہ تمفظ ختم نبوت کے محاذول بر مردانہ وار لاتے رہے۔ ان کی یہ جدوجہ جو بجائے خود ایک تاریخ ہے۔ نہایت کھٹن اور مشل تمی - انهوں لئے تو کیک ظافت ترکیک فوجی بعرتی، بائیکاٹ، تمریک کشیر، ترکیک تعفظ ختم نبوت اور دیگر کئی ملی اور قومی تمریکوں بین صد لیا۔ جن کی پادائن بین وہ تید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ انگریزی دور میں ان پر سنگین سے سنگیں مقد بات جلائے گئے۔ گروہ اپنے طیر ستر لزل ایمان، روحانی قوت، بزرگان ملت کی دعاؤں اور اپنی جماعت کے وفادار ساتھیوں کی قربانیوں سے ان مشکل مراحل سے باعزت معرض وہ ہوتے رہے۔ لالدموئی کی ایک تقریر کی وجہ سے ان پر آزادی سے قبل وفعہ ۱۲۳ کے تمت مقدم جلا۔ اور حکومت بنجاب نے ان کو معرائے موت ولوانے کی سازش کی۔ تو ایک ہندو رپورٹر لدحارام کے با میکورٹ میں اعتراضی بیان کی وجہ سے حکومت کو شرمندہ ہونا پڑا۔ لدحارام جو معرکاری رپورٹر لدحارام کے بامیکورٹ میں اعتراضی بیان کی وجہ سے حکومت کو شرمندہ ہونا پڑا۔

"میں اس رشی اور مِتی (روحانی شخصیت) کو دیکھ کر جموٹ نہیں بول سکتا۔ بچییہ ہے کہ دی رپورٹ میں تحریف ورصانہ حکومت کے ایماء پر کیا گیا ہے۔

۱۲۳- الف کے اِس مقدمہ سے شاہ جی باعزت بری ہوئے۔ عارہ گرنے مجھہ کو باندھا تعاسم بھہ کرنا تواں سبس ذرا تڑیا تو مجمڑے ہی نہ تھے زنجیر کے (جگر)

پارہ مرب کی زندگی کے بے شمار واقعات اور پہلو ہیں بن کو بیان کرنے کے لئے ایک عرصہ جاہیے۔ ان کی داستانیں قریہ قریہ بستی بہتی بہتی برانے لوگوں کے ذہنوں میں معنوظ ہیں۔ وہ جامع العنات شخصیت تھے۔ اور ان چیسے لوگ روز روز بیدا نہیں ہوتے۔ شاہ بی نے لوگوں کے اعتر بض یا اعتراف کی پرواہ کئے بغیر تمام عمر اعلائے کھیت المین کا فریعنہ انجام ویا۔ وہ علمائے حق کے موجب تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری نے برصغیر کے ۔ ۵۰ نمائندہ علماء کے اجتماع میں انہیں امیر شعریعت کا خطاب عطا فریا کر ان کے دست مبارک پر بیعت جماد کی ۔ شاہ بی حضرت شیخ العصر علامہ انور شاہ کے مسمل قربایا کرتے تھے کہ "محابہ کا کافلہ جا رہا تھا۔ انور شاہ سیجے رہ

گئے "اسی طرح شاہ جی کے متعلق حضرت اضرف علی تعانوی فراتے تھے کہ: "شاہ جی کی باتیں عطاء اللّٰی ہوتی ہیں"
حضرت شیخ الاسلام مولانا بشیر احمد عثما فی فرباتے تھے" شاہ جی اسلام کی مشین ہیں" مولانا حسین احمد مد کئی
علامہ انور شاہ کاشمیر کی - مولانا احمد سعید دہلوئی - مشتی کفایت الله مفتی انظم مبلاً - حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی
لاہور کی - ہیر طریقت عبد القاور رائے پور کی - حضرت گولڑوئی - حضرت خواجہ صاباء اللہ ین - (سیال شریعت) معنوی
طور پر شاہ جی سے بہت مبت رکھتے تھے۔ آپ کی بہلی بیعت طریقت ہیر مہر علی شاہ گولڑہ شریعت سے تھی - ان
کے انتظال کے بعد تحد مد بیعت حضرت رائے پور گی ہے کی -

الله تعالیٰ کا فعل خاص اور حصور سی کریم صلی الله سیه وسلم کی خصوصی کرم نوازی تھی کدمسرے لاشعوری دور ہیں، جب میں مڈل کا طائب علم تھا، مجھے صفرت اسپر شریعت کی ٹگہ لطف کرم عطا فرما دی۔ میبرے سکول کے ایک سکھ استاد مسر دار خزان سنگھ اپنے درس میں حضرت امیر شعریعت کا نام گرای اکثر لیا کرتے تھے۔ مجھے "سید عطاء اللہ شاہ بغاری " کا نام- اس کا مسن- اس کی ترکیب بہت بسند 'آئی- اور میں خائبانہ طور پر اس شفعیت کا عقیدت مند ہو گا۔ پیر حضرت مولانا بشیر احمد جو قافلہُ اُحرار وجمعیت کے ممتاز رسما تھے۔ کی قیادت وسیادت میں شاہ جی کا اکثر ذ كر موتا- الجمن تبليخ الاسلام- جونده مبرسال جونده مين دين جلسه منعقد كيا كرتى تقى- اس الجمن كي خدمات تبليخ اسلام اور وین کی ترویج و ترقی کے سلسلہ میں بہت قابل قدر ہیں میں نے الجمن کے سالانہ جلسہ کااشتہار بڑھا-اور اس میں شاہ می کی تقریر کا اعلان بڑھا توانے طالب علم باتھیوں کے ہمراہ یبدل چونڈہ گیا۔ وہاں شاہ می کو دیکھا اورسنا-لاشعوری دور کی بات ہے یاد نہیں کیا کیاسنا۔ گر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ میں نے دل ہی دل میں ای شفیت کو اپنار سنا تسلیم کرلیا۔ پیر تحجیہ عرصہ بعد بسرور میں احرار سٹوڈنٹس کا قیام عمل میں لے آیا- اور دورو 'زویک شاہ جن کی تقریر میں سے جدجاتا۔ مجھے یاد ہے کہ ۸-۹ ابریل ۱۹۴۴ء کو میں فیروز پور احرار پراونشل کا نفرنس پر جلا گیا۔ وہاں شاہ جی ایک میٹ میں قیام پذیر تھے۔ میں نمایت عقیدت سے لا۔ پاس صاحبزادہ سید فیفن المس شاد بیشے تھے۔ مجہ سے میرایته پوچا- میں نے بسرور کاذکر کیا- تو گئے گا لیا فرمانے لگے۔ یہ تومیرے استاد حضرت مولانا فوراحمذ بسروری تم امر تسری کا شهر ہے۔ پھر مولانا روشن دین پسروری کی اپنے ساتھ رسارت سیا نوالی جیل ١٩٣١ ، کا حوالہ ویا۔ مولانا بشیر احمد کے تعلق کی بات ہوئی۔ شاہ جی سرایا شفتت بن گئے۔اُس وقت سے لے کر ۱۹۲۲ء تک وہ میرے ساتھ عزیزانه شفقت بریتے رہے۔ سیالکوٹ، لاہوں امر تسر، جونڈہ اور دومسرے کئی مقامات پرانکی خدمت میں عاضری دیتا رہا۔ اور پھر میری عاجزانہ دعوت پر بسرور بھی آئے۔ ۲۔ روز قیام فرمایا ۳۸۔۱۹۴۵ء کے انتخابات میں وہ اکٹر مولانا منظمر علی اظهر (سیالکوٹ/پسرور/ نارووال/ فلعہ سوما سنگھہ کے حانیہ) صاحبزادہ فیفن الحسن شاہ مرحوم (دیها تی حاقبہ تمصیل ڈسکہ پسرور) اور جناب حیومدری ممیر عبداللہ خان (حیونڈہ/ظفروال) کی انتخابی مهموں میں حصر لینے تشری*ی*ت لاتے رہتے تھے۔ اور میں اکشران کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ ان کی تقاریر نوٹ کر کے " آزاد " لاہور میں رپورٹنگ کر دیتا تیا۔ تعلیم میرے لئے ثانوی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اسی دوران انہوں نے قوم کا وہ ثاندار تجزیہ بیش کیا۔ جوتمام برصغیر میں مشہور ہوا۔ چونڈہ کے ایک اجتماع میں شاہ جی نے صاحبزادہ فیض السن سے پوچیا۔ شاہ صاحب! آپ کے علقہ انتخاب کا کیا عال ہے؟ صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ شاہ جی جیت رہا ہوں۔ انشاء اللہ نشست میری

ہے۔ شاہ جی ہضے صاحبزادہ صاحب سے کہا شاہ صاحب! بین اس قوم کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ تقریر میری سنتی ہے۔ بہتر نہ تو میں احمد مدنی سے سنتی ہے۔ بہتر نہ تو تو تعوید آپ سے لیتی ہے۔ الفسیر ابوالگام کی پڑھتی ہے۔ عدیث حسین احمد مدنی سے سنتی ہے۔ فقد اور فتوی کے لئے مفتی کفارت اللہ کے پاس جاتی ہے۔ علم آحمد علی سے سیکھتی ہے گر ہوٹ کسی اور کو دیتی ہے۔ "

بعدیں شادجی کا یہ تمزیہ صمیح ثابت ہوا۔ اور صاحبرادو صاحب جدیدری مر فراز سے شکت کھا گئے۔

یں نے ۱۹۴۸ء میں گریند طیز بنگ میں طانت اختیار کی۔ ۱۹۵۰ء میں شاہ جی لاہور آئے۔ پوچیا کیا کُرتے ہو؟ عرض کیا" بنگ میں طازم ہوں۔ " فرائے گئے بنگ کیا ہوتا ہے۔۔۔ کچھ الشاسیدھا جواب ویا۔۔۔ پھر پوچیا یہ بنگ کس کا ہے۔۔۔ میں نے کہا انگریزوں کا! اس پر خاوش رہے اور ظامی احسان احمد جو پاس بیٹھے تھے سے مخاطب ہو کر فرائے تھے۔

"احسان احمد! میری بد قسمتی ملاحظہ ہو۔ باپ ساری عمر انگریز کے خلاف لاتنا رہا۔ انگریز گیا۔ تو اوالد نے اس کی ملازت کزلی"

میں نے نکھی روز جا کر استعفیٰ وے دیا۔ اور منتان جلاکیا۔ سارا ماجرا بتایا فرمائے کیے میرا یہ مطلب تو ہر کزنہ تھا۔ پوچھنے سکھ اب کیا اداوہ ہے میں ہے کہا آپ کے پاس رہوں گا۔ مسلسل تین ماہ تک شاہ جی کے ساتھ رہا۔ سینکڑون جلسول کی رپورشنگ کی۔ اور ان کی کسی بھی ملازم ہے بڑھ کر خدست کی۔ کندیاں سٹیٹن پر مجھے تھر جانے کا تھکم دیا۔ اور تین سورو ہے کی خطیر رقم مجھے دی کہ میں اپنی اہلیہ کوجاکر ان کی طرف سے دے دوں! میں نے بست اٹھار کیا گھرنہ مانے فریانے گئے۔

" تم نے میری بت خدمت کی- میں بت خوش ہوں- اور تہارے لئے ہمیشہ دعا کور ہوں گا؛ تم کسی اپنے آپ کو اکیلے مموس نہ کرنامیں ہمیشہ تہارے یاس رہوں گا"

بعد کی ساری زندگی میں وہ ہمیشہ میر ہے لئے دعا کو رہے۔ میں ان کی خدمت می<mark>ں سلسل م</mark>نتان حاضری دیتا رہا-وہ اس عمد کے منظیم انسان ، تاریخ ساز شنصیت اور سب سے بڑھے ماشق رسول <u>ثانیج</u> تھے۔

حانظهان محد خاق شام غم اسیر شریعت عظاء الله شاه جهل رخت سفر بست روی برفلک جهل رخت سفر بست روی برفلک بگفتند خادم به چیم تر بگفتند خادم به عمران نک عزیر و اقارب که غفران نک يىيى (ابر) ان كا تخاطب، أن كالمكلّم

رم وطن ہے درہم برہم ارض و سما میں برپا ہاتم موت العالم رنج سمراپا، حزنِ سلم آج فصنا ہے کیست یکدم آج نہیں پہلا سا دم خم آج فصنا ہے کیست ہے افسردہ کیسا نغم جم فلک نے کس کو تاکا کس کا دیاہے آئ ہمیں خم تیم تیم تیم تیم تیم تیم سونپ دیا ہے نالہ پرنم، گریا پیم رو رو کہ اب یاد کریں گا ان کا تخاطب، ان کا تکلم ان کی بات بات کی وایاں ان کے ققے، ان کا تبہم یوں تاہم یوں ت

رطنے سید و شیر مجمم افاقد افعال و دین کرم

PIMAI

نجابت تم، شحاعت تم، خطابت تم، صباحت تهم

مرًّ خود نام ککو أز شدار عالم ولے وابار خیر عدم ہر گز نیا واز وارو تم ، خطابت تم ، تم ، شجاعت يكجاؤ وارو از عثاقِ آيد خود مارفت. آل از راجو الرشيد اين رنگ و بودارو بخارى شاه

تفيظ رصنا يسروري

## حضرت رائے پوری اور شاہ جی

حضرت شاہ عبدالتادر رائے پوری، بزرگان رائے پورے پاکباز وارث تھے۔ آپ والیت کے اعلی درجہ پر فائر تھے۔ اور برصغیر کے بیشتر علماء حق الحکے دست حق برست پر بیعت تھے۔ جن میں حضرت امیر شریعت۔ شیخ حسام اللہ ین۔ مولانا ابوالمس علی ندوی۔ مولانا محمد علی جالند حری۔ مولانا قاصی احسان احمد شجاع آبادی۔ مولانا حبیب الرحن لد حیا نوی الیے کا بر شال تھے۔ حضرت شاہ عبدالتادر رائے پوری قدی مرہ ووفا فی منزلت اور مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ بزرگان دیوبند بالتصوص حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی۔ حضرت قاری محمد طیب۔ بزرگان سمار نپور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رکیا۔ حضرت مولانا فید رقب محضرت شاہ عبدالتادر کیا۔ حضرت فائد عبد التادر کیا۔ حضرت مولانا محمد رکیا۔ حضرت مولانا حمد میں انہیں اپنیا مربرست تسلیم کرتے تھے۔ فی شاہ عبدالتادر کے عقیدت مند تھے۔ اور اپنی دربی و سیاسی جدوجد عمیں انہیں اپنیا مربرست تسلیم کرتے تھے۔ فی المقیم تھے۔ اور تمام بزرگوں کو اپنے قیسی مخوروں اور دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ فی محدود اور دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ فی محدود اور داوی سے نوازا کرتے تھے۔ نام معرود اور دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ فی محدود اور دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ فی محدود اور دواؤں سے نوازا کرتے تھے۔

گو حفرت امیر شریعت- حفرت رائے پوری کے مرید تھے۔ گر حفرت رائے پوری انکو بڑا اہم مقام دیتے ۔ کر حفرت رائے پوری انکو بڑا اہم مقام دیتے ۔ اور امیر شریعت کے ساتھ انہیں خصوصی ممبت اور لگاؤ تعا- حفرت امیر شریعت فرایا کرتے تھے۔ کہ جدوجمد آزادی میں کئی ایسے مشکل مقام آئے جال زندگی اور موت میں بہت تعوز افاصلارہ جاتا تھا۔ گر حضرت رائے پوری کی خاص روحانی توجہ سے وہ مرسلے ،آسانی سلے ہوجاتے۔ شاہ صاحب کو جب کمبی فرصت ملتی تو وہ حضرت کی خدمت میں رائے پور کشریف کے ایسے اور انکے فیصان نظر سے متنفید موجعت رہتے۔

جب ۱۹۹۰ میں حضرت رائے پوری بیماری کی حالت میں بغرض علاج لاہور تشریف لائے۔ توشاہ جی بھی ملتان سے لاہور بہنچ گئے۔ اور شب و روز حضرت رائے پوری کی خدمت میں رہنے گئے۔ حضرت رائے پوری اکثر انہیں دعا کے لئے کھتے اور شاہ جی نظریں جھکا لیتے۔ میں ان د نون لائل پور تعینات تعا- ایکدن قامی جی (قامی احسان احمد شجاع آبادی) بھا گے ہما گئے۔ فریائے گئے۔ لاہور چلنا ہے۔ حضرت رائے پوری کی حالت ہو چشناک ہے۔ ہم بذریعہ کار الہور سینچ۔ حضرت کا قیام ڈیوس روڈ کے قریب اپنے ایک عقیدت مند حاجی عبد المتین کے ہاں تعالیہ موبان تیزج۔ حضرت چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور مشتاقان دید کا بہوم ادد گرد مو دعا تعا- اندر ایک محرے میں شاہ جی اور شیخ حام الدین بیٹے گفتگو کر رہے تھے۔ ساتھ کے محروں میں آغاشورش کا شمیری۔ باسٹر تاج الدین۔ جناب عبد الوحید وزیر مغربی پاکستان۔ سابق جنرل حق نواز۔ مولانا احتیام المن تعانوی۔ مولانا عبد اخر موری خوادر برزگ علام غوث ہزار حن لدحیانوی اور دبئی سے آئے ہوئے مجمد اور برزگ بیٹے موٹ تھا۔

میں ہاہر صمن میں بیشیا تھا- اور حضرت رائے پوری بستر علالت پزیتھے- سب لوگ بارگاہ رب العزبت میں حضرت کی صمت کے لئے دعا کر رہے تھے- حضرت نے آئمکھیں بند کر بھی تعیں- میں نے ایک بار به شعر پڑھا: حواجہ میں مجکدار ۲٫۰۰۰ کی کھا اور کے گذاہے خویش

میری حیرانی کی حد نہ رہی - کہ حضرت نے استھیں کھول کر میری طرف متصراً دیکھا۔ اور پھر ممواسترات ہو گئے۔ فاضی جی نے دیکھا تو حیران ہوئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شعر پڑھا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ حضرت کاروحانی تصرف تھا۔ اب نہ پڑھنا۔ حضرت کو آرام کی ضرورت ہے۔ پھر میں اور قاضی صاحب۔ اندر شاہ جی کی حدمت میں جا پیٹھے۔ شاہ جی حضرت سے اپنے تعلن کے واقعات سنارے تھے۔ فرانے لگے:

آزادی برصغیر اور ترکیک ختم نبوت کی مسلس جدوجه کے دوران انہوں نے مموس کیا کہ جب وورات انہوں نے موس کیا کہ جب وورات بہت کی سلس جھلے پہر تبعد کے لئے اٹھتے ہیں۔ یا اٹھنا چاہتے ہیں۔ تو اُکٹر نیند کا نلبہ ہوجاتا تھا۔ وہ اس سے از مد پریشان سے۔ انبالہ کی ایک طلقات میں انہوں نے اپنی اس مشکل کا تذکر ، صفر سے رائے پوری سے کیا تو انہوں نے پڑھنے کے لئے ایک وظیفہ بتادیا۔ شاہ بھی نفیذ نہ آئی تھی۔ رات گئے تقریر کے بعد جب قیام گاہ پر آتا۔ تو بقیہ وقت کو میں بدل بدل کر گزجاتا۔ گر تبعد ضرور اوا ہوجاتی۔ اس سے ازمد پریشانی رہی۔ کچید دوائیاں بھی استعمال کیں۔ گرکچھ فائدہ نہ ہوا۔ گرزجاتا۔ گر تبعد ضرور اوا ہوجاتی۔ اس سے ازمد پریشانی رہی۔ کچید دوائیاں بھی استعمال کیں۔ گرکچھ فائدہ نہ ہوا۔ جامعتی کاموں میں بے پہناہ معروفیت کے سبب حضرت رائے پوری سے جلد طاقات نہ ہوگی۔ آخر دو ماہ بعد ارس کی مزورت نہ تھی۔ حقیقتاً آپ کی جدوجہ اور تقریر ہی عبادات نظیہ کی ضرورت نہ تھی۔ حقیقتاً آپ کی جدوجہ اور تقریر ہی عبادات نظیہ کی ضرورت ایک سی تقریر ہی عبادات نظیہ کی ضرورت ایک رہیں۔ آزام کیا کریں۔ اس کے بعد نیند کی صالت بھری کردیتی ہے۔ سیرا مشورہ ہے۔ آپ تقریر کے بعد نیند کی صالت معرول کے مطابق نیا نیند کی کھی کا بھر کہی اجب میں اوا کر لیتا تیا۔ اور پھر بروقت نماز فر کے جیتے تیار بھی ہو جاتا تھا۔ اور پھر بروقت نماز فر کے جیتے تیار بھی ہو جاتا تھا۔ اور پھر بروقت نماز فر کے حقیقے تیار بھی ہو جاتا تھا۔ تھا۔ سیاوٹ یا نیند کی کھی کا بھر کہی احساس نہ ہوا۔

فریا یا۔۔۔ کرپس مشن کے زیانے(۱۹۳۲) میں ہم سب دہلی میں مقیم تھے۔ حضرت رائے پوری وہاں تشریعت لائے تومیرے ہاں، میر مشتاق احمد کے تھر پر بھی گئے۔ ہم علیعدگی میں پیٹھے ہاتیں کررہے تھے۔ میں نے کہا۔ حضرت! اب بہت تھک گیا ہوں۔ آپ کیوں وعانہیں کرتے۔ کہ انگریز ہندوستان سے جلاجائے۔

فرہانے لگے۔ کہ میں دعا کیوں نہیں کرتا۔ لو آج! تہدارے سامنے دعا کرتا ہوں۔ حضرت نے دونوں ہاتسہ اٹھائے اور دعامیں مستفرق ہو گئے۔ عمیب وغریسب دوعا فی کیفیت وانداز تھا۔ فارغ ہوئے توفرہانے لگے۔ عطاء اللہ! اب چند دنوں کی بات رہ گئی ہے۔ تہداری جدوجمد کامیاب ہوگی۔

یہ واقعہ ہے کہ جند دنوں کے بعد لارڈو یول نے برصغیر کی آزادی کا بروگرام دے دیا۔

حضرت رائے پوری لاہور کے اس قیام کے دوران انتقال فرا گئے۔ بیارت سے تناصہ تماکہ آپ کورائے پور وفن کیا جائے۔ گر احباب کے اکثریتی فیصلے سے حضرت رائے پوری کو موضع جماوریاں (سرگودھا) میں الحکے آبا فی قبرستان میں دفن کیا گیا- (اناللّٰہ واناالیہ راجعون) اے کہا: دنیامیں ایسی ستبال

لاہور میں حضرت رائے پوری کی نماز جنازہ ادا ہوئی۔ تو انسانوں کا ایک جم عفیر اس میں شریک تعا- پھر خالعہ کالج فیصل آباد کی گراؤنڈ میں انجھوں فرزندان توحید نے انکی نماز جنازہ مولانا سید ابوالمن علی ندوی کی اقتدا میں اداکی اور حضرت کے جد خاکی کو جہاوریاں (سر گودھا) لیے جایا گیا۔ جہاں ہزاروں سلمانوں نے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اس آتخاب روھانیت، علماء حق کے سرپرست ایام الاولیاء اور صدر مجلس پیشر وران حریت کو سپر دخاک کر دیا۔ (مجمعے جماوریاں تک جانے کی ساوت حاصل رہی)۔ آپ کی وفات کے بعد۔ آپ کے وابستگان طریقت خصوصاً امیر شریعت، شیخ صام الدین، مولانا عزیز الرحم لدھیا نوی اور کافنی احسان احمد شجاعبادی از عدم نموم رہے گئے۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ لوگ بھی ایپ ایک یا سے گئے۔

کماں گیاہ وہ رنگ ممثل کمال گئے وہ لوگ جن کی طاطر ہم ایسوں کے دل کو لگ گئے روگ

یہ تمام بزرگ سلمانان برصغیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور انعام تھے۔ ان کے بعد ان کا کوئی بدل 
پیدا نہ ہوسکا۔ اور نہ مل سکا۔ انسوس! ہماری موجودہ سوسائٹی اور تاریخ ان بزرگان سلعت کے تذکرہ سے خالی ہے۔ اور
کوئی اسید نہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جائے۔ جس قوم اور سوسائٹی کے مورخ بادی تظامنوں کا شکار ہوکر اپنے تلم کا سودا کر
لیں۔ تاریخ اور تاریخ ساز شخصیات کا ویا تندارانہ ریکارڈاگئی نسل تک نہ پہنچائیں۔ وہ ایک ایے جرم کا ادتکاب کرجاتے
ہیں اور کر رہے ہیں۔ جے مستقبل کا مورخ کہمی معاف نہیں کرے گا۔

خدار حمت كنداين ماشقان ياك لمينت را

آئے قرار کیسے ول بے قرار کو ؟ بیکی موت پہ لیل و نہار کو گئوہ ہیں خزال کی بہار کو آئی بیار کو آئی بہار کو ان میں شب بھر نہ سو سکے تارے غم فراق میں شب بھر نہ سو سکے اللہ اللہ کو آٹھ کے دیکھتے ہیں تسری ربگزار کو تیرا سا سوز دل تیرا سا سوز دل آئے قرار کیسے دل بے قرار کو آئی کار کیسے دل بے قرار کو آئی کار کیسے دل بے قرار کیسے دل ہے قرار کیسے دل ہے تیرا سا سوز دل ہے تیرا سا سازل ہے تیرا ہے تیرا

### سكوت خطابت

اے دیو اجل! قاطع برہانِ تمنًا ہے مطلعِ تقریر ہے، دیوانِ تمنًا عنوان غم دل ہے کہ عنوان تنا اٹھا نہ یہاں دیست سے اصان تمثا جب کیوں ہے ذرا عظمت آدم کو صدا دے

ڈوبی ہوئی گئتی کو کنارے سے لگا دے اے جبرِ قصاً! کس کی صدا چین لی تو نے دنیائے خطابت کے مناظر ہوئے سونے صدیوں بہاں ڈھونڈے گی وفا ایسے نمونے پروان چڑھایا جنہیں تابندہ لهو نے شیرینی گفتار سے کردار عیاں تما

تاثیر تلات تھی، طلات کا جہاں تھا اے سیلِ فنا! تجد سے گلہ کس کو نہیں معلوم بھی ہے کون یہ پیوند زمیں ہے کیا تیرے لئے منزل اصاں کمیں ہے؟ اک مون تیری نمالم صد ہیں بہ جیں ہے

لیکن دلِ زندہ کی صدا مر نہیں سکتی تنظیم ممد کی ادا مر نہیں سکتی عصّیِ ممد کا قرینہ دب سکتا نہیں تحبر کی مٹیٰ جی وہ سینہ۔ تها کعبہ اگر دل میں تو آئٹھوں میں مدینہ کیا وقت ڈبونے گا یہاں اس کا سفینہ وہ قلزم توحید کا پیراک رہے گا

بالحل کا گربان یہاں چاک رہے گا

(علامه لطبعث أنور)

## باتیس شاہ جی کی

برصغیر پاک وہند میں جب بھی "شاہ جی" کا لفظ بولاجاتا ہے توسنے والا فوراً سمجہ جاتا ہے کہ اس سے مراد
امیر ضریعت سید عطاء اللہ شاہ بغاری بیں۔ کیونکہ یہ لفظ ان کے لئے متص ہو گیا ہے۔ شاہ جی کے لور بھی کئ
القاب تھے۔ "بابا ڈنڈے والا" "احرار کا بوڑھا جریل" وغیرہ وغیرہ لیکن "شاہ جی" کے لقب نے جوشهرت
پائی وہ کی اور لقب کو حاصل نہ ہو سکی۔ اس برصغیر میں آپ کی شہرت کی کئی وجوہات بیں لیکن سب سے
بڑی وجہ شہرت آپ کی خطابت تھی۔ ہند و پاک کے ہر قریہ اور ہر شہر میں اس خطیب اسلام کی آواز خطابت
گوئی لور چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ ان کی آواز پر مردوں نے اپنی چائیں اور عور توں نے اپنے زیورات
نجاور کر دیئے۔ شاہ جی اپنے وقت میں خطابت کے باوشاہ بگلہ خاتم تھے۔ ماضی مرحوم میں بھی ایسے لوگ خال خال
نجے۔ اور مستقبل میں توامیدیں بی بانجم ہو گئی بیں۔ شاہ جی کی خطابت میں شیر کی گرج اور کسیم سمر کی سبک
خوابی کا بسترین استراج تعا۔

قاری ممدطیب صاحب قاسی قدس سره مهتم دارالعلوم دیوبند نے ایک مرتبر شاہ جی کی خطابت کے بارہ میں کرمایا تعا-

"ان کامشور زبانہ وصعت جس میں وہ بے مثال تھے۔ خطابت تعا- ان کی خطابت جاذبیت کا ایک جادو تھی۔ جس میں بے بناہ کشش تھی۔ ہزاروں انسا نوں کا مجمع جو تامد نظر پسیلا ہوا اور ان کی تقریر کی مسلسل زنجیر میں جکڑا ہوا مموس ہوتا تعا۔ جس میں کسی کا اکتا کر اشہ جانا تو کیا معنی کوئی ابنی جگہ سے بل بھی نہیں سکتا تعا- ان کی تقریرا سے جگڑ کر باندھ لیتی تھی اور کیا مجال کہ کوئی شخص بونی توجہ کو مبی ان سے ہٹا سکے۔"

" یہ کشش ممض الفاظ کی نہ تھی۔ اور الفاظ ممض میں یہ جاذبیت ہو بھی نہیں سکتی جب یک کہ الفاظ میں الفاظ میں معنویت نہیں معنویت نہیں مرفت نہ ہو۔
کھری معنویت بھی کشش کے اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک کہ اس میں ممبت نہ ہو۔ اس کئے میں کہر سکتا ہوں کہ سید عظاء اللہ شاہ بخاری ہے مثال خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب معنویت صاحب معرفت اور صاحب عشق و ممبت تھے۔ بالفاظ دیگر وہ ممن انسان نہ تھے بلکہ صاحب دل انسان تھے۔ ممبت نبوی ال کے دل کے دل محرک و بھی سماتی ہوتی کا کھول کے دل انسان تھے۔ ممبت نبوی ال کے دل کے دلوں کی خطابت کا جشمہ ابلتا تھا۔ جس میں دوسروں کے دلوں کی رگ و بے میں سما جانے کی خصوصیت ہوتی تھی۔"
تھی۔"

ایک خطیب کے لئے فیمن ہونا ہمی ضروری ہے۔ جنانی قدرت نے شاہ جی کو ذبانت میں ہمی حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ مجموثے مجموثے فترے جمال شاہ جی کی طباعی اور ذبانت کی خماری کرتے تھے۔ وہال وہ بست سی حقیقتوں اور صداقتوں کو ہمی اجا گر کرتے اور ایک فیم السان اس مجوثے سے فقرے سے ہی مسئلہ کی گھرائی اور گیرائی کو سمجہ جاتا۔ ان سطور میں شاہ جی کے ان شہ پاروں کو پیش کر ۔ کی جہارت کر رہا ہوں جی میں انسوں نے بڑی برا محصے ہیں انسوں نے بڑی بڑی حقیقتوں کو چند لفظوں اور جملوں میں بیان کر دیا ہے۔ ن میں بعض وہ مجابدانہ جملے بھی ہیں جو تیرگی سے الجھتے اور ستاروں سے تھیلتے ہیں۔ جن میں کچھ داستان حرم کے گئے ۔ اور کچھ نفمہ حق کی تے نوازی کے فقرات ہیں۔

جیل خانے کی آبرو

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں دنیا میں ایک جیز سے محبت کرتا ہوں اور وہ ہے قرآن - اور مجھے صرف ایک ایک مرتبہ فرمایا کہ میں دنیا میں ایک جیز سے محبت کرتا ہوں اور ما بدوں نے میر سے ان دو جد بوں مور مثابدوں نے میر سے ان دو جد بوں میں بلاکی شدت اور حرارت بیدا کر دی ہے - محبت اور نفرت کے یہ دوزاویے ایے ہیں کہ جن دماخوں میں اٹھا سودا ہوان کے لئے بابہ فیر ہندوستان میں جیل خانہ زندگی کے سفر کا ایک ایسا موڈ ہے - جماں کہی طلب کے خیال سے رکنا براتا ہے کہی فرض کی کشاکش لے آتی ہے اور کہی جسبوقے منزل کا تقاضا بہنجا دیتا ہے ۔ یہ معروح کی ہوتی ہے - اور

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

کیکن ۲۱ می تو یک ظافت کے زنانہ قید طلب پر طور کرتا ہوں تو نگاہوں میں ایک تصویر سی تھنج جاتی ہے۔ سیا نوالی دخسٹر کٹ جیل سی احباب کی ایک یا دگار بزم، سب اہل ذوق، اہل نظر، اہل دل اور اہل علم جمع تھے۔ مولانا احمد سعید دبلوی حدیث بڑھایا کرتے۔ عبد الممید سالک در بارا کبری کا سبق دیتے، مولوی لقاء اللہ کی نبی تلی باتیں گفتگو میں رس پیدا کرتی ہے۔ صوفی اقبال پانی بتی کے "اشتخا" خدا کی بناہ! عبداللہ چودی والے کی محملت تو بعولوں کے تئے بچہ جاتے۔ جی خوش کرنے کی محملت تو بعولوں کے تئے بچہ جاتے۔ جی خوش کرنے کے کئے ساعروں کا استمام ہوتا۔ کبھی سائک صدر ہوتا کہی آصف اور کبی

قرعه فال بنام من ديوا نه زدند

اختر علی خال نے ایک دفعہ معرکہ کی غزل سنائی۔ سب لوٹ پوٹ ہوگئے۔ میرا ماتھا ٹھٹا کچھ یاد سا آگیا۔ میں نے اختر سے کہا۔ میاں مقطع کھو۔ وہ کی قدر جمنیا میں سے کھا تو لو پھر مجھ سے سنو مقطع تھا۔ جو ہے گئی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو امیر مجد جانع میں آج امام نہیں

(اسیرینائی)

تىين چىيزول پرايمان

شاہ جی اکثر فرایا کرتے تھے۔ "خداکی عبادت، رسول کی اطاعت اور انگریز سے بناوت یہ میرا ایمان سے اور انگریز مفضوب خداکوجوجی جا ہے اور رہ کا مناور سے گا۔ خدامعبود ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبوب اور انگریز مفضوب خداکوجوجی جا ہے کمواس کا محاسب وہ خود کرے گا۔ مگر محمد شائل علی ہے متعلق سوچ لینا بیر معاملہ عمل وخرد کا نہیں ہے یہ عش کا

ہے۔ عشق پر دور نہیں ہوتا نہ اپنے پر افتیار۔ یہ نہیں سوجا جائے گا کہ قانون کیا کھتا ہے۔ پھر جو ہونا ہو گا ہو جائے گالور جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

#### باخدا دیوانه باش و باممد موشیار

مرف قرآن کی ضرورت

شاہ می فرایا گرتے تھے کہ میں قرآن مجید کے علاہ کوئی دو سری کتاب پڑھنے کی ضرورت محموس نہیں کتاب پڑھنے کی ضرورت محموس نہیں کتاب دو۔ جو مجھ ہے قرآن و سنت میں ہا اور جو مجھ اس کے باہر ہے وہ باطل ہے اور ایک باطل شے کے مطالعہ کے لئے میرے باس وقت نہیں ہے۔ اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دو سری کتابوں کی طرف گاہ کر کتا ہے تو میں کتی ہے تو میں کیوں نہ دو سری کتابوں سے روگردانی کر کے لئی تمام تر توجہ قرآن پر مرکز کروں۔ میں تو قرآن کا مسلخ ہوں۔ میری باتوں میں اگر تاثیر ہے تو وہ صرف قرآن کی وجہ سے ہے۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کو دے اے آگ لگا دوں۔

قرآن کی بلاغت

أيك موقع پر فرمايا-

"الله كى كتاب كى بلاهت كے صدقے جائيں۔ خود بولتی ہے كہ میں محمد پر اتاری گئی ہوں۔ با بواس كی مسین ند كھایا كو اس كو بڑھا ہا كہ میں نہ كھایا كو اس كو بڑھا كو اس كو بڑھا كو استادہ عد شهيد اور شاہ استعمال شهيد كی طرح نہ سی - اقبال كی طرح ہی بڑھا لیا كو دوسا كر ماسا نہ ميں استادہ كو دائش پر ہلد بول دیا پھر اس نے تو ہم ن كو دوسا كر بڑھا تو مغرب كی دائش پر ہلد بول دیا پھر اس نے تو ہم ن كر برائے كے كہ سدے"

گر توی خوای سلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

منكرين بشريت

ایک موقع پرمنگرین بشریت کوجواب دیتے ہوئے ذمایا۔

" بعا فی لوگو! آپ کے کبو روں کی بھی نسل ہواور بٹیروں کی بھی لیکن ہم ایک سید ایسے ہیں کہ جن کی نسل نہیں۔ حضور صلی انڈ علیہ وسلم کو تم بشر نہیں مانتے توہم کس کی اولاد ہوئے "

مدح صحاكبٌ

جن دنوں مدح صابہ اور تبرا ابھی میشن (کھنؤ) کا زور تما تو شاہ جی نے دبلی وروازہ کے باہر ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب قریا یہ اور گرجدار آواز میں فربایا۔ قدح صحابہ کرنے والو! خدا سے ڈرو۔ اتنے میں دور سے آواز آئی۔ شاہ جی خدا کا خوف کرو۔ سید ہو کر طافت کے خاصبوں (معاذ اللہ) کی مدح کرتے ہو۔ بس اس جملے سے شاہ جی جلال میں آگئے جمرہ متما اشا۔ پعر بلند آواز میں فربایا۔ میں علی کا بیٹا ہوں اور صدیق میں اس عثمان کی مدح کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ تم کون ہو؟ بائے وہ لوگ جنسیں رسول کے بہلو میں جگہ

لی ہو تم انہیں گائی دیتے ہو۔ طالمو حشر کے دن اکا کو کیا جواب دو گے؟ پھراس کے بعد صحابہ کے فصائل پروہ تقریر کی کہ کا ننات ہمہ تن گوش ہو گئی اور صرف بناری کے قلندرانہ الفاظ ہی سنائی دیتے تھے۔

ازواج مطهرات اورابل بيت

ا 190سم منظفر علی منتمی جیل سے منیر انکوا کری کھیٹی میں بیان دینے کے لئے آئے۔ بیان دے کر جب واپس گئے تو خام کے اس کے سے ان دے کر جب واپس گئے تو شاہ جی نے پوچا شمی ! کیا کیا صوالات ہوئے۔ شمی نے ایک موال یہ ہم سے پوچھا گیا کہ کم ایک کیا تم اور کیا تم میں مناز کیا تم سے اور کیا تم سے کہا کہ میں نے جواب دیا کہ ہم ان کواہل بیت میں شمار نہیں کرتے یہ منا تماک کو تا کہ اور فرایا۔

اہلِ گھٹن کے لئے بابِ گھٹن بند ہے اس قدر کم ظرف کوئی باعبال دیکھا نہیں

سيده خديجه اور سيده عا ئشه

ایک دفعه غالباً مظفر علی شمی می فے دریافت کیا که خدید اور عائد میں کیا فرق ب

ناه جی سنے فرمایا۔

" ضد مجد کا ثمات محمد بن عبداللہ سے ہوا اور عائشہ کی شادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجہ بنیں اور یہ نبوت کی زوجہ بنیں "۔

قبور کی زیارت

ا کیٹ مرتبہ درگاہ امام ناصر (جالند هر) کے جلسہ میں کسی نے اس وقت کا اختلافی مسئلہ جیسیڑ دیا۔ تغالغوں نے شاہ ہی کے بارہ میں مشہور کر رکھا تھا کہ وہا بی ہیں۔ جانجہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کا دیپیوت قبور کے۔ بارہ میں کیا خیال ہے؟ شاہ جی نے فرمایا!

"اپنے اپنے ظرف اور ذہن کی بات ہے۔ مجھ لوگ انگور نعمت خداوندی سمجھ کر کھاتے ہیں۔ مجھ اس میں مسراب نکالتے اور عقل کی بازی بدلتے ہیں۔ میں بھی مزار کی زیارت کر کے آیا ہوں اور تم بھی کرتے ہو۔ میں خداکے فعنل سے مجھ لے کر آیا ہوں اور تم ایمان میں سے مجھ دے کر آئے ہو"۔

سبواپنا اپنا ہے جام اپنا پنا

### قوم کی نفسیات

شاہ جی عام طور پر فرما یا کرتے تھے۔ میں نصف صدی اس ملک کے چپہ چپہ پر پھر اہوں۔ میری قوم کی نفسیات یہ ہے کہ یہ ڈنڈے والے کے آگے اور دولت والے کے جیمے میا گتی ہے۔

اذھان یورپ کے لطف و کرم کا نتیجہ

ایک مرتبه علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

" میں یو پی کی سرزین میں بہنپا تو میں نے اکثر لوگ ایسے دیکھے جو کالی اجکن اور سفید پاجا سے وسیم ہوئے سے مگر سروں پر انگریزی ٹوپی (ہیٹ) اور گلوں میں نکٹائیاں لٹک رہی تعیں۔ تو میری سمجہ میں نہیں آرہا تھا کہ میں خاصب یورپ کی سرزمین پر پھر رہا ہوں یا کہ علای کی زنجیروں سے گلو علاصی کرنے والوں کی سرزمین میں آیا ہوں۔ تو یکا یک میرے ذہن نے میری یاوری کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے جہم تو آزادی کے پرستاروں میں بیٹے ہیں لیکن اذہان یورپ کے لطعت و کم کا نتیجہ ہیں"

روس کی کتیا

شاہ می چند احباب میں بیٹے ہوئے تم موضوع سن تما طلائی سائنس کی ترقی- ایک دوست نے کھا-"شاہ می اسنا ہے کدروس کی کتیاوایس آگئی ہے- شاہ می نے فرمایا- بعانی مشکر کرو کہ تہاری عزت و ناموس رہ گئی ورنہ اوپروالی محلوق کویس محمان ہوتا کہ نیچے ایس ہی محلوق بتی ہے-"

> میرے دل نے غلطی نہیں کی ایک موقع پر ذبایا کہ

"میں ان لوگوں میں نہیں جوانانی صمیر کی سوواگری کرتے ہیں۔ اس شخص کو دهوپ جاول کی اولاد سمعتا ہوں جو قوم کو ہیجتا پھرتا ہے۔ ملک سے غداری کرتا ہے اور جس منڈیا ہیں کھتا ہے اس میں چمید کرتا ہے۔ میں نے صرف ایک اللہ کے سامنے جھنا سیکھا ہے۔ میں ان لوگوں کا وارث نہیں جنوں نے درباروں کی دہلیزیں جافی ہیں۔ میں ان کا وارث ہوں جوشہادرت کے رستہ میں سروں کو متعملی پر لئے پھرتے میں۔"

> قول کا نہیں عمل کا آدمی ایک موقع گفتگو پر فرایا!

"میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ صدا دیتے ہمریں کہ میں توشہ وفاداری گئے ہمرتا ہوں۔ میری انگلی کر کر کہ نہیں ساتھ کے چواور جس متحل میں جاہو ہم فرخ کر دو۔ میں خوش ہوں۔ میری خوش ہے کراں ہے کہ اس ملک سے انگریز نکل گیا۔ میں دنیا کے کس حصہ میں بھی سامراج کو دیکھ نہیں سکتا۔ میں اس کو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجتا ہوں۔"

"تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نه دو- میری رائے بار گئی- اس کھانی کویسیں ختم کر دو- اب

پاکستان نے جب بھی پکارا۔ واللہ! باللہ! بین اس کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے جتنا کو کی اور دعویٰ کر کتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔ اس طرف کس نے آئکد اشائی تووہ بصور دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اللہ بین نہ اپنی جان عزیز جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اللہ بین نہ اپنی جان عزیز سمجھتا ہوں اور نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تہارا تھا اب بھی تہارا ہے۔ "

انگریز کی فطہ ت ایک موقع پر فرمایا:

"انگریز کی فطرت کا خمیر سانب کے زہر سے اشایا گیا ہے۔ اور اپنی غذا کے لئے اسے انسانی خون کی جو ماٹ پرسی ہوئی ہے

ہندوؤل کا خدا

شاہ جی اکثر فرما یا کرتے تھے کہ۔

"ہندو قوم مسلمانوں کا کیامقابلہ کرے گی جس کاخدا (گائے)مسلمانوں کی غذا ہے"

قادیا نیول کو خطاب

ا کیک دفعه شاہ جی نے قادیا نیول کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے قاویا نیو! اگر نیا نبی مانے بغیر تہارا گزارا نہیں ہو مکتا اور اس کے بغیر تم جی نہیں گئے تو ہمارے مسٹر جناح ہی کو نبی مان لو- ارے مرو تو تعا- جس بات پر ڈھا کوہ کی طرح ڈٹ گیا- آہوں کے بادل اشے، اشکوں کی گھٹا جائی، خون کی ندیاں بھر گئی- لاشوں کے انبارلگ گئے- گرکوئی چیز مسٹر جناح کے عزم کو نہلامکی- اس نے تاریخ کے اوراق کو پلٹ دیا اور ملک کے جزائیہ کو بدل کر رکو دیا- ارے تماری نبوت کو بھی سٹ بٹ کر گئر دول ہے کہ دموں میں تمام عمر گزار دی گراگریز کی نوکری نہیں کی میکوست سے خطاب نہیں یا۔ انگریزوں سے کوئی تمنا وابست نہیں کی۔ اور ایک تمارا نبی ہے کہ حضور گور نمنٹ کے آگے طاب نہیں کی۔ اور ایک تمارا نبی ہے کہ حضور گور نمنٹ کے آگے طاب نہیں درخواستیں کرتے کیاس الدریاں سیاہ کرڈالیں"

#### جماعت کا بت

ایک مرتبہ شاہ جی دفتر احرار دہلی دروازہ الاہور میں تشریعت فرما تھے۔ کئی اور احباب بھی بیٹے ہوئے تھے۔ شاہ جی کے سامے اخبار آیا جس کی شر سرخی تھی کہ "حکوست نے مجلس احرار پر پابندی لگا دی" یہ سرخی پڑھ کرشاہ جی فرہانے لگی۔

"لوایہ میں ایک بت ٹوٹا" ہمر حاضرین کو مخاطب کر کے ذبانے لگے کہ جماعت کسی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ ہمر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جماعت خود مقصد بن جاتی ہے۔ اس وقت جماعت ایک بت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ کیونکہ ہمر جائز و ناجا ئز طریق سے آدمی اس جماعت کا دفاع کرتارہتا ہے اور بت کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز آپ کواٹلہ تک پیچنے سے روکتی ہے وہ بت ہے۔

سیاسی بصیرت

شاہ می ایک درویش طبع انسان تھے۔ لیکن سیاست میں ہمی انہیں ایک خاص بصیرت عطا ہوئی تھی۔ وہ " کلندر سرمیے گوید دیدہ گوید" کے مصداق تھے۔ آپ کی وہ تقریر جوانہوں نے ۲۲ ایریل ۱۹۴۷، کواردو پارک دہلی میں قریباً پانچ لاکھ کے اجتماع میں کی- ان کی سیاس بھسپرت کا سنہ بولتا نبوت ہے- آپ نے اپنے منصوص انداز میں تقریر کرتے ہوئے فریایا۔

"اس وقت آئینی اور غیر آئینی و نیامیں یہ بمث جل رہی ہے کہ آیا ہندوستان میں ہندو اکثریت کو ملم اقلیت سے جدا کر کے برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے؟ قطع نظرای کے کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ مجھے پاکستان بن جانے کا اتنابی یقین ہےجتنا کہ اس بات پر کہ صبح کوسورج مشرق سے مللوع ہوگا۔ لیکن یہ وہ پاکستان نہیں سے گا جو دس کروڑ مسلما نان ہند کے دہبوں میں موجود ہے اور جس کے لئے آپ بڑے

ظوص سے کوشاں بیں۔ ان مخلص نوجوا نوں کو کیامعلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے ولا ہے۔ "

" بات مِمَكُوب كي نهيل سمِعنے اور سمِعانے كى ب- ليكن تركب ياكستان كى قيادت كرنے والوں كے **تول و فعل میں بلاکا تصاد اور بنیادی فرق ہے۔ اگر مجھے کوئی اس بات کا یقین دلائے کہ کل کو ہندوستان کے** کسی قصبہ کی گلی میں یا شہر کے کسی کو پہ میں حکومت المب کا قبام اور شمریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب كعبركى قسم إين آج بي إيناسب كير جود كراب كاساتردين كوتيار بول"

''لیکن یہ بات میری سمجہ سے بالاتر ہے کہ جولوگ اپنی اڑھا ئی من کی لاش اور چیدفٹ قدیر اسلامی قوانین نافذ نہیں کرسکتے جن کا اٹمنا بیٹمنا، جن کاسونا، جن کا جاگنا، جن کی وضع قطع، جن کار بن سہن، بول جال، زبان وتہذیب، کھانا پینا، اور لباس و همیره غرض کہ کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہ مرووہ دس کروڑ کی انسانی آبادی کے ایک قطعہ زمین پر اسلامی توانین کس طرح نافذ کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب کھانے کے

"ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے یا کتان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہے گا۔ اسے محرور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اس تقسیم کی بدولت آپ کے درباؤں کا پانی روک لے گا۔ آپکی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ کی یہ حالت ہو گی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغر بی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی سی مدو کرنے سے قاصر ہو گا- اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہو گی اور یہ خاندان رہینداروں، صنعت کاروں اور سمرہا بہ داروں کے خاندان ہوں گئے۔ امیر دن بدن امیر ترموتا جلاحائے گالور غریب غریب تر۔۔۔"

بونا پیونات ما میر کرد به بازد بازد بازد کرد از کائد اعظم مصنّفه منشی عبدالرطمن ملتان) (روزنامه الجمعیت و بی ۴۶ پریل ۴۶، بیوالد کردار کائد اعظم مصنّفه منشی عبدالرطمن ملتان) شاه جی کی به چند باتیس تغییر جو قارئین کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ وگرنه ایمی زبان کا ایک ایک بول ایک انمول مرقی تعا- اور ایسا کیوں نہ ہوتا جس شخص نے ابو حذینہ و قت حضرت مفتی محمد حسن صاحب قد س مرہ طیغہ ارشد علیم الاست تما نوی کے سامنے زا نوئے تلمد مطے کیا جواور شیخ العصر، غاتم الحدثین علامہ ا فور شاہ کشمیری کے جبرہ سے علم کشید کیا ہواں کے منہ سے اپنی باتیں همیر ستوقع بھی نہیں۔

### نه كريك گى كېمى موت پائمال أسے

ريا! ہر ایک ين کم نصيب و تابشِ عليل اس کی صدق بیانی وه اس کا صدق و ظُوص غابر مقال اک ڈرا بے لازوال اُسے بخشا נננ

قادى ظهورجيم (ضلع رهيميا دخاك)

# شاه جی، ایک متحرک شخصیت

فافح باد بہاری کے جدح جاتے ہیں پسول تو پسؤل ہیں کانٹے میں تکمر جاتے ہیں

ہم کہ سکتے ہیں کہ امیر شریعت کے بیان و تقریر میں تا ٹر کاسبب ان کاروعانی ٹز کیے بھی تھا کیونکہ انہوں نے منفوان شباب میں سلوک وطریقت کی کئی مسزلیں طے کی تعیں۔ اور سرز نش نفس کے لئے دو دو سال تک متوا تردوزے رکھے۔ چھے چھے گھنٹے میں تر آن مجید ختم کیا۔ شب زندہ داری کا یہ عالم تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے میں نے ستاروں سے بازی نگا وی تو انہیں ہرا ویا۔ جب ریاضت طبیعت پر غالب آجائے تو میر زبان کارس سر آخرینی کا کام کرتا ہے۔زمین کی وسعتیں اس کے آگے سٹ کررہ جاتی ہیں اور فعنا پر اس کی حکمرانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ہم نے بارہا مموس کیا کہ جب امیر فریعت کی خطابت زور پر آتی توزییں اور آسمان کے درمیان سکوت کا عالم طاری ہوجاتا اور کا نئات کا ذرہ درہ جمومتا نظر آنے لگتا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریز نے ہندوستان پر رواٹ ایکٹ رائج کیا توملک میں گفرت و عصہ کی آگ بھڑی اشمی امر تسر میں جلیا نوالہ باغ کا واقعه مزيد همين و همنب كاسبب بنا- مسلما نول ميں تركيك خلافت فے سر اشايا- ظلم و تشدد كے خلاف احتجاج کی بنیاد ڈالی گئی- مولانا داؤد غزنوی نے اس موقعہ بر نہایت جمارت سے کام لیا اور انگریز کے علاف سر دمڑکی بازی گا دی- اس اشام میں مولانا داود غزنوی نے اسیر شریعت کو اپنا ہم خیال بنا کر آبادہ احتہاج کیا۔ یمال لمبیعت پہلے بی سے معرکہ حق و بالل کے لئے تیار تھی۔ فوراً سیاسی خلیب کی حیثیت سے میدان عمل میں آگئے۔ ہندوستان کا چبہ چیہ جیاں مارا اور انگریز کے خلاف ایسی مدلل اور ولولہ انگیز تقاریر کئیں کہ ظالم کے ایوان استبدادیں درائیں پڑنے لگیں۔ آپ نے عرعریز کا ہر لوراستلاص وطن کے لئے وقف کھویا۔ اُن کا ایک جملہ ہمیشراحباب کے درمیان محمومتارہا ہے۔ وہ زندگی کی تقسیم پر فرما یا کرتے تھے۔ " محمد ریل میں کٹ گئی اور محمد حیل میں کٹ گئی"

عقیدہ کے لحاظ سے امیر ضریعت حنفی سلک کے تقے۔ وارالعلوم ویو بند کے اسلاف سے انہیں والهانہ عقیدت تھی ، تو کشر وہائی تقے اور نہ رسلیلے کے بند میں میں بند کو کشر وہائی تقے اور نہ رسلیلے کے بند میں بند کرگوں سے انہیں قلبی ربط تھا۔ قدوۃ السالکین حضرت مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ گواڑہ شریعت سے بیدت تھے۔ ان کے وصال کے بعد اپنی دومائی لد توں کو بر قرار رکھنے کے لئے حصرت شیخ عبدالقاور رائے پدری رحمہ اللہ علیہ سے بیعت کرئی۔ اس طرح سے امیر ضریعت کی زندگی دوکائل بزرگوں کے درمیان بسر ہونے لگئ۔ اور یہ محمد وینا بھی بے مانہ ہوگا کہ امیر شریعت کی زندگی محمومہ اصداد تھی۔ لنگوں میں ملنگ خطیبوں میں خطیب عالم درویشوں میں درویش اور سیاست دانوں میں خصب کے سیاست دان ۔ ان کی ممثل میں جب بھی کی کو بیٹھنے کی سادت کی تو وہ پکار اضتا

پر تو سنت نه کنجد در زبین و آسمال اندرون خانه حیرانم که چول جا کردهٔ

ممفل کو ہمیشہ کشت زعزان بنا دیتے۔ متحدین اساتدہ کا کلام از بر تھا۔ فارس عربی اور اردو کے اشعار اس سلیقہ سے اداکر نے کہ جابل انسان بھی منہ موم معنی پانے میں وقت محموس نہ کرتا۔ اور ہم طرح کے طباق کو لطف اشانے کا موقع بتا۔ ان کی ممفل میں امیر و غریب کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جاتا۔ اور ہم ایک یہ خیال لے کراشتا کہ امیر خبر بعت میر ہے ہیں گویا وہاں فلوم و محبت کے ایسے گلد سنے تیار کئے گئے تیے کہ جن کی مہک اور خوشبو سے ہم طبقہ کے لوگ فیض یاب ہوتے۔ امیر ضریعت حزن و یاس کے عالم میں بھی ہمیشہ خدہ پیشانی سے رہے۔ اور ہم مصیبت کو اس طرح لیسک مہا کہ شاید ان کی آغوش میں آگر پیغام مسرت ورحمت بن گئی ہے۔ ان کا اگر کوئی کمزور پہلو تلاش کیا جائے تواس کے موااور کوئی نہیں کہ وہ حن مسرت ورحمت میں کائنات کی جب ان کا اگر کوئی کمزور پہلو تلاش کیا جائے تواس کے موااور کوئی نہیں کہ وہ حن کے فریفتہ تھے۔ حن کائنات کی جب چیز میں بھی انہیں نظر آتاوہ اس پر وارفتہ ہوجائے۔

ناصح کو بلاہ سیرا ایمان سنبے ہے ہمر دیکھ لیا اس نے ممبت کی نظر سے

امیر شریعت کوئد برفی القرآن کا ملکه ازل ہی ہے دویعت ہوا تھا۔ زندگی بعر مسائل مختلفہ پر قرآن مجید کی آیستیں تلاش کرتے رہے۔ اور اس کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آئمہ کبار کے حالات جمع کرنے میں گئے رہے۔

لطیفہ بازی اور برجستہ گوئی میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا۔ جب خطابت کی سر آوینیوں کا جادہ دکھاتے تو جم غفیر کو آہ و بکا، نالہ و فریاد پر ممبور کر دیتے او رہمر اسی لیمے میں ظرافت کے ایسے بھول بھیر دیتے کہ تمام کا تمام مجمع بنسی سے لوٹ بوٹ موجواتا۔

ہر علاقہ کی زبان پر انہیں تصرف و تخر تا۔ اور ہر علاقہ کے اظلق وعادات سے بھی مجماحۃ واقعت تھے۔
جاں گئے نوگوں نے آئیمیں بچا دیں۔ لیکن اپنے دادا جان اور والدہ اجدہ کی سنت کے مطابق ہے انہا بے
نیاز تھے کی سے کوئی چیز لینے کے روادار نہ تھے۔ البتہ اپنے تخلصین کے تفحے قبول فرما تے تھے۔ سادگی کا یہ
مال تما کہ بعقل ختر آدآباذی۔ شخریب خانہ پر قدم ر نج فرمایا۔ گھر میں رو تی افروز ہوئے تو ہر کی کی مزاج پر سی
فرائی۔ میری بیوی نے عرض کیا اباجان کھانا تیار ہے۔ یہاں تناول فرمائیں گے یا دیر پر۔ فرمایا بیٹی تہارے
پاس چائی پر بیٹھ جاتا ہوں۔ یہیں بیٹھ کھالوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ بین الاقوامی شہرت کا وہ خطیب جو ہر
انسان کے بال تعلقت آمیزیاں فرما ہا ہو کہ جس کی مثال آج واحوندہ سے بھی نہیں مل سکتی۔ میری بچی عطیہ
بول ان دفول کوئی سال وو سال کی ہوگی۔ آپ کے سامنے کھیل رہی تھی۔ اسے اٹھا کو گود میں بشالیا۔ میں
نے عرض کیا حضرت اس نے اگر پیشاب کر دیا تو آپ کو زحمت ہوگی۔ فرمایا با بو تہیں ان کی عظمت کا اور

الرحمٰن سولنگی آپ کا مرید تعا- زندگی کی ۱۹ویں بہار دیکھ دبا تعا کہ داعی اجل کولبیک تجا اسیر شریعت پہلے ہی سے اس کی علامت بیہم کا علم رکھتے تھے۔ میں نے اس کے انتقال کی اطلاع کی تو بہت زیادہ مزون خاطر ہوئے اور جواب میں صرف بہ شعر ککھ دیا

> گر پیر نودسالہ بمیرد عجبے نیت ایں ماتم سنت است کہ گویند جوال مرد

پعر ملقات پر مجیدایے انداز میں اظہار تعزیت فربا یا کہ جاتا ہوا صبر پعر لوٹ آیا گالدیب یہ محنا پڑے گا کہ امیر شریعت رحمت اللہ علیہ کی ذات میں انسانیت کا احترام اور دوستوں، عزیزوں کی بریشانیوں کا دکھ درو بدرجراتم تعا- وہ جب بھی کمی کو آزردہ خاطر دیکھتے تومضطرب ہوجائے۔ اس معالمہ میں ان کا یہ نظریہ تعا-

صدیوں کی جان درد کا قالب دیا مجھے جو کچھ دیا کی نے مناسب دیا مجھے

مالات کے خاکے بتلاتے ہیں کہ امیر شریعت کے نظریات میں بنتگی اور اصول کی پامداری کا لحاظ نہایت ضروری تعا- ان کے سلسلہ مؤدت وارادت میں جو ہمی ایک دفعہ بنسلک ہو گیا وہ عمر ہمر کے لئے ان کا کا کا کہ ہو گیا۔ حتی کہ ایسے لوگ ہمی امیر ضریعت سے وا بستہ رہے ہیں جنسی ان سے سیاسی اختلاف تھا۔ گر تعلقات میں کبھی کوئی فرق نہ آنے پایا۔ یہ اس لئے کہ وہ ایک مومن کا ایمان اور مسلمان کا اطلق رکھتے تھے۔ ان کا ول میں کبھی کوئی فرق نہ آنے پایا۔ یہ اس لئے کہ وہ ایک مومن کا ایمان اور مسلمان کا اطلق رکھتے تھے۔ ان کا ول ہر طرح کی گرد کدورت سے صاف تھا۔ علامہ اقبال مرحوم سے دلی تعلق پیدا ہوا تو ہمیشہ اس کے احترام کا خیال رکھا۔ جب کبھی ان کے ہاں جاتے تورازہ نیاز کی باتیں ہوتیں ان کی سنتے اور اپنی سناتے۔ وہ کوئی تازہ نظم سناتے تو حضرت امیر ضریعت داد دیتے۔

بڑی ہمتیوں کے بارے میں ان کی رائے اٹل ہوتی گاندھی جی کوسیاست کا جہاتما یا نے۔ پندٹ موتی للل اور سی آر داس کو بکا نیشلٹ بالویہ جی اور ولبیہ مبائی پٹیل کو کمٹر ہندو، مولانا آراد کو علم کا بحر بیکراں، جواہر للل نہرو کو ایک سیاسی انسان، مولانا حسین احمد ید فی رحمتہ اللہ علیہ کو تھوٹی وطہارت کا مجمعیۃ، مولانا مغتی کفآیت اللہ کو وقت کا ابو حنیفہ مجمعیۃ تھے۔

شاہ اسماعیل شید رحمتہ اللہ کو براکھنے والوں کے متعلق فریاتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت علا فریائے اتکہ وہ شاہ اسماعیل شید کے مقام کو بیچان سکیں۔

ماہ وہ شاہ اسماعیل شید کے مقام کو بیچان سکیں۔

حضرت امیر ضریعت سے اس ادادے کے ساتھ لینے گئے کہ اسماعیل شید اور تھویتہ الایمان کے بارے میں ان سے استغمار کیا جائے۔ چنانچ جب امیر ضریعت کے بال جہنے تو آپ نے حب معمول مزاج برسی فریا تی۔ صاحبزادہ طاہر محمود صاحب سے نبایت ہی ممبت سے بیش آئے تھا۔

بیش آئے اور فریاتے رہے کہ آپ خواج خلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑوی کی کسل سے بین اس کئے مجم بر احترام کرنا واجب ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شید کے بارے میں بات چراگئی تو الماری کی طرف اشارہ کو فریایا اس سے کتاب منصب اماست کھال لاہ کتاب لائی گئی آپ نے اس کی وہ عبارت بڑھ کر سائی جو

انبیاء نوع دیگراند کے الفاظ سے ضروع ہوتی ہے۔ ہم فربایا۔ صاحبزادہ صاحب منصب لاست کی زبان سے صاحب معلی ہوئی ہے۔ اس سلامی کی خبارت شاہ استعمل شدید کے قلم کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منصب الماست اور تقویتہ الایمان کی زبان میں بیان وانداز کا تصاد ہے۔ حضرت امیر ضریعت کے اس نظریہ نے صاحبزادہ موصوف کے دل میں ایساگھر کیا کہوہ آئے تک شاہ استعمل شدید کے بارے میں رطب اللسان ہیں اور حضرت بخاری کے درح خوال۔

اسلام پور تمصیل لیاقت پور میں اہل سنت و شبعہ حضرات کی ہمیشہ سے مذہبی چپقلش ری تھی۔ جانبین ﴿ سے مناظرہ مباحثہ اور مجادلہ کی سال برسال تیاری ہوتی رہتی۔ جلسہ منعقد ہوتا تو دو نوں طرف کے علماء اپنے اپنے پنڈال میں ایک دوسرے کی تردید کرتے اور زور خطابت سے اپنے دعوی کو سیا دیکھانے کی کوش کرتے۔ حضرت امير فريعت إلى منت كے جلب بين تشريف لائے تو ستطمين جلسه سے كماميان اس طرح سے كوئى معالمہ طے نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی پر حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ بلکہ صند اور مخالفت کوراہ ملتی ہے۔ آپ کی تھریر کے و قت کا اعلان ہوا توسنی اور شیعہ دو نول جلسہ گاہ میں آموجود ہوئے۔ شاہ جی نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔ میں جنگ لڑنے نہیں آیا اور نہ ہی مناظرہ و مباحثہ کا قائل ہوں۔ میں بربان و دلائل کے رور سے کسی کو کوئی بات منوانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ شیعہ حضوات سے صرف اتنا کھوں گا کہ وہ جار آدمی ابنی طرف ہے ایسے تیار کریں جوصالح فطرت ہوں۔ میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کو تیار ہوں۔ وہاں مسرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستان مقدس بر عرض کیا جائے گا کہ حضور اصحاب ٹلاٹر کے بارے میں لبنی رائے کا اظہار فرما دیں۔ اگر حضور نے جواباً فرمایا کہ بہ میرے ہیں تو پیمر تمہیں بھی ان پر ایمان لانا پڑے گا۔ اور اگر حصور نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا تو بھر میں تہارا ہی عقیدہ و مسلک اختیار کر لوں گا- حضرت امیر شریعت کا بیر فرمانا تھا کہ جلسہ گاہ کی فصا اللہ اکبر کے فلک شکاف نعروں سے گونج اٹھی اور اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ پیر کہمی مناظرانہ انداز میں وہاں پر جلیے و جلوس منعقد نہ ہوئے۔ حضرت امیر فجریفیت رحمتہ اللہ علیہ کی اس تقریر نے ان کے عقیدہ کو بھی صاف کر ویا جو کہ بعض لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہا تھا شاہ مجی حیات انبیاء کے قائل تھے یا نہیں بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ جن لوگوں کواسلاف دیون کے گھرا اور قریب کا واسطہ ے وہ حیات انبیاہ کے منکر ہوی نہیں مکتے۔ کیونکہ علمانے دیو بند کا ہر فرد گرای حیات انبیاہ کا قائل ہے اور یہ عقیدہ حضرات دیو بند کے نزدیک اصول کی حیثیت احتیار کر گیا ہے۔ مولانا ممد قاسم نانوتوی بانی ً دارالعلوم دیو بند سے لیکر مسم دارالعلوم کاری محمد طیب کی دات تک اس بات کے قائل ہیں کہ حصور پر نور سرور کا ئنات صلی الند علیه وسلم روصه اطهر میں حیات حسی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد منی قدس سره نے توایک کمتوب میں زیارت قبر نبوی کے متعلق حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کو مرجوع قرار دیتے ہوئے بہاں تک کعد دیا ہے۔ کہ دینہ منورہ کی حاضری ممض مرور کا تنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہوتی چاہیئے۔ آپ کی حیات مطہرہ نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین اور شہداء کو حاصل ہے بلکہ بہت سے وجوہ سے اس سے بھی قوی۔ آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زبانہ میں کیا جاتا تھا بلکہ اس سے برزخی زبانہ میں کیا جانا چاہیئے۔
یہی بات تمی کہ حضرت امیر فسریعت و ثوق کا مل کے ساتھ یہ اعلان فربارے تھے کہ اصاب تلائہ کے
متعلقین مرور کا نبات صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ استفیار کرلینا چاہیئے تاکہ حقیقت کا اصلی بہلوواضح ہو سکے۔
چونکہ حیات انبیاء کے عقیدہ کا اجمالاً ذکر چرا کیا تھا اس لئے اس کی تفصیل پر چند سطور کھنے پڑے ور نہ ہمارا
موضوع صرف حضرت امیر فسریعت رحمتہ اللہ علیہ کے صفات و کردار کا ذکر کرنا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے
انسین خصوصیت کے ساتھ نوازا تھا۔

یوں تواس و نیا میں بست سے مقرر و خطیب نامور حیثیت سے رونما ہوئے۔ لیکن امیر ضریعت کامقام کچھ اور نوعیت کا تعا- وہ خطا بت کے وقت موافق و تالعت کو انگشت بداندال کر دیتے اور دلول کی بازی اس طرح سے جیت لیتے کہ کی کو مجال اعراض و اٹھار نہ ہوتی۔ انگریزی سامراج کے خلاف ان کی خطا بت دوروں پر میں پیشھا تھا۔ کہ شاہ ہی کوئی نامناس جملہ استعمال کریں تو حشر پہاکیا جائے۔ آپ نے لوچ کو ذرا تلخ کے ت مہوئے فرایا جو استخلاص وطمن کا مائی نہیں وہ پلید و نا پاک جا نوروں سے بھی بدتر ہے۔ آپ کا یہ محمنا تھا کہ تالعت طبقہ نے بندال کو سر پر اٹھا لیا۔ لیکن اس باو کار خلیب نے نہایت جلال کے ساتھ لوگوں کے دلوں پر ابنا اثر جمال لیا۔ کا نفر نس کی فصنا میں کوئی تغیر نہ آنے دیا۔ آواز میں اس وقت بھی کی سی گڑک تھی۔ لکار کر فرایا "برطانیہ کے سگان دم بریدہ طور سے سنو۔ تہارے آکا کو بہاں سے بستر گول کرنا پڑھے گا۔ اور میں پر مرکبتا

سبحان اللہ یہ آواز ایک بادی کی گرج سے تم شیں تھی۔ سارے پنڈال پر سناٹا جہایا ہوا تھا۔ اوراسیر ضریعت کی صداقت آفرین اور بدباک صدا دلوں کے قلعے قتح کر رہی تھی۔ کلام اللہ کی آیت یہ آیت استدالل کے طور پیش فربا رہے تھے۔ رات گزرتے کی کو پتر بھی نہ جلا۔ صبح پانچ میم جب شوڈن نے اذان دی تو صفرت اسیر فریعت نے یہ فرباتے ہوئے تقریر ختم کی افنوس کہ

مؤذن اذان بے سام برداشت

امیر همریعت کی خطابت میں منہوم قرآن کا بڑاد خل تھا۔ ان کواللہ تھالیٰ نے تدبر فی القرآن کا ایسا مککہ حطا کیا تھا کہ وہ کلام اللہ سے دین و دنیا کی ہرشے تلاش کرایا کرستے تھے۔

چھلے اوراق میں بیان کیا گیا ہے کہ امیر شریعت کو میدان سیاست میں لانے والے مولانا واؤد غرنوی تھے۔ انہوں نے صفرت امیر شریعت کی میدان سیاست میں لانے والے مولانا واؤد غرنوی بھرے انہوں کے ماموقعہ دیا۔ آپ کا طوطی بولئے مطاب مولانا فلز علی خال ، مولانا واؤد غرنوی ، چود عربی افضل حتی ، مولانا عبیب الرطمن لدحیا نوی ، خواجہ عبدالرطمن خازی لور مولانا مظہر علی اظہر رحمہ اللہ نے 1979 ، کو جماحت احرار کی بنیاو ڈال کر پنجاب کی سیاسی زندگی کو بیداد کرنے کی کوششیں ضروع کر دیں۔ اور حضرت امیر ضریعت کو احرار کا بہلاصدر منتف کیا۔ اس کے مول نافر مائی کی ترک میں نمایاں حصہ لیا۔ اس عرصہ میں احراد خین نمایاں حصہ لیا۔ اس عرصہ میں

انہوں نے ہندو ذہنیت کا اندازہ لگا لیا تعا-اس لئے احرار نے جولائی ۱۹۳۱ء کو بہلی کا نفر نس حبیبیہ بال لاہور میں مولانا حبیب الرحمن لدهیا نوی کی صدارت میں منعقد کی اور جدا گانہ انتخاب کاسطالبہ کیا- اسپر ہندو پریس آتش زیر پا ہو گیا۔ اور احرار پر کانگریں سے باغی ہونے کا الزام تراشنا شروع کر دیا۔ جو نکہ احرار ہندو ذہنیت سے باخبر ہو گئے تھے۔ اس لئے دوبارہ ان کے ساتھ شریک کار نہ ہوسکے۔ جماعت احراد یورے اخلاص سے کام . کر تی رہی اور ملک کے مشکلات کے عل کی تدبیریں سوچتی رہی۔ امیر شریعت کا وجود مسرایا احرار تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت انسیں مرعوب نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ کا نام لے کرمیدان عمل میں کود بڑتے۔ پنجاب کےرگ و یے میں طلب آزادی کا خون دور گیا۔ امیر شریعت جہاں ہمی جاتے لوگ ان کی راہوں پر بلکیں بھاتے۔ وہ قرآ نی مغز کے ساتھ عوام کو دین وسیاست کی پرپیج راہوں سے آشنا فرماتے۔ مسلمان کوان کے مقام سے ۔ باخبر کرتے۔ اور بدعات ورسوات کے جادو کو توڑنے کے لئے قرآن عکیم کے مجرب نبخے بتاتے۔ آپ کے ای طرز تبلیغ نے علماء کے دلوں میں آپ کا احترام پیدا کر دیا تھا۔ اور وہ اس بات کے سرف تھے کہ جو کام ہم سے نہ ہو کا اس کو حضرت بخاری کی مجامدا نہ روش اور مخلصا نہ کاوش نے بدرجہ احس انجام دیا ہے۔ یہی تاثر تھا کہ محدث العصر علامہ ممد اندر شاہ کشمیری قدس سرہ نے برصغیر ہندوستان کے پانچ سو جید علماء وصلحاء کی معیت میں حضرت امیر ضریعت کے ہاتھ پر سیاسی و دینی لارت کے لئے بیعت جماد کی- اس طرح سے آپ علاء ربانین اور صلحاتے کا لمین کی نظریں امیر دین و موییت کے درجہیں آگئے۔ اور مسلم قوم کا درد پہلومیں کیکر تویہ تویہ اور بستی بستی بھرتے رہے۔ بے علم مسلمانوں کو صرف السلام علیکم سکھانے میں کئی برس اگا دیئے۔ تاکہ اسلامی معاضرہ اصول دین سے واقعت ہوسکے۔ قوم کو عریا فی و بے حیانی میں بدتلا پایا توصرف اس موصوع پر مہينوں بولتے رہے حتی كه بيت الخلاء كك كے آداب سكا ديئے۔ حس اطلق اور مواخات كے رثتوں کوجوڑنے کے لئے پند و نصائح کے باب کھول دیتے توسنت سے سنت دل انسان مبی موم کی طرح پکمل جاتا- جابلانہ رسوم ورواج کو نیست و نابود کیا اور عقائد بالملہ کے شبر طبیت کی جڑیں کاٹ ڈالیں- لوگول کی گالیوں کا حواب ہمیشہ دعالور طلب بدایت کے رنگ میں دیا- اینوں کو گود میں بٹھایا تو ممیرول کو گلے لگایا- " ہر ایک کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بعلائی جاہی۔ اور ہر کس سے بے لوث ممبت کی۔ بہت سی ماؤں کے بیٹے، بہنوں کے بھائی، چھوٹوں کے ایا اور بڑوں کے راز داں تھے۔

اپنے ساتھیوں کی ہمیشہ عزت کرتے اور عوام کے سامنے انہیں اونجا دکھاتے۔ جن جن گھرانوں سے انہیں خصوصی تعلق ہوگیا تما۔ ان کے مالات سے باخبر ہونے کی کوشش کرتے اور ان کے اعزاز و تکریم کا پورا خال رکھتے۔

سرامیکی طاقے کا عموی ذہن بدعات و رسوات کا دل دادہ اور غلظ طریق پر تصوف کے استعمال کا عادی است میں مسرامیکی طاقت کے استعمال کا عادی ہے۔ حضرت اسیر شریعت نے آل طاقت نے ان کے طاقت نے ان کے ظاہد وہا بیت کا طور مار کھڑا کر دیا۔ یہ بات ان کے کا نول میں پسمی تو فرایا۔ "میرے لئے یہ کوئی تی بات نہ تھی۔ اور نہ کوئی نیا الزام ہے۔ قوم کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ ہمارے واعظ اور مقرر ہی کھید اس طرح کے

واقع ہوئے ہیں کہ وہ قوم میں رسوات بد بھیلا کر اپنی من مانی کرانا جاہتے ہیں۔ اور مجمد سے اسے دور رکھنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ بین اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناامید نہیں ہوں۔ قوم میں اب بھی صلاحیت باقی ہے "- پر اس طفیانی کے ساتھ اس علاقے کا دورہ کیا کہ ہر ہر گھر میں اسپر ضریعت کی آواز پہنی ۔ اور لوگوں نے دین کی میں وصبح معرفت عاصل کرل۔

۔ خانپورشہر میں میراث پر تبلیغ کی تورات ہی رات میں ایسے ایسے گھرانوں نے اپنے مال کو شرعی طور پر تقسیم کر ڈالا۔ جن کے خاندانی روایات میں اس طرح کی تقسیم ورشہ کا ذہن ہی نہیں تعا-

وہ جس موصوع کو اپنی خطابت میں چی لیتے اس پر اس قدرت کے ساتھ براہیں و دلائل لاتے کہ سامعین کو بجز تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہ ہوتا۔ اور نہ ہی کسی کو مزید سوچنے کی توفیق ملتی۔ ان کی خطابت میں ''کواز خوش سونے پر سہاگے کا کام کر تی جو ذہن کے بالاغا نوں سے فکل کرول کی گھرائیوں تک جا پہنچتی۔

اگریزدشمنی ان کا ایمان تما- وہ کی ایسی طاقت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے جس نے چراخ مصطفوی کے گئی کرنے کی جدوجمد کر رکھی ہو۔ وہ ہمیشہ دشمنان دین سے نبرد آزا رہے۔ اور اس جذبہ کے تمت کلکت سے خیبر کک اور میں گر سے راس کماری تک کی دوڑگائی کوئی ایسا گاؤں اور شہر نہ تما جس نے امیر صحر بحت کی در بعری بکار نہ سی ہو۔ اور ان کی ایمان افور تعریر سے بہرہ اندوز نہ جوابو۔ وہ قرایا کرتے تھے کہ مولانا محمد کاسم نا فوتوی و شیخ المند مولانا محمود حس رحما اللہ نے ایک راستہ دکھایا تما میں اس بر جل کر ابنی ہم خرت کاسان بنارہا ہوں۔

ایمان کی سلامتی اور دین کا استحام پاتا ہوں۔ بھر کیا تھا۔ بخاری زندہ باد کے نعروں سے بہاول پور کا طول و عرض گدنج اشا- اور پیر و جوان کے ول ان کی صداقت پر ریجھ گئے۔ حضرت امیر شریعت کی بے لوث خدست اور دین کی درد مندی کاعلم نواب صاحب ساول پور کے بچا حاجی کلئ شیر کو بوا توانسول نے اس بات کی یرواہ نہ کرتے ہوئے کہ نواب صاحب پر اس کا کیااٹر پڑے گا۔ آپ کواپنے یہاں تبلیغ کے لئے دعوت دی۔ جو منظور کر لی گئی۔ حاجی بلخ شیر مرحوم کے مکان کا احاطہ بہت وسیعے ہے۔ جہاں ان ونوں بغیر اجازت داخلہ ممنوع ہوا کرتا تعا۔ لیکن حضرت امیر شریعت کی تشریعت آوری بریہ پابندی اٹھادی گئی۔ لوگوں نے نہایت خلوص و ممبت کے ساتھ بہال پر بھی اپنے خطیب کا استقبال کیا-رات کے سناٹے میں جب امیر **ضریعت کی** قرأت قرآن نے بھول بکھیر نے شروع کئے اور لمن داؤدی اپنی پوری جولانی پر آیا توستاروں نے بھی حک جبک کر سلام کیا۔ فصائے آسمال کا ذرہ ذرہ رقص کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ آپ نے نہایت جرأت مندانہ انداز کے ساتھ امراء کے عیش پسندانہ ٹھاٹھ وروپہ پر تنقید کی اور غرباہ پران کے ظلم وستم کا شکوہ کرتے ہوئے اُس رندگی کا خاکہ تحمینیا جواس دنیا کے چھوڑ جاتے ہی ہرانسان پروارد ہوتی ہے۔ بھر کیا تھا ہر کسی کے جسرے پر ندامت و تاسعن کے آلبو جاری تھے اور بے ثباتی دنیا کا نقشہ آئکھوں کے سامنے بھر گیا تھا- دلوں پر ایسی کاری ضرب لگ چکی تھی کہ ہائے اور وائے کے سوا کوئی جملہ زبان پر آتا ہی نہ تھا۔ اس تقریر میں توحید باری تعالیٰ، توصیف رسالت و ختم نبوت اور اصلاح معاشره پر بهت زور دیا گیا- حقوق العباد کا لحاظ اور اس کی تلفی پر نقصان و گرفت کا اندیشہ راعی ورعایا کے تعلقات بر سیر حاصل تبصرہ غرض کہ تبلیغ حقہ کا بدرا بوراحق ادا کر دیا۔ رات کے اس می حصر تک تحریر جاری رہی لیکن کی کی آئکھ پر نیند کے خمار کا اثر نہ پایا گیا۔

جن لوگوں نے امیر ضریعت کے جمال صورت کو دیکھا اور ان کی تقاریر کوسنا ہے وہ اس سے متفق ہوں گے کہ جب وہ مشیع پر جادہ فرہا ہوتے اور خطابت اختیار کرتے تو ہزاروں کے مجمع میں ایک منتفس مجی ایسا نہ ہوتا جو اپنے دل و دماغ کو کسی دوسری طرف منعظف کر سکتا۔ خطابت کے دور این وہوائل و جمال کا مرقع بن جاتے ان کا چرہ آ تحاب کی ہاند چک اشتا۔ جو ہزاروں انسانوں پر اپنی دلرہائی کی محمند ڈال دیا کرتا تھا۔

ان کی مسکراہٹ ممزون و غمناک دلول کے لئے مسر تول کا پینام بن جاتی اور وہ جس طرف ٹگاہ پر لطف اشا کر دیکھ لیتے وہاں بہاروں کے سامان جمع ہوجاتے۔

وہ سکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی دیکھا نظر اٹھا کے تو گلٹن بنا دیا

بقول مولانا ابوالکلام آزاد کہ ہمال مرتب حمن اور خوبروئی یہ ہے کہ صرف دوستوں ہی کی نظریں نہ اشتی ہوں بلکہ ایک عیب چیں دشمن ہمی دیکھے توب احتیار ہو کر پکار اٹھے کہ دل ستال صورتیں اور صبر آزا چتونیں ایسی ہوتی ہیں۔ "چنانچ ہمارے دلرباخطیب کی شعبیت میں بھی دل ستانی کے تمام سلیتے موجود ہے۔ کنندر وزارت کے صدیں آپ راولہندمی ڈسٹر کٹ جیل میں قید کر دیئے گئے۔ جیل کا انگرز سپر نٹند نش کرنا باوجود کے اسے یہ علم تھا کہ امیر ضریعت ہمارا کشروش سے لیکن وہ آپ

کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے آپ کو بیڈ سٹن کھیلنے پر آبادہ کیا اور جب تک آپ جیل میں رہے اس کے ساتھ ہر شام بیڈ سنٹن کھیلتے رہے - اس انگریز نے ایک کتاب "ہندوستان کی یاد میں " مرتب کی ہے جس میں وہ امیر ضریعت کے بارے میں قلم طراز ہے -

"جن قیدیوں نے مجھے اثنائے طازمت میں متاثر کیا ان میں عطا اللہ شاہ بخاری نام کا ایک سیاسی قیدی بھی ہی دفئر یب شعب کا ایک سیاسی قیدی بھی ہی دفئر یب شعب کی اللہ تعاب اس کا جمرہ معرہ جرج کے ان مقدس راہبوں کی طرح تناجی کی تصویر بن میں مسیح سے مشاہد ہوتی ہیں۔ یا پھر ان مستشر قین کی طرح جسیس یورپ میں خاص عرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہم اسے عرب کے بڑے بڑے قاموں ہوں سے بھی تشبید دے سکتے ہیں۔

میں اسے اپنا دوست بنانا جاہتا تھا لیکن ہمارے درسیان سب سے بر می روک ہماری مختلف رہائیں تھیں اس کا بڑاسب غالباً ہے

تھا کہ وہ ۱۸۵۷ء کے اس اینٹی برفش ذہن کی باقیات میں سے تعاجنہیں ہمارے بیشرووں نے علماء کو پیالئی وے کرپیدا کیا تعا"

کی کی ولفریب اداؤں کا جائزہ لیا ہو توان سے پوھیئے جو ہمیشہ تنقیدی نگاہ سے دیکھتے رہے ہول- اور اس کی خوبیوں اور عاس کا ابنی تہذیب و تمدن کے ساتھ مقابلہ کرتے گزر کئی ہو- انگرز کی تنگ نظری او رہا اصافی کو کون نہیں جانتا کہ ہوس سلطنت کی خاطروہ ہر انھائی سے سنہ پسیر ایتا رہا- کیاں حضرت اسیر هریعت کے حاس سیرت وصورت کے سامنے وہ میں تسلیم ورصا کے گھٹے کیگئے پر مجبور اور آپ کے حس کا گھائل ہوگیا تنا-

صمن چمن کو لہنی بہاروں پہ ناز تھا ۔ وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے۔

حغرت امیر فریعت کی لحبیعتِ کا یہ

خاصہ تعاکہ جب بعی آپ جیل کی چار دیواری سے باہر قدم رکھتے تو ان کا جذبہ حریت اور چیک اٹھتا وہ احباب کے جمر سٹ میں نظر آتے اور اپنے ارادوں کی تشمیل کو بھر کمر باندھ لیتے۔ کیونکہ ان کے نودیک یا یوسی گناہ تھی اور بغیر اللہ تعالیٰ کے کسی اور کا خوف و ہراس محروی ایمان کا سبب تعا۔ وہ باطل کے فلاف ہر طرح کی جنگ لڑنے کو اسلامی شعار بتلاتے تھے۔وہ فریا یا کرتے کہ موسن وارث کا نئات ہوا کرتا ہے۔ ا عالم ہے فلاف ہر طرح کی جنگ اراث کے معلم ہے فلاف موس جانباز کی میراث

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث مومن نئیں جو صاحب لولاک نئیں ہے

ممکنت پاکستان کے قیام کے بعد مرزائیت نے لہنی تبلینی کارروائیاں تیز کروی تعیں-اسپر خمریعت اور ان کے رفقاء نے اس پر محاسبہ کیا تو تر کیک ختم تمفظ نبوت کی پاداش میں ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں گرفتار کر لئے گئے۔ ایک سال بعد لاہور ہائیکورٹ نے مرافعہ وائر کرنے پر چھوڑ دیا۔ سمی ۱۹۵۹ء میں آپ کو ملتان کے صدود میں سیفٹی ایکٹ کے تمت نظر بند کر دیا گیا۔ عرکے اس آخری صعد میں اسپر فسریعت کی قید و بند مسلمان حکومت کے دور کی پیداوار تھی۔ جس پر ان کے تاثرات کی ترجمانی اس شو سے ہوسکتی ہے۔ دوستوں سے اسقدر صدمے اٹھائے جان پر دل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

حفرت امیر ہر دیعت رحمتہ انڈ علیہ ہے ذکر کے ساتھ اگر مرزائیت کے چسرے پر سے پردہ نہ اٹھایا جائے تو بست سی امی حقیقتیں واضح نہ ہوسکیں گی جن کا تعلق دین کے اصول سے ہے۔ اور ہم یہ سمجھنے سے قاصر دہیں گئے کہ جماعت احراد دیگر مسلمان مرزائیت کے مثلات کن وجوبات کی بنا، پر تھے۔

مسلما نول اور مرزائیوں کا باہمی زاع اس و تحت شروع ہوا جب • ۱۸۸۰ میں مرزا علام احمد نے لمهم من الند ہونے كا دعوى كيا اور بھريكم وسمبر ١٨٨٨ ، كويه اعلان كيا كه الله تعالىٰ نے الهيں بيعت ليسے كا حكم فرمايا ہے۔ اس بر بھی انہیں اپنی تکمیل کار نظر نہ آئی تو بھر ۱۸۹۱ میں مسبح سوعود ہونے کا لعرہ بلند کیا اور ظلی نبی کی اصطلاح ابواد کی- اس دعویٰ کے باوجود بھی تسکین خاطر نہ ہوئی تو نومبر ہم ، 19، میں سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں اسیں یہ اعلان کرنا بڑا کہ میں مثیل کرشن ہی ہوں۔ اور ہر مدہب کے لئے او تار ہی۔ وعویٰ سبوت سے پہلے مرزا صاحب عیسائی مشنریوں سے مناظرہ کرنے کے لئے جاتے توان کے ساتھ مولوی ممد حسین بٹالوی بھی ہوتے گویا مرزاصاحب سے پہلے کسی کو کوئی تعرض نہ تھا۔ جب انہوں نے خاتم النبین کی نبوت پر ہاتھ صاف کرنے کی ٹھانی اور اپنے ملہم من اللہ ہونے کے زعم میں مبتل ہوئے توّوہ لوگ بھی ان سے علیمہ ہوگئے جو یہلے ان کے ساتھ شریک مناظرہ میسائیت وغیرہ ہوتے تھے۔ اور مسلما نول میں ان کے اس دعویٰ نے پیجان کا مالم ہیدا کر دیا۔ مسلمان سب محجہ برداشت کر سکتے تھے لیکن ہاتم النہیں کی مہر کے توڑنے والے کو کیے نکر گوادا کرتے۔ مرزاصاحب کا دعوی نبوت مسلمانوں کے ایمان پریندر کے مترادمت تھا۔ ہر طبقہ کامسلمان برا فروختہ ہو گیا۔ جوابی کارروانی میں علماء کے فتوے خصینے لگے۔ سب سے پہلے ۱۸۹۰ میں لدھیانہ کے علماء نے فتویٰ دیا جن میں · ولانا ممد عبداللہ اور سولانا عبدالعزیز مولوی سید ندیر حسین محدَّمت <mark>جبو</mark>ی ہیش پیش ب<u>یش س</u>ے - ہمر آگرہ حیدر آباد ادر بٹکال کے علماء نے بھی مرزاصاحب کے خلاف فتوسے صادر کئے۔ اس طرح سے مرزاصاحب کی نسوت و مهدویت نزاع کا باعث بن گئی۔ لیکن په نزاع ابھی تک عام سطح پر نہیں آیا تعا کہ عوام بھی اس ہے باخبر ہوشیار ہو جاتے۔ مولانا ظفر علی خال مرحوم مدیر زمیندار اخبار نے اس صنمن میں زور دار مقالے اور نظمیں کھیں۔ گویا تقریر و تحریر کا کوئی ایسا پہلونہ تعاجوانہوں نے مرزائیت کو بے نقاب کرنے میں استعمال نہ کیا ہو۔ حتی کہ "ارمغان قادیان" کتاب لکھ کر انہوں نے مرزائیت کے خلاف مستقل مواد چھوڑا ہے۔مولانا ظفر علی خان کی بیدا کی ہوئی عوامی تمریک کا یہ اثر ہوا کہ سیاسی و دینی طقوں نے بھی مرزائیت کے خلاف جدوجمد کرنے کی ٹھان لی۔ چنانجہ جود هری افصل حق مرحوم جوجماعت احرار کے روح رواں اور مخلص ترین رکن تھے۔ نے اپنے احرار دفتاء کو مرزائیت کے خلاف آبادہ پیکار کیا۔ حضرت امیر شریعت پہلے ہی سے شان رسالت پر جان نم**ی**اور کرنا جانتے تھے۔ اور ان کا خلاصہ ایمان بھی یہی تھا کہ عصمت نبی کے تعفظ پر جان کی بازی لگا دینا ہزار ماله عبادت سے افعیل ہے۔ میدان محاربہ میں نکل آنے اور مرزائیت کے تارو پود بھیرنے لگے۔ ملک کے

چپہ چپ میں پھرسے اور مرزائیت کی اس حقیقت کو بے نقاب کیا۔ جواصول اسلام کے منافی اور تصادمیں تھی۔ اور یہ بھی ثابت کیا کہ مرزا صاحب کی نبوت حکومت برطانبہ کی مرہون منت ہے۔ اور مرزائی برطمش امپریلزم کے تھلے ایمنٹ ہیں۔ کیونکہ مرزا ظام احمد کتاب ا بریہ کے حاضہ میں خود لکھتے ہیں۔

"سیرے والد کو انگریزی حکام نے خوشنووی مراج کی جیٹیاں دی تسیں- سر لیبل گریفن نے اپنی کتاب رئیسال پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے"

طلحظه موريويو آف ريليمز صفحه نمبر ٢١٩ بابت حون جلد ٥ نمبر ٧

امیر ضریعت اکثر فرایا کرتے کہ نبوت کا صمیح معیار معلوم کرنا ہو تو اس کے فائدان کے کوانف بر علی موتا طور کر لینا نمایت ضروری ہے۔ کیونکہ نبوت کا حالی ہوتا ہے وہ بھی اسی خصوصیات کا حالی ہوتا ہے جس سے اس کی امتیازی حیثیت کی نشاند ہی ہوتی ہے۔ وہ تملق اور غلفانہ ونینیت سے بالکل مبرا ہوتا ہے۔ لیکن مرزاصاحب کے فائدانی حالات اس کے بالکل بر عکس ہیں۔ ان کے برزگوں نے ہمیشہ حکومت وقت کی افاعت و غلای میں اپنی زندگیاں بسر کمیں۔ عملا محمد مرزاصاحب کے دادا اور ان کا والدگل محمد رام گرامیہ اور کھنیا سکہ جماعتوں سے لڑتے رہے عطا محمد اپنی جائیداد کھو کر مرداد فتح سنگھ المودالیاں کی پناہ میں بیگووال چلا کیا جان بارہ سال تک متیم رہا۔

مہاراجہ ربیت سنگھ نے عطا ممد کی وفات پر اس کے بیٹے علام مرتعنیٰ اور مرزا علام احمد کو واپس بلا کر جدی جاگیر کا بہت حصہ واپس دے دیا- جب پنجاب کا انگریزوں سے الحاق ہو گیا تو خاندان کے دو سرے افراد کی جاگیر صبط کرلی گئی۔ لیکن علام مرتضی اور اس کے بیائیوں کوسات سورو بے بطور پنش ملتے رہے۔

ی با پر سبط رون کی میں کی اور راصاحب کے خاندان نے ان سے بمی اور کی اور است کارشتہ کائم کرلیا اور جب اگریز ملک پر سلط ہوگیا تو مرزا صاحب کے خاندان نے ان سے بمی اطاعت کارشتہ کائم کرلیا اور کا معرفی نے بہت سے آدی بعرتی کے۔اس کا بیٹا غلام کادر جو مرزا غلام اممد کا بیٹا غلام کادر جو مرزا غلام اممد کا بیٹا غلام کادر جو مرزا غلام اممد کا بیٹا غلام کادر کو ایک سند عطاکی جب تیں یہ لکھا تھا کہ "ان کا سیالکوٹ کے باطمیوں کو تیہ تینے کیا۔ جنرل تعلم سے خاندان کا دیک سند عطاکی جب تیں یہ لکھا تھا کہ "ان کا خاندان کا دیان صنع گوردامپور کے تمام دو مرسے خاندانوں سے زیادہ نمک طلا رہا ہے" یہ سب واقعات مرلیل گریفین نے اپنی کتاب رئیسان ینجاب میں کھے ہیں۔

امیر ضریعت ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فربا یا کرتے تھے کہ بیں ان مالات کی روشی بیں محتا ہول کہ مرزا صاحب کی سبوت انگریز کی مرہون کرم ہے۔ اور یہ اس کا خود کاشتہ بعدا ہے۔ جو مسلما نول میں تفریق بیدا کرانے کے لئے کاشت کیا گیا تعا- تاکہ ملک کی وحدت کلر بارہ بارہ ہو کر مغلوج بن جائے۔ اس لئے ہم یہ عزم لئے کرانے بین کہ ناموں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خون کا ہم نری تھل ہبا دیں گے۔ لیکن کی باطل مدعی سبوت کے افکار کو ملک میں نہ بھیلنے دیں گے۔ اور ہم ہر اس حکومت کا مقابلہ کرنے کو ہمی تیار دہیں گے جو مرزائیت کے نظریات کو بھیلانے کی روادار ہوگی۔

امیر فمریعت دحمتہ اللہ طبیہ نے ہمیشہ اس ایمان افروز جذبے کے ماقد مرزائیت کے امتیصال پر کمر

باندھ رکھی تھی۔ وہ ہرسیاست سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ لیکن مرزائیت کے ظاف ان کی جدوجہد اس وقت
بھی قائم رہی جبکہ وہ ذیا بیطس و فالی چیعے موذی مرض میں جتلا تھے۔ علات کے ایام میں جی حضوات کو شرف
دیدار میسر آیا آئ سے فرطے آگر 'اعصنا، جواب دے رہے ہیں تمام وجود باغی بن گیا ہے میں نے اس کے ساقہ
بہت زیاد تیاں کی تعییں۔ اب یہ انتقام پر اتر آیا ہے۔ کچھ توشہ آخرت باس سنیں البتہ ایک چیز پر فلل آ
ہخرت کی امید رکھتا ہوں وہ یہ کہ تمام عر عصمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظ پر صرف کر دی ہے۔
وہ یقیناً موجب نجات اور وج عافیت دارین ثابت ہوگی۔

امیر ضریعت کی بذیراتی بارگاہ نبوت میں یقینی ہے۔ کیونکہ امیر ضریعت کی زندگی کا ہر پہلو اور ویات کی زندگی کا ہر پہلو اور ویات کی ایمال واقوالی کا کوئی ایرا گوشہ نہ تما جواسلام کے جذبہ سے ہر بور نہ ہو۔ وہ کنرکی طاعوتی طاقت سے نبرد آزارہا تو دین کی خاطر اور حکومت وقت کا باغی کہلایا تو دین کے لئے۔ اس نے اپنی تمام عمر کوشکلات کے حوالے کیا تو دین بی کی غرض سے۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ہمکٹریاں اور پاؤں میں بو مجل بیٹریاں گوارا کیں تو دین بی کی عظمت کے لئے۔ باطل سے الٹر اور لبنوں سے بگڑا تو مرف دین کی خاطر اس نے راحت و آسائش کے تمام شعبہ موقوف کر دیئے۔ اس کی زندگی کا ہر کھر سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر قربان ہوتارہا۔ اور وہ آخر دم کیک عثمت کی اس گری ہیں مست و پنود رہا۔ تو کیا اس ایشار و تربائی کو اس کے حضور پذیرائی کا کوئی در جہ نہیں ہوگا۔ کیا اس کی رحمت اپنے والہ وشیدا کے لئے مقرر نہ ہوگا۔ کیا اس کی علی تب والہ وشیدا کے لئے مقرر نہ ہوگا۔ کیا اس کی علی تعلی نے دالہ وشیدا کے لئے مقرر نہ ہوگا۔ کیا اس کی علی تو اللہ وشیدا کے لئے مقرر نہ ہوگا۔ کیا اس کی علی تو اللہ وشیدا کے لئے مقرر نہ ہوگا۔

یقیناً ہوگا وہاں بے انصافی کوراہ نہیں ہے۔ وہاں وابسٹھان پررحت و کرم کی نظر قربائی جا آور مفتت و کرم کی نظر قربائی جا آور مفتت قرب کی نفر متحت و دسمن اس کے فلات قرب کی نفر وہائی جا آور مفتت قرب کی نفر متحت وہائی ہوئی ہے۔ اور محاسن کے قائل اور اس کے کردار کے ولد اورہ ہوجائے ہیں۔ بست سی یاوی ایسی ہیں جوموت کے ساتہ وفن ہو جا یا کرتی ہیں۔ گر جنسیں اس کی مشیت میں زندہ رحمتی ہیں اور جا کہ اوجود ہی مرفے والازندہ ہے۔ بظاہر اس و قت امیر ضریعت ہم میں نہیں اور ہیں۔ اور عرصہ ہوا ان کی آواز کے رسیلا بی سے ہمارے کان مروم ہیں۔ اور لگاہ جتبو بہزار سی و تردد کے ہیں۔ اور عرصہ ہوا ان کی آواز کے رسیلا بی سے ہمارے کان مروم ہیں۔ اور لگاہ جتبو بہزار سی و تردد کے انہیں تلاش نہیں کر سکتی۔ لیکن دل کی گھرائیوں اور دماغ کے بالا خانوں پر ان کا قیام ابھی تک ہے۔ وہ نظر نہیں تا تی جی ہماری محافیل کورنگین طبیعت اور پاکیز کی فطرت آج ہمی ہماری محافیل کورنگین بنارہی ہے۔

شباب رنگیں جمال رنگیں وہ سر سے پاکک تمام رنگیں تمام رنگیں سے ہوئے ہیں تمام رنگیں بنا رہے ہیں

بزرگان دین کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہیں دین میں مقبولیت کا درجہ دیاجاتا ہے اور ان کے ذریعہ سے توحید ورسائت کی تبلیخ کا کام لیاجاتا ہے تووہ حب مال اور منصب وجاہت کی تمنا سے بے نیاز رہتے ہیں۔ وہ بظاہر دنیا کے مشور ترین انسا نول میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کی اندرو فی زندگی فقر و عنا سے اس قدر مملوجوتی ہے کہ کوئی اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ امیر ضریعت کی زندگی بر جب غور کیا جاتا ہے اور حالات کے خاکے مرتب ہوتے ہیں تو ہمیں ان میں بھی فتر کی شال 'ور خنا کی آن معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سامان دنیا کو کبھی اپنی راحت کا ذریعہ نہیں بنایا۔
کس سے مجھے لینے کے ردا دار نہ ہوئے۔ کس کے ہاں دست سوال دراز نہ کیا۔ فاقوں پہ فاقے ہوئے تو چسرے کس مسکواہٹ اور پیشانی کی تایانی میں فرق نہ آیا۔

متعلقین سے مروت کا ہاتھ کہی نہ کھینجا- جو کچھ موجود ہوتا آگے رکھ دیتے بھما میں دوست اخترالہ آبادی بتلاتے ہمکے۔! اُمیری ہمیشہ جائے سے

منیافت فریات۔ ایک وفعہ جائے لائی گئی تو بجائے شکر کے نمک استعمال ہوا۔ میں نے ظرافت مجما شاہ ہی میں تو پہلے ہی نمک خوار ہوں۔ فریایا۔ با ہویہ بات نہیں۔ ہفتہ ہمر سے گھر میں شکر نہیں ہے۔ اس لئے بلا تکلفت نمک استعمال کر دہا ہوں۔ اور دوستوں کو ہمی نمکین مزہ سے آشنا کرنا جاہتا ہوں۔ پھر نمکینی اور طلاحت پر بات پھڑ گئی تو فارسی اور اردو کے اشعار کے دفتر کے دفتر لگ گئے۔ اور جائے کا ہر گھونٹ نمکینیت میں طلاحت کا ایسا مزہ بن گیا کہ اس کے مرور سے آج ہمی روح کو کیف و ضمار کی جاشنی مموس ہوتی ہے۔ اور ساتی کے جل ویسے پر ہمی وہ تمام لذتیں باتی ہیں جوان کے ہوتے ملتی تعین "

> اگرچہ میکدے سے اٹھ کر جل دیا ماتی دہ سے دہ خم وہ صرامی وہ جام باتی ہے

الله الله شهرت كايد عالم كم جاد دانگ عالم مين دحاك بيشر كى مو- لوگ رابول يريون منظر كحرم بين بين عليه الله كاموب ان كم خراب آباد كولين تشريف آرزاني سے آباد كر رہا مو- اور مردل سے يه صدا آري

بہ تشریف قدوم خود زمانے · مشرف کن خراب آباد مارا ·

کین پہال یہ طال ہے کہ امارت کی سب راہیں مود ودولت کے سب درواز کے بیٹہ تھلید اسلاف میں نان جوئی پہر گزارا۔ اس پر طرفہ فضیلت یہ کہ ہر سانس میں اطمینان و سکون کی بشارت اصل بات اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی جن نفوی قد سید کوابنی سؤوت میں چن لیتے ہیں۔ انہیں طمانیت قلب عطافی اگر رهبت دنیا سے بیاز کر دیا کرتے ہیں۔ اور اس کی توقیر میں لوگوں کے تلوب کو سنر کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی عظمت اور وہاہت کے سامنے کی کو بھال اٹھار نہو۔ دیکھنے والے حضرات ابھی اس دنیا میں باتی ہیں کہ انہوں نے امیر وہاہت کے سامنے دوست وشن کو محر گلوں ہوتے دیکھا ہے۔ اور ان کی دلبری کے گیت گاتے سنا ہے۔ علم مالتہ الناس سے لیکر عاد فین و کا ملین تک امیر فحریعت کو مقبولیت کا درجہ عاصل تعا۔ وہ ہر ایک کے عزیز اور موبوب تھے۔ اور ہر المان کے دل میں ان کی معبت تمی۔ لوگ ان کی راہوں پر آئیکمیں بچھاتے اور ان کی اداؤل پر دل نمواد کرتے تھے۔

بیسیون مزد کا شابدہ ہے کہ مراج المالكين حفرت طلب محد قدس مرہ العزيز وين بوري كي

فدمت میں جب حضرت امیر شریعت نے عاضری دی تو حضرت فلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعظیم میں باوجود صنعت بیری کے بھی مروقد تحریعت نے عاضری دی تو حضرت اللہ دعاؤں و نوازشات خصوص کا مستن جانا۔ ایک صاحب دلایت و منبع روما نیت کا امیر شریعت سے اس طرح کا سلوک کرنا اور ان کو دل سے بچاہیے کا مقصد بہز اس کے اور کوئی نظر نہیں آتا کہ حضرت دین بوری رجمۃ اللہ علیہ کی نگاہ سرفت نے ان کی خصوصیات خفی و جلی کو بچان لیا تعا۔ جس انسان پر حاد فین و کا ملین کی نظر انتخاب پڑھ گئی ہووہ لاریب انتیاری خصوصیات خفی و جلی کو بچان لیا تعا۔ جس انسان پر حاد فین و کر مطرت امیر هر یعت رحمۃ اللہ علیہ کائی یعین کے ساتھ فرمایا کہ میں میلی نہیں ہوئی۔ و نیا بھر کی ہو بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں۔ میری فطرت سے کی کی عصمت کو کوئی گزند نہیں بہنچا۔ اور نہ ہی مجمد سے خیانت کا ارتکاب ہوا اور نہ ہی میرے باتھ ہے کی کوئی نقصان بہنچا ۔ ور نہ ہی مجمد سے خیانت کا ارتکاب ہوا اور نہ ہی میرے باتھ ہے کی کوئی نقصان بہنچا ۔۔

امیر شریعت کے اس بیان کی صداقت معتق ہے کیونکہ آج تک موافق و مخالف نے ان کے اس دعویٰ کی تکذیب نہیں کی۔ اور نہ ہی کوئی کر سکتا ہے۔ جس کا داس طہارت و پاکی کے پانی سے دھلاہوا ہواس پر اتبام والزام کے دھبے کیونکر موں اور کسی کویہ جرآت کیوں ملے کہ دہ آب زمزم کو بدذائقہ اور بد بودار پانی سے تشہید دے۔

امیر ضریعت کی رندگی کا ہر پہلواور ہر قریندان کی پاکیز گی فطرت کا آئیند دار ہے۔ وہ عدت میں ہوں یا جلوت میں ایک با کہ اور کبو فی کا یہ عالم تما کہ آئے تک یا جلوت میں ایک باز اور یک نفس انسان نظر آتے ہیں۔ ان کی ہم گیری اور دلبو فی کا یہ عالم تما کہ آئے تک ہر مقرر و خطیب انہیں کے طرز خطابت کے نقوش کو اہا گر کئے ہمرتا ہے۔ اور اپنے تعلق کو ان کے آستان سے وابستہ کرنالہتی عزت سمجتا ہے۔ آج کی الجمنیں ان ہی کے سوز عمل کا بر تواور انہی کے کارہائے نمایال کا عکس جمیل ہیں۔

یک چافیت دری خانہ کہ از پرتو کل برکا ہے گری ائجے ماختہ اند

ہم اس موقعہ پر اس حقیقت کے اظہار سے بھی ظاموش نہیں رہ مکتے کہ اسیر صریعت کے سامہ جن لوگوں کو خصوصی تعلق تھا اور وہ ان ہی کی بدولت پہلے بھولے اور مشور عالم ہوئے افسوس کہ آج ان میں سے بعض کا مزاج انگیار واخوت کے جذبہ سے محروم ہو کررہ گیا ہے وہ امیر ضریعت کی ساری تعلیم بھول گئے ہیں اور ان کے اطوار مخلصانہ کو انہوں نے گلاستہ طاق نسیاں بنا دیا ہے۔ حتی کہ وہ حضرت امیر ضریعت کے باقیات صالحات اولاد سے بھی کنارہ کئی افتیار فرباتے ہیں۔ طالکہ وہی اولاد ہے جن سے بخاری کی آئمھوں کو محفوظ رکھنے اور ان محمول کو مخفوظ رکھنے اور ان کے طور پر ان کے اور دن سے سالفت کے مقام کو محفوظ رکھنے اور ان کے خور ند جلیل فاصل روزگار حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری ید طلا کو بیش کرنے میں کی طرح کا ترود محموس نہیں کرتے وہ اپنے والد محترم کی روایات کو رندرہ رکھنے اور ان پر عمل بیرارہے کی سے میں رہتے ہیں۔ اللہ کرے ریاض امیر ضریعت کے یہ پھول مہیث رندرہ رکھنے اور ان پر عمل بیرارہے کی سے میں رہتے ہیں۔ اللہ کرے ریاض امیر ضریعت کے یہ پھول مہیث رندرہ رکھنے اور ان پر عمل بیرارہے کی سے میں رہتے ہیں۔ اللہ کرے ریاض امیر ضریعت کے یہ پھول مہیث

تنگفتەرىيى-

اب تک جو مجر لکھا گیا ہے وہ حضرت امیر ضریعت کی خطابت شعیت اخلاق وعادات سے متعلق تما اور ان کی جابدانر ندگی کے چند الیے خاکے تمے جو بر عظیم پاک وہند کی وسعتوں میں بھیلے ہوئے ہیں۔ اب ہم ان کے اس پاکیرہ فکر اور ذوق طبیعت کا ذکر کرتے ہیں جوان کے نہاں خانہ دل سے کا کر شاعری کے روپ میں ممارے سامے آیا ہے۔

سيدنا عمر فاروق رضي الله تعالى عنه نے فرما يا تعا:

ان من الشعر لحكمته وان من البيان لسحراً

بعض اشعار محمت سے مملوم وتے ہیں اور بعض خطابت جادوگری کا کام کرتی ہے۔

صفرت امير شريعت كى خلابت كى جادوگرى توسلم ہے۔ كيكن جب ہم ان كى شاعرى پر غور كہتے ہيں توه محسب ہم ان كى شاعرى پر غور كہتے ہيں توه بى حكم نہيں ہے۔ ايسے لوگ بست كم بيں جنہيں خطابت كالم كے ساتھ شاعرى كالمكہ بمى دوبت كيا گيا ہو۔ اور پر دو نول جيريں يكا جمع ہوئى ہوں۔ امير شريعت كى سن فهى اور طبت ادب كا علم تو ہر كى كو تعا- ليكن بميثيت ايك شاعر كے انسيں بست كم لوگ جانتے تھے حتى كہ يہ راز بعض مقربين سے بمى مفى تعا-

جب ان کے فاصل فرزی جا نشین سید ابو ذر بخاری مد ظلہ نے اٹھا مجموعہ کلام مواطع الالهام کے نام سے طائع کیا تو معلام موالد المهم مواکد امیر صد حدوث کیا تدا آئا مور در الحب تمی گھر یو تعلیم کے اوبی ماحول نے المائن مجدور منی گوئی کر دیا تعاان نول نے اصلاح کلام کی فاطر میر سید علی محمد شاد عظیم آبادی مرحوم سے رجوع کیا اور مشق سنی جاری رکھی۔ موزئی طبع نے شاعری کے ملکہ پر گل بوٹے گائے۔ آب کے دل کی دبی موئی موئی اور مشق سنی جاری رکھی۔ جنہیں مواتا محمد دن غریب مرحوم امر تسری نے علم واوب کے صبح زاویہ کے مطابق ترتیب دیا۔ یعنی بمیشیت استاد فی کے انہیں دیکھا اور برکھا۔ لیکن امیر ضریعت کا یہ ودق جادہ آوائیوں سے البت نہیں مواجد بعض وفعہ شاعری کوئی فرکی محل اس کے موجد کی اس کے موجد کی اور ہرکھا۔ کی ایس محت بیں کہ انہوں سے وابت ہونے کا موقعہ بیسر آیا ہے۔ یعی حال امیر ضریعت کی شاعری کا بھی ہے۔ ہم سمجتے بیں کہ انہوں نے شاعری کو مندی معلورہ سے ناعری کو معلورہ برتا ہے کہ انہوں نے شاعری کی عقیدہ و معلوم ہوتا ہے اور اس کے فقیدہ و طالت اور کوانف کا برت کیا جا سکتا ہے اور اس کے فقیدہ و طالت اور کوانف کا برت کیا جا سکتا ہے اور اس کے نظریات فطرت کا علم ہوتا ہے اور اس کی طبخت محمر کے انہوں ہے۔ اس کے عقیدہ و طالت اور کوانف کا برت کیا جا سکتا ہے اور اس کے نظریات فطرت کا علم ہوتا ہے اور اس کی طبخت محمر کر سامنے آجاتی ہے۔

امیر فریعت کے کلام سے بھی ہم ان کے حالات عقائد اور گرد و پیش کے حالات کا جائرہ لیس گے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے بعض بنہال پہلو بھی واضح ہوسکیں۔

تعوف سے دلہبی رکھنے والے حضرات کی کا کمال تسلیم کرنے میں اس کے عقیدہ و تصرف برغور

کرتے ہیں کہ وہ اس مغزل میں کس مد تک تمقیقی راستہ طے کر چا ہے۔ امیر فسریعت کا مال ان کے تصوف میں ان کے اس شعر سے معلوم کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے وحدت وجود جیسے مشکل سئلہ کو نہایت صاف ستمرے انداز میں واضح کیا ہے۔

وصدت بوجد و حالت کثرت در آمده حرکت بجلوه- جلوه بحرکت درآمده

اسی مفہوم کو اور زیادہ صاف کر کے فرمایا

ذروں سے تابہ مہر ستاروں سے تا جمن حکس جمال یار کی تابندگ ہے دوست

وحدت وجود کا نظریہ بیان کرتے ہوئے امیر ضریعت نے نہ تو روش منصور رحمتہ اللہ ملیہ امتیار فرمائی ہے او رنہ ہی جابلانہ وحدت وجود کی بنیاد رکھی ہے۔ بلکہ اس نازک ترین مسئلہ کو ہر طرح کی منطق و تکلفائی آلاکش سے پاک رکھا ہے تاکہ طریقت و ضریعت میں نگراؤ نہیدا ہواور مفاد و منفعت کے بجائے ضارہ و تقصان کاشکار نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ اس راہ کی دشواریاں بڑھے بڑھے صاحب عظمت بزرگوں کے پائے ہمت کے لئے ترازل کا باعث بنی ہیں۔

در حقیقت یہ مسئلہ اظہار و بیان کا نہیں بلکہ عمل و مست کا ہے اور وہ بغی کسی کال کی دستگیری کے ذریعے عل ہو سکتا ہے۔ یہاں ہوش و خرد کی دنیا سے بات نہیں ہوتی بلکہ وارفنگی اور ذوق کا عمل و مخلصانہ جذبات کام آتے ہیں اور عشق کی جولائیاں راہ نورد مسزل بن جایا کرتی ہیں۔

حضرت امیر فسریعت جونکہ ان کشمی سنازل کو طے کر بچکے تھے اس لئے اس موصوع پر انہوں نے جو کچھ کھا وہ ان کے مشاہدہ کی بات ہے اور وہ صبیح طور رخ ہانال کی تصویر بیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔
مسلمان کی عقیدت وارادت کا اگر کوئی گوشہ یا وجود اس دنیا ہیں باقی ہے تو وہ صرف سرور کا سنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقد می و مطهر ہے جس کے ذریعہ سے انسان کو ابنی حقیقت کا علم ہوا اور مقام ربویت کی شناسائی حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس وجود گرای کی تشریف آوری ان ہی تقاصوں کے مبیب تھی۔ اسے تزکیہ نفوس کی انسان کی صلاحتیں رفع ہو کر رہ گئیں۔ اور راہ حق کی راہنمائی ہونے لگی۔ اس لئے ایسی ذات مقد می سے نسبت ارادت قائم کرنے اور وابشگی رکھنے کے لئے بھی ادب جمیل اور ہوش کا مل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہاں پر تصوشی می لغزش گرفت و عتاب کا سبب بن جاتی ہے اور ہم عمر بعر کے لئے مرورت ہے۔ کیونکہ یہاں پر تصوشی می لغزش گرفت و عتاب کا سبب بن جاتی ہے اور پھر عمر بعر کے لئے رسوائی و ذات نامرادی و ناکای کا مزد و یکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے عارف روی نے فرایا تما

باخدا دیوانه باش و باممد موشیار

اں ادب کو یوں توہر مسلمان لموظ رکھتا ہے لیکن جن لوگوں کو عنق کی خصوصی گری اور تعمت لمی ہے وہ اس منرل میں رہنے یہ اس قدر محاسبہ کرتے ہیں کہ حصور رسالت میں اسیں حواس کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رہنا۔ عقل وخرد کی تمام قونیں مسلوب وعاجز ہو کررہ جاتی ہیں ان کے قلوب کی دھڑکئیں تیز ہوجایا کرتی ہیں اور ان کے رگ و بے میں اصاس کی یہ آواز آنے لگتی ہے۔ عقل قربال کی برییش مصطفیٰ

ہم جب امیر شریعت کی ان تعتول پر غور کرتے ہیں جو انہوں نے باگارہ رسالت ہیں پیش کرنے کی سعادت ماصل کی ہے توہمارا ذہن ان تعتول پر غور کرتے ہیں جو انہوں نے بڑی اوپر کی سطور میں کیا گیا ہے اور ہمیں کسلیم کرنا پرضا ہے کہ امیر شریعت بھی جناب رسالت میں اس ادب واحترام کے پابند ہیں جو عاد فین وکا ملین کی زندگی کا عاصہ ہے اور جس کی بناء پر وہ بارگاہ نبوت میں شرف پذیرائی کا وزیر ماسل کئے ہوتے ہیں۔ آپ کی تعتون کا انداز ستند میں کے انداز بیان وعقیدت سے اس قدر ملتا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل جو جاتا ہے۔ اس نعت پر غور کیسے کہ کس قدر متعد میں کے طرز کلام سے ملتی جلتی ہے۔

لولاک ذرهٔ زجان ممد است

کرتی ہے تو بعر رومانیت کی جادہ پاشیاں بھی اسے اپنامکن بناتی ہیں۔ اس عالم میں جب کوئی وارفتہ محبت اپنے معبوت اپنے معبوت کے اور استعماد حیات کے اور استعماد حیات کے اور استعماد حیات کے اور وہ جو کچہ کھتا ہے۔ حضور صلی اطد طیہ وسلم کی منقبت میں اسیر فریحتا ہے۔ حضور صلی اطد طیہ وسلم کی منقبت میں اسیر فریعت کی آئی تھم جال ان کی الوہیت و عقیدت کے مقام کو نمایاں کرتی ہے دہاں ان کے اپنے مرتبہ کا ہمی یہ دے۔ حبوں کا مطلع ہے کم

سرزار صبح بہار از گناہ می چکدش جنوں ز سایہ زلف سیاہ می چکدش امیر فسریعت کی ہسس نعت سے ان کے ظرف بلند کا اندازہ بنو بی ہو بیکتا ہے۔ کہ وہ کس قدر جمال رمالت کے دیفتہ تھے۔

تبھلے اور اُق میں ان کی پاک داسی پر جو کھر لکھا گیا ہے وہ ایک حقیقت ہے نہ کہ افسانہ لیکن اسول نے فیل کے اشعار میں اپنی تر وامنی کا جس طرح سے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بندگی کومتاع حقیر سمجھتے ہیں۔ لیکن کی کے کرشمہ ناز اور نوازشہائے بے پایاں پر اس قدر بعروسہ ہے کہ یقین کال کے ساقریہ کیارا مُتعے ہیں۔

> نادنینان جهان ناز واسوش شدند که گدانے تو بانداز دگر می نازد ناز دارد به در افشائی خود ابر بهار درد مند تو بنا سورِ جگر می نازد پارسایان بهم نازند به زبد و لماعت یک ندیم است که بر دامن تر می نازد

مقطع کے شعر میں بڑوامن تھی نازد سے حضرت ندیم کے اعتماد ویقین کی گئی داستانیں مرتب ہو سکتی ہیں اور بلا کسی خوف تردید کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسول نے اپنی تر دامنی ہی کو ایر پذیرائی بنایا ہے۔ تاکہ غرورزبد و نخوت اتقا کے حملہ و غلیہ سے صلاحیت فطرت غارت نہ ہوسکے۔ ایسی تر دامنی پر ہزارہا تھوی وطہارت قربان موں جس کے موتے ہوئے مسزل مراد حاصل ہو۔ کسی بدمت نے کیا خوب کہا ہے۔

تر دائن ہے شخ ہمادی نہ جائیو دائن نجوڑ ویں تو رفیقتے وضو کریں

اسی تر دامن مرد کال کی بے نیازی کا عالم طاحظہ کیتے۔ کہ خوان شاہی کے مقابلہ میں ابنی نان جویں بر
کس قدر نازاں بیں اور سایہ قد یار میں لحر بعر کی زندگی کو چتر شاہی سے ترجیح دیکر کس قدر قر مموس کرتے

ہیں۔ اٹھا یار ممبوب اور مقصود حیات کیسا حن و خوبی کا سرا یا ہوگا کہ حضرت ندیم دنیا کی ہر آسائش وراحت

اور اعزاز کو اس کے مقابل بیچ جانے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواز شہائے جاناں نے اسپر ضریعت کو ہر چیز

سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس لئے وہ منت کش غیر نہیں ہوتے اور نہ بی کی کا وقار و دید بر انہیں مرعوب کر
کتا ہے۔ فرایا۔

یک نان جوی ز خوان شامی خوشتر از چنگ و رباب آه صبرگامی خوشتر از چنگ و تارم کاری دارم خوان خوات کردم و بایی خوشتر کیک لفظ بزیر باید تد یار والله و خوشتر باید تد یار والله و خوشتر بای خوشتر

دیکھاشیخ تر دامن جب ستی میں آئے تو دعوی تر دامن بعول گے اور ابنی آہ مبرعای کا آو ار واعتراف کرنے لگے۔ جوان کی رندگی کی صبح تصویر ہے۔ متام پارسائی جھپانے ہے نہیں جبیتا۔ علم آنت کہ خود ببوید نہ کہ حطار بگوید لوگ الزام تراشی کے ولد ادہ بیں وہ کی کورسوا اور بدنام کرنے میں تال نہیں کرتے۔ بلکہ اس حصار بالمور کو تکمین اسی عمل سے لمتی ہے۔ ایک دور ایسا آیا کہ اسپر ضریعت کو وہائی، گتاخ، اور منکر ولایت کے الزام کا بدف بنایا گیا اور جمیل قسم ایسے ایسے الزام تراشے گئے کہ جن کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ آپ طلات کے اس دور میں بھی نہایت پاردی کے ساتھ فدت دین انجام دیتے رہے۔ ہرصاصب و ولایت ان کے راحت و اس مال کے برگ سے اداوت و عقیدت کے راحت کا فور پر ہم ال کے عقیدت کے راحت کو اس کے طور پر ہم ال کے عقیدت کے راحت خطرہ فرید عمال عرفان کے گیت گانے گئے۔ جنانی مثال کے طور پر ہم ال کے وہ اضام خوید باخری رحمت الذ علیہ کی منقبت میں محے ہیں۔ ان اشعار سے اسپر ضریعت کے عقیدہ ولایت بر واضع طور پر وہ شی پر فی ہے۔

ان اشعاد کے مطالعہ کے بعد اب بھی کوئی یہ کھے کہ اسیر خریعت بزرگان دین اور اہل روہانیت کے مشکر تھے تو یہ معترض کی ہے بعری ہوگی ہے اور ہم یہ کھے ہیں حق بجانب ہوں گے کہ جن لوگوں نے مادتاً تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ کے لئے حقائق بینی سے محروم کر دیا ہے۔ اور ان کی فطرت بد نے انہیں گراہی و صلالت کے فار حمیت بین ایسا گرایا ہے کہ وہ منبیل بی سیس بکتے۔ اور ان کی عقل اس قدر ماؤف ہوجاتی ہے۔ کہ وہ سب مجھد دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی صبح فیصلہ کرنے سے ماجز ان کی عقل اس قدر ماؤف ہوجاتی ہے۔ کہ وہ سب مجھد دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی صبح فیصلہ کرنے سے ماجز ہم کہ جو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بھی گرفت ہے۔ عقل کا ماؤف ہوجاتا یا حقائق کی تہدیک نہ بہنینا ایک ایس تعمل محروم ہوجاتا ہے جس کے بغیر تھمیل انسانیت تعلق نہیں ہوتی۔ اور نہ بہنینا ایک ایس تعمل تعمور کر مکتا ہے۔

جنہیں اللہ تعالیٰ نے دولت عقل سے سر فراز کیا ہے وہ اختلاف اور معاندت کے ہوئے ہوئے بھی اپنے حریف کے عاسن و خوبیوں کا اعتراف کیا کرتے ہیں اور یعی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے راست ہازی کر میں مصروح کے میں ترین کی میں میں این میں میں میں میں میں میں است

کی علاست ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے انسان بست ہی لفرنشوں سے معفوظ ہوجاتا ہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد امیر شریعت اور ان کے ساخیوں سے سیاست سے تو کنارہ کھی اختیار کرنی

مملکت میں سرور اکنیت کے خلاف اپنی جدوجہد کو تیز کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ مذہباً اس کے خلاف تھے۔ کہ ایک اسلامی

مملکت میں سرور کا نمات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کی کے دعوی نبوت کا پرجار ہو۔ جبکہ و نیائے اسلام کا

عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ صفور کی ذات مقدس خاتم

النبین ہے۔ جو تکہ مرزا غلام کاویا ٹی نے اس اصول دین کے برعکس دعویٰ نبوت کیا تھا اس لئے علمائے ربائی

کوان کے خلاف مذہبی جنگ لڑنی ہڑ گئی ور زانہیں سرزا سے کوئی ذاتی کد ودشمنی قطعی نہ تھی۔ اس میدان کارزار

میں امیر ضریعت کی حیثیت کا فلہ سالار کی تھی۔ انہوں نے مرزائیت کے خلاف اس ورم بھی جوعظمت دیں اور

پر ٹابت کر دیا کہ شمع رسالت کے پروانے اور دین مصطفیٰ کے دیوانے اب بھی باتی ہیں جوعظمت دیں اور

پر ٹابت کر دیا کہ شمع رسالت کے پروانے اور دین مصطفیٰ کے دیوانے اب بھی باتی ہیں جوعظمت دیں اور

ممیں لسلیم کرنا پڑے گا کہ امیر شریعت نے درد

دین اور عطنی رسالت میں ناموس نبوت پر اپنی متاع حیات قربان کر دی اور برصغیر پاک وہند کو مرزائیت کے خطرہ سے خبردار کیا۔ ان کے اعصاء پر کہولت غالب آئی تی۔ عناصر میں اب وہ اعتدال کہاں کا رنگ نمایال تعا۔ فیا بیطس جیسے موذی مرض نے الگ پریشان کر کھا تعا۔ لیکن بایں ضعف و نقابت بھی وہ مرزائیت کے ظاف خواجہ ناظم الدین کے دور صومت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ پاکستان کا کونا کونا جیاں بارا۔ اور اس جرم کی باداتی میں صعوبت کی زندگی بسر کرتے ہے۔ یہ کی باداتی میں صعوبت کی زندگی بسر کرتے ہے۔ یہ ان کا عشق رسول تعالم دین کہ دوہ می نگ و تاریک کو ٹھڑ ہوں میں صعوبت کی زندگی بسر کرتے ہے۔ ان کی سے ساست ان کے دینی معاظات و امور کے تابع ہوا کرتی تھی۔ اور ان کی نظر میں محاس دین کے علاہ اور کوئی خوبی سیاست ان کے دینی معاظات و امور کے تابع ہوا کرتی تھی۔ اور ان کی نظر میں محاس دین کے علاہ اور کوئی خوبی خوبی ہی نہ تھی۔ وہ فربایا کرتے تھے کہ میرے میاں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی راہمائی فربائی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی ہر طرح سے فلات و بسبود موجود ہے۔ اس میں سیاست ہی ہے اور فربائی ہے۔

#### رے نقش قدم کا ذرہ ذرہ عبادت گاہ جان عاشقاں ہے

بعض شخصتیں ایس صفات خصوصیہ کا جموعہ ہوتی ہیں کہ جن کی جاذبیت موافق و مخالف کو گرویدہ کئے رکھتی ہے۔ چنانی امیر شریعت کی شخصیت ہمی انئی صفات کا طلاحہ تھی۔ ان کے علقہ میں ہر طرح کے گلر و لفظر کے لوگ جمع رہتے تھے۔ اور اراوت کادم بعر نے حتی کہ نیاز مندول میں مسلمان ہندو کمیونٹ اور موشلٹ بھی شامل تھے۔ گرچہ ہر ایک کی سیاسی و مذہبی راہ الگ الگ تھی لیکن وہ امیر شریعت کی ممفل میں اس طرح سے جمے رہتے کہ ان کے چہرے بھی ان کے باہی نظریاتی اختلاف کی غماری نہ کرتے۔ امیر شریعت یوں تو ہم اختلاف کو گوادا کر لیا کرتے تھے لیکن کمیونرم کے بارے میں وہ بڑے شدید تھے، فربی کرتے ہتے کہ یہ اسلام کے خلاف ایک اور لائتناہی مازش ہے۔ کیونکہ اس کا موجد کارل مارکس یمودی تھا۔ اور یہ سلمہ امرے کہ یمودیت نے اسلام کے خلاف ہمیشہ مازشوں کا جال بھیایا ہے۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امیر ضریعت نرے سیاسی نہ تھے بلکہ وہ ایک بیکے مسلمان اور اسلامی روایات کے تابع القلاب آؤری انسان تھے۔ اس لئے وہ کی ایسی تر یک کو برداشت نہ کرتے تھے جس سے اسلام کو گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ حضرت امیر شریعت کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے یہ مغنی نہیں کہ انہوں نے پاکستان میں بمی مرزائیت کی پُر زور قالفت کی چنانچہ تر یک تعظ ختم نبوت نے زور پکڑا۔ ملک کے طول و عرض میں شیدایان رسالت ناموس نبوت برجان کی بازی لڑانے کے لئے لگل محرطے ہوئے۔ لاہور میں گول جلی الی بی انہ کی ہائی ہوئی جی ہے۔ کہ مسلم خوات احتجاجی جو سے الہور میں مرزائیت کے ظامت احتجاجی جو سے الہور میں ترکیک تعنظ ختم نبوت کے رہنماؤں کی گرفتاری عمل میں آئی تو ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں حضرت امیر قریب کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ ایک سال بعد رہائی ہوئی تو آپ کی صحت بست زیادہ خراب ہو چکی تھی۔ خود

ذبا یا کرتے تھے کہ سکھر حیل میں ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے صحت پر برا اثر پڑا ہے۔ اوجر عمر بھی ستر کے قریب پہنچ گئی تھی اور ذیا بیطس کی تعلیف ایک عرصہ سے بلائے ہال بی ہوئی تھی۔ باہر آنا جانا تقریباً معطل ہو گیا تعا۔ لیکن پھر بھی متعلقیں کے پہنم اصرار پر کسی نہ کسی جلسہ میں تشریف لاقے اور برتاثیر خطا بت سے عروق مردہ میں روح پعونک دیا کرتے کچھ عرصے کے بعد پر سلسلہ بھی موقوف ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ سفر کی کوفت برداشت کرتے۔ البتہ ان کے مکان پر ہم وقت مفط جی رہتی اور ان کا جس مدا ہمار بھول کی طرح شکفتہ و تابندہ رہتا۔ یہ ان کی فطر تی خصوصیت تھی کہ وہ بعد ارد تر تعالی

صعف نے پہلے ہی سے وجود گرای پر تسلط جمار کھا تھا۔ ہر چند ڈاکٹروں اور یونانی مکماء نے تدبیر علاج کی۔ مرض بڑھتا چلاگیا آخر ۱۲ اگت ۱۹۲۱، بروز دو شنبر کو غروب آفتاب کے وقت آپ نے واعی اجل کو لدیک کھا۔ لدیک کھا۔

انا لله و انا اليه راجعون

ریڈ یو پاکستان نے آپ کے وصال کی خبر نشر کی تو مک کے طول و عرض میں غم ویاس کی اہر دور طگئی۔
دو سرے روز جنازہ اٹھا تو حد نگاہ تک لوگوں کا ہموم سمندر کی طرح ٹھاشیں مارتا ہوا نظر آرہا تما۔ لوگوں کی
دو سرے روز جنازہ اٹھا تو حد نگاہ تک لوگوں کا ہموم سمندر کی طرح ٹھاشیں مارتا ہوا نظر آرہا تما۔ لوگوں کے
دواسنجیوں اور گریہ و زاری نے ملتان کے در و دیوار سے اظہار تعزیت کی۔ اخبارات نے بالے اور وائے کی
مرخیوں سے اپنے معبوب خطیب کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ بھتے ہیں کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ بہلا جنازہ تما
جو اتنے ہموم کے درمیان سے اٹھا اور لوگوں نے بصد خلوص خاطر کندھا دیا۔ حضرت سعدی شیرازی رحمتہ اللہ
علیہ نے جو بات کھی تھی اور درس زندگی دیا تماوہ حضرت امیر خریعت نے عملاً کر کے دکھا دیا۔

یاد داری که وقت زادن تو هم خندال بودند و تو گریان همچنال زی که بعد مُردن تو همه گریان بودند و تو خندال

*

یہ کہہ رہے ہیں تجھ سےشیدانِ راہِ عثن تو دل کاخون کرلے محبت کا خوں نہ کر

شاہ جی کا آٹو گراف.....(شورش کاشمیری کےلئے)

#### فيعرمعطنئ قيعر

## جال سے ہائے وہ شعلہ نوا خطیب گیا

جو نالہ ران تما شب غم وہ عندلیب گیا
وہ قوم کے دل پردرد کا طبیب گیا
ارم کا لختے ہی پروانہ خوش نسیب گیا
جنوتی دید سوئے ممغل صبیب گیا
وہ کمہ کے روتے ہیں اب ہائے وہ رقیب گیا
جگر پہ داخِ الم لے کے غم نسیب گیا
جگ گا عرش جو روتا ہوا غریب گیا
جمال سے ہائے وہ شعلہ نوا خطیب گیا
وہ دین پاک کا ہر ہے تری نقیب گیا
پک جھیکتے ہی کیا دور وہ عمیب گیا
نس شاس گیا، شاعر و ادیب گیا
ہوئی جو قطع تو مہوب کے قریب گیا

فدا تھے اہلِ جمن جس پہ وہ خطیب گیا

زائہ کھتا تنا جس کو سائج لمت

چراغِ حقیٰ محمد کی لو لگی تمی جے

زبس صیب خدا پر تنا وہ ازل سے فدا

سن طراز جے جانے بتے اپنا رقیب

یہ عل محافظ نو لمت کی مرگ پر ہے بیا

وہ کھتا تنا کہ اگر پیش دادر مخسر

جو دم ہیں کتا تنا مردہ دلوں کو گرم عمل

وہ دور جوش پہ تنا جس ہیں ذوق دار و رس

نہیں ہے شعر و ادب ہیں مزا کہ محمل سے

وہ راہ قریب بی جو تمی زندگی ہیں بھید

ستارے عرش سے قیمر جو توڑلاتا تھا ارم کو آج وہ واحظ گیا خطیب گیا

منظوراحيد بهمنى مرحوم

## شاہ جی کی باتیں

منالیاً ۱۹۴۰ء کا ذکر ہے میں ابھی چھٹی جماعت کا طالب علم تما۔ ملک میں انتظابی نعرے بلند ہورہے تھے۔ میں بھی ان نعروں کے مطالب سے بالکل ہے خبر اپنے ہم جولیوں کے ساتھ مل کر انقلاب رندہ باد اور ا انگریز مرد باد کے نعرے بلند کرتا رہتا۔ اسیں دنوں سر روزہ احرار کا نفرنس کا اعلان ہوا۔ اور کا نفرنس سے ایک روز پیشتریتہ جلاکہ "بابا ڈنڈے والا" سیالکوٹ پہنچ گئے ہیں۔ اور عبدالرحیم کے مکان پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

شوق زیارت ہمیں کشال کشال دریار کی جانب نے گیا وہاں جا کرایک وجیہ وشکیل انسان دنیا بھر کا جاہ و جلال اور حن و جمال سمیٹے، لہراتی ہوئی زلفوں، تھمنی اور خوبصورت ڈاڑھی کے ساتھ اور جسر ہُ روشن پر بر کات الهی کا نور نئے نظر 7 یا۔

دریافت پر سلوم ہوا کہ یہی شاہ جی ہیں۔ شاہ جی اس وقت نهار ہے تھے۔ جب عسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے سفید قمیض اور ایک سیاہ تہبند زیب جمم کر لیا۔ پاس ہی قبلہ شیخ صام اللہ ین بیٹھے ہوئے تھے۔ مسکرا کر یوجیا۔

شاه جی! یه دور نگی کیسی ؟

شاہ جی نے برجتہ جواب دیا- ارسے بھائی دن کی سیابی نیج اثر گئی اور ایک رور دار قمقہ فصامیں گونجے گا-تشکیل پاکستان سے پیشتر چونڈہ صلع سیالکوٹ کی انجن تبلیخ الاسلام کے سالان طبحے تاریخی نوعیت کے ہوا کرتے تھے ہندوستان بھر کے جید طلبائے کرام ان جلول سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور ہمارا جنون بھی ہمیں اپنی پڑھائی چھوڑ چھاڑ کر چونڈہ جانے پر مجبور کر دیا کرتا تھا۔ 1967ء میں بھی حب معمول سالانے کا نفرنس بڑے شاٹھ ہاٹھ اور دھوم دھام سے ہوئی۔

کا نفرنس کے آخری اجلاس میں شاہ جی کی تقریر تھی۔ تقریر سے پیشتر اسٹیج پر چونڈہ کا ایک متسول سکھ وزیر سنگھ مع اپنے دس خاندان کے افراد کے شاہ جی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور عرض کیا گیا۔

اشاہ جی وزیر سنگھ اور اس کے اہل وعیال آپ کے دستِ حق برست پر بیعت ہونا جاہتے ہیں۔

شاہ جی نے آہ بھر کر کہا بھائی مجھے تواتنا پتہ نہیں کہ میں بھی سلمان ہوں یا نہیں آئے پہلے دیکھیں کہ سلمان ہوتا کیا ہے؟ اس کے بعد خطبہ سنونہ پڑھا اور پھر صبح کے تین بج تک سلمان کیا ہے؟ کے عنوان پرایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد وزیر سنگھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے 'لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اب بتاؤمسلمان ہونا چاہتے ہو؟

وزیرسنگھ جس کے دل و دماغ میں اسلام کی حقانیت کی شمع روشن ہو چکی تھی آنسوؤں کے دئیے روشن کر کے بولا۔ ہاں شاہ جی اب میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ شاہ جی نے وزیرسنگھ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھسہ شہادت بڑھایا اور عبداللہ نام تمویز کیا۔ اسی وقت اس کے ظاندان کے دس افراد بھی مسلمان ہوئے۔ اور جلسہ نومسلمین کے لئے وعائے استقامت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ دو سمری صبح چونڈہ کے دیگر ۵۴ افراد بھی شاہ جی کے باتھ پرمسلمان ہوئے۔

ایک دفعہ دفتر احرار میں بیٹھے تھے، کھانے کا وقت آگیا۔ اس وقت بھنگی بھی کہیں سے آمٹیا۔ شاہ جی نے کہا میاں کھانا کھالو۔ خدا آپ کو زیادہ دے، یہ بھنگی کا جواب تعا- شاہ جی ایٹھے بھنگی کو غسل خانے میں لے گئے، اس کا ہاتھ منہ دھلایا۔ اور بھر اپنے ماتھ ہی بٹھا کرکھانا کھلایا۔ آہ کتنے عظیم انسان بتھے!

ایک زمانے میں مجھے بڑے لوگوں ہے ان کے دستخطوں کے ساتھ کوئی بیپنام لینے کا بڑا شوق تھا- اس مقصد کے لئے میں نے ایک بڑی خوبصورت کا بی بناز کھی تھی-

شاہ می دفتر احرار میں مفل جمائے بیٹھے تھے۔ میں نے ڈرتے واپی ان مسکے آ گے بھلادی۔ دیر تک کاپی کی تعریف کرتے رہے اور مسکرا کر فرمایا: کیوں میاں، یہ مجھے تعذوے رہے ہو۔ ؟

عرض کیا: شاہ جی اس پر آپ اپنے قلم سے کیچہ لکھ دیں۔

فرمایا: نه بھئی، اتنی خوبصورت کاپی میں کیوں خراب کروں۔ شاہ جی! یہ اس مقصد کے لئے ہے۔ یہ آٹو گراف بک ہے۔

شاہ جی ذراغصے میں آگئے۔ فرمایا، وہی انگریزی بدعتِ اوراس کے ساتھ ہی کا پی مجھے واپس لوٹانے لگے۔

دوبارہ عرض کیا: شاہ جی اس پر اپنی طرف سے کوئی پیغام لکھ دیمے۔

فریانے لگے میں کیا اور میرا پیغام کیا، پیغام لانے والا تیرہ سو برس پیشتر جو پیغام لایا تعا اس پر تم لوگ کیا عمل کررہے ہو، اسی پیغام کو سمجھواوراسی پر عمل کرو۔ دنیا وعقبیٰ سنوار نے کے لئے وہی کافی ہے۔ کراچی ختم نبوت کے دفتر میں شاہ جی صبح کی نماز کے بعد وظیفے میں مصروف تھے کہ اتنے میں مولانا عبدالمبید سالک مرحوم اور مجید لاہوری مرحوم تشریف لائے - سالک صاحب نے آتے ہی حملہ کیا: برزبال تسبح ور دل گاؤ خر!

شاہ جی نے وظیفہ ختم کرنے کے بعد فرمایا:

سالک صاحب آپ ٰنے بڑے موقع کامصرع پڑھا ہے اس وقت میرے دل میں آپ دونوں ہی کا تصور تھا۔

ایک دفعہ شاہ می سیالکوٹ میں ڈسٹر کٹ ٹرانسپورٹ کے دفتر میں میشے تھے۔ عقیدت مند پروانوں کی طرح جمع تھے۔ بات حقوق اللہ اور حقوق العباد پر چل نکلی۔ اپنے منصوص انداز میں فرمانے لگے۔

یاد رکھوا گرمیں حقوق اللہ میں کوتا ہی کا مرتکب ہوتا ہوں تو کسی انسان کویہ حق نہیں پہنچنا کہ وہ اللہ کی طرف سے مجھے معاف کر دے۔ اسی طرح اگر میں کہی انسان کو دکھہ دوں توخدا کویہ حق نہیں پہنچنا کہ وہ مسری یہ غلطی معاف کردے اور انسان جس کے ہاتسوں مجھے یہ دکھ پہنچا ہے وہی معاف نہ کردے!

ایک دفعہ شاہ جی سیالکوٹ تشریعت لائے۔ ہر عقیدت مند کی خواہشِ تھی کہ شاہ جی میرے ہاں قیام کریں۔ شاہ جی نے دفتر ہی بسند کیا۔ دن بھر معفل جی رہی۔رات کو دفتر ہی میں بستر لگا دیا گیا۔ شاہ جی نے جار یائی بر بستر لگا دیکھا تواٹھا دیا۔

عرض کیا: شاہ می بستر ہی پر سور پیئے۔ فرمایا: کل جیل میں یہ نرم و گرم بستر پہنچا دو گے؟ عرض کیا گیا: اگر آپ متم دیں گے تووہاں بھی پہنچا دیں گے۔ فرمایا: پھر قسر میں بھی پہنچا دو گے؟ اللہ اللہ یہ تمیے شاہ می!

أسمال تيرى لحد برشبتم افشاني كرك!

موم ہو جاتے ہیں اس کے وعظ سے پتھر کے ول کی ہے وہ طاقت بخاری کو عطا، اللہ نے (ابدیلتانی)

## گلستان نبوی کی بادِ بهاری

#### مانظ امرتسري

خطابت تمی تبمر کو خدا سے ودیعت ہوا ہم سے رخصت وہ میر فریعت شجاعت کابتلا شرافت کا بیکر وه سیدال کا غازی وه مرد کلندر عابد، ندر، یارسا، یاک طنیت مصائب کا خوگر مجمم صداتت جوال فكر، معجز بيال تما بلا كا وه عابد وه زاید، وه بنده فدا کا ہوئی جس کی گرویدہ ساری خدائی پلی جس کے باتموں میں شعلہ نوائی عطا تھے جے ضرویت کے زیور طوص و ممبت ربا جس کا زیور شریعت کا پیرو، طریقت کا رہبر ه.ه شاعر، مبلغ، مبضر، مقرر وه الفاظ و معنی کا بر جوال شا فصاحت، بلاغت کا سیل روال تما ربا جس کا زندان میں برسوں شکانہ سیاست فراست میں تھا وہ بگانہ وہ حق گو وہ بے باک ساحر بخاری گلستان نبوی، کی باد بہاری خطابت تمی جس کو خدا سے ودیعت ہوا ہم سے رخعت وہ میر فریعت



## سید عطاء الله شاه بخاری اور تحریک آزادی کشمیر

وادی کشمیر میں ڈوگرہ سامراج مسلمانوں پر جبرو تشدد اور جوروستم کے بہاڑ توڑرہا تھا اور خون مسلم ے وادی کے ذرہ ذرہ کورنگین بنا چا تھا۔ او حرشاطر فرنگی کشمیر کو قادیا فی سٹیٹ بنامے کے منصوب بنانے میں مصروف تھا۔ اس منصوبہ کی تنمیل کے لئے خوام کمال الدین لاہوری مرزائی کے بعائی خوام جمال الدین جوان د نول ریاست میں انسکیشر تعلیمات تھا۔ اس کے اثر ورسوخ اور منصب سے فائدہ اٹھا کر تمام تعلیمی اداروں میں لاہوری اور قادیا نی مرزائی بعرتی کرنے گئے مزید برآں ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء کوشملہ میں انگریز کے ایما، پر سرکاری اور درباری لوگوں کا اجتماع ہوا جس میں کشمیر محمیثی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ چنانچہ مرتبہ پروگرام کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود آنجهانی (ظیفہ قادیاں) کوصدر اور مسٹر عبدالرحیم درد ظیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا- شملر ہی سے مرزا بشیر الدین نے ایک اطلان کے دریع کہا کہ مجھے تمام سلما نول نے اپنا دسما کسلیم کرلیا ہے۔ چنانچ مردا صاحب آنھائی نے ۱۹۳ گست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منانے کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ کے برائیوٹ سیکرٹری نے ملک کے مشہور لوگوں کو خطوط لکھ کر اطلاع دی کہ انہیں کشمیر حمیثی کا مسر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان بھر کے سلمان فرنگی کی اس سیاس سازش سے بے خبرتھے۔ چنا نبے مجلس احرار کے عظیم دما غوں نے فور آانگریز کی سیاسی سازش کو تاڑایا۔

تحریک آزادی کشمیر اور احرار اخر مجلس احرار نے سندکی زاکت کومموس کرتے ہوئے توکیک کواپنے ہاتہ میں سالے لیا- اور احرار کے پلیٹ فارم سے تمام سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ ہم سب کو مل کر کشمیر کے سیاسی مسئلہ کو حل کرنا چابیئے۔ ورنہ کشمیر تحمیثی ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال کو اور خطر ناک رنا دے گی۔

احرار کا اس میدان میں آنا تھا کہ ذبھی سازش ناکام ہو کررہ گئی۔ کشمیر تحمیثی کے تارویود بھم گئے۔ اور علامہ اقبال نے نائب صدارت سے استعفیٰ دِسے دیا۔۔۔۔۔۔

دوبارہ سر کردہ مسلمانوں نے جو محمیثی تشکیل دی اس کے صدر علامہ اقبال چنے گئے۔

بیر جلو کی تحریک

مجلس احرار اسلام میں بهترین دل و دماغ رکھنے والے اور قابل ترین افراد موجود تھے۔ شاہ می نے اپنی ساحرا نہ خطابت اور جاہدا نہ عزم سے ڈوگرہ سامراج کے خلاف صور پیونکا اور کشمیر چلو کی صدابلندگی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے اس آواز پرلیک کھا گیا۔ فرزندان اسلام نے سر بکھت ہو کر کشمیر کی سرحدات میں داخل ہونا ضروع کر دیا۔ شہادت، قید و بند اور ہار پیٹ کے مصائب و آلام کے طوفان سے تھیلنے لگے۔ لیکن یہ سختیاں ان کے مجابدان سے تھیلنے لگے۔ لیکن یہ سختیاں ان کے مجابدان عزم اور شوقی شادت و آزادی کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں۔ بلکہ ذوق و شوق بڑھتا گیا۔ چالیس ہزار احرار مجابدوں نے کشمیر کی آزادی کی خاطر جیلوں کو ہمر دیا۔ یول تواس جادمیں پدرے ملک نے حصہ لیا کین تنہا سیالکوٹ کے دس ہزار فرزندان اسلام نے قربانی پیش کی۔ شاہ جی کے رفیق کار مولانا حبیب الرحمی لدھیا توی جو دراصل امیر احرار تھے۔ ہندوستان ہمر کے اخبارات کی فہرست بنا کر رابط قائم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسئد کشمیر مشتر کہ مسئد بن گیا۔ وریدراس تک کے جیا لے رضا کاروں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔

مهاراجه کشمیرنے شکست تسلیم کرلی

شہیدوں کا خون رنگ لاتا ہے تو نوجوانوں کی قربانیوں سے قوئی اور کمی تھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں اور ان کے مقدس خون کے جال جھیئٹے بڑتے ہیں وہاں آزادی کے تن آور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ مہاراج کو سر فروشوں کے عزم کے آگے جھکنا پڑا۔ اور اس نے اپنی شکست تسلیم کرلی اور خود اختیاری کی اساس پر کشمیر میں جمبوری حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اسمبلی کے قیام کی تبویز کی گئی۔

اس وقت اگر تشمیری لیڈر عجلت پسندی سے کام نہ لیتے نرخ بالا کن آرزانی ہنوز کے فارسولا پر عمل پیرا ہوتے اور مظرا پر عمل پیرا ہوتے اور مظرا در نیا کندہ حکومت سے محم پر کمی طرح راضی نہ ہول گے تو حالات مختلف ہوتے۔ اور مہارام کی اتنی بھی حیثیت باتی نہ رہتی کہ وہ ہندوستان کے ساتھ کشیر کے الحاق کا اعلان کرنے کی جرائت کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔

## تحریک کے گھبرے اثرات

تحریک سے پہلے عوام میں یہ تا ترپایا جاتا تھا کہ تشمیری مسلمان بزدل ہیں۔ اُل میں صلابت واستقاست اور شجاعت و بسالت عنقاء ہے اس موقع پر پہلی بار اس نظریہ کے تار پود بکھر گئے اور کشمیری مسلما نوں نے اس کا جواب اپنے عمل سے دیا۔ اور میر واعظ پوسٹ کی پکار پر پروانہ وار گولیاں کھاتے تھے۔ اس تحریک کا دوسرا اثر یہ پڑا کہ کشمیریوں میں آزادی کی اسر دور گئی جس کی صدائے باز گشت آج بھی سنائی دے رہی میں

۔ تیسرا گھرا اثریہ ہوا کہ فرنگی اور قادیا نیوں کی سازش تباہ کر کے رکھ دی گئی۔ اور کشمیر کو قادیا فی ریاست بنانے کا تصور سمیشہ کے لئے وفن ہو کررہ گیا۔

گو بعد میں اس تریک کی قیمت مجلس احزار کو مباری ادا کرنی پڑی۔ اور سر فصل حسین نے 19۳۵ء میں مجد شہید گنج کا قصہ محمولا کر کے احرار سے دل محمول کر انتقام لیا۔ مگراحرار شاہ جی کی قیادت میں اس تحریک سے جو عظیم مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے اتنی بڑی قربنی دیکرانہوں نے حاصل کر لئے۔

## یزدال کی آک نشانی

حضرت امير شريعت عالم باعمل اور صوفي رمز شناس تھے۔ ہزاروں افراد نے ان كے وست مبارک پر بيعت كى اورا ہے نفس كى اصلاح كا اہتمام كيا۔ ان كى رندگى كے اس پهلو پر بہت محم حضرات كى نظر كئى ہے۔ اصلاح باطن ميں انہيں كمال حاصل تما۔ اس سلسلہ ميں حضرت شاہ جى كوشاہ عبدالقادر رائے پورى رحمہ الطر سے فيض تما۔ جادہ تصوف كے راہرواس حقيقت سے خوب واقف بيس كہ اس جہان ميں حضرت رائے پورى كى لسبت سے بلامبالند لاكھول طالبان صادق نے روحانى منازل طے كيس "رائے پور"كى خاتقاہ سے برسوں تصوف كا نورانى چشمدروال دوالى رہا۔ يہ خاتقاہ منازل سكوك ميں اہنے وقت كى سب سے برلمى تربيت گاہ رہى ہے۔

ہنگس ست اہل بشارت کہ اشارت واند نکتیا ست_ر بی مرم امراد کا است

شاہ جی نے پری اور سباد گی کی دکان کمی نہ سبائی۔ پیری مریدی کو کارو بار کا درجہ نہ دیا۔ ان کی هیرت مند طبیعت کمی کی مرید سے آیک پائی کی روادار نہ بوئی۔ ان کے ادادت مندوں نے بھولے سے بھی کمی ان کی پیشوائی و اولیا تی کا ڈھونڈرہ نہیں پیشا۔ شاہ جی دلق اولیں اور گلام بوذر کے امین تھے۔ انہوں نے بادلوں کا کنن نہیں بیاا ور آباء کی قبروں کی اینٹوں کو ڈوخت نہیں کیا۔ کیونکہ وہ دص دولت کے بندے نہ تھے۔ وہ تو بطل حریت تھے۔ انہوں نے وادی سیاست کے فار زار کی عمر بھر جادہ پیمائی کی۔ اپنے عقیدت مندوں کو بھی ماتھ کے ریت تھے۔ انہوں نے دریدوں کے باتھ میں تسیع کے بجائے کیا،ارسی پکڑائی۔ فلای کی زجیروں سے نبرد آنا رہے۔ وہ کا فلا احرار کے سرخیل تھے۔ تو چدد حری افضل حق مرحوم داخ، مولانا مبیعی الرحمٰن لد عیانی ماللہ رہمنہ الحراد وہ شاہ کی اسالہ میں نہیں انسادی، مولانا مبیعی الرحمٰن لا نسادی، مولانا مبیعی الرحمٰن لا میں زندہ ہیں۔ یہ حضرات کی بھی مثیع سے تحریر کریں۔ گران کی تقاریر مظیر طی اظہر اور شورش کاشمیری یا نبی زندہ ہیں۔ یہ حضرات کی بھی مثیع سے تحریر کریں۔ گران کی تقاریر مظارت کی دختار کی دھوناری کی دور دھوران کی وضادی کار میں مثیع سے تحریر کریں۔ گران کی تقاریر مظارت کی حضدی یادیں تازہ کو دیتی ہیں۔

جنوں تو کہہ ہی دیتا ہے بات ماری خرد نے سوچ کر تربیت کی ہے

مجلس احرار اسلام کے سیاسی نظریے سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن تمریک آزادی میں جوان کا حصہ ہے
اس سے انکار کرنا تاریخ پر ستم توڑنا ہے۔ "احرار" کو کا گریس کا بشوکھنا دھاندلی ہے۔ جبکہ ۱۹۳۱ء میں احرار
کو کا گریس سے الگ ہو گئے تھے۔ کا نگریس سے علیحدگی چود حری افعنل حق مرحوم کے نظریات کی بناہ پر ہوئی
تعید اور یہ بات بانگ دہل کمی جا سکتی ہے کہ چود حری صاحب مرحوم کا نگریس کو ہندوامپر پلزم کا ایٹم خیال
کرتے تے اور ان کی درویشانہ سرشت میں ہندو سرایہ داری کے خلاف سخت نفرت موجود تھی۔ چہدری

صاحب کو ان کے ناقد احرار کا "ہار کس" کھتے ہیں۔ یہ تطفی خلط ہے کہ میرے نزدیک ان کا ذہن توحید و رسالت میں سے ضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک تعا- چود حری صاحب کو جاگیر داری اور سرمایہ داری سے بغض کی حد تک چڑتھی۔ ان کا نظریہ حیات اس شعر کے قریب قریب ہے۔

> دولت ہو جس نظام میں البانیت کا نام دنیا کا وہ نظام بدلنے کی ککر ہے

ید ایک تاریخی المیہ ہے کہ اسلام ہرول و جان سے قربان ہونے کا جذبر رکھتے ہوئے بھی "مجلس احرار" تمریک پاکستان میں طائل نہ ہوئی اس کی واحد وجہ جو تاریخی تمزیہ کے بعد مجھے نظر آئی ہے وہ مسلم لیگ میں نوا بول کی موجود گی تھی۔ دو مرے پنجاب کے جاگیر داروں کو "احراری دماغ" نے ہمیشہ بمیل اور کوتاہ فکر گردانا۔ ہمرحال یہ دو سراالمیہ ہے کہ ایک فعال جماعت نے تمریک پاکستان کی تخالف کر کے اپنے تا بوت میں آخری کیل شونک لی۔ ہمرحال ذکر تماشاہ جی کا تووہ بقول عبدالحمید عدم یزدال کی نشافی اور احرار کی جوانی تھے۔شعرس لیمئے

> تو آدی نمیں یزدال کی اک نشانی ہے تیرے بڑھاہے میں احماد کی جوانی ہے

سخری ایام میں شاہ جی کا طبیہ کچھ اس طرح تعا- درمیانہ تھ، دہرا جہم، گندی رنگ، جسرے پر بعری بعری سفید داڑھی، سر پر پنشے، اُن پر اوڑھی ہوئی انوار کیپ، کشادہ پیشانی، بعرا ہوا روشن کتابی جسرہ، عقالی سنگھیں جن میں طیرت اور خود داری کی کرنیں بھوٹا کرتی تعییں۔ طبعیت میں جلال و جمال کا حسین استزاج تعا-کلند رانہ ادائیں

#### سكندرانه جلال

آواز میں شیرینی سے بڑھ کر جادو، تلات تو آن پاک کے وقت ان کے گئے ہے المحق ول سوز آواز ٹکلتی میں کہ سامعین جموم جموم جاتے تھے۔ دیساتی سامعین کو کبسی کبھار ہیر وارث شاد کے جادو بھر سے اشعار سنا کر سوہ لیتے تھے۔ تقریر فریاتے تھے تو مجمع پر سناٹا جہا جاتا۔ سوافق تخالف واہ واہ کے ڈو گئر سے برساتے اور سمور ہو جاتے۔ ان کی شعلہ نواتی سے بنجاب کے دریاؤں میں بارہا تموج آیا۔ جمالیہ کی چوٹیاں دبل گئیں۔ انگریز کا تخت گئے۔ سنبر سے ان کی گوٹے سنائی دی۔ سٹیج سے انہوں نے لکارا۔ جمالیہ کی چوٹیاں دبل گئیں۔ انگریز کا تخت ڈوانواڑول ہوا۔ قاویائی نبوت کرزگئی۔ چالیس برس تک ان کی پاٹ دار آواز نے تسکلہ چائے رکھا۔ گر آخری ایام میں ان کی مجبوری اور للہادی کا یہ عالم تھا کہ گویائی کے لئے بلکی سی چھاری کے محتاج تھے۔ گشتر سیڈیکل ایام میں ان کی مجبوری اور للہادی کا یہ عالم تھا کہ گویائی کے لئے بلکی سی چھاری کے محتاج تھے۔ گشتر سیڈیکل نوائی اور آئش بیانی خرمن استعمار پر بہلی بن کر گرا کرتی تھی۔ ان کی آخری مجلک دیکھ کر راقم الروف کے ذہن میں ان کے ہم وطن شاعر حضرت شاد عظیم آبادی کی غزل کا یہ مطلع یاد آگیا تھا۔ یہ شعر گویا جاب شاد نے بیر ہناری کے لئے بر بناری کے لئے ایوں کے لئے بر بادی کے بر بناری کے لئے موال شاعر حضرت شاد عظیم آبادی کی غزل کا یہ مطلع یاد آگیا تھا۔ یہ شعر گویا جاب شاد بر بر بناری کے بیم وطن شاعر حضرت شاد عظیم آبادی کی غزل کا یہ مطلع یاد آگیا تھا۔ یہ شعر گویا جاب شاد نے بیر بخاری کے لئے بر بخاری

ڈسونڈو کے اگر ملکول ملکول ملنے کے نہیں نایاب بیں ہم تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے "ہم نفسو" وہ خواب بیں ہم

آپ کی پرورش کچراہے ماحول میں ہوئی کہ مذہبی مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کو اطمانی در ہے کا او بی ذوق بھی میں سر آیا۔ آپکا چینی شاد عظیم آبادی کے عروج کا زمانہ تھا۔ شاہ جی نے اپنے بھین میں شاد کی آنکھیں دیکھی تعیس - اسی کے تو شعر و شاعری کا ذوق ان کی فطرت ثانبہ بن گیا تھا۔ انہیں فارسی اور اردو اساتذہ کے ہر اروں اشعاریاد تھے۔ سوانہ اور گاکٹر اقبال ان کے معبوب شعراء تھے۔ شاہ جی اشعاریاد تھے۔ شاہ جی شعر بھیے تھے۔ ان کا تخلص ندیم تھا۔ ان کا مجمومہ کلام سواطع الالسلام کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ بھیے کلام میں شعری با نکین کی محلک نظر آتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی زندگی میں شاعری کو اصافی حیثیت صاصل تھی۔ ان کا اصل میدان خطابت تھا۔

کلم دا آل زبان بنود که مر عنی گوید باز! بیرول از مد تتریر است فرح آدزه مندی

ا نسوں نے اردو کی عوامی خطابت کو عمر بعر چار چاند لگائے ہیں۔ وہ اس میدان کے اتنے بڑے شہ سوار تھے کہ ان کے ہم عصروں میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ خطابت کے میدان میں اردو نے آج تک اتنا بڑا خطیب پیدا نہیں کیا۔ شاہ می کی سیاسی زندگی اور خطابت کا آماز ۱۹۲۰ء کے مٹھاسہ خیز دور میں موا۔ انکی شنصیت کے حن و رعب اور شعلہ نوائی نے برصغیر پاک وہند میں اُگ لگا دی انہوں نے اپنی اچھوتی طرز خطا بت سے اس وقت اینا لوماسنوا یا جب مولانا ا بواکلام آزاد کی خطابت کاطولحی بول رہا تھا۔ جب مولانا ممد علی جوہر کی خطابت کی دھوم مجی ہوئی تھی۔ تر یک خلافت کا زمانہ تعا- آپ کی آٹش بیا نی سے مسلمان قوم بیدار ہوئی۔ ورنہ پدری کی پدری توم ماصی کی شاندار روایات کے تصور میں محم سمی۔ یامال کی شکست اور بس ماندگی میں مبتلاان کی شعلہ بیانی معض ان کی ذات کی نمود نہ تھی۔ ان کی تقریر میں شاعرانہ دلغریبیاں بھی ہوتی تھیں اور ناصحانہ ثابت بھی عبرت کی داستان کے ساتھ ساتھ لطیفے اور چھلے بھی بیان ہوا کرتے تھے۔ تقریر میں محاوروں کی پابندی اور عام فهم مثالیں اس طرح بیان فراتے گویا انگوشی میں نگینے جرد رہے موں- وہ محسنوں بے کان بولنے کے عادی تھے۔ ان کے سامعین بارش میں بھیگنا گوارہ کر لیتے تھے۔ لیکن تقریر جمور کر نہ جاتے تھے۔ تتریر کی طوالت کبھی سامعین کی تعکاوٹ کا باعث نہ ہوئی۔ ان کی گفتار میں جادو کی کیفیت اور سمر کا عالم ہوتا تھا۔ ان کے بدترین مخالف بھی ان کی تقریر کی گلریزیاں اور آتش بیانیاں سنتے یائے گئے ہیں بلکہ مخالفوں کو مر دعنتے دیکھا ہے۔ سی آئی ڈی والے لکھتے لکھتے اکتا جاتے ان کی اٹھیاں ممک جاتیں۔ اخبار نویس ان کی گرما گرم تحریر کی رپورٹنگ سے عمر بھر عاجزر ہے۔ شاہ جی ایک منٹ میں ایک سو سے زیادہ الفاظ بولنے پر قادر تھے۔ ان کی خطابت کے چرہے برصغیریاک وہند کے گوشے گوشے میں رہے ہیں۔ ابنی مصروفیات زندگی کو انبول نے ایک موقعہ پریوں فرمایا:

" زندگی بی کیا ہے تین جو تعانی ریل میں کٹ گئی۔ ایک جو تعانی جیل میں جتنے دنوں جیل سے باہر رہا

لوگ گھے كا بار بنتے رہے۔ آج كلكتر كل لابور، لابور سے بشاور، بشاور سے كراچى، سال كے تين سو بينسٹرونول ميں ١٦٣ تقريرين كى بول گي- ميں نے تقريركى لوگوں سے كما "واہ شاہ جى واہ" ميں قيد ہوگيا- لوگول سے كما "اواہ شاہ جى آہ" اور "واہ اور آہ" ميں جم ہوگئے تباہ"

گزر گیا کہ درماندہ راہ یہ کھتا اب اس فعنا میں کوتی قائلہ نہ شہراہیے

الجمن خدام الدین لاہور کے • ۱۹۳۰ء کے تاریخی اجلاس (جس میں ہندوستان بعر کے جید علماء شریک تمے) کی صدات شیخ الاسلام حضرت مولانا انورشاہ کاشمیری نے فرمائی تھی-مولانا انورشاہ کارتبر علمائے دیو بند میں اور اس سے باہر ہمی بہت بلند تعا- ہر کمتب خیال کے علماء ان کا احترام کرتے تھے- مولانا انور شاہ کے پائے کا محدث ان کی وفات کے بعد بلا ہند میں بیدا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت انور شاہ بہلوی (قدیم فارسی) کے بہت بڑے عالم تھے۔ علامہ اقبال نے جب ایران کاسفر کیا تووہاں زرتشی مذہب کے بیروکاروں نے ان سے اپنی قدیم کتاب "یار زر" کے سلیس فارسی ترجمہ کی درخواست کی- حضرت علامہ نے جوا باکھا کہ اں کا ترجمہ مجہ سے تومکن مہیں البتہ میرے ملک میں ایک مستی ایسی ہے جواس کام کو ممن خوبی مراجام دے مکتی ہے۔ در تشییل نے ایک لاکھ ایرانی سکے کی بیش کش کی۔ حفرت علامہ نے ہندوستان لوٹ کر حفرت انور شاہ صاحب سے ذکر کیا- حضرت انور شاہ صاحب نے جانتے ہو کیا تھا "لاکوروپے کے بدلے میں کفر کی اشاعت کیوں کروں۔ انور شاہ اسلام کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اشاعت کفر کے لئے نہیں" بات کہاں سے کمال بہنچ گئی۔ ذکر تعا- انور شاہ صاحب کی صدارت کاسید عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ایسے لولو نے للہ بکسیرے کہ مجمع کا مجمع مجموم کیا۔ تقریر دلیزیر کے احتقام پر مولانا انور شاہ نے محر سے ہو کر اعلان فرمایا- "عطا الله شاه بخاری صمیح معنول میں امیر شریعت کھلانے کے مستحق میں-" اثنا فرمایا اور اپنا باتد بیعت کے لئے برطادیا۔ شاہ می بر قور قت طاری مو گئی اور عرض کیا نہیں مجھے اپنے باتھ پر بنیعت ہونے کی اجازت ویں۔ گرا نور شاہ صاحب نے ابنا ہا تعرشاہ جی کے ہاتھ میں دے دیا بس بعر کیا تما بورا مجمع حضرت امیر فریعت کے نعرول سے گونج گیا۔

نصرت قريشى

رخصت ہوئے دنیا سے بخاری کے جلو ہیں اندازِ بیاں، لذت گنتار کفتار نصرت! بینے تاریخ یہ ہاتف نے ندا دی اب ختم ہوئی رونتِ ہنگامہ احرار ۱۹۲۱ء

ترجه ، پردفعیرتا تیرومدان

بیرسٹر کے ایل گابا

## امير شريعت سيد عطاء الله شاه بخاري كامقدمه عدالت

آج فسیح البیان مقررین کا زمانہ بیت چا ہے۔ سریندر ناتھ بنیرجی، فیروز شاہ مبتہ محمد علی جناح، اسی بست، مسری نواس شاستری، لالد لاجیت رائے اور بہت سے دومسرسے شعلہ نوامقرین کا دور کہ جسوں نے لاکھوں انسانوں کے اندر ایسے حقوق کی حفاظت کے لئے بیداری پیدا کی اور (انتقاب عام سے) برطانوی سلطت کی جولیں ہلاکررکھدیں۔ انسانوں کا یہ قبیلہ آج فی الواقع معدوم ہوچا ہے۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کئی نقط نظر سے اپنے دور میں ہندوستان کے ممتاز ترین اور خوفناک ترین مرتب سے اس کے دور عروج و ترقی میں اگر بالفرض ان کی کھر کے کوئی مقرر شے بھی تووہ تعداد میں برائے نام سخے - تین سے بانچ گھنٹوں کی تقریر ان کے لئے ایک عام سی بات تھی - سامعین کا جم عفیر، جو بعض اوقات ساٹھ ساٹھ ساٹھ ساٹھ سے استظار میں رہتا۔ وہ عشاء کے لئے نہایت صبر و ممل سے استظار میں رہتا۔ وہ عشاء کے بعد گیارہ بجے کے قریب سٹیج پر آتے تھے - اور پو بعث پر سامعین کو چھوڑ تے جو پھر ہمی گھروں کو بادل نخواست ہی جائے ساری رات تقریر سن کران کا بالاخر تھروں کو جانا کمی شکم نسری یا بیزاری کے باعث نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ شاہ جی خود اس خیال سے انہیں چھوڑ دیتے تھے کہ (رات کا یہ وقت آخر) ان کے آزام و استراحت کے لئے ضروری ہے - وہ سامعین کو ہنسا نے اور رائا نے پر قادر تھے - وہ ان کے اندر جتنی آسانی سے تھے۔ سے تھی۔ سے تھیک اور تقریب کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ کے جذبات اسار نے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

شاہ جی اصل و نسل کے اصتبار سے عرب تھے۔ وہ بول چال میں عربی فارسی أور اردو کو استعمال کرتے تھے۔ وہ انگریز سے نفرت و عداوت رکھتے تھے۔ اور مرزائیوں کو بے حد ذلت و حقارت سے دیکھتے تھے۔ اندائی نیشنل کانگریس کی زمام قیادت کئی سال تک ان کے ہاتھوں میں رہی۔ اور کئی موقعوں پر قید و بندکی صعوبتوں کو مردانہ وار جھیلا۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی لبنی خداواد قابلیت، اپنے نظریات اور اپنی قربانیوں کو کمی ناجا ز نفخ کے لئے داؤ پر نہیں گایا۔

شاہ جی ہمیشہ سیاست کے موصوع کے مقابلے میں مذہب پر بمٹ و گفتگو کو ترجیح ویتے تھے۔ وہ کانگریں اور ملک کی پکار پر سر کار دربار کی قدس گاہ کو خیر باد کہہ کرستیہ گرہ کی تمریکوں کے حق میں، کمبمی دوسروں کو انتخابات میں کامیاب کرانے، کمبمی اپنی آئٹ بیانی سے سامعین کو (حق وصداقت کے لئے) شعاہ زن کرنے، کمبمی عوام کوسیاسی جمود وحمود سے چھٹارا دلانے اور کمبمی ملک وقوم کے نام پر ایٹارو قربانی کے الاؤ بھرمکانے کے لئے میدان عمل میں اترتے تھے۔ جب ہندوستان بھی جنگ عظیم دوم میں شامل ہو گیا تو شاہ جی بہت جلد حکومت برطانیہ کی پالیسیول کے ایک خالف کی حیثیت وزیراعظم مرسکندر حیات خال مرحوم تما۔ وہ برطانوی حکومت کے ایک خالف کی حیثیت سے نمایاں ہو کر ابھرے۔ اس وقت حکومت بخالت خال مرحوم تما۔ وہ برطانوی حکومت کے مقضد اور مشن کے انتہائی وفادار حاسیوں میں سے تما۔ شاہ جی ہے موسم گرا میں بست می تقاریر کمیں۔ جن میں سے ایک تقریر، کو جوراوالبندہ میں کی گئی، عدالتی مقد ہے کی بنیاد بنانا حکومت کے لئے ذرا بھی مشکل نہ تما۔ لیکن شاہ جی بھی معمولی آدمی نہ تھے۔ اور اس کئے (جیسا کہ اس زمانے والے اور اپنی اور اس کئے (جیسا کہ اس زمانے والے اور اپنی پوشیدہ قوت کے لحاظ سے اس خطرناک ترین مقرر سے ملک کو نجات دلانے کی خاطر سیکر ٹریٹ میں ایک انسانی شیطانی سازش کا منصوبہ تیار کیا گیا۔

ان برشاہِ برطانیہ کے خلاف بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ یا دومسرے الغاظ میں انہیں غدار قرار دیا گیا۔ جو قانونِ فوجداری کی روے سے ایک سنگین ترین جرم تعا- اور جس کی سزا پیانسی تھی یا عمر قید بہ عبور دریا ئے شور۔

چنا نی آفاد جنگ کے قوراً بعد شاہ جی صابط، توزیات ہندگی دفعہ نمبرا ۱۲ الف کے تحت جاری ہونے والے ایک وارش کے ذریعے گرفتار کئے گئے۔ شاہ برطانیہ کے فلاف بناوت کا یہ مقدم حکومت بنجاب کے فاص حکم سے قائم ہوا۔ اور کئی مہیوں ٹک انہیں ایک حوالاتی طرم کی حیثیت سے زیر حراست رکھا گیا۔ کو نکہ استے سنگیں جرم کے لئے صمانت کی درخواست مسترو کر دی گئی تھی۔ الزام کا لب لباب یہ تعاکہ شاہ جی نے ۳ حول ۱۹۳۹ء کی رات راولپندگی کے مقام پر ایک ایسی تقریر کی تعی جس میں کئی دہ مری با توں کے علاہ اس اس کو حوالہ بھی تعاکہ حکومت برطانیہ نے شہنشاہ ہند بمادرشاہ ظفر کے بیٹوں کو ناحق قتل کیا اور یہ بھی کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا تختہ الشدویا جائے اور یہ کہ ہندوستان اپنا کا بل قدر حصہ آزادی پہلے ہی حاصل کر چاہے۔ اور اب ان غیر ملکی استعمالیوں اور قصابوں کو پوری طرح منک بدر کرنے کے لئے عوام کو صرف ایک پر عزم جذبہ عمل کی ضرورت ہے۔ یہ الزام بھی تعاکہ (انہول ملک بدر کرنے کے لئے عوام کو صرف ایک پر عزم جذبہ عمل کی ضرورت ہے۔ یہ الزام بھی تعاکہ (انہول نے کہا) مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مامعین کو یہ کہ کر بھی اشتعال دلایا کہ اب یہ کام صرف ایک ہی خاریقے ہے ممن سے کہ "نیارویا مارو" قانونی مراک کی دوست تقریر بناوت پر اکسانے والی بھی تھی۔ (جو دفعہ ۱۲ الف بھی تعار دور فقہ سے ممن سے کہ "نیارویا مارو" قانونی مراک کی وہ ہی تھی۔ آزا ہونے کے مشرادف بھی تھی۔ (جو فقہ ۱۳ الف کے تحت لائق تعزیر تھی) اور ماتھ ہی شاہ برطانسی کی خلاف جنگ آزا ہونے کے مشرادف بھی تھی۔ (جو ضا اللہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲ کے تحت قابل مرزاتھی)

یہ مقدمہ بہت زیادہ سیاسی اہمیت کا حال تما کیونکہ عوام میں اس امر کی پیش گوئی پائی جاتی تمی کہ حکومت سزا کے سلیلے میں کوئی کسر نہ اٹھار مجھے گی۔ اس لئے میں شاہ جی کے تا نونی دفاع کے معاہدے کو اپنے لئے ایک طرح کا اعزاز خیال کرتا تعا- کیکن میں یہ بھی جانتا تما کہ یہ کافی ذمہ داری کا ایک معالمہ بھی ہے۔ کیونکہ عامتہ الناس کو اس مقدمہ میں بڑی دلیسپی تھی۔ اور شاہ جی کی ہر دلعزیزی اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ اور عصری خلفشار اور جوش و جذبہ کی وجہ سے اس مقد ہے کو ایک بڑی جنگ سمجا جارہا تھا۔ کیونکہ اس کا تعلق دو مصبوط شخصیت سر سکندر حیات وزیر اعظم حکومت بنجاب اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے درمیان باہمی نگراؤ سے تھا۔ جن میں سے ایک خوشگوار لیکن بے رحم منتظم تھا۔ اور دو سرا نتائج سے بے پرواہ آکش بیان خطیب جے مسلم عوام بت کی طرح بوجتے تھے۔ راولپندی کے ایک ممسئر برخ نے ابتدائی تعقیقات کی اور بادی النظر میں مقدمہ کو اہم خیال کرتے ہوئے بغاوت کے اکرانے اور شاہ برطانیہ کے خلاف جنگ آزمائی کی ترغیب دینے کے الزام میں آئندہ تبویز مقدمہ کے لئے اسے سیشن کے سیرد کر دیا۔

مقد مے کی اہمیت کے پیش نظر لاہور ہائی کورٹ نے کارروائی لاہور منتقل کردی- اور بدایت کی کہ لاہور کا سیشن حج مقدمہ کی سماعت کرہے۔اس وقت یہ سیشن حج اندلین سول سر دس کا 'یک شخص مسٹر ڈبی فالثاتها- جو آج كل شمله بائى كورث كامشر جمس فالشاكهلاتا ہے- فالثا بميشرى ايك سخت گير جج ربا- جس کے سامنے کی مقد مے کی پیروی کرنا یا اس پر بحث واستدلال کرنا آسان کام نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ زود رنج تھا۔ اور طبیعت میں غصے کامیلان رکھتا تھا۔ لیکن ایک ایسا و کیل جواس کی زور در نجی اور سنتی کو نرم کرنے اور طبیعت کے اشتعال کواعتدال پر لانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے لئے فاشا ایک نہایت اعلیٰ حج تھا۔ جو ہا اصول، منصف مزاج، اور ہر قسم کے تعصب سے آزاد ہوتا تعا- فوجداری کے کسی مقدمہ میں جب تنقیجات مقدمہ پران کی توجہ مبدول کرائی جاتی تو کسی بھی ملزم کوعدالتی دیا نتداری کے اعلیٰ ترین معیار کی توقع فالشا سے زیادہ ( کسی اور) جج سے نہیں ہوتی تھی۔مقد ہے کی سماعت، لاہور کی میشن عدالت کےایک بڑے تحریے میں ہوئی جو لو گول سے تھھاتھیج بھرا ہوا تھا۔ فالٹا چار رائے دہندگان کے ہمراہ ایسی عدالت کی نشت پر برا ممان تها- عمدالعزیز کو (جو کہ اب لاہور بائی کورٹ کا مشر جسٹس ہے) شاہ برطانیہ کی نمائند گی کے لئے خصوصی و کیل مسر کار مقرر کیا گیا تھا- ملزم (عطاء اللہ شاہ بخاری) کی طرف سے و کیل صفائی کے <del>فرا</del>کف میں نے تسرانجام دئے۔ (جود هری مراد علی راوٰلینڈی کے وکیل میرے ساتھ تھے) جود هری صاحب میرے ایک نہایت ہی معتمد اور کار آمد جو نشیر ٹابت ہوئے۔ انہیں اس کیس کی بہت سی باتوں کا ذاتی علم اتنا تعا کہ میں نے ان سے بطور گواہ صفائی کام لینے کے غیر معمولی خطرہ کا فیصلہ کرلیا۔ خوش قسمتی سے یہ خطرہ مول لینامفید ٹابت ہوا۔ اور مراد کٹی کی گوائ نے حج اور رائے دہند گان کو بہت متاثر کیا۔ لیکن اس کے آنے سے قبل سر کار کی جانب ہے اس مقدمہ کی تا ئید میں متعدد گواہ پیش ہوئے۔

عدالت کی کارروائی کے درج ذیل اقتباسات ان رپورٹول پر بنی ہیں جو لاہور کے انگریزی روزنامہ "شری بیون" میں خانع ہوتی وہیں سرکار کی جانب سے مقدم کا آفاز کرتے ہوئے وکیل سرکار کے جا کہ ملزم فی سون ایس مرکار ہے کہا کہ ملزم فی سون ۱۹۳۹ء کو راولپنڈی میں ایک تقریر کی۔ یہ تقریر استغاثہ کے مؤقف کے مطابق ایسے منگوں پر مشتمل تنی جو تعزیرات ہند کے جرم زیر دفعہ ۱۲ العث (شاہ برطانیہ کے طاف جنگ آزائی) اور جرم زیر دفعہ

۱۳۳ العت (حکومت برطانیہ کے خلاف ترغیب بغاوت) کی زدمیں آتے ہیں۔ ملزم کی تقریر جے پولیس رپورٹر صبط تحریر میں است بین بڑھ کر سنائی صبط تحریر میں لیا تعا- نیز ملزم پر جو الزام عائد کئے گئے تھے، عدالت میں بڑھ کر سنائے گئے۔ و کیل صفائی سنے روزنامہ "ٹری بیون" مورخه ۲ جون کا ایک شمارہ عدالت میں بیش کیا جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی متعلقہ تقریر کی رپورٹنگ کی گئی تھی۔ اور عدالت سے در خواست کی کہ ٹری بیون کے نامہ نگار رام الل چڑھا کو بیش ہونے کے لئے سمن جاری کئے جائیں۔ زیر بحث رپورٹ استفاقہ کے الزام کا ایک بُورا پُورا مسکت جواب تھی۔ عدالت نے در خواست سے اتفاق کیا اور رام الل چڑھا کو سمن جاری کرتے ہوئے پا بنہ کیا کہ دو تقریر کے اپنے قلی نوٹس بیش کرے۔ تب عدالت نے استفاقہ کی شہادت قلم بند کی۔

سرداری لال انسیکشراستفاته راولپندی نے بیان دیا کہ اس نے حکومت پنجاب کے در حکم اس مقد ہے کے سلط میں ایک شایت دائر کی ہے۔ ستعلقہ کا غذات اس وقت کے وسلط میں اوادلپندی ایف سی بورن نے اسے ارسال کئے تھے۔ گواہ نے جرح پر کہا کہ یاد نہیں کہ تقریر کی نقل حکومت پنجاب کو کب بھی گئی تھی۔ میں نے تو نقل صرف اس وقت دیکھی تھی جب مجھے متعلقہ کا غذات موصول ہوئے۔ آغا سعادت علی ولی ایس بی راولپندی نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں جون ۱۹۳۹ء میں راولپندی میں سٹی انسیکشر پولیس تعالیہ کا غذات موصول ہوئے۔ آغا کو لیس تعالیہ کا خاص احراد کے دیر سر برستی راولپندی میں سے جون کو ایک جلسہ ہوا۔ اس کی مشتری بذریعہ منادی کرائی گئی۔ میں نے محمد یار ہیڈ کنشیبل کو کارروائی کی منتصر نویسی (شارش بینڈ) کا کام سونیا۔ اس نے اپنی نوش بک ایک گئی۔ میں کئی قسم کی تبدیلی نہیں لؤگئی۔ گواہ نے جرح میں کہا کہ کا نگریس، مجلسِ احراد اور دو سری تنظیموں کے جلیوں کی رپورٹنگ کا استظام میرے ذمیع تعلیموں کے جلیوں کی رپورٹنگ کا استظام میرے ذمیع تعلیموں کے جلیوں کی رپورٹنگ کا استظام میرے ذمیع تعلیموں کے ایکھ روز نوش مک انسیکشر استفاری کی منتصر نویسی کی صورت میں نقل کرتا تھا، اور پھر ان کی نقل تیار کر اسکیل بعلور نوش مک انسیکشر استفاش کے حوالے کر دیتا تھا،

مسر کاری و کیل نے سید عطاء الند شاہ بخاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گواہ سے پوچا کیا تم انہیں جانے ہو؟ گواہ نے کہا، ہاں میں انہیں بیچانتا ہوں۔

شاہ جی نے رائے دی کہ یہ ملزم شناخت کروانے کا بڑا عمدہ طریقہ ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا یہ شناخت ہے یا میرا تعارف ہے ؟ (حاضرین میں ققہ بلند ہوا) سرکاری وکیل نے کہا کہ تعارف کروانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ عظاء اللہ شاہ بخاری کوساری دنیاجائتی ہے۔ (مزید ققہ بلند ہوا) پعر گواہ نے ملزم کی تقریر کے ان اقتباسات کا حوالہ دیا جن میں یہ کہا گیا تعاکہ برطانوی راج کا تمام ممکن ذرائع سے خاتمہ کروینا چاہیئے۔ خواہ مرنے اور مارنے تک کی نوبت آجائے۔ ملزم پر مزید الزام یہ بھی تعاکہ اس نے یہ کہا کہ اگریزوں نے اس بغاوت کے دوران جے وہ حام طور پر "خدر" کھتے تعے علماء کی ایک کثیر تعداد کو موت کے

گھاٹ اتارا۔ یہ دراصل جنگ آزادی تھی۔ گواہ نے کہا کہ میں نے ملزم کی تقریر کے ان حصوں کو چھوڑا ہے جن کا تعلن مرہب یا قرآن سے تعا- اس نے دعویٰ کیا کہ اس کے نوٹس غلطی سے مبرا تھے۔ ان نوٹس کو صاف کرنے پر ایک گھنشہ صرف ہوا تھا۔ گواہ نے جرح میں کہا کہ شاہ جی نے اوسطاً • 9 الفاظ فی منٹ کی تیز ر ختار کے ساتھ تقریر کی۔ اور انہوں نے جو کچھ کہا اسے وہ مکمل طور پر صنبط تمریر میں نہیں لاسکا۔ گواہ نے کہا کہ شاہ جی نے سکندر حیات خال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وزیر اعظم نے جنگ میں اہل برطانیہ کی بدد کا وحدہ کر رکھا تھا۔ جب گواہ ہے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے تقریر کا یہ حصہ اپنی ڈائری میں تحریر کیا تھا تو گواہ نے اثبات میں جواب دیا لیکن وہ یہ الفاظ اپنی ڈائری کے اندر دکھانے سے قاصر رہا۔ مرید سوالات پوچھے جانے پر گواہ نے تسلیم کیا کہ صوفی عنایت محمد (پسروری، مشور احرار رہنماہ) پر بھی جواجلاس کی صدارت کررہے تھے قانون تحفظ امن ہند کے تحت مقدمہ جلایا گیا تھا۔ اس نے مزیدیہ بات بھی تسلیم کی کہ بہت سے لوگوں نے اجلاس میں نظمیں گا کر پڑھیں اور شاہ جی کی تقریر کے دوران ان لوگوں کی موجود گی کا اقرار کیا اوریہ جمی کہا کہ وہ یہ صلاحیت رکھتے تھے کہ شاہ جی کی تقریر کے متعلق شعادت دے سکیں۔ فصل کریم نے حوراولپندھی کے ایک وکیل کا منثی تعا- بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں اس اجلاس میں حاضر تھا جس سے ملزم نے خطاب کیا تھا-اجلاس کے فوراً بعد محمد یار نے مجھے بوری تقریر بڑھ کر سنائی تھی۔ اور میں نے نوٹس کی صحت کی نشانی کے طور پر ان پر اپنے وستفط بھی کئے تھے۔ میں نے تصدیق کی کہ رپورٹ میں جوالفاظ درج کئے گئے ہیں وہ ملزم نے کئے تھے۔ تقریر جو مجھے یاد تھی دو گھنٹے جاری رہی۔ اس نے کہا تاہم میرے لئے تقریر کی باز آ ذیبی مشکل کام ہے کیونکہ تقریر کوایک سال گذر کیا ہے۔ تاہم اتنی بات ضروریاد ہے کہ ملزم لے بھا تھا کہ میں برطانوی حکومت کا خاتمہ کر دینا جاہتا ہوں۔میری جرح کرنے پر گواہ نے تسلیم کیا کہ پولیس کی امداد کرنے پر میں نے کئی اعزازی مر ٹیفکیٹ ماصل کئے ہیں۔ میں نے جلے میں شمولیت اس لئے کئ کہ 🚅 جلسہ میرے محلے کے بالكل قريب منعقد ہوا تھا- اور يوليس ربوٹر محمد يار نے مجھے اپنے ساتھ جلے ميں چلنے كے لئے كہا تھا- ميں مولانا مظهر حلی اظهر سے واقعت نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ مولانا مذکور جلسہ میں موجود تھے یا نہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ آیا شاہ جی نے کا نگریس یا احرار کی طرف اشارہ کیا تمایا نہیں۔

سوال: کیاشاہ جی نے یکہا تماکہ کانگریس نے بہت سی قربانیاں دی،یں۔

جواب: نہیں لیکن انہوں نے یہ ضرور کہا تھا کہ اہلِ جند نے رویے میں سے دس آنے کامیا بی عاصل کرلی

ا گلے گواہ سربراہ ذیل دار، جها بداد طال نے اپنے گواہ کی تائید کی۔ جرح کرنے پر گواہ نے یہ بات سلیم کی کہ مجھے بستول کا لائسنس دیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی پولیس کی سفارش پر مجھے رقم کی صورت میں سماوصنہ س میں نے ایک ایجے مقد سے میں تعاون اور کامیا بی کے صد میں پولیس کی سفارش پر امتیازی سندات حاصل کیں۔ راولبندہی کے ایک شمیکیدار مولوی فضل الی نے بھی بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں جاسہ میں موجود تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تواس وقت ملزم اپنی تقریر کا کچہ حصہ ختم کر چا تھا۔ مجھے تقریر یاد نہیں لیکن تقریر کے وہ حصہ جتم کر چا تھا۔ مجھے تقریر یاد نہیں لیکن تقریر کے وہ سے جو نے پر گواہ سے جہ کہ کہ منتصر نویسی کی نوٹ بک پر میرے دستحط کرنے سے بہلے محمد یار نے قرآن پاک اور دوسر سے نے کہا کہ منتصر نویسی کی نوٹ بک پر میرے دستحط کرنے سے بہلے محمد یار نے قرآن پاک اور دوسر سے مدرجی موضوعات کو چھور کر پوری تقریر کی نقل کو دہرانے میں بازی منٹ صرف کے تھے۔ میں مسلم آیگ سے مہدردی نہیں رکھتا نہ ہی میں نے کہی مسلم لیگ یا کا گڑیس کے مہدردی نہیں رکھتا نہ ہی میں نے کہی احبار کا مطالعہ نہیں گیا۔ میں اس مسلم میں بالکل ناخواندہ ہوں۔ اس مرسطے پر عدالت کے پوچھے پر میں نے کہی اخبار کا مطالعہ نہیں گیا۔ میں اس مسلم میں بالکل ناخواندہ ہوں۔ اس مرسطے پر عدالت کے پوچھے پر میں نے (شاہ جی کے و کیل صفائی کے ایل گا با نے) کہا کہ ان آئیس گواہوں میں مردم کم کیگ کو چورڈر ہے ہیں۔ کیونکہ ان مرحم کی معام کیا کو چورڈر ہے ہیں۔ ہو کیا کہ ان ان میں طوب مرحد، صفائی کے کئی ہیں۔ میں مول سابق کی اندہ بندرہ گواہوں پر بہ شمول سابق وزیر اعظم صوبہ مرحد، صفائی کے کئی جرح بعد میں ہوگی۔ کیونکہ مقد سے کا اصل سوال یہ ہے کہ شاہ جی نے مبلہ بیں اپنی تقریر کے دوران در حقیقت کیا کہا تھا؟

مولانا مظہر علی اظہر ایم ایل اے جنرل سیکرٹری آل اندیا مجلس اخرار صفائی بین بھگتنے والے پہلے گواہ تھے۔ انہوں نے اپنے بیان میں مجا کہ ملزم مجلس احرار ہند کے صدر اور نا آب صدر کے طور پر کئی بار منتخب ہوئے۔ مجلس احرار کا نصب العین یہ تعا کہ عدم تشدد پر بہنی ذرائع کے بل پر (برطانوی سامراج سے) کائل آزادی عاصل کی جائے۔ گواہ نے مزید کہا کہ ملزم اور میں نے یکم اور تین جون کو پنڈی گھیپ (صلح انگ) کا نفرنس میں تقریر بن میں سے جون کو ہم راولپندھی میں آگئے۔ جان ملزم نے تقریر کی۔ جس کا کا نفرنس میں تقریر بن میں سے اور میں آزادی ہند کے لئے عدم تشدد پر بہنی مدوجہد جاری رکھی جاہیت اور سلمانوں کو موجہد میں صحد لینا چاہیئے۔ انہوں نے مجلس احرار پر لگائے گئے الزابات کی تردید کی۔ سٹلا یہ کہ مجلس احرار کا نگریوں کے بیدوں نے بمادر شاہ ظفر کی بیدوں کے بیدوں کے بیدوں کو بمادر شاہ ظفر کے بیدوں کا خون بمادر شاہ کے سامنے بیش کیا۔ نہ ہی ملزم نے اگروں کے بیدوں کے بیدوں کو برطانوی وقار کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ اور سکھر کے مقام پر بھی ملزم نے عدم تشدد کی ہی حمایت یہ تھا کہ عوام کو برطانوی وقار کا خاتمہ کر دینا چاہیئے۔ اور سکھر کے مقام پر بھی ملزم نے عدم تشدد کی ہی حمایت کے۔

و کیل سرکار کی جرح پر گواہ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے مزم کی تقریر قلمبند نہیں گی۔ میرے علم کے مطابن کسی احرار کارکن کو آج تک تشدد کی تبلیغ پر سزا نہیں ہوئی۔ تشدد کا پر چار کرنے پر خود پارٹی صابطے کے علاف ورزی کی بنا پر اس کے خلاف کارروائی عمل میں لاسکتی تھی۔ گواہ نے بتایا کہ اس سے حفظ اس عامہ کے سلمہ میں سیالکوٹ کی ایک تقریر پر صنمانت کی گئی تھی۔ نیز یہ کہ اس نے کسی پولیس ر پورٹر کو نہیں دیکھا تاہم وہال چند اخباری رپورٹر موجود تھے۔ سوال: جاد کا مفوم کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب بُمد، کوشش ہے جس میں تشدد بھی ہوسکتا ہے اور عدم تشدد بھی۔ سوال: کیا عام حور پر اس کامطلب ایک مقدس جنگ نہیں لیا جاتا۔

جواب: ہاں ایسا ہی ہے۔

راولپنڈی کے ایک تاجر بنتی ابناشی رام نے اپنے بیان میں کہا کہ ملزم نے ساجون ۱۹۳۹ء کو ایک تقریر کی، میں طلے میں موجود تھا۔ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہندوستان میں بسنے والے نو کروڈمسلما نوں میں سے جویہ سوھتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کام کرنے کا کوئی جواز نہیں وہ فریب میں مبتلاہیں۔ لوگوں کو جیلوں میں جانے اور سول نافرانی کی مہم جلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت صرف ووثوں کے صحیح استمال کی ہے۔اگروہ احرار کوووٹ دیے دیں تو نوکا نگریبی صوبوں کی طرح انہیں بھی حکومت مل سکتی ہے۔ گواہ نے بیان میں کہا کہ یہ بات علط ہے کہ ملزم نے مرویا مارو کے الفاظ استعمال کئے۔ عوام سے صرف یہ کہا تھا کہ وہ عدم تشدد پر سنتی سے کار بند رہیں۔ اور برطانوی وقار کا خاتمہ کر دیں۔ سر کاری و کیل کی جرح پر گواہ نے بیان میں کھا کہ یہ بات غلط ہے کہ مسلمان عام طور پر خیال کرتے ہیں کہ مجلس احرار تو صرف کا نگریس کے بماڑے کا ٹٹو ہے۔ میں گذشتہ تین عام جلسوں میں ضریک ہوا اگرچہ میں نے تقریر کے کوئی حصے قلم بند نہیں گئے۔ تاہم لقریر کا خلاصہ میرے علم میں ہے۔ صفائی کے ایک اور گواہ جود هری مراد علی و کیل راولپنڈمی نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ۳ حون ۱۹۳۹ء کے جلسہ عام میں موجود تھا- مولانا نے طلے میں عدم تشدد کی تبلیغ کی- اور اپنی تحریر میں جاد کا حوالہ دیا- لیکن اس انداز سے نہیں جیسے بولیس رپورٹر کی رپورٹ میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ملزم نے صرف یہ کھا تھا کہ ١٨٥٧ء میں علمانے نے آزادی ہند کے لئے جہاد کا مطالبہ کیا تو نتیجہ قتل وغارت گری کی صورت میں برآمد ہوا۔ اس لئے اب علماء نے فیصلہ کیا ہے ك تشدد آزادى مند كے لئے صبح راسته نہيں- انہيں جاييئے كه وہ آزادي عدم تشدد كے ذريعے عاصل كريں-لمزم نے یہ ہمی کہا کہ ہندوستان پر برطانوی وقار کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اس نے "مرو یا مارو" کے الفاظ استعمال نہیں گئے۔ یہ گواہ نجلی عدالت میں ملزم کا وکیل بھی تعا- جس پر گواہ نے تسلیم کیا کہ مسٹر گابا نے ۔ نجلی حدالت میں مقد ہے کے حق میں استدلال کیا تھا۔ مولوی شمن الدین خطیب مجد پندمی تھیپ ایک اور گواہ تھا جس پر جرح ہوئی۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ پنڈھی گھیپ میں یکم تا ۱۰ حون مجلس احرار کی دعوت پر ایک کا نفرنس منعقد ہوئی اور ملزم نے دویا تین تقریریں کیں۔ ملزم کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمیں آزادی صرف مدم تشدد کے ذریعے ماصل کرنی جاہیئے۔ مزم نے پولیس کی تنمواہ میں اصافے کی ضرورت کی بھی حمایت کی- (قبقهہ) ڈاکٹر محمد عمر فزیشن سرجن نے کہا کہ میں ملزم سے واقعت ہوں۔ میں نے ۹،۸،۰ اجون کو سکھر کا دورہ کیا تھا اور سکھر کی مجلس احرار کی دعوت پر ایک کا نفرنس میں شرکت کی تھی۔ ملزم نے کئی

تقاریر کیں جن میں اس نے عدم تشدد کا برجار کیا تھا۔ صوبہ سرحد کے سابق وزیراعلی ڈاکٹر خان صاحب نے بھی ماعاعلیہ کے حن میں شاوت ویتے ہوئے کہا کہ احرار عدم تشدد پر پوری مصبوطی سے جے ہوئے ہیں۔ روز نامہ "مری بیون" کے رپورٹر رام لال چڈھا نے کہا کہ اس نے ساجون کی کقریرا پنے روز نامہ کے لئے قلمبند کی تھی۔ اس نے گونی دیتے ہوئے کہا کہ تقریر کے سرکاری ترجے میں مزم پر جن الفاظ کے استعمال کرنے کا الزام لگایا گیا ہے وہ اس نے نہیں کھے۔ چونکہ ملزم کو اپنی صفائی میں بھگتے والے گواہوں کی سربراہی عاصل تھی۔ اس لئے آخری بیان حکوست کے ذہبے تھا۔ جب اس کی صفائی میں دلائل ضروع ہوئے تو مجھے (کے ایل گابا کو) چند لموں کے لئے (ولائل دینے میں) وقت مموس ہوئی کیونکہ ج کے رائے دہندگان میں سے کوئی بھی زیادہ انگریزی سے واقعت نہ تھا۔ اور فالٹا نے اردو کے علاوہ کی اور ذریعہ اظہار میں ولائل سننے ہے اٹھار کر دیا۔ بغاوت اور اغوا کے مقد ہے کواردو زبان میں زیر بمث لانا آسان کام نہ تھا۔ لیکن میں نے پیر نیصلہ کیا کہ میں یہ بات بعول جاؤل کہ تحرہ عدالت میں تحر^وا ہوں- اور اپنی بات کواس انداز میں بڑھایا جیسے یہ کوئی عوامی پلیٹ فارم اور اس کی سیاست ہو۔ اور جس کے لئے کسی قانون قاعدے کی چنداں ضرورت نہ ہو۔ اس کا اثر اور نتیجہ حیران کن رہا- میرا استدلال ایک گھنٹے تک جاری رہا- اور بعض ناظرین کے خیال کے مطابن ملزم نے جس طرح راولپنڈی میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر تقریر کی تھی میں نے اس سے بھی زیادہ ہے یرواہ ہو کر خطاب کیا۔ ایک مرحلے پر عبدالعزیز نے میری قطع کلامی کرنا جابی توجج نے اسے ناگواری سے دیکھا- اور عبدالعزیز سہم کر خاموش ہو گیا- اور جب عبدالعزیز کی باری آ فی تو بلاشبہ اس نے میرے پیش کردہ دلائل کورد کرنے کی سنت کوشش کی۔ لیکن میراخیال ہے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس وقت تک ساری تھیل ہار یکا ہے۔ قانونی تنخیص کنندگان نے بریک ربان یہ اعلان کیا کہ لمزم مجرم نہیں اور جج فالشا نے اس فیصلے سے الفاق کرتے ہوئے ملزم کوہر دوالزات سے بری کر دیاسید عطاء اللہ شاہ بخاری نے سب سے پہلاکام یہ کیا کہ وہ میرے پاس سینے اور مجھ سے بغلگیر ہوگئے۔انہوں نے میرے دونوں رُضاروں پر بوسہ دیا۔ لوگوں کا ایک پُر جوشٌ و خروشٌ ہموم امد آیا جو مجھے بھی ہمراہ لیکر جلوس کی شکل میں شہر میں گشت لگانا چاہتا تھا۔ شام کوسٹی گارڈ زدییں مکومت اور قادیا نیوں کے خلاف م محصفے تک زور خطابت صرف کر کے شاہ جی نے دیکھلے بقائے کا سارا حساب چا دیا- تاہم یہ تقریرایسی کسی مشکل میں بہنسانے کا باعث نہ بن سکی- میں الگلے روز کے مقد ہے یر ایک نظر ڈالنے کے لئے عدالت سے واپس جلا گیا۔ اُس مقد مے میں میری بہترین کوشش کے باوجود مج نے شاید میرے خلاف بی فیصلہ دیا۔ لیکن یہ توہر وکیل کاروز مرہ کا نصیب ہے۔

FROM "BATTLES" AT THE BAR"

BY K L GAUBA , BOMBAY

[&]quot;THE TRIALOFATTAULLAHSHAH PII-9

ا زحصرت مولانا مفتى جيل احمد تصانوي رحمة الشيعليه

عَلَمُ الْعِلْمُ وَالْأَعُمَالِ عَظِيمُ الشِّيمَ قطعة تارىخيته بوفاة الشاه عطب إوالنّدالبُحّاري جِريُّ لِشُعلِهِ جَيَلُ الْفَضُ لِخَطِئْكُ النَّاكِ الْحَكَمَ نِسْ مَا دَدِمُسْ مِنْ مَا دَدِمُسُورِيَ مَا مِلْدِيبُ مَا لِيَّةِ مِنْ الشِّيمَ مِنْ الشِّيمَ الشِّيمَ الشِّيمَ (علم دعمل کے کی میم کمال کی عادات ولیک) مُكُتُّ بُادِ مَ لَا خُطْسَتُ فُ مُرْتِجَالًا (من كى فى البديه تقرير بيساخة كت بوق تع) حیران لِتَعَالِيْهِ سُسَلِ یُکْ النِّقَرِ (کسخت سخت کمزچین ان کی مبند پروازی سے حیران تھے) عَرَبٌ عَاصِ لَهُ لُوَ سَبِعُوْ الْحُطْنَتِ لَهُ أَلُو سَبِعُوْ الْحُطْنَتِ لَهُ أَ (مالص عرب لڈک آگہ ان کی تقریب سسن یستے) رَجَعُوْا عَنْ كَلِمَاتِ رَضَعُوْ (قوان سب باقن مصروع كرية بولجيون كرريبيك دي ) عَحَدُة وَسُلُ لَهُ مُر لَيْسَ فَصِيْعُ فِيهُ مُر (وہ مجبی توم من کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کران پر تعبیع وٹرکو مونہس سکتا) بتكافف ولصاحوا بسلاأونعب (ان كى ما قات ر وه لوك چنج المنت كه مرور صرور يا بان بان بدتا بير)

بَطُلُّ مُبْلِطِ لُ سَا اَبْنَ عَدُ مُبْنِنَ عُ (دوبهادیره بیفتیوں کی سب پیفتوں کو یاطب کر ریل نف) هَزَمَتُ جَيْشَ آبًا طِلُ لَهُ بِنْتُ فَعِمِ ( ان کی باطل لیلول کے اشکر کے انٹکر کوس کے مذہ کے اور ٹری نے تشکست دیدی سَنَنُ السِّيْسِ لَهُ بَيِّنَ فِيثَنَ السُّنَتُ (ان کی محربیاتی نے وہ وہ سنتیں بیان کرکے رکھدی مُرِرِّيُ الْبَعْضُ عَن السَّرُدِ لَهَا مِثْلُ عَمَ (کسیس لوگ ان کے دکرسے شل اندھے کے بنے موستے تھے) أُخِذَ الشَّالُا وَقَدُنَكَانَ عَظَاءً إِذُ كَا (شًا ه صاحب لیلئے گئے اور وہ علی سکھے تو رکخ بذکر وکیوبکہ) عَجَبُ الْاَخْ لِي لِمِنْ مِنْ لَهُ عَطَاءُ النِّعَتِمِ (اس كانعب نبيس موسكتاجي كم طرف مطعطا ونعب موا) فَقَينِ الْمِصْقَعُ فَا اللَّهُ إِلِيَّهِ الشَّكُولَى (زردست خطیب مم الی الواند تعالی سے بی ابنی میسب کا تنکومی) تُغَفَّرَانلهُ لَهُ وَدُخُ دَجِيْلِ الْعَسِدَى مِ ۸۱ بسرا هم (الندان کی شش قرماویں - مفرعسدم کی تاریخ ہے)

مضرت مفتى جميل احمد تضانوي

نکته سنج ولطن ِ بزم و دیں شعار (قطعه تارنخ وفات)

شاه از را ويرال می بم

رحمتِ خاصِ الله العالمين تا قياست ستقى را محرم است سالِ رحلت آنگه عالم مى شنيد نوص مرگِ خطيبِ اعظمِ است نوص مرگِ خطيبِ اعظمِ است

1

# مجراه رملت المستاريخ

ازین دیرت کاری که بوده آ سروف ایر بر تولیت گرشت جیف ،

ایج سال دید از مرجهاد گفته ، مکه مجا پر بات گرشت جیف ،

ایج سال دید از مرجهاد گفته ، مکه مجا پر بات گرشت جیف ،

ایم سال می دود ان طرفه می مردی ان ما که موردی کاردی می مردی ان ما که دودی می مردی ان می که دو می کاردی می که دو می که دو می کاردی می که دو می که

ا نمرِخامر : میرستیرمبیب احداً فتی کاظمی امرد بوی مصرا الشعلید (عَمِ مکرم مولاناسیرا حمدسعید کاظمی مرحوم)

#### منيأه محمد صنياء

# بلاغت تحجن كانغه يرداز

فصنا معمور ہے کہ و فغال سے گری اک اور بجلی آسال سے یہ کون کج اُٹھ گیا ہے درمیاں سے دل مرد و رن و پیر و حوال سے ہُوئی محروم مردِ راہ دال نے بچھڑ کر جا رہا ہے کاروال سے اُٹھا ہے آج برم میکٹاں سے نوائے عندلیب نغمہ خواں سے وہ باہ ضوفشاں لائیں کہاں سے
ہواری جُوئے خول چشم رواں سے
بہر کو مشر شیون بیا ہے
گروہ اہل خریت کا سالا وہ آزادی کی عظمت کا پرستار فصنا میں. عُونِمَی سمی جس کی للکار وه ناموس رسالت کا نگهدار ول اس کا عنقِ 🚅 بر سے سرخار رہا دل ،اسوا کے جس کا بیزار جے بنٹا گیا تھا قلبِ بیدار حینت اور خود داری کا معیار نہ رکھا میر و شکطاں سے سروکار حوادث سے ہمیشہ گرم پیکار وه درویشی و استغنا کا پیکر تمی اُس کے حوصلوں پر یہ فصا تنگ کہ رُوہای ہے شیروں کے لئے نگ تماحق گوئی یہ اُس کی آسمال دنگ وه ذوق و شوق کی تصویر صد رنگ

، نخاری بھی ہونے رُخصت جمال سے دلوں پر کوہ غم اک اور گوٹا نظر آتا ہے ویرائی کا عالم یہ کون اُٹھا کہ فریاد اُٹھ رہی ہے دريف ملت اسلامي آن امير كاروان ابل ايمال وہ ساقی جس سے میخانہ تعا آباد تی ہے اب فضا اپنے ہمن کی درخشال تمی جبیں جس سے وطن کی بھرکل اُٹھا ہے دل میں شعلم غم بہر سُو نانہ و آہ و بکا ہے بهر سو ناله و اه و بلا ہے موا رُخصت امیر جیشِ احرار وہ افریکی ملوکیت کا دشن فلک کو چیرتی شمی جس کی تکبیر وہ تقدیسِ شریعت کا کانظ نگہ اس کی جمالِ حق سے روشن وه مردِ حقّ، وه درويشِ خداِ ست عطا جُن کو ہوئی تعی چیم بینا توکل اور تناعت کا نمونہ فقیر بے سرو ساماں کہ _ی جس نے رہا اس رزمگاہِ زندگی میں وه غاری، وه مجابد، وه کلندر رہا باطل سے دائم برسرِ جنگ بتاتا تما ہمیں اپنے عملَ سے زمیں تمی اس کی ہے با کی یہ شندر غنا و فقر کا وه نقش ساده

یگل جانے تھے جس سے ہمن و سنگ ارز جاتی تھی جس سے رُوح افرنگ وہ اس کی پُرفسوں گفتار کا ڈھنگ جمن میں جیسے اک مُرغ خوش آہنگ کی حریب نغر جنگ رہے گا دہر میں اس کا فیاز شعر كا طاوسي بطناز بلاغت کے چمن کا نغمہ پردار تفکر میں عقاب چرخ پرواز دہ اس کی شعلہ گفتاری کا انداز اں کے نغمہ پرکیف کا باز میں وم صیلی کا اعجاز جو تعا اپنے حریفوں میں مر افراز جو اصحاب ،طریقت کا تھا ہراز جي گي ذات پر اسلام کو ناز سُنیں کے اب کہاں ہم اس کی آواز صیاء تم بھی کرو اپنا بیاں بس

وہ اُس کا نعرہ طل من مبارز
وہ اُس کی رس بھری باتوں کا انداز
نوا پرداز تما یُوں معلوں میں
صدا اُس کی جواب صوت بُلُبل
نہ بُسولے گا کبی اس کو زنانہ
وہ میدانِ خطابت کا سبک تاز
گھتاں ند حت کا نوا سیح
تمثیل ہیں ہمائے آسماں سیر
وہ اس کی زمزمہ خوائی کا اسلوب
ضلیب بے مثالہ پُردرد کا سوز
خطیب بے مثالی عصر عاضر
خطیب بے مثالی عصر عاضر
جو ارباب شریعت کا تما ہمدم
جو ارباب شریعت کا تما ہمدم
شنیں گےاب کہاں ہم اس کی باتیں
مئین گےاب کہاں ہم اس کی باتیں

وہ اُس کے شعلہُ تقریر کی آنچے



مرشیخ عبدالقادر، کی جان پیچان اور تعلقات کی وسعت کا پر عالم تعالم مرسید احمد خال سے لے کرسید عطاء الله عناه بخاری اور داغ سے لے کر حفیظ جالند هری تک، ہر شغص سے ان کے یکساں مراسم تھے۔ باتیں کرنے پر آت یا گزری ہوئی صحبتوں کا حال بیان کرتے تو سماں باند هد دیتے تھے۔ حافظ کی پر کیفیت تھی کہ نصف صدی قبل کے واقعات ان کے ذہن میں یوں معفوظ تھے گویا کئی کی بات ہے۔ تفصیلات و جزئیات تک یاد صدی قبل کے واقعات ان کے ذہن میں یوں معفوظ تھے گویا کئی کی بات ہے۔ تفصیلات اللہ تماہ کاری کی سمرکائی تھیں۔ ایک روز فن خطابت پر گفتگو ہورہی تھی۔ معمل میں کی شخص نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سمرکائی کی بہت تعریف کی۔ شیخ صاحب بھنے لگے۔ باں بھائی، عطاء اللہ شاہ بخاری خوب ہو لئے ہیں۔ لیکن محمن الملک مرحوم ہمی کی سے کم نہتھے۔ (حاشن حسین بٹالوی۔ چند یادیں چند تا ٹرات ص ۳۵)

ملک اسلم حیات اید دو کیٹ مرحوم

## بخاری کی یاد بس

وہ ہتیاں الیٰ کس ویس بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو استحسیں ترستیاں ہیں

تقسیم ملک سے پہلے ایک دن شاہ جی کی خدمت میں حاضر تما کہ آپ نے اچانک کمن داؤدی میں بلند آواز سے یہ شعر پڑھنا اشروع کر دیا۔

> سفال مجمد ست بن خندہ کلتل نہ ہووے گا سے گلکوں کا شیشہ بچکیاں لے لے کے رودے گا

حاضرین جموم اشے اور اس تصور میں محمو گئے کہ واقعی جب شاہ جی داغ مفارقت دے جائیں گے تو دنیا کی رنگینیوں پر کیا اثر پڑے گا- اب جب کہ تصور حقیقت میں ڈھل گیا توسلام مواکد شاہ جی کا دنیا سے اٹھ جانا محمد عجب ساسانی موگیا ہے۔

وہ مرد درویش جن کی ایک کڑک نے بڑے بڑے سر کٹوں کو جما دیا جس کی حق گوئی اور ب باکی کے آگے سلطنت برطانیہ کی طاعوتی طاقت نہ شمر سکی۔ جس کے زمز سے فصاول میں تیزی سے گونجے۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس پر ہر مکتبہ کنیال نے آئسو ہائے۔

والسّیر کے متعلق کھا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے بستر پر چینکتا تھا تو یورپ کے تنت لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ یہی شاہ جی کا عال تھا- کہ ان کے نام سے برطا نوی سامراج لرزہ براندام ہوجاتا تھا-

شاہ جی کی خدمت میں جو کوئی ایک دفعہ حاضر ہوا۔ وہ ہمیشہ کے لئے انھی کا ہوگیا۔ پیس جب بہلی دفعہ شاہ جی سے طلا تو ایسا معلوم ہوا کہ شاہ جی سے میری برمنی برانی جان بیجان ہے۔ کوئی بھی اجنبیت محسوس نہیں ہرتی۔ اس طرح ایک اور دوست نے شاہ جی سے بہلی طلاقات کے بعد بے ساختہ یہ شعر پڑھا۔

> تجہ سے اب ل کر تعبب ہے کہ عرصہ اتنا آج تک تیری جدائی بیں کیوں کر گزرا

انسان خواہ کتنا ہی ہدادد ہو۔ کتنا ہی شہ زور ہو، موت کا سرد اور بے رحم ہاتھ اسے وقت موعود پر آ د بوچتا ہے۔

> وہ ہتی جس نے سرے لے کرپیر تک زندگی کی سادی عمارت اپنے ہا تدسے محرشی کی، جس نے اس عمارت کی ایک ایک ایٹ اینے با تدسے چنی ہی،

> > جس نے بادشاہوں کو دعوت مبارزت دی تمی،

جس نے وقت کے فرعونوں کولکارا،

جو باطل کے خلاف صف آرارہا،

جب موت اس کے پاس آئی تووہ اس کے سامنے جمک گیا۔ دنیا میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ اوریہ کوئی نئی بات نہ تھی۔

شاہ جی کی بیماری کی خبریں کئی اہ سے س رہے تھے۔ آخروہ گھرطی آگئی جبوہ عظیم شعصیت ہم سے ہمیشر بمیشر کے لئے جدا ہو گئی۔

اب اس کی یاد باقی ہے۔ اس کے معرکوں کی گونج تاریخ کے صفحات میں سنی جائے گی۔ اس کی عظیم کی قدیم کی ک

عظامت کے قصے لوگوں کی زبانوں پرربیں گے۔ اس کی ہمادری کی داستان ضرب الالمثال سے گی۔ گرجس نے دنیا کو اتنا مجھ دیااس کی زندگی ہمیشہ دمھی رہی۔ وہ جن کے لئے لائار ہا انہوں نے وقت کی مصلحوں کا ساتع دیا۔

اور اس کے نقش قدم پر جلنے سے اٹھار کر دیا۔ گر ایک دن آئے گا جب مورخ حقیقت کے جسرے سے نقاب اٹھائے گا اور پھر معلوم ہو گا کہ بخاری کے دل میں قوم کے لئے کتنا درد تھا۔ اور وہ جو کچھ کھتا تھا اس میں کتنا

هو ص تھا۔

حضرت شاہ جی کوخداوند کریم اعلی علیین میں جگہ دے۔ ان کے مزار مقدس پر اپنے انوار برسائے کہ انہوں نے لبنی زندگی قوم پر نٹار کی۔ ﴿ یہ مضمون شاہ جی کی وفات کے چار روز بعد لکھا گیا)

محمد احسان الحق (سول جج) گوجرا نواله

#### امير شريعت

میر شریعت ملک البیان امیر شریعت رئیس ظابت کو

له فی جنة اعلی المکان ، 🕶 . . جنت میں بلند ورجات نسیب ہوں

فمات ولم تمت نغمات صوت وہ فو*ت ہو گے گر* 

> لما یتلو من السبع المثانی ان کی تلات قرآن کی آواز زندہ ہے

وقد رجع العطاء الى الم اللہ كى عظا، اللہ كى طرفت لوٹ گئ

ہو القیوم والمخلوق فانی وہ ممیشے سے قائم ہے اور مخلوق فانی

## مردحق پرست

گزری ہوئی یاد کے در بجوں سے حیا نکتا ہوں تو اُمیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری مرحوم ومغفور کو اپنے غریب خانہ (بٹالہ صلع گوداسبور) کے ایک محرومیں بڑے بے لکھف انداز میں مصروف گفتگو پاتا ہوں سلنے والوں کا حم عفیر اور شیدا ئیوں کا ایک گروہ ان کے ارد گرد حلتہ کئے بیٹھا ہے۔ کسی سے جیسٹر خانی، کسی سے لطینہ گوئی ہور کسی سے سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے۔ الغرض ان کی مفل ر نگارنگ کی خوبیوں کا مرقع ہوتی تھی۔ یہ کھنا ٹنا پد مبالنہ نہ ہو کہ مرزمین بٹالد نے احرار کی اٹھان و مضبوطی میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ بجبی کے زانے کے تاثرات زیادہ آنا گرمو کر تونہیں ابھررہے۔ لیکن اتنا یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات میں احزار کے اسیدوار ایک شخص محمد طان تھے۔ اور ان کا حلقہ نیا بت تمصیل بٹالہ تھا۔ الیکشن کا مرکزی وفسر چونکہ بٹالہ میں تعالی کے شاہ جی کا قیام بھی وہیں تعا-الیکش مهم پران کے ساتھ ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا-ا یک گاؤں (جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ جب شاہ جی مرحوم استیج پر تقریر کے لئے تشریب لائے توان کے سامنے ایک چھوٹا سابحہ ہاتھ میں جلتی بیٹری لئے بیٹھا تھا- جونکہ روشنی ان کی آنکھول میں پڑری تھی۔ اس لئے انہوں نے اس بچہ کو بیٹری گل کرنے کے لیے کھا۔ نامنلوم کیوں! اشائی کوشش کے یاوجود بیے بیشری بھانے میں کامیاب نہ ہوا۔ شاہ جی مرحوم اس کو دیکھ کربنے اور پھریقین جانئیے اسی غیبر اہم واقعہ ہے اپنی بے مثال تقریر کا موضوع تبار کرلیا۔ جب آمخری مار بھی بیٹری بھے نہ سکی توانیوں نے فوراً کہا۔ او منڈیا توں بیشری بالی اے تے بھے دی نئیں۔ مرزے نے وی نبوت جرائی اے تے نبعد دی نئیں (او یے تو نے بیشری چلائی ہے لیکن اب بھر نہیں رہی- مرزاغلام احمد نے نبوت کا دھوی کو دیا ہے اور اس نسمایا نہیں جائے گا) شاہ جی کا دکنشیں طرز بیان الفاظ کی روا فی، ربان کا جادواور خیالات کا تسلسل فصاء میں ایک ارتعاش یبدا کر رہا تھا۔ سامعین کسبی قبقیوں کی دنیاہ میں آیاد ہوتے اور کبھی آنسوؤں کی لڑیاں ان کے خساروں پر نظر آ جاتیں۔ میری آئکھوں سے وہ سنظر اور دماغ سے وہ خیال آج تک اوجل نہیں ہوسکا کہ برسغیر ہندویاک کا یہ بے سٹل خطیب کس طرح بے مطلب با توں سے بے مثال تقریروں کے عنوان تیار کرتا یمبر ان کو جادو و تا تر کے الفاظ میں لپیٹ کر مننے والوں کی طرف اس اچھوتے انداز میں بیمینک دیتا کہ ہر شخص استعجاب و قبولیت کی مکمل تصویر بن جاتا اور ایسا ممسوس ہوتا کہ یہ تنظیم انسان اگرچا ہے توانسا فوں کے جم عنیر کوئٹ کی بیٹوں میں و حکیل دے۔ تو بھر بھی شکوہ وشایت کی کوئی آواز بلند نہ موگی۔

مبری عقل و سمجھ کی پرواز اس زمانہ میں باکٹل محدود تھی۔ اور سیاسیات کے بیچے و خم کو سمجھنا میری ادراک سے باہر، لیکن پھر بھی میں یقین کے ساتھ محمد سکتا ہوں کہ قدرت نے جو بے مثال صلاعیتیں اس مرد حق کو دے رکھی تعیں۔ کی میں نہ ہول گی۔ اگر میں اس کو اس براعظم کا "ارک اسمی ہمجہ دول توشاید بھر بھی ان کی خطابت و تقریر کی خوبیوں کا بورا بورا فاکہ بیش نہ ہو۔ ایسے انسان یقیناً توموں کی قست بدلتے ہیں۔ اور ان کے عمل و کردار کی قو تول سے تاریخ اپنے صفات کی رنگینیوں کو دوبالا کرتی ہے۔ لیکن کیا مسلمان توم نے اس مردحت کو اپنی صفول میں مناسب مقام دیا ہے؟

پاکستان کی تخلین کے بعد وہ عملاً سیاست سے دست بردار ہو گئے تھے۔ اور اپنی تمام ذہنی وعملی قوتوں کو دفاع پاکستان کے لئے صرف کرنے کا عہد کرچکے تھے۔ لیکن بڑے دکھ اور درد کے ساتھ اس خیال کا اظهار فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان اسلام کے مقدس نام پر معرض وجود میں آیا ہے اس لئے تم کو درن حق کی سر بلندی کے لئے کوشال رہنا چاہیئے۔ اور مبارے اعمال و کردار کے کسی پہلو سے اسلام کے مقدس دامن پر كونى وصبه نهين آنا چاييئ- نه معلوم! جو محجداس مردِ حق سے كها تعاوه كس حد تك قابل عمل سمجها كيا ہے-اور دین حن کی اشاعت و ترویج کے لئے ہم نے کیا کیا ہے۔ مملکت خدا داد یا کستان میں آممحوں دیکھتے لوگ ترقی و کامرا فی کے زینوں تک پہنچ گئے۔ سیم و زر کی جلک نے اکثر انکھوں کو خیرہ کر دیا۔ مشتن اور غیر مشتق انسا نوں نے دولت کے انبار لگالئے ہیں صبح اور جعلی کلیموں کا کاروبار کر کے جشم زون میں لاکھ بتی ہوگئے بیں اور اپنی فکر و صنیر کی تمام روشنیوں کو معدوم کر دیا۔ وہاں اس مرد درویش نے اپنے آپ کوان الاکٹوں ہے بالکل مبسرار کھا۔ اور حکومت وقت کی کمی مراعت کو قابل قبول نہیں سمجیا۔ جب عظمت وجلالت کا یہ بسیر موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا تو حکومت نے یہ تعویز دی کہ ان کی آخری آرامگاہ ملتان کے مشہور مقام قلعہ قاسم باغ پر بنائی جائے۔ لیکن ان کے وار تُول نے ان کی وصیت کے مطابق اس پیشکش کو قبول کرنے سے معدرت کا اظہار کیا۔ اور برصغیر کے اس بطل جلیل کو جو آزادی و حریت کے لئے قید و بند کی تالیت سے نہ محبرایا اور کلئہ حق تختہ دار پر بھی کھنے سے گریز نہ کیا عوام کی آغوش میں سپر د خاک کر دیا گیا۔ کیونکہ تولاً و فعلاً وہ عوام کا بندہ تھا۔ اور اس رسول کا نواسہ جس نے امیری پر غریبی کو، نموت پر حلیتی کو، علات و تمکنت پر انکسار و عمر کو، بادشاست پر فقیری کواور انسانیت کوفرقه بندی پر ترجیج دی-

> بنا کردند خوش رسے بخاک و خون خلایدن خدا رحمت کند ایں عاشقانیِ پاک لحینت دا



### وه ایک طوفال، کوعزم جولال بھی جسکے قدموں ہے مرحبکائے ہار کاسٹسیری

وہ ایک درویش آہنی جو بنام آزادی گلتاں دیار مغرب کے رہنے والوں کے زوق جور و رستم سے الجما وہ ایک درویش شع عزم و عمل جلا کر وطن میں جس نے غرور افرنگ کو صدا دی طلعم جاہ وحثم سے الجما!

خطیب اعظم کہ جس نے منبر پہ خواجگی کو ہدف بنا یا وہ ایک شعلہ کہ تھر پرویز جس کو دیکھیے تو زلزلائے خطیب اعظم کہ جس نے منبر پہ حق پرتی کا گیت گایا وہ ایک طوفاں کہ عزم جولاں بھی جس کے قدموں پہ سر جھکائے

وه اک مخلفته مزاج انسال ده ایک شعر و ادب کا رسیا وه اک سخور جو برم شعرد مخن میں آیا تو گل بکھیرے وه ایک طافظ ده ایک عرفی ده ایک خیام ایک غالب وه ایک دانائے راز جو انجمن میں آیا تو گل بکھیرے

دیار کماں کے رہنے والو دیار کماں کے برنصیبو شا ہے درس حیات دے کر انسان سو گیا ہے شا ہے پھر شر زندگی ہیں چراغ احکوں کے جل رہے ہیں شاہے پھر شر زندگی ہیں حمین متاب کھو گیا ہے



#### گرمی سے حریت کی اک آتش کدہ تعادل

وه مرد باخدا تو گم حق پسند تعا باطل پسند ہونا بڑا سود مند تعا تمی حرص عز و جاه نه خوت گزند تما ب بوث بے ہرای گزاری تمام عمر کن درجہ ہے . نیاز دل مستند تھا اٹھی نہ سوئے دولت دنیا کبھی نظر سدره نشین بلند زکید و کمند تما علتا فریب دانه و دام ای یه کس طرح دریاں سے بے نیاز ول درو مند تنا تھا ورد ملک وہلت اسے جان سے عزیز اور دل میں جو خیال تما گویا سیند تما گری ہے حریت کی اک آتشکدہ تھا دل اس مام کام کے ایک ایک لفظ میں اک قلزم معافی و منہوم بند تما ممبوب اس کو سلسهٔ قید و بند تما دار و رس کے پنجہ خریں سے بے نیاز ہم اور اس کی موت کے شایان شان غم

اس کا مقام و مرتبه بسل بلند تعا بسل سعیدی- دربلی

### وه پیکرِ حمیت و غیرت نهیں رہا،

آئینه دار شوکت ملت نهیں رہا مسرمايه وار حن خطابت نهيں رہا اور رازدارِ ختم نبوت نہیں رہا پروانهٔ چراغ رسالت نهیں رہا افسوی وه شهید نبوت نهین ربا واحسرتا! اميرِ شريعت نهيں رہا وه شعله نوائے محصداقت نمیں رہا اک برق بے الل تما جو باطل کے واسطے لذت شناس دردِ ممبت نهیں رہا افسوس برم عثن پر طاری ہے اک سکوت وه پیکر حمیت و غیرت نهیں رہا لمتان جس کے فقر سے شای کا مہنشیں نغمه طراز گشن وحدت نهیں رہا جس نے کئی کلی کو کیا ہشنائے درد صد حیف وه مجاید ملت نهیں رہا رنگیں ہے جس سے قصہ آزادی وطن تعا عالم شباب کو پیری یہ جس کی ناز وه استراج دین و سیاست نهیں رہا ں تنا آج تک وہ امتراج دین و سیاست نہیں رہا حیرت کدیہ اس کی ہوں رممت کی بارضیں انگریز جس کے نام سے لرزاں تما آج تکب

صد نازش تلاوت ترآل نہیں رہا

حيرت جلاليوري

سيد بدرالدين م حوم

# یٹنہ کی یادیں، بچین کی باتیں

غالباً ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ آیک بزرگ تجارت کے سلمہ میں صوبہ پنجاب کے صلع گرات سلمہ بین صوبہ پنجاب کے صلع گرات سلم بیٹ آئے۔ یہ صلع گرات کے ایک باعظمت فا نوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو سیادت و وجابت اور سلسلہ بیعت کے لئے مشہور تھا۔ یہ خود بھی بہت ہی متدین اور متشرع اظانی وعادات میں بہت ہی مسکسر الرائح اور ملندار تھے۔ محلہ جاؤ گنج میں جو خواجہ عنبر کی معجد ہے اسی کے حواشی کا نول سے ایک میں شمیر ہے۔ ان کی تجارت کا شمیری شال اور جاسہ وار (اعلی قیمتی کپڑا) کے علاوہ مشک و زعز ان کی تہی۔ جند ہی ان تھی وجاہت، بیشہ میں ایمانداری اور اعلیٰ در جے کی چیزوں کی بکری کے باعث انہی رسائی بٹند کے بڑے بڑے بڑے کھروں میں ہونے لگی۔ کچھو نوں کے بعد انہوں نے خواجہ عنبر کی معجد کے قریب ایک مکان کرائے پر لیا۔ اور اسی میں جا در وہ چار برس بعد اپنے بچول اور ایک بھتیجے کو بھی پنجاب سے لئے آئے جوان کی نگرائی میں مکسب اور رہے اور دو چار برس بعد اپنے بچول اور ایک بھتیجے کو بھی پنجاب سے لئے آئے وہ ان کی برحت تھے، کبھی مال کی بکری میں ساتھ جائے اور کبھی الگ الگ، پنجاب سے جواشاص آئے وہ ان دونوں سے لئے کو ضرور ان کے پاس میں ساتھ جائے اور کبھی الگ الگ، پنجاب سے جواشاص آئے وہ ان دونوں سے لئے کو ضرور ان کے پاس میں ساتھ جائے اور کبھی الگ الگ، پنجاب سے جواشاص آئے وہ ان دونوں سے لئے کو ضرور ان کے پاس حیاس ساتھ جائے اور کبھی الگ الگ، پنجاب سے جواشاص آئے وہ ان دونوں سے لئے کو ضرور ان کے پاس حیاس ساتھ جائے آئی ہائے کو ضرور ان کے پاس

انبی و نوں محلہ خانہ باغ پٹنہ میں آیک بزرگ رئیس سید احمد شاہ رہتے تھے۔ ان کا مکان بھی خانہ باغ کہ لاتا مااور اسی سکان کے نام پریہ محلہ بھی خانہ باغ کہ لانے گا۔ سید احمد شاہ صاحب نجیب الطرفین سید تھے۔ انکو تلاش تھی کہ کوئی اعلی خاندان کا لڑکا بل جائے تو اپنی بیٹی کی اس سے خانوی کو ویں۔ جب سید صابہ الدین صاحب اپنے بچا کے سا وہ نول بچا بھتجا کا آنا جانا بڑھا تو سید احمد شاہ نے حافظ سید صنیاء الدین صاحب کو بہت زیادہ نزدیک سے دیکھا۔ لوگول سے انکے خان برائی حالات معلوم ہوہی بچے تھے۔ اب نسبت کا سلہ چلا تو بات بکی ہوتے دیر نہیں لگی۔ غرض سید صنیاء الدین ساد بن سید احمد شاہ کے دام سے کا سامہ والی سید احمد شاہ کے دام دی کے۔ سید صنیاء الدین صاحب کے بال کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام توسید شرف الدین احمد شاہ کے خام سے کار تھے۔ یہی نام آخر میں اگل سید میں ایک مصنیاء الدین صاحب کے بیٹوں میں آیک وارد وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹوں میں آیک وصاحب بٹنہ میں ہی دو نول کے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان اسمید محمد المئن تھا۔ (۱) کچھ و نول کے بعد حافظ سید صنیاء صاحب کی اہمیہ کا انتقال ہوگا۔ اس وقت عطاء اللہ شاہ محمن سے گرائے والد صاحب نے خود انجی دیکھ میال ضروع کی۔ این اہمیہ کا ذری گی ہیں بھی محد خانہ بات خود انجی دیکھ میال ضروع کی۔ این اہمیہ کا ذری گی ہیں بھی محد خانہ باتھ کے قریب محمد مگر لئے والد صاحب نے خود انجی دیکھ میال شروع کی۔ این اہمیہ کی ذری گی ہیں بھی محد خانہ بات کے قریب محلہ کے گئے والد صاحب نے خود انجی دیکھ میال ضروع کی۔ این اہمیہ کی ذری گی ہیں بھی محد خانہ بات کے قریب محد کیا کہ کو ایک باتھ کی دول کے بعد حالے میں ایک ویکھ میال ضروع کی۔ این اہمیہ کی ذری گی ہیں بھی محد خانہ بات کے قریب محد

لنگر گلی میں ایک مکان خرید لیا تھا وہیں رہتے اور شال دو شالہ جامہ ار اور مشک و زعفران کی تجارت کرتے تھے۔ سال دو سال میں پنجاب بھی ہطلے جاتے۔ کچید دنوں کے بعد سید صنیاء الدین صاحب نے دوسری شادی پنجاب میں کی گریٹنہ کو پھر بھی نہیں جھوڑا- اب سید عطاء اللہ شاہ عنفوان شباب کی مرحد میں بہنچ چکے تھے- اس رانے میں میرے والد مرحوم سید صمیر الدین احمد صاحب نواب سلطان جہاں بیٹم والیہ بھویال کے بہاں ان کے اجلاس کامل کے نائب صدر اور ان کے جیعت سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہو کر جانے لگے تو یہ فکر ہوئی کہ میری دیکھ بیال کے لئے کوئی اچیا آدمی مل جائے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں سید صیاء الدین صاحب تتھے یہ والد مرحوم کے دوست بھی تھے، دیا نندار اور بڑے ممدرد بھی- رہ رہ کر میرے والد مرحوم کی نظرا تخاب عافظ سید صنیاء الدین صاحب ہی پر ٹھہر تی تھی گر بچکا تے تھے کہ ان سے میری تعلیم اور نگهداشت صدر گگی میں رہ کر کرنے کی بات کہیں یا نہیں۔ آخرایک دن جب حافظ صاحب مرحوم تشریف لانے تووالد مرحوم نے اپنی مشکل ان کے آ گے پیش کی، جس میں یہ استدعاء بھی تھی کہ بھویال جب والد مرحوم جائیں تو یٹنہ میں میری تعلیم و تربیت اور نگہداشت کا کام حافظ صاحب انجام دیں۔ حافظ سید صیاء الدین صاحب نے بڑی خندہ پیشا فی کے ساتھ یہ بات منظور کرلی مگر قسرط پہر تھی کہ باور چی خانہ اٹکا اپنا رہے گا۔ جناب حافظ سید صٰا، الدین صاحب اس پر سختی سے مصرتھے۔ 'آخر انہیں کی مات ری۔ جناب عافظ صاحب کو والد مرحوم صرف میری تربیت تعلیم و نگهداشت کا کام نہیں سپرد کرگئے بلکہ گھر کا مختار کل بھی امکو بنا کرگئے۔ اب حافظ سید صنیاء الدین صاحب ایسے مکان لنگر گئی سے میرے مکان محلہ صدر گئی میں اٹھ آ نے - ان کے ورند سید عظاء اللہ بھی ان کے ساتھ آگئے۔ جن کومیں عطاء اللہ بھائی کھتا تھا۔ سید عطاء اللہ کی عمراس وقت اٹھارہ انیس سال کی ہو گی۔ یہ مجھ سے تقریباً دس سال بڑے ہوں گے۔انہوں نے بھی قرآن شمریقٹ حفظ کر لیا تعا- مگر پھر بھی کیجےتھے۔ قرآن نشریف کی تلات اور گردان میں بڑی تساہلی کرتے اور اس کے لینے جناب عافظ صاحب کی ڈانٹ بھی سنتے۔ سید عطاء الند نےابتدائی عربی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔صدر گگی آئے تو ہمارا گھر بعرا ہوا ملا۔ ہم سبھوں کا مکان بہت بڑا تھا۔ ایک محلہ ہی کھیئے۔ میرامکان، میرے ماموں صاحبان کے مکانات رنانے اور مردانے جصے سب ایک ہی علقے میں تھے۔ سید عطاء اللہ ایک تو یہ یونھی تھاندڑے اور ہنسوڑ طبیعت کے نوجوان تھے۔ یہاں ان کو ساتھی بھی مل گئے۔ کیمہ یہاں کے اقامت ید پر طلبا، اور دو تین نوجوان میرے ماموں صاحبان یہ سب انکے ساتھی اور دوست تھے۔ عطاء اللہ شاہ بچین سے ہنمی مذاق اور لطیفہ بازی کے آ دی تھے۔ بهاں ان کا خوب جی لگا- صبح اور شام حافظ صاحب مجھے قرآن شریف اور دوسمری کتابیں پڑھاتے- ان وقتوں میں پڑھنے کے لئے سید عطاء اللہ بھی پکڑے جاتے اکثر ان کے ساتھ یہ ہوتا کہ تھوڑا سا پڑھ کر جناب حافظ صاحب سے کھتے کہ اب نہیں پڑھوں گا اور حافظ صاحب فرماتے کہ اچھا کتابیں اٹھا لواور جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ یہ رمصے سے چھٹارا پانے کی اچی ترکیب سے جنامج ایک دفعہ یہی داؤمیں نے بھی استعمال کیا۔ پرمھے پرمھے میں نے بھی حافظ صاحب سے کہا کہ اب نہ پڑھوں گا۔ میں نے یہ سمجا تیا کہ گلو خلاصی ہوجائے گی مگر میرے اس کھنے پرایک زلزلہ آیا۔ جناب حافظ صاحب گرج کر بولے تو نہنیں پڑھے گا تو تیراکچومر کال دول گا-عطاء اللہ کی پیروی کرنے چلاہے۔ تواس کی ریس نہ کر۔ حقیقت یہ تھی کہ سید عطاء اللہ اگرچان کے بیٹے تھے گر جناب حافظ صاحب مجھے بھی ان سے کم نہ سمھتے تھے اور بڑی ممبت کرتے۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ سید عطاء اللہ بچپن ہی سے آزاد مثن اورایک مد تک سرکش بھی تھے۔ اور اس لئے جناب حافظ ان پر زیادہ سنتی بھی نہیں کرتے تھے۔ ماں کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے دل جوئی بھی کرتے تھے۔ جناب حافظ سید ضیاء الدین کی تجارت یہان بھی جاری تھی۔ کہی جاری تھا۔ کہی یہ لیے لوگوں کے یہاں جائے تو اسکے حسب بھی جاری تھی۔ کہیں دو شالے و خرید نا چاہتے اگر بسند کی چیزیں نہ ہوتیں تو کشمیر سے خط لکھ کر منگواتے اور ان کو دیتے۔

جناب حافظ صاحب تقريباً سارمت جار سال ميرس يهان مستقل طود يررس اور عطاء الخدشاه صاحب بھی ان کے ساتھ بہاں رہے۔ آخر میں عطاء اللہ شاہ صاحب میرے گھر کو اپنا گھر سمجھنے لگے۔ ایک دفعہ میرے ایک ماموں عبدالفیظ صاحب جو دیہات میں رہتے تھے انکولیے ساتھ دیہات لے گئے وہاں یہ پانچ چھے مہینے رہ گئے ان کا خوب جی لٹا دیہات کے لہلہاتے تھیت ان کو خوب پسند آئے۔ دیہات کی ندیوں میں مجھلی کا شار ان کو خوب پسند آیا- بڑے بڑے جال، جیے زمین پر بھیا کر تیتر اور بشیر کا شار کرتے ہیں یہ خوب مناق ہو گئے۔ انہیں د نوں جب میرے والد مرحوم بھویال سے کچھد نول کی رخصت کیکر آئے تووہ عظاء اللہ شاہ صاحب سے برطبی محبت کرتے تھے۔ وہ انکواپینے ساتھ لے گئے۔ بعویال میں یہ آٹھ نومیینے رہے۔ وہاں کی رودادیہ بڑے مزے میں بیان کرتےتھے۔ جناب حافظ سید صنباء الدین صاحب صدر گگی میں تھے توایک دو دفعہ چند ہفتوں کے لئے اپنے گھر گجرات پنجاب بھی ہو آئے یہاں انہوں نے عطاء الند شاہ کی والدہ کے انتقال کے بید اپنی برادری میں دوسری شادی کرلی تھی۔ یہ مترمہ بڑی خدا ترس، عبادت گزار اور عاقظ بھی تسییں۔ ان ے جناب مافظ صاحب کو ایک اوکا بھی تما- مافظ سید عطاء الرحمن شاہ صاحب مرحوم جن کا گزشته برس انتقال ہو گیا: مرتب) جب والد صاحب مرحوم ۱۹۱۱ میں بھویال کی ملازمت سے سبکدوش ہو کروابس آگئے تو جناب حافظ سید صنیاء الدین صاحب بھر وابس اپنے گھر واقع محلہ لنگر گلی چلے گئے مگر ہفتہ میں دو تین دفعہ صدر گلی ضرور آ جائے تھے۔ کھے ہی د نوں بعد حافظ سید صنیا، الدین صاحب مستقلاً اپنے گھر گجرات پنجاب چلے گئے۔ اور ان کے ساتھ عطاء اللہ شاہ بھی گئے۔ بنجاب ہی میں (امر تسر شہر میں) عطاء اللہ شاہ نے اپنی عربی تعلیم تکمل کی اور مدرسه ست نكل توايينه ما ته حلم و فصل اور فصاحت و بلاغت ايين جلومين ليكر نُكل -

تقریباً عطاء اللہ شاہ صاحب کو بشنہ سے گئے ہوئے تو دس سال ہوئے ہوں گے کہ معلوم ہوا کہ حضرت مولاناسید عطاء اللہ بخاری بیٹنہ آئے ہیں اور ان کی بصیرت افروز تقریر دو ایک جگہ ہوئی جس میں لوگوں کا بڑا مجمع تما اور ایک تقریر اسی دن پشنہ سٹی کی جامع مجد مدرسہ پر رات میں ہوئی یہ ۱۹۳۱ء کا زبانہ تما جبکہ عدم تماون کا ہر

طرف پر چار تھا- اور اسکول و کالج کی تعلیم کا طلباء ہائیکاٹ کر رہےتھے- اس خبر کو کہ سولانا سید شاہ عطاء اللہ بخاری بیٹنہ آئے ہیں کچھ ہی دیر گزری تھی کہ والد صاحب مرحوم کا ملازم خاص مجھے ان کے کمرے میں بلانے کے لئے آیا۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک مولانا نمالحیم سمیم بزرگ بیٹھے ہیں، جسرے پر درمیانی درجہ کی داڑھی ہے، کھادی کا کرتہ اور اس کا یا تجامہ ہے اور سر پر چیکی ہوئی کھادی کی گول ٹو بی۔مجھے دیکھ کروالد مرحوم نے ان حضرت سے کہا کہ لومیاں بدر الدین آگئے۔ اب مولانا میری طرف بیلٹے تو بڑی حد تک جرہ جانا بھانا نظر آیا۔ وہ لیک کراٹھے اور مجھے بغل میں داب کر تقریباً زمین سے ایک فٹ اٹھا لیا اور میرا بیا فی میرا بیا فی تھتے ہوئے میری بڈیاں اور پسلیاں چور کرنے لگے۔ بعد میں جب ان کوخود اصباس ہوا کہ مجھے زور سے بینیے ہوئے . ہیں توہنس کر مجھے چھوڑ دیا۔ میں نے بغور دیکھا توعظاء اللہ توغا سَبِستھے یہاں مولانا سید عطاء اللہ بخاری بیٹھے ہیں۔ چبرے کا کھلنڈرا بن صاف ہو کیا تھا، پیشانی پر سبیدگی کی شکنیں تھیں، دارهی ضرعی حدییں تھی گر ہونٹوں میں مسکراہٹ اور آنکعہ کی چیک یہ کہنہ رہی تھی کہ ہم وہی عطا، الند ہیں جویہطےتھے۔ مولانا سید عطاء الند ان ، فاری نے مجھ سے میرے پڑھنے کے متعلق بوجھا- میں نے کہا کہ بی، اے میں پڑھتا ہوں پھر میرے بیپن کے قصے سنانے لگے۔ یہ والد مرحوم کا بہت احترام کرتے تھے۔ والدصاحب مرحوم سرکاری گروپ کے آ دمی تھے کیونکہ خان بہادر بھی تھے۔مولانا سید عطاء الندشاہ .فاری کانگریس کے بڑے سر گرم رکن اور پنجاب کی احرار جماعت کے روع رواں بھی تھے۔ مگر ذرہ برا بر بھی میرے گھر میں انہوں نے سیاست کا تذکرہ نہ چھیڑا۔ یہ عدم تعاون اور اسکول و کالج کے طلباء ہے تعلیم کی بائیکاٹ کا سٹائبہ اپنی گفتگو اور تقریروں میں کرتے بیمرتے مگر میرے یہاں سوائے نمی صالات پر گفتگو کے سیاست کا ذکر نہ آنے دیا۔ دن بھر میرے یہاں رہے ان کے رفقاء یٹنے میں ایک دوسری جگر مقیم تھے اوریہ انہیں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کے دوسرے برس والد مرحوم کا استقال ہو گیا۔ انکا لاہور سے تعریت کا خط آیا یانچ چھے برس کے بعد مولانا عملاً، احد اور اور بخاری پیٹنہ بعراییے دورے پر آئے اس وقت ملک کی آزادی کی یکار اور بڑھ گئی تھی۔اور سیاست اب عوام میں رج بس ر ہی تھی۔ اس دفعہ پٹنے میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کااستقبال بڑی شدویہ سے ہوا۔ جوق کے جوق لوگ ان سے ملقات کرنے کو اور انکی تقریر سے کو امڈے پڑتے تھے۔ تقریریں ایسی ہوتی تھیں کہ گھنٹوں سنتے رہے مگر سیری نہ ہو۔ رو توں کو بنساویں، ہنستوں کورلادیں اور چاہیں تو یا فی میں آگ لگا دیں۔ تھریر کرتے وقت عوام کے جذبات کی باگ ڈور انکے یا تھ میں ہوتی۔ جس طرف اور جس طرح جاہیں موڑ دیں۔انکی لقریریں صرف پیجانی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ تاریخی اور سیاسی مواد کے ساتھ ساتھ مذہبی بدایات کے سلیلے بھی ان کی تقریریں میں جاری ر متے تھے۔ میں نے سولانا ابوالکلام آزاد کی پر مغر اور پروقار تقریرں بھی سنی ہیں، حیدر آباد کے بہنادریار جنگ کو بھی بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب کرتے دیکھا ہے گرا کھی وہ معبز بیا نی جودل و دباغ کو سرشار کرتی تھی-اسے خدا نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہی کے حصہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ پٹٹر سے ان کو بے بناہ معبت تھی

اور کیوں نہ ہوتی۔ پٹنہ ہی میں وہ پیدا ہوئے، ماں کا بے عد و بے پایاں پیار ان کو مہاں ملا، اٹھا بجین اور ان کا عنفوان شباب یہاں کی فصناء میں پروان چڑھا، انکے ابھرتے ہوئے شعور نے یہاں کے ماحول میں انگڑا ئی لی اور ان کی صلاحیتوں کی پہلی تربیت یہیں کی آب و ہوا میں ہوئی۔ یہ جب بھی پٹنہ آتے تو یہاں کی ہر تقریر میں اپنے پیارے پٹنے کی روداد سناتے یہاں کے لوگوں کا ہر تذکرہ برامی ممبت اور احترام سے کرتے اور لوگوں سے تحتے کہ پٹنہ بھی ان کا ویسا ہی وطن ہے جیسا پنجاب ہے۔وہ اجنبی نہیں ہیں ان کا ضمیر بھی پٹنہ ہی کے خمیر سے بنا ہے۔میرے ایک عزیز ماموں زاد ہائی سید حسین احمد مرحوم پنجاب گئے۔ یہ ۱۹۴۵ء کا زمانہ تھا۔ لاہور کے اسٹیش پر آگے جانے کو گاڑی لگی ہوئی تھی۔ انکو کراچی جانا تھا۔ ابھی ٹرین کے کھلنے میں دیر تھی۔ یہ تحمیار شنٹ میں جا کر بیٹھدرہے۔ تعورہی دیر کے بعد ایک جماعت چالیس بچاس آ دمیوں کی آتی دکھائی دی جس میں ایک شخص بہت نمایاں تھے، اوھیڑعمر کے، اچھے ہاتھ یاؤں کے، یہ مولانا ابنی گفتگو سے سبعوں کوممظوظ کرتے ہوئے مجمع میں سبعوں کے لیڈر معلوم ہوتے تھے۔ حسیں احمد کا کمیار ٹنٹ سامنے ہی برکمنا تھا مولانا صاحب نے سیدھے اس کار رخ کیا اور آگر اس کے ایک ظالی برتھ پر بیٹھے۔ جو پلیٹ فارم سے لگا موا تھا۔ ساتھیوں میں کچھ تو انکے ساتھ ہی تحمیار شنٹ میں آگر بیٹیے گر زیادہ تعداد ایکے ساتھیوں کی بلیٹ فارم ہی بر ر ہی۔ کچھے ہی دیر کے بعد ٹرین نے چکنے کی سیٹی دی- اور ٹرین جل پڑی- اب مولانا نے تھمیار ٹمنٹ کا جائزہ لیا تو ایک طرف حسین احمد مرحوم پر نظر پڑی۔ انکی وضع قطع پٹنہ والوں جیسی نمایاں تھی۔ مولانا اپنی نشت سے اٹھ کران کے برتھ پر آگئے۔ اور پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پٹنے وطن ہے وہیں سے آرہا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کھا کہ غریب طانہ پٹنے کے ایک محلہ صدر کلی میں ہے۔ یہ س كرمولانا كحراب ہوگئے اور كھنے لگے كياتم "حسنو" ہو؟ انسوں نے كہا باں ميں حسنوى مول مگر آپ نے كس طرح سمحا مولانا نے حسین احمد مرحوم کو بھٹیتے ہوئے کہا کہ جبے گود میں کھلایا، جس کے والد علیا حب کے ساتھ مہینوں ان کے دیہات پرجا کر انکے ساتھ رہا، پھرپٹنہ میں ان کے ساتھ رہا اس کو کیوں نہ بھانتا۔ حسین احمد مرحوم سمجھ گئے کہ یہی عطاء الند شاہ بخاری ہیں۔ مولانا عطاء النٰد شاہ نے پٹنہ کے جانے بہجانے لوگوں کا نام لیکر خیریت پوچھی گھر کے سر فرد نوکر چاکر دائی مااسب کا عال فرداً فرداً در یافت کیا۔ پھر پوچھا میرا بھائی بدرالدین کس حال میں ہے۔ مراد مجھ سے تھی۔ حسین احمد نے کہا کہ آج کل وہ بھی لیڈر ہیں۔ اس پر مولانا عظاء اللہ شاہ خوب بنبے اور کھنے لگے یہ تو ہونا ہی تھا ایک بھائی لیڈر تو دوسرا کیوں نہیں ہو گر میں سجھتا ہول کہ میں تو جماعت احرار میں ہوں اس لئے بدر الدین ضرور مسلم لیگ میں ہوں گے۔ حسین احمد مرحوم نے کہا کہ جی ہاں آپ شیک سمجے ...... پھر حسین احمد مرحوم پر زور دینے لگے کہ وہ دوایک دن ان کے ساتھ رہیں گر اینا ضروری کام بتا کر حسین احمد مرحوم نے معذرت کر لی- اور کہاں کہ بعد میں وہ آپ سے ملیں گے۔ گرایسا نہ ہوسکا جب حسین احمد مرحوم واپس آئے تومجھے یہ قصر سنایا۔

عالباً ١٩٣٧ء مين رہتك جيل ميں سے ايك خط مير سے نام آيامجھ تعب ہواكہ يا الله رہتك جيل سے

مجھے خط بھینے والا کون ہے۔ لفافہ چاک کیا تو اندر مولانا عطاء الند شاہ بغاری کا خط تعا۔ مجھے آج تک اس خط کا مضمن یاد ہے۔ لکھا تعا "میرے پیارے بیاتی بدرالدین آج کل جیل کی تنهائی ہیں تم مجھے یاد آتے ہو، زمانہ دراز سے تہیں نہیں دیکھا غالباً اس کی کسر بار بار تہارے یاد آنے سے نکل رہی ہے، قوم کی خدمت کرنے کی سراامجھے توقید تنهائی سے ملتی ہے، آج کل بھی وہی سرا ہے۔ تنهائی کو دور کرنے کے لئے میں نے محادی کے کپڑے کے تعان کو اپنے ہاتھوں سے بیک کر کے تہارا نام اور پتہ کھااور جیل والوں سے کہا کہ تہارے پاس بھیج دیں۔ اس کو میری یادگار سمبھ کر قبول کر لینا۔ برسوں گزرگے مگر کھادی کا تعان مجھے نہ طا- غالباً جیل بیار میں دور بیار تھا ہے۔ اللہ علی اللہ جیل دالہ جیل دالہ ہے۔ اللہ علی اللہ جیل دالہ ہے کہ اللہ حیالہ اللہ جیل دریات اللہ جیل دریات کر ہے۔ اللہ علی میں دور بیار کی تعان مجھے نہ طاب غالباً جیل دریات کے دریات کی میں دور بیار میں دور بیار کی تعان مجھے نہ طاب غالباً جیل دریات کی دور میں دور بیار میں دور بیار کی تعان مجھے نہ طاب غالباً جیل دریات کی تعان مجھوں دور میں دور بیار کی تعان مجھوں دور درائی دور کی تعان مجھوں کی تعان مجھوں کی تعان دور کیاتھا کی تعان مجھوں کی تعان مجھوں کے دور کیاتھا کی دور کیاتھا کی تعان کیاتھا کی تعان کردیاتھا کی تعان کیاتھا کی تعان مجھوں کی تعان کی تعان کیاتھا کی تعان کی تعان کیاتھا کی تعان کردیاتھا کی تعان کے تعان کی تعان کردیاتھا کی تعان کی تعان کی تعان کے تعان کی تعان کیاتھا کی تعان کی تعان

والوں نے اپنے مصر ف میں لے لیا ہو گا۔ • ۱۹۵۰ء میں میں لاہور گیا تو یہ خواہش لیکر گیا کہ مولانا عطاء الٹد شاہ بغاری سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اِس وقتِ مسلم لیگ کا پنجاب میں بڑازور تھا۔ دوسری مسلم سیاسی یارٹیاں جن میں جماعت احرار بھی تھی ماند ہو کر رہ کئیں تھی۔ اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، سارے پنجاب میں امیر شریعت اور جماعت احرار کے سب سے اوبعے نیڈر ہونے کے باوجود بھی ہی بشت ڈال دیئے گئے تھے۔ بسر حال میں نے مولانا عطاء اللہ شاہ بغاری کا بستہ لگایا تومعلوم ہوا کہ وہ توجیل میں تشرّ یف رکھتے ہیں-ان کے بال بجوں کے متعلق پوچیا تومعلوم ہوا کہ امر تسر میں رہتے ہیں۔ لاہور سے یٹنہ آنے کے راستہ امر تسر پڑتا تھا۔ مجھے گولڈن تمبل، جو سکھوں کی مشہور زمانہ عبادت گاہ ہے، اس کے دیکھنے کی بھی تمنا تھی۔ میں اور میرے دو ساتھی دن بھر کے لئے امر تسر اتر گئے، اسباب اسٹیشن ہی بر کلاک روم میں رکھا اور اسٹیشن بر ہوٹل میں کھا بی لیا، پھر گولڈن تمبل دیکھنے کو چلے گئے۔ ایک بڑے حلقہ میں گولد کن تمبل واقع ہے، رہیج میں بہت بڑا تالاب ہے، اس کے چاروں طرف خوبصورت عمارتیں بنی ہوئی ہیں نالاب کے بیج میں بھی سنگ مر مر کی عمارتیں ہیں۔ ایسی دکش اور پر کشش کہ دیکھا كيئ - كى عمارتول ميں مقدى صورت مست بيٹے گرنته صاحب بڑھ رہے تھے- كورش منبل بہتے ہى ايك سن رسیدہ مہنت میرے ساتھ ہو گئے تھے اور ہر جگہ ہماری رہبری کر رہے تھے آخر میں سبھول کو ایک بڑی خوبصورت سبک بل کے ذریعہ سے اس عمارت میں پہنچنا ہوتا تھا۔ میں وہاں پہنچا تو ہمارے راہبر لے کہاں کہ یہاں کے جوسب سے بڑے مسنت ہیں انبی کے پاس آپ کو لئے چلتا ہوں۔اندر ایک سنگ مرمر کے تخت پر ایک بڑے باو کار سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو گرنتہ صاحب پڑھنے میں مشغول تھے۔ انہوں نے ہم تینوں کو دیکھا تو کتاب بند کر دی۔ ہم نے مود ہانہ ان کو سلام کیا انہوں نے بھی محبت کے ساتھ سلام کا حواب دیا۔ بھر بوچیا کہ آپ کھاں سے تشریف لارہے ہیں۔ میں نے کھال کہ پٹنہ سے۔ یہ مننا تھا کہ جھٹ اٹھے اور مجھے لگھ لا ایا میرے ساتھیوں کو باری باری سے اور بڑی مبت سے کھنے لگے کہ آپ پٹنے ضریعت سے آتے ہیں اس لئے ہم سبھوں کوسر آئکھوں پر آپ کا آنا ہے، آپ تومیرے معززاور بڑے معبوب مہمان ہیں- پھر پوچیا کہ آپ کے اسباب کھال ہیں اور ہمارے راہبر سے کہا کہ بھائی ان کے اسباب لیجا کر مهمان خانہ میں شمیک شاک کر کے رکھو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم سب تو سر راہ ہیں، صرف گولڈن ٹیمبلی کی زیارت کی تمنا تھیںچ کر

لے آئی ہے۔ اور آج ہی شام کے وقت پٹنز روانہ ہو جائیں گے مگر بڑمے مسنت صاحب ہم سبعوں کو چھوڑنے کو تیار ہیں تھے۔ آخر ہم سبھول نے وعدہ کیا کہ دوبارہ آئیں گے توانکی حدمت میں دوبار دن ضرور رہیں گے۔ بھر ہم سب وہاں سے رخصت ہوئے۔ آج تک گولڈن ٹیمبل کے نوگوں کی معبت کا برتاؤاوریشنہ سے ان کی عقیدت اور پٹنہ والوں کے ساتھ اٹکا برادرانہ خلوص میر سے دل پر تقش ہے۔

گولڈن نمبل سے چلے تو دوئج رہے تھے مولانا عظاء اللہ شاہ کا مکان کس محلہ میں واقع تھا پہ مجھے معلوم نہ ہو سکا تھا۔ لوگوں سے بوجھتے پوچھتے آخر منزل مقصود تک پہنچ ہی گیا۔ ایک کشادہ گلی سے کچھہ آگے بڑھ کرایک ' کشادہ جگہ پر ایک نئی عمارت کھرمی تھی۔ سامنے ہی مردانہ نشت کا محرہ معلوم ہوتا تھا۔ جو بند تھا۔ اس کے ا بنل سے لُاہوا- ایک دروازہ تعاجوزنانہ حصہ میں جانے کاراستہ تعا- وہیں پر جا کر میں نے یکارا کہ کوئی صاحب ہیں ؟ باہر میں مهمان آئے ہوئے ہیں۔ پہلی ہی آواز پرایک صاحب باہر آئے، تیس پینٹیس سال کی عمر ہو گی، متوسط قد کے خوش رو آدی تھے، جسرے پر حشیثی داڑھی تھی۔

صاحب سلامت کے بعد پوچیا کہ آپ لوگ کہاں سے تشریف لارہے ہیں میں نے کہا کہ پہلے یہ تو بتائیے. کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا یہی مکان ہے کہ نہیں ؟ جواب ملا کہ مکان تو یہی ہے اور ان کی اہلیہ اور پے اسی مکان میں بیں مگر مولانا جیل میں ہیں۔ میں نے تھا کہ مولانا کا جیل جانا معلوم ہے۔ آپ ایمی اہلیہ سے یہ تھمہ دیں کہ بدرالدین پٹنہ سے آیا ہے۔ وہ صاحب یہ س کر اندر گئے یابج مٹ بعد باہر کی نشت گاہ کھلی، اچیا خاصہ کمرہ تھا۔ ہم سب کرے میں بینچ تو تین بچیاں میرے سامنے کھڑی تھیں، بڑی کی عمر نوسال ہو گی، دوسری لترباً سات سال اور چھوٹی پانچ چھے سال کی- (شاہ می کی صرف ایک بیٹی ہیں دوسری گھر میں پر مصنے

والى بيال تعين) ---- ( مديم

سب آکر مجد سے لیٹ گئیں۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر ان سبعول نے مجھے کس طرح پہوا ا۔ میں نے سبمی کو پیار کے بعد ان کے نام پوچھے۔ اتنے میں بڑمی لڑکی لیک کر اندر گئی اور پھر دو تلین شٹٹ میں ہاہر ۴ ئی اور کھنے لگی کہ ای جان آپ کو سلام کھتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ آپ کے اسباب کھال ہیں آپ کوچار پانچ ون یہاں رہنا ہے۔ میں لے کہا کہ تم اپنی ای جان کومیراسلام کھو، میں توصرف تم سبوں کو دیکھنے کے لئے آگیا تھا۔ بعا فی جان جیل میں ہیں، اس نئے رہ کر کیا کروں گا۔ برمی لوگی مفے جواب دیا کہ ای جان اور ہم سب توہیں۔ اہا جان ہمیشہ آپ کا ذکر ہم سبعوں ہے کرتے رہتے ہیں کہ میراایک بعا فی بدرالدین پٹنسر ہیں ہے۔ اللدالله، مولانا عطاء الله شاہ کی محبت کہ طویل رہا نہ گزرنے پر بھی انکی محبت میرسے ساتھ کم نہ ہوئی۔ بچیوں کا امرار کہ میں دو جار روز قیام کروں میرا یہ حالم کہ مجیول سے گفتگو کے درمیان سارے گزشتہ واقعات کی تصویر نظر کے سامنے تھڑی ہے۔ میری انتھوں میں آنسو آ گئے۔ بچیوں کو سمجا رہا ہوں گروہ بہ صدبیں کہ میں قیام كوں- اتنے ميں مولانا كى اہليے نے بڑا بر تكلف ناشتر تم سبموں كے لئے بعیجا۔ وہ صاحب جو پہلے آكر تم سبعول سے طبیتے ان کے متعلق ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ مولانا کے سالے ہیں۔ وہ میر بائی میں بیھے جا

رہے تھے۔ ناشتہ کر کے میں نے مولانا کی اہلیہ سے اپنی مجبوری کھلا بھمجی کہ آج میرا پیٹنہ روانہ ہوجانا بہت ضروری ہے۔ ہم سب سیدھے اسٹیٹن روانہ ہوگئے گروہ دن اور آج کا دن، میں نے پھر ان کو دیکھا نہیں۔ ملک تقسیم ہوگیا۔ جذبات بدل گئے۔ لبلماتے درخت خشک ہو کر پیوند زمین ہوگئے، ان کی جگر پرنئے پودے نکل کر تنا ور درخت بن گئے گر پرانی یاویں بہلے ہی کی طرح آج بھی دل کوبے چین کر دیتی ہیں۔ مولانا عظاء اللہ شاہ بخاری می گزرگئے۔ میں نے 1911ء کے بعد پھر انہیں نہیں دیکھا گر آج بھی جب ان کی یاد آتی ہے تو ول بیتر ار ہوجاتا ہے۔ مولانا عظاء اللہ شاہ بخاری نے تو کی ضربات کا ایک طویل اور شاندار ریکارڈ لینے بیجھے جبورٹا ہے۔ جمیعتہ العلماء کو انہوں نے پروان چڑھایا، مجلس احرار کو انہوں نے قوت اور روشنی بنتی، بنجاب میں ملکی سیاست کو او بی سیر مصیوں پر وہی لائے، انہی کی معرز بیانی سے ہندوستانی سبوت ملک پر نشار ہونے کے لئے سیاست کو او بی سیر مصیوں پر انگریزوں کے انہ توب اور را نفل سے زیادہ خطرناک مولانا تیار ہو کر سینوں پر انگریزوں کی گولیاں کھاتے تھے۔ انگریزوں کے لئے توب اور را نفل سے زیادہ خطرناک مولانا عظاء اللہ شاہ کو انہوں سے تکر لینے کے لئے ان کے را نفل کے مقابل بھیج درتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ مولانا عظاء اللہ شاہ حکومت کے قید و بند کی برا ہر زیست بنے رہے۔ کے مقابل بھیج درتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ مولانا عظاء اللہ شاہ حکومت کے قید و بند کی برا ہر زیست بنے رہے۔ کے مقابل بھیج درتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ مولانا عظاء اللہ شاہ حکومت کے قید و بند کی برا ہر زیست بنے رہے۔ کے مقابل بھیج درتی تھی۔ یہی ملب تھا کہ مولانا عظاء اللہ شاہ حکومت کے قید و بند کی برا ہر زیست بنے رہے۔ کے مقابل بھیج درتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ مولانا حکام اللہ علی ہوت کے قید و بند کی برا ہر زیست بنے رہے۔

#### "عقيرت".....اور ..... "ارادت"!

گذشتہ روز کا واقعہ ہے کہ میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ "امروز" کا پرچہ پاس پڑا تھا جس پر حضرت شاہ جی کا فوٹو دیکھ کر بولی یہ شاہ جی کا اخبار ہے ؟ کی حواب کا اخبار ہے ؟ کی حواب کا اخبار ہے ؟ کی حواب کا اخبار ہے جا کی اخبار ہے جا کی است ہی ہوئی آئی اور بڑے منت آمیر لیج میں کھنے لگی۔ کہ میری حواب کا انتظار کئے بغیر واپس دوڑ گئی۔ تصویر عواب کی اور بڑے منت آمیر لیج میں کھنے لگی۔ کہ میری ویکھ کر جلد واپس کر دیں گے۔ اخبار لیے گئی۔ واپس آگر بولی اگر آپ سکھاں شاہ جی کی کوئی اور اچھ سی قیمھ کر جلد واپس کر دیں گے۔ اخبار لیے گئی۔ واپس آگر بولی اگر آپ سکھاں شاہ جی کی کوئی اور اچھ سی تصویر ہو تو ہمیں دے دو، ہم زیارت کر کے واپس کر دیں گے۔

اس بات سے جمال عوام الناس میں شاہ جی کی بے بناہ مقبولیت اور لوگوں کی انکے ساتھ عقیدت اور اردت کا بتہ جلتا ہے۔ وہاں یہ اندیش بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاہ جی ساری عمر جن ظلاف خرع افعال (مثلّ قبر برستی، تصویری پوجا، ندز نیاز اور اند جی عقیدت وغیرہ) سے منع فریا ہے رہے ہیں۔ ہم لوگ ان افعال کی ابھی برستی، تصویری پوجا، ندز نیاز اور اند جی عقیدت وغیرہ) سے منع فریا ہے رہے ہیں۔ ہم لوگ ان افعال کی ابھی سے خود شاہ جی کی تصاویر اور شاہ جی کے خرار سے ابتدانہ کر بیٹھیں۔

(شدره / ماهنامه "الصديق" لمتان- ربيع اللول ١٣٨١هـ)

حاشد دیرا مےصفحہ ۱۵۱

اودان الخارین (۱) سید محمد اسمق، سید عبدالغنی کے فرزند تھے۔ حافظ صنیاء الدین صاحب رحمہ اللہ کے دیگر چھا سید حیدر شاہ صاحب سید حیام الدین اور سید پیر شاہ صاحب بھی تجارت کی غرض سے یکٹنے حایا کرتے تھے (مر تب)

بنت امير شريعت مد ظلها

# تحیصے پریشاں تذکرے

ا با جی جب نا گڑیاں سے امر تسر حصول تعلیم کے لئے آنے لگے تو بزرگ خاندان حضرت مولانا سید محمد یوسد ن رحمد اللہ سے لئے قب وہ دادا جی کے بچیرے بچا تھے اور امال جی کے حقیقی تایا- ساگا ہمارے خاندان کے واحد الجدیث بزرگ اور حضرت مولانا نذیر حسین محدث دہلوی کے ٹاگرد- پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری بھی تجدع حرصہ انکے ہم مبنی رہے تھے۔ گؤں میں اس زمانہ میں وزیر آباد سے مستری بلوا کر شاندار مبد تعمیر کرائی تھی جواب تک موجود ہے۔ اسی مجد میں تشریف رکھتے تھے۔ ابا جی فرماتے ہیں مبد میں طاخر ہوا اور عرض کیا بابا جی پڑھنے جارہا ہوں تھیمت فرمائیے انہوں نے سراٹھا کردیکھا اور سورہ لگمن کی ہے آئیت تلاوت فرمائی۔

يا بُنى أقم الصَّلوة وآمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما اصابك ان ذالك من عرم الامور-

میں نے سلام و مصافی کیا اور اٹھ کر آگیا اس سے بڑی نصیت اور کیا ہوتی؟ بابا جی کا مزار اب بھی گاؤں میں مرجع عوام ہے۔ انکی بنائی ہوئی مبد میں قریباً جالیس سال ہمارے دادا جی حضرت عافظ صنیاء الدین صاحب رحمہ اللہ نے امامت کی اور تراویح میں کلام پاک بھی سنایا ان کے بعد طاندان کے ایک دوافراد نے امامت کی۔ سبکل بسائی عطاء المحن سلمہ اللہ تو ان پاک حفظ و ناظرہ کا مدرسہ تائم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ قائم رکھیں اور ترقی عطاء فرہائیں آمیں۔ سعیالی گھر اور مبد کی دیوار ایک تھی۔ ہماری نائی جی صاحبہ رحمہ اللہ علیما کو تلاوت کا بہت ذوق تھا، سیکروں لڑکوں لڑکوں کو قرآن پاک بڑھا یا۔ اباجی کا امر تسر آنے سے پہلے مجم میں روزانہ ختم قرآن کا معول تھا۔ نائی جی پیرھی بھا کر مبد کی دیوار کے ساتھ بیٹھ جائیں اور قرآن پاک سنتی رہتیں۔ اللہ پاک سات کی ارواح پر رحمت نازل فرمائیں ، آمین تم آمین۔

آخری بیماری میں عصر ومغرب کے درمیان محجہ طلبیت بحال ہوتی تو ڈآکٹر کی ہدایت کے مطالبن ہم اہا جی کو کرسی پر کچھ دیر کے لئے بشادیتے اکثر مغرب کی اذان تک بیٹھتے ورنہ ٹانگیں تک جاتیں توجب کہی زبانی اور کہی ہاتھ کے اشارہ سے تھتے تھک گیا ہوں تو بھر ہم طا دیتے۔ ایک روز ایسے ہی بشایا تھا اتفاق کی بات کہ اسوقت بھائی کوئی گھر نہ تعا۔ دروازہ پر دستک ہوئی پڑھنے والے ایک دو بیجے موجود تھے انہوں سے کہا *ایک باباکھتا ہے شاہ جی سے لمنا ہے۔ بڑا تنگ وقت تعا۔ میں صمن کے کوئے میں چو لھے پر روثی پکارہی تھی اور مغرب کا وقت ہونے والا تعامیں نے کہا اہاں جی میں چاریا ٹی کھرٹھی کرلیتی ہوں، بے چارا ہتا نہیں کہاں سے آیا ہوگا۔ چنانج میں نے جاریائی پر جاور ڈال لی اماں جی تحرے میں جلی گئیں اور بچہ اس بوڑھے دیماتی کو لے آیا۔ ملکج کپڑوں والاوہ بوڑھ ابر آمدے میں بیٹھے اباجی کی کرس کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گیا اور سلام کر کے انتخاب کو بیٹر گیا اور سلام کر کے انتخاب کو بیٹر کر رونا ضروع کر دیا۔ میں نے سن۔۔۔ اباجی نے وو دفعہ کہا، "نہ رو آخر ایہو انجام اے "میں نہیں جانتی وہ کون تھا؟ چند منٹ بعد وہ اٹھا اور سلام کر کے پگڑی کے پلوسے آلو یو نجھتا ہوا باہر انگل گیا۔ یہ تھی وہ ممبوبیت جو اللہ تعالیٰ نے ایکے لئے کو گوں کے دلوں میں القاء کر دی تھی اور جس کے مظاہر مارا شامدہ میں آئے۔

•1•

ایک روز عمر کے وقت صمن میں بیٹھے جائے ہی رہے تھے کہ برادر محترم جناب ملک عبدالغفرر صاحب انوری مرحوم و مغفور ملئے آئے۔ بیٹھک محلی شی کوئی صاحب بیٹھے تھے۔ انوری صاحب نے دروازے میں کھڑے ہو کہ کہا السلام علیکم ۔ ابا جی نے جواب دیا۔ ممکن ہے پیالی کی محمک انہوں نے سی ہو دروازے میں کھڑے ہو کہا السلام علیکم ۔ ابا جی نے جواب دیا۔ ممکن ہے پیالی کی محمک انہوں نے سی ہو یا ویہ ہی کہنا "جاہ ہے بہ بختا" وہ ہو کہ السلام علیکم ۔ ابا جی رہے ہو) ابا جی نے مسکرا کرکھا "اوے ہر محرفاک نوں پیالی دانہ سمجد کئیں ماریا جاویں گا" مرحوم انوری صاحب ۹- ۱۰ برس کی عمر سے وفات تک احرار اور ہمارے خاندان سمجہ کے والد عاجد ہے۔ جب انہ ہی ہوتی ہے لکھت بی لیا کرتے اس وقت نہیں یادائی دن بی یا نہیں۔ ان کے والد صاحب کے مسملی ابا جی نے فرایا کہ جب ملتان میں ہر رات میرے قتل کی رات ہوتی (تالف منصوب بناتے تھے) کے مسملی اباجمعین اباجی نے فرایا کہ جب ملتان میں ہر رات میرے قتل کی رات ہوتی (تالف منصوب بناتے تھے) تو مولوں ی برخور دار میرا بہریدار ہوتا تھا۔ (رحمہ اللہ تعالی طیعم اجمعین)

•

ایک دن اباجی نے نطیفہ سنایا۔ مولوی مظہر علی اظہر صاحب کے ساتھ لادی میں سفر کر رہے تھے۔ چھوٹی سی ٹوکری میں بان کا سامان ساتھ ہوتا تھا۔ سیٹ پر ٹوکری رکھنے کی جگہ نہتھی بان لگانا تھا اِس لئے بان کا ککڑا تو خود ہاتھ میں پکڑا اور ڈبائما پاندان مولوی صاحب کو تھماتے ہوئے کہا بھائی مظہر!

تعاونو على البر وانقوى مود من المراد ورائقوى مود الله كل طرف الله كرك كف سك اليهال ويول بريحميرًا المراد من المراد الله كالمراد المراد المراد المراد الله كالمراد الله كالمراد الله كالمراد المراد المرا

ایک روز فریا نے لگے امر تسر بیٹھک میں اکیلا بیشھا ہوا تھا کہ سرکل پر سے چار پائیاں مھو کھنے والا گزرا اور
اس نے آواز لگائی "منجی بیرهی شکالو"! سا مجھے خیال آیا یہی عال برطا نوی فوج میں شال ہمارے سلمان
ہوائیوں کا ہے۔ یہ ترکھان تو روزی کمانے کے لئے کندھے پر اپنے ہتھیار اٹھائے بھرتا ہے اور فوجی کندھے
پر بندوق رکھے کہتا ہے مصری مروالو۔ مجازی مروالو۔ ترکی مروالو۔ شامی مروالو۔ 10 روپے دو اور جس کو چاہو
مروالو۔ تب ۱۲-۱۵ روپے ہی تنواہ ہوتی تھی۔ ایک روز ایک پشان مجریال جاتو تیز کرنے والے سے فرمایا

کہ تم لوگ اتنی ممنت کرتے ہولیکن مسلمان بھائیوں کو قرض سود پر دیتے ہویہ تو حرام ہے۔ فریاتے وہ کھنے لگا یہ لوگ بہاں سے جاتے ہیں ہم آزاد قبائل پر بم اور گولیاں برساتے ہیں۔ ہمارے بچوں کویٹیم اور عور توں کو بیوہ بناتے ہیں ہم نے اٹکا کیا بگاڑا ہے؟ کون کا پر کا بچہ (کا فرکا بچہ) انکو سلمان سمجتا ہے۔؟

410

سرسکندروالے کیس میں فائقاہ سراجیہ کندیاں والے حضرت مولانا احمد فال صاحب کو جب اباجی
فوعاء کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے وظیفہ بڑھے کے لئے بتایا اور ساتھ فریا تھا" جے میں ول ہوندا تے
میرا اک رات دائم می ہی ہی شاہ نوں آمحوق راتال پڑھے تے ہوئے گا تماشا۔" ہم رپورٹر نے ہی جملی
میرا اک رات دائم می ہی بن شاہ نوں آمحوق راتال پڑھے تے ہوئے گا تماشا۔" ہم رپورٹر نے ہی جملی
تقریر کا بھا نڈا بر سر عدالت بھوڑویا۔ ابا بی فریا یا کہتے تھے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، آمتحمیں بند کیں تو تلوار چاتی
دیکھی۔ حضرت مولانا احمد فان صاحب رحمہ اللہ نے ایک بڑا عبیب تحفہ بمی عنایت فریایا تھا۔ جب رہائی کے
بعد ملے گئے۔ کلڑی کی ایک چوکور صندو آئی، جس پر سنہرے بیل ہوئے بنے ہوئے تھے۔ اسکے اندر نمدا گا کر
چاہے دا فی اور دودھ دان وغیرہ رکھنے کے فانے بنے ہوئے تھے چائے بنا کر اس میں رکھ لی جائے تو کئی گھنٹے
گوم رہے۔ ابا جی نے تبر کا رکھ دی تھی کہا میں جوال سب مجھے گیا ساتھ وہ بھی گئی ایک اور بڑا عبیب قصہ
بیان فریائے کہ حضرت کے ایک صاحبزادے جوان سیوہ بے چاری کیسے رندگی گزارے گی۔ جب نماز ختم ہوگئی
بیسے نماز بڑھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ جوان بیوہ بے چاری کیسے رندگی گزارے گی۔ جب نماز ختم ہوگئی
قوضرت رحمہ اللہ نے کی فادم سے فریایا کتب خانہ میں جاواد فلال کتاب نمال لاؤ۔ فادم گیا اور مطلوبہ کتاب
قوضرت رحمہ اللہ نے کئی فادم سے فریایا کتب خیاں میں حضرت مفتی محمد شعبے صاحب (سر گودہا
واضر کر دی۔ اس فلاف معمول عمل پر سب حیران تھے۔ مجلس میں حضرت مفتی محمد شعبے صاحب (سر گودہا
والے ) اور ان کے بچاحضرت مولانا احمد الدین صاحب گنجیالوی بھی ضریک تھے۔ حضرت نے کئی سے فریا

" قصہ یہ تھا کہ کی جاد میں ایک بجابد شید ہوگیا ہیوہ جوان تھی بچے بھی تھے ممنت مشقت کر کے گزاراً کرتی تھی پھر اسکے متعلق یہ مشہو ہوا کہ وہ کھاتی بیتی کچھ نہیں، ہوتے ہوتے یہ بات ظیفہ وقت تک پہنچی تو اسے دربار شاہی میں طلب کیا گیا اور سوال کیا گیا کہ کیا واقعی تم خذا نہیں کھاتیں اسنے کہا خاوند کی شہادت کے بعد اکثرروتی تھی ایک رات خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت باغ ہے اسکے اندر سے لوگوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میرے خاوند کی آواز بھی تھی۔ میں سی کر اندر جلی گی تو میرا خاوند کچھ کھا رہا تھا اسنے اپنے رفیقوں سے کہا اگر تم اجازت دو تو یہ میری کر اندر جلی گئی تو میرا خاوند کچھ دیدوں۔ انہوں نے اجازت دیدی تو میرے خاوند نے ایک گڑا میرے ہاتھ پر کھ دیا، وہ میں اے کچھ دیدوں۔ انہوں نے اجازت دیدی تو میرے خاوند نے ایک گڑا میرے ہاتھ پر کھ دیا، وہ میں نے کھایا شہد سے زیادہ میشا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا جب میری آنکہ کھلی تو اس کھانے کا ذائقہ میرے منہ میں تھا اسکے بعد سے نہ مجھے بھول ہے نہ جب میری آنکہ کھلی تو اس کھانے کا ذائقہ میرے منہ میں تھا اسکے بعد سے نہ مجھے بھول ہے نہ بیاس پیٹ کرے کہا ہا نہ دھے رکھتی ہوں!"

ا با جی فراتے میں سمجھ گیا کہ یہ سیری اصلام ہوری ہے۔ سیرے دل میں جو ایکے گھر کے متعلق خیال اس اور قصہ ختم ہوا تو میں ہوا تھی گھر کے متعلق خیال اس اور قصہ ختم ہوا تو میں ہے کہ وہ آسا نوں پر محعاتے کیا ہیں۔ حاضرین حیران تھے کہ پہلے کو نسا مسکہ تھا کہ اب دو سرا عل ہو گیا۔ مولانا احمد الدین حیات میچ کی بات سکر بے اختیار محمد اشمے" شاہ ایسہ تیرا فیض اے۔" فریاتے تھے بعد میں میں نے مفتی محمد شفیح صاحب کو بتایا کہ میرے دل میں بس اتنا خیال گزرا تھا کہ بے چاری بیوہ کیسے گزارا میں کے مولینا احمد الدین صاحب شکفتہ مراج بزرگ تھے۔ ابا جی فریاتے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کے مولینا احمد الدین صاحب شکفتہ مراج بزرگ تھے۔ ابا جی فریاتے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کے ہوئے اور اللہ کا دارہا ہے۔ اباعی اور مولانا خود!

4

جب سردار عبدالزب نشتر گور نر پنجاب تھے، متان دورہ پر آئے اور چلے گئے۔ اباجی کا قیام متان النے علم میں تھا۔ بیماری کا یہاں بتا چلا ہوگا۔ بہر مال عیادت کا خطانہوں نے حیدر آباد (سندھ) سے لکھا مجھے یاد ہے ہم، یا ۱۳۳ میں ایاجی نے سرحد کا دورہ کیا تو آگر بتایا تعاکم نشترصاحب نے بھی دعوت کی تعی- کیا دور تعا- علی گل خلال صاحب سرحد کے کا نگریسی لیڈر، سرداد اور گزیب خال لیگی لیڈر، سب نے دعوتیں کیس۔ بہر مال نشتر صاحب کے ملاقات نہ کرنے اور خط لکھنے پر اباجی نے ارتجالاً یہ شعر کھا اور یہی خط کے جواب بیں کا مدیسیا۔

بملتال جانِ زامِ رانديدى

نوشتی نامیِ از حیدر آباد پیرنه توجواب آیا- نه کسمی اور خط ا

1

قبل از تقسیم ایک دفعه صلع ملتان ہی کے کمی جھوٹے سے گاؤں میں گئے (بھائی عطاء الوئوس سلم نے یاد دلایاوہ گاؤں ممبت پور تعصیل سیلی تعااورداعی تعے قاضی عبیداللہ صاحب مرحوم، جنکو کمی شتی القلب نے کچھ عرصہ ہوا شید کردیا ) داعی نے اپنے کان کے صمن میں ہی بستر بچا دیا۔ فریانے گئے میں نے اسے کہا کہ سیرا بستر گھر سے باہر کھلی بگھ بچھا دو۔ بسنول بچیوں کو شکی نہو۔ فریاتے میں باہر سوگیا آدمی رات کا عمل ہوگا کہ ایک بڑے دور دار دھما کہ سے میری آئکھ کھل گئی چاروں طرف دیکھا کوئی آدم نہ آدم زاد لیکن بارود کی سی بو بھیلی ہوئی تھی میں نے تعور می دیر سوچا پھر صاحب خانہ کو جگایا اور چار پائی وہاں سے اٹھا کر گھر میں ایک ظرف دیجھانے کو کھا تو وہ حیران تو ہوا کہ سطے منتوں کے باوجود شاہ جی اندر نہیں سوئے اب کیا بات ہوئی۔ میں سے نے بوجھا اباجی پھریہ کیا بات ہوئی۔ میں سے نے بوجھا اباجی پھریہ کیا تھا۔ فریانے گئے "مجھے وہاں سے اٹھانا مقصود تھا" اور وہ بو فلائم کے پہلے حملہ تک میں سے اب

جم دن بخاری صاحب فوت ہوئے ہیں میں آیا تو اسلیش ملتان جاؤنی پر ایک آومی بینج پر بیشا تھا۔ اسکے ہاتھ میں اس روز کا اخبار تھا۔ وہ اخبار کھولتا خبر پڑھتا اور دھاڑیں مار مار کر رونا خروع کر دیتا۔ کی بار اسف ایسا ہی کیا۔ میں اسے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس شفعی کا خاندانی تعلق تو کوئی نہیں محصلوج اللہ محبت سے اسکا یہ حال ہے۔ اباجی کی زندگی میں انہوں نے مجھے ایک وفعہ سایا کہ ہم (کوئی اور صاحب بھی ساتھ تھے) ملتان آئے، تانگہ میں بیشے توایک پولیس کا سپاہی بھی سوار ہوگیا اور پھر بغیر کرایہ دئے اپنی منزل مقصود پر اترگیا جب وہ اترگیا تو تانگہ سے تانگہ میں مانسک کو اپنی جا جان کھتے کہ جب ہم قاسم العلام کے سامت تانگہ سے اتر کر میدان کی طرف بطح تو دوآ دمی شاہ جی سے بل کر واپس جا رہے تھے اور آپس میں بات کر رہے تھے کہ انرکور حق جتلایا اور تا گئے والے نے بس پشت گائیاں دیں۔ ایک یہ بین کہ دیکر گزار بیں کہ یہ یہ قبول ہوا۔ اندور حق جتلایا اور تا گئے والے نے بس پشت گائیاں دیں۔ ایک یہ بین کہ دیکر گزار بیں کہ یہ یہ قبول ہوا۔

ایک اور واقعہ سنایا کہ کوٹ "طانہ" عبدالحکیم (تمصیل کبیروالہ) کے نواح میں گاؤں ہے اباجی نے پاکستان بننے سے قبل وہاں تقریر کی اور دیہا تیول کو گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کر کے داخل ہونیکی تلقین کی۔ فریاتے ایک اوڈ دہماتی دوسرے سے کھنے لگا بڑی تعرییٹ سنی تھی۔

ں مورہ سے بیسا ببدر ہیں روز مرسے سے سات بری کریں۔ " پییر عطاء اللہ شاہ بڑے وعظ کربندا اے، ایہو وعظ کربندا اے؟ جو گھر ونبو تے دھی مائی بیشمی سہومے تاں آٹھو"انسلام علیکم"- بڈای نہ مریوے"

یعنی پیر عطاء الند شاہ کی برلمی تعریف سنی تھی یہی وعظ کرتا ہے؟ کہ گھر جاؤاور بیٹی بھی بیشمی ہو تو محو

﴿ السلام عليكم - دُوب كرنه مرجائين! جالت كا اندازه لكائين كه سلام كرنا دُوب مرنے كامقام تماوه يج بى تو كيت تھے ميں نے بغر ربينوں ميں بل جلائے ہيں - بيشمارديها توں ميں كئى كئى تُصفَّقُ مرف السلام تعليكم كے موضوع بر تقريرين كيں -

來

ابا جی نے ایک دفعہ سنایا کہ صلع مظفر گڑھ میں کسی جگہ جلسہ تھا دواڑھائی گھنٹے وعظ کے بعد پوچا کہ اب تو آپکومسائل کی سمجھ آگئی ہوگی توجلسہ میں سے متفقہ آواز آئی "سائیں" کوہ" یعنی نہیں جناب! فرماتے تھے پھر دوبارا گھنٹہ دو نگا کر انکومسائل ضروریہ ذہن نشین کرائے۔ پھر پوچا کہ اب سمجھ آگئی ہے؟ تو عاضرین نے جواب دیا کہ اب سمجھ آگئی ہے۔

*

سید ممد شفیح شاہ صاحب بچا جان رحمہ اللہ ایک اور قصہ بڑے مزے لے کے کرسنایا کرتے۔ عبد الکیم کے معروف بزرگ حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بھی ابا جی کا بہت تعلق تعاوہ اپنے جک میں جلسہ کراتے اور ابا جی کو تقریر کے لئے بلاتے۔ ایک دفعہ پیر صاحب کا ایک بچے حادثاتی طور پر فوت ہوگیا کہیں سے ماجس ہاتھ آگی تینیاں جلاجلا کر پھینکتارہا آخر قمیض کو آگ لگ گئی اور وہ بے چارا جملس گیا اور انتقال کر گیا۔ ابا جی جلہ پر عبدالگیم آئے تو اس حادثہ کا بتا جلا تو انہوں نے توزیت کے لئے بک میں جائے گا ادادہ کیا جنابجہ ہیر مبارک شاہ صاحب بغدادی مرحوم ، میرے سسر اور خالباً حافظ محمد حمین صاحب مرحوم بھی جو ہیر صاحب کے بڑے چھینے شاگر اور مرید تھے ساتھ گئے وہاں بہنچ کر تعزیت کے۔ پچا جال فربایا کرتے کہ تب یک میں صرف بخاری صاحب کی تقریروں کا سام تعاملام ومصافحہ ہوتا اور بس! نماز ظہر کے بعد مبعد میں سب بزرگ جمع تھے کہ بخاری صاحب نے کہا مبارک شاہ اسوقت ہم تین سیدیہاں اکھے ہیں آؤ دعاء کریں آج اللہ تعالیٰ ہے بیر خورشید شاہ کو تین پیٹے لے کر دیتے ہیں۔ اس اثنا میں بیر صاحب کے ہاں سے کھانا آیا تو فرانے گئے کھانا بعد میں کھائیں گئے پہلے دعاء کریں گے۔ پچا جان کھتے میں موج کے دالان میں ایک طرف بیشا ہوادل میں سوچ رہا تنا کہ اکوائد تعالیٰ پر اتنا اعتماد ہے ؟ کہ بڑے دور سے کھررے ہیں سابیٹے لیکر ویتے ہیں فرما نے تینوں بڑی دیر تک دعاء میں مصروف رہے اور دعاء بخاری صاحب نے ہی کرائی۔ پچا جان مرحوم روائیتی کرانات کے کچھر نیادہ معترف بزرگ نہ تھے گریہ قصہ جب انکویاد آجاتا بڑے انبیاط سے ساتے مرحوم روائیتی کرانات کے کچھر نیادہ معترف بزرگ نہ تھے گریہ قصہ جب انکویاد آجاتا بڑے انبیاط سے ساتے اور کھتے کہ اس روز کی دعاء کی قبولیت دیکھی۔ پھر افید تعالیٰ نے تین ہی بیٹے ہیر صاحب کو عطاء گئے۔

جیٹھ بھٹر کے ایک مولوی صاحب (غالباً اللہ بخش نام)

بھائی جان سے رحیم یار خال جیل میں ملے تو یہ واقعہ سنایا کہ:" ابا جی سے ملنے ملتان آئے تو انہوں نے حافظ کے یہ اشعار سنائے۔ باغباں گر بسبروزہ صحبت گل بایدش

برجَفائے فارِ جمراں صبرِ بلبل ، ہوش منالہ منالہ منالہ منالہ منالہ منالہ

انے دل اندر بنیے زلفش از پریشانی سنال

مرغ زیرک جوں بدام اُفتد نمنل بایدش اباجی فرائے تھے۔ ہر شاعر کا ہر شعر اچا نہیں ہوتا حافظ کا کمال یہ ہے کہ اس کا ہر شعر اچا ہے۔ حضرت تمانوی نے کہیں فرمایا کہ:"مشہور ہے تفسیر کشاف کا حاشیہ حافظ شیرازی نے لکھا ہے (اللہ تعالیٰ ایسے کام کسی بُرے آوی ہے نہیں لیتا۔)

مامعة عبار المعيمن سلمہ سے سلے اور سنايا كم النے دور طالبعلى ميں اہا جى جامعہ عباسيہ آئے اور ہم طلباء كے درميان بيشے تھے كہ شنح الجامعہ حضرت سولاناخلام محمد كھو ٹوى تشریف لائے اور دیكھ كر فرمایا-

کند ېم جنس باېم جنس پرواز

توا باجی کے کہا مولانا یہ تو بہت پرانا ہے اسے چھوڑ کے

ولم بازلعتِ جانان می نشیند پریشان یا پریشان می نشیند

کتسیم ہند کے بعدا نور صابری مرحوم اباجی سے لئے پاکستان آئے تو دیکھ کر روئے کہ شاہ جی یہ کیا ہو گیا۔ تو فرمایا بس کی دن سن لوگے" بخاری نہیں رہا۔"

> وجل السيول عن الطلول كانها -. زبر تجد متونها اقلامها سيلاب نے تحندرات كوا يے نمايال كرويا بيے براني تمريوں كوائے قلم نے كرديا

> > 4

موضع با گرفسر گازین قبل از تقسیم بھی بست مصبوط جماعت قائم تھی جھے مہرشوق محت مدسکانہ کا نام بھیبن سے یاد ہے کہ ان کی ابا جی سے خطو کتا بت رہتی تھی ایک بار وہاں کا نفرنس ہوئی اباجی، مولانا صبیب الرفمن صاحب، تاخی صاحب، سبھی حضر ات موجود تھے اباجی فربانے لگے ایک روز بیٹھے تھے کہ ایک آدی آیااور کھنے لگا جھے بیعت کر لیئے۔ میں لے کہا بھائی جا کی نیک آدی کی بیعت کر نے۔ وہ چلا گیا۔ دوسرس بار پھر آیا۔ ہم سب ساتھی صبح کی نماز سے فراج اور بیل پاؤں لٹا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسلے آکر پھر بیعت کرنے کو کہا کی نماز سے وکہا آبول پر بیٹھے تھے اور بیل پاؤں لٹا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسلے آکر پھر بیعت کرنے کو کہا میں نے زج ہو کہا آبول پر بیٹھے میٹ اور بیل پاؤں لٹا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسلے آگر پھر بیعت کرنے کو کہا میں نے زج ہو کہا آبولھ میرے کندھوں پر تھے بیعت کروں وہ اتناسادہ آدی تھا فوراً میرے کندھوں پر بھے بیعت کروں وہ اتناسادہ آدی تھا فوراً میرے کندھوں پر بھے بیعت کو بود ہیں اٹھ کر کھڑے ہو گئے تالیاں بھاتے اور کھتے اب بھی نہ کرہ بیعت بھی ہو نے تھے اور اس بیعارے نے تھے بیعت کرنے تو سے بیا گئے حصوصاً بھی ہور ہے جے دیکھتے ہی آب کو بینی آنے تو ہو باگو والا مرید انکی گردن کے دائی انتما پر بیار میں ایک روز مسکراتے ہوئے دیکھتے ہی آب کو بینی آنے تو یہ باگو والا مرید میں بیعت والا قصر سنایا۔ ملتان میں ایک روز مسکراتے ہوئے بیشک سے اندر آئے اور کہا وی باگو والا مرید میں بیعت والا قصر سنایا۔ ملتان میں ایک روز مسکراتے ہوئے بیشک سے اندر آئے اور کہا وی باگو والا مرید میں بیعت والا قصر سنایا۔ ملتان میں ایک روز مسکراتے ہوئے بیشک سے اندر آئے اور کہا وی باگو والا مرید میں بیعت والا قصر سنایا۔ ملتان میں ایک روز مسکراتے ہوئے بیشک سے اندر آئے اور کہا وی باگو والا مرید میں بیکھوں کے بیکھوں کے بیکھوں کے باگو۔ ان کی انساء خور و نوش کی اشیاء خور و نوش کی اساء خور و نوش کی اساء خور و نوش کی اساء خور و نوش کی اس

#### ميركاروال

الوداع اے حفرت میر شریعت الوداع تحقیل تربت پر سدا تحقیل کو جنت دے خدا بسر مجم مصطفیٰ

ذات تیری سید والا حمر تھی بے مثال

تو نے علم و فضل کے موتی بجھیرے باکمال

تیرے دم سے ہوگئی بدعت کی دنیا پائمال

فدمت اسلام و دیں کا تھا بجھے ہر دم خیال

تھا حقیقیت میں تو اس لمت کا میر کارواں

اور ناموی نبوت کا حقیق پاسباں ...!

عد حاضر میں تھا بیک تو خطیب بے مثیل پیکر انبانیت تھا ' ملک و ملت کا ظلیل مرتبہ زعائے ملت میں تھا کیا تیرا جلیل پیش باطل تو نے ہر جا حق کی روش کی ولیل آناب علم ویں تھا تو جمال میں بالیتیں تھا دل و جال میں بالیتیں تھا دل و جال ہے تو داللہ! عاشق دیں مثیل

دین تیم کے لئے تونے سے ظلم و ستم زندگی بھر دین حق پر تو رہا البت قدم تیری فطرت ہے عمال شمی اللت شاہ امم تیری فطرت کے عمال شمی اللت شاہ الم فقر و دردیثی میں انور جس کی گزری ہے حیات فقر و دردیثی میں انور جس کی گزری ہے حیات برخمہ انور کھرانوردکال باغ نورمجہانوردکال باغ ب

سيدممد وكيل شاه

# شاه جی، ا براسم کنکن اور پاکستان

لمتان میں حضرت امیر فریعت تادم والبیں جس مکان میں رو تق افروز رہے آپ کا معمول یہی رہائکہ
بیشتر وقت "بیشک" میں گزارتے۔ بیشک کے مقابل کے مکان میں ایک عرصہ کوئی نائب تحصیلدار
صاحب مقیم رہے اور ان کے ہاں بھی آنے والے مجم کم نہ تھے۔ سخت گرمیوں میں ایک روز دوبھر
کے وقت افسر موصوف کے ایک طاقاتی ان کی کنٹمی تحصیحظ تے ہوئے تھک ہار گئے گر جواب ندار د! شاہ جی
ند دیکھا تو بیشک میں بلالیا۔ بیٹھے کی ہوا میں مجھ دیر بیٹھ رہنے سے اس کے اوسان بحال ہوئے تو اب اس
نے دیکھا تو بیشک میں بلالیا۔ بیٹھے کے خشہ و محسر درودیوار کا جائزہ لینا فروع کیا۔ شاہ جی اس کے مصرات
نے نظرین مجھما تھما کے بیشک کے خشہ و محسر ورج ہوگے کہ مکومت نے کیا مالیشان مکان الاٹ کیا ہے۔
لیمن حقیقت یہ ہے کہ مکان کرائے پر عاصل کیا گیا ہے" خاطب شاہ جی کے نظریت طنز کو پا گیا۔ اور فوراً بولا،
ویلے اگر آپ محس نہ فربائیں تو میں ایک بات عرض کروں، اور ادھر سے خواشد لانہ اجازت پا کر کھنے لگا کہ
دسے اگر آپ محس نہ فربائیں تو میں ایک بات عرض کروں، اور ادھر سے خواشد لانہ اجازت پا کر کھنے لگا کہ
"سمیرا خیال ہے آپ کے ساتھ ہونا بھی الیہ بی بیابیت تھا"

شاہ می "بیرک اُسے، تخاطب کو گھ گا لیا اور قربایا" بھی بہت خوب! ج توبی ہے کہ جب ہم نے ساری رندگی فریق خالف سے کو جب ہم نے ساری رندگی و بیت تخالف سے کو باتھات اور عنایات کی و بیت تخالف سے کوئی اور جنایات کی سی پیدا ہو گئی تو بات پاکستان کے سماج اور معنایات کی سماج اور معنایات کی سماج اور معنایات کی سماج اور سماخ اور معنای خالف کی سیدا ہو گئی تو بات پاکستان کی سماج اور سماخ اور سماخ کا سماخ کا من سماخ کا من اور معا سب بھیل گئی۔ وہ صاحب کھنے گئے کہ "علیہ می "! مجھے پاکستان کی صورت حال دیکھ کر ابراہم لکن یا ۔ بھے بیل کہ اس کی بجائے سفارشی حضرات کو کی تمثیلی بیرائے میں ان کا ناجا زموقف باور کرانے کی کوشش کرتا۔ مثلاً ایک وفعہ ابراہم لکن کو اس کا ایک دوست آگر کل اور میں ان کا ناجا زموقف باور کرانے کو کو کشش کرتا۔ مثلاً ایک وفعہ ابراہم لکن کو اس کا ایک دوست آگر کل اور ابراہم لکن کو این کا ایک دوست آگر کل اور ابراہم سے معمول اپنے دوست سے کہا کہ جھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے اور وہ کچھ یوں ہے کہ ایک وفعہ ایک واقعہ یاد آرہا ہے اور وہ کچھ یوں ہے کہ ایک وفعہ ایک ماز گار ہے یا نہیں ؟ وزیراعظم نے تعمیل ارشاد کی اور اطلاح دی کہ حضور موسم بہت سازگار ہے۔ اب بادشاہ سازگار ہے یا نہیں ؟ وزیراغظم نے تعمیل ارشاد کی اور اطلاح دی کہ حضور موسم بہت سازگار ہے۔ اب بادشاہ سے متر بین اور مصاحبین کا لاؤ لگر ترتیب دیا اور سینگروں امراء کا یہ قافلہ جنگل کو چل پڑا۔ موسم واقعی خوب شار محل میں ترکمت پر ناگواری کا اظہار کیا تو اس کی اس حرکمت پر ناگواری کا اظہار کیا تو کیک وزیر نے کیک کردہاتی کو جالیا کہ کیوں بے زبان پر ظلم ڈھاتے ہو۔ دہاتی نے تنگ کر جواب دیا ادے ایک وزیر نے کیک کردہاتی کو وہالیا کہ کیوں بے زبان پر ظلم ڈھاتے ہو۔ دہاتی نے تنگ کر جواب دیا ادے ایک وہوں کیا کہار کیا تو کا کہار کیا تو تو کیک کردہاتی کو جالیا کہ کیوں بے زبان پر ظلم ڈھاتے ہو۔ دہاتی نے تنگ کر جواب دیا ادے ایک کو جواب دیا ادے کیک کو کو اب دیا ادے کیک کو کو بیکا کے دیا کہ دوست کیک کردہاتی نے تنگ کر جواب دیا ادے کیک کو کو بیکا کو کو کو بیکا کے دوست کیا کو کو کیا کہار کیا کہار کیا تو کردہا کیا کو کیا کہار کیا تو کردہ کو کو کو کیا کیا کہار کیا کہار کیا تو کردہ کو کو کو کو کردہ کو کو کو کو کردیا کی کو کو کو کی کو کردیا کو کردیت کی کو کو کو کردیا کیا تو کردی

صاحب! روروں کی بارش آنے والی ہے اور جھے کھر بہنینے کی جلدی ہے۔ آپ خواہ نمواہ میرا وقت صائع کرتے ہیں، بادشاہ نے اسے دہاتی کی دیوا گئی پر ممول کیا گر جوا یہ کہ تعویمی ہی دیر میں آنا قانا کھٹا جھا گئی اور موسلا دھار بارش فروع ہو گئی۔ بادشاہ کو وزیراعظم پر بے حدو صاب خصہ آیا اور وزیراعظم صاحب برطرف کردیے گئے۔ دوسری طرف دربار کیا گیا۔ اس نے وزارت عظمی کا پرواز نہ پا تو ہا تعہاؤں پھول کے۔ کھگھا کر بولا بچھ تھے۔ دیساتی کو واضر دربار کیا گیا۔ اس نے وزارت عظمی کا پرواز نہ پا تو ہا تعہاؤں پھول گئے۔ کھھیا کر بولا کہ بادشاہ سلاست، یہ کس گناہ کی سرزا ہے؟ بادشاہ سلاست فربا نے گئے کہ ہم تمہین اس کا اہل سجھتے ہیں اور تمہاری بارش کی پیشگوئی، تمہاری قابلیت کا بین شوت ہے۔ درباتی بولا! حضور! اگر یہ بات ہے تو وزارت عظمی کا حقد ار میرا گدھا طیر معولی ایجل کود کا عقد ار میرا گدھا شعر تا ہے کیونکہ جب بھی بادش تو یب ہوتی ہے تو گدھا طیر معولی ایجل کود کا شاہرہ کرتا ہے اور میں بارش کے ایکان سے مطلع ہوباتا ہوں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ سلاست نے کہا کہ ہم تشک مین خیز سنت کے ایکان سے مطلع ہوباتا ہوں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ سلاست نے کہا نہ بست دور کہ کہا جوا گا اور اہم لئکن نے اپنے دوست کی جا نب معنی خیز نظروں سے دیکھا گروہ مسٹر کہانی کی دلیسی میں بی اس بری طرح کھو بھے تھے کہ فوراً بولے پھر آگے کیا ہوا؟ اور سسمان مروع کرویا۔ شاہ جی بولکہ اس کے بعد سے دنیا کے ہر گدھے نے وزارت ابنا موروثی می سند میں میں جہ نظروں کرویا۔ شاہ جی نے اور اس کے بعد سے دنیا کے ہر گدھے نے وزارت ابنا موروثی کی ساسی صورت مال پر پر بڑا بلیخ تبصرہ تھا۔ افوس اس طاقاتی کا نام عافظ میں مفوظ نہیں رہا۔

#### ——— * ——— تُوايک طرف ايک طرف نسل ہلا کو!

چایا ہے رہانے ہیں جدم دیکھتے ہر سوالے اسے مرد کلندر تیرے الناظ کا جادہ کیے ہیں کموں اِن ہیں ترا خون نہیں ہے ہیکے ہیں کموں اِن ہیں ترا خون نہیں باتی اِن اِن کا لائال ہی نہیں باتی گونجا ہے نصاوک ہیں ترا نعرہ یاہو کونجا ہے نصاوک ہیں ترا نعرہ یاہو کو ایک طرف، ایک طرف نسل بلاکو کو ایک طرف، ایک طرف نسل بلاکو کو ایک طرف، ایک طرف نسل بلاکو دیا جو سرایا ہے بدطینت و بدخو دیا جو سرایا ہے بدطینت و بدخو میرایا ہے بدطینت کو تیری

### مجھے یاد ہے ذرا ذرا

سید ماجد علی شاہ صاحب، حضرت امیر ضریعت کی اہلیہ مرحومہ کے سنگے تایا زاد بیں۔ اسی نافے وہ آئسیں آپا ہی کمہ کر کارتے اسی طرح حضرت امیر ضریعت کو مبائی جان کھتے۔ قیام پاکستان کے وقت امر تسر سے آج کر لاہور آئے تو ہمریسیں کے ہورہے۔ آج کل لاہور میں مرکاری ظارم بیں فیل کی تمریر آن کے ذاتی تجربے اور شاہدے کے حوالے سے ایک تاثر ان کھانی ہے۔ (مدیر)

جب بھی میں اپ ماضی میں جا کتا ہوں تو ایک تصویر ہمیشہ مجھے صاف دکھائی ویتی ہے۔ تسویر کیا ہے۔
میری بپتا ہے۔ آپ بیتی ہے۔ میرے بجبن کی کہائی ہے۔ ایک حقیقت ہے جومیرے دل پر نقش ہے۔
ایک بیوہ خاتوں کے اوپر نئے کے پانچ ہے ہیں۔ غربت اور کمیرسی ہیں لیٹے ہوئے۔۔۔۔ انکے ارد گرد کے
لوگ اپنے اپنے حال میں ست ہیں۔ بیوہ خاتوں اپنے ال باپ کے جدی گھر (امر تسر) ہیں اپنے بجوں کو چھپا کر بیٹمی
ہے۔ اس بے سہارا خاندان پر کیا گرزتی ہے ؟ کس طرح اس معاصرہ میں وہ گذر بسر کرتا ہے ؟ کس کن کردازوں کے
ساتھ اس کا واسط پرمیا ہے ؟ یہ اور اس قدم کے بے شمار موالات جب میرے ذہی میں اجرتے ہیں تو اس وقت مجھ

ما تبدائ کا واسطہ پرتا ہے ؟ یہ اور اس سم نے لیے سمار شوالات جب سیرے دبن یں ابھر سے ہیں تو اس بسے اسیر شریعت حضرت سید عطاہ اللہ شاہ بقاری رحمہ اللہ جور شتے میں میرے بسنوئی ہیں۔ بہت یاد آتے ہیں۔ ان کے عظیم کردار، گم نکی بے لوٹ اور بے غرض ممبت کو میں عمر کے اس قصے میں بھی نہیں بعلاسکتا اور آخر دم تک نہ معلا کریں گئ

ا یک بے رحم معاشرہ میں عموی رویہ یہی ہوتا ہے کہ جوشنص اس قسم کے حالات سے دوجار ہو۔ اسکے دولت مند رشتہ دار افلاس کی اس کیفیت پر بستے ہیں۔ یہی صورت عال اس بیود خاتون (سیری والد ، ماجد ، مرحوس) کو پیش

آئی۔ خاندان کے کھاتے بیتے لوگ انجی اس سفلوک الحالی پر نہ مرف بغتے بکد انہیں اپنا عزیز کھنا ہمی چھوڑویا =
اس ماحول میں خاندان کے جس شخص نے مبادا ہاتھ پکڑا وہ سید عطا، اللہ شاہ بخاری تھے۔ یہ سنظر آج بھی
میرے ذہی میں گھوم دہا ہے۔ شاہ ہی کے امر اسر والے مکان میں پیشا میں تو آن قریعت کا سبق یاد کرنے کی ابنی
می کوشش کر دہا ہوں۔ آیا ہی کی طرف سے خوزوہ ہوں کہ مبتق یاد نہوا تو سمزا سلے گی۔ اسی دوران بیر جی (شاہ ہی
کوشش کر دہا ہوں۔ آیا ہی کی طرف سے خوزوہ ہوں کہ مبتق یاد نہوا تو سمزا سلے گی۔ اسی دوران بیر جی (شاہ ہی
کے سب سے چھوٹے فرزند سید عظا، المسین جسیں بیار سے سب گھروالے بیر جی کھتے ہیں) کو میں نے گود میں لیا
ہوا ہے اور سلانے کیلئے لوریاں مبی دے رہا ہوں۔ آپا ہی مرحوس نماز پڑھ دہی ہیں۔ میری بیا بی (بات امیر
ہوا ہے اور سلانے کیلئے لوریاں مبی دے رہا ہوں۔ آپا ہی مرحوس نماز پڑھ دہی ہیں۔ میں بیر جی کو کھلاتے کھلاتے
ہوا ہے اور سلانے کی میں میں میں میں میں ہورہا۔ اور اس بات کی فکر مبی ہے کہ اگر مبنق یاد نہوا تو
ہوت جانیں ہو شاید کچررعایت کر دیں گر آپا ہی مرحوس بناتی کو دریا ہوں مرحوم (سید عظا، اللہ شاہ بخاری) صب
معمول الفہ کے دین کی تبلیغ کیلئے گھر سے باہر ہیں۔ اس موتی پر اللہ بی (خاہ جی کے دومرے فرند سید عظا، الممن

بخاری جسیں پیارے ہم لائد ہی محصتے ہیں) سے میری ایک آوھ جونی ہی ہوجاتی ہے۔ پھر انہائک محارے ایک شرب بہا ہوتا ہے۔
بہا ہوتا ہے۔ پگرہ پگرہ ایر کوئی بشگ کٹ کر جارہی تھی اور بچے اس کے تعاقب میں سے۔ میں بھی بیر ہی کو تقریباً
بیسینک کر ''گرمی '' لوٹے چست پر چلاجاتا ہوں۔ گرمی تو لوٹے والے لوٹ گے گرمیں خالی ہاتھ نیچ آ کر آپا ہی کے حکم پر کان پگر لیتا ہوں۔ بعد میں آئی ہی کی سفارش پر بھے معامات کر ویاجاتا ہے۔ پھر میں نے سبق یاد کر کے سنایا تو
آیا ہی بست خوش ہوئیں۔ سبق سنے کے بعد انہوں نے بھے چاول اور ثابت موجی کھلائے۔ یہ ہمارے بنجابی اور
کشمیری لوگوں کی بہندید و نذا ہے۔ وال چاول بہت مزیدار بیں۔ اور میں مزے لے کر کھا رہا ہوں اس دوران
آیا ہی بھے کھانے کے آواب بھی سکارہی ہیں۔ "منہ سے چیڑ چیڑ کی آواز ست نکالو" میں کھانا کھا چا تو آیا بی
میرے باقی جائیوں اور والدہ کیلے کھانا با ندھ کر دہتی ہیں۔ "بیٹے جاؤگھر لے جاؤ"

مباقی بان مرحوم تمریک آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ تمام ہندوستان میں ان کا طوفی ہوت تا۔ لوگ انکی باتوں اور صحبت کو ترمینے تھے۔ بڑے بڑے بڑے رہنما اور ادرب و شاعر ان سے بننے آتے۔ گردوسری طرف میں است اور میں بندی آتے گردوسری طرف میں باکیزو گود میں بندی باکیزو گود میں بشا کر اجاب سے میرا تعارف بول کراتے " ان سے بنتے یہ میرسے سالے ہیں" یہ تعارف بید مجمت اور یہ اپنائیت میرسے لئے کی اعزاز سے محم نہ تعا- انسول نے اپنے روٹ ہے سے میرسے اندر حساس محمتری بیدا نہ ہونے دیا سے بنائی میں ماسل کرتے تھے۔ وو ایک مثانی کروار کی حال شخصیت تھے۔ اللہ ایک بینار تھے۔ جن سے میسب حسب توفیق وشنی وشنی حاصل کرتے تھے۔ وو سوائے ایک مثانی کروار کی حال شخصیت تھے۔ اللہ ایک ایک مثانی کروار کی حال شخصیت تھے۔ اللہ ایک ایک بینار تھے۔ اللہ ایک رحمت کے خزانے ان پر فیمادر تھے۔ وو سوائے ایک مثانی کروار کی حال شخصیت تھے۔ اللہ ایک ایک تھے۔ اللہ کی رحمت کے خزانے ان پر فیمادر تھے۔ وو سوائے ایک مثانی کروار کی حال شخصیت تھے۔ اللہ ایک تھے۔ اللہ کی رحمت کے خزانے ان پر فیمادر تھے۔

یہ اسکے عظیم اور بلند کردار کی ایک بلخی می جملک ہے۔ میں نے ان کا یہ رویہ شعور کے ہونے سے پسنے کا جذب کیا ہوا ہ جذب کیا ہوا ہے۔ جس کا اقدار میں کبھی کہار آپنے مرحوم بھائی سید سعید شاہ صاحب نے کیا گڑتا تما یا پھر آج صفی ترطاس پر شتل کرکے تاریخ کے حوالے کر دہا ہوں۔ فاک میں کیا صور تیں ہوتھ کہ بنداں ہوگئیں



سيد عطاء المحسن بخاري

# سیدالاحرار کی قرآن فہمی

الشر تعالی نے اپنی قدرت کا مختلف طریقوں سے مختلف ادوار میں اظہار فرمایا ہے کہمی کسی خطر میں کسمی کسی تھم میں اور کسمی کمی فرد کی شخصیت کے روپ میں حضر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی اللہ کی تعمیوں میں سے ایک نعت عظیمہ اور ندرت کاملہ کے مظہر تھے شاہ صاحب مغفور جامع صنات تھے آپ ایک عظیم خلیب تھے۔ سمنغ اسلام تھے۔ آپ کے تبلیغی اندازا نوتھے اور زالے تھے آپ اس وصعت میں برصغیر میں یکتا تھے۔ آپ ایک بهترین سیاست دان تھے۔ آپ کی رائے پیش آئندہ حالات کا آئید موتی اس کے باوجود آپ اپنی رائے پیش فرما کر اصرار نہ زماتے آپ صوفی کابل تھے آپ مربی تھے آپ کے تربیتی خلوط حضور اقدیں صلی اللہ علیہ وسلم کے فرموده نقوش پر مبنی تھے اور یہ نابغر روز گار دات گرای مذکورہ بالا اوصاف کے ساتھ تفسیری اقدار کی عال تھی۔ بہت سی آیات ایسی بیں۔ کہ ان کامضوم سلمت کی کتابول میں فال فال بی نظر آتا ہے آپ کی ایک اسپاری شان یہ تھی کہ مبیشہ قرآنی مصابین کی تہدیک پہونچنے کی سی فرماتے اور تمام مفسرین کے طریق سے ہٹ کر موجتے پعرا ہے علماء عصر علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عشانی کی معلول میں بیان کرتے اور ان سے داد تحسین وصول کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک بات واضح کروینا ضرور سمجتا ہوں کہ ان کے ذہن کو دو جگہ سے روشنی لی۔ دوران تعلیم حضرت مولانا نور احمد امر تسری رحمہ اللہ تعالی سے، دومسرے دور میں حضرت شاہ عبد القادر دہلوی مرحوم کے شہرہ آفاق ترجے ہے جے آپ نے بدت العربيا تھ رکھا اور جيل کي رندگي ميں بھي اس سے بھمل استفادہ کرتے رہے۔ ا یک دفعہ خود فرمایا کہ اللہ الصمد کے معنی میں مجھے ہمیشہ تردد رہا کہ "اللہ ہے نیاز ہے" بس یوں ہی دل کو تسکین نہ موتی جیل ہی کا واقعہ ہے کہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی کا سترجم قرآن پاک دیکھ رہے تھے کہ اجانک اس کا حیال آیا کہ دیکھیں شاہ صاحب کیا کھتے ہیں۔ جب ووجگہ نکالی تو حضرت نے ترجمہٰ زیایا اللہ را وهار سے "شاہ جی فرماتے ہیں کہ میں کہی اسے نرادھار پڑھوں کہی کچھ کہیں کچھ بالاخراہنے جیل ہی کے ایک ساتھی پندٹت نیکی رام شرما کے پاس گیا جوبہت فاصل تھا اس سے پوچھا کہ یہ لفظ کیا ہے وہ دیکھتے ہی جھومنے لگا اور واہ واہ کے نعرے بلند كرنے ضروع كرديئے ميں نے چند لحے انتظار كے بعد كها كيا عجب آدى ہيں۔ ميں انتظار ميں موں اور آب اينے مي آپ لطف لے رہے ہیں مجھے بھی توعلم ہو کہ کیا معنی ہیں اس کے بعد اس نے تبایا کہ یہ سنسکرت کا لفظ ہے " روحاد " اور یه اس دات پر بولاجانا ہے کہ جس کا کام کی بن نہ اڑے اور جس بن کی کا کام نہ بنے وہایا تب مجھے تسكين مونى- اور يوں مموس مواجيسے كوئى مخشدہ متاع مل كئي مو پيريس نے اسى بركئى كئى محف بيان كيا- ايسے بى فرما یا کہ احد نا العراط المستقیم تا ولاالصالین کے معنی میں مبی مجھے تسکین نہ ملتی کیونکہ عام معنی میں وکھا ہم کوسیدھی راہ ان لوگول کی جن پر تونے انعام کیا نہ ان کی جن پر تیرا عصب ہوا اور وہ گھراہ ہوئے لیکن جب حضرت شاہ صاحب کا ترجمہ پڑھا تو بالکل وصاحت ہو گئی اور وی عین مطابق معنی ہیں وہ فرماتے ہیں جلاتهم کوراه سیدهی- راه ان کی جن په تیرا انعام موا (اور) نه ان پر تیرا غضب اور نه وه گمراه موئے-

ظاہر ہے کہ جو بات اس میں ہے وہ اس عام ترجمہ میں نہیں یہ دو نول ترجے ایک دو سرے کا عکس ہیں اس میں ایک تو احد نا کے معنیٰ دمحالے ۔ گئے ہیں جو اس کی ذات وحدہ لاشریک ایہ کے منافی ہے جہاں کا نٹے ہی کانٹے ہول وہاں اکیلا چھوڑ دینا؟ اور ساتھ چلانا ایسا ہے کہ جیسے باپ بچے کو اٹکلی پکڑ کر ساتھ چلاتا ہے اور راستہ کی دشواریاں سہل کردیتا ہے لبنی توفین و حفاظت میں چلانا یہ اس بارگاہ کی عین شان ہے۔

ایک دفعہ حضرت سن ہ جی سے بہالا کے گھر پر بہت سے علماء جمع تھے ان میں سے بے اٹکلف را تھی صرف استاذی مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تھے شاہ جی نے حب عادت اکا برکا ذکر چیر ٹرویا جو بہت دیر تک جادئی رہا۔ آخر میں شاہ جی نے تیما سجان اللہ کیسا اچاہ فت گزرا کیسے اچھے تذکر سے تھے کہ مصیبت کا خیال تک نہیں گزرا جی کا تذکرہ ہوتارہا ہے اللہ تعالی انہیں کے ماتھ مختر میں اشائے (امین) اور یہ "آبیت" و توفنا مح اللہ ار پڑھ کسب سے اس کے معنی بوچھے سب نے عام معنی کئے کہ "موت دے ہمیں نیکیوں کے ماتھ" شاہ جی نے فرایا کچہ اور سب نے سکوت اختیار کیا آپ نے فرایا کہ (بنجابی میں) "تے بوری پا ماڈی نال نیکاں دے" ہر طرف سجان اللہ سب نے سکوت اختیار کیا آپ نے گوانا خیری پا ماڈی نال نیکاں دے "ہر طرف سجان اللہ سبان اللہ کے آوازے آنے گے مولانا خیر محمد صاحب نے فرایا باشاء اللہ شاہ جی یہ آپ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے بالکل لفظی و لغوی اور اس میں مطابق معنی بیان فریائے ہیں بھر در تک تمام خطاندوز ہوتے رہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کاذکر قرآن شریعت کے سوامویں پارے میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے وہاں آپ کی مدی زندگی میں آپ کی مدی زندگی میا ذکر ہے اس گفتگو میں حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ و جعلنی مبارکا ایس ما کنت و اوضینی بالصلوة

شاہ جی نے ایک دن اپنے ایک متوسل مولوی یسین صاحب سے پوچھا کہ جانتے ہو "این ماکنت" کیول فرمایا انسول نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

کیا یہ بھی جانتے ہو کہ سارے قرآن میں کی اور نبی کے ذکر میں بھی یہ ہے اس کچر بھی آنبول نے نفی کا اظهار
کیا پھر آپ نے فریایا: یہ صرف حضرت عیسی کے ذکر میں ہے اور علت اس تخصیص کی یہ ہے کہ ایک ہی نبی ہے
جوزمین پر بھی تھا اور آسمان پر بھی ہے اور پھرزمین پر بھی نزول ہوگا۔ ورنہ این اکنت کا معنوی مقصد فوت ہوجاتا
ہے اگر انہیں مردہ تسلیم کرلیا جائے اور سرینگر مین دفن بھی مان لیا جائے جیسا کہ لھرانی وغیر ہم کھتے ہیں اور برلی
ولیل یہ ہے کہ جو آگے آیت کے آخر میں ہے "مادمت حیا" جب تک میں زندہ رہول یہ مسے علیہ السلام کی حیات
کی توبی ترین دلیل ہے۔

ثاہ جی رحمہ اللہ تعالی کواللہ تعالی نے ایسی مقبولیت عامہ عطا فرمائی تھی کہ اس کی نظیر بچھلی چند صدیوں میں کم از کم نہیں ملتی آپ کے لئے والوں میں ہمہ قسم لوگ تھے۔ ہم کمتب فکر کے لوگوں کوشاہ جی سے عقیدت تھی اور شاہ جی بھی ان سے مل کر خوشی کااظہار فریاتے! وہ لوگ شاہ جی کے خلوص اور سادہ عظمت کا اعتراف کرکے حاضر خدمت ہوتے اور خلوص و ممبت کے جوہر رولتے اور جھولیاں بھر بھر لے جاتے! شاہ جی کے شیعوں کی ایک مستقل کھیپ ے سماجی و جبسی مراسم رہے ہیں بتان کے قیام ہیں ایک معدل شیعہ دوست کی آنہ ورفت کثرت ہے ہونے لگی ۔ دن براہ ورسم بڑھتے ہی گئے دہ آتے اور بہانے سے اہل بیت اور اپنے آئمہ کا ذکر جھیڑویتے اور شاہ جی کو یہ نے کہ کرید نے کی کوشش کرتے نیکن حضرت شاہ جی ہمیشہ طرح دے جاتے اور گفتگو کا موضوع ہی بدل دیتے ایک روز وہ محمت می مرم عاضر ہوئے اور حب عادت پھر وہی تذکرہ ضروع کردیا۔ اور اس دن انسوں نے کچھ تیکھے انداز سے آیت تطبیر کا سوال کرکے بحث شروع کردی۔ اور کھا کہ یہ آیت نروا اور محکماً اہل بیت کے بارہ میں ہے اور وہ اس کے حکم سے معسم مرمن مضرت شاہ جی نے اس کتی کو ضروری خیال کرتے ہوئے یوں حل فریا کہ یہ آیت کر یہ ہر نوعیت سے ازواج مطہرات کے حن میں ہے اور سبب نزول بھی صرف انہی کی ذات ہے اور یہ بات ایسے ہی نہیں کہنا۔ اس کا سیاق و سباق اس کی بڑی اہم دلیل کہ یہ آیات صرف انہات المؤسنین کے بارہ میں نازل ہوئیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اہل بیت مراد لئے جائیں تو آپ حضرات کا آئمہ کے متعلق معصومیت کا دعوی باطن ہو کررہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ آیت کے الفاظ ناطق ہیں کہ پہلے ان میں "رجس" تھا بعد میں "تعلمبیررجس" کا پایا جانا پسر طہارت کا ہونا یہ توشان معصومیت کے منافی ہے۔

بچہ کو معصوم کھنے کی علت اتنی ہے کہ وہ ایک صد تک گناہ کے تسور سے ہی طاہر و منزہ ہوتا ہے بھر انہیاء کرام کو جو معصوم کھاجاتا ہے توہاں بھی یہ حکمت ہے ان کی ذات گرای پیدا تھی طور پراس استعداد سے ہی پاک ہوتی ہے۔ اور اگر یہ بات نہ پائی جائے بگلہ رجس کا وجود بان کر پھر تطہیر کا ڈھنڈورہ پیٹا جائے تو یہ سیر سے نزدیک کنر ہے کیونکہ انہیاء کے بارے میں اور یہ اعتراض کہ انہیاء میں استعداد ہوتی ہے اور دلیل میں صفور نبی لور یہ انہیاء کی استعداد ہوتی ہے اور دلیل میں صفور نبی کریم تا پہلے کہ بینے کے سینہ جال کئے جانے والے واقعہ کو پیش کرتے ہیں اور یہ عصمت انہیاء کی تصفیل ہے یہ سینہ جالی تو نور معرفت کا سبب بنی جو ایام طفولیت میں ہی ظہور پذیر ہوگیا تھا۔ اس پر ان صاحب نے اجتراض کیا کہ اگر یہ ازواج مطہرات کے حق میں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں رجس تھا۔ شاہ جی نے فرایا بالکل واضح ہے وہ اور جو ناکا ور حیران ہوا کہ نبی کی اجمہ انہوں ہیں مال کی مبت تھی اور مال کی مبت ہی سب سے بڑار جس ہے اور سے سے برار جس ہے اور محمد نہیں ہو نازو تھم کی پروردہ تعین ان کے دلوں میں مال کی مبت تھی اور مال کی مبت ہی سب سے برار جس ہے اور خوا کہ کہ بھر آٹھ آٹھ ورزی کے دلوں سے یہ براہ تا ہے ایم انہا خارج کے لئے پھر آٹھ آٹھ ورزی کے جولوں میں دوشنی نہ ہوتی امل کی مبت کو دلوں سے نوائے کو ہی تعلیہ خارات کے دلوں سے یہ برائد تو ان کے کہ پھر آٹھ آٹھ روزیک چولوں میں دوشنی نہ ہوتی امال کی مبت کو دلوں سے نوائے کو ہی تعلیہ خارت کی لئے کہ پھر آٹھ آٹھ روزیک چولوں میں دوشنی نہ ہوتی امال کی مبت کو دلوں سے نوائے کو ہی تعلیہ خابت کر بی تاب کر بی تاب کہ بی تعلیہ خاب پھر خان جی نے نوبر خان جی نے سے تعلیہ خان کی ہو نے نوبر خان جی نے نوبر کی آب کی ان کی مبت کو دلوں سے نوبر خان جی تعلیہ خان کو ہی تعلیہ خان کی ہی تعلیہ خان کو بیت کو دلوں سے نوبر خان ہی تعلیہ خان کی ہی تعلیہ خان کو ہی تعلیہ خان کو ہی تعلیہ خان ہی ۔

خذ من اموالهم صدقة تطِهرهم و تزكيهم بها

لینے ان کے مالوں سے صدقہ تطمیر کیئے ان کی اور تزکیہ کیئے ان کا اس کے ساتھ (مال لے کر) معلوم ہوا کہ جب مال کا لینا تزکیہ و تطمیر کا باعث ہو سکتا ہے توجہاں سرے سے معبت ہی ختم کردی جائے ! اور لفظ اہل بیت کی مراد کو واضح کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم کے تذکرہ میں ان کی اہلیہ کو خطاب کے وقت کے قرآنی الفاظ سندا پیش فرائے

قانوا اتعجبين من امر الله رحمت الله و بركاته عليكم اهل البيتِ

کہا انہوں نے (فرشتوں نے) تعجب کرتی ہیں آپ اللہ کے کام پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں تم پر (اسے) مگھر والی-

ابل بیت سے مراد روبر ابرائیم میلائی ہے نہ کہ سیرا خاندان ابراضیم۔ وہ شیعہ دوست جموم جموم گیا۔ اور
میمیسسر جذبات کے وفور میں کھا خاہ جی میں قیاست کے روز اللہ کے سامنے آپ کا وائن پکڑ کرکھوں گا کہ اب اللہ انہوں نے ہماری برادری کو سیدھی راہ نہ وکھائی ورنہ یہ سب مجھے کرسکتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ہدایت و صلالت کی کے بس کا روگ ہی نہیں جبکہ باری عزاسمہ نے خود حضور علیہ الصلوة والسلام کی ذات گرامی کو ارشاد قربایا نک لاتھدی میں احبیت و لکن اللہ بھدی میں پیشاء

پروفیسر شابد محمود کاشمیری

#### ہے نگاہوں میں روئے نورانی

*

تی بہار صفات کیا کھئے دل کی اب واردات کیا کھئے بن گیا دن بھی رات کیا کھئے لب یہ بات کیا کھئے کہنے میات کیا کھئے ممات کیا کھئے تو مہات کیا کھئے کئے گئی کائنات کیا کھئے ہو گئی ہم کو بات کیا کھئے درد غم سے نجات کیا کہنے درد غم سے نجات کیا کھئے درد غم سے نجات کیا کہنے درد غم سے نجات کیا کے درد غم سے نجات کیا کہنے درد غم سے نہائے درد غم سے نجات کیا کہنے درد غم سے نہائے درد غم

شاہ صاحب کو دے کوئی آواز جل اشجے شش صات کیا کھنے ابو طاہرفدا حسین (مدیر مرد ماہ)

### باطل کارنگ اُس کے حقائق سے زرد تھا

ĝ. سینے میں جس کے 2 3 روح حیات دوام دیں وہیں بل بھر میں خھیں ترب حضوری کی 5 ژور نبرد جوش 2 جهاد ' رگ باطل کا رنگ اس کے خقائق سے زرد تھا شريعت اک بیزد جرد جھکتا ہر باری کا ہونزول کے رحمت و قوم میں کی رزم و برم کی مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اے کاش آکوئی اللہ کا بندہ حضرت اسیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی بھائی جمع کرتا تو ہزاروں کتا بول پر بماری کتابول پر بماری کتابول پر بماری کتابول پر کتابول بندی کتابول بندی کتابول بندی کتابول بندی کتابول با کتابول با کتابول با منظر تعامل الله با منظر تعامل با کتابول با با کتاب

میں نے برجمتہ جواب دیا یہ تو تمہارے لئے ہے۔ تم لوگ جونکہ بڑے لوگوں کی بوجا پاٹ ضروع کر ویتے ہواور یہ سمجھتے ہو کہ یہ بزرگ لوگ بھی الم ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وصناحت کر دی کہ محمد مثالیاتیا اللہ نہیں ہیں بلکہ صرف رسول اللہ ہیں کمیس تم بھی الن کی بوجا نہ ضروع کردوخیھت المذی کفویس کا فرمبوت ہوگیا مولانا محمد یکنیں جمنگوی نور ممدا نور- کالا باغ

### "تيري رحلت سے ہوا علم وادب كا گل چراغ"

خطیب ملک ولمت اسے امیر ہاکمال کر گیا ہے آج کیوں لمت کو تو وقعت المال گیا وقعنِ خزاں اب مادا مالم بے گمال مصحل فرقت میں تیری ہو گیا مادا جمال اس جان سے ریک دن سب نے ہوناہے فنا ظائقِ کُونین کا ارشاد بے شک ہے بجا عنا لمک و ملت کو ہے تیری موت پہ جدمہ عظیم خادم اسلام تعا، تو ملک وملت کا زعیم یاد کرتی ہی رہے گی تجمہ کو اے والا صنات اسلاسیہ خدمت تری ماری حیات روشی بن کر رہا دنیا میں تو روش دماغ تیری رطت سے ہوا علم وادب کا گل جراغ شرع نبوی کی اطاعت میں تری گزری حیات عالمانِ دین میں مشود تھا تو ذی صنات رہنمائے قوم تھا تو سید الاحماد تھا جان و دل سے مُو فدائے احمد مختار یک زباں ہو کر رہا ہر بات میں ثابت تدم تونے ہر آلام میں اونجا کیا دیں کا علم عالم اسلام میں رندہ رہے گا تیرا نام خلد میں تجد کو لحے گا بایقیں ادبیا مقام تیری تربت پر بدا ہو رحمت حق کا زول یا خدا یہ التجا انور کی ہو جائے قبول

ا بن امير نسر يعت سيد عطاء النحن بخاري

# مجلس احرار اسلام اور مجلن تحفظ ختم نبوت

١-....٨ مين ممنس احرار إسلام كي أكابر في عميرسياس موقع كافيصله كيا-

ان اُکا ہر مرحومین کے اساء گرای یہ ہیں۔ امیر ضریعت مولانا سید عطاءالشدشاہ بخاری ،مشیغم افرار جناب شیخ حیام الدین صاحب امر تسری- مد براحرار جناب مامشرتاج الدین صاحب لدحیا فری-دممتر الشریفیسم اجمعین-

ہ اسلامی میں سب اس حرار اسلام کے زیر اہتمام ختان میں دارا کمبنفین قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو نکہ مجلس اجرار اسلام کے زیر اہتمام ختان میں دارا کمبنفین قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو نکہ مجلس اجرار اسلام کے زیر اہتمام ختان میں دوسال نگ گئے۔ او حرم رزائیوں نے رہوہ میں فرنگی اور مسلم میٹ کی مر پرستی میں گئی سوبیگہ زمین حاصل کرکے مرزائیت کا ایک بڑام کرتا تم کرلیا تنا۔ اس لئے بزرگوں مسلم لیگ کو مرزائیت کا ایک مرزائی توان مارے کم مرزائی فوان مسلم لیگ گئے۔ عرص اللہ کی ایس میٹ اس کے بزرگوں مسلم لیگی حکومت امیر خرید میں یار بود کے آس پاس جگہ حاصل کرنے کے لئے ست باتھ یاؤئ مارے کم مرزائی فوان مسلم لیگی حکومت موقع میں محتمد اللہ کی ایش مگرائی میں متنان میں میں مخرت موقع محد حیات صاحب اور حضرت موقع اللہ حسین اختر صاحب مجلس احرار کی نظاست میں تعنیات کے گئے کہ یہی بزرگ ختم بنوت، حیات میسی چھا رو مرزائیت کے موضوعات پر احرار کے ستند اور ماہر مناظر تھے۔ اور انہیں ان موضوعات پر زبروست کماند ماصل

س۔....ر بوہ میں مرزائیوں نے مرکز بنانے کے بعد انگریز اور مسلم لیگ سے حاصل کے گئے مربائے کے بل بوتے بر پاکستان کے گئے مربائے کے بعد انگریز اور مسلم لیگ سے حاصل کے گئے مربائے کے بل بداری شجاعت و بسالت اور بہت و سر فروشی کی روداور قم کرتے ہوئے ۱۵۰،۵۵۰ میں مرزائیوں کے ملاف بمر بداری شجاعت و بسالت اور بہت و سر فروشی کی روداور قم کرتے ہوئے ۱۵۰،۵۵۰ میں بھی گئے جس سے ۱۵۰ میں بعد بین سے ۱۵۰ میں ختم نبوت کی ترکیک جلی تیم بین سے ۱۵۰ میں مرزائیت کی محر تورو دوراز طاقوں میں بھی گئے جس کے نتیج میں ۱۵۰ میں ختم نبوت کی ترکیک جلی موات بھی زیروز بر ہوگئ۔ جسکی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف تا نون جماعت قرار دیدیا گیا۔ دفاتر بند، آثاثہ وریکارڈ صنبط اور آگا بر احرار جیل کی کار کوشر میں بند۔

ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح سہ .....ایک سال بعد اکا براحرار رہا ہوئے تو ہر آشیا نے کے تنکے چننے کے گروہ شاخ ہی نہ رہی جس بر آشیا نہ تا ۔ کالعدم مجلس احرار اسلام کے اکا بر مع ہوئے اور ہاہمی طویل مشاورت سے لیے پایا کہ مجلس احرار اسلام کا شعبہ

ی مال کا استخدم اللہ میں میں میں ایک میں ایک میں ایک میں ایک این میں استحد اور حضرت اسیر فریعت کی نگرانی میں ا احرار کے کاز اور رومرزائیت کا کام وسیع بیانے پر کیا ہائے چنا فجراس فیصلہ کے بعد شعبہ تبلیخ، تعظ ختم نبوت

کے نام سے مرکم ہوگا۔

۔۔۔۔۔ حضرت مولانا محمد علی جالند حری رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام صوبہ بنجاب کے صدر تھے۔ انہیں اس شعبہ تبلغ کے حساب کتاب کی گرانی سپرو کی گئی۔ کمچہ دنوں کے بعد حضرت مولانا مرحوم ایک وستور مرتب فریا کے لئے آئے۔ جس میں اس شعبہ کو مستقل جماعت کی حیثیت دینے کا اعلان کیا گیا۔ یہ گھر کی احرار ساتعیوں کے لئے بڑی اذبت ناک تی ۔ گر ان کے پر کئے ہوئے تھے۔ احرار طلات قانون تی۔ ساتی کچھ نہ کر سکتے تھے۔ احرار دوہری پائیسی کی دو میں تھے۔ چناج 28ء میں حضرت اسیر ضریعت رحمہ اللہ کی رہائش گاہ پر پائچ روز کی مسلسل کشمکش کے بعد شیخ صام اللہ بن صاحب، ماسٹر تاج اللہ بن افساری صاحب اور نواب زادہ نصر اللہ طاب عضرت سولانا محمد علی محمد اللہ علی احرار سے عدم موافقت اور عدم موانست سے تنگ آگر الگ ہو گئے اور احرار کے آزاد عبور کیا استفار کر فیلگے۔

محہ، میں سکندر مرزا۔۔۔۔سازش اور برطانوی وامریکی آقاؤل کی اشیر واد سے برسراتندار آیا تو کچیہ اہ نے لئے مجلس احرار اسلام واگرار ہوگئی۔ احرار کے آگا بر نے جماعت کا باقائدہ اعلان طلب کیا جس میں تمام آگا بر واصاخر شریک ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومفور بھی اس موقع برالگ ندرہ سکے۔ یاد مامی اور سنگت کا لطعت انہیں ستانے گا اوروہ پھر انہیں ایثار پیشر سر فروشان احرار سے آسلے۔ لیکن الڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے، کے معداق ۵۸ میں ایوب فان مرحوم نے رافعنی سکندر مرزا کا ایسا ٹیٹوا و بایا کہ اس غدار این غدار کی آبی ورب گئی اور پھر کہی ندابعر سکی۔

حضرت مولانا محد علی صاحب رحم اللہ چین سے پیشے والے بزرگ نہ تھے۔ جب جلس تعظ ختم نبوت کے دفاتر بھی سیل کر دیئے گئے۔ اور حکومت نے یہ کہ کر سیل کئے کہ یہ تو جلس احرار کا ذیلی ادارہ ہے۔ تو مولانا مرحوم نے اس کی بھائی کے لئے صوبائی استطامیہ سے طاقا توں کا سلیا ضروع کیا جس کے نتیجہ میں طے پایا کہ آپ" تعلیم الترآن" کے نام سے کام کریں اور اپنے "طیم احرار اس ہونے کا ٹیوت واہم کریں۔ آپ کے "کروار" کو دیکھا اور آپ سے "حن سلوک" کیا جا تیگا۔ حضرت مولانا مرحوم نے یہ بات متنان اوباری گیٹ والے دفتر کے ایک تھلے کم کرے میں باقاعدہ ایک اجلام کے ایک تھلے مراد جو بقید جات بیں اور آئے جمعیت ملماء اسلام فعنل الرحمن گروپ کے معرگرم رہنما ہیں) کے اعتراض پر در کر وہ بقید حیات ہیں اور آئے جمعیت ملماء اسلام فعنل الرحمن گروپ کے معرگرم رہنما ہیں) کے اعتراض پر حضرت مولانا برجم ہوگے اور و بایا گراہ موم میں قبل جا زموتا تو میں تمہیں تمال کر دیتا۔

۵۸، ب ۱۱، کک دفتر جلس تمنظ تختم موت جلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ ہونے کی دم سے ہی سیل رہا۔ ۱۲ میں جب تمام جماحتیں اکو ہوئیں تو مجلس احرار اسلام ہی آزاد ہوگئی۔ بابندی اٹھے کے بعد حضرت عبد شیخ صام الدین صاحب نے بمثان کے اس دفتر (تمنظ ختم نیوت) کے ایک تحرے میں مجلس احرار اسلام کی

تنظيم نوكااعكان فرمايا-

تهيس يادموكه نه يادموا

مجے یاد ہے وہ ذرا ذراا

۲ .....یه بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ حضرت مولانا ممد علی جالند حری رحمد اللہ نے ۵۸ م کے بعد مسلسل میر بات جلسے عام میں فربانی ضروع کر دی کہ:-

"ميرا مجلس احرار اسلام سے كوئى تعلق نہيں ہے ہيں مجلس تمفظ ختم نبوت كا فادم مول-" انہيں ان خيالات كے اظہار سے روكا كيا- توده برمم مو كئے-

مدشتہ کی برس سے مسلس بعض ناماقبت اندیش اور ان پڑھ تاریخ نویس ریکارڈ خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنی اس تاریخ طلی پر مسرور بھی ہیں۔ بیں نے یہ سطور مرحت ریکارڈ کی اصلاح کے لئے ککھودی ہیں۔ کمی شعص کی تو بین ہر گز مطلوب ہیں۔ موضوع اپنی اہمیت کے لحاظ سے مستقل کتاب کا مقتقی ہے اور انصاف چاہتا ہے۔ مہاری گزشتہ تیس برسول کی ظاموش کو ضرافت کی بجائے کروری پر ممول کیا گیا گراب پیمانہ مسبر لبریز ہو چکا ہے۔ چھم دید حقائق برمین مستقل کتاب عشریب شائع کردی جائے گی۔ ان شاہ اللہ۔

ایماں کی صباحت سے جمرہ تھا درخت ندہ

ياكنده تو جينا جينا ونيا عرفال روشن درخشنده ايمال فردوس فردوس سيدملمان كيلاني

## ائن، آفاب زیرزس ہوگیا ہے آج

اے نور چشم، چشم کے تم رورو رہو اس برم کے چراخ رہو، گل کی بُو رہو اے حفرت امیر فریعت بتایئے اے رازدار سر حقیقت بتاہے اے کشنائے راہ طریقت بتاہے اے پیٹوائے اہل بصیرت بتایت تیرے بغیر، قوم کو آگر چگائے کون اعلانے حق کے واسطے سب کچھ لٹا۔ آ، کون یا کیزہ بچین اور جوانی بھی طے ہوئی حق گوئی اور فیض رسانی بھی طے ہوئی سیلاب غم کی تیز روانی بھی طے مونی ہخر بغیر منزل مانی بنی کے ہوئی اب اس ماں کی منزلیں آسال خدا کے جنت مقام مدقد خیرالوری کرے اے بے شعور توم کے معمار الوداع اے شاہ اور شاہ کے کردار الوواع اطلق حالیشان کے معمار الوداع مالى وقار قائد اجرار الوداع اے جانے والی ہتی متاز السلام اے حق کی گونجتی ہوتی آواز السلام

بالحل یہ سی خوف را طاری نہیں رہا بولا کوئی مجابد باری نہیں رہا کیا حکم عرش وش په جاری نهیں رہا ونیا میں ہے اشاہ بخاری نہیں رہا ممبوب بزم گوشہ نشیں ہو گیاہے آج اُف آفتاب زیر زمیں ہو گیا ہے آج درویش تجه را کوئی تبه آسمال نه تبا تجمه با بلا مالغه وآن خوال نهين ایی ادا نہیں ہے کی کی زبال نہیں واعظ تو بیشمار بیں جادو بیال نہیں خوش دل تھے خوش مزاج تھے اور خوش خصال تھے اسلات کی مثال تھے خود بے مثال تھے اے دلبر نصح وبلیغ و حین آ نانا کے دین پاک کے وارث امیں آ م تکھوں کے نور دل کے سرور و کمین آ تجہ کو تلاش کرتے ہیں اہلِ رمین ک جمها ترمے فیوض کا ہے ہند و پاک میں تو کس خیال سے شہا سویا ہے فاک میں جنگل میں کوہار میں تیری تلاش ہے گفتن میں سبزہ زار میں تیری تلاش ہے ندی میں آبشار میں تیری تلاش سے بسی میں رنگذار میں تیری تلاش ہے

### شربعیت نبوی کاظہور تھاجس سے

میں نور تھا تعا جره اہل وفا بشارتين ميں کی سعادتیں صدا ایک ېونی 09 گیا سی . حق ذرا کے دل تھی چراغِ صدق ىبوقى تيز جلا گيا جلال آيا ورق ورق ہوا نے ما تكا جو تاج نہ شكوه برسول حهاد 9? صبادى بالاخر کا کارنامہ بھی راہبری ہ زرا ارا ارا

وه سمی سهی فضا، وه دهوان دهوان باحول خموشی، دلول په علبهٔ سول جبیں بہ داغِ علامی، نظر میں ہمارے چاروں طرف خوں چکاں بلاؤں کا جو نشیرے ہماری سرحد میں توم تمی انکے صاب کی زد میں ىمارى ہماری و دانش، ہمارے فکرو بماری دولتِ کردار و سیرت و تهذیب همارے علم و نتافت، مهارا ذهمي نبيب ہماری سوچ، بہمارا عمل، ہمارا ليا تعا اسير میں کیا بتاؤں علامی کی زندگی کیا ہے بن ایک مرگ ملل ہے، بندگ کیا ہے نظام جبر ہر اک کس چھین لیتا ہے دلوں سے دولتِ اصاس جیمین لیتا یہ عمدِ جبرِ تما یا دورِ ننگ و ربوائی کہ دِنعتاً اٹھے کچھ ٹوگ لے کے انگڑائی یہ لوگ شعلہ بیاں تھے، یہ لوگ شعلہ جبجال 🖶 مثال موجهٔ مضطر، مثالِ برق<u> تیان</u>

ا بن امیر شریعت سید عطاء الممن بخاری مدظلہ کے ، ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" اور روزنامہ " خبریں " میں شائع ہونے والے دینی ، سیاسی ، معاشی ، معاضر قی مسائل پر مصامین اور کالموں کا مجموصہ

## دل کی بات

ایک خطیب کی خطابت، ایک ادیب کی ادب طرازیال اور ایک سبح مسلماُن کا درد دل! دین اسلام پر اینول کی "مهر با نیول" اور اغیار کی ساز شول کا توڑ ......"کاٹ میں ایک ایک لهد تخبر باطل شکن - " عنقریب شائع مہو دہدی مہدے

بخاری اکیدهمی ملتان –

سید محد گفیل بخاری

کیا حضرت امیر شریعت نے مجلس احرار اسلام کوختم کر دیا تھا؟

#### تاریخ منخ نه کریں-ریکارڈ درست رکھیں

یہ مصمون دراصل ایک ہٹامی نوعیت کا تھااور ایک ایسی تحریر کے جواب میں لکھا گیاجو لینے اندر بہت سی طلط فہیوں اور شبہات کو لیے ہوئے تھی- میں اسے اس تاریخی نمبر میں شائع نہ کر تااگر ان تاریخی علطیوں کو ایک مستقل کتاب میں شامل کرکے تاریخ کاصحہ نہ بنایا جاتا- جو نکہ قار میں کا علقہ ایک ہی ہے اس لئے تاریخ کادو سرا بہلو بھی ان کے سانے رکھنا از بس ضروری ہوگیا- آئینہ رو برو سے ۔ (مدیر)

رورنامہ جنگ لاہور ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کے "قانونِ امتناع قادیا نیت" اید مشن میں ایک مصنون بعنوان "قادیا نیت مصنون ایک مصنون بعنوان "قادیا نیت جھوٹے دعوی نبوت سے قومی اسملی کے تاریخی فیصلوں تک ایک جائزہ ۔" شائع ہوا ہے۔ مصنون تاریخی طور کر کیا ہے۔ اس مصنون میں بعض باتیں تاریخی طور پر خلط شائع ہوئی ہیں۔ جن سے قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام کی پالیسی کے بارے میں خاصے اسام اور شیاست بدا ہوئے ہیں۔ حضنون اٹلی لکھتے ہیں۔

خاصے ابہام اور شبعات پیدا ہوئے ہیں۔ مصمون نگار لکھتے ہیں۔
کالا " ۱۹۲۹ میں امیر فرریعت سید عظاء اللہ شاہ بخاری نے مجلس احرار اسلام کا اجلاس طلب کیا۔
مجلس احرار اسلام کی سیاسی حیثیت ختم کر دی گئی اور قادیا نیت کے سد باب کے لئے مجلس تعظاء ختم نبوت کے نام پر مذھبی پلیٹ فارم تشکیل پایا۔ امیر فریعت سید کا اند شاہ بخاری حب سابق اسلامی موالنا محمد علی جائند حری، مولانا محمد علی جائند حری، مولانا محمد علی جائند حری، مولانا الل حسین اختر وغیرہ نے سیاست کو خیر باد کھہ کر تبلیخ عقیدہ ختم نبوت کے کام کو منبالا۔ بعض دیگر رہنما مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر سیاسی و عملی جدوجد کے لئے فریک سفر ہو گئے۔ بعض احباب نے گوشہ نشینی اختیار کرئی "۔

۱۹۳۹ء کے اس اجلاس میں امیر ضریعت کی تقریر کا اقتباس میں نقل کیا گیا ہے کہ ا

مضمون نگار نے ۲۰، ۲۱ اپریل ۵۴ و کو حضرت امیر شریعت کے سکان ملتان میں قائدینِ احرار کے ایک اجلاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ الله اجلاس میں فریقین نے دفاتر وغیرہ تقسیم کر لئے۔ اس طرح ۱۵۰۰ میں اس تجویز کی عملی شکل اس اجلاس میں فریقین کے عملی شکل

ظهور میں آئی جس کا اعلان ۱۹۳۹ء میں کردیا گیا تعا"

مندرجہ بالا اقتباسات میں حقیقت کو نظر انداز کر کے نہ صرف ابھام پیدا کیا گیا بلکہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کے الفاظ میں تحریف بھی کی گئی ہے۔ جن سے دو شبعات واضح طور پر پر ایدا ہوتے ہیں۔

(۱) ۱۹۴۹ء میں امیر شریعت سید عطاء الله شاہ بخاری نے مجلس احرارِ اسلام کوختم کر دیا تھا-

(۲) ۱۹۴۹ء میں ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے نئی منتقل جماعت تشکیل دے دی تھی۔

جن كا نهين امير منتنب كرليا گيا تعا-

علاوہ ازیں عام قاری کے ذہن میں یقینی طور پر چند سوالات بھی ابھرتے ہیں۔

ا- اگر مجلسِ احرار اسلام کی سیاسی حیثیت ختم کر دی گئی تھی تو پھر کونسی حیثیت باقی رکھی گئی تھی؟ --

- اگر کوئی دوسری حیثیت باقی نہیں رکھی گئی تھی تو پھر سرے سے جماعت کے خاتے کا اعلان

کیوں نہ کر دیا گیا؟

س۔ اگر کوئی حیثیت باقی رکھی گئی تھی تو پھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے نئی جماعت بنانے کا

كيا جواز تعا؟

یں مغالطہ وابہام کی روح فرسا کیفیت سے باہر نکلنے اور اصل حقائق تک رسائی عاصل کرنے کے لئے ہمیں کچھے تفصیل میں جانا ہوگا۔

(۱) ۱۲، ۱۳، ۱۳، جنوری ۱۹۴۹ء کو دہلی دروازہ لاہور میں "دفاع پاکستان احرار کا نفرنس" منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ور گنگ کمیٹی کا اجلاس بھی ہوا۔ جس میں ملکی حالات کے تناظر میں مجلس کی آئندہ پالیسی اور حکمت عملی یہ طلح کی گئی کہ "مجلس احرار اسلام ملک کی انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لے گی۔ گر ملکی قومی امور میں اپنی رائے ضرور دے گی۔ جونکہ مرزائیوں نے پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے کی شازشیں تیز کر دی ہیں۔ اس لئے تبلیغی سر گرمیوں کا دائرہ وسیح کر کے زیادہ طاقت اسی محاذ پر صرف کی جائے گی۔ مجلس احرار کوقائم رکھا گیا۔ صرف دائرہ کار تبدیل کیا گیا اور مجلس کا شعبہ تبلیغ تعفظ ختم نبوت جو ۱۹۳۵ء میں قادیان میں قائم ہوا تھا اسے فعال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

صاحب مضمون کا تصناد ہی ہمارے مؤقف کی تائید ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ پڑتا "مجلس تعنظ ختم نبوت کا پہلا اجلاس ہم، ۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوا جس میں جماعب تا کے دستور وغیرہ کی تیاری شروع ہوئی۔" (مضمون مذکور)

مرید تائید کرتے ہوئے کھتے ہیں۔

الملا "ا"، دسمبر ۱۹۵۸ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلاا نتخاب موا- جس میں امیر ضریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر، اور مولانا محمد علی جالند حری ناظم اعلی مقرر ہوئے۔" (مصمونِ مذکور) مذکورہ بالادو نوں اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ

(۱) ۱۹۴۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے کئی مستقل یا الگ جماعت کے قیام کا اعلان نہیں ہوا تھا اور نہ ہی حضرت امیر شریعت اس کے امیر چنے گئے تھے۔

(۲) اس اجلاس میں امیر شریعت نے اپنی تقریر میں "مجلس تعفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم، والا جملہ قطعاً ارشاد نہیں فرمایا یہ صریحاً تحریف ہے۔ امیر شریعت کی تقریر سے قبل محترم شیخ صام الدین صاحب نے ور گنگ محمیثی کی منظور کردہ قرار دادیں۔ اجتماع میں پڑھ کر سنائیں۔ جماعت کی پالیسی کے متعلق طویل قرارداد کا یہ حصہ اس ابہام کی وصاحت کرتا ہے۔

جہ " مجلس احراراسلام کے مقاصد میں اسلام کی سربلندی کے ساتھ ساتھ وطن کی آزادی بھی شامل تھی۔ جو قیام پاکستان کے بعد سیاسی طور پر اب پوری ہو چکی ہے۔ بہذا "وفاع پاکستان احرار کا نفرنس" کا یہ اجلاس خیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کر دینا اپنا ملی فرض سمجھتا ہے۔ کہ آئندہ سے مجلس احراراپنی سعی و عمل کو مسلما نوں کے دینی عقائد ورسوم کو درست رکھنے کے لئے اور خصوصاً مسئلہ ختم نبوت کی مرکزی اہمیت کو بر قرار رکھنے کے لئے تبلیغی سمر گرمیوں تک محدود رہے گی۔ " امیر شریعت نے اس قرار داد کی تائید کرتے ہوئے فرمایا

کے "بیائی صام الدین نے آپ کے سامنے جو قرار داد پیش کی ہے وہ مجلس احرار اسلام کی آئندہ پالیسی کی آئینہ دار ہے" (حیات امیر شریعت، جانباز مرزاص ۳۲۵)

اس جملہ میں کہیں بھی مجلس تعفظ حتم نبوت کا ذکر نہیں۔ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار اسلام کے خاتمہ اور مجلس تعفظ ختم نبوت کے پہلے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالند حری نے رو فرما یا ہے۔ ۱۹۳۳ء شوبہ کیک سنگھ میں مجلس تعفظ ختم نبوت کے پہلے اجلاس شوریٰ میں ارکان کے فرما یا ہے۔ ۱۹۵۳ء شوبہ کیک سنگھ میں مجلس تعفظ ختم نبوت کے پہلے اجلاس شوریٰ میں ارکان کے نام ہدایات میں کھتے ہیں۔

ا ابدایا کی تو مقصد الیکشن سے علیحدگی اختیار کی تو مقصد الیکشن سے علیحدگی اختیار کی تو مقصد الیکشن سے علیحدگی تھا۔ کیکن ملکمی اور شہری حقوق سے دستبر داری یا حکومت پر جائز نکتہ چینی سے دستبر داری مراد نہ تھی۔" (تمریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء جلد دوم صفحہ ۳۸۷) ترتیب مولانا اللہ وسایا۔ حضرت امیر شریعت کے ذہن میں مجلس احرار اسلام کے وجود کو ختم کر کے کئی نئی جماعت کی

تشکیل کا کوئی پروگرام ہوتا تووہ درج ذیل خطر کبھی نہ لکھتے۔جو ۲۴ء دسمبر ۲۴ء کو خان گڑھ سے صدر مجلس

احرار اسلام، ماسٹر تاج الدین انصاری کے نام لکھا گیا۔ اس میں مجلس کی آئندہ پالیبی واضح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"مکتان میں آپ کے اجلاس کو کامیاب دیکھنا جاہتا ہوں- جند باتیں لکھ دیتا ہوں- اگر

احباب کو پسند ہوں تو بہتر ہے۔ ۱- لیگ سے ہماری سیاسی کشمکش ختم ہو چکی ہے- اور الیکشن کے ساتعہ ہی ختم ہو چکی تعی-ای وقت لیگ توت حاکمہ ہے۔ مسلمانوں نے اسے بنایا اور قبول کیا ہے۔ یا کتان نہ صرف سلم دیگ کا بلکہ کانگریس کا تعسیم بناب کے اصافے کے ساتہ تسلیم کردہ معالمہ ہے، جس پ " حصور برطانیہ" کی مہر ثبت ہے۔ اس میں صرف مسلم لیگ کوہدف المست بنانا آئین شمرافت ہے بعید ہے۔اگراچھا کیا تو کانگریس اور لیگ دو نوں نے۔اگر برا کیا تودونوں نے۔اب یا کہتان بن چااور تھسیم پنجاب کو کانگریس نے بیش کر کے مسلما نوں سے یا کستان کی بہت بڑمی قیمت ادا کرائی اور کراری ہے۔ ابھی نہ جانے مسلما نوں کو کب تک سود در سود ادا کرنا پڑے گا۔

میری آخری رائے اب مبی یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہیئیں اور اس کے لئے عملی قدم اٹھانا چاہیئے۔ مجلس احرار کو ہر نیک کام میں حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔ اور خلاف شمرع کام سے اجتناب! اصلاح احوال کے لئے ایک دوسرے سے مل كر "الله بن نصيحته" برعمل بيرا مونا جابيئ - يدار شاد ب حضور عليه الصلوة والسلام كا-

" کبلس کا قیام و بقا بهر حال ایک شرعی امر ہے"۔ تبلیغ اعتقاد صعیحہ اور تنقید رسومات قبيحه، اعلائے کلمته المق، اعلان و بيانِ ختم سوت واظهارِ فصائل صحابہ واہلِ بيت رصوان الله عليمم اجمعین، مجلس کے فرائض میں سے ہئیں۔ خصوصاً اس دور لا دینی میں جنس انسانی کی تمام مشکلات کے لئے شریعت ممدیہ طلی صاحبها الصلوة والسلام کوئي بطور عل بيش كرنا مهاراً وہ فريسه ب ك ہمیں اگر دار ورسَ تک بھی رسائی ہو جائے تو الممدلند! اس کئے مجلس کے قیام و بتا کی بهر حال

اگر دوستوں کو یہ باتیں معقول و پدلل نظر آئیں توان بنیادوں پر آئندہ زندگی کی عمارت استوار کریں۔ ور نہ جیسے ان کی مرضی، میں کسی کی راہ میں حائل نہیں، اب تھک گیا ہوں ور نہ مفصل مبھی لکھہ سكتا تعا- غريب الذيار سيد عطاء الله بخاري-

(حیات امیر خمریعت، جانباز مرزاص ۱۳۱۲- ۱۳۱۳-

یبی وہ خط ہے جو قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر ضریعت کی وفات تک اور تاحال مجلس احرار اسلام کی پالیسی کی بنیاد ہے۔ جس مجماعت کے قیام و بقا کووہ خود ایک "شرعی امر" ٹرار دے رہے ہوں اسے کیسے حضرت امیر ضریعت کا ایک اور خط جوانہوں نے مولوی ندیر حسین صاحب مرحوم (ساکن پنوں عاقل، سندھ) کے خطے کے جواب میں ۳۵ جون ۱۹۵۱ء کو تحریر کیا، مجلس احرار کی موجود گی اور اس کی پالیسی کا آئینہ دار ہے۔

مونوی صاحب اپنے خط میں حضرت امیر شریعت سے استفیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

یہ "جمیعت علماء اپنے خدوخال سے پاکستان میں گویا کالعدم ہو گئی ہے۔ (۱)" جبکہ احرار ہر جگہ ماشاء
الله مشغول کار ہے"۔ ایک سوال جو ہر وقت دل میں جبعتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لیگ سے زیادہ احرار
کی نظر میں کوئی بری جماعت نہ تھی۔ اور اب اس جماعت کے متعلق باوجود اس کے کہ ان کے
خیالات میں ذرہ ہمر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، احرار نے اپنی پالیسی اتنی زم کردی ہے کہ جس کی کوئی
حد نہیں۔ افہام و تقسیم اور تشفی مقصود ہے نہ کہ اعتراض۔ اب جو تجھاحرار کی پالیسی ہے اس سے
تفصلة سند فرائیں۔"

حضرت امير شريعت في اسى خط كى بشت بردرج ذيل مختصر جواب ترير فرايا- (٢)

• ۲ رمصنان المبارك، شهر ملتان -

کمری و حکیکم السلام ورحمته الندو بر کاته مر

یاد فرمانی کا شکر گزار ہوں۔

الله الله (٣) الوان شاالله مسرے خط ہے پہلے پہنچ چکا ہوگا۔ باقی آپ کی تحدثک توضیح ہے، ککر صبح بہب سیس۔ تعسیم سے پہلے لیگ کے ساتھ ہمارے بہت سے اختافات تعے۔ ہم نے قوم کے سامنے ابنا نظریہ بیش کیا، لیگ نے ابنا، قوم نے لیگ سے اتفاق کیا اور لیگ قوت حائمہ بن گئ۔ مرتقابل پارٹی نہ رہی۔ ہم بھر حال رحایا بن گئے۔ ہم لوگ ضروع سے ملکی معاطلت کے ساتھ ساتھ کچھ دینی مقاصد بھی رکھتے تھے اور اب تک بفضلہ تعالی رکھتے ہیں۔ موجودہ صورت میں ان دھینی مقاصد کو حاصل کرنے کی کوئی اور صورت اگر ہو سکتی ہے توارشاد فرائیں؟ جو کچھ ہونا تعاوہ تو ہو چکا، اور اب کسی صورت میں اس کو بدلنا قوی بلاکت و تباہی ہے۔ اصلاح احوال سے اٹکار نہیں وہ بھی ہم کر رہے ہیں۔ موجودہ و تت میں اس فتہ مرازئیت کے مقابل میں جو کامیا بی

⁽۱) پاکستان میں جمیعت طلماء اسلام ۱۹۵۹ء میں مولانا خلام عوث ہزاروی نے قائم کی۔ ۷۲، سے ۵۹، یک مجلس احرا ہی ان لوگوں کی اسیدوں کا سہارا ممی- مولوی نذیر حسین صاحب کا یہ جملہ "احرار ہر جگہ ماشاء الله مشغولِ کار ہے" کوربصران سقف و محراب ومنبر کے لئے مسرمہ لور بعسیرت ہے۔

⁽r) اَسَ خَطْ کا اَمِلَ عَلَى لَقَيْبَ حَتم نبوت كَے اَمْير قُمريعت مبر حضہ اول ۱۹۹۶ء کے صفحہ ۲۵،۷۵ پر ٹائع ہو چَا

⁽۳) سدای مستقبل مکتان - ۱۹۵۱ مدیر جا نشین امیر شهریعت سید ا بومها دیرا بردز بخاری - زیر استمام ناویتر الادب الاسلامی مکتان -

ہم کو حاصل ہورہی ہے وہ باہمی تعاون کا ہی نتیجہ ہے۔ بصورت دیگر "منگر سے بودن وہ ہر نگ مستان ریستن "مشکل ہے۔ روزہ میں یہ مختصر سا جواب عرض خدمت ہے اسے آپ خود ذرا پھیلا کر دیکھیں اور ہماری مشکلات کا اندازہ لگائیں۔ لیگ کی مخالفت فی نفسہ کو فی کا دخیر نہ تعانہ ہے۔ کسی مقصد عالی کے لئے تخالفت و سوافقت معنی رکھتی ہے۔ عہد فرنگی میں اختلاب بامعنی تعا- اب اتفاق سے ہم اصلام احوال کی توقع ہو سکتی ہے۔ ورنہ سمرخ پوش، انجمن وطن اور دوسری جماعتیں کہاں تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہورہی ہیں۔ فاضم و تا در۔ والسلام سے الاکرام

دعا گوغریب الدیار سید عطاء النبه بخاری

اسی طرح نومبر -194ء میں کل پاکستان تھفلے ختم نبوت احرار کا نفرنس ملتان کے اجلاس میں حضرت امیر ضریعت نے اپنے خطبہ صدارت میں مجلس احرار اسلام کی پالیسی کی وصاحت کرتے ہوئے فرمایا-

جہ ابعض لوگ ایک خلط فہی میں مبتل میں کہ مجلس احرار اسلام جونکہ الیکشن بازی سے الگ ہو گئی ہے لہذاب اسے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں رہی-

گویا ان کا مطلب ہے کہ ہم لوگ مریکے ہیں۔ یا ہم نے مک چھوڑ دیا ہے! نہیں اور ہر گز ایسا نہیں۔ یہ ان کی ناتمام خواہش نوہوسکتی ہے حقیقت نہیں۔

احرار کا وجود اور کردار تاریخ کی بهت بڑی صداقت ہے۔ سیاستِ افرنگ کے فریب خوردہ رسن لیں!

ہم نے اپنے ملک اور اپنے حقوق سے قطعاً کنارا کئی نہیں گی۔ کوئی شریف انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے حقوق شہریت زائل کر دے۔ پاکستان ہمارا ملک ہے اور علط روی پر ٹوکنا شہری کی حیثیت سے بہال رہنا ہے۔ بات کرنا ہے، صبح راستہ دکھانا ہے اور علط روی پر ٹوکنا کی حیثیت سے بہال رہنا ہے۔ ہم چشم بوشی کر لکتے ہیں نہ لا تعلق رہ سکتے ہیں۔ اس ملک کی تعمیر میں ہمارا خون پسینہ ہے۔ ہم سیاست اور معیشت و تجارت میں حصد لینا ہے اور طازمتوں میں اپنا حق بھی وصول کرنا ہے۔ سیاست اور معیشت و تجارت میں تعلیم حاصل کرئی ہے۔ اور تعلیم کے بعد طازمت بھی ان کا بنیادی ہے۔ ہم اپنا حق میں معاطب میں ہمارا بھی اتنا ہی وظی ہوگا جتنا اور کی کو دعوی ہوسکتا ہے۔ ہم اپنا حق شہریت پورا پورا استعمال کریں گے اور کی قیمت اس سے دستبردار نہیں ہول گے۔ خاکس کے فائن احرار رکا نہیں ہول گے۔ خاکس خان بالیشن کے دوجہد کارخ بدلا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ول نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیشن کے ذریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے ول نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے ذریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے دل نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے دریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے دل نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے دریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے دل نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے دریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے دل نافرانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے دریعے ہی اپنے حقوق حاصل کے جائیں۔ اور بہت سے دل

معقول ذرائع سے بھی یہ حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کو اب ملکی سیاست میں نئی حکت عملی کے ساتھ ایک فعال کردار اوا کرنا ہے۔ "

مندرجہ بالا دونوں خطوط اور خطبہ صدارت کے افتباس سے یہ بات المم تشرح ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر ضریعت نے مجلس احرارِ اسلام کا وجود ختم نہیں کیا تھا بلکہ مجنس احرارِ اسلام کوایک نئی حکمت عملی سے آشنا کر کے سیان کار زار میں روان دواں کر دیا تھا۔

روزناً سرجنگ میں شائع ہونے والے اسی زیر بمث معنمون میں ۱۹۴۹ء کے بعد مجلس احرار اسلام کا وجود اور ترکیک تعفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اسکا کروار تحمیں نظر نہیں آتا جو کہ تاریخ کا بہت بڑا صعبہ ہے۔ بعض واقعات جن کا تعلق براہ راست مجلس احرار سے ہے۔ نہ معلوم وہ تمام کے تمام مصنمون مذکور میں مجلس تعفظ ختم نبوت سے کیسے منموب ہوگئے۔

مہ، میں قادیا نیت کے خلاف جلسوں کا انعقاد

ہ ۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے کئٹ پر قادیا فی امیدواروں کے خلاف جلیے اور ان کی عبر تناک نئلسہ ...

لاہور اور - یالکوٹ میں قادیا نیوں کی کانفر نسوں کو ناکام بنانا

پشاور یونیورسٹی میں قاویانیول کے جلے کو سلمانوں کے جلے میں تبدیل کرنا-

۱۸-۱۷ مئی ۵۲ کو کراچی میں سر ظفر اللہ کے جلیے کو درہم برہم کرنا-

۲ جون ۵۲، کے اجلاس کراچی میں تشکیل پانے والے علماء کے بورڈکی طرف سے آل مسلم پارٹیز کو فرن کی فرف سے کو فش کا فیصلہ کرنے کو فش کی ذمہ داری قبول کرنے اور ۱۳ جوائی ۵۲ کو بورڈ کی طرف سے کو فش کا فیصلہ کرنے کے بعد جماعتوں کو دعوت نامے جاری کرنا۔

۳۱ دسمبر ۵۲، کی رات جنیوٹ کا جلسہ اور اسمیں حضرت امیر شریعت کی تقریر، مرزا محمود احمد کی ۳۱ دسمبر ۵۲، کی رات جنیوٹ کا سال ہے ۳۱ دسمبر کو جنیوٹ کے اس جلے میں حضرت امیر شریعت کا جواب دینا کہ ۵۳، فسروع ہوگیا ہے۔ اور یہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا سال ہے۔

برب والمارين محلس تفظ ختم نبوت كردفا ترسيل مونا؟

المن حالانکہ اس دور کے تمام اخبارات اور دفتری دستاویزات (جورا تم کے پاس موجود ہیں) اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ یہ تمام کارروائیاں مجلس احرار اسلام نے کیں۔ یہاں بھی حضرت امیر خریعت کی تقریر کے جملے میں تریعت کی گئی ہے۔ "آپ نے فرما یا تما" ۵۰، مجلس احرار اسلام کا سال ہے۔ "احرار کارکن ہی تمریک تعفظ ختم نبوت کے روح روال تھے۔ مجلس احرار ہی اس تحریک میں داعی جماعت تھی۔ اور دفاتر ہی احرار کے ہی سیل ہوئے تھے۔ احرار کی دعوت پر تمام مکا تب فکر کے علما، کراچی میں اکٹھ ہوئے تھے-اور آل پارٹنر مجلس عمل تعظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی تھی-

۱۳ جولائی ۵۲ کو برکت علی حال لاہور میں آل مسلم پارٹینر کنونش منعقد ہوا۔ اس کا دعوت نامہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے جاری کیا۔ تب وہ مجلس احرار اسلام میں ہی شام تھے۔ اس دعوت نامہ پر تمام ما تب بھر کر کے علماء کے دستعطوں کے علاوہ مولانا محمد علم سالند حری کے بھٹیت ناظم اعلی مجلس احرارِ اسلام پنجاب دستعلم شبت تھے۔

۱۳۲ جون ۵۵ کولائل پور میں مجلس تعفظ ختم نبوت کے اجلاس سے حضرت امیر شمریعت نے خطاب کرتے مبوئے فرما ما۔

۔ یمنی "۱۹۳۵ء میں مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ قائم ہوا۔ جس کا تعلق ملک کے سیاسی معاملات سے نہیں تھا۔ (حیات امیر ضریعت، جانباز مرزل صفحہ و ۲۰۰۰)

یعنی اس شعبہ کاروزاول سے سیاسی معالات کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ سیاسی معاملات کے لئے مجلس احرار اسلام کے سٹیج پر ہی کام ہوا۔ ۱۹۵۴ء میں بھی اس پالیسی کی تجدید اور اعادہ کیا گیا جو ۴۵ء میں مطے ہوئی تھی۔

مجلس تعظیر حتم نبوت کے ایک اور بانی رہنما مولانا تاج ممود نے ۲۸، ۴۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء کو احرار کا نفر نس لائل پور میں جو تعریر کی اسے بعض اخبارات نے اس سرخی کے ساتھ شائع کیا۔

" مجلس احرار اسلام كاسياست سے كوئى تعلق نہيں"

چنانیہ مولانا تاج محمود نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ بیان جاری کیا۔

" میں اس ضبر کی تردید کرتا ہوں۔ میری لقریر کااصل فقرہ یوں ہے۔

"موجودہ سیاسیات، جس سے ملکی تخریب کا پہلو ٹکلتا ہو، مجلس احرارِ اسلام کا اس سیاست سے کوئی لعلقہ نہیں" ۔ (ایزانہ تبص النہ سمیر سیدوں)

تعلق نہیں " (ماہنامہ تبصرہ، لاہور دسمبر ۱۹۹۳ء) ، ب کے اور میال کیا تو ان دنوں مجلس کے دو ۱۸ اگت ۵۸ کوحکومت نے مجلس احرار سے یابندی اٹھانے کا اعلان کیا تو ان دنوں مجلس کے دو

۱۸ اگست ۵۸ کو طومت کے بلس احرار سے پابندی اٹھائے کا اعلان کیا تو ان دنوں جنس کے دو م کزی رہنما شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین (جو ۵۹م میں سہروردی کی عوامی لیگ میں چلے گئے تھے) واپس احرار میں آجکے تھے۔

چنا ہے ۵ ستمبر ۵۸، کو ملتان میں مجلس احرار اسلام کے نئے دفتر (واقع چرٹرا ارکیٹ کھنٹر گھر) کا افتتات موا- جماعت کی بحالی پر ہزاروں احرار کارکنوں نے سرخ وردیوں میں ملبوس ہو کر مارچ پاسٹ کیا اور حضرت امیر فشریعت کو سلامی دی، ماسٹر تاج الدین انصاری بھی اس موقع پر موجود تھے۔ امیر شیریعت سرخ قسیض بہن کر آئے تھے اور بازو پر جماعت کا بیج آویزاں تھا اس پر لکھا تھا "مجلس احرارِ اسلام" یہ قسیص اور بیج یادگار کے طور پر آج بھی راقم کے پاس معفوظ ہے۔

حضرت امیر ضریعت کے ایک خادم خاص مولانا محمد کیسین (موجودہ نا ئب مهتم جامعہ قاسم العلوم ملتان) نے اس جلے کے حوالے سے راقم کو بتایا کہ " جماعت کی بحالی پر افتتاع و فتر ، جلسه و جلوس کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ میں حسبِ معمول حضرت ا امیر ضریعت کی خدمت میں عاضر ہوا تو آپ نے فرمایا

"مولوی اسین آپ نے بھی جلسے کے استظامات کے سلسلہ میں کار کنوں کا ہاتھ بٹایا ہے؟

"میں نے عرض کی نہیں"!

فرمايا!

" نوب کام کرو اور اپنے زیادہ سے زیادہ دوستوں کو مسرخ قمیص بہنا کر جلسہ میں لاؤ۔ تاکہ دشمن پر دھاک بیٹھ جائے کہ احرار زند دہیں۔ ختم نہیں ہوئے۔"

چنا نچے میں اور میرے دوست سرخ قبیصوں میں ملبوس ہو کراس تقریب میں شریک ہوئے۔" (اس جلسہ کی تصویر میں مولانا محمد کیسین حضرت امیر شریعت کے ساتھ کھڑے ہیں) حضرت امیر شریعت نے پرچم کٹائی کی اوراحرار کارکنوں سے زندگی کا آخری اور منتصر خطاب فرمایا۔

عثه "مسلما نو! پرچم ختم نبوت گرنے نہ پائے------

احرار رصا کارو! اس تریک کورنده رکھنا، عقیدهٔ ختم نبوت پر آنج نه آئے۔ اس کی حفاظت ہم سب سلما نوں کی اساس ہے۔

سب سلمانوں کی اساس ہے۔ ہیں سیری دعائیں مجلس احرار اسلام کے ساتھ ہیں۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن میرا عزم جواں ہے، میری رگوں میں اب بھی جوانی کا امو دوڑ رہا ہے۔ احرار کے سرخپوش جوانو! تمعیں دیکھ کر آج میں بہت طاقتور ہو گیا ہوں۔ میں مظمن ہوں کہ جب تک احرار زندہ ہیں مرزائی کا سیاب نہیں ہو سکتے اور جب تک احرار باتی ہیں نئی نبوت نہیں چلنے دیں گے۔ مسلمانو! متحد ہو کر احرار کی اس دینی جنگ میں شریک ہوجاو اور اپنی ایمانی قوت سے انگریزی نبوت کا ٹاٹ بھیٹ دو۔"

ان و نوں پورے ملک میں احرار کارکنوں نے جش منایا۔ جلوس لکا لے، جلے کئے، وقار پر جراخال ہوئے، مرخ پرچم امرا دیئے گئے اور جناب شیخ صام الدین، ماسٹر تاج الدین ا نصاری، مولانا مظهر علی اظهر، مولانا عبید الله احرار اور دیگر رہنساوک نے مختلف مقالت پر ان اجتماعات میں خسر کت کی، روزنامہ آزاد لاہور نے احرار نمبر شائع کیا، اور ملک بعر میں دفا ترکے افتتاح اور جلسوں جلوسوں کی تصاویر شائع کیں۔ تمام رہنما تنظیم نو کے سلسلہ میں سوج عار میں معروف ہوگئے۔

۲۵ ستسبر ۵۸ کو ملتان میں حضرت امیر شریعت کے مکان پر ہی احرار کی در گنگ محمیثی کا اعلاس ہوا اور جماعت کی تنظیم نو کا فیصلہ ہوا۔ جماعت کی بحالی پر حضرت امیر شریعت نے درج ذیل اخباری بیان جاری کیا۔

 خدمت کے لئے متحد ہیں (روزنامہ آزاد لاہور یکم ستمبر ۵۸) درج بالاتاریخی حتائق و شواید کا خلاصہ یہ ہے کہ

ا۔..... مجلس احرار اسلام نے وہم، میں انتخابی سیاست سے دستبر داری اور تبلیغی سر گرمیوں خصوصاً مسئلہ ختم نبوت کے تفظ کے لئے احرار کے شعبہ تبلیغ کو مضبوط اور فعال کرنے کا فیصلہ کیا مجاس احرار کو ختم کرنے کا

اعلان نهیں ہوا۔

۲- ...... ابریل ۵۰۰ میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس مرکزی دفتر لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا محمد علی جالند هری بحثیت ناظم اعلی مجلس احرارِ اسلام بنجاب شریک ہوئے۔ اجلاس میں جماعت کی تنظیم اور تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔

الله احرار اسلام براه راست سیاسیات میں وخیل نہیں اور نہ ہی وہ الیکش میں حصد لینا پسند کرتی ہے۔ لیکن سلم کیگ نے مرزائیوں کو تکٹ ویتے ہیں اب مجلس احرارِ اسلام ان کا مقابلہ کرنا ابنا دینی فرض سمجتی ہے۔ (حیات امیر شریعت، جانباز مرزاصفحہ ۳۲۳)

ہم۔ ۔۔۔۔۔ ۵۰ مک انتخاب میں تمام قادیا فی لیگی امیدواروں کو مجلس احرارِ اسلام کی مهم کے نتیجہ میں ہی عبر تناک شکست ہوئی۔ عبر تناز کر ایک عبر ایک کو خراج میں پیش کیا اور محاسبہ مرزائیت کی مهم کو تیز تر کرنے کی دایت فرائی۔ کی ہدایت فرائی۔

۵- ...... جولائی ۵۰٫ میں مجلس عاملہ کا دوسرااجلاس ملتان میں حضرت امیر شریعت بھی اقاست گاہ پر منعقد ہوا اور تین ارکان پر مشتمل دستور تحمیثی تشکیل دی گئی-

۱- مولانا غلام غوث سراروی

۲- ماسٹر تاج الدین ا نصاری

سوسیدا بومعاویه ا بوذر ناری

۲- ..... ۲۵ نومبر ۵۱ م کو او کاره میں مجلس حالمہ کا تیسرا اجلاس ہوا جس میں مولانا محمد علی جالند هری نے اپنا مرتبہ وستور مجلس احرار اسلام منظور کرایا-جبکہ جماعت کو انتشار سے بجانے کےلئے سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے اپنامر تبر مسودہ دستور مولانا کی خالفت کی جہ سے رصاً کارانہ طور پرواپس لے لیا۔

ے۔ ۔۔۔۔۔،۵۳ میں کراچی میں تمام مکا تب فکر کے علماء کا اجلاس مجلس احرار نے بلایا اور آل پارٹیز مجلس عمل تعفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی۔مولانا محمد علی جالندھری مجلس احرار ِاسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اجلاس

میں شرکی ہوئے اور اسی حیثیت میں دستخط کئے۔

۸۔ ..... مولانا محمد علی جالند حری مجلس تحفظِ ختم نبوت کے قیام ۱۹۵۴ء تک مجلس احرار اسلام سے ہی وا بستہ رے۔

۱۰----- مارچ ۵۳، میں تر یک تعظیم ختم نبوت کے سبب مجلس احرار خلاف قانون قرار دیے دی گئی-۱۱----- جبٹس منیر کے تحقیقا فی تحمیش میں مجلس احرار نے بھی اپنا بیان دیا- مُضرت امیر شریعت کا الگ بیان احرار کے مرکزی رہنماء کی حیثیت میں مدالت کے رکارڈیر آیا-

۱۲- ۱۸۰۰ اگت ۵۸ و مجلس احرار سے یا بندی اٹھانی گئی-

۱۴- ..... ۲۸ ستمبر ۵۸، کو دار العلوم کقویته الاسلام ننیش محل روڈ لاہور کے وسیع هال میں احرار ور کرز کنونشن ہوا اور ۲۵ ستمبر کی قرار داد کی عمومی تائید بھی حاصل کر لی گئی۔ شیخ صام الدین صاحب کو مجلس احرار کا کنویز منتنب کیا گیا گرایک یاہ اکیس دن بعد ۸ اکتوبر ۵۸، کو ایوب خان نے بارشل لا، نافذ کر دیا اور جماعت پسر خلاف قانون قرار دے دی گئی۔

1۵۔ ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲ جولائی ۲۲ء کوایوب فان نے سیاسی پابندیال ختم کیں توجماعت پھر بحال ہو گئی۔ ۱۶۔ ۔۔۔۔۔ ۲۳ جولائی ۲۲ء کو ملتان میں مجلس عالمہ کا اجلاس شیخ صام الدین کنوینر مجلس احرار کی صدارت میں

۱۶۔ ..... ۳۳ جولائی ۹۳ کو ملتان میں جلس حاملہ کا اجلاس سیح حسام الدین کنویسر جلس احرار کی صدارت میں مجلس تعفظ ختم نبوت کے دفتر میں ہوا اور تنظیم نو کا اعلان کیا گیا۔

ب من مقطر سم میوت سے دسمرین موااور سیم مو 6 اطلان کیا گیا۔ ۱۷۔ ..... ۱۳۰ گست ۲۲ مکولا ہور مرکزی دفیر میں مجلس مشاورت کے ذریعے سے دستور کی منظوری تک مارضی

ع: ۱۳ مسال ۱۴ مورو کو سوری مات در کن محمیثی تشکیل دی گئی- جس میں سید ابومعاویہ ابوذر فاری اور طور پر نظم جماعت جلانے کے لئے سات رکن محمیثی تشکیل دی گئی- جس میں سید ابومعاویہ ابوذر فاری اور

مولانا تاج محمود بھی شامل تھے۔

10- ---- 1941ء سے 1941ء تک جماعت دو مرتبہ ظاف قانون ہوئی۔ اس پابندی کی مجموعی مدت تقریباً وس سال بنتی ہے۔ ظاہر ہے ان دس برسوں میں احرار جیسی فعال جماعت کے رہنما اور کارکن ظاموش کیسے رہ سکتے ہے۔ جنانچہ 1978ء کے فیصلہ کے مطابق شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے نام سے کام کیا گیا۔ 1967ء میں اس شعبہ کو ارشل لائی مجبور یوں کی بناہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کا نام دے دیا گیا۔ اور اس عنوان سے احرار کارکن جدوجمد میں مصروف رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے باقاعدہ قیام کے بعد بھی احرار کا شعبہ تبلیغ ہی تھی۔ صرف نظام اور دفاتر طیحدہ کئے تھے۔

-19 - ..... ۱۲ میں مجلس احرار اسلام کی قیادت جا نشین امیر شمریعت حضرت مولانا سید ابومعاویه ابوذر بخاری مدخله کوسونیی گئی تو پھر مجلس تمفظ حتم نبوت احرار سے مستقل طور پر حلیحدہ ہو گئی۔

مندرجہ بالاتارینی حقائق کی روشنی میں فاصل مضمون نگار کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ تاریخ منے نہ کریں اور ریکارڈ درست رکھیں۔ ور نہ حقائق منظرِ عام پر آنے سے گڑے مردے اکھڑیں گے۔ جس کی ذمہ داری بہر عال انہیں پر ہوگی۔

مجلس احرار اسلام نے اپنے شاندار ماضی کی روایات کو بر قرار دکھا ہے۔ اور ۱۹۷۳ء کی تریک تعفظ ختم نبوت سے قبکر ۱۹۸۳ء کے امتناع قادیا سے آرڈ پنینس کے اجراء تک اسلا کردار کی جماعت سے کی معی حیثیت میں کم نہیں۔ جان کی شہادت بھی دی ہے اوروقت وال کا ایشار معی کیا ہے۔

اور پھریہ شرف بھی اللہ تعالی نے سب سے پہلے مجلس احرارِ اسلام ہی کو بنٹا کہ ۱۹۷۳ء میں فرزندانِ اسیر ضریعت نے ربوہ میں مجد کے لئے زمین خریدی اور فروری ۱۹۷۸ء کو حضرت مولانا سیدا بومعاویہ ابوزیخاری مدظلہ نے ربوہ میں مسلمانوں کی پہلی جامع مجد، "مجد احرار" کا سنگ بنیاد رکھ کر حضرت امیر شریعت کی آرزو کو پوراکر دیا اور ان کی روح کو تسکین بہنیائی۔

عقیدہ ختم نبوت کا تعفظ کی ایک ادارے کا نہیں بلکہ سب سلمانوں کا مشتر کہ فریعنہ ہے۔ اس جاد میں سب سلمانوں اور دینی جماعتوں نے جب توفیق حصہ لیا۔ گر مجلس احرار اسلام کا کردار محض اللہ کے فعشل و کرم سے قائد اندرہا۔ اللہ تعالی سب کی ممنت قبول و منظور فریائے اور امت کو اتحاد و اتفاق کی تعمت سے مسر فراز کرے (آئین) میں اس مضنون کو حضرت امیر ضریعت کی تقریر کے اس اقتباس پر ختم کرتا ہوں جوان تمام تاریخی تمریفات اور مغالط آرائیوں پر بربان قاطع ہے،

"خواہ ساری دنیاء مجھے چھوڑ جائے، میں مجلس احرارِ اسلام کا علم بلند رکھوں گا۔ حتی کہ جب میں مر جاؤں تومیری قسر پر بھی یہ سرخ بھریرالہراتار ہے گا۔

به این میدارت، حضرت مولانا عبید الله انور دحمه النه، جلسه بیاد حضرت امیر شریعت، ۳۰ اگت (خطبه صدارت، حضرت مولانا عبید الله انور دحمه النه، جلسه بیاد حضرت امیر شریعت، ۳۰ اگت ۱۹۷۲ ولامور)

# تحجلا گیا ماحول کا مهتاب بهاران

رشيد كالل

سينے ميں دھوال بن گيا سرمايہ افكار اور روح ہوئی صدمہ جاتھاہ سے انگار اس رنج په دل تفته نهيں چند که دوجار اجڑا ہے کچھ اس رنگ سے تبدیب کا دربار ويران سوا علم و فسينت كا حيمن زار بان بمِم گیا اک مهر درخشنده و صو بار ميدان وغا ميں كوئى چلتى سوئى تلوار توڑا ہے تدبر نے بڑے کنر کایندار اک جوشِ تما اک ولولهٔ تازه و بیدار گرجا ہے کبمی حق کی حمایت میں سردار اب بستہ گر آج ہے وہ نطق فول کار اک عر زنگی سے دبا برسر پیکار! تھے بادہ عرفال سے دل وجال ترے مرشار ويوار كهين تني 🕇 كوئي ساية ويوار کہتی تعی تری چشم مروت کرم آثار بإكيزه خيالات نتص آئينهُ كردار احباب ثنا خوال ترے دشمن تھے پرستار آسال تمی ترے عزم کو ہر منزل وشوار تما عاجز و مجبور کا تو ہمدم و غم خوار یه بات سمحت بین کهان خوار و زبون کار مد حیف کہ ہے تیز بت وقت کی رفتار ٢ ـ بين نظر روت مونے كوم و بازار

ناگاہ یہ کس نے خبر مرگ سناتی ب ماختہ ایموں سے کیلنے گھے آئو گریاں ہے تیری مرگ یہ اک عالم اسلام مموس ہوا جھن گئی ہم سے برطی دولت کجلا گیا باحول کا متاب بهاران بان لٹ گیا گھوارہ تقریر و خطابت تقریر تمی تیری که حریفان وفا پر ممری نہ تربے باسے باطل کی حقیقت کقریر تمی تیری که ممبان وطن کو چپیرا کبی توحیہ کا نغمہ سر منبر برمائی کبی آگ کبی پیول بکمیرے اک عرصہ اٹھائے ہیں دل و جال یہ مصائب رقصال تھی ہو میں ترسے ایمال کی حرارت تو ایسے مقامول سے بھی گزرا سے جنہوں میں مینے میں منود تھی تیرے شم مبت آئينهُ كردار تھے پاكيزہ ُ خيالات سب تیرے یہ عادات و خصائل کا اثر تعا اس بات کی شاہد تیری خدہ جبینی بہلو میں وحراکتا تما ترے درو بعرا دل انسان کو انسان سمجنا ہے بھی بات دم لینے نہیں دیتی گر گردش دوران ائمتی ہیں یہ بھیگی ہوئی ہیکھیں کسی عانب

افسردہ ترے غم میں ہیں ہام و در و دیوار
فطرت نے تراخا تعا فقط ایک ہی شکار
مفوظ نہیں دام اجل سے کوئی جاندار
اس رہ سے گزرنا ہے ہر اک شخص کو اگبار
مموس یہ ہوتا ہے کہ ہے زندہ و بیدار
ہوتا نہیں الفاظ میں جذبات کا اظہار
اور سایہ گئی تجمہ یہ رہے رحمت جفار

ہر گوشہ کونیں پر سکتہ سا ہے طاری تاریخ میں ایسا نہ خلیب اور المصے گا اس بغتہ حقیقت سے گر کس کو مغر ہے اوئی ہو کہ بیسبر دل دکھتا ہے لیکن تری رصلت کی خبر پر کچھے آٹھوں میں خال ہے کچھے آٹھوں میں خال ہے کچھے آٹھوں میں تراغم آٹروں میں خاص ہے گوشہ فرودی میں تاحشر المحمد المحددی میں تاحشر المحمد المحددی میں تاحشر تا خم



### یکتانے روز گار بخاری بھی چل ہے

ونیا ہے سوگوار بغاری بھی جل بے
کتائے رورگار بغاری بھی جل بے
ملت کے جال نثار بغاری بھی چل بے
رنگ گل و بہار بغاری بھی چل بے
گریاں تھے برگ و بار بغاری بھی چل بے
آجی تری بہار بغاری بھی چل بے
وہ شیر مرغزار بغاری بھی چل بے
خندال تھے زیر دار بغاری بھی چل بے
خددات کے دازدار بغاری بھی چل بے
دردت کے شاہکار بغاری بھی چل بے
عدرت کے شاہکار بغاری بھی چل بے

ا تکمیں ہیں افکبار بخاری بمی چل ہے ونیا ہے ، وال خلیب و شعلہ نوا خلیب کتانے روز ، وال من خلیب است کے ج ، وال من وال من خلیب است کے ج ، وال وال من وال من منابل الله الله و عمل برم شاعری المجری تری وطنت والے المہونے اورنگ جس کی ذات وہ شیر م ، وال الله منابل المرابل الله و شیر م ، والله والله الله والله والله

ں ہے ۔ بالک ربانی (سیاں چنوں)

مذہب کے عُمگار بخاری بھی جل بے

### سید ممد گفیل بخاری

# سيد عطاء الله شاه بخاري اور مولانا محمد الياس د صلوي

بانی تبلینی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دبلوی رحمد الله کا شمار برصغیر کی نامور دینی جمتیول میں ہوتا ہے۔ حضرت امیر هریعت سید عطاء الله شاہ بخاری رحمد الله اور شاہ می کی بہت سی طاقاتیں ہیں۔ ال نوعیت محض اطلاع اور شاہ می کی بہت سی طاقاتیں ہیں۔ ال طاقاتوں اور مجلسول میں علم وحوال کے کیا کیاموتی بحصیرے گئے اور کتنے لوگوں نے ان سے استفادہ کر کے لیے قلوب و افسان کو صنور کیا، کاش انہیں کوئی مفوظ کرتا اور ان لعل و جواہر سے آرج ہم اپنا دامن بحر لینے۔ حضرت شاہ می رحمد الله کی تمام زندگی تبلیغ دین کے لئے سفر اور کافرو مشرک نصر انی حکوانوں بحر لینے۔ حضرت شاہ می رحمد الله کی تمام زندگی تبلیغ دین کے لئے سفر اور کافرو مشرک نصر انی حکوانوں کے خلاف جدو جمد اور اس کی پاواش میں قید و بند میں گزرگئی۔ انہیں اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ وہ اپنی یاداشتیں صفحہ توطاس پر منتقل کرتے۔شاہ می فریا یا کرتے تھے کہ میں اپنی زندگی میں جن لوگوں کی کیفیت نماز سے بہت زیادہ متاز ہوا ان میں تعین معملین مرفرست ہیں، مولانا محمد الیاس دبلوی ، مولانا العام الواس وورست ام کشمیری محمد العظیم ہوا۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مولانا ممد منظور نعما فی اور مولانا سید ابوالحس علی ندوی ایسے اکا بر کو اللہ تعالی کے قلم و قرطاس کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ اور ہر دو حضرات ان خوش نصیبیوں میں سے بیس جنبول نے ان اکا بر کو دیکھا اور ان کی مجالس میں ضریک ہو کر کسب فیض کیا۔ مولانا ابوالحس علی ندوی نے حضرت مولانا محمد الیاس کے تعلق کے ندوی نے حضرت مولانا محمد الیاس کے تعلق کے حوالے سے "دعوت کا انہماک" کے ذیر عنوان مولانا محمد منظور نعما فی کی جو روایت ابقل کی ہے ذیل میں۔ دو ایہ یہ فار میں کی جاری ہے۔ (مدیر)

### دعوت كاانهماك

یہاں چند واقعات مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" کی روایت اور حوالہ سے نقل کئے جاتے جن سے اس شدت علالت میں بھی لینے کام میں مولانا کی یکوئی اور کامل انہاک واستغراق کا اندازہ ہوگا(۱)
"ابریل کے آخری ہفتہ میں مولانا سید عظاء اللہ شاہ بخاری زیارت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف اللہ کے۔ اس سے دو دن پہلے حضرت پر نہایت سخت دورہ پڑ چکا تھا۔ جس کی وجہ سے صعف ہوگیا تھا کہ دو جارسٹ بھی بات کرنے کی سکت نہ تھی۔ شاہ جی کی خبر س کر اس ناچیز کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا مجمعے ان سے باتیں ضروری کرنی بیں لیکن صورت یہ ہوگی کہ تم لینے کان میرے منہ کے قریب کر دینا اور میں جو کھوں وہ ان سے باتیں ضروری کرنی بیں لیکن صورت یہ ہوگی کہ تم لینے کان میرے منہ کے قریب کر دینا اور میں جو کھوں وہ ان سے کھے جانا۔ چنانچ جب شاہ جی اندر بلائے گئے تو بات ضروع تو مجمد ہی سے فرمائی کیکن دو تین ہی

مث کے بعد اتنی قوت آگئی کہ خود خاطب ہو گئے اور تقریباً آدھ صنشہ مسلسل تقریر فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا:

"نناہ جی! میں نے ضروع میں مدرسہ پڑھایا (یعی مدرسہ میں درس دیا) تو طلبہ کا ہجوم ہوا اور انچھ اچھے ماحب استعداد طلبہ کشرت سے آنے گئے، میں نے سوپا کہ ان کے ساتھ میری ممنت کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ جولوگ عالم مولوی بننے ہی کے لئے مدرسہ میں آتے ہیں، مجھ سے پڑھنے کے بعد بھی وہ عالم مولوی بی بن جائیں گے، اور پھر ان کے مشاخل وہی ہول ۔۔۔ جو آج کل پڑھنے کے بعد بھی وہ عالم مولوی بی بن جائیں گے، اور پھر ان کے مشاخل وہی ہول ۔۔۔ جو آج کل اسکول کولئے میں نوکوی کرے گا، کوئی یونیورسٹی کا امتحان دیکر اسکول کولئے میں نوکوی کرے گا، کوئی مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھاتا ہی رہے گا اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہو گا۔۔ یہ سوچ کر مدرسہ میں پڑھانے سے میرا دل ہٹ گیا۔

اس کے بعد ایک وقت آیا جب کہ سیرے حضرت نے مجھ کو اجازت دیدی تھی تو میں کے طابین کو ذکر کی تلقین شروع کی اور ادھر سیری توجہ زیادہ ہوئی۔ اللہ کا کرنا، آنے والوں پر اتنی جلدی کیفیات اور احوال کا ورود ضروع ہوا اور اتنی تیزی کے ساتھ حالات میں ترقی ہوئی کہ خود مجھے حیرت ہوئی اور میں سوچنے گا کہ یہ کیا ہورہا ہے ادر اس کام میں گئے رہنے کا نتیجہ کیا گئے گا، زیادہ مجھے حیرت ہوئی کہ مجھے اور اس کا کی شہرت سے زیادہ وہ یہی کہ مجھوات احوال اور ذاکر شاخل لوگ پیدا ہوجا ئیں۔ پیر لوگوں میں انکی شہرت ہوجائے تو کوئی مقدمہ جیننے کی دعا کے لئے آئے، کوئی اولاد کے لئے تعویذ کی درخواست کرے، ہوجائے تو کوئی مقدمہ جیننے کی دعا کے لئے آئے، کوئی اولاد کے لئے تعویذ کی درخواست کرے، کوئی آواد سے زیادہ ان کے ذریعہ بھی انگی شہرت کا طابین میں ذکر و تلقین کا سلمہ چلے یہ سوچ کر ادھر سے بھی میری قوجہ ہے گی اور میں نے یہ طے طابین میں ذکر و تلقین کا سلمہ چلے یہ سوچ کر ادھر سے بھی میری قوجہ ہے گدات کو اور کیا اس کے جو تو تیں بھی میں ان کا صبح معرف یہ ہے کہ ان کو اور جائے جو نہ ہی میں اور وہ کام ہے اللہ کی با تول کو ذورغ دینے کے لئے جان کو جو تین مہم میں حضور شائی ہی ہی ہیں ہیں۔ اور یہی ہم سب سے کھے ہیں۔ یہ کام اگر ہوئی تو اس سے حکے ہیں۔ یہ کام اگر ہوئی تو اس کے جو میں ہی ہو جائیں۔ بھی میر سلمان مجمم مدرسہ اور عائقاہ ہوجائے اور حضور شائی تھی کی لائی ہوئی نعمت اس عموی انداز سے بلکہ ہر سلمان مجمم مدرسہ اور عائقاہ ہوجائے اور حضور شائی تھی کی لائی ہوئی نعمت اس عموی انداز سے بلکہ ہر سلمان مجمم مدرسہ اور عائقاہ ہوجائے اور حضور شائی تھی کی لائی ہوئی نعمت اس عموی انداز سے بلکہ ہر سلمان مجمم مدرسہ اور عائقاہ ہوجائے اور حضور شائی تھی کی لوئی ہوئی نعمت اس عموی انداز سے بلکہ ہو ہوئی ہو ہوئی دوراں کے خایان خان شائی دوران کے اور حضور شائی تھی کی لوئی ہوئی نعمت اس عموی انداز سے بلکہ ہو ہوئی دوراں کے خایان شائی دوران کے دورا

⁽۱) (حضرت مولانا مممد الیاس دہلوی اور ان کی دعوت، از مولانا سید ا بوالسن علی ندوی صفحات ۱۷۰، ۱۷۱، ۴۹۵، ۲۹۷ – ۲۰۹۷)

⁽۲) بموله، رساله الفرقان ماه رجب و شعبان ۳۲۳۱هه

### سید تغین بناری احرار تبلیغ کا نفرنس کادیان اور روزنامه زمیندار کی ریکارڈ فروخت ادر خواجه عبدالرحیم عاجز کی نظم

اکتو بر ۱۹۳۳ء میں قاویان میں سہ روزہ احمار تبلیغ کا نفرنس سنعقد ہوئی تو قاویا نیت کے ایوا نول میں از لزنہ آگیا۔ آنہما فی موسیو مرزا بشیر الدین اور مسٹر ظفر الغمر آنہما فی وائسر النہ کے ہور پور کوشش کی اور کسی کورنش بجالائے۔ ان دو نول نے منتیں سماجتیں کر کے کا نفرنس پر پابندی لگوانے کی بعر پور کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ انگریز حکومت نے قادیان میں مجوزہ جلسے گاہ میں دفعہ ۱۳۳۷ کے تحت اجتماع منعقد کرنے پر پابندی عائد کردی۔ احمار رہنماؤں نے حدود قادیان سے باہر جلسے گاہ تبویز کر بی اور ایک مقای سکھ کی اس پیشکش کو قبول کرلیا کہ اس کی زمین پر کا نفرنس می پیشکش کو قبول کرلیا کہ اس کی زمین پر کا نفرنس کا پینڈال بنائیں۔ چنانچ اسی جگہ کا نفرنس سنعقد ہوئی اور ہمدوستان بھرسے لاکھوں سلمان حوق در جوق کا نفرنس میں شریک ہوئے۔

کا نفرنس میں جن اہم رہنماؤں نے شرکت فرائی ان میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا ظفر علی خان اور مولانا ابدالوفا خاجہان پوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جناب چود حری ندیر احمد صاحب (ساکن ساہیوال) کی روایت کے مطابق وہ کا نفرنس میں شریک تھے۔ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ خاہ مائری کی تقریر عروق پر تھی۔ خاہ جی تقریر کے لئے مائیک پر تشریف لائے تو عجیب سمال تما۔ لاکھول سلما نوں کے اجتماع میں نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر اور نامی میں نورہ ہائے تکبیر اللہ اکبر اور نامی فی برق اور بیا تعابی کی اختماع میں نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر اور نامی فی میں نورہ ہائے تکبیر اللہ اکبر اور نامی کو خاس سال تمام ہوگئی اور ہوکا عالم تما۔ لاکھول انسان گوش ہر آوار نین میں خاہ جی کے وائیں اور بائیں ان کے قد کے برا ہر روزنامہ زیندار، لاہور کے پرچوں کے دھیر گئے ہوئے تھے۔ خاہ جی نے اعلان کیا اور بائیں ان کے قد کے برا ہر روزنامہ زیندار، لاہور کے پرچوں کے دھیر گئے ہوئے تھے۔ خاہ جی نے اعلان کیا کہ فروخت ہوگئے۔ زیندار نے کا نفرنس کے خوا لیے سے خصوصی تمبر خانع کیا تما۔ لیکن حیران کن بات یہ تھی فروخت ہوگئے۔ زیندار نے کا نفرنس کے حوالے سے خصوصی تمبر خانع کیا تما۔ لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ اس زیا نہیں فی ہرچ تین روپ میں خاہ جی کے حکم ہر فوراً گیل گیا۔ یہ ایک ریکارڈ سیل تھی۔

شاہ جی کی معرکتہ الارا تحریر کے بعد کا نفرنس کے منتظمین اور نشرکاء کا شکریہ اوا کیا گیا تو پنڈال کے کناروں پر کھڑے ہوئے سکھ سامعین نے شکوہ کیا کہ آپ لوگون نے سب کا شکریہ اوا کیا لیکن ہمارا شکریہ اواء نہیں کیا جبکہ کا نفرنس کے لئے زمین بھی ہم نے فراہم کی۔ اس پر احرار کے معروف پنجابی شاعر عبدالرحیم عاجزما ٹیک پر تشریف لائے اور سکھ سامعین، کا شکریہ اواء کرنے کے بعد فی البد بہہ چند اشعار بھی ان کی نذر کر

سکھ سامعین خوشی سے اچل پڑے اور "ست سری آکال" کے نعرے لگاتے رہے۔ احرار تبلیخ کا نفر نس کا اس شان و شوکت کے ساتھ انعقاد محض اللہ کا کرم تھا جو حضرت امیر شریعت اور دیگر احرار رہنماؤں کے اطلاص کے نتیجہ میں حاصل ہوا۔ اگر ایک کافر (قادیا تی) تبلیخ اسلام کے راستے میں حائل ہوا۔ تواللہ تعالی نے دوسرے کافر (سکھوں) کو سلمانوں کا مدد کار بنادیا۔



### کون ٹوکے گا ترہے بعد جہاں بانوں کو

بانبازمردا

آج ہم دولت آخراد گنوا بیٹے ہیں دل کے بازار سے الفت کا خریدار گیا جس کنارے پہ تھے ہم وہ جی کنارہ ڈوبا بیٹے وہ بی کنارہ ڈوبا بیٹے کا گر تجد کو کمال ڈھونڈے گا شاخ امید سے بیاں ٹوٹ کے جانے والے لبنی حرکت پہ تھنا دیکھنا شاکی ہو گی کون ٹوک کا ترے بعد جہاں بانوں کو اینے جانباز یہ ہر آنکہ کا تل روئے گا این وائے گا

آج ہم واقعنِ اسرار گنوا بیٹے ہیں اس وہ ختم نبوت کا گیدار گیا روشی المد ہوئی اپنا ستارہ ڈویا کارواں روئے گا منزل کا نشان ڈھوندے گا چاہنے والوں سے یوں روٹھ کے جانے والے زندگی تیری ترب بعد بھی باقی ہو گ کون قرآن سنائے گا سلمانوں کو! آئھ روئے گا دل روئے گا دل روئے گا

# انگریز پهلی مرتبه پکڑا گیا

غالباً ۱۹۵۸ء کا ذکر ہے۔ ان ونوں حضرت شاہ جی بیمارتھے۔ ڈاکٹروں نے ایکسرے کرانے کا مشورہ دیا۔ میں انہیں نے کرسول ہسپتال پہنچا۔ ڈاکٹروں کوشاہ جی کی آمد کاعلم ہوا تووہ پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہوگئے۔ اتنے میں ایک ڈاکٹر نے شاہ جی کو ایکسرے روم چلنے کے لیے کہا اور وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان د نوں موسم مسرد تعالور شاہ جی نے سبزرنگ کا کوٹ بہنا ہوا تعا- جونہی آپ ایکسرے مشین کے سامنے آئے تو ڈاکٹر نے کوٹ اتارنے کے لئے کھا۔ شاہ جی نے کوٹ اتارا تو ڈاکٹرید دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک خوبصورت بتمر بھی ڈوری سے باندھ کرشاہ جی نے گلے میں اٹھار کھا ہے۔ دراصل یہ عقیق کا ایک جموثا سا گڑا، تھا جودں کی شکل میں بنا ہوا تھا- کسی ارادت مند نے انہیں بدیہ کیا تھا کہ آپ اس "عقیق ول" کو ڈوری سے ہاندھ کردل کے محاذ پر لٹھائیں۔ چنانچہ شاہ جی نے اسے ہمی اتار دیاا کیٹ ڈاکٹر نے کہا کہ شاہ جی اب اور تو کوئی پتھر آپ گے پاس نہیں ؟ توشاہ جی نے بے اختیار ارتجالاً کہا ہاں! ایک ننیا سا دل ہے۔ کھو تووہ مبی ثمال کر سامنے رکھدوں۔ اس مشمر مگر برمحل اور برجستہ جلے نے ماحول کو زعفران زار بنا دیا۔ اور سب حاضرین کے چریے محکملا اشمے۔ ایکسرے تواتار لیا گر ڈاکٹرول کا جی یہ جاہ رہا تھا کہ وہ شاہ جی سے باتیں کریں اور ان کی شَگَفتهِ گفتگو سے حفظ اٹھائیں- نہر سویز کا مسئلہ تب زبان ردعام تھااور ہر مجلس میں موضوعِ سنن- ناصر مرحوم نے انگریز کو ناکوں چنے چبوا دیسے تھے۔ چنانچہ یہی مسئلہ موصوعِ مجلس بن گیا۔ منتلف احباب اپنی اپنی موچ اور بصیرت کے مطابق اس پر اظہار خیال اور تعربه کر رہے تھے۔ اور شاہ جی ہمہ تن گوش۔ اس دوران ایک ڈاکشر نے سلمہ کلام توڑتے ہوئے کہا۔ شاہ جی واقعی انگریز نے سویز کے مسئد میں زیاد تی سی ہے۔ شاہ جی نے برجستہ فرمایا- میاں ریادتی توانگریز ممیشہ سے کرتا جلا آیا ہے- آپ یوں کھیئے کہ پکڑا پہلی مرتبہ گیا ہے- اس ایک جملے میں انہوں نے انگریز کے طلاف اپنی معر پور نفرت کا اظہار کر دیا۔ اور ایس کے مظالم اور زیاد تیوں کے بارے میں شک وشبہ کے تمام، امکانات ختم کر ڈالے۔ اس پر گفتگو ختم ہو گئی اور ہم شاہ جی کو لے کر گھر لوث آیا۔

# ہو جسکی فقیری میں بوئے اسد اللَّھی

سیرت نگاری کوئی معمولی موضوع نہیں ہے۔ بلکد ایک عظیم موضوع ہے۔ جس کے ذیل میں بے شمار عنوانات ہوتے ہیں اور ان میں محی و بیشی شنعیت کے اعتبار سے ہوتی رہتی ہے جوشنعیت جتنی اہم اور این بین محی و بیشی شنعیت کے اعتبار سے ہوتی رہتی ہے جوشنعیت جتنی اہم اور این بین کی موانح اور سیرت کے لئے جال ایک مکتبار کی موانح اور سیرت کے لئے جال ایک مکتبار کو کا مثار کہ اور کا مثاری دوارس میں معمار کی فکاری کے نمونوں کا اظہار میں ضروری ہوتا ہے۔ اور اس کام کو وہی لوگ امچی طرح انجام دور اس تعداد کو کام کیا ہو۔ یسی وجہ امجی طرح انجام دے میں جن کواس معار کی معاصرت کا صرف عاصل ہواور ساتھ رہ کرکام کیا ہو۔ یسی وجہ ہے حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جتنے عمدہ اور احمن طریقہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیان فرائی ہے دو مرابیان نہیں کر مکتا۔

بد قسمتی سے جن ایام میں شاہ جی کا گرز ہمارے دیار سے ہوا کرتا تھا اور ہمارے علاقہ میں ان کی مسور کن تھاریر ہوا کرتی تعیں ان ایام میں مجھے شنصیتوں کے دیکھنے اور سمجھنے کا ہوش ہی نہیں تھا جہ جا گیہ شاہ جی کی معاصرت اور ان کے ساتھ کام کرنے کا ضرف ؟

یہ میں نے سنا اور پڑھا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں ان جیسا خطیب اور مقرر نہ پھلے سو سالول میں 
پیدا ہوا اور نہ آج کوئی نظر آتا ہے۔ بلکہ میں تو یہ عرض کرتا ہوں کہ پورے ایشیامیں فی زمانہ وہ اپنا مثیل اور
عدیل نہیں رکھتے تھے۔ ہزاروں نہیں لاکھول کا اجتماع ہوتا تھا۔ نہ آکہ کمبر الصوت کا انتظام ہوتا تھا کیلی عشاء
کی نماز کے بعد صبح کی اذان تک شاہ جی کی آواز کے طلاق سانس کی آواز بھی نہ سنائی دیتے تھی۔ اس سکویت کے
عالم میں آہستہ اور طاموش بچکیوں اور سکیوں کی آواز سنائی پڑجاتی تھی۔ ایک بھیر ہوتی تھی جو ملکھی جمائے
مبدوت اور ساکت بیشی ہوتی تھی۔ گویا کہ انسان نہیں تصویریں ہیں۔

ایک مرتبر کا ذکر ہے کہ دلی میں بہلی تقریر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی ہوئی۔ موصوف نے ایک ہیج تک مزتر کرنا کوئی بنسی تحلیل نہیں تعاوہ ہے تک تقریر فرنا گی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریر ہی عالمانہ حضرت نا نوتوی کی تقریر کا پورا پورا چرا محمد دیو بند میں تقریر کے میدان میں منفر دہیں اور بھر تقریر ہی عالمانہ حضرت نا نوتوی کی تقریر کا پورا پورا چرا تھا۔ آج موصوف کی دو لشانیاں (فتح المنم اور تفسیر قرآن بر ترجمہ قرآن از حضرت شیخ الهند) دو علمی شانکار ہیں۔ کہ جن کی ضرورت مرور ایام کے باوجود منوز باقی ہے۔

ایک بعے کے قریب حضرت شاہ جی کھڑے ہوئے، تقریر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ معذرت پیش کرنے کےلئے اور صبح کی اذان کر دی- اب اندازہ لگائیے کہ جاڑوں کی راتیں پورے چھے گھنٹر میں معذرت ختم ہوئی-معذرت جب آئی طویل ہوتی تھی تو تقریر کتنی دراز ہوتی ہوگی؟ ستاہ جی کی زندگی اور موت دو نوں شاہی تسیں بلکہ بادشاہوں کو نہ وہ زندگی حاصل اور نہ موت۔ شاہ جی کی زندگی اور موت اقبال مرحوم کے اس شعبہ کے مصداق تھی دلدگی اور موت اقبال مرحوم کے اس شعبہ کے مصداق تھی

وارا و سکندر ہے وہ مرد نقیر اولئ مو جس کی نقیری میں بوئے اسداللیٰ اورواقعی آپ کی زندگی میں عمیب استفنا تھا اور آپ اس مدیث کے مغوم کے عین مطابق تھے۔ نعم الموجل الفقیہہ ان اجتح البہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ (اوکھا قال) ترجمہ۔ بہترین آدمی نقیہ ہوتا ہے آگراس کے پاس عاجت لے کرجائیں تو نفی پہنچائے اور اگراس سے کبارہ کری تو وہ بچی ہے برواہ ہے۔

حضرت شاہ جی میں یہی بات تھی۔ ایک نیلوق دوڑی بعر قی تھی گر ہر ایک کو دینی، دنیوی، حب ظرف فائدہ پہنچتارہتا تھا۔ کیکن حضرت شاہ جی ہمیشہ مستغنی رہے۔۔ اور انکے وصال نے اس چیز کو یقین کے درجہ تک پہنچادیا تھا۔

انتقال کی خبر ہوا کی طرح پورے عالم اسلام میں بھیل گئی تھی۔ اور پورے پاکستان سے آدمی جوق در جوق بہج رہے تھے۔ راویوں اور اخبارات کا کھنا ہے کہ جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد آدمی شمریک تھے۔ یہ ضوصیت یا کستان میں کمی کے جنازہ کوحاصل نہوئی۔

خدار ممت كنداين عاشقان ياك طينت را

جب حضرت مولانا عطاء الند شاہ بخاری قائد اجرار کا انتقال ہوا تو مجنس احزار کے رہنماؤں نے مرحوم کے سوگ اور یادییں باغ بیرون موجی دروازہ میں جلسہ عام سنعقد کیا۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم اس جلسہ میں ائسریک نہ ہوسکے کیونکہ وہ ان د نوں حکومت و تت کے ساتھ کسی سیاسی چیقلش کے نتیجہ میں پس دیوار رندان تھے۔ جلسہ شروع ہوا، سٹنج پر مجلس احرار کے شعلہ بیاں مقرر باری باری نمودار ہوئے سب نے مولانا عظاء اللہ اشاہ بخاری کی دینی اور ملی خدمات پر ان کو خراج محسین ادا کیا۔ بعض حضرات نے بعض تجاویز پیش کیی مثلاً مولانا صاحب کی یاد گار کے طور پر ان کا مقبرہ تعمیر کیا جائے ، ان کی یاد میں شفاخا نہ قائم کیا جائے ، ایک بہت 'بڑا کتب خانہ فانم کیا جائے جس میں مولانا کی زندگی اور تعلیمات کے بارے میں لٹریمر جمع کیا جانے وغیر ہ وغیرہ- بالاخرستیج سیکرٹری نے استاد دامن کو دعوت دی وہ سٹیج پر تشریف لائے اور یک برمحل نظم بیش کی جن کاایک شعریه تما مویا سکے گڑیاں تري بايو دان کرواندے نیں يورثيال يتر (وحيد فاطمي- روز نامه مشرق لامور ۵ دسمسر ١٩٩٥ع)

# کہاں ڈھونڈیں گے ؟

کھو گیا واقعت قرآن کھاں وصوروی کے ایسا عم خوار مسلمان کھال ڈھونڈیں گے بے خطر آتشِ نرود میں جو کود پڑے بیصلے دل کے ٹگاموں سے کئے ہوں جس نے ایسا درویش مسلمان کہاں ڈھونڈیں گے جس کی لکار سے کرزاں تھے سگانِ بالحل سختم مرسل کا وہ دربان کہاں وصونڈیں گے کل ہمیں سنّتِ یوسف کی ضرورت ہو گی ہائے وہ واقعتِ زندان کھال ڈھونڈیں گے جذبہُ موت بھی ہے دار و رسن بھی لیکن جان منصور کی پیجال کہاں ڈھونڈیں گے نه ہونے والا

جا نباز مرزا

### سمه صفت موصوف

امیر شریعت سید عطاء الند شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ برکوئی مصنون کیجے تو کیا لیجھے۔ اور کیجے تو کس بہلو پر- جدھر گاہ انھتی ہے حیرت دامن پکڑلیتی ہے۔ ہر وصف اور کمال جوشاہ جی میں مبدء فیاض نے ودیعت: کیا تھا۔ گئینہ بنا ہوا تھا۔ شاہ جی ابنی ذات اور صفات کے اعتبار سے جو مجھے تھے۔ ایک حقیقت تھے ایک معنون تھے۔ محکی عنہ تھے جو مجھے ہمی بیان و تحریر میں آئے گا تجاز ہوگا۔ عنوان ہوگا، حکایت ہوگی۔ شاہ جی ان امور میں حقیقت مجمم ہوں کے معنون ٹابت و سرک موں کے۔ واقعی محکی عنہ ہوں گے۔

قوم کو ہزاروں سال اپنے اس دیدہ ور کے تھونے پر رونا پڑے گا۔ گر بخاری جیسی تمنا کب بر آئے گی۔ واحسرتا وااسفا۔ سب سے پہلی مرتبر شاہ جی کو انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسہ پر لاہور شیرا نوالہ دروازہ میں دیکھا۔ یہ جلسہ حضرت سولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیے اسیر انجمن خدام الدین کی دعوت پر بلایا گیا تھا۔ جس میں اس مقدس دور کے تمام آکا بر علماء اور اصاغر فصلاء دیو بند تشریف لائے ہوئے تھے۔ اجتماع کیا تھا چلتے پھرتے، بیٹھتے اٹھتے افوار کا اجتماع تھا۔ اس میں شاہ جی نے ایک برجستہ، پرمعنی اور درد انگیز لحبر میں سابق پنجاب کی خاتھا ہی، علمی، سیاسی، روحانی کیفیت کا اظہار کیا اور مرکہ کی تقریر فرمائی۔

جید اور جلیل القدر علماء کرام کے سامنے پورے ملک کا نقشہ تحمینچ کر رکھ دیا۔ اور ان سے رہنمائی کی استدعاکی۔

تھریرکا یہ عالم تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے باران رحمت کا نرول ہورہا ہے۔ زمین گونا اور بو قلموں پھولوں کے گلدستے پیش کر تھی ہے علمائے کرام و تفقین قوم اِس فیرو بے باک مقرر کے طرن خطابت واظہار واقعات سے بے حد متاثر تھے۔ میرے جیسے تو اس بیان جادو اثر پر مو حمیرت تھے۔ شاہ جی کی تقریر کی روشنی میں حضرات اکا ہر نے مختلف عنوانات سے قوم کورندگی بخش خطاب سے نوازا۔ اس جلسہ میں حضرت موانا شہیر احمد عثما فی رحمت اللہ علیہ نے حیات النبی صلی اللہ طلبے وسلم کے عنوان پر ایک بھیرت افروز تقریر فرمائی۔ اور دنیا کی آئیکسیں کھل گئیں کہ علماء و دیو بند اور یہ مصنامین بلند -غرض کہ شاہ جی پورے مجمع اور جائے ہو جس کے اعتبام پر ایک بدوط و منفعل تقریر فرمائی۔ جس کے اعتبام پر محلان طبیب الرحمٰن لودھیا نوی کے لوگوں سے اپیل کی کہ اگر شاہ جی کی تقریر سے یہ تاثر صبح اور بچا ہے۔ تو موت علی المباد پر ایک بسورت میں المباد پر ایک میں موت علی المباد پر ایک میں تقریر سے تو شاہ می نے فرمایا۔ میں اس موت علی المباد پر ایک ہوسے تو شاہ می نے فرمایا۔ میں اس موت علی المباد پر ایک ہوسے تو شاہ می نے فرمایا۔ میں اس موت علی المباد پر ایک تعیس تنہ فرمائیں اور اجازت نہ دیدیں۔ جنانی حضرت موث عظم دھے اللہ علیہ مورت مولانا میں اور اجازت نہ دیدیں۔ جنانی حضرت موث عظم دھے اللہ علیہ کور سے تائی حضرت موث علیہ محت اللہ علیہ کورانے۔ آگریں ضدا کی طرف سے مجان ہوں توان کو یعنی شاہ می اور دیا ہوں کو یعنی شاہ می

کو اجازت ویتا ہول کہ تہیں بیعت کریں۔ بس اس کے بعد علماء اور عوام نے شاہ جی کے وست مبارک پر بیعت کی اور اسی جلسہ میں آپ کو امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ شاہ می فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک میں باتھ دیا تو یوں مموس ہوتا تھا کہ سمبان ٹوٹ پڑا ہے۔ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور پورے جسم میں بملی دوڑ گئی۔ اس کے بید کچھے اور بی کیف تماجب کسمی حضرت شاہ جی سے بمیری ملاقات ہوتی تووہ حضرت مرشد انور شاہ ہی کا ذکر فرماتے رہتے اور آب دیدہ ہوجاتے۔ اِب دو نول پرور د گار عالم کو بیارے ہو گئے

اللهم ادخلهما في الجنته وارحمهما رحمته واسعق امين

جا نباز مردا

#### تسررتمین ملتان ہے

اے شہنشاہوں کی بستی، اونیاوں کے دیار ورے ورے یرے تیرے رحمت برورد کار ہر خزال کے دور میں قائم رہی تیری بہار تو شہیدوں کی ہے مٹی، تو امانت دار ہے آج بھر پہلو میں تیرے ہے عطاء اللہ شاہ بال که وه باغی ربا، برطانوی سرکار کا ہے یہی دارو رس نے آنایا تھا جے یہ خزانہ دفن کرتے ہیں تہاری خاک میں یہ امانت قوم کی، اور سند احرار ہے دیکھنا صائع نہ ہو جائے وطن کا بانکین قبر کی مٹی سے کہہ دو، لحد کو آواز دو

تیرے دامن میں میں اب بھی نیک بندوں کے مزار تیری اک تاریخ ہے اور تیرا اک کردار ہے جو امیر وقت تھا، ڈرنے تھے جس سے کجکلاہ وہ محافظ تھا ہوقارے احمد منتار کا آئینِ افرنگ نے باغی بنایا تھا ہے تاکہ یہ محفوظ رہ جائے زمینِ پاک میں حشر تک ہے تھ میں یہ، تواں کی چوکیدار ہے داغ کک آنے نہ پانے اور نہ ہو میلا کفن با ادب آئیں فرضتے، روک دیں حشرات کو

> پاک رہنا جاہیئے مخسر تلک تیرا صمیر مورہا ہے تیرے دامن میں شریعت کا امبر

## بے لوث مجابد

جنگ آزادی کے ولیر اور ندر سپاہی حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کی ساحرانہ تقریروں نے ہندوستان کو جنگ آزادی کے لئے تیار کیا اور ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشے تک انگریزول کے خلاف ایسی ﷺ گٹا فی کہ بالاخرانہیں ملک جھوڑ کر ہاں ہے رخصت ہونا پڑا۔ بلاشیہ ہندوستان ملیں اتنا بڑا' حادو بیان خلیب اور نه تکلنے والا جانیاز آج تک پیدا نہیں ہوا۔ اگر تاریخ انصاب کرہے گی تو آپ کی سیاسی اور قوی رند گی کو فراموش نہ ہونے دیے گی۔انہوں نے جنگ آزادی میں جو کردار ادا کیا اسے تاریخ حمیت میں بے مثال قرار دیا جائے گا۔ وہ بارہا آزادی کے جرم میں ماخوذ ہوئے۔ قید و بند کی مصیبتیں ایک تہائی عربک جھیلیں اور آل اندٹیا لیڈر کی حیثیت سے ہمیشہ انگریزوں کے معتوب رہے۔ جمعیت علمائے ہند نے سول نافر مانی میں کانگریس کا ساتھ دینے کے لئے جو قرار داد جمعیت علمائے بند کے اجلاس امروبہ میں ۱۹۲۹، میں منظور کی اس کی تا ئید و حمایت آب ہی نے کی- اورایسی معرکتہ الاراء تقریر کے ذریعہ محالف عناصر کامنہ ایسا بیپرا کہ وہ میر اس طرف کارخ نہ کرسکے۔ جمعیت علمانے ہند کا پراجلاس اس ونٹ ہوا جب گاندھی نے نمک کی تر یک شروع کی تھی- اس اجلاس میں جماعتی طور پر جمعیت علمائے ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ اجتماعی طور پر کانگریس میں شریک ہو کر ملک کی تر یک آزادی کو جوش وقوت کے ساتید کامیاب بنایا جائے۔اس کی تر یک مولانا حفظ الرطمن سیوباروی جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے ہند نے کی اور اس کی تائید میں حضرت شاہ جی نے جان کی بازی لگائی-راقم الروف کو یاد ہے کہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان کے تمام ٹوڈی حضرات جو تریک آزادی کے سنت فالف تھے امروبہ میں آکر جمع ہوگئے تھے اور ان کا عرم یہ تما کہ اصل 📆 داد کو ہر گر منظور نہ ہونے دیں گے۔ لیکن جب مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی قادر الکلامی اور رور خطابت کے ذریعہ قرار دادوں کی حمایت کی اور تین گھنٹہ تک تر یک آزادی پر بولے تواجتماع کا سارارنگ بدل گیا۔ اور مخالفوں کو خائب و خاسر ہو کر واپس جانا پڑا۔

شاہ جی نے امروبہ میں آکر خطابت کے جوہر اس وقت دکھائے جب ہر صوبہ سے آپ کی گرفتاری کے نو دس وار شعباری ہو کیے۔ راقم الروف جس فرین سے نوار ہو گئے۔ راقم الروف جس فرین سے والیس ہورہا تعاجب وہ گروالہ اسٹیشن پر آکر شہری توشاہ جی وہیں سے ہمارے ڈب میں سوار ہو گئے۔ آپ کے ساتھ نہ کوئی سامان تعااور نہ کیرٹول کا کوئی جوڑا مرف تبند اور قبیش میں ملبوس تھے۔ ایک روال با تقدیمیں تنا جے سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گئے۔ اور با تول میں معروف ہوگئے۔ آپ وہلی والیس آرہے تھے کیل جب ٹرین فازی آباد کے اسٹیشن پر شہری تواک جیکر نے آکر صرف آپ کا تکٹ جیک کیا اور جلا گیا۔ آپ نے اگر مرف آپ کا تکٹ جیک کیا اور جلا گیا۔ آپ نے نوراکھا۔ می خوب ی شناسم۔ یہ کہ رکھ شمیشن پر ہی اتر گئے۔ راقم الروف کو بڑی تحویش ہوئی

اور گاڑی جل پڑی۔ دبلی اسٹیشن پر بھی دیکھا گر کھیں نظر نہ آئے۔ آخر تین روز کے بعد بتہ جلا کہ آپ نے بعب بنی کے ایک زبردست اجتماع میں تقریر کی اور عوام کو جمعیت علماء کے فیصلہ سے آگاہ کیا۔ شاہ جمی کی گرفتاری کے لئے تقریباً ہر صوبہ سے ورانٹ جاری ہو چکے تھے۔ وہلی میں جمیعتہ علماء ہند کے دفتر میں قیام رہتا کم فوراً ہی بابی مسٹ میں دبلی سے باہر کی غیر معروف اسٹیشن کی طرف روانہ ہوجاتے اور ان کے جاتے ہی پولیس دفتر پر چیا بہ ارتی اور انسیں تلاش کرتی۔ راقم المروف کو یاد ہے کہ ایک دفعہ شاہ جی کے دوانہ ہوتے ہی پولیس کا گاڑ آیا اور اس نے سارے دفتر کو چیان مارا۔ اور چند سپاہیوں نے جست پر چڑھ کر دیکھا کہ تھیں بیماں تو چیپ کر نہیں بیٹ ہیں آپ نے پورے بک کا گشت کیا میاں تو چیپ کر نہیں بیٹ ہیں گئے خص نود می وارنٹوں کی موجود گی میں بھی آپ نے پورے بک کا گشت کیا اور ہزاروں کے اجتماعات میں مسلل پانچ پانچ گھنٹہ تک تھریری کی۔ بھار کے کی مقام پر آپ تھریر کر رہے تھے کہ پولیس کی جمعیت نے پورے اجلاس کا محاصرہ کرایا۔ آپ نے رہنا کارول سے کہا کہ تھریر خسم ہوئے۔ اور ہم دوسرے شہر میں تقریر کی اتفاق سے کی الیے ہی جمع میں پولیس ہوئے۔ اور ہم دوسرے شہر میں تقریر کی اتفاق سے کی الیے ہی جمع میں پولیس کو موقع مل گیا اور آپ پولیس کی آباد ہی۔

بالاخر تقسیم سے پہلے شاہ جی اپنے وطن اور تسر سے لاہور آئے۔ اور چند اہ بعد خان گرھ صلع منظر گرھھ میں سکو نت اعتبار کی اور وہاں سے ملتان منتقل ہوگئے۔ اور وہیں جان آقریں کے سپر دکی۔ موت سے کسی کو سفر نہیں اور وہی ہو کر رہا جس کا اندیشہ تعا۔ ہمیں اس بات کا افسوس سے کہ جن جابد شخصیتوں نے آزادی کے لئے پورے ملک کو گرایا آج ان کا کھیں تذکرہ نہیں وہ بے صفیقت لیڈر جو باہر کا روبیہ کھاتے رہے آج تاریخ آزادی کا سرعنوان ہے ہوئے ہیں اور کا نگریس کی تاریخ جو کئی صغیم جلدوں میں سے ان کے ناموں سے پر ہے۔ حضرت سید عظاء رائد شاہ بخاری نے جو کچھ کیا ابنا اسلای اور وظنی قریم سمجھ کر کیا جس کا اجر بھی خدا ہی کی جا نب سے مل سکتا ہے یہ ظاہر ہے کہ مرحوم نے جو جگہ چھوڑھی ہے وہ خالی رہے گی اور ان جیسا ہے لوث بھیا ہدا دوہ کیا ہے۔ اس کیا ہم بھی اس کیا ہم بندوستان اور پاکستان ہیں مشکل ہی سے پیدا ہو سکے گا۔



## جس کی گفتار میں تما نغمہ بیکار حیات

قرلدحيا نوى

آج اس دور میں دشوار ہے تم کو جس دور میں ہے سرکریباں یارو آج اس دور میں شکوے ہیں خدا سے تم کو میں شدت سے ہے اصاس بہاراں یارو شم بانے زانہ کا گلہ کرتے ہو کہ مائل بکرم وقت کا ہر لو ہے کو اس عمد میں عاصل ہے فقط ماتم زیت جس عبد کا ہر بانس حبیں نغمہ ہے نے دیکھا نہیں شائد وہ زیاں کار سمال تھے جس وقت تمام اہل وفا قابل وار که تقدیس حرم راه میں لٹ جاتی تمی ييم تھ جب راہ نما ستم کے منظر نهیں شائد وہ تمی پابندی تمی کو مسلنا ہی جمن بندی تعی تھی وقت کے ہونٹوں یہ جب اک مہر سکوت تبا گر شعلہ اصاس لئے باں یہی پیکر ایشار و جنوں تھا جس نے فکر و عمل کے نئے اسلوب دیئے ایام یہی شخص ہے بی کتنے ہی پرسوز کی تقریر میں تما شعلہ و شبنم کا

# وہ جس کی قوتِ کردار نے دنیا بدل ڈالی

عبدالغفور رياض (فورث سنديمن)

اجل کا تلخ پیمانہ لئے ہمر عزرائیل آیا کھا میر فریعت سے چلیں وقت رحیل آیا ہوا ہرو مجاہد باندھ کر رطت سفر رخصت ہوئی ممروم میر کاروال سے قوم بدقست دماغ و دل سوک مغلوج اس جانگاه صدم پر بسیرت ہو گئی مجروح اس ناگاہ صدمے پر جس په سر اک طالب ويدار جا پنجا ختم نبوت کا علم بردار جاپنجا لئے اعمال کے گوہر بڑمی سرکاد .جا پسنجا حقیقت میں صفور پاک کے دربار جا پسنجا وہ جس کی قوت کردار نے دنیا بدل ڈال اکیلا چھوڑ کر رخصت ہوا اس باغ کا نہ ہو گا ہمر کوئی تبمہ را یہاں بالغ نظر پیدا بڑی مثل سے ہوتا ہے جمن میں دیدہ ور پیدا شرانت اور نجابت میں وہ تھا اک گوہر کیتا خطابت اور قیادت علم و عرفال میں وہ تھا تنہا اکبر کی مثیت پر نہیں صبط فناں ممکن گر اس طال ابتر پر تری فرقت غم و اندوہ کے نشتر چبوتی ہے مثالِ زگس بے نور تبم کو آنکم روقی ہے۔ "' الی رحمتہ اللعالمیں کے نام کے صدقے تو اس کو دامن رحمت کے مانے میں جگہ دے دے

# وه زندهٔ جاویدر ہے گا

جا کشیں شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید الله انور مرحوم کی ایک یاد کار تقریر- جوانسوں نے ۱۳ اگست ۱۹۹۳ء کواخرار پارک دبلی دروازہ لاہور میں شاہ جی کی یاو میں منعقدہ ایک جلسہ میں کی-

بزرگان محترم! آج عہد حاضر کے اس مرد جلیل کی یاد میں ہم اکھے ہوئے ہیں۔ اس مرد پاکبار کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جس کی درویشی و نقیری بوئے اسدالھی سے معطر تھی۔ خوئے سلمائی و بوذری جس بر ناز کرتی تھی، طیرت شبیری جس میں کوٹ کوٹ کر بسری ہوئی تھی اور خاتم الرسلیں علیہ انصادہ والسلام کی معبت جس کا اور هیا بجھونا تھی۔

جہاں تک سیدی و مولائی حضرت اسپر ضریعت مولانا عطالفد شاہ بخاری کی یاد کا تعلق ہے مسرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب تک عنق رسول کی روح موجود ہے۔ کتاب وسنت کی عزت و پر کمٹ مرنے والے حیات ہیں، صحابہ کی عظمت کا نقش باتی ہے اور مسلما نول کی رگوں میں اسلامی هیرت و حمیت کا خون دوڑ رہا ہے۔ بخاری کبھی نہیں مرسکتا، وہ زندہ رب کے گا، زندہ جاوید رہے گا۔

وہ اگرچ نظروں سے او جمل ہوگیا ہے اس کی صورت اگرچ آنکھوں کے ساسنے نہیں لیکن اس کے رائے ہوئی کا نول میں گونج گونج کر مبت رسول شاہلیا اور حین خداوندی کے مردی کیفت سے قلب و روح کو تربانے میں معروف ہیں۔ یہ احرار پارک کی فعنا اور وہی دروازے کے درو دیوار آج میں اس کی داستان حق رسول کے ورق الٹ رہے ہیں اس کی داستان حق رسول کے درق الٹ رہے ہیں ، یہ کو توالی کے ساسنے شہدان ختم نبوت کے خون میں نمائے ہوئے درات آج میں بخاری کی بغاری کی بغاری کے بناری کہ بغاری کے مام لیوا فذاکا نام لیے کر آشین آور معم کم مصطفی کے عین مردی کا پھریرا فعنائے آسمانی میں لہرا دیں ساسنے وطن بلدگی اور اعالم عبدالرحیم کے درو دیوار چہم تصور کوے ۱۹۲ کے ہٹار کی طرت متوجہ کر دے بیں اور ماضی کی یادی بادلوں کی طرح اُد کُوٹ کو کا و دیاخ پر چار ہی ہیں۔ لاہور ہا گیورٹ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشہ "راج پال" ناخر "راگیلا رسول" کو قانون کے اصطلاحی ستم پر رہا کر دیا ہے۔ مسلما نوں میں پیجان بر پا ہے۔ ناموس و رسالت کے پہا ہے۔ یہ آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ مسلم اوگوں نے وقعہ ۱۳۵ الگا کر سلمانوں کی طبیرت کا اسمان پر آبے ہو ہا ہے۔ یہ ناموں کو ختم الرسلینی کا پاسیان اپنے نانا کی عزت پر کمٹ مرنے کا تنب کرکے میدان عمل میں آبی ہے۔ یہ بین در کھ کر بیا طلک کو لاکار رہا جب موان احمد سعید اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کھایت اللہ امشیج پر موجود ہیں۔ اعاط کے دروازہ پر بیس کے سلم دستے دور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کھایت اللہ اسمیج پر موجود ہیں۔ اعاط کے دروازہ پر بیلیس کے مسلم دستے بعرہ درے رہ بیں لیکن جذبہ شوق شہادت سے مرضان دور فد اوندی کی تعوار ہمی

حرکت میں ہے۔وہ دیکھیے اسلام کی زبان بول رہی ہے۔

"آج آپ لوگ جناب فررسل محمد عربی فرانیل کے عزت و ناموں کو بر وار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج ہنس انسان کو عزت بخطرے اللہ کا عزت خطرے میں ہے۔ اس جلیل القدر ہمتی کا ناموں معرض خطر میں ہے۔ اس جلیل القدر ہمتی کا ناموں معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ "آج سنتی کھایت اللہ گار آئیں اور فرایا ہم حہدی کہ دروازے پر اُم الموسنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور اُم الموسنین دروازے پر تمہیل گالیال دیں۔ ارے دیکھو! اُم الموسنین دروازے پر تمہیل گالیال دیں۔ ارے دیکھو! اُم الموسنین دروازے پر تو نہیں کھر میں کو خمری ہیں؟ تہ تمہاری معلوم نہیں کہ تو نہیں کھر میں اللہ علیہ صلوم نہیں کہ آئی گالیاں دیں۔ ارکو دیکھو! اُم الموسنین معلوم نہیں کہ آئی گالیاں دیں۔ ارکو دیکھو! اُم الموسنین معلوم نہیں کہ آئی گالیاں کے لئے کوئی جگہ ہے؟

اُمهات المومنين تم سے اپنے حق کامطالبہ کردہی ہیں۔ عائشہ پکارتی ہیں وہی جنہیں میرے میاں (رسول اللہ ٹٹائیٹیل) پیار سے حمیر اکہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے رسول ٹٹائیٹیل کو رحلت کے وقت سواک چبا کر دی تمی۔ ان کے ناموں پر قربان ہوجاؤ۔ سچے بیٹے مال پر قربان ہوجا یا کرتے ہیں"

کو من میں سے مار میں ہور ہوں ہوں ہوں کے خاطت علم الدین الم اور جنس ناموس کی حفاظت سے قانون قاصر تعااس کی حفاظت علم الدین کے خبر نے راجبال کی جان کیر کی۔ اگرچ اسے اپنی جان کی بازی بھی ہار نا پڑی گریہ بات دنیا یہ واضع ہو فی کہ مسلمان صفور مرور کا نبات شرائیل ہے ناموس کی حفاظت قانون سے نہیں بلکہ خون سے بھی کرتا ہے.
عقیدہ ختم نبوت کی راہ میں جب قادیا فی فرقے نے دخے پیدا کرنے ضروع کیئے اور ایک اور ترکیک نے مر اشعایا تو اس وقت حق پرستوں کی جو صفیں اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوئیں۔ خاہ جی قائد کی حیثیت سے اس میں پیش بیش ہے۔ اور آخر تک بیش بیش ہے۔ ہو تم مر مشکلات آرے آئیں، مصاب سے سامنا ہوا۔ آفات کی محفائیں السیں۔ فرنگی اقتداد نے قدم قدم پر روڑے اٹھائے۔ قید و بند سے گزر کر داردرس تک بات جا بہنی گر عفق رسول کا دامن ہاتھ سے نہ جھوٹا۔ شیر نیستان ایک طرف انگریز سامراج پر بعر پوروادر کرتا رہا تو دوسری طرف انگریز کی ذریت جو قادیا نیت کے نام سے فتوونما پاری تھی اس کا تیا پانچ بعیں مصروف رہا۔ چین نیے شاہ جی نے فرایا تیا

"ختم نبوت کی حفاظت میراجزه ایمان ہے جوشنص بھی اس ردا کو جوری کرے گا جی نہیں --- جوری کا حوصلہ بھی کرے گا میں اس کے گربان کی دھمیاں اڑا دول گا اور جواس مقدس امانت کی طرف اٹھی اٹھائے گا میں اس کا ہاتہ قطع کردول گا- میں میاں (رمول افٹد ٹائیاتیا) کے سواکسی کا نہیں۔ ندابنا نہ برایا- میں انہیں کا ہوں- وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعرف نے قسیس کھاکھا کر استہ کیا ہو۔ میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرشوں تو لعنت ہے مجمد براور لعنت ہے ان پر جوان کا نام تو لیتے ہیں کین سارقوں کی خیرہ چئی کا تماشا و کھتے ہیں"

آپ فرمایا کرتے تعے "مجھ ایک چیزے ممبت ہودوہ ہے قرآن- مجھے ایک چیزے نفرت ہے اور وہ ہے انگریز"۔

افنہ کی کتاب کی بلاغت کے صدیتے جائیے۔ خود بولتی ہے میں ممد پر اتاری گئی ہوں۔ با بولو گو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو- اس کو پڑھا کرو- سید احمد شید اور شاہ اسمعیل شبید کی طرح نہ سبی اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو- ویکھا اس نے قرآن میں ڈوب کر پڑھا تو سفر ب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پسر اس نے قرآن کے سوانج مجھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ تہارے بت کدول میں افلہ اکبر کی صدا ہے"

خود شاہ جی قرآن پڑھتے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود لطعت اندوز ہوتے بلکہ سننے والوں پر بھی سر ہوجاتا۔ یوں محموس ہونے لگتا کہ قرآن کا زول ہورہا ہے اور جذب و کمیت میں انسان ہی نہیں فعنا بھی جموم رہی ہے۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو سلمان غیر مسلم ہندو اور سکھ بھی شاہ جی کا قرآن سننے کے لئے آئے۔ اکثر ہندوؤں کو یہ گئے سنا گیا ہے کہ "شاہ جی تورشیوں کی زبان بولتے ہیں"۔ سر سٹیفور گرگرس کی آمد پر مجلس احرار اسلام کا جو جلسہ اردو پارک و بلی میں ہوا تھا اور اس جلے میں احرار رہنماؤں کے علاوہ دیگر گائدیں ملت بھی شریک تھے۔ میں نے خود اپنے کا نول سے سنا۔ پندٹت جواہر لال نہرو نے یہ الفاظ کھے تھے "اوقات کار سے فرصت کھال تھی میں تو محمن تعرفرارا وقت کال کر شاہ جی کا قرآن سانے آگا ہوں"

انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ برطا فرباتے۔ میرااس کے سوا کوئی مؤقف نہیں۔ "میراایک ہی نصب العین ہے۔ برطانوی سامراج کو کفنانا یا دختانا "مجمد شد خدا نے شاہ جی کی یہ آرزو پوری کی اور وہ انگریزی سامراج کو اپنا پشتارہ اٹھا کر جاتے ہوئے ویکھ کر گئے اور انہوں نے مرزائیت کو بھی دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھولیا۔

شاہ جی رحمتہ الند علیہ ان مردان حق کے گروہ میں سے ایک ایسے فرد تیم جن کا مقام بارگاہ فداوندی میں بست بلند تعاور زمرہ اولیاء میں وہ مقام مردبیت برفائر تیم۔ اس صدی کے جدت اعظم حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ الند سنے آپ کو امیر ضریعت کا خطاب دیا اور خود آپ کے ہاتھ ہر بیعت کی تیں۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ آپ سے بے حد ممبت رکھتے تیمے۔ حضرت مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ اور تو آپ برجی جان مولانا کل مورائی صفرت شیخ التفسیر سیدی و مولائی حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ تو آپ برجی جان موان سے فدا تھے۔ محمنش آپ کا ذکر خیر کرتے اور یوں محموس ہوتا کوئی عاشق صادق اپنے معبوب کی اداول کا ذکر جیر کر کیف و سرور کی وسعتوں میں کھو گیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے صادق اپنے معبوب کی اداول کا ذکر جیر کر کیف و سرور کی وسعتوں میں کھو گیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے صادق اپنے دمی بان فرماتے تو مسیم بربریل کے کان کترتے تو آک کے معانی بیان فرماتے تو مصامین کے انباد گا دیتے۔ جنانی اس سے ستا ٹر ہو کر حکیم الاست مولانا محمد اضرف علی تعانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا "شاہ جی کی باتیں عطاء اللہ بوتی ہیں"

محترم حضرات! ب شک، اسلام اقوام عمیر کی تقلید میں کسی کا دن سنانے کی کوئی تلقین اپنے ماننے والول کو نہیں کرتالیکن انبیاء صدیقین، شداء اور صالحین کی یاد تازہ رکھنے کا ہمہ وقتی پرو گرام اس کے یاس ضرورموجود ہے اور جس کا اعلان نماز کی ہرر کعت میں

صراط الذين انعمت عليهم

کی روح پرور دھا سے ایک سلمان ہر روز کرتا ہے۔ خداوند قدوس کا راہ بدایت کو اتعام یافتہ لوگوں کی تابعداری کے ساتھ مغضوص کروینا اس بات کا بین اور واضح شبوت ہے کہ وہ انبیاء وسلماء کے کارناسوں کو رندہ و تابندہ رکھنے کا سبق است مسلمہ کو وینا چاہتا ہے اور اس بات کو پسند فرباتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بزرگانی ملت کے تذکرے اور حرارتِ قلب و روح کا سامان میا کریں بلکہ ان کے نقش قدم پر چلنے کا عرم بالجزم ہمی اپنے اندر بیدا کریں۔ اصل میں اسلاف کی یاد منا نے کا وامان میں ایک اور اس کے نقر کے اور کی ان کی راہ پر چانا اور ان کے طریق کو زندہ رکھنا ہے۔ اس اعتبار سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاہ بی کے نظریات، افکار اور ضالات کی نشر و اشاعت کی جائے وہ مشمل راہ بنیں۔ اور نشان منزل کا کا مرد کی اور خود مرحوم کے لئے اور نشان منزل کا کا مرد کی اور خود مرحوم کے لئے اور نشان منزل کا کا مرد کی اور کی دوروں کے لئے وہ مشمل راہ بنیں۔ اور نشان منزل کا کام دیں اور خود مرحوم کے لئے اجرو قواب کا موجب ہوں

من سن سنته حسنته فلم اجرها واجر من عمل بها

یاد رکھیے جو توہیں بزرگوں کے طریق کو چھوڑ دہتی ہیں بندگان النی کے راستے سے منہ موڈ لیتی ہیں، اسلام کے نقوش قدم سے بے نیاز ہوجاتی ہیں اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو دل و دماغ سے مو کردیتی ہیں۔ وہ کبھی دیر تک زندہ نہیں رہ سکتیں اور صفی مہتی سے یوں سٹ جایا کرتی ہیں جیسے کہ ان کا نشان ہی نہ شا۔

" ہتر میں احرار دوستوں سے میری گزارش ہے کہ وہ جماعت کو زندہ رکھیں۔ ہتر اس کا ایک ماضی ہے اس کی ایک ماضی ہے اس کی ایک تاریخ ہے اور اس کے کارنا سے بیں۔ جماعت کارنا ایک تاریخ کارناموں کوموت کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ بیں نے کمیس دیکھا ہے کہ شاہ جی نے فرایا تما۔
فرایا تما۔

"خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے میں مجلس احرار کا علم بلند رکھول گا۔ حتی کہ جب میں مرجاوک توستیری قبر پر بھی یہ مرخ پھر پر الهراتار ہے گا"



### در خطابت ہے نظیرو درعبادت ہے ریا

رفت چوں میر شریعت ارفنا سوئے لقا سوبسو آمدندا، واحسرتا، واحسرتا شرف دیں احمد عطاء الله آل ابن صنیا شد غروب آل شمس ارضی قبل از شمس سماء روز دیگر شمس گردول گنت روشن برسماء لیک شمس ارض وائے کرد دنیارارہا بوالعطايا شاه شابان، سيد احرار بود درخطابت ہے نظیر و درعبادت ہے کہا سیج حاصل نیبت نادم، آه وزاری ترک کن يا مجيب غفرله، تاريخ گوويم دعا DITAI عبدالرحمن نادم جالندهري

# سمه عمرش عزيمت خويش پنداشت

بخار ي و پن ננ خدا گزار می يرحق يائداري و غم برد، با تف أنتقالش بخار ي

#### المساه

فریکی سال از عور بسیار "بگفتم "بحر رحمت فیض باری" ۱۹۶۱ء (محمد علی سنوی)

قاصى ممدرابدالمسينى

# حضرت امير شريعت كانعرة رستاخيز

حضرت مولانا قاصی محمد زابد السینی مدخلد کا نام دینی وعلی طلقوں میں کمی تعارف کا محتاج نہیں آج کل انگ شهر میں دارلار خاد کے نام سے دینی وعلی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان دنوں وہ حضرت مولانا سید حسین احمد بدنی تقدس سرہ کی شخصیت پر آیک صفیم کتاب کی ترتیب میں مصروف ہیں۔ ذیل کی تحریر اس کتاب کا حصہ ہے جو مولانا نے نقیب ختم نہوت میں اختاعت کے لئے ارسال کیا ہے۔ ہم مولانا کے نشکر یہ کے ساتھ اسے ندر قارئین کر رہے ہیں۔ (اوارہ)

جميعته العلماء ہند كا آخرى اجلاس لاہور ميں ہونا قراريا يا، اس وقت پنجاب ميں سرسكندر حيات كى وزارت تهى، احتر اس اہلاس سے چند روز سلے دارالعلوم دیو بند حضرت مد فی کی گفش بوسی کےلئے عاضر ہوا تھا، نمازظہر کے بعد خانقاہ مدنی کے بڑے تحرہ میں حضرت مہمانوں کے ساتھ تشریف فرماتھے کہ ماہر تانگہ آکر رکاجس میں مولانا حفظ الرکھن سیوماروی اتر کراندر تشریف لائے آپ لاہور جمیعت کے اسی جلسر کے انعقاد کے لئے تشریف نے گئے تھے اور پنجاب ایکسپریس ہے واپس تشریف لائے تھے، اندر 'آتے ی علیک سلیک کے بعد حضرت مدنی نے اجلاس کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے عرض کیا کہ سکندر حیات اجازت نہیں دیتا، حضرت نے فرمایا کہ "آپ پھر چوڑیاں بہن کر کیوں نہیں آئے۔" بس یہ جملہ سنتے ہی مولانا حفظ الرحمٰن سیو باروی واپس لاہور پہنچے اور مولانا عبدالقادر قصوری اور مولا نا سید مجمید داؤد غز نوی سے مشورہ کے بعد اجلاس منعقد کرنے کا اہتمام کیا، مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا سید محمد داؤد غز نوی مرحوم ناظم استقبالیہ مقرر ہوئے، چنانچے مؤرخہ 19 مارچ 1947ء کو آکا ہر تشریف لائے اور مدرسہ قاسم العلوم شیرا نوالے میں قیام فرمایا بہاں اگرچہ مولانا عبید لند سندھی بھی مقیم تھے گر جمیعتہ کی کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہوئے جمعہ کا خطبہ َ عربی اور نماز حضرت مد نی نے پڑھا کی گر نقریر نہیں ذیا ئی۔ نماز جمعہ کے بعد جلوس بڑی شان سے جلسہ گاہ پہنچا اور ابتدا کی کارروائی کے بعد نماز عشا، تک جلسہ ملتوی کر دیا گیا. جنانچہ نماز عشا، کے بعد کارروائی شمروع ہوئی تو حکومت نے بھی کاٹ دی، لیمیوں کا انتظام کیا گیا اور لاؤٹسپیکر کے لئے بیٹری گائی گئی، تلاوت کلام یاک کے بعد حضرت مدنی نے خطبہ صدرات شروع فرمایا، بندال سارا تھیا تھیج بعرا ہوا تھاسٹیج پر علماء کرام خصوصاً مولانا حفظ الرحمن اور مولانا نافع گل مرحومین سٹیج کی نگرانی فرما رہے تھے، جلسہ کی پہلی صف میں بعض شرپسند بیشچے ہوئے تھے۔ حضرت نے خطب پڑھنا شروع فرمایا، آپ نے آزادی مندوستان کے بعد ملکی نظم و نس کے بارہ میں تین خیالات پیش کے اوران پر تبھرہ وہایا، جب آپ نے تقسیم کے منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا کہ ایک گروہ کا یہ خیال ہے۔ تو اجانک بندال اور سٹیج سے مختلف نعرے شروع کر دیئے گئے جن کا مقصد اجلاس کو ناکام کرنا تھا، حضرت نے خطاب بند فرما دیا- اور اسی طرح کھڑمے رہے، پندال پر آیک

شربسند کھڑا ہوا تو مولانا نافع گل نے اس کے سر پر اس طرح ڈنڈا مارا کہ وہیں وم بخود ایسا بیٹھا کہ پھر حرکت نہ کر سامے جونکہ پولیس اس انتظار میں تھی کہ کوئی بہا نہ بنا کر جلسہ کو در ہم بر ہم کر دے اس لئے بنڈال میں پولیس کے کافی آدمی آگئے اور صور تحال خطر ناک نظر آنے لگی، وہ منظر آب بھی میری آبھوں کے سامنے ہے کہ امیر شریعت، بطل حریت، جابد ملت، سید عالی نسب عظاء افلد شاہ بخاری نے لاؤڈ سیکر کے سامنے آکر چند نعرے لگوا نے اور پولیس کولگار کر فربایا کہ میرا آبنا جلسہ ہے فوراً باہر لگل جاؤور نہ تمام ذمہ داری تم پر ہوگ سیا جنانی پولیس باہر لگل گئی۔ آپ نے آمرار رصا کاروں کو فربایا کہ اپنی اپنی کلمار یاں فنا، میں امرا وہ جنانی سندوں کے لئے بخلی کی گڑی بن گئی، آپ نے جمال فدایان اسلام کو نور نبوت سے مشروت فربایا وہاں بزدل مصدوں کے لئے بخلی کی گڑی بن گئی، آپ نے فربایا آگر کوئی مضد سراٹھائے تو اسے فوراً مجال وہاں بندل ذمہ دار ہوں۔ بس پھر کیا تھا ان کو سانپ نے ایسا سوگھا کہ دم بخود ہوگئے، پھر حضرت مدنی سے ضروع فربایا اور ذمہ سرسکندر حیات کی اس حرکت کی خدمت مدنی نے جمال سے خطاب چھوڑا تھا وہیں سے ضروع فربایا اور سرسکندر حیات کی اس حرکت کی خدمت کی اور اس کے برے نتائج سے آگاہ کیا۔ دو سرے دن کے پہلے اعلاس میں مولانا ابوائکلام آزاد نے خطاب فربایا، انگا یہ تار نمی جملہ اب ہی میرے کا نوں میں گور جراب ہے۔ اعلاس میں مولانا ابوائکلام آزاد نے خطاب فربایا، انگا یہ تار نمی جملہ اب بھی میرے کا نوں میں گور جراب ہے۔ اعلاس میں مولانا ابوائکلام آزاد نے خطاب فربایا، انگا یہ تار نمی جملہ اب بھی میرے کا نوں میں گور جراب ہے۔ اعلاس میں مولانا ابوائکلام آزاد نے خطاب فربایا ان کا یہ تار نمی جمد سے تائج میں اس میں گڑھاں ڈالتار ہوں گا۔"

اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا اور اکا برواپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آنیوا لے پہلے جمعہ کوشیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور الله مرقدہ نے سرسکندر حیات کی اس حرکت پر اسے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا "سکندر حیات! میں لے ابھی اینا ہتھیار استعمال نہیں کیا اگر استعمال کیا تو برداشت نہ کر سکو گے۔ "اس ہتھیار کی نمائش کرتے ہوئے لینی تسیح کوفضا، میں بہرایا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس فیطلا سے کہ تقریباً چندروز بعد سرسکندر حیات فان کی بڑی دختر صاحبہ کی رخصتی ہوئی اور اسی رات ۲۹ دسمبر ۱۹۳۲، سکندر حیات کا استال ہوگا۔

ابا جی کے آخری دنوں کی بات ہے روزانہ کے معلول کے مطابق سلیمی دواخانہ جانے کے لئے الشھ۔ پان بنانے لگے۔ آکروں بیٹھ کر ہتھیلی پر پان رکھا۔ لوازمات اوپر ڈالے اور پھر پان کو ہتھیلی پر بروڑنے لگے۔ جُورا کرکے سندیں ڈالتے تھے کہ دانت باقی نہیں رہے۔ اجانک برتہ نہیں کیا خیال آیا۔ پان کا جُورا کرتے کا نے خالب کاشعر گگنانے لگے۔ موس کو ہے نشاط کار کیا کیا نہوں کو ہے نشاط کار کیا کیا شعر برطبقے پان کا جُورا ہا تھ سے بچے گرا دیا اور پھر ہمیشہ کے لئے پان کھانا ترک کر دیا۔ شعر برطبقے پڑھے پان کا جُورا ہا تھ سے بچے گرا دیا اور پھر ہمیشہ کے لئے پان کھانا ترک کر دیا۔ (روایت: این امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ)

# مقدس قافلے کی امانت

ہندوستان میں اسلام اور اس کی دعوت کے لیم بعد دیگرے کئی موڑ آئے۔ اسلامی دعوت کا قافلہ چلتار با اورر کتارہا۔ تا آنکہ قدرت کی فیاصیوں نے اس ظلمت کدہ ہند کو نور بدایت پوری وسعت کے ساتھ عظا کرنے کے لئے حضرت خوام معین الدین اجمیری رحمتہ اطبہ علیہ کو منتخب کیا اور حضرت خوامہ کی پرتاثیر شہادت جن ہے روشنی کا بینار تعمیر ہوا۔حضرت خواجہ اور آپ کے خلفا سے ہندوستان میں جس زور سے تحریک اسلامی کو تقویت پہنمی وہ ازہر من اکٹمس ہے۔ رفتہ رفتہ اگبری الحاد اور ہندوستا فی دیدانت نے گھرا وار کیا اوراکشر صوفیاء بھی مسلک حق کی اسلامی دعوت کی بجائے روایات میں محمو گئے۔ رحمت اللیٰ بھر جوش میں آئی اور ہندوستان کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایسا باتھال صاحب دعوت عطا کیا۔ امام ربانی کے مسلسل جذبہ اسلامی سے ایک طرف اکسری فتنہ ختم ہوا اور دوسری طرف مدرسہ اور خانقاہ کی آویزش فرو تر ہوئی- تا آنکہ آنے والے پر آشوب دور سے محمد يه احتاب بدايت امام دلى الله دبلوي كى ذات گراي نے علم جاد اور تصوف کی صمح تعین تعمیر کے لئے ایک عظیم گروہ تیار کیا۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان خطوط میں رنگ بعرا اور امیر المؤمنین حفرت سید احمد شهید اور حضرت الممعیل شهید نے ان خطوط کو حوشاہ ولی اللہ نے متعین کئے اور ہاہ عبدالعزیز نے ان میں رنگ بعرا بالا کوٹ کے مقام پر اپنی جانیں جان آفریں کے میپرو کر کے ہندوستان کی مرزمین کو خلوط کے ان رنگوں سے رنگین کیا اور فرنگی استبداد کے لئے ایک فافلہ نے مرے سے آیا اور بڑھا۔ اس مقدس قافلے کی ایک کڑمی حضرب امیر شمریعت تھے۔ بالا کوٹ کی قربانیوں کے بعد فرنگی حکومت مک پر قابض ہو گئی۔ جاد ۱۸۵۷ء کی کوشش بظاہر ناکام ہوئی۔ فرٹنی تلوار نے اسلام آور مسلمان کا سِرَجت سے خاتمہ فھروح کر دیا۔ علماء حق بھائسی دے دیئے گئے۔ جلاوطن کئے گئے اور کچہ بجرت کر گئے۔ بات ذرا تلخ بے کھی عاقبت نااندیش اور گھراہ مولوی اور بیرول نے انگریز کے قصیدے لکھنے شروع کر دیتے کھے باایمان تو تعے گر صاحب استقامت نہ تھے۔ گوشہ نشیں ہو گئے۔انگریز کی دور رس لگاہ نے منصوبہ بنایا کہ اسلام مثایا جائے۔ اور سلما نوں سے کتاب کریم تر آن کو لفظ میں جمین لیاجائے۔ سلما نوں کو بمیشیت مسلمان کے جینا مشکل نہیں۔ بلکہ نامکن ہو گیا۔ مایوسی اور بد دلی نے مسلما نون کا مستقبل تاریک بنا دیا۔ ۵۵ می جنگ ناکامی کے دو بقیتہ السیف مجابد امام برحق قطب الارشاد ظاہر و باطن کے جامع چشتیہ نسبت کے حال نقشبندیہ نُسبت کے کال جمتہ الاسلام امام محمد قاسم اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد کنگوی نے علم اسلام باتھ میں لیا اور تر یک اسلامی کی بنیاد رکھی۔ اور اسلام کی ایک ایسی شمع روشن کی جس سے عرب و عجم میں سرارہا جراخ روشن سونے۔ اور دعوت اسلام کے ایک ایک گوشے میں دعوت واصلاح کی-صدا اس زور سے بلند ہوئی کہ بانگ ظیل نے کفر کے ہر ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا۔ قاسم ورشید رحمهم اللہ تعالیٰ کے عظیم جاں ن نشین شیخ الهند

(ممود حن) نے دنیا کے اس صفے سے نے کر اس صفے تک دعوت حق کو بعیلا دیا۔ علم فقہ، عدیث، تنسیر، خصوصی طور پر دعوت دین کا سرچشمہ قرار دیئے گئے۔ اصلاتی باطن کے لئے اختفال روحانی جو نسبت چشتیہ کا ورثہ تھے صعبع اسلامی شکل میں پیش کئے گئے۔ علم ضریعت اور تصوف و اصان کے علمبر دار قافلے نے جہاد حمیت کی روح بھونگی۔ یہ مقدس گروہ آگے بڑھا فرنگی کا نام ایدنا ہی جب کیکی پیدا کر دیتا تھا۔ اس مقدس حمیت کی روح پھونگی۔ یہ مقدس کو بھائے گئے۔ علم ان گئے کہ جب تک ہندوستان آزاد نہ ہوم کز اسلام عرب فرنگی جور استبداد سے آزاد نہیں ہوسکے گا۔ فرنگی نے ہندوستان طالی کیا۔ آج عرب ممالک کا طال دیکھ لیسے کیا سے جور واستبداد سے آزاد نہیں ہوسکے گا۔ فرنگی نے ہندوستان طالی کیا۔ آج عرب ممالک کا طال دیکھ لیسے کیا سے کما ہو طالے۔

آج بھی یہ، قافلہ تریک دعوت اسلامی کے لئے سر بکف ہے۔

حضرت امیر شریعت اس مقدس قافلے کی ایک لائت تھے۔ آپ کیا تھے، کیا گیا۔ آپ کی اسلامی فضات وطنی حریت کو شکل میں ظاہر مؤئیں۔ اپنے اپنے دلول سے بوجھیئے۔ اگر اب تک ہم امیر شریعت کو مسجھنے سے قاصر رہے یا جمل و نادانی نے راہ روکے رکھی تورونے دھونے سے نہ کیمی مجھ ہوا اور نہ آئندہ کچھ ہو

ا مُعواور حضرتِ اسیر شریعت کی بھیلائی ہوئی روشنی سے نشان منزل معلوم کرو۔ اور منزل کو پا لو۔ ور نہ یادرکھو قیامت قریب ہے اور اللہ حمیب ہے

امر تسریں۔۔۔۔ شیخ عبدالواحد، چینی کے بر تنوں کی دکان کرتے تھے۔ ٹاہ جی کے دوست تھے۔ ان د نوں ثاہ جی کی دہات تھے۔ ان د نوں ثاہ جی کی رہائش ایک چوبارے پر تھی جہاں مهما نوں کے بٹھانے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ لہذا شیخ عبدالواحد جب کسھی ثاہ جی سے بلنے آتے تو، نینچ محمر ہے ہو کر بات چیت ہوتی یا قریب کی ہلیک دکان پر بیٹھ کر۔ ایک دن شیخ صاحب بلنے آئے تو ثاہ جی نے اوپر سے محمولی میں سے جا ٹھا۔ چونکہ کسی کام میں مصروف تھے اس لئے نے گرانہیں یہ اس محمول بھی گئے۔ گرانہیں یہ بات محموس بہت ہوئی۔ حتی کہ مجھے ہی دنوں میں دکان چھوڑ کر پشاور چلے گئے۔ اور پھر وہاں سے ایک خط کھا خط میں صرف ایک شعر تھا کہ

اں شوخ نے نگاہ نہ کی ہم بھی چپ رہے ہم نے بھی کوئی آہ نہ کی، ہم بھی چپ رہے۔ (روایت حرم اسپرشریعت رحمتہ اللہ طیبا!) مولانا عبداندار میں مولانا آزاد کی ایک یاد گار تقریر شاہ جی کی صدارت میں مولانا آزاد کی ایک یاد گار تقریر

شیخ ممد صدیق سیالکو فی تقسیم ہند کے وقت تک کلکتہ میں عینکوں کے بڑے تاجرتھے۔ مولانا آزاد سے بت زیادہ ذہنی لگاؤرکھتے تھے۔ ان کا 'بیان ہے کہ جمعیت تبلیغ الحدیث کلکتہ کا سالانہ جلسہ ہورہا تھا۔ چنیوٹ کے سود گران کلکتے میں بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عطاء انٹر شاہ بغاری کواس جلسہ میں ضرور بلایا جائے جلسہ کے صدر مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے۔ اس زمانہ میں کا نگریس اور سلم لیگ کے درمیان کشمکش شروع ہو بچکی تھی۔ جلیے کے منتظمین میں سے جن کامیلان مسلم لیگ کی طرف تها۔ ان کی خواہشِ تھی کہ مولانا ابوالکلام آزاد تھریر نہ کر سکیں لیکن جولوگ مولانا آزاد کے عقیدت مندیقے اُن کا اصرار تعا کہ مولانا کی لقر پر لازہ ہو۔ جنانچہ ان کے نام کا اعلان ہو گیا کہ ہفتے کی شام کو عاریجے مولانا آزاد تبلیخ کے موصوع پر تقریر فرمائیں گے۔" مولانا آزاد ہروقت جلسہ گاہ میں بہنچ گئے۔ لوگوں کا بڑا ہموم تھا۔ حاضری نے پناہ تھی کیونکہ ایک طویل عرصے کے بعد مولانا آزاد کی تقریر سننے کا موقع مل رہا تیا۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ صدر جلسہ کوچائے پلانے کے بہانے راستے میں روک لیا گیا۔ اس طرح جلسہ بروقت شروع نہ ہوسکا۔ اس انتظار میں آدھ محمنٹہ گزر گیا۔ اس دوران کی نے مولانا آزاد سے دریافت کیا کہ مولانا آپ کا مزاج کیسا ہے؟ مجھ طبیعت ناسازمعلوم ہوتی ہے توانہوں نے جواب دیا کہ باں میرے بعائی کوئی نہ کوئی کٹلیف توانسان کورہتی ہے۔اس پر ایک شخص نے تھا کہ آپ آج تقریر کرنے کے لئے طیار نہیں ہیں۔اس سوال کے جواب کے فوراً بعد اعلان کر دیا گیا کہ مولانا آج تقریر کرنے کے لئے طیار نہیں ہیں اس لئے دوسرہے مولانا صاحب لقریر فرمائیں گے۔ اس طرح وہ لوگ کامیاب ہوگئے۔ جوممض سیاسی اختلاف کی بنیاد پر، مولانا آزاد کی خالص دینی کتر پر بھی سننے کے لئے تیار نہتھے۔ لیکن اس اعلان کے فوراً بعد مولانا کے عقیدت مندوں میں سے ایک نے اعلان کیا کہ مولانا کی تقریر کل اتوار کے روز دو بعے ہوگی- ضدا کا کرنا یہ ہوا کہ اتوار کے دن عام تعطیل تھی۔ پہلے دن سے ریادہ مجمع ہو گیا۔ اور ہموم بڑھتا ہی گیا۔ مولانا اپنی عادت کے مطابق بروقت پہنچ گئے۔ آج مبھی مخالفین نے وہ تھیل تھیلنا شروع کیا اور صدر جلسہ کو کسی بہانے راستہ میں روک لیا- جب دس منٹ کی تاخیر ہو گئی تو مولانا عطاء الندشاہ بخاری حوش میں آگئے اور انہوں نے اسٹیج پر آ کر حاضرین سے کہا کہ حضرات کل والا ڈراسہ آج بعر تھیلا جارہا ہے۔ صدر جلسہ کو آج مجی روک لیا گیاہے، لیکن مولانا ابوالکام آزاد تشریعت لے آئے بیں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ میں صدارت کے لئے کوئی دوسرا نام پیش کروں؟ جاروں طرف سے رور زور سے آواریں آئیں ضرور ضرور-اس کے بعد شاہ می نے فرمایا که صدارت کے لئے میں اپنا نام بیش کرتا موں-منظور ہے؟ لوگوں نے کہا- منظور ہے، منظور ہے-" شاہ جی کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور کہا مولانا آزاد سے

گزارش ہے کہ تشریف لائیں اور تقریر فرمائیں-

سامعین کا بیان ہے کہ مولانا کی تقریر دو گھنٹے جاری رہی۔ پورے جمع پر سناٹا تھا اور علم کا سمندر بہ رہا تھا۔ مولانا آزاد نے تبلیخ کا سفوم بیان کیا۔ اس کے مقاصد کی وصاحت کی اور پھر بتلایا کہ مختلف مذاہب میں تبلیغ کے تبلیغ کی نوعیت کیا ہے، اور پھر تقریر کے آخری حصہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تبلیغ کے آداب و خصا نص بیان فریائے۔ تقریر کیا تمی، معلوات کا ایک سمندر تھا جو دو گھنٹے کے اندر سیلاب کی صورت میں برگام کے مطابق مولانا آزاد کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر رکھی ہوئی تمی۔ لیکن مولانا بخاری مرحوم نے فریا یا سمندر کے بہ جانے کے بعد ندی نالے کی ضرورت نہیں۔ لہذا میں سمجمتا کیا مولانا کے بعد میری تقریر مناسب نہ ہوگی۔ یعنی یہ علی لحاظ سے مولانا کی توہین ہوگی۔ (ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۵ رجب ۱۹۵۵ء)

#### غلام قادر خاتم (كالا باغ)

# هَزْنِابِتِ مُعَمِ

یہ کیمی شام آئی ہے کہ رنگ بھی برل میا
جو آفاب آندھیوں ہے لا رہا تھا ذھل میا
جہاں میں تیمگ ہوئی ' عدم میں روشنی ہوئی
ادھر چراغ کل ہوا ' ادھر چراغ جل گیا
رئوپ رئوپ کے رہ کیا ہے مختلو کا المنکون آبا
کہ نظموں کا اثوبا متاع جاں گل گیا
چلے ہیں ہم بھی باغباں چہن کو تو سنجال لے
چن میں اب رکھا ہے کیا جو ریک گل گل گیا
لطف و کرم کی بارشیں مرقد پہ اس کے ہوں کہ جو
دنیا میں باعمل رہا ' دنیا ہے باعمل گیا
ملت کو جس امیر پر لاریب فخر و ناز تھا
دست اجمل کا آج اس پہ آہ! وار چل گیا
آہ و فغاں کا شور ہے فاتم جمال میں چار سو
فائی جمال سے آج اک خطیب بے بدل گیا

مولانا سيد احمد شاه بخاري

# امیر شریعت کی زندگی کے عملی پہلو

آج بتاریخ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۱ و پورا ایک مهینہ گزر پکا ہے اور اپنا خیال تو یق ہے کہ صدیاں گزر جانے پر بھی جانے والے میں جانے والے میں بانے والے حضرت امیر ضریعت سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی جدائی کا صدمہ موس کرتے رہیں گے۔ شمیر منعیاں انسان کا نشان منیں ملتا۔ بلکہ اگر یوں کھا منعم یا متحدہ ہند کی تاریخ عالم آپ جیسی ہتی پیش کرنے سے قاصر ہے تو ب جانہ ہوگا۔ آپ جس نظریہ کو سامعین کے ذہنوں سے فراہم کر کے ان کے سامنے رکھ دیت اس کے دائل سامعین ہی کے ذہنوں سے فراہم کر کے ان کے سامنے رکھ دیت اس کے الکار کی کوئی گئوائش نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے بیان کے احتیام پر ذہنوں میں انتقاب بر پاہوجاتا۔ اور جو لوگ قبل از تقریر پیکر عداوت اور مجم نفرت دکھائی ویتے وہی بعد از احتیام جلسہ میں انتقاب میں ہوا کہ قائفت کے علمبر دار حمایت اور اطاعت اور محبت کا دم ہم خرار حمایت اور اطاعت اور محبت کے زندگی ہم کس میں وہاں شہنے ہوئے تھے۔ جمال

ایں سعادت بزور بازو نیبت تانی بخشد خدائے بخشدہ

آپ کی مجلس میں تذکرہ ختم نبوت محراتے ہی رنگ ممثل ہی تبدیل ہوجاتا تما- اس حب رسول کے جذبہ کی بدولت آپ کو جدید وقد یم دعیان نبوت ورسالت سے سنت عداوت تھی۔ حقیقت سے ناآشنا لوگ اس چیز کو دبی تھ تھسے سیس بلکہ رسول اس چیز کو دبی تھسے سیس بلکہ رسول کریم طیر العسلواۃ والتسلیم کی معبت کی انتہا ہے جو امیر ضریعت کے دل و دباخ پر جلوہ کر ہوئی اگر آواز کی بلندی کو دیکھاجائے تورسول کریم طیر العسلواۃ والتسلیم کے دانے کے باشی یاد آجاتے تھے۔ حضور سی کریم صلی الندی کو دیکھاجائے تھی محترم سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی آواز سے ستعلق علماء تنسیر نے لکھا ہے کہ تعریباً آٹرہ میل بہتی تھی۔ حضور سی کریم سی الند علیہ وسلم کے عم محترم سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی آواز سے ستعلق علماء تنسیر نے لکھا ہے کہ تحریباً آٹرہ میل بہتی تھی۔ حضور سیک

حضرت امیر ضریعت سید عطاء افد شاہ بخاری نے می دو دولا کھ کے کثیر مجمع سے خطاب فرمایا ہے جس زمانہ میں لاؤڈ امبیکر ایواد نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت بھی حاضرین میں سے کسی نے تقریر کے عدم سماع کی شکایت نہیں کی۔ مسلسل بیان میں تو آپ کی گردراہ کو بھی کوئی نہیں بہنچا آٹھ آٹھددس دس گھنٹے بولتے اور آواز میں مجھ فتور نہ آتا۔ اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کسی کا اٹھر کر نہ جانا بکلہ عمناً سامعین کووقت کی رفتار کا پتہ بھی نہ چلتا تماکہ یہ کرامت بہی تواور کیا ہے؟ دوران تقریر طبعیت کارج شعر وادب کی طرف مرشما تو جوش و جذبہ سے لبریز اشعار کی آمد ضروع ہوجاتی۔ خصوصاً وہ اشعار جو آپ کی طبعیت کے فکر کا نتیجہ ہوتے۔ حاضرین کے قلوب واذبان پر بے حداثر چھوڑتے تھے۔

قرآن فهی کی دولت سے بھی کامل حصہ پایا تھا۔ اگر آپ اہل قلم ہوتے اور قرآن کی تفسیریا ترجمہ لکھ جاتے توطویل عرصہ تک آپ ہی کی اس تالیت سے مبلم اور غیر مسلم فائدہ اٹھاتے۔ آپ کی تقریروں میر بعض آیات کے ترجعے جو آپ کی زبان سے صادر ہوئے ہیں وہ لوگوں کے ذہنوں سے اترنے والے نہیں۔ ہیں۔

راقم الحروف بھی آپ کی اس تقریر میں موجود تیا۔ جس میں سورہ صافات پارہ نمبر ۲۳۳ کی آیت فعا خلنکم بوب العلمين

کا ترجمہ یوں فرمایا۔

پس تم نے تمام مخلوقات کے مالک کے لئے کیار کھا ہے؟ حضرت اوپر شریعت نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے واسطے سعی فرماتے ہوئے کھتے ہیں کہ تم لوگوں نے عبادت اور بندگی جب عمیر اللہ کے لئے روار تھی تواللہ تعالیٰ کے لئے باقی کیارہ گیا؟ عبادت ہی تواللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص تھی جب وہ می

من دون الله

کی دیسے کے واسطے نابت ہونے لگی تو بتلاؤاب رب العالمین کے سامنے پیش کرنے نکے لئے کون ساتھ باقی ہے؟ جو بیش کرکے اس کی خوضودی کا تمغہ ماصل کیا جائے۔ اگر کوئی صاحب ایسے جوں جنوں نے آپ کی تمام تقریریں نوٹ کی جول تووہ اس قسم کی آیات اور احادیث کے ترجعے کافی تعداد میں اہل اسلام کے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔ سب سے برخھ کر اخلاق الحد تعالیٰ نے آپ کو عطا قربایا تعارندگی ہمرونیا کی کوئی چیز نہیں بنائی یہاں تک کہ دہنے کے لئے ایک جو نبرخی تیار کرانے پر آبادہ نہ ہوئے۔ میں کھتا ہوں کہ اگر آپ جاہتے تو یہاں تک کہ دہنے کے لئے ایک جو نبرخی تیار کرانے پر آبادہ نہ ہوئے۔ مگر ملتان کے ایک یہ اور معمولی سمان میں زندگی گزار گئے جو کہ کرایے بر کے درشہ کے وار معمولی سمان میں زندگی گزار گئے جو کہ کرایے پر انہیاء کرام علیہم السلام کے وارث۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عملی رندگی نے مسئر باغ فدک کے تنازنہ کو کھول کر کھ دیا ہے۔ جب پوتے کا یہ عال ہے تو دادااور دادی کا عال کیا ہو گا؟ علم کلام کی کتا بول کے دفتر موجود ہیں جٹامطالعہ کر کر کے ایک ونیا تمک گئی ہے مرعن ایک مسئد فدک ہے جو حل ہونے کا نام نہیں لیتا۔ شبہات درشبہات اور شکوک در شکوک کا ایک نہ ختم ہونے والاسلسلہ ہے اگر آپ ان شبہات کے انبار سے گھو علامی چاہتے ہیں تو آیئے سید عطاء اللہ شاہ ہناری کی سیرت اور عملی زندگی پر نگاہ ڈائے۔

بں اک نگاہ یہ شہرا ہے فیصلہ دل کا



نوراحمد خان فریدی (مکتان)

#### آفتاب خطابت

عمرہا ور کعب بت خانہ فی نالد تاز بزم عیب دانانے راز آئید بروں

محجور عرصہ سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب مبی کوئی صاحب محال اس دنیا سے عالم باقی کورخعت ہوتا ہے ملک و ملت کوان کا بدل نسیب نہیں ہوتا۔ اقبال کے بعد پھر اقبال ہیدا نہیں ہوا۔ مولانا ظنر علی خال کیا گئے۔ ابنی آتش بیا فی ساتھ لے ۔ ابنی آتاش بیا کی ساتھ لے ۔ ابنی اٹھا صدر باقی تعاکہ ۱۱ اگت ۱۹۹۱ء کو عصر کے وقت عظیم دین اور سابی رہنما دنیا کے بہت بڑے فطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری رفیق اعلیٰ کولدیک محد گئے۔ مرحوم برصغیر کے سابی رہنما دنیا ہے۔ ان کے ارتحال سے ملک کی خطابت ہمیشہ کے لئے سوگوار ہوگئی۔ اب نہ شاہ جی پھر سنظر عام کوان کی رعد آسا تقریروں کے بیننے کا موقع لیے گا

نیس سا ہر نہ اٹھا کوئی بنی عامر میں فر ہوتا ہے گھرانے کا مدا ایک ہی شعبی

فدامعلوم مولانا ابوالکلام کو ابوالکلای لقب کس سن شناس نے عظاکیا تما گر اس حقیقت سے مولانا کے دشموں کو بھی باد حضرت شاہ بی کو خطیب اعظم کھر کر بکارا۔ اس نے دنیا کی بست بڑی صداقت کو آشار کیا۔ حضرت شاہ بی ببلک تقریروں کے شہنشاہ اعظم کھر کر بکارا۔ اس نے دنیا کی بست بڑی صداقت کو آشاد کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ ایک تقریروں کے شہنشاہ عام پر آئے تھے جبکہ ملک کو اتحاد کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ ایک عرصہ صرف ہندو مسلم اتحاد کے حای رہے۔ بلکہ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے بکر جعوہ فرقہ واد اند انتخلافات سے بست اوپر بطے گئے تھے۔ وہ انگریز کے پیدائشی دشمن تھے۔ اور قادیا نیوں سے انہیں خداواسطے کا بیر تما۔ چونکہ قادیا نی انگریز کے پیدائشی دشمن تھے۔ اور قادیا نیوں سے انہیں خداواسطے کا بیر تما۔ چونکہ قادیا نی انگریز کے پروردہ اور مدح خوال تھے۔ اس لئے جب شاہ بی اپنی تقریروں میں ان پر چوٹمیں کرتے تو نہ ضرف مسلمان خوش ہوتے بلکہ ملک کی آزادی کے تمام طلب گار ان لطیفوں اور چھلوں کو مزے لے کر سنتے تھے۔ شیعوں کو لکار کر کھتے "ارے وشمن نبوت چھین لینے کی فکر میں ہے اور تم طافت پر جمگر ہے ہوا" حضرت شاہ بی کو فدائے ذوالجلال نے بڑا وجیہ جرہ عنایت کیا تما۔ قرآن پڑھتے تو فالص عربی معلوم ہوتے۔ اور یوں مموس ہوتا گویا اس کا ابھی نرول ہورہا ہے۔ مسلمانوں کا تو متاثر ہونا لازی تما۔ مگر شاہ جی کی قرآت سے علیر مسلم بھی جموم اٹھتے تھے۔ ان کا ایک ہندو نیاد مند کھتا ہے کہ۔

"جب وہ جیل خانے میں علی الصبح قر آن پاک پڑھا کرتے تھے تو فینا کتنی خوبھورت ہو جایا کرتی تھی۔ اور میں یعی سوچا کرتا تھا کہ کلام اللہ کتنا خوبھورت ہے۔ کتنامقدس ہے کہ مجمد کافر کے دل پر بھی اپنے نقوش چھوڑریا ہے" ایک دفعہ شاہ می نے ہاغ لانگے خان (کمتان) میں تقریر کرتے ہوئے شاہنا ہے کے یہ شعر پڑھے۔ مشیر گختر خودون و سو سماد عرب را بجائے رسانید کار کہ تائج کہاں راکند آرزو تغوید تو اے چرخ گرداں تفو

شاہ جی کا اب و لعبد اور انداز بیان کچرزیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ خودشاہ ایران عرب ترجمہ سیر سالا کے ضط سے برہم ہو کر آسمان سے مخاطب ہے۔ تقریر کرتے وقت شاہ جی بالعموم عصاً ہا تعدیں رکھتے تعے گر اس امر کو آپ نے عاوت میں وافل نہیں ہونے ویا تھا۔ عرب کے زندہ جاوید مقرر اور خطیب سمبان سے متعلق تواتنا مشہور ہے کہ وہ جب تک بہنا محسوص عصا ہا تعدیں نہ لے لیتا تقریر نہ کر مکتا تھا۔ مشہور اموی خلیف عبد الملک کہا کرتا تھا کہ اگر میں ہاتھ سے اپنا عصار کہ دول تو میری تقریر کا آدھا زور صائح ہوجائے لیکن شاہ جی تقریر کے کہیں ہارے کے متاج نہ تھے۔ کی وفعد انہیں کا غذ کا کھڑ الے کتر پر کرتے دیکھا ہے۔

الے کی سہارے کے متاج نہ تھے۔ کی وفعد انہیں کا غذ کا کھڑ الے کتر پر کرتے دیکھا ہے۔

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ اسے زبان پر پوراعبور ہو۔ اور جس موصوع پر وہ تقریر کرنا چاہتا ہے اس موصوع پر اسے گھر ہے اور وسیع علم کا مالک ہونا چاہیئے۔ حضرت شاہ جی اردو میں تقریر کرتے تھے۔ اور وہ اردو کے اہل زبان نظر آئے تھے۔

یوں تو ہندوستان کا چپہ چپہ ان کے قدوم میست لزوم سے فیض یاب ہو چکا تھا۔ گر ملتان اور لاہور ان کے خاص مرا کر تھے۔ ان شہروں میں جب بولنے کے لئے محرات ہوتے تو بنجا بی اور سرا سی میں میں فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے۔ روز مرہ اور محاورے کا اسپس بڑا خیال رہتا تھا۔ گفتگو کے دوران میں اگر کوئی شخص عللی کر جاتا تو اس کی وہیں اصلاح فرا دیتے تھے۔

ایک دفعہ کی صاحب نے اورنگ زیب علیہ الرحمتہ کا ایک فقرہ بول دیّا۔ محتادات بار ہم سٹل ہیر م مجد انہ قابل سوختنی نہ زلائق فروختنی "- فوراً اسے ٹو کا اور فرما یا بھٹی! اورنگ زیب جیسے اویب پریہ ظلم نہ کرو-یہ فقرہ میوں ہے نہ سوختنی نہ فرختنی-

كسى في كما "آئي ثم بم" - فرما يا ايثم بم كهو-

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دانت مصبوط ہوں۔ اور طن صاف ہو۔ اہل عرب تقریر اور خطا بت میں ماہر تھے۔ اس لئے وہ ان چیزوں کی اہمیت کو اچی طرح مموس کرتے تھے طیفہ عبد الملک کے جب دانت ہلنے گئے تو اس نے انہیں سونے کے تار سے جگڑوا لیا۔ شاہ جی کے دانت موتیوں کی طرح خوبصورت اور مضبوط تھے۔ طبق ہمیشہ صاف رہا۔ آخری عمر میں جب دانتوں نے دھوکہ دیا تو آپ نے تقریر کرنا ترک کر دی۔ چررہ کی ادلتی بدلتی کیفیات تقریر کوموٹر کرنے میں بڑاکام دیتی ہیں۔ ایک صاحب کھتے ہیں

"جره کی کیفیات مقرر اور خطیب کے لئے از حد اہم ہوتی ہیں۔ یہ کیفیات، علامتیں مقرر اور خطیب کے

قدرتی حن سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں"

شاہ جی کی خطابت کی کامیا بی میں ان کے جسرہ کی ادلتی بدلتی کیفیات کو بھی دخل تھا۔ ان کے جسرے کا جلال ہی سارے مح جلال ہی سارے مجمع کو مشمی میں لے لیتا تھا۔ اکر جمیر الصوت کے وہ سخت تفالف تھے۔ فریاتے تھے "جب تک انتھیں چار نہ ہوں۔ تقریر کا لطف ہی نہیں آتا۔ گر جب سے یہ میاں مکمبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) آیا ہے۔ تقریر کامزہ اٹھ گیا ہے۔"

خطیب کے گئے خلوص بے حد ضروری ہے۔ مقرر ہزار قابل کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں اخلاص نہیں تو ایسا مقرر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس ول میں خلوص ہو اس کی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی اقبال کھتے ہیں۔۔

> دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں۔ ملاقت پرواز گر رکھتی ہے

حضرت شاہ می اس مدرمہ ککر سے متعلق تھے جس کے شیخ مولانا محمد قاسم نا نو توی اورمولانا محمود حسن رحمہ اللہ رہے تھے۔ تمام عمروہ اس فکر میں رہے کہ انگریز کو اس ملک سے کیونکر کالا جا سکتا ہے۔ اور انہوں نے ثمال کر ہی دم لیا۔ انہیں اپنی قوم سے معبت تھی۔ اگر کوئی سلما نوں پر مملہ کرتا تو سینہ تان کر آگے ہوائے تھے۔ چنا نچ جس زمانے میں تاراسنگھ نے سلما نوں کو خون کی ندیاں بما دینے کی دھمکیاں دی تعین تو شاہ جی نے لکار کرکھا۔

"اسٹرجی! ہوش کے ناخن لو کیا کہتے ہوا جس قوم کے فرزند خون کے قلزم میں تیرتے رہے ہوں۔ تم

انہیں اپنی ننمی منی ندیوں سے ڈراتے ہو!"

شاہ مجی کا دوسرا اہم مجاذ قادیانیت تھا۔ بلاشبہ قادیانیت پروہ برق صاعقہ بن کر گرہے۔ سر کے ہال سیاہ تھے تو بھی اور جب سفید گالئے سے ہوگئے تب بھی وہ قادیانیوں کے لئے بڑا خطرہ بتھے نہ وہ محکر بھر اس خانہ تاز نبوت کے حلاف بولتے رہے جب صغیفی نے شدت سے مصور کر لیا اور انہوں نے آخری تقریر فرمائی تو بھی قادیانیوں کوانے تیرکات سے محروم نہ رکھا۔ گویا تھک بار کر بطوراتمام حبت کے طنزآ فرمایا۔

"آے قادیا نیو! اگر نیا نبی بائے بغیر تہدادا گزارہ نہیں ہو مکتا اور اس کے بغیر تم جی بی نہیں سکتے تو مسٹر جناح کو بی نبی بان ہو۔ تہدارے مرزاصاحب تو تمام عمر حکومت برطاند کی چاپلوسی کرتے رہے۔ بکداسی چاپلوسی کا معاومنہ بھی وصول کرتے رہے۔ مسٹر جناح مرہ تو تما جس بات پر ڈٹا کوہ کی طرح او گیا۔ آسوں کے بادل اشمی، اشکول کی محطاح اتی، خون کی برکھا ہوئی۔ لاشوں کا سیلاب آیا گمر کوئی چیز مسٹر جناح کے عزم کو نہ بلاسکی۔ اس نے تاریخ کے اوراق کو پلٹ ویا اور مکس کے جغرافیہ کو بدل کر رکھ ویا۔ ارب تہداری جموثی نبوت کو بھی سب تمام عمر گزار دی۔ انگریز کی نوگری نہیں کی۔ حکومت سے خطاب نہیں لیا۔ انگریز سے کوئی تمنا وابتہ نہیں کی۔ اور ایک تہدارا نبی ہے کہ صور گور نمنٹ کے آگے طاب نہیں کی۔ کو اس "۔

شاہ می کی تقریر کا یہ منتصر سا اقتباس اس امر کا پہتہ دیتا ہے کہ شاہ ہی کی طبیعت میں شوخی اور لطافت کی پاکیزہ روش تمی- نہ اتنی کہ طنز بن جائے اور نہ اتنی تعلیٰ کہ متانت سے گرجائے۔

انہوں نے ساری عمر رصائے الی میں بسر کی۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جا گناسب فدا کے لئے تھا۔ وہ اپنے خدا کے پاس پہنچے گئے۔ انکی روح بر فقوح اعلیٰ علیین میں انعامات خداوندی سے شاد کام ہورہی ہوگی۔

شاہ جی کی سب سے اہم یادگار ان کے خطبے ہیں۔ انہوں نے کانگریس کے پلیٹ فارم پر جو تقریریں کی۔ جو احرار کا نفر نموں میں وجد آفریں خطبے دیئے وہ سب کے سب سی آئی ڈی کے ریکارڈ میں مفوظ ہیں۔ انہیں عاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پاک وہند کی دونوں حکومتیں شاہ جی کا احترام کرتی ہیں اور پسریہ تاریخی، ریکارڈ ہے۔ اس سے نہ صرف حضرت شاہ جی کے خطیبانہ جگر پارے پوری قوم کے سامنے آجائیں گے بلکہ اس سے ہندوستان یا کستان کی تاریخ آزادی مدون کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

من آنچ فرط بلاغ است با تو سے گویم تو از سخم شد گر خواہ طال

. ناري!

مولانا عبدالكريم (كلاجي)

## شاہ جی کی پانچ باتیں

میں ان خوش نصیب طالب علمول میں ہوں جنہوں نے حضرت امیر شریعت کو امیر شریعت سمبر کر دیکھا اور اسے میں فیما بیٹی بین و بین اللہ بڑی سعادت سمبر ہا ہوں - والحمد لئہ بے ہمتی اور بے عملی کے باعث اگرچہ حضرت سے استفادہ کا بے مد تصور اوقت طامین نہ تو آپ کی قیادت میں کوئی ملکی یا سیاسی کام کر سکا اور نہیں کوئی ملی اور مذہبی خدمت - چند ارشادات جو گوش ہوش سے سننے کی سعادت میسر ہوئی وہ بلے باندھ لیں اور جب بھی اور جال بھی تصور طی بہت ملک و ملت کے لئے کوئی حرکت کی تو انہیں پیش نظر رکھا ان میں سے چند یہ ہیں -

ان الملوك اذا دخلوا قريم افسد واها الخ

ی مصوف ما معالی سال میں اللہ کے اللہ کا اللہ کے اللہ کا اللہ کے اللہ

ذالک بان منهم قسیسین و رسانا الخ

کیات تلات فرائیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ سائنس جدید صمیح تھتی ہے کہ آسمان ساکن ہے اور زمین مشرک ، اس دوران حضرت الاستاد مولانا محمد عبداللہ صاحب جوامثیج پر تشریف فرماتے نے آیت کریمہ تھے۔

لاينها كم الله عن الذين لم يقاتلو كم في الدين

۱- مولانا کو سو موا ہے یہ واقعہ ۱۹۳۹ء کا ہے۔ جب مجلس احرار اسلام نے فری بعرتی بائیکاٹ کی ترکیب جلائی تھی۔ یاور ہے فوجی بعرتی کے خلاف اس ترکیب میں کا نگریس، لیگ اور جمیعت طلبائے ہند کی مرمانہ خاموشی تاریخ کا سوالیہ نشان ہے ؟ ۲- در گاہ امام نامر رحمہ اللہ

کی طرف دبی زبان سے تحمِداشارہ فرمایا- شاہ جی نے بلند آواز سے فرمایا

"مولانا فكر نه كرين مين جن دن احراد مين شال موااس رات سارا قر آن ديكه ليا تيا"

یھی سنانا مقصود نما میں اُس سے یہ سمجا کہ ملک و ملت کی کوئی خدست بالنصوص اجتماعی طور پر کرنے کا ار ادہ ہو تو پورے عور و خوص کے بعد علی وجدہ البصيرت اس ميں شامل ہونا چاہيئے۔ يوں جوش ميں آگر آج شال ہوگئے اور کل کمی نے او مراومر کی باتیں سنائیں توساری عقیدت ختم-اسی وجہ سے آج روزمرہ کے عہد ومواثین کی جومٹی پلید مورہی ہے۔ انہول نے حضرت شاہ جی کا یہ ارشادیا توسنا نہیں اور یا پھر سمیا نہیں۔ ۲- "آه كه دين اسى راسته سے واپس جارہا ہے"

ایک دفعہ مکتان میں خالباً وفاق المدارس کی کمی میٹنگ میں شریک ہو کر میں حضرت مولانا عبدالمق صاحب شیخ الحدیث و مهتم دارالعلوم حقانیه اکوره خنگ کے ساتھ حضرت شاہ جی کی زیارت کو حاضر ہوا۔ حضرت قاسم العلوم سے لکل کرایے دولت کدہ پر تشریف لے جار ہے تھے الوداعی مصافحہ کے وقت حضرت مولانا نے صرف باقحیریاج رویے کا نوٹ حضرت کے متھلی میں چمپا کر رکھا۔ حضرت شاہ جی نے اسے سر پر رکھا اور فرمایا حضرت چھیاتے کیوں ہیں یہ تو میرے لئے بڑے فرک بات ہے کہ مجھے شنح الحدیث بدیہ دیے۔ رے ہیں۔ اسی دوران محمر مے محمر مے محمد لطائف اور ظرائف بھی سنانے سامعین کی جگہ صرف ہم دو تھے۔ اس میں حضرت نے ایک درد بھری آہ کے ساتھ یہ مھی فرمایا حضرت سمارے انھی مدارس کے ذریعہ دین ہند ویاک میں آیا اور اب اس راستہ سے دایس جارہا ہے۔

تحمیم کچھ تواس وقت بھی اپنی عفلتوں اور بداعمالیوں کا اندازہ لگاتے ہوئے اس آہ کے مندرجات سمجھ میں آنے گئے۔ لیکن جب سے دشمنان صحابہ کرام سے گٹھ جور شروع مونے گا ہے۔ اور جب سے ان اعداد دین - اعداء قرآن کومسلمان کہلوانے پر زور ویا جارہا ہے اور یہ سارا سکوت فی الحق دینی مدارس کے ذریعہ دینی ضرات کی فہرست میں گنوانے کا کاروبار شروع ہو چکا ہے تو حضرت شاہ جی کی فراست مومنانہ پر جان وول سے قربان ہونے کوجی جاہتا ہے۔

س- علماء است کی پولیس ہے

دادالعلوم نعمانيہ ڈيرہ اسمعيل خان ميں كى سالانہ اجتماع كے موقع پر طلباءكى أيك مجلس ميں حكيم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمته الله عليه کے حوالے سے فرمایا کہ "علماء کا کام تو توانین اسلامیہ کی حفاظت ہے برامت کی پولیس ہے اور پولیس کی نمک حلالی یہ ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو بکڑے چاہے اس کا باپ ہویا بیٹا- کوئی بڑا افسر بھی کیوں نہ ہواہے بھی بکڑے ورنہ پولیس والاحرام خور ہو گا۔ جو کئی کی شخصیت کا تو ضال رکھے مگر قانون کی حفاظت کا خیال نرر کھے۔ فرایا یوی ڈیو ٹی علماء کی ہے قانون شریعت کی جو بھی فالفت کرے گا علماء کا وض ہے کہ اسے بکٹریں کی کا لحاظ کئے بغیر فرمایا کہ علیم الاسلام نے فربایا کہ بزرگوں نے اختلافی بات کھنی ہو تو دروازہ بند کر کے اندر کہیں باہر کہیں گے تو ہم کسی کا لحاظ کئے بغیرا سے یکڑلیں گے جا ہے عدالت میں پہنچ کرچھوٹ بھی جائیں۔

سوچتا ہوں کہ اب ہم میں گتنے ہیں جویہ ویصنہ ادا کر رہے ہیں۔ کی بڑے دینی پیشوا کے مقابلے میں ہم حق گو بن سکتے ہیں کی جار حکومت کے علام حق گو بن سکتے ہیں کی جار حکومت کے علامت کلم حق کو بن کی جار حکومت کے علامت کلم حق محر کرزندہ باد ہو سکتے ہیں لیکن کیا گئی گوپ یا کئی سیاسی رفیق کو قانون شریعت کے پر مجے ادا تے میں کا جواب ادا تے دیکھے کی توفیق بھی رکھتے ہیں۔ واقعات کی زبان سے اس کا جواب لئی میں ہوگا۔ کاش کہ شاہ جی کا یہ ارشاد آج ہمارار ہنما بن سکتا اور ہر سوڑ پر ہم اس پر عملدر آمد کرسکتے۔ علماء کا کام رہنما تی ہے نہ کہ نما نمدگی

خالباً و کرہ ہی میں کی نشت عام یا خاص میں حضرت شاہ جی کا یہ طفوظ بھی سامعہ نواز ہوا کہ علماء کا کام قوم کی نمائندگی نہیں کہ قوم جو جائے آگ کل کر اور کچہ قربانی دیں "کا ہر حال میں مصداق بنے تاکہ قوم سے خوشنودی کا سر شیفکیٹ حاصل کر سکیں جائے وہ ہلاکت کے گڑھے کی طرف جارہی ہو۔ بلکہ علماء کا کام قوم کی رہنمائی ہے جو راستہ جائے قوم اسے ہزار بار نالبند کرسے خدا تک بنجانیوالا ہو وہی انہیں دکھلائے اسی پر چلنے کے لئے اس کو آبادہ کرسے اور خود اسی پر چلنے کا نہ صرف عزم عمد کرسے بلکہ عمل مجی کرسے۔

اب ہم کیا کررہے ہیں قوم کی رہنمائی یا نمائندگی

اعظکم بواحدة ان تقومو الله مثنی و فرادی ثم نتفکرو یر فیصلہ "استفت للک" کے ارشاد نبوی محلے نائد السلواة میں مضر ہے۔

ہماری نظر عوام پر رہتی ہے عوام جو جاہیں ہم ان کے سنہ سے لکال کر اپنی زبان سے کھہ دیتے ہیں۔
زبان میری ہے بات ان کی ----- افغانی بارہ سال سے کفر کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بندرہ لاکھ کے لگ ممگ
، افغان شہید ہوگئے ہزاروں علماء گرفتار ہوئے سینکڑوں خانقابیں سینماؤں ہیں تبدیل ہے گئیں۔ ہم نے ان کے
لئے ایک جادس بھی نہ ٹکالا۔ اور جب عوام نے جابا تو ہم نے لاتعداد جادس عراق کے صدر کے لئے کا لئے یہ
شورا شوری اور وہ خاموشی کس بات کی غماز ہے کہ ہم نمائندگی کر رہے ہیں یار ہنمائی۔ شاہ جی پر خدا کی ہزاروں
رحمتیں کہ وہ آج ہم میں موجود شیس گر ان کی ہدایات اب بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہیں۔ فرحمہ اللہ رحمتہ
واسحتہ کیکن سفنے والے کان کھال ؟ ہم آذان لاہمون بہا

۵- مرہ تو تب ہے کہ گرتوں کو تمام لے ساقی

فالباً ٢٠٣- ٢٠٣٠ مى بات ہوگى كرشنخ الاسلام حضرت مدنى قدس مرة وُردة اسماعيل فان سيرت كے ايك جلسه بين تشريف لائے وضرت امير ضريعت اور حضرت مولانا گل شير مرحوم شيد مبى تشريف لائے متح عند گاہ كلال بين نماز جعد كے بعد حضرت شيخ كا خطاب تعاجله كى صدارت حضرت شاہ جى كوكرنى تتى - حضرت شاہ جى بيائے حضرت مدنى نے دوجار بار اشارہ كيا كہ حضرت كرى صدارت كو سنساليں حضرت شاہ جى سعدرت فرما رہے تتے آخر بين حضرت شيخ الاسلام قدس سره نے فرمايا شاہ جى بين حكم ويتا ہوگا كہ شاہ جى بين حكم ويتا ہول كہ كرسى پر بيشيئے شاہ جى نے فرمايا لائو بيائى كرى لاؤاگر بين يركموں تو سالغہ نہ ہوگا كہ شاہ جى ايك

سیکنده مین کرسی پریشی اور کرسی کو مرکادیا اور کها حضرت حکم کی تعمیل کردی مزید بیشینے کی ہمت نہیں۔ دوسرے دن جب حضرت شیخ رخصت ہورے تھے اور قیام گاہ سے سوٹر تک بہت ریادہ ہموم تھا حضرت شاہ جی محرہ قیام سے باہر نکلے اور للکار کر فرمایا۔

راستہ چھوڑو ور نہ ہم ڈنڈا جلائیں گے۔ حاضرین کے جسروں پر مسکراہٹ تھیلنے لگی اور لوگوں نے راستہ دیدیا جب حضرت شنح کوکار میں بٹھلایا تو حضرت شاہ جی نے پیرشعر عبیب انداز سے پڑھا۔

نشہ بلا کے گرانا تو ب کو آتا ہے مڑا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ماقی

ساقی کے لفظ پر جب شاہ جی نے حضرت شنح کیطرف اشارہ کیا توسینکشروں سیمحییں ہے اختیار مماک مو گنیں اور اس نبو بسر <u>لکلے</u>

اب انهیں ڈھوند جراغ رخ زیمالیکر

تبلینی جماعت کے دعوت کے چھ نمبر ہیں ان چھ باتوں میں سارے دین کا نجور ہے۔ میرے خیال میں حضرت شاہ جی کی مندرجہ بالا پانچ ہا توں میں دین و دنیا سمٹی ہوئی ہے۔ اللہ ان پر مجمعے اور سب کو عمل کی توفيق اور ارزاني فرباوير- سمين- تم سمين يارب العلمين ---- بمرمت سيد المرسلين طائم النبيين صلى الله عليه وسلم-

مولانا حافظ ریاض الرحمان **انثرفی** مرحوم نے بیان فرما یا کہ میں ایک دفعہ غلام احمد پرویز کے درس میں جلا گیا اور متاثر ہو کرواپس آیا۔ پھر حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ سے ذکر کیا کہ پرویر صاحب دوران تقریر بہت رو ارہےتھے توامیر شریعت نے بے ساختہ فرمایا.....

. " جا حافظا! رون توں متا تر ہو گیاا ہی ؟ "

(ارے حافظ! ممض اس کے رونے سے متا ٹر ہو گئے ہو؟)

اور پھر کمن داؤدی ہے قر آن مجید کی آیت بڑھی۔

وجاء واباهم عشاء يبكون

( ترجمہ) اور یعقوب ملینم کے بیٹے، عشاء کے وقتِ روتے ہوئے آئے۔ ( آگے ذکر ہے کہ انہوں نے کہا کہ یوسف ملائم کو بعیر ایکا گیا ہے)

حافظ صاحب فرماتے تھے کہ شاہ می رحمہ اللہ کے اتنا فرما نے سے میراسارا تا ٹر فوراً ختم ہو گیا۔

(مولانا عبدالرشيد ارشد- ما بهنامه الرشيد لابور- منى ١٩٩٣ء ص-١٤)

مولانا مممد سعيد الرحمن علوي مرحوم

### <u> کا دجی کے علمی امتیازات</u>

اہل نظر کا کھنا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے دور زوال میں ہر شعبہ زندگی میں بڑے بڑے بامحال لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بنٹی ہوئی صلاحیتوں ًسے کام لے کر برطانوی سلطنت کی بنیادیں بلا کر رکھ دیں - ایک شعبہ خطابت کا بھی تعاجوا بلاغ کے لئے ایک مؤثر ذریعہ تعا- اس میں شک نہیں کہ ابلاغ کے لئے بہت مدتک آج میڈیا سے کام لیا جارہا ہے بعر بھی خطابت کی اہمیت سے اٹھار ممکن نہیں اور جس دور کے حوالہ سے ہم بات کر رہے ہیں۔ اس میں تو خطابت ہی خطابت تھی، ملت مسلمہ کی اس دور کی تاریخ میں ا بوالکلام، سید سلیمان ندوی، علامه شبیر احمد عثمانی، نواب بهادر یار جنگ کے بهلوب بهلوسید عظاء الله شاہ بخاری کا نام اس شعبہ میں بڑا نمایاں ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ شاہ جی بہت سے حوالوں سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہوں۔ ملک کے ایک مسرے ہے لیے کر دوسمرے سنرے تک سبر خطہ وعلاقہ کی زبان میں اس خطہ و علاقہ کے محاوروں کا لحاظ کر کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اس کا پیغام پہنچانا اور ہر زبان کے لا تعداد اشعار اور ضرب الشال كوموتيوں كى طرح جڑما شاہ جى كا ہى كام تما- غالباً يهى وجه ہے كدا بوالكام، سيد سليمان، علامه عثما كى، مولانا جوہر اور نواب بہادر یار جنگ سہمی شاہ جی کی خطیبانہ عظمت کے معترف تھے۔ ان کی خطابت کو موہبت انبی قرار دیتے اور برملا یہ کھتے کہ ان کی خطابت کے مقابلہ میں ہماری خطابت ایسے ہی ہے جیسے قورمہ کے سقابلہ میں چشن ۔ لیکن میں آج کی صحبت میں شاہ جی کی علمی حیثیت کے حوالہ سے بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ خطابت کی دنیامیں بہت ہے نام ایسے بھی مل جائیں گے جہاں لمبا چوڑاعلم نہیں ہو گا اور اب تو گہتاخی سعاف خطابت نام ہی جہالت کا بن گیا ہے۔ آج بہت کم لوگ ایسے بیں جندیں محطابت کے ساتھ علم کی دولت میسر آئی ہے۔ اکثر نامور خلباایے ہیں جن کاملغ علم چند قصص کی کتابیں ہیں اور بس-اس لئے آج کے دور میں کسی کی خطیبانہ عظمت کے ذکر کا مفوم یہ ہے کہ وہ بے چارا علم سے کورا تھا۔ شاہ ہی کی علمی عظمت کا کھلے بندوں اظہار واعتراف ایشیا کی سب سے بڑی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتم قاری ممد طیب صاحب مرحوم نے خوب انداز میں کیااور قاری محمد طیب صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ قر آن مجید کی الہامی تفسیر میں شاہ جی کو کمال حاصل ہے بلکہ قاری صاحب کی خواہش تھی کہ جن اسرار و رموز قرآنی کا تذکرہ شاہ جی کتریروں اور نجی مجانس میں کرتے ہیں۔ اے کاش یہ صفحہ قرطاس پر منتقل ہو جائیں۔ شاہ جی کی علمی عظمت کا اظہار علماء کے ایک بڑے مجمعے میں اس وقت ہوا جب ہمارہے آ بائی شہر بھیرہ کی شیر شای منحد کے متولی کے حوالہ سے اختلاف پیدا ہوا، مجلس حزب الانصار کے بانی مولانا ظہور احمد بگوی اور ان کے برادر بزرگ مولانا ممدیمیٰ کے درمیان مسئلہ متنازعہ تھا۔ مولانا ظہور احمد نے اپنا ثالث شاہ حی کو تمویز کیا تو مولانا ممید بمیٰ نے

مووف جئتی خانقاہ سیال ضریف کے سجادہ نشین خواجہ قرالدین کو ...... خواجہ قرالدین اس وقت کے سجادہ نشینان پنجاب میں سب سے بڑے عالم تھے۔ جنہیں سلیلہ خیر آباد کے بزرگ عالم مولانا معین الدین اجمیری کی شاگردی کا شرف حاصل تعا- ویسے خواجہ صاحب اپنی علی سند کے حوالہ سے بڑے فرسے فرائے کہ میری سند میں مولانا محمد قاسم نا نوتوی کا اسم گرامی ہے جنہوں نے پینمبر اسلام کی تعریف میں وہ ثکات بیان کئے کہ مولانا کے بڑے بڑے بڑے بینوں کی گدراہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

میرے والد گرامی موالانا محمد رمصان طوی کے بقول اس زاع کے فیصلہ کے لئے سرگودھا شہر کی اجام مجد میں اجلاس موا۔ صلح شاہ پور (اب سرگودھا) کے علاوہ دوسرے مقامات کے جید علماء اور فریقیں کے جمد در بڑی تعداد میں موجود تھے۔ سئلہ اس قسم کا تھا کہ فقتی سریا یہ پر گھرا عبور رکھنے والا شخص ہی اس پل کو عبدر کر سکتا تھا۔ جبکہ شاہ جی کے متلعی ایک فقید المثال خلیب کی شہرت تھی لیکن مولانا ظہور احمد بگوی جیسے ذمین شخص نے اپنے شیخ طریقت مولانا احمد ظان تقشینہ می مجددی کے اشارہ سے شاہ جی کا جوا تقاب کیا تھا وہ بلاوہ بندی سمعوظ ہے۔ لیکن تھا وہ بلاوی ایک بست بختہ کا اور جید عالم تھے۔ لیکن یہ بات بارخ میں معفوظ ہے کہ شاہ جی نے کتب فقہ وفتاوی کی روشنی میں اپنے موکل کا مقدمہ اتنی خوبصور تی سے بات تاریخ میں معفوظ ہے کہ شاہ جی نے کتب فقہ وفتاوی کی روشنی میں اپنے موکل کا مقدمہ اتنی خوبصور تی سے متولی اور خطیب رہے۔ جینکہ وہ خود اولاد سے مروم تھے۔ اس نے ان کے بعد ان کے برادر برزگ مولانا نصیر متولی اور خطیب رہے۔ جینکہ وہ خود اولاد سے مروم تھے۔ اس نے ان کے بعد ان کے برادر برزگ مولانا نصیر متولی اور خطیب رہے۔ جینکہ وہ خود اولاد سے مروم تھے۔ اس نے ان کے بعد ان کے برادر برزگ مولانا نصیر متولی اور خطیب رہے۔ کی علی دھاک بیشھ گئی اور بالعموص شمالی بنجاب میں اس فیصلہ اور شاہ فا کر بیس سے علی دلائل کا زبردست جیوا ہوا۔

شاہ جی کے حوالہ سے اور ان کی علمی عظمت کے حوالہ سے ایک اور بات کی طرف بھی تج جد دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ایک دنیا جا تی ہے کہ انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۹۳۰ میں انہیں امیر ضریعت توری کیا گیا اور اس موقع پر پا نصد علماء نے ان کی بیعت کی۔ اس تمویز کو پروان چڑھانے والے علامہ سید محمد تمویز کیا گیا اور اس موقع پر پا نصد علماء نے ان کی بیعت کی۔ اس تمویز کو پروان چڑھانے والے علامہ سید محمد کے بزرگ عالم مولانا احمد سعید نے علامہ انور شاہ کی وفات پر کھا تما کہ ہم نے ایک لائبریری وفنا وی۔ خانقاہ کو برگ علمی سربراہ مولانا غلام محمد نے انور شاہ کے آخری سفر کے موقعہ پر جب وہ شدید بیمار بھی تعے۔ اسٹی سے ریادہ انہائی مشکل سوالات مولانا انور شاہ کے سامنے رکھے۔ مولانا نے ایک ایک سوال کا جواب کتا بوں کے صفحات اور سطور کی قید کے ساتھ لکھوادیا۔ جس پرمولانا غلام محمد کی سنو کے ایک علم میں آن سور تاہ نے اور کھن گا کہ آپ کے بعد ہم جیسے لوگوں کی علمی بیاس کوں بجوائے گا۔ اس عظیم عالم انور شاہ نے سید عطاء انڈر شاہ بخاری کی امیر ضریعت کی تمویز پیش کر کے خود ہی سب سے پہلے بیعت کی۔ عام انور شاہ نے سید عطاء انڈر شاہ بخاری کی امیر ضریعت کی تمویز پیش کر کے خود ہی سب سے پہلے بیعت کی۔ عام انور شاہ نے ماریک کا مقصد کیا تا۔ اس کے لئے قارئین کے سامنے ایک حوالہ لانا ضرور ہی سے بہلے بیعت کی۔ اس مصلے واعراز کا مقصد کیا تعا۔ اس کے لئے قارئین کے سامنے ایک حوالہ لانا ضرور ہی سے۔ تو وی اوارہ

برائے تمقین تاریخ و نتاخت کی پہلی جلد میں صنمیر جات کے حصہ میں دوسرا صنمیہ صفحہ ۲۷۷ سے همروع ہوتا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ "مسودہ فرائض واختیارات امیر الشریعت فی الهند" ہے۔ یہ سودہ ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء کو مرتب ہوا۔ اسے ترتیب دینے والے مولانا کفایت الله، مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولانا محمد سجاد بہاری جیسے صاحب نظر علماء ستھے۔ بعد میں سِید سلیمان ندوی، حکیم اجمل خان جیسے حضرات بھی شامل کئے گئے۔ ہیں جیْد علماء اور ذمید دار زعما پرمشتمل اس تحمیثی نے جوسودہ تیار کیا وہ متحدہ ہندوستان کی سلمان قوم کی تاریخ کا ایک أنم باب ہے۔ مقصدیہ تھا کہ سلمان قوم کی تنظیم، اس کے دینی، لمی، روحانی، علی، بالی اور عدالتی سیائل کو اسے طور پر حل کرنے کا نظم بنایا جائے تاکہ سلمان قوم انگریزی قوانین کی دلدل سے اکل سکے، اس نظام کی تبویز و ترکیک کے سلسلہ میں ابتدائی مشورے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سجاد بہاری کے تھے۔ مولانا ابوالکلام کی حیل کی وجہ سے مولانا سجاد نے ساری ذمہ داری اپنے سمر لی اور یہ حیرت را معاملہ ہے کہ انہیں کے صوبہ بہار میں یہ نظام بر می کامیابی سے سب سے پہلے جلااور پھر دھیرے دھیرے ہندوستان کے مختلف خطوں میں بھیلتا گیا اور تقسیم کے بعد بھی ہندوستان کے بڑے حصہ میں، یہ نظام کامیا بی سے جِل رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان بہت سے عدالتی جگڑول اور بیجید گیوں سے بج کراپنا وقت و مرمایہ بجارہے ہیں۔ یہ ساری کاوش جمیعتہ علماء ہند کے تمت ہوئی۔ علامہ انور شاہ اس لِظام کا اہم حصہ تھے۔ بنجاب میں اسی نظام کی خاطر امیر همریعت کے لئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا انتخاب ہوالیکن مہیں یہ اعتراف ہے کہ اس بد نصیب خطہ میں یہ نظام اپنی اصلی شکل میں بریانہ ہوسکا۔ نکھنو کے معروف عالم مولانا محمد منظور نعما فی کے فرزند مولاناعتیق الرحمٰن نے چند ماہ قبل لندن سے ایک خط میں ان سطور کے راقم کو بطور خاص لکھا کہ پنجاب میں اس نظام کا کیا بنا؟اور جمیعتہ علماء کی نگرانی میں ملک کے بڑے حصہ میں جو نظام کاسیا بی سے چلا پنجاب میں اس پر کیا گزری ؟میں مولانا عتین الرحمن کو کیا بتاؤں کہ اس کا سبب کیا ہوا اور پنجاب میں اس نظام پر کیا گزری ؟ سب سے پہلامسئلہ تو خود سید عظاء الندشاه بخاری کا تما جواللہ تعالی کی طرف سے فقر غیور لے کربیدا ہوئے، اسمیں قدرت نے بے بناہ علم، حوش عمل، خطابت، معاملہ فہی اور سب سے بڑھ کر لیے کراں دولت اخلاص سے نوازا تیا۔ میری عقیدت سندا نَہ نہیں دیانت دارا نہ رائے ہے کہ وہ قافلہُ صحابہ کی بچمڑی ہوئی شنھیت تھے۔ انہیں قدرت نے لمن مجازی ہی نہیں دل و دماغ بھی حجازی عطاء فرہائے تھے۔ وہ "حادثا تی سید" نہ تھے بلکہ فی الواقع حسنی سادات کے گل سرسبد تھے ان کوانلد تعالی نے جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا تیا ان کے پیش نظروہ بہت سے طبقات بشمول طبقہ ًاہل حلم کی نظر میں محبورتھے۔ لوگ ان کے علم، جوش عمل، اور جذبہ ُ اطلاص کامقا بلہ نہ کر سکتے تو حسد کے کمروہ ہتھیاروں سے کام لتے، سید عطاء الند شاہ بخاری نے ہر مبجد، ہریدرسے ہر ادارہ اور اس کے منتظم کی عرت کو اپنی عرت سمجا- ان اداروں کی آب یاری کے لئے جمولی بھیلا کر ملت سے بھیک ہائگی اور وقت آنے پر اداروں کی ناموس کے لئے خود اور اپنے ساتھیوں اور کار کنوں کو اس طرح محمراً کیا کہ کوئی میلی نظر نہ اٹھرسکی۔ لیکن تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اس مرد غیور کے جذبات کی قدر نہ کی گئی، بقول شاہ جی "میں محسود علماء

تھا" علاسہ انور شاہ جیسی شفعیت نے جب اپنا ہاتھ بڑھا کر بیعت کی تو ان کے سامنے دم مارنے کی کمی میں جراًت نہ تھی- یا نصد بیعت کرنے والوں میں ہندوستان کے ہر خطہ کے لوگ تھے۔ پنجاب کے جو حضرات اس موقعہ پر شریک بیعت تھے۔ مثلًا مولانا احمد علی لاہوری جیسے حضرات، انہوں نے مہخروقت تک عهد وفا کو نسجایا لیکن انگریزی سطوت کی خاطر جعلی نبی، جعلی ولی اور اس ظالم سامراج کے تمفظ کے لئے فوجی جوان چننے والے خطے کے اہل علم کی بڑی اکثریت نے اس مرد وفاشعار سے اپنے آپ کو دور رکھا، خطرہ یہ تعا کہ اس کے قرب کی وجہ سے کہیں انگریزی جیل کی ہوا نہ کھانی بڑے۔ ایسے الیے الناک واقعات رونما ہوئے کہ بعض خطوں اور علاقول کے اہل علم نے اپنے یہال مهمان بنا کران کی سر گرمیوں سے خفیہ محکموں کو اطلاع دے کر نواز شیں حاصل کیں تو بعض مقامات کے یاران طریقت نے علاقہ کے جاگیر داروں اور دو پروں کا اعتماد حاصل کر کے شاہ جی کے وعظ کے لئے مساجد وبدارس کے دروازے بند کر دیئے تو شاہ جی کے جی دار کار کنوں نے سکھول اور ہندول کے مذہبی مقامات پر ان کی تقریریں کرائیں۔ یوں صبح معنوں میں بت کدے میں اذان کی بات ساسنے آئی۔ ان حالات میں امارت فسرعیہ کا نظام کیسے جل سکتا تھا؟ لہذا شاہ جی نے اپنی تمام سر گرمیوں کا رخ باطل قوتوں خصوصاً قادیا نیت کے محاذ کی طرف موڑ دیا۔ کہ اگر صدور قابت اور بغض و کیپنہ کے ہاحول میں امارت خسرعیہ کا نظام نہیں جل سکا تو کم از کم تبلیغ و تمریک کے ذریعہ اقامت دین کا ماحول تو پیدا کر دیا جائے۔ بہر مال یہ بڑی تلخ داستاں ہے اور مجھے یقین ہے کہ جولوگ "امارت شرعیہ" کے نظام سے واقف بیں اور بنجاب میں اس نظام کی ناکای کا سوال ان کے ذہن میں ہے ووان اشارات سے بہت مجھ سمجھ کئے ہوں گے-ای کے ساتھ ہی یہ کہنا ضروری ہے کہ چونکہ بنجاب پر جعلی نبوت کا سایہ منموں پڑھیا تھا- اس لئے شاہ جی نے اپنے مرشد علمی مولانا انور شاہ کے حکم سے اپنی مر گرمیاں اسی برمر کور کر دیں۔ مولانا انور شاہ ہی تھے جن کی توج سے علام اقبال نے زندگی کے آخری ایام میں بالکل اجموتے انداز سے قادیا سے کا تبزیر کیا، مرحوم کے فرزند جاوید میال خواد ک**چرئیں،افبال** کی زندگی کی یہ وہ نیکی ہے جے اس کی سوانع سے محمر جا نہیں عا

سید ا بومعاویه ا بو ذریخاری

# مُقَدُّمات امير شريعت

خطیب الامت بطل خریت ایپر شریعت سید عطالله شاه بخاری کے مقدمات کی عدالتی کارروائی

تيمت 40روپ

بخاری اکبدس مهربان کالونی ملتان-)

### شاه جی اور تحریک پا کستان

امير شريعت، سيد عظاه الله شاه بخارى رحمته الله عليه ايك به مثل خطيب اور شعله بيان مقرر تھے۔
آلادى وطن کے قافلہ سالار اور تر يک تمفظ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ آپ نے مرزا قاويا فی کی
نبوت کاذبہ کی دھميال فصنائے آسما فی ميں بکمير ديں۔ اور نوجوانان ملت کے دلوں ميں ضميح اسلامي جذبه اور
ولوله پيدا کيا۔ آپ کی ذات ميں وہ تمام خوبيال جوايک کامياب خطيب کے لئے ضروری ہيں بدرجه اتم موجود
تھيں۔ شاہ جی موقع و محل کی مناسبت و موزونيت کے بيش نظر ظرافت ولطافت کا انداز بمی احتيار کرتے تھے۔
اوراپنے نمکدان ظرافت سے سامعين کو بعرہ ور کرتے۔ آج تک آپ کے تمکين اور مزاحيہ چھط اور فقر ب

مردان کویہ ضرف حاصل ہے کہ انہوں نے خالباً - ۱۹۸۳ میں مردان تشریف لا کراہل مردان کولہنی سر انگریز خطا بت اور ولولہ انگیز ارشادات سے نوازا۔ ان کی تشریف آوری کے موقع پر بال منطبی مردان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے رد مرزائیت کے طلاہ اس وقت کے ملک کے حالات اور سیاسیات پر ایک دلنشیں تقریر فرائی۔ یہ پہلاموقع تھا کہ بندہ کوشاہ ہی سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور ان کی شکفتہ بیانی سے ممطوط ہوا۔

قيام پاکستان

ا گرم شاہ جی اپنے سیاسی نظریہ کے تمت تحریک پاکستان کے ایک گونہ نٹالف تھے۔ لیکن یا یں ہمہ جب پاکستان بن گیا توانہوں نے دل وجان سے اسکا خیر مقدم کیا اور فرمایا۔ سال میں گیا توانہوں نے دل وجان سے اسکا خیر مقدم کیا اور فرمایا۔

"ميري رائع بار كئي اور مسٹر جناح جيت گئے"

نیز فرایا "یہ شکیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی خالفت کی لیکن جو تحجم صمیع سمجا دہی کھا اور کیا ہمارا صمیر اس وقت بھی مطمئن تعااور آج بھی شرمندہ نہیں"

امیر شریعت نے یہ بعی فرمایا

"میری آخری رائے اب یہی ہے کہ ہر مسلمال کو پاکستان کی فلاح و بسبود کی راہیں سوچنی چاہیئں۔ اور اس کے لئے عملی قدم اٹھانا چاہیئے۔ مجلس احرار اسلام کو ہر نیک کام میں حکومت پاکستان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے اور خلاف ِ شرع کام میں مزاحمت!"

دفاعِ بِإكستانِ

ً باکستان کے پہلے وزیر اعظم خال لیا قت علی خال مرحوم نے جب بھارت سرکار کو جلسرعام میں سکا دکھایا

اورابینے جذبہ جماد کا اظہار کیا توشاہ جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا-

"اگر اعلان جنگ ہوا تو بوڑھا بغاری بھی میدان جنگ میں کود پڑے گا۔ مجھے افسوس ضروری ہے کہ میں جوان نہیں۔ کیکن دشمن کے مقاسلے میں جوان ہول۔ میری تمنا ہے کہ بستر پر ایڑیاں رگڑر گڑ کر مرنے کی . بجائے میدان جنگ میں جان دول"

اينے رفقاء كومشوره

۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۳۹ء میں جب امیر شریعت اپنی بیماری اور محروری اور دیگرعوارض کی بناء پر ملکی سیاسیات سے الگ تعلگ ہوئے تو انہوں نے اپنے سیاسی رفقاء کار واحباب کو بلایا اور فرمایا۔

"اُگر تم بیں سے کوئی ملکی معاطلت میں ولیسی لینا جائے یا سیاسی مراج کا مالک ہو تو میرا تخلصانہ مشورہ یہ بے کہ وہ مسلم لیگ میں خامل ہوجائے "شاہ جی کے اس اعلان و مشورہ کے بعد سیاسی مراج رکھنے والے بعض حضرات مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے شایان شان حوصلہ افزائی نہ کی گئی۔ اکثر ان میں سے مسلم لیگ کو چھوڑ کر واپس آگئے اور بھر سے مجلس احرار کی سیاسی حیثیت بھال کر کے اپنے اصل اور ما تھے ساتھ بلیٹ فارم سے استمام پاکھتان کی جدوجہ میں مصروف ہوگئے۔

حضرت امير ضريعت علماء حق كى اس جماعت كركور كين اور عظيم فرد تھے۔ جنول نے اسلام كى مربندى اور آزادى وطن مے جنول نے اسلام كى مربندى اور آزادى وطن كے لئے بيش بها قربانياں ديں۔ اور سال باسال تك قيد و بندكى صوبتيں برداشت كيں۔ اس راہ بيں وہ كى سے بيھے نہ رہے بلكہ ہميشہ صعب اول ہى كے قائدين بيں رہے۔ رو قاديا نيت اور تعظم نبوت اور دم را نجام ديں جو مميشہ يادگار رہيں گی۔ حق بات يہ كه حضرت امير ضريعت نے تعظ ختم مبوت اور دو مرزائيت بيں جو كردار اداكيا وہ بيہ مشل اور ہر لحاظ سے منفر دو ممتاز ہے۔ جس كے كئے رب ذوالجلال انہيں اجر تحظيم عطافرائے۔ سين۔

سمیں اس پر فر ہے کہ امیر همریعت کے لائق وفائق فرزند مولاناسید عطاء العمن بخا**ن ا** اپ عظیم باپ کے نقش قدم پر گامزن ہیں- ان کی بیش اذبیش کامیا بیوں کے لئے مباری دلی دعائیں ان کے ساتھ ہیں-

### یادوں کے نقوش

باکستان بنے سے پہلے مدرسہ ریاض الاسزم (مجنگ) میں جنسہ تعا- بندواس وقت شاید مجھٹی جماعت کا طالب ، ملم تھا۔ سٹیج پرسید مہارک شاہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مع دیگر ملماء تشریعت فرما تھے۔ حضرت امیر ضریعت تقریر کے ۔ لئے تھڑے ہوئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ایک رکوع کی تلات فرمائی۔ ممع سے اجانک ایک وُٹھا دیساتی یا تعہ باندھ كر كمرام مركا- شاه مى كو خاطب كر كے كينے كا- اب آل رسول تائية في اوالد على خدا كے لئے ايك ركوع اور تلات فرمائیں - حضرت شاہ جی نے سر کو ذرا جنبش دی - محسکریائے بالوں نے اد مرے ادمر سے کرم بھیل کر رعب حس کو دوبالا كرديا- مجمع سے اللب موكر فرمايا- س سكو ك اسارا مجمع يكار اثعا- ضرور سرور- بسر باني فرما يے- حضرت شاہ ج نے جھوم جھوم کر تلات شروع کی تو مجن ہے سکیوں کی آوار جنول میں تبدیل ہو گئی۔ ایک ہندو نوجوان بھی کھڑا ہو کے تلوت سنے لگ گیا۔ شاوجی نے جار ر کوع تلات کئے۔ بوڑھا دیواتی زار و قطار روتا ہوا بیٹھ گیا۔ اور اس مگدوہ ہندو نوجوان آکر دست بستہ محمرا ہوگیا۔ اور عرض کیا شاہ می مجم مسلمان کینے پیر اس کی آئھوں سے ساون کی برسات لگ گئی۔ شاہ بی نے پیار بعرے بعبہ سے قریب بلا کر فرمایا کہ مسلمان کرنے والا یہ بیٹیے ہیر بیشا ہے (حضرت ہیر مبارک شاہ صاحب بغدادی ) اس کے باقد پر اسلام قبول کرکے اس کا مرید بن جا۔ چنانچہ ووبیر صاحب کے باتیہ پر مىلمان ہوگیا- مرحاب اے مىلمان كرنے كے بعدائيے ماتھ ہى دكھتے تھے۔ يہ نومسلم جب گھرگيا تو بيائيوں نے تحل کرنے کے لئے بندوق کا فائر کیا یہ دوڑ بڑا۔ وہ فائر کرتے ہوئے میں دوڑتے رہے۔ یہ زخی ہونے کے باہ جود · مِلَّ لَكِنے مِين كامياب ہوگيا- مبيتال مِين زير علاج رہا تو سارا خرجہ وغير ہ پير صاحب نے برواشت كيا- تندرست ہو کر حضرت ببیر صاحب کے ساتھ آگا۔ ہم نے اس کے مند مل زخموں کے نشانات دیکھے۔ والنہ اعلم وہ اب کھیں زند و ے یااس دنیا سے جاجکا ہے۔

باگوسمرگانہ روعبد گلیم میں جلسہ تبا۔ حضرت ن : بن چنب میل سے ایک سبے اسٹیشن عبدالکیم پر اترے اور سید سے حکیم حافظ خلام قاور صاحب (جو بیر سبارک شاہ بندادی کی مجد کے جرب میں اپنے دواخانہ میں موجود تھے)

کے پاس مختر بعت الائے ۔ میں اس وقت ان کے پاس طب پڑھ رہا تبا۔ تمام سے سانقہ ہوا۔ حضرت استاد صاحب شاہ بن سے اپنی علاقائی رہان میں تعاطب ہوئے۔ سمنرت چناب میل توں لتے ہو "۔ شاہ بن نے فور آ فرایا کہ "ہاں چناب توں لتے آل سے جناب تے جانب کے اس کا خواب آلے ہیں کھانا ہے۔ آپ کو جناب میں موازیدی اور جب کمی شاہ بی حکیم صاحب کے پاس آلے تھے تو وہ بدیتہ دواہ الیک، ممیرہ مرواریدی اور محمد معبرہ عنبرہ عنبرہ کے بین آلے تھے۔ یہ ساری کھائی مرف ایک جملے میں سماگئی تھی۔ ساری ممثل کست رحمزان بن گئے۔

شاہ بی سے ساتہ بندہ میں باگرہ سرگاز جلے میں شرکت کے لئے جا پہنچا۔ شاہ جی ایک پلنگ پر تشریعت نوبا بسرے۔ اور جن ساتہ بیں میں اگرہ سرگاز جلے میں شرکت کے لئے جا پہنچا۔ شاہ جی ایک پلنگ پر تشریعت نوبا کسیم اور جن ساتہ بیٹر گئے۔ ایک دیسا تی ایک جب سے تسبیح تکال کر اللہ اللہ پکارتا ہوا مصافی کرنے گئا۔ شاہ جی نے اس کے ہاتہ پکڑ لئے۔ پاس ہی حافظ محمد حسین صاحب (طلیب سمجد پیرمبادک عبد الکیم) کی ایک تسلیم میں لبی تسبیح رکمی ہوئی تی۔ شاہ جی نے تسلی سے تسبیح بھی گالئی مصروح کی اور ساتہ سادی عران تسبیح بادی بھی اللی شہر میں اللہ بھینا ایک نے بیٹیا وال - بھینا لئے محمر شدایار جونا ای جو شدایار۔ مجمع سادا بنس بنس کے دوث بوٹ ہورہا تیا۔ اور شاہ بی یار بار۔ جینا لئے محمر شدایار۔ سادی عراض یہ اس باکاری پر نبایت الطیف انداز میں طفر تھا۔

سائين محدصت ايسروري

### نعاه جی -سب دے پیارے

جو شاہ بی سب دے پیارے من اللہ نوں بیارے ہوگئے نے یاسل سنان رنیقاں وا حاضر وربارے ہوگئے نے کوئی راجعیا باریا فرقت دا بہ کنڈھے ساہ لے نیندا می اج لمبال بحر جدانیاں وا اج دور کنارے ہوگئے نے جد چین اسانی وجب وا اے کل آرے دوئے چک پے من ایمہ چین دھرتی وا وب گیا ہھم سب آرے ہوگئے نے کیوں رکیا ایس جماز اندر پرواز می ادب اواری دی کیوں وگڑیا کیوں کمینک دے اوزار نکارے ہوگئے گے کیوں وگڑیا کیوں کمینک دے اوزار نکارے ہوگئے گے کیل خابز کی دی کیاں جانباؤ حیاتے بھے خمگین وچارے ہوگئے نے کی خابز کی دیائے دیائے کئی خابز کی دولے کے کے کیاں جانباؤ حیاتے بھے خمگین وچارے ہوگئے نے

۲-عبدالرحسيم جو برجبلی ۷ - ابرا بهم خسادم قصوری ۷ - سائيس محدصيات پسروري رشعرائے 7 - مواج عبال حیم عاجزام دستسری احرار { ۲۰ - امین گیسلاتی احرار { ۵ - غلام نبی جانیا زمرزا



علاميه شمس الحن افها في

# عزم آئن گداز اور فلب گریه بار کاحامل

وما كان قيس هلكم، هلك واحد ولكنهُ بنيان قوم تهدما

اشد أ، على الكفار رحما، بينهم

باطل کے مقابلے میں عزم کسمن گداز اور تا ئید حن کے لئے قلب گریہ بار کے حال تھے۔ حافظ شیرازی کا بیہ شعر آپ کی حالت کا ترجمان تھا۔

گدائے سیکدہ ام لیک وقت ستی بین کہ ناز بر فلک و حکم برستارہ کئم ،

آپ فوت ہوئے کین آپ نے اپنی طوفانی اور تلاظم خسز جدو جد کے ذریعہ سلمانوں کے فلوب پر غیرت دین اور ممایت حن کے جو نقوش ثبت کے ہیں۔ ان پر کہمی موت نہیں آئے گی- یہ آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے جور ہتی دنیا تک قائم رہے گا-اللہ تعالیٰ درجہ عالیہ اور طلعت صدیقیت سے آپ کو نوازے آئیں باقی اپنا عال تو یہ ہے۔



# مكرك وكراك الومدى تقرم والے

مُستاد دامَن

کُل دِی کُل ، مُخاریؒ بیا جینونداسی
جہدی اُج پَنِّهٔ بری مناوُندے نیں
جہدی اُج پَنِّهٔ بری مناوُندے نیں
جُنُوم جُنوم جُنوم کے سادے ساوُندے نیں
بادِ سَہُک موبا ، باسی ممکر یاں توں
پُٹر پُورُیاں دان کراوُندے نیں
پُٹر پُورُیاں دان کراوُندے نیں
پُٹر پُورُیاں دان کراوُندے نیں

جیُوٹندی حان رہیاں *بسیان آت اُتے* مویاں بوریئے مادر چڑھا وُٹدے میں

ویاں بنا درہے ہوں ہوارہے ہادر بیسا درہے یا جبُونْدی جان نہ کو مخطری رئن کئی سی مویاں برمد مقبرے بنا و ندے نیں

ویاں ہوگئرندی جان مسکھ تبین نہ کین روزنا

مویاں بعد درود بھاؤتدہے نیں

رانست وران نون سدا خوار کر دے دانست

نجیکھ) مار دے سُولی جڑھا وُنّدے میں اپنے مِکیتے نے کہ ہے نہ مترم ہ کی دہے مُن، نے نہ برکھھا وُنّدے نیں

# تحريك خلافت و ترك موالات

( 41919 .... 19191 ء )

حضرت امیر شریعت رحمته الله علیه .... اور حضرت خواجه محمد صنیاء الدین سیالوی رحمته الله علیه

شانه بشانه

قدم به قدم



#### أيك تاريخي دستاويز

#### بشرانة العراجية

لاتہنو اولا تحر نوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین مت بے دل ہواورمت نم کھاؤکونکہ تم ہی تودنیا میں بندم تبہ ہواور تمارا ہی بول بالاہوگا- شرط صرف یہ ہے کہ تم موس بنو۔

نبيره حضرت خواجه شمس الملته والدين رحمه الته تعالي يعني

جناب حضرت مولانا پییر محمد صنیاه الدین صاحب قبله ادام الله بر کا تهم جاده نشین سیال شریف

6

### اعلان واجب الاذعان

وا بستگان حضرت خواج سیالوی رحمته افله علیه اور تمام مسلمان بیدار ہوں۔ ہاہمام شیخ رائے طوق ممد پر نشر شوق اکیکٹرک پریس لاہور۔ ترکی طافت، ترکیک ہرت، ترکیک ترک موالات، ترکیک عدم تعاون وغیرہ- ہندوستان کی جنگ آزادی کے بست اہم، بہت ہے است اہم، بہت ہے اور بہت فیصلہ کن ..... واقعاتی تسلسل اور بیج در بیج سلسلے پر بہنی، ایک خاص دور کی نمائندہ ترکیات بیں۔ ان ترکیات میں عنن بلاخیز کے قافلہ ہائے سخت جاں، کن مرحلول اور کن سنزلوں سے گزرے ..... یوایک تفصیل طلب موضوع ہے۔ لیکن ...... تفصیلات سے قطع نظر، ایک بات بہت واضع ہے کہ سلما نول کا ایک تفصیل طلب موضوع ہے۔ لیکن ...... تفصیلات سے قطع نظر، ایک بات بہت واضع ہے کہ سلما نول کا ایک قاص طبقہ، جے مذہبی پیشوائیت ، شینت وردوا نیت اور نیابت وظافت رسول میں نہیں ناخوش و بیزار بھی زبا ہے۔ اس کا بڑا میب، یقیناً عیش وراحت و آرام کے وہ اسباب ہیں جو دشمن اسلام و سلمین ...سامراج، اگی جانب سے "تجویز" کیے جاتے رہے اور حضرات سجادہ نشنیان و مشائح عظام کی جانب سے "جاز" گردائے جاتے رہے اور حضرات سجادہ نشنیان و مشائح عظام کی جانب سے "جاز" گردائے جاتے رہے ہور حضرات سجادہ نشنیان و مشائح عظام کی جانب سے "جاز" گردائے جاتے رہے ہور تیں۔

پہلی عالی جنگ (۱۹۱۹ء ۱۹۱۳ء) کے دوران، ترکی کی ظافت اسلامیہ کے مقابلے میں برطانوی سامران کی سامران کی سامران کی سامران کی سامران کی سام علی سامران کی سام علی سامران کی سامران کی سام علی سامران کی سام علی وجود و کے حصے میں آئی۔ اور جب جنگ جیتے کے بعد، فتح کے نشر میں بدست برطانیہ، ترکی کے مملکی وجود و کشف کو ختم کرنے کے در بے تعا تو فرنگی فائقاہ کے یہ سب درویش بصد عجر و نیار ہندوستان کے لئے سلطنت برطانیہ کو "ابر رحمت" فرار دے رہتے تھے اور ترکوں کی "کوتاہ اندیش" پر اظہار تأسف کر رہے تھے سرائیکل اڈوائر (گور تربیجاب) کی خدمت میں پیش کیا گیا سپاسنامہ اس سلسلہ میں "بدعی لاکھ یہ بعاری ہے گواہی تیری" کا درجہ رحمتا ہے۔ لیکن وہ جواقبال نے کہا ہے کہ... توڑ دیتا ہے کوئی موسی طلم سامری۔ اسکے مصداق، ترکی خلام مامری۔ اسکے مصداق، ترکی خلام مالوی وعرض میں مصداق، ترکیک خلام الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی صدائے حق بلند ہوئی۔ اور پنجانے کے طول وعرض میں صوراسرافیل بن کر گوئی۔ دنیا نے دیکھا کہ سیال شریعت سے بھی ہوئی اور صوراسرافیل بن کر گوئی۔ دنیا نے دیکھا کہ سیال شریعت میں ہوئی اور محترت خوام سیالوی کے اس جابدانہ اور قائدا نے کوائد کردار کی ہر ہر تدم پر تائید و نصرت فرارہ سے دارالعنوم دیو بند سے بھی۔ حضرت امیر شریعت نے لینے ذاتی اسمام سے، یہ کتابچ شائع فریایا اور اس کا ابتدائیہ بھی بقم خودر تم فریایا۔ تاریخی ایمیت کا عائل یہ کتابچ ہمیں مولانا سعید الرحن طوی رحمتہ اللہ علیہ (م.... ۱۳ کتابر بمیں عول نانے لکھا تھا۔

مورضہ ۱۹ رمصنان المبارک ۱۳۱۳ هرمطابن ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء کو محترم حکیم محمد مولی امر تسری صاحب کے باس جانا ہوا، انہوں نے افزراہ عنایت یہ تمریر عطافرہائی جوان کے پاس بشکل فواٹو تھی۔ احتر، اس سے ایک نقل نے کر برادر عزیز سید کفیل شاہ سلسہ کی نذر کر دہا ہے کہ وہ اس کے اصل حقدار ہیں ....... احتر محمد سعید الرحمن علوی ......۲ رمصان ۱۹۹۳ هـ ۱۹۹۳ و ۱۹۹۳ م

#### حضرت امير شمر بعت رحمه الثد

۱۹۲۰ء کی ایک باد گار تحریر

الشماس

پهلی دوسری رجب البرجب ۱۳۹۹ کوسیال شریف صلع شاه پور حضرت خواجه شمس الملت و الدین رحمته الندعليه كي درگاه برحسب دستور محلس عرس منعقد ہونے والی تھی- مریدین ومعتقدین دور دور سے حاضر ہونے والے تھے کہ یکایک میرے دل میں یہ خیال بیدا ہوا کہ اس نازک وقت میں جبکہ مسلمان دنیا ہے مٹائے جارہے ہیں اور اسلام کی تدلیل کی جارہی ہے۔ فراعنہ یورپ ابنی مادی طاقتوں کے نشے میں بدمست ہو کر ننگ و ناموس اسلام کو برباد کرنا چاہتے ہیں - عراق ، عرب، بصرہ و بغداد پر برملش قبصنہ ہو چکا ہے۔ بیت القدس پر بنالی علم کی جگه پر صلیبی جمندا امرارہا ہے۔ ایا صوفیہ کی مجد کو گرا کر گرجا گھر بنانے کی تبویزیں پیش کی جارہی ہیں۔ طلیعتہ المسلمین قید فرنگ کی حتیاں جھیل رہے ہیں۔ ان کی سو۔مثلاً شهرادہ توفین آفندی کی با نوئے محترم، گھر سے تھسیٹی جا چکی ہیں۔ سرنا میں لاکھوں کلمہ توحید کے امانت دار بھوکے پیا سے مر رہے بیں۔ سلیشا میں رسول الند شاہیکیا کی امت بہت بے عرت کی جا رہی ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں اسلام اور فرز ندان اسلام سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ایک خدا کے مانے والول کے ننگ و ناموس کو صرف ای جرم میں کہ وہ مسلمان ہیں برباد کر ہے ہیں۔ برفش گور منٹ کالائق فرزند جرنیل وینگیٹ سابق کمشنر مصر اپنے دیگر برطا نوی افسروں کی نصرت و اعانت سے اللہ اور اس کے رسول باک کے گھروں یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر کے ان کو فتح کرنے کا فرحاصل کر چکا ہے۔ بائے اس کے کہ عامتہ الناس کو مخاطب کر کے اور ایک ایک دیہات میں دربدر ہو کر بنجاب نے ان غفلت شوار مسلیا نول کو جن کی محما تی براٹش گور نمنٹ کی نصرت واعانت میں گولیاں بن کر مظلوم و بے گناہ تر کول کے توحید برست سینوں کو چاڑ رہی ہے۔ اور جن کے ناپاک ہاتھ پیارے نبی کے سبز گلنبد کے مافظوں کو ناحی فریح کر کے براش گور نمٹ کے صلیبی جمنڈوں کو بلند کرنے میں پوری قوت صرف کر کے اپنا ٹھانا جہنم بنارہے ہیں ......... بیدار کیا جانے اور ان سے کہا جائے کہ یہ کیا کر رہے ہو، خدا کے لئے جاگواور پیمطے گناہوں سے توبہ کرکے سیمے میلمان بنواور ترک موالات (نامل ورتن) پرعمل پیرامو کر برفش گور نمنٹ سے ہر قسم کے نصرت واعانت

مناسب یہ ہے کہ پنجاب کے ان مشائخ اور سجادہ نشینوں سے جن کے قبصنہ میں لاکھوں انسانوں کے قلوب ہیں اور جنمیں نیابت و ظافت رسول علیہ السلام کا دعوی ہے۔ اور جن کی روحانیت سے سرمائیکل اوروائر کے مستنفیض ہو کر پنجاب سے خراج تحمین وصول کیا، کہا جائے کہ حضرت! آپ کی نیابت و ظافت مسلمانوں کے کس دن کام آئے گی ؟ خدارا! ایمینی اور اللہ اوراس کے رسول کی مدد کیمئے اسلام کاررہا ہے۔

#### یس ازال که من نه مانم بچه کار خوامی آمد

الفرض اس خیال نے مجھ ۱ رجب الرجب کوسیال شریف پہنچا دیااورآئے ہی مجھے جناب سجادہ نشین حضرت مولانا محمد صنیاء الدین صاحب متع الله السلمین بطول حیاتہ کی قدم ہوسی نصیب ہوئی۔ آپ نہایت تواضع سے پیش آئے اور بڑی عزت افزائی قربائی ۔ اس کے بعد معاملات عاضرہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ آپ کے خیالات کوسن کر ایمان تازہ ہوا۔ آپ اور عاضرین مجلس کی ایک عجیب عالت تھی۔ آپ نے عدم تعاول، ہمرت اور ترک موالات پر اس بے باکی اور جرائت ایمانی سے گفتگو فربائی کہ بے اختیار دل سے یہ دعا تعلقی تھی کے خداوند اس پیر جوال بخت وجوال سال کو مسلمانوں کے سروں پر بہت دیر تک سلاست رکھے۔ حتی لیکوں اللہ بن کا فدان کا کھر لللہ

پھر آپ نے اپنی اس کقریر کی نقل جو آپ نے پہلی رجب الرجب کوا کیک غیر معمولی جلسہ میں کی تھی مجھے عنایت فرما ٹی اور ارشاد فرما یا کہ میرے اس اعلان کو چھپوا کر تمام ملک میں پہنچا دو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی علماء نے خطبوں اور رسانوں میں سائل عاضرہ پر تو پریں شائع کی بیب - لیکن یہ اعلان اپنے رنگ میں ابنا، آپ ہی جواب ہے۔ اس قدر منتصر اور اتنا بدلا ہے کہ سبحان اللہ! کلام الملوک ملوک الکلام - جناب نے اس سے پہلے 19 مارچ ۴۰ء کو دوسر سے یوم ظافت کے دن بھی ایک ایس ہی زبردست تقریر فرائی تھی - جو کسی قدر اختصار کے ساتھ اخبار "المنیر" جمنگ میں شائع ہوئی تھی - حس اتفاق سے وہ پرچ بھی مجھ کو بل گیا جنانج پہلے 19 مارچ ۴۰ء والی تقریر اور بعد میں یہ تازہ اعلان اور اس کے بعد جناب حضرت بیر مافظ عبداللہ صاحب برادر عزیز جناب مجادہ نشین صاحب قبلہ کی دو ایک نظمیں جو جناب حافظ صاحب نے منتلف مواقع پر برطویں، ہدیہ ناظرین کر کے ضدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ!

جو عدوئے باغ ہو برباد ^{کی ہوہ} چاہے وہ گل چیں ہو یا صیاد ہو

خادم ملک و ملت

الستوکل با طدالباری السید عطاءانشدالبخاری مستوطن موضع نا گڑیاں صلح گجرات (پنجاب)

#### قبله محمد صنیاء الدین صاحب سجّاده نشین سیّال شریف کی خلافت پرزبردست تقریر(۱۹ مارچ ۱۹۲۰)

19 مارچ کو دوسرے یوم خلافت کے دن حضرت سجادہ نشین صاحب سیال ضریف نے دوران وعظ میں تمید وصلوق کے بعد آن گئت عاضرین مسلمین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

یں سیدوسود سے بعدان سے جا سرین میں مون کو خدا و نیر کریم نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن مقرر کیا اے حاضرین کرام! آج جمعہ کا دن سے سک کو خدا و نیر کریم نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن مقرر کیا ہے۔ اس ہے۔ گر آج کا جمعہ یوم التفایی ہے۔ اس کو مسلمانان ہند نے یوم خلافت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کے اور بتاء اسلام کے لئے برگاہ رب العرت دعاء والتجا کی جائے گی۔ اور مسلم آبادی یک دل و زبان ہو گے۔ اور بتاء اسلام کے لئے برگاہ رب العرت دعاء والتجا کی جائے گی۔ اور مسلم آبادی یک دل و زبان ہو گزاری حکومت کو ضروریات خلاف اسلامیہ و اتحاد اسلام سے بالدلائل مطلع کرے گی۔ اور یہ بات گوش گزار کرے گی کہ اسلام بر بتائے ظیفت السلمین کے قائم نہیں رہ سکتا۔ فقیر کے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ شہر کے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ سمج خواش کی جائے اور اس خیال فاسد کو حرف غلط کی طرح عوام کے صفح دل سے مثا کر نسیا نسیا کر دیا جائے کہ فقراء میں (جس سے بالعموم نجادہ نشین و متولیان خالقاہ مراد لئے کے صفح دل سے مثا کر نسیا نسیا کر دیا جائے کہ فقراء میں (جس سے بالعموم نجادہ نشین و متولیان خالقاہ مراد لئے حاتے ہیں) میت اسلام کی نہیں ہے۔

یہ ایک دوسرامسئد ہے کہ وہ اخباری دنیا میں قدم نہیں رکھتے اس میں وہ ایک عد تک حق بجا نب بھی ہیں کیونکہ وہ اشتہاری دوافروشوں اور لیڈروں کی طرح اپنا نام پیدا کرنا نہیں چاہتے۔۔

مكرفى الاصل بقول حافظ

بزیر دلن مرقع کمند ہا دارند دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بین ب عصومعطل سمجناست غلطی اور نادا نی ہے۔ انتظام عالم میں حتنا تصرف یہ گوشہ نشین

اس فرقہ کو آیک عضو معطل سمجھنا سخت ظلی اور نادانی ہے۔ انتظام عالم میں جتبا تصرف یہ گوشہ نشیں رکھتے ہیں اتنا امور مملکت میں خسروان نامدان شنابان کا عام بھی نہیں رکھتے۔ اسلام کی خدمت جس قدر اس زمرہ ہے شور و شرو ہے رووریا نے کی ہے۔ یار تو بجائے خود رہے اغیار کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ گر اب خاموش کچھ معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ جب سے مابقہ لاٹ صاحب سریا تیکل اڈوائر نے وہ اڈریس حاصل کیا جس بر نمائندگان سجادہ نشیناں اور خود ہجادہ نشینوں کے دستنط تھے۔ اس دن سے جو خیال عام مسلما نوں کے دولوں میں ان بزرگوں کی نسبت بیدا ہوگیا ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے کل سجادہ نشینوں کو جا بیٹے کہ وہ گور نمنٹ کو مطلح کر دیں کہ ہم مسلمان بیں اور مسلمان رہنا بہند کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اور امسرا امومنین ظیفتہ المسلمین نائب الرسول کی عزت و وقار میں ذرہ بھر بھی فرق آنے سے ہمارے دلوں پر مستحت صدمہ موگا۔

پہلے ہم اس عالمگیر جنگ کو سیاسی اور ملکی قرار دیتے ہے گر اب انخلائے دارالخلافہ قسطنطنیہ دانیال و باسفورس وغیرہ یعنی یورپی روم (جوجنگ میں غیر مفتوح رہا ہے) کے متعلق ہی ٹیٹیں پادریان یورپ اوران کے ہم خیالوں سے بتہ چاتا ہے کہ یہ جنگ صلیبی اور مذہبی جنگ تھی کیونکہ فاتح بیت المقدس کو وزیراعظم برطانیہ نے تمذیبات وقت فاتح کروسید کا خطاب عطا کیا۔ اور جو بمث دارالعوام لندن میں ۲۶ فروری کو ترکی کے مستقبل کے متعلق ہوئی تواس میں جو وزیراعظم مسٹر لائیڈ جارج نے اندیشہ ظاہر کیا کہ ترکوں کے اخراج کے مستقبل کے متعلق ہوئی تھا۔ وہ کی حد تک سیمیت کے قدیم احساسات پر بنی سے جو بلال کے بر فلاف بیس ۔ ابھوں نے اپنی جاءت کو لیلی دستے ہوئے یہ کہا کہ ترکوں کو یہ مزادی جائے گی کہ ان کی خلاف بیس دیادہ سلطنت قطع کر دی جائے گی اور ان کا دارالسلطنت اتحادی ا تواپ کی زدمیں ہوگا۔ اسے فوج اور بیر مے اور عظمت سے مروم کر دیا جائے گی اور ان کا دارالسلطنت اتحادی ا تواپ کی زدمیں ہوگا۔ اسے فوج کو دنیا کی کونسلوں میں حقیقی ختیار سے ممروم کر دیا جائے گا۔ اور وہ آئندہ عیمائیوں کے مقدمات سطے کرتے کو دنیا کی کونسلوں میں حقیقی ختیار سے ممروم کر دیا جائے گا۔ اور وہ آئندہ عیمائیوں کے مقدمات سطے کرتے ہوئے اتحادی تواپوں کے دباؤمیں دسترظ کریں گی۔

اور ایک دوسرے مہر بان جو مزدور جماعت کے سر گروہ ہیں یعنی مسٹر ایڈ مرن وہ تر کول کو قسطنطنیہ میں رہنے کی سفارش تو کرتے ہیں نگریایا کے روم سا بنا کر، وہ کھتے ہیں۔

مذہبی شکلت اس صورت میں دور ہوسکتی ہیں کہ خلیفتہ السلمین کو پاپائے روم کی طرح تمام دریاوی قوتوں سے مروم کر کے قسطنطنیہ میں دہنے کی اجازت دی جائے۔

الغرض جتنے سنراتنی باتیں باستنائے چند تمام ممبران پارلیمٹ ..... کیامذہبی پیشوا اور کیامد برین مملکت سب ترکوں کے طلاف بول رہے ہیں اور جن لوگوں نے سبز باغ دکھا کر اور وغدہ تعظ مقابات مقدسہ دلا کر اور جنگ کو غیر ملک گیری جنگ بتلا کر مسلما نوں سے ہر طرح کی امداد لی۔ آج وہی وعدہ کنندگان اپنے وعدوں سے انراف کر ہے ہیں۔ اور اپنے وعدوں کی بعید از خیال و فہم توجیہیں گھر کر ہے ہیں۔ مسلما نول نے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ سے تباہ کیا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے جراغ سے

خدا جس قوم کی عقل سلب کرلیتا ہے اس سے ایسے ہی کام ہوا کرتے ہیں۔ یہ کا نون قدرت ہے۔ چنا نیر قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کسی قوم کو تباہ و برباد نہیں کرتا جب تک وہ قوم اپنی بربادی کے سامان خود مہیا نہ کرے۔ یعنی اعتقاد اور نیت جب تک نہ یہ لیے اللہ پاک کی دی ہوئی نعمت جیسی نہیں جاتی۔

اب اس مطلب کو سلمان اپنی گور منٹ کے گوش گرار کریں کہ ہمارا طنیفتہ المسلمین پایا نے روم کی طرح ہر گر نہیں ہوسکتا- کیونکہ پایانے روم ان کا جائشین ہے جن کی یہ تعلیم ہے۔

ری ہو سال میں ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنگھ کے بدلے آنگھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم کو یہ کہتا "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنگھ کے بدلے آنگھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ شریر کامقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ تیری داہمی گال برطمانچ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف بھیر دھے۔"

(متى ۵- باب، ۳۸، آيت ۳۹)

گرجیے کہ ہمارے نبی عربی فداہ ای وابی مثیل موسئے تھے ایے ہی ان کے جائشین و ظیفہ مثل ظفاہ و جائشین موسئے ہے ایے ہی ان کے جائشین و ظیفہ مثل ظفاہ و جائشیان موسئے ہے باحثرت و باجبروت ہونے جاہیئیں۔ جیسا کہ موسے طبیعی خریروں اور مفدوں کی گوشالی کے سامور من اللہ تھے۔ موسے طبیعی کے ظفاء کی طرح اللہ تعالی نے سلما نوں کو ظافت عطا کرنے کا وحدہ فرایا اور جیسا کہ بی اسرائیل کے ظیفہ بنائے گئے تھے وہ ایجام خریعت موسوی جاری کیا کرتے تھے۔ مثلاً یوشع بن نون اور قاضی، اور ساؤل، اور داؤہ اور سلیمان بن داؤہ علیم السلام وغیرہ وغیرہ و غیرہ۔ ایلے ہی محمدی خریعت کے جاری کرنے والے سلمان فوں میں طبیعہ ہونے جاہیں اور بنصلی وظافت خود منظم اسلام میں ہوتے رہے ہیں۔ اور اس وقت امیر المؤمنین و ظیفتہ المسلمین نا ئب رسول منتار باخیل و حضم اسلام میں ہوتے رہے ہیں۔ اور اس وقت امیر المؤمنین و ظیفتہ المسلمین نا ئب رسول خدائد ملک و سلطان ابن سلطان و حید الدین ظافہ الم الرمین الشریفین سلطان وحید الدین ظافہ مالوی مالا کے اسمت خدائد ملک و سلطنت، ……… مند آرائے سریر ظافت میں آگران سے کوئی علاقہ جوجنگ سے پہلے ان کے اسمت شا اب چینا جائے وہی اور آزادی کے خوش کی نظفہ سنا کہ وہی خوش کی نظفہ سنا کر اس میں ہوئے۔ جیس اور ہماری صدائے احتجاج کوکوئی وقت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ کئی گور نماز کی کوکوئی وقت نہیں دی جاتی ۔ جیسا کہ کئی سریری انگلستان کہہ درے ہیں۔ اور ہماری صدائے احتجاج کوکوئی وقت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ کئی سلس کی سام کوئی وقت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ کئی ایک مدر سے ہیں۔ ایک کئی صدمہ اور احساس نہیں۔

اب تخلصاد عابدرگاہ قاضی الحاجات یہ ہے کہ وہ اپنے اسلام اور طلیفہ اسلام کا سر حال میں حامی و ناصر ہو-آئین ثم آئین-

منقول ازاخبار "المنير" جھنگ ۲۴ مارچ ۱۹۲۰ء تقریر مولانا مولوی محمد صنیاء الدین صاحب ادام الله بر کا تھم حوانہوں نے بموقع عرس شریف بمقام سیال شریف مجمع کثیر کے سامنے پڑھی

الحمدش نحمده و نستعینه و نستغفره ونؤمن به ونتوکل علیه و نعوذ باشه من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یصلله فلا هادی له ونشهد آن سیدنا محمداً عبده ورسوله الذی ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی باشه شهیداً محمد رسول الله والذین معه اشداً علی الکفار رحماً بینهم تراهم رکعاً سجداً بیتغون فضلاً من الله ورضواناً سیما هم فی وجوههم من اثر السجود ذالک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کررع اخرج شطاه فازره فا ستغلظ فاستون علی سوقه یعجب الزراع لیغیض بهم الکفار وعدالله الذین آمنوا وعملوا الصلخت منهم مغفرة واجراً عظیماً

اما بعد: فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يا إيها الذين أمنوالا تتخذواليهود والنصارى اوليا، بعضهم اوليا، بعض ومن يتولهم منكم فانه منهم ان الله لايهدى القوم الظالمين. فترى الذين في قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشى ان تصيبنا دائره فعسى الله ان ياتى بالفتح اوامرمن عنده فيصبحوا على مااسروا في انفسهم نادمين. ويقول الذين آمنو هؤلاء الذين اقسموا بالله جهد ايمانهم انهم لمعكم حبطت اعمالهم فاصجواخسرين. يا ايهاالذين آمنو من يرتد منكم عن دينه فسوف ياتى الله بقوم يحبهم ويحبونه اذلة على المومنين اعرة على الكافرين يجاهدون في سبيل الله ولا يخافون لو مة لائم ذالك فصل الله يوتيه من يشاء والله والسع عليم انما وليكم الله ورسوله والذين آمنو الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الركوة وهم راكعون. ومن يتول الله ورسوله والذين آمنو فان حرب الماؤدي (ب ٢ المائده ع ٨)

پوشیدہ ندر ہے کہ یہ کلام رہانی جو آپ ہوگوں پر بڑھی گئی ہے سورہ مائدہ کا آشموال رکوع ہے۔ خلاصہ سطلب اس کا یہ ہے کہ سوسول کو حق تعالی نے یہود و نصاری کی ممبت اور مودت اور نصرت اور اعانت سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے جوان کا دوست ہووہ اسی میں سے ہے۔ پھر ان لوگوں کو تہدید فرمائی ہے۔ پھر ان لوگوں کو تہدید فرمائی ہے۔ چور اس مولات کے مخالف ہیں اور کھتے ہیں کہ اگر یہ تمریک بار آور نہ ہوگا تواریک توریک اور نہ سے جو تمریک ترک موالات کے مخالف ہیں اور کھتے ہیں کہ اگر یہ تمریک بار آور نہ ہوگا تواریک توریک ہوگا تاوے گا۔

فرما یا ہے کہ خدا تعالی غیب سے فتح و تھرت اور امداد اسلام کے اسباب مہیا کرے گا۔ اس وقت یہ لوگ نادم اور شرمسار موں گے۔

اور آ گے جل کر ارشاد فرمایا ہے کہ جولوگ تہاری راہ ورسم سے پھر کر کفار سے جاملتے ہیں تم اس سے

کبیدہ فاطر نہ ہو۔ عنقریب ضرا ایک قوم کولائے گا جو ضرا سے عجزہ نیاز رکھتے ہوں گے۔ اور ضرا تعالیٰ ان سے معبت رکھے گا۔ ان کی نشانی بھی فرادی ہے کہ وہ موسوں سے نہایت ہی تواضع سے پیش آئیں گے اور کھار پر زبردست ہوں گے اور وہ کسی کی طاست سے خوف بھی نہیں کھائیں گے۔ تہارا دوست ضرا ہے اور رسول اور وہ مومن جو کھار سے ترک موالات کرتے ہیں اور خدا کی احکام کی پابندی کرتے ہیں اور جو تم میں سے کھار کی موالات ترک کر کے خدا اور رسول کی دوستی اور موسوں کی دوستی پسند کرے وہی ظلبہ میں رہیں گے اور کاساب رہیں گے کیونکہ خداکا شکر مہیشہ کامیاب اور خالب رہتا ہے۔

اس موقع پر میں آپ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانی چاہتا ہوں کہ ترک موالات کیا جیز ہے اور ترک معالات کیا جیز ہے اور ترک معالات کیا ہے۔ یہ بات تو علماء ہند خصوصاً موالانا ابو الکلام آزاد اور موالانا غلام معین اللہ ین اجمیری ادام اللہ برکا تھم کی تصانیف ہے۔ یہ بات تو علماء ہند خصوصاً موالانا ابو الکلام آزاد اور موالانا غلام معین اللہ ین اجمیری ادام اللہ برکا تھم کی تصانیف ہے بنوبی واضح ہو چکی ہے۔ اس جگہ ان کی تشریح تحصیل حاصل ہے۔ میں تو اپنے علقہ اثر کے نوگوں کو یہ جتا دینے کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ میں جمیعت علماء ہند کے فتولئے کی حرف بحرف تصدیق کرنا ہوں اور اس برکار بند ہوں اور آشناؤں کو جمی اس کی ترقیب دیتا ہوں اور اس فتوسے سے شاید ہی کوئی فرد اسلام ہے خبر ہو۔ مگر ہمارا ملک پنجاب خصوصاً شاہ پور عام طور پر اسلامی ترکیکوں سے بے خبر رہتا ہے۔ ان کی آگاہی کے لئے منتصراً وہ فتوے ذیل میں نقل کرتا

"جمیعت علماءِ ہند کا یہ اجلاس کامل غور کے بعد مذہبی احکام کے مطابق اعلان کرتا ہے کہ موجودہ حالات میں گور نمنٹ کے ساتھ موالات اور نصرت کے تمام تعلقات اور معاملات رکھنے حرام ہیں۔ اس کے ہاتمت حسب ذیل امور بھی واجب العمل ہیں۔

۱- خطا بات اور اعراری عهدے چھوڑ دینا۔

٣- كونسلول كى ممبرى سے عليحدگى اور اميدواروں كے لئے رائے نہ ورہنا-

٣- دشمنان دين كوتجارتي نفع نه پهنجانا-

س- کالجوں اور سکولوں میں سرکاری امداد قبول نہ کرنااور مسرکاری یونیورسٹیوں سے تعلق قائم نہ رکھنا۔ ۵۔ دشمنان دین کی فوج میں طارمت نہ کرنااور کسی قسم کی فوجی امداد نہ سیانا۔

۲- عدالتوں میں مقدمات نہ لے جانا اور و کیلوں کے لئے ان مقدمات کی پیروی نہ کرنا۔

صاحب! اس فتولے کووہ شنص ناقابل برداشت کہ سکتا ہے جس کے دل میں ایمان اور اسلام کی ذرا

بھی قدر نہ ہو۔ فقیر نے بار ہا اپنے آشناؤں کو اسلامی اصول کے ماتمت اس فقوے کی طرف توجہ دلائی اور اب بصورت اعلان ہر ایک فاص وعام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جو شخص فوج اور پولیس میں طازم ہو۔ تواس سے فقیر کا کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کو فقیر سے کوئی تعلق ہونا چاہیئے۔ یہ میں نہیں کھتا کہ وہ طلامت چھوڑیں یا نہ چھوڑیں۔ یہ ان کے ضمیر اور ایمان پر چھوڑا گیا ہے اور آئندہ کوئی فوجی اور پولیس مین کوئی نذرانہ کی قسم کا فقیر کے بیش نہ کرے کیونکہ وہ ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ بنا

على قوله تعالى .... ومن يتولهم منكم فانه منهم.

ترجمہ:- اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا------ اور جا ہیئے کہ کوئی آدی نوجی ہویا پولیس کا فقیر سے بیعت نہ کرے- کیونکہ اس کو بیعت نہیں کیا جائے گا- بناء

على قوله تعالى ..... ضرب الله مثلاً رجلاً فيه شركاء متشاكسون.

اور میر منابعت حضرت خواجہ بزرگ ہند الولی خواجہ شیخ معین الدین چشتی اجمیری رسمتہ اللہ علیہ کے اسرار اولیاء ملفوظ حضرت خواجہ فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ مؤلفہ حضرت خواجہ بدر الدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ ترجمہ فرما یا گنج شکرنے کہ!

ایک وقت ایک مسلمان طازم معاندین اسلام کا، مرید ہونے کے لئے شیخ معین الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں صافر ہوا۔ لیکن خواجہ نے اسے بیعت نہ کیا۔ اس شخص نے جاکر اپنے آگا معاند اسلام کے پاس شخص نے جاکر اپنے آگا معاند اسلام کے پاس شخص نے ہاکہ اسے مرید کیوں نہیں بناتے۔ خواجہ صاحب نے پاس بھیجہ کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں بناتے۔ خواجہ صاحب نے بار طلام ہے۔ اور جو شخص بے گاز کے آگے مرجھائے ہم اسے کلاہ نہیں صاحب نے ویت اور مرید نہیں کرتے۔ اگرچہ اس قسم کے اعلانات اس جبرواستبداد کے زبانے میں تکلیمت میں پڑنے کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ گرسست واللہ احق ان تمناه۔ سامت اللہ تعالی زیادہ حقداد ہے کے تو اس سے ڈرے۔ دسنوی چند روزہ عیش وارام کے بدلے عقبی کی للمتناہی وابدی نعمت کو محمود بنا حماقت اور صلالت نہیں ہے دسنوی چند روزہ عیش وارام کے بدلے عقبی کی للمتناہی وابدی نعمت کو محمود بنا حماقت اور صلالت نہیں ہے تواور کیا ہے بقول شنے سعدی

بادا دل آن فرو مایہ شاد که از بهر دُنیا دہد دیں بباد

....... دو سرااتمام حجت کے لئے ہر مرشد، پیر و سردار کولازم ہے کہ اپنے مرید اور رمایا کوامر معروف و نبی عن المنکر کرے تاکہ فردا قیامت کو ضرمسار نہ ہونا بڑے جب خدا کے رو برو دوزخی کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی۔ انہوں نے ہم کو گھراہ کیا۔ یس کہیں گے اے اللہ! ان کود گنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج۔ تواس دن کھر مکیں کہ اے خدا ہم نے تیرے پینام ان لوگوں تک بہنچا دیے گئرانہوں نے نہیں بانا۔ و ما علینا الا البلاغ

بیروں کوایسا نہیں چاہیے کہ مردہ خواہ بہشت میں جاوے یا دوزخ میں۔ ان کو طوے باند ہے سے کام ہو۔ بلکہ امر معروف و نهی عن المنکر ہر وقت کریں۔ یہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ گفتم خیراستہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی استوں کے علماء اور مشائح کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انہوں نے امر معروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

لولا ينهَهُم الربا نيبَون والاحبار عن قولهم الاتم واكلهم السحت لبئس مأكانوا يصوعون.

یصنوعوں-ان کومشائخ اور علما، گناہ کی بات کھنے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا آ گے آپ کا ایمان

مرادِ کانفیمت بودو گفتیم حوالت باخدا کردیم و رفتیم فتیر ممد صنیا «آلدین عفاالله عنه (۲رجب الرجب ۱۳۳۹**۵)** 

عقیدت مندان دربارسیال شریف کے لئے بدایت م

بردران ملت و عزیزان طریقت! جومظالم اس مظلم دور میں اسلام اور مسلما نول پر ٹوٹ رہے ہیں ان کو س کر ایک سپاسلمان ہی نہیں بلکہ ہر الصاف پسند دل لرز جاتا ہے۔ طلافت اسلامیہ جس کا قیام و بقاء مذہبی نقط نظر سے ایسا ہی ضروری ہے جیسے جاندار کے لئے روح، پنج عیسائیت میں گرفتار ہے۔ جزیرۃ العرب جس کی نسبت سمارے آقائے نامدار حضور اقد س مشائلہ کی آخری وصیت تھی کہ

اخر جوا اليهود والنصارين من جزيرة العرب

امدائے اسلام کا تُعبَت گاہ بن گیا ہے۔ کلمہ حن کی آواز ٹکالنے والے فدایانِ ملت و قوم جیل خانوں کی کو شرطین میں دے کو میں خانوں کی کو شرطین میں دست و پابر زنجیر ہیں۔ سرنامیں ہزاروں بجے یتیم اور عورتیں بیوہ بے کس بعو کو بان دے رہے ہیں۔ جن کے مربی اور سرپرست حمایت حن پر نثار ہوگئے اور معنی اس جرم میں کہ توحید حن کا نعرہ بلند کرنے والے تعے شیخ تشلیث کی نذر ہو گئے۔

وما نقموا منهم الا ان یومنوا بالله المعزیر الحمید۔ (پ ۲۰ البروج آیت ۸) ان واقعات کوس کر کس مسلمان کا کلیجہ ہے کہ پانی نہ ہوجائے اور کون سی آنکہ ہے۔ جو آنسووک کے دریا نہ ہمائے۔ حقیقت میں ان واقعات نے مسلما نول کواپنے بھولے ہوئے فرائض کا زریں مبن دیا

⁽¹⁾ حضرت اسیر فسریعت کے شائع فرمودہ کتابچ میں یہ "ہدایت" شامل نہیں تھی۔ یہ الگ سے حضرت خواجہ نسیالوی کی طرف شائع کی تئی تھی- تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے پہال شائع کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

ہے۔ اور یہ خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کے لئے تازیا نہ غنیں ہے۔ ہمیشہ سے اور اس نازک وقت میں ہر مسلمان کا مذہبی وض ہے کہ وہ لہی ہر ممکن کوشش سے جمایت اسلام اور اپنے نظاوم بھا آپول کی دستگیری کرے۔ اس لئے فقیر اپنے عزیز آشناؤں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ والتا ہے کہ وہ مطالبات اسلام پورا کرانے کی طرف اپناگام عمل تیزی کے ساتھ بڑھا میں اور دنیوی اعزاز وجاہ (جوچند روزہ ہے) گے بدلے خدائے فوالجلال اور رسولِ عربی فداہ ابی وائی کی خوشنودی کی وائی عزت عاصل کریں۔ ماندین اسلام کے ساتھ تمام تعلقات نصرت و وحمایت کو ترک کر دیں۔ اور علمائے کرام کے سفقہ تنوی بر عمل بیرا ہوں۔ مظلومین سرنا سست جاں یتم بھے الوارث عورتیں بھوک کے مارے واغی اجل کولیک تحصہ کے مستمق رحمت ایزدی ہوں۔ کیا عجب ہے کہ اس نیک کام کی بدولت تمہارے سابقہ گناہ محوجہ جائیں اور جو روسیابی اور ظلمت قلبی حمایت و نصرت اس نیک کام کی بدولت تمہارے سابقہ گناہ محوجہ جائیں اور جو روسیابی اور ظلمت قلبی حمایت و نصرت احداث دین کی وج سے تم پرچا بھی ہے۔ وہل جائے۔ ان الحسینات یدھین السینات

میرے عزیزہ کیا تمارے سلمان دل اس کو گوارا کر سکتے ہیں کہ تم اونچے اونچے کلات میں چین اڑاؤ۔ صبح عوری کے نتھے بچے اور بے کس عور تیں ایک تقد کی حسرت میں جان ور تم خوش سے ان کو نوش جان کرو۔ اور ادھر اسلام کے نتھے بچے اور بے کس عور تیں ایک تقد کی حسرت میں جان دے دیں۔ تمارے گھروں میں غلہ کے آنبار اور خزانوں کے خزانے دفی پڑے ہوں۔ لیکن ان اسلامی پودوں کے لئے تم اپنی جیب سے ایک پیسہ صرف نہ کروا گروا تھی تماری یہ حالت ہوگئ ہے تو تقت تمارے اسلام اور اس حضور اقد س التی تیلی من مدعیان اسلام اور اس کے مظلوم افراد فریادی ہوں کے کہ یارسول اللہ کفار نے توجم پر ظلم توڑے لیکن ان مدعیان اسلام نے بھی انہوں کو اور میاری کچھ خور دیں تو ان مظلومین کی کافی امداد ہو سکتی ہے۔ اگر آپ حضر ات صرف بیجا اسراف والا یعنی مصارف ہی کو چھوڑ دیں تو ان مظلومین کی کافی امداد ہو سکتی ہے۔ اگر آپ حضر ات ہوں کہ ان بیجا اسراف والا یعنی مصارف کرتا ہوں کہ اور سعادت دارین حاصل کریں گے۔ جو صاحب، امداد کی جائے تم ارسال کرنا جاہیں وہ یا تو نقیر سے گی اور سعادت دارین حاصل کریں گے۔ جو صاحب، مطلومین سرنا کے لئے رقم ارسال کرنا جاہیں وہ یا تو نقیر سے کہ اس معبدیں تاکہ یہاں سے مرکزی مجلس ظافت میں سے کہ کو باخذ رسید عظا کوروانہ کر دی جائے یا اینے صلح کی مجلس ظافت کو یا اس کام پر مامور خدام ظافت میں سے کئی کو باخذ رسید عظا کہ دیں لیکن فقیر کو جائی نقیر کو بھی رقم مرسلہ کے متعلق اطلاع دیں تاکہ فقیر میں ان کے لئے دعاء خیر کرے۔

اللہ تعالیٰ کا سزار شکر ہے کہ اس نے اس نقیر کو بھی کار خیر میں حصہ لینے کی توفیق عطاء فرہائی ہے اور اپنی منتصر امداد اور محجد عزیزوں و آشناوں کی مدد سے تقریباً جار سزار روپیہ اس مدمیں پیش کئے جا بھے ہیں۔ اللہ تعالی سر سلمان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے اور زبانی شور و فناں کی بجائے شاہر او عمل پر جلنے

کی توفیق عطاء فرمائے۔اللهم آمین بحرمته سید الرسلین مالداعی: فقیر محمد صنیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف-

حضرت بیر حافظ عبدالله سیالوی برادر اصغر حضرت خواجه صنیاء الدین سیالوی رحمه الله

ملانان دے اتے اج کل ے مصیب بھاری دین اسلام دی اجل طالت دادهی نازک سوئی سب عیماتیاں دل کے بارو ایڈے کلم کمانے شہ اسلام اول وچ شہر دے قید انگریزال کیتا ماتی کمک جو بادشاہ دا سارا ونڈالیو نے ہندوستان دے مسلمانال کھیا انگریزال تائیں اما تبانول دوال دتبال بندبال چندبال ميتي اس مخت دے مدلے میکامنوں عرض اساڈی ایڈا کلم طلفہ اتے تسیں نہ ہر گز کر یو ير محمد انگريزال خيال نه كيتا محمد يرواه نه كيتي سب علاقے ترکال کولوں کھوہ لئے عیساتیاں جیرا ملک ہے ترکال کولوں ستھ انہاندے آیا كرقتل عام ميانيال ارب جموف ودب ندم کئی یتیم نے کئی رنڈیال کئی بے وارث ہونے جو تحمد سرترکال نے گذری محض اسلام دی کارل بن کرو خیال کمال نال دے دے اے بعراؤ سارے حنهال محض اسلام دی خاطر سر اینا کشوایا · جير جيمے بال بھي بھتھے مرجانون انهاندے چاہئے رقبال جمع کر کے بھیجو اوہنال تائیں گھر اپنے وہ بیٹھیال ہویال غازی مرد بن جاسو ہمت بارو مول نہ سین مردان وانگوں آوو اجکل کل ملمان ہندو سب اکٹھے ہوئے ہندو بڑی مدد یے کر دے بارا زور لگا کے الله نال ساڈے ہو سی مدد گار مدای

جو کلیف انہاندے سرتے جانے ملتت سادی لیر مصل خدا دے یا جنوں ہورنہ ساتھی کوئی جميرت وعدے كيتے آے مارے ما بعلالے اس خبرنے ہر کے دا خون گر دا بیتا ككڑے ككڑے كر ليونے كجھ نال حوف كيتونے امیں تبادی رعیت کنال تمیں اماؤے سائیں حکم الوائے نال ابال نے سرکٹوائے سیتی ساڈا وین ونجابو ناہیں سنت کراں تساؤی رک اساڈے دین وے مالک سیف نہ سر تے وحریو آخر کار کیتونے اینوں وجیوں انہاں نیتی بخرے جھے کر لیونے جیونکر وڈ تصائبال رل بِل سب ميمائيال اس وهيد دادها ظلم كمايا گاجر مول وانگوں گھر وج بال بچ ہے وڈھے کئی نمانے کھڑے کارن عاجز ہوکے مونے پر دین دی کارن سردیون تسین مسلم مول نه بارن حنمال وم خدائیدے رابیدے سر اینے جاوا بار معیبت دکھ درد داسر اینے تے جایا حیت ہے دین اساڈے اتے مسلم اسیں نال دے خازیاں دے وجبہ نام تساڈا ککمی اللہ سائیں غازمان والے درجے تسین رب سیم تسین باسو اوبنان غریبان بعکمیان تاینس رقمان ی پینجاؤ دت ایسال یتیمال کارن کرال کس محلوئے میں تا آخر مسلم ایس دکھو قدم ودھا کے خریج کرو وج راہ خدا دے جان تے مال تمای نظب

دل بریک ملمان شد پریشان تفو برتو بود اے چرخ نادال که کردی دین حق از ظلم ویران نموده قيد شاهِ آلِ عثمال چوقیدی ست آن شاه سلمان که ترکال را نخوانم کرد نقصاب نموده پاره پاره کمکِ سلطال گرفتہ ہاقی ماندہ حصرُ یوناں نه او را بت حد و نیت پایان مِزارال بهر لقمهُ گُشته يجال کمر بستہ بہ امدادِ غریبال تھدق ہے نماید بریتیماں که بیادد مرحمت بازیر دستان بر بینی شان معزد پاک بر سجال كنون سمجول ساكين لقمه جويال كنول مبتند مفلس جول گدايال كنول خود سميول محبوسين بزندال كول يعما شده خود مكك اوشال كنول دو دست خالي جول اسيرال كنول بهر جمع محتاج فربال فلک برحال ایشاں ہت گِریاں عنایت کن به مکینان فراوان

مسلمانانِ عالم گنته حيرال م بان دور فلک گریده امال م نمودے ہری با دشمن دیں ہمہ میسائیاں اجماع کرودند كنول بيكس شده ناموس اسلام نختیں لائد جارج وحدہ کردہ كنول كرده سمال وعده فراموش ممالک چیده چیده خود گرفتند ستم بانے کہ برترکال نمودند برارال مانمال ويران كرده كنول جمله سلمانان عالم ہمہ کن صب طاقت استطاعت شده واجب بهر ملم بمين كار چوتر کال نیت کس اکنول پریشال گھے بودند ترکاں شاہ شاہال نمودندے گدایاں را فنی گر گھے ، واساختندے تیدیاں را گرفتندے گئے صد خوان یغما گھے مالک ہمہ آلات جنگی م ازحكم اوشال جمعه واجب غرض احوالِ تركال گفتنی نيت اگر اسلام داری اے سلمال

شالِ "كن تنا لوالبر حتّی تنفقو" نه آخر خواندهٔ اذ ورقِ ترآن نمائی صرف بر چیزے كه دادی براهِ مالک و عفار و رحمان خدایا این تمناے عبد بست كه باشند اختر اسلام تابال

نظم

اے ستم گر مجھ کو تونے خست و رسوا کیا فانمال ویرال کیا دل کو کیا ناخاد میمی تینے ایرو نے ترے فارت کیا بغداد بمی کیول نہیں رکتا تو اپنے ظلم سے اے بے وفا کچھ تو ہونی چاہیے اس ظلم کی تعداد مجمی اپنے سنے تو خقیتی دوست بن جاتے ہیں وہ پر نہیں دیتے وہ مرنے کے لئے میعاد مجمی یوں تو وہ اب رحم دل خود کو سمجھتے ہیں گر خوان ناحق کے لئے کر دیتے ہیں ارخاد مجمی ہیں گر تو بی ایکان و دولت دے چکھ تو میں اے کافر ذوا کر اپنے وعدے یاد مجمی ہیں کہ تو تیرے حقق میں ایمان و دولت دے چکھ ان کو بیمان نہیں مبتی و فا استاد مجمی ہیں کہ جھٹوں سے عبد جشم وفا ان طوطہ چشوں سے عبد ان کو بیمان نہیں مبتی و فا استاد مجمی

### تاريخ احرار برسلسله وار زير طبع كتب

برصغیر میں مجلس احرارِ اسلام کی تاریخی جدوجید کومفوظ کرنے کے لئے مرحلہ وار مختلف موصوعات پر کتا بول کی اشاعت کا اہتمام کیا جاریا ہے۔

وہ تمام احباب جن کے پاس مجلس احرار اسلام سے متعلق اپنی یادداشتیں، مطبوعہ ریکارڈ، احرار کے اخبارات و جرائد سبب، مطبوعہ ریکارڈ، احرار کے اخبارات و جرائد سبب، روزنامہ آزاد، روزنامہ نوائے پاکستان، روزنامہ بلالِ نو، (بمبئی) ہنت روزہ دور جدید، (بمبئی) ترجمان احرار (معرف احرار (معرف) سروزہ افضل (سہار نبور) روزنامہ مجابد، اہنامہ شمرہ (لاہور) نیزاکا براحرار اور جلسول کی تصاویر وغیرہ موجود ہول از راہ کرم ادارہ کو طلاع دیں۔

استفادہ کے بعد تمام مواد شکریہ کے ساتھ وابس نوٹما دیا جائے گا۔ َ

خطبات احرار (سید محمد کفیل بخاری)، شاه جی کی کمانی شاه جی کی ربانی (سید محمد کفیل بخاری)، خطبات امیر شریعت (سید محمد کفیل بخاری)، احرار اور تحریک فوجی بعرتی بائیکاٹ (محمد عمر فاروق) اکابر احرار، تعدارت، راحدی، خدمات، (محمد عمر فاروق) احرار اور تحریک تشمیر ۱۹۳۱، (محمد عمر فاروق) -

را بطر: سيد ممد كفيل بخاري، دار بني باشم، مهر بان كالوفي ملتان - فون 511961 (061)

#### مکک محمد الدین صابر امر تسری (گوجرا نواله)

#### "صفتال بہت اوس سنی سلطان دے وچ "

تیری موت دراصل خود دار دی سوت نگهبان امت، باوقار دی موت اوس قافلے دے ہے سالار دی موت فرملت رئيس الاحرار دي موت الاعلان اے تیری نکار دی موت شخ حام دے صابر غمنوار دی موت بجھ گئی او شمع ملتان دے وج پیدا ہوونا نہیں جمان دے وچ اے تاثیر سی اوبدی زبان دے وچ آئی جنبش نہ ذرا ایمان دے وج چرجا عام ہو نہا جبندوستان دیے وج پیا فرق نہ کچھ آن ٹان دے وج نیو یارک، نہ چین، جایان دے وج فلنطین نہ مقط، عمان دیے وچ نہ ظہران اندر نہ ایران دے وچ ناممکن ہے سارے جان دے وج گھر گھر سوگ ہو یا پاکستان دے وج صفتان بہت اوس عنی سلطان دے وج طاقت کے اے صابر نادان دے وج

مرحیا شیرا تیری موت اتے مافظ دین دے، عاشق رسول دے وی فرنگی دور نه جنهون دبا سکیا نامکن ہے کدے وی بھل جاوے آوے فق نہ نبی دی شان اندر حانباز، قاضی، ناج، مظهر، شورش جدی روشنی سی ساری وچ دنیا ایہو حہا نے خوف لے باک غازی جدول بولدا سي، موتي رولدا سي تخته دارتے وی اومنے حق کھیا لدها رام دا داقعه یاد موسی وشمن خود ذلیل خوار ہوئے يبدا موونا نهين، بند، سنده اندر نہ اے، کم، مدیش بغداد، اندر نہ اے قاہرہ، مصر، نہ وچ کابل براعظم نه اينيا، وچ يورب ایس مرد مجابد دی موت اُتے ہے مثال، کمال حسین، عاقل اوس درنایاب دی صفت آتھے

غلام رسول مهر

# وه آدمی تھا مگر.....

سید عطا اللہ شاہ بخاری اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے ساتھ نیکیوں اور سعاد توں کی ایک دنیا لے گئے۔ جو گوناں گوں اوصاف وخصائل اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کئے تھے، وہ پہلے بھی ایک وجود میں جمع ہوتے رہے۔ اب تو زمانہ ان اوصاف وخصائل کی تربیت ہی سے بہظاہر محروم نظر آتا ہے۔ پھر کس بناء پر امید رکھی جاسکتی ہے کہ ویسی کوئی شخصیت ممیں ووہارہ دیکھنی نصیب ہوگی۔

جس دور سے میں گزر کر آیا ہوں اس بیں ہر طرف عظیم القدر شعصیتوں کی صفیں نظر آتی تعییں جن میں اس ہے ایک ایک ایسا جب عیں بی سے ایک ایک ایسا جب و غریب بیکر تما کہ ایک ایک ایسا جب و غریب بیکر تما کہ اسے دیکھتے ہی فرط اوب واحترام سے گردنیں جمک جاتی تعییں۔ آج ویسے وجود کھال نظر آتے ہیں ؟ اگر جوں کے وجود کھال نظر آتے ہیں ؟ اگر جوں کے وجود کھال نظر آتے ہیں ؟ اگر جوں کے وجدد محمود جاتا ہے تو اپنے مطاب اللہ شاہ بخاری مرحوم و مغور کے لئے اس مجمع عظیم میں بھی اک معزز مقام عاصل تما۔ میں آج ال کی مثال کھال تا تاری مرحوم و مغور کے لئے اس مجمع عظیم میں بھی اک معزز مقام عاصل تما۔ میں آج ال کی مثال کھال تاری کی دائیں کی امید پر ڈھوند ہی ؟

کزری ہوئی د نیا

صفرت لیام بغاری سے ایک شعر منسوب ہے۔ جس کا مضوم اردو میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ اگر تیری زندگی طویل ہو گئی تولاناً تمام احباب کی موت کے غم برداشت کئے بغیر تیرے لئے چارہ نہ رہے گا۔ اس وجہ سے تیری زندگی اندوہ و فلن کا درد انگیز سرقع بن جائیگی۔

اس اندوہ وگل کا صمیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے احباب ورفقاء کا کا فلد سنازل حیات سے تیزی کے ساتھ گزرگیا اور وہ گروہ بیش کاروال کی حیثیت میں بیچھے رہ گئے۔ میں کیا عرض کروٹ کہ کن کی بزرگول، ممبول اور مہدمول کی سفار قت کے داخوں سے سینہ ودل شعلہ زار ہنے ہوئے ہیں۔ کان جن صداؤل سے عمر بھر آشنا رہے۔ وہ اب کہ میں سننے میں نہیں آئیں۔ نگاہیں جن سناظر کی اس ورجہ خوگر ہو چکی تعمیں کہ انہیں کو رندگی کے طبعی اور حقیقی سناظر سمجھتی تعمیں ان کی زیارت کے لئے اب دور دور کا جاتی ہیں اور ناکام واپس آتی ہیں۔ کوئی گزری ہوئی دنیا کو کھال سے لوٹا لائے اور کیول کر لوٹا لائے ؟ رندگی کا دھارا انتہائی تیزی سے بہتا چلا جارہا ہے۔ اس میں رجعت ممکن نہیں۔ اس کا جیھے کی طرف لوٹنا فارج از برندگی کا دھارا انتہائی تیزی سے فطری بے تابیول کو دھارے کی سطح پر بھیرتی ہوئی آگے جا چکی ہیں وہ بلٹ کر نہیں آسکتیں۔ ایک زنانہ تعا فطری بے تابیول کو دھارے کی سطح پر بھیرتی ہوئی آگے جا چکی ہیں وہ بلٹ کر نہیں آسکتیں۔ ایک زنانہ تعا خبر سرم جے بعد دو سری ویہی ہی یا اس سے ملتی جاتی موج آسکھول کے سامنے آجاتی تھی اور منظر میں شکست یا انقطاع ہی نہیں بکہ تغیر و تعدل کا بھی اصاس بہت کم ہوتا تعا۔ گر اب ؟۔۔۔۔۔۔ میں کیا عرض کیا ۔۔۔۔۔۔ میں کیا عرض کول ؟ اب دوسری ہی دنیا وجود میں آگئی ہے۔ وہ دنیا یقیناً ہاتی نہیں رہی۔ جس میں ہم نے زندگی کے دینا وجود میں آگئی ہے۔ وہ دنیا یقیناً ہاتی نہیں رہی۔ جس میں ہم نے زندگی کے دینا واقات گزارے۔۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس گزری ہوئی دنیا کی بہت برای شنعیت تھے۔ ان معنول میں برای شخصیت نہ تھے کہ تھے کہ انہیں کوئی بہت برای شخصیت نہ تھے کہ وہ کئیں اس بھی برای شخصیت نہ تھے کہ وہ کثیر المقدار اموال والحال بر قابض تھے اور اس وجہ سے سینکڑوں ہزاروں افراد کی رندگیاں ان کے ساتھ وابستہ ہوگئیں تعیں۔ اسلام کے زدیک عظمت کا معیاد نہ دولت ہے، نہ اقتدار، نہ رنگ ہے، نہ نسل، تنها علم و فضل ہی نہیں تقریر و خطابت کی سر انگیزی اور تحریر و نگارش کی ندرت کاری بھی نہیں بکہ صرف تقوی ہے۔ صرف حس عمل کا پیمانہ اللہ صرف حس عمل کا پیمانہ بھی اپنا بنایا ہوا ہر گزنہیں۔ بلکہ کتاب و سنت کا پیمانہ اللہ

تعالی کے ایکام واوامر اور حضرت رسول الله صلی الله صلیم کے اسوہ حسنہ کا پیما نہ۔

رفعت ومنزلت

سید عظا اللہ شاہ بخاری اس پیمانے کے مطابق دور حاضر کی رفیح المسزلت شخصیت تعے اگر ہے آج کل بیشتر نگاہوں کا انداز بیٹش بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مواز نے اور ناپ تول کے مسلم معیار باقی نہ رہے۔ زاویہ ہائے نگاہ مجمولار ہوگئے۔ وقیقہ شناسی کی صلاحیتوں میں فرق آ گیا۔ اس نئے میں جو مجمد محمنا جاہتا ہوں، یقین نہیں کہ اے آسکو گھر محمنا جاہتا ہوں، یقین نہیں کہ اے آسکو گھر محم ونظر کے مطابق تھے میں کامیاب ہوسکوں گا اور اپنا مطلب سمجاسکوں گا گھر کھنے سے باز نہیں رہ سکتا کیو کھ تگاہوں کی وگر گوئی کا موجودہ دور بہر حال عارضی ہے دیر پانہیں اور جو مجمد عرض کرنے کا خواہاں میں ہوں، دو چیما ہو گھر کا شاہدے۔ اور خواہاں میں ہوں، دو جیسا ہو گھر کا شاہدے۔ اور کتنی ہی گردشوں کا تختہ مشن بن جانے کیو کھ حقیقتیں بدلا نہیں کر تیں۔ وہ ہر حال میں قائم واستوار رہتی ہیں۔ کلنی ہی گردشوں کا تختہ مشن بن جانے کیو کھ حقیقتیں بدلا نہیں کر تیں۔ وہ ہر حال میں قائم واستوار رہتی ہیں۔

زندگی کے دومقاصد

سید عطا، الفد شاہ بخاری کی سب سے برسی خصوصیت یہ ہے کرراہ حق بیں ایخار مطبوبیت کا وہ ایک ناور بیکر تھے ان کی ہوشمند انرزندگی کا ایک ایک لی جہاد تی سبیل الفد میں بسر ہوا۔ سیرے علم کے مطابق ان کی رندگی کے دواہم مقصد تھے۔ لول یہ کہ ان کا وطن اجنبی تسلط کی ہر آلائش سے بالکل پاک ہو جاتا اور سامرائ کا وجود مث جاتا وہ سامرائ کی خانست خصوصیت سے ان کی زندگی کا نصب العین بنی زہی کیونکہ برطانیہ ہی پاک و ہند پر قابض تعادر برطانیہ ہی کے قبیضے میں اسلامی دنیا کے وسیح ترین اور بعین بنی زہی کیونکہ برطانیہ ہی پاک وہند ہی بالی موجود دار تر بسترین خطی ہے۔ دو سرااہم مقصد یہ تعاکم سلمان دنیا میں بالعموم پاک وہند میں بالعموم آزاد تر، خود دار تر اور خوشال ترزندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں اور عقیدہ و عمل کے لحاظ سے ہے سلمان بن جائیں۔ تفصیلات پر گفتگو کرتے ہوئے آپ بحد سکتے ہیں کہ فلال معالمے میں ان کی رائے صبح نہ تھی اور فلال معالمے میں ان کی رائے صبح نہ تھی اور فلال معالمے میں ان سے اندازے کی ظلمی ہوگئی گم یہ نہیں بجان ایٹار یا فداکاری میں کمبی تالی نہ کیا یا کمبی یہ سوچا کہ قدم آگے برطایا تو انہیں قید و بند سے سابقہ بڑے گا۔ اور اہل و عیال کے گزارے کی کوئی صورت نہ رہے گی۔ ان مقصدوں تو انہیں قید و بند سے سابقہ بڑے گا۔ اور اہل و عیال کے گزارے کی کوئی صورت نہ رہے گا۔ ان مقصدوں تو انہیں قید و بند سے سابقہ بڑے گا۔ ان اور اہل و عیال کے گزارے کی کوئی صورت نہ رہے گا۔ ان مقصدوں تو انہیں قید و بند سے سابقہ بڑے گا۔ اور اہل و عیال کے گزارے کی کوئی صورت نہ رہے گا۔ ان مقصدوں

لے لئے لانماائے زدیک اسلامی زندگی کا گراں بہا فرض تما اور فرض اس لئے ہوتا ہے کہ اسے بے جون و جرا خوش دلی سے ادا کیا جائے۔ اس لئے نہیں ہوتا کہ اسے پورا کرنے کے لئے قدم اٹھانے سے بیشتر ذاقی رنج و راحت کا موازنہ کرلیا جائے۔

#### شرف اولیت

چنانچہ اسلامیت و آزادی کے ہرمعالمے میں انہوں نے اولیت و سبقت کا شرف برابر قائم رکھا۔ ہم میں سے کتنے ہیں جنموں نے فرائفن کواس تقطہ لگاہ سے دیکھا اور اس متعدی و جانفروش سے انہیں بوراُ کیا۔ میں اظمینان سے بیشماہوا یہ داستان سرائی کر رہا ہوں اور داستان سرائی سے حقیقی حالات کا اندازہ مشکل ہے اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ ہر شخص اپنے کمی معبوب و مرطوب مقصد کے لئے اپنے اوپرویسی ہی حالت طاری کرے۔ پھراسے معلوم ہوگا کہ بلند مقاصد کے دیوانوں کی زندگی کیوں کر گزرتی ہے۔

بھریہ معالمہ دو جار دن، دو چار مہینے یا دو جار برس کا نہ تھا۔ حکومت برطانیہ اٹل ہوتی تھی سید عظاء الند شاہ کا عنفوان شباب تھا۔ جب انہوں نے اس میدان میں قدم رکھا اور وہ اسی میدان میں میرے سامنے بوڑھے ہو گئے۔

#### آخری دور کا نقشہ

ان کے ایک نیازمند نے آخری دور کا نقشہ یول بیش کیا ہے۔

اس سربیان مقرر اور شیرین مقال خطیب شعلہ نوا اور آئش نفس عالم دین کو اس حالت بیں دیکھا جس
کی آواز مدھم ہو چکی تھی جس کی زبان سے گفتگو بہ مثل ہور ہی تھی۔ جس کے قوائے جسانی و ذہنی کرور ہو چکے
تھے۔ جس کی بینائی بے حد کرور ہو چکی تھی۔ جو ٹوٹے ہوئے، کچے کرائے کے مکان میں کمیں تھے۔ جس کی
دینی خدمت کا صلہ عزلت و تنہائی اور جدوجہد آزادی کا انعام مسلسل پریشانی اور کمشیری تھا۔ وہ جس کی صمت
کبی باعث صدر دیک تھی۔ آج اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور تھا۔ آج اس کے جور جور اور نس نس میں نصعت
صدی کی کان اور مشقت شامل تھی۔

یقیناً ہر شفس کے بڑھا ہے کی کیفیت کم و بیش اسی قسم کی ہوتی ہے گر کیااس کیفیت میں سید عطام اللہ شاہ بخاری کی ان مسلسل اور طویل قیرول اوراسیریوں کا بھی خاصا بڑا حصد نہیں، جو اس نے وو قرن تک انتہائی مروائگی اور جوان ہمتی سے راہ حق کی ناگزیر مشقتیں سمجد کر برواشت کیں ؟ اس حالت میں بسر کیس کہ حکومت برطانیہ بظاہر اٹل نظر آتی تھی ؟۔

بے نفسی اور بلند ہمتی-

بھر آپ نے دیکھا کہ جس عطاء اللہ شاہ بخاری نے راہ حق کے لئے قربانیوں میں کہمی ایک لیے کے لئے بھر آپ نے دیکھا کہ جس عطاء اللہ شاہ بخاری نے لئے بھی توقف نہ کیاوہ اپنی ذات یااہل وعیال کے لئے کہمی کی اجریا معاوضے کا طلب گار نہ ہوا۔ مہاں تک کہ زندگی کے باکل آخری اوقات میں بھی وہ جب جاب کرائے کے ایک کچے مکان میں مقیم ہو گیا اور کبمی کوشش زندگی کے باکل آخری اور کبمی کوشش

نہ کی کہ اسے کوئی درمیانے درجہ کا کمان ہی الاٹ ہوجائے۔ حالانکہ اس کے گردوبیش بارہ تیرہ سال تک الاٹ منٹوں کا ایک ہے گار وبیش بارہ تیرہ سال تک الاٹ منٹوں کا ایک ہے گار عظیم سیارہا۔ وہ غیر معروف فرد نہ تعا۔ ہزاروں آدسیوں کے دل فرط عقیدت سے اسکے لئے برابر بڑپتے رہے۔ ارباب حل وعقد میں ہی اس کے شناساؤں، بلکہ حقیدت مندوں کی تھی نہ تھی۔ گر اس نے اپنے لئے زندگی کا جوسانی تبویر کر لیا تعا۔ اس میں ایسی با توں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ابل حق ہر متاح اہل حلم کی فلاح و بسود کے لئے تالے تے رہتے ہیں۔ کی فلاح و بسود کے لئے تالے تے رہتے ہیں۔ کم فرخود کمبی کوئی چیز لینے کے روا دار نہیں ہوئے۔ سید عظا، اللہ شاہ بخاری کے لئے عزیز ترین متاح اس کی گرخود کمبی کوئی چیز لینے کے روا دار نہیں ہوئے۔ سید عظا، اللہ شاہ بخاری کے لئے عزیز ترین متاح اس کی گمبی وہ اطمینان شاہد ہی نصیب ہوا ہواں متام کے باب میں عرض کیا گیا ہے۔
کمبی وہ اطمینان شاہد ہی نصیب ہوا ہوانی میں بود کہ بد درویش ہے دہند

کر دولت ایں بود کہ بہ درویش سے دہند میری دعوت بادی گریستن جم وکے رابہ تت خریش

میری زبان ای دعوت بر آبادہ نہیں ہوسکتی کہ لوگ اس نادر شخصیت کے متعلق میں اپنے فراسوش کردہ فرض کی تلاقی کر دیں۔ میرے شیوہ کل و نظر کو ایسی دعوت سے کوئی سناست نہیں۔ البتہ یہ ضرور کھتا ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا کھتا جاؤں گا کہ دوسری نادر شخصیتوں کی طرح اس نادر شخصیت سے بھی خدست اسلام، خدست ملت اور خدست ظان کے طور طریقے سیکھے پہلے ایسے مبازک وجوداتنے کمیاب نہ تھے جائے ہیں۔ یہ آئیسے جو تے ہیں جنہیں قدرت اس کے جمیعتی ہے کہ لوگ انہیں سامنے رکھ کر اپنے فدو ظال درست کر لیں۔ تو ہیں ایسی شخصیتوں کے بل پر ترقی کرتی ہیں۔ عزت مندانہ زندگی کے لئے ایسے ہی ایشار، ایسی ہی کے ایسے ہی ایشار، ایسی ہی کے داکورت ہیں۔ عزمت کو الیہ بی کے ایسے ہی ایشار، ایسی ہی بے افعی اور بے غرصی کی ضرورت ہے۔

عزت مندانه زندگی کی راه

جس قوم کے افراد کی اکشریت یا خاصی برخی تعداد اغراض کی گرم بازاری کا ایند حس بن جائے اس کے لئے قدم آگے بڑھانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ اس کی ستاع ہمت و عمل تو اغراض کے شعلہ زار کی ندر ہوجائے گی۔ یہ بھی واضح رہے کہ قومیں دکش انعاظ یا بہ ظاہر دل پذیر تقریروں سے زندگی کی استمان گاہ میں کا سیابی کی اہل نہیں بنتیں ایسے عمل کی ضرورت ہے جو ایٹاد و بے نفعی کے سر چشے سے قوازے کی طرح ایسے۔ سید عظام شاہ غاری کی ذات گرای زندگی ہر ایسے ہی اعمال کا مصدر بنی رہی ۔ وہ ہمارے عمد میں اسلای اوصاع واطوار کا ایک قابلی قدر سونہ سے ۔ ایسے نمو نے جتنی تعداد میں پیدا ہو سکیں، انہیں حقیقی قوی دوات سمجھے۔ جن با تول کو ہم اب اپنے زدیک اہم سمجھے ہیں اور معیار وقعت بنائے بیٹھے ہیں۔ انہیں تواسلام کے حقیقی معنوں سے کوئی بھی سناسیت نہیں۔

ممکن ہے میری گزارشیں آپ کو تلخ و ناخوشگوار معلوم ہول گھر-من آنچہ فسرط بلاغ است باتو ہے گریم تو خواہ از سنم پندگیر، خواہ ملل

# شاه جی اور فتنهٔ راجیال

جماعت احرار اور اس کی مشکلات

آریہ ساجیوں کی طرف سے توہیں رسول کی ترکی اپنے شباب پر تنی اور مجلس احرار بھی ناموس رسول ملکائیکم کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا فیصلہ کرچکی تنی لاہور میں "رنگیلارسول" ناپاک کتاب کے طلاف عم و طسلہ کے طوفان ابھرر ہے تنے اورساری قوم مسلم لیگ کی بے عملی سے اکتا کر مجلس احرار کے دامن سے عمل کی توقع وابستہ کرچکی تنی اور خواص سے بیزار عوام میں سے ہر ایک کی زبان سے "احرار کھاں ہیں" "احرار کھاں ہیں" " کا کرار کھاں ہیں" ؟ کی سے تاب آوازیں نگل رہی تعیں۔ اب وہ دن آگیا جب لوگ جوق در جوق دبلی دروازہ کے باہر مجلس احرار کے دفتر کی طرف ہوم کرتے جارہے تھے۔ یہاں تک کر بارہ بیج تک شاہ محمد طوث رحمہ اللہ تعالی کے مزار کے ارد گرد سادے باغات انسانی کھوڑ یوں کے گھنے جگل بی گئے تھے۔

مجنس احرار بھی عجیب قسم کی جاعت تھی بڑی خوش قسمت مگر بڑھی بدقسمت اس نے قبول عام کی ایسی بہاریں دیکھین کہ کسی دوسری جماعت نے تم دیکھی ہوں گی۔ گراسے پیپائی اور زوال کی خزال کے منظر بھی ایسے خوفناک دیکھنے پڑے کہ کیاکھوں

بات کیا تھی؟

بات یہ تمی کداس جراعت کا فکری رہنما اس جراعت کو ایسے انداز سے چلانا چاہتا تما جس سے احساس مقای کی بھی تھی جو سے احساس مقای کی بھی تھی جو بھی بورے ہوجائیں پس اس دو عملی استرازی میں مجلس احرار میں کمیں تحقیق و بہار آجائی رہی اور کمبی اسے بعیانک خزاں کا سامنا کرنا پڑھا۔ صلمان عوام بڑے حصلی دے اور مخلف لوگ ہیں۔ بھیا بھی تاب ہر ہے وہ توسید می سیاٹ بات کو سمجھتے ہیں۔ احرار کی یہ مشکل رہی ہے کہ انگریزوں کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ان فقسوں کو بھی سنجالنا پڑتا تما جو پوری تمفیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ فرقوں کے حقوق سے زیادہ افتراق انگیری حقوق سے زیادہ افتراق انگیری معلوم ہوتی تھی اور ان فرقوں کے حقوق سے زیادہ افتراق انگیری معلوم ہوتی تھی اور خاص معلوم ہوتی تھی اور خاص کے معلوم ہوتی تھی اور خاص کا کہ تھا ور ہند دوک میں بھی چاہد میں جس سے اور ہند دوک میں بھی تھے اور ہند دوک میں بھی اور سب سے اچھے مہر سے وہ ہوتے تھے جن کا حدوکہ ہی نہ ہوسکے ایسے موقعوں پر شاطر مختص لوگوں سے فائدہ اٹھا یا کرتے تھے اور ایسی با تیں اٹھاتے تھے جن کا دھوکہ ہی نہ ہوسکے ایسے موقعوں پر شاطر مختص لوگوں سے فائدہ اٹھا یا کرتے تھے اور ایسی با تیں اٹھا تے تھے جن کا دھوکہ ہی نہ ہو سک ایس ہوتا تمان سوسال سے ان کے پیش نظر تما کہ مسلمانوں کے دہ ہی احساس کو بار بار کے تصادم سے محرور کی جا نہ اس میں انگر زائدر سے اس کا ہموا تما گو ظاہر میں شافر ہیں جاتا تما اور لطفت یہ کہ مسلمانوں کو ان سکے جا کر وہ سے ان کا دھوت ہی ایک سوسال سے ان کا ہموا تما گو ظاہر میں شافر ہیں جاتا تما اور میں دکھتا تما۔ حقوق سے محروم ہی رکھتا تما۔

احرار کی یہ حکت عملی تھی کہ ہندواور انگریز دو نول سے لڑائی لڑمی جائے گر شاطر کچیداس طرح سے عال جاتنا تھا کہ ہندو سے ان کی لڑائی انجی طرح سے گشر جاتی تھی گر انگریز سے لڑائی کے وقت سارا ہجوم ان سے اس طرح ہٹ جاتا تھا گویا کہی تھا ہی نہیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ احراد دو نول مجاذول پر لڑتے رہے۔

دفتر احرار میں احرار رہنماؤں کا اجتماع

بات کہیں سے کہیں نکل گئی میں یہ کہ رہا تھا کہ توہین رسالت شائیتیا کے خلاف احتجاج سے بھرا ہوا ایک ہم موم بدورا کے بسرا ہوا ایک ہم میں بیان میں میں بیان کہ میں اس میں ہم ہوگیا گویا ایک تقاضاً عام تھا کہ احرار اس احتجاج کو عملی شکل دینے میں قوم کی رہنمائی کریں اس صورت حال میں مجلس احرار کے دفتر کی بالائی منزل پر احرار کے بڑسے برشنا سراسینگی اور پریشائی کے عالم میں جمع ہوئے اور مسلما نوں کے جذبات کو کم کرنے اور مشلم کرنے کے وسائل پر عور کرنے کے وسائل براحمن، مولانا حبیب الرحمن، مولانا حبیب الرحمن، مولانا حبیب الرحمن، مولانا مقلم عوث ہزاروی اور سولانا علام عوث ہزاروی اور سبار احد شجاع آبادی اور مولانا علام عوث ہزاروی اور سبار میں موجود تھے بحث کے دو نقاط تھے۔

اول: كمه توبين رسول المُؤيِّيِّلُ كے مسئلہ كوعدالت ميں لايا جائے-

دوم: آریہ سماجیوں کی سر کوبی کے لئے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی جائے۔

یہ بمث بڑے معرکے کی بمث تھی ایک طرف وضع احتیاط کا انداز تھا اور دوسری طرف جرائت غازیانہ کا مظاہرہ تھا اندرون خانہ کی اس بمث میں ہر قسم کی ہائیں ہوئیں اور یہ خصوصیت احرار میں ہی دیکھی گئی تھی کہ سخت سے سخت بحث کے باوجود احرار برادری کا احساس کہمی کمزور نہیں ہوتا تھا۔

امير شريعت كي ابل لامور كويقين دبا في

شاہ محمد عوث والی سرکل پر جوم اور زیادہ ہوتا گیا اور اب شاید مخالف جماعتوں کے لیگ معی جموم میں شامل ہوگئے تھے اور نعروں کا انداز محجھ ایسا ہو گیا تھا کہ گویا اگر کوئی جلد فیصلہ نہ ہوا تو دفتر احرار اور رہنمایان احرار کی بھی خیر نہیں۔

اس شور و شغب کے عالم میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بالکونی سے ابنا جسرہ دکھا یا اور کھا

"اے باشندگان لاہور! معالمہ عزت رسول مُثَلِّقِيَّم كا ہے اور اس كے لئے ہمارى جماعت ہر قسم كى قربانى دينے كو تيار ہے گر میں دیکھتاہوں كہ اس مقدس جاد میں وہ لوگ شريك سين جن كواپنے دعوے كے مطابق اب تک ميدان میں آچَنا چاہئے تھا۔ ہم عزت رسول مُثَلِّقِيَّم كے لئے سر دعر كى بازى لگانے كا فيصلہ كر چے ہیں گرجاد ان رہماؤ كو بھى لے آوَجو ہم سے الگ مسلک رکھتے ہیں تاكہ يہ جاد آخرى جاد ہواور اس میں پورى قوم شريك ہو-

سول نافرہا نی کی تحریک

سید عالی مقام کی اس تبویز سے دوا ژرمر تب ہوئے بعضوں نے کہا کہ جھوٹ کھہ رہے ہیں بعضوں نے کہا آسخر کار احرار ہی قوم کے کام آئی، یہ خال بہادر، سر اور نواب اب کہیں نظر نہیں آئے۔ احرار کی میٹنگ پھر ضروع ہوئی، شاطروں کی پہلی چال ذراسی ناکام رہی، مگر شاطروں کی توم حوصلے والی قوم ہوتی ہے ہجوم پھر مشتعل کردیا گیا میٹنگ کے اندر اب بحث اس کئتے پر آگر رک گئی کہ عدالت میں جارہ جوتی اب بہانہ جوئی کے مشراومت سمجھی جا کیگ-اس لئے سول نافرہا فی کے بغیر کوئی جارہ نہیں گرسوال یہ پیدا ہوا کہ ایسی شول نافرہا فی میں پوری قوم کو شرکیک کیوں نہ کیا جائے گراس کے لئے پھر التوا ضروری تمااس لئے یہاں بحث بند ہوجاتی تھی۔

چودھری افصل حق کی رائے

چود هری افعنل حن کاخیال تھا کہ سول نافرانی کا مسئد طے شدہ ہے گر شہر کے دوسر سے رہنماؤں ہے بھی اشتراک کی درخواست ضروری ہے تاکہ نقصان کی صورت میں یوی دوسر سے رہنما قوم کو پہ مجہ کر نہ بھڑگا ئیں کہ دیکھا ہم عدالت کے ذریعے سارے مسائل حل کرالیتے۔ یونھی مسلما نول کا خون کرادیا اور بات بھی ٹھیک تھی گر بڑا مسئلہ یہ تھا کہ باہر کے ہموم کو کس طرح مطمئن کیا جائے عالی مقام سید عظاء الخدشاہ بخاری بڑے راست پہند آدی تھے۔ گر سیاست میں باہر کے شاطروں کی ماریں محماکھا کر یہ ضرور مانے لگے تھے کہ شاطروں کے بچھائے ہوئے جال میں پھٹنا نہیں چاہئے۔ تاہم مسئلہ کے حل کی حوصورت بھی ساسنے آتی وہ خطرناک اور نازک ہی سعاوم ہوتی تھی۔

### امير شريعت كإفيصله اور بحث كأخاتمه

اب سہ بھر ہوچکی ہے اور چار بجا چاہتے ہیں۔ اور ہموم اور بھی بڑھتا جارہا ہے، تعرول کی آوازیں اتنی بلند اور گونج دار ہوتی جارہی ہیں کہ مجلس بحث میں لوگ ایک دوسرے کی بحث کوسن بھی نہیں سکتے۔ دفتاً سید صاحب اشد کھڑے ہوئے اور دوسرے کمرے میں چلے گئے اور دور کعت نماز پڑھی اور دیر تک سجدے میں رہے۔ اور جب

الله صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم وحملي آل ابراهيم الكه المراهيم

اللهم صل على محمد و على أل محمد كما صليت على ابراهيم وسخلى أل ابراهيم انك حميد مجيد

کھتے ہوئے پھر مجلس میں داخل ہوئے اور فربایا "آج ہمارا طریق کار صرف ایک ہی ہومکتا ہے اور وہ یہ کہ شہر کے سرکاری رہنماؤں کو ان کے حال پر چھوٹ کر اور ہر مصلمت سے آنکھ بند کرکے ناموس رسول ﷺ کے لئے ہر وہ اقدام کیاجائے جس کی ضرورت ہویہ فربانے کے بعد فربایا- بس میری یمی زائے ہے فقط"-

جلسهٔ عام کا اعلان اور دفعه ۱۳۳۳ کا نفاذِ

مسید صفرت سید صاحب کے اس تعربہ حق کے بعد بحث واستدلال کا جراغ گل ہوگیا اور ساری جماعت نے سید علی مقام کی بیروی کرنے کا اعلان کیا اور فیصلہ ہوا کہ دبلی دروازے کے باہر جلسے عام کی فوری منادی کرادی جائے مہر علم دین (جن کی اسیری کی مدت میری دانست میں بالاقساط ہندرہ برس سے کم نہ ہوگی) کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چرہ طیرت دینی سے متماا ٹھا ڈھنڈورا پیٹنے والے اطراف شہر میں چمیل گئے۔

اب ہجوم شہر کی کو توالی سے لے کر اکبری دروازے تک پیمل گیا اور احرار کے رصاکار باغ میں پلیٹ فارم جمانے میں مصروف ہوگئے اب لوگ کو توالی سے سرک سرک کر باغ میں پلیٹ فارم کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں شاطران شہر نے محام سے مل کر ان پراٹر ڈالا کہ فرقہ وارانہ فیاد کا سنت خطرہ ہے جلسہ روکا جائے وونہ بڑا خون خرابہ ہوگا احرار بھی آب انتظامات در ست کری رہی تھی کہ پولیس کی ایک سلح گارد (انگریز) کے سمیت اور شاید مسٹر فیلیوس سٹی مجسٹریٹ کی معیت میں دفتر احرار کے سامے بہنمی اور ابنے خاص ایملی کے ذریعے احرار رہنماؤں کو مطلع کیا کہ عکومت کے نزدیک مجوزہ جلسے عام نقص اس کا باعث ہوگا۔ اس کے جلسے ممنوعہ قرار ویا جاتا سے اور اس تاریخ سے ایک یاہ تک کے لئے وفعہ ۱۳۲۳ نافذ کی جاتی ہے۔

عزم امير شريعت

اب احرار رہنماؤں کواکیک نئی مشکل پیش آئی موضوع بحث یہ تھا کہ اگر اس حکم کے باوجود جلسہ کیا جائے تو فائر نگ کا ہونا لیفینی ہے اور اس صورت میں لقصال جان کی ذمہ داری کا سوال ہے ایک تبویزیہ ہوئی کہ سارے احرار لیڈر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے بیش کردیں۔ گمر سوال پیدا ہو کہ ہوم کی تسکین کے ملاوہ اس سے اصل مسئد کا حق کس طرح شکے گا۔

رٹرا پیچیدہ مسئلہ یہ تھا گر اب سید عالی مقام فیصلہ کر بچلے تھے اسوں نے فریایا آج جلسہ ہوگا اور ضرور ہوگا البتہ چود هری افصل حن کی تبویز پر یہ فیصلہ ہوا کہ کھلی جگہ جلسہ کرنے کی بجائے وطن بلڈنگ کے احاطے میں جلسہ کیاجائے اور حکومت کے رویہ کے طلاف احتجاج کے علاوہ تو بین رسول مٹھ آئیج کے مسئلہ پر سلمان قوم کی کسی متحدہ روش کی تبویز پر طور کیا جائے۔

چود ھری افصل حق اور مجسٹریٹ کے درمیان گفتگو

احرار رصنا کار اس فیصلہ کولے کر ہجوم میں پھیل گئے اور اب لوگوں کا اجتماع وطن بلڈنگ میں ہوتا گیا شام ہوچکی تھی۔ احرار رہنماؤں نے معجد شاہ محمد طونٹ میں نماز ادا کی اور بعد از نماز معمولی سی کھلی شاورت کے بغد جلس گاہ کا رخ کیا۔ یہ رہنماا اعاطے کے دروازے پر پہنچ ہی تھے کہ سٹی مبسٹریٹ نے اعاطے کے اندر کے جلسہ کو بھی ممنوع قرار دے دیا۔ اس پر ان کے اور چود ھری افعنل حق کے درمیان دیر تک بحث مباحثہ ہوتا رہا ان کا کھنا یہ تھا کہ ہجوم سے بات کرنے کا موقع ضرور دیا جائے تاکہ لوگ پر اس طریق سے گھروں کو داہس چلے جائیں مگر مبسٹریٹ نے صد

سول نافرمانی کا فیصله اور شاه جی کی تقریر

اس صورت عال کو دیکھ کرسیدعالی مقام نے احرار رہنماؤں کومشورہ دیا کہ اب حکومت سے مگراؤ نا گزیر ہوگیا ہے۔ چنانچہ سونافرما فی کافیصلہ کرلیا گیا اور بشرط ضرورت جلسہ ضروع ہوگیا جس کی صدارت جود حری افعنل جت ایم-ایل-اے نے کی-

میں نے مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بیسیول تقریریں سی بیں گراس دات کی تقریر مجھالیی تھی جس کا

نتش کبی سٹ نہ سکے گا۔ گر تقریر سے زیادہ سید صاحب کی تدبیر کا بھی اسی روز فائل ہوا، اعاظہ متصر تما اور ہوم زیادہ اور خطرہ یہ تما کہ باہر کا ہوم کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹے جس سے پولیس کو فائرنگ کا بہانہ ل جائے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر احرار رہنما (ہر چند کہ وہ بھی شعلہ بیان تنے) بے بسی کے عالم میں تنے اس لئے صدر جلس نے اغراض اور صورت حال پر معمولی میں روشنی ڈالنے کے بعد فربایا کہ آج ہماری باگ ڈور سید عالی مقام کے ہاتھ میں ہے۔ اس بلئے آپ انہی کے اکھام سماعت کیمئے سید صاحب نے سب سے پہلے باہر کے ہوم سے خطاب کیا "اسے شعر رسالت کے پروانوا میں جانتا ہوں کہ آج تم شوق شہادت میں یہاں بے تابانہ آئے ہوگر حفاظت رسول طاقیق کی گڑائی ہم سے نظم و صبط کا تفاصل کرتی ہے میں جاہتا ہوں کہ شہر لاہور بلکہ سلماناں ہندوستان کا بچر بچر لہی اپنی باری سے توبائی بیش کرے لہذا جولگ دروازے سے باہر کھڑھے ہیں۔ دو دو چار چار کی ٹولیاں بن کر اور بھر کر اپنے اپنے گھرون کو والیں ہوجائیں۔ ان کی باری کل آئے گی اور جولگ اعاطے کے اندر بیں وہ پولیس یا فائر نگ کے خوف سے اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور ایک نظم اور فاعدہ کے تمت اپنے آپ کو ٹریائی کے لئے بیش کردیں "۔

شاہ جی کی تقریر

دروازے پر غل ہوا معلوم ہوا کہ خاطران شہر کے تحجیہ کارندے لوگوں کو سید صاحب کی تقریر کے خلاف مشتعل کر ہے تھے اور اس پر ملک لال دین قیصر موقعہ پر گرفتار ہوگئے گرباہر کا ہجوم منتشر ہوگیا اب سید صاحب کی کے اعلان سے باخبر کیا۔ ملک لال دین قیصر موقعہ پر گرفتار ہوگئے گرباہر کا ہجوم منتشر ہوگیا اب سید صاحب کی تقریر خروع ہوئی تقریر کیا تھی آئیوؤں اور شعلوں کا اجتماع تھا جوش کی انتہا تھی اور آہ و کراہ کی آوازیں ہر طرف سے سنائی دے رہی تھیں مجھے سید صاحب کی تقریر کے الفاظ یاد نہیں رہے گر ایک دو فقرے ابھی تک وباغ میں تھیے ہوئے ہیں۔

"اے مسلمانان لاہور آج جناب رسول مٹھائیقیم کی آ برہ تہارے شہر کے ہر ہر دردازے پر وستک دے رہی ہے۔ اے امت رسول مٹھائیقیم آج ناموس ممدی کی حفاظت کا سوال دربیش ہے اور یہ سا فیئستھ بغداد ہے بھی نیادہ غمناک ہے دوال بغداد سے ایک سلطنت بارہ بارہ ہوگئی تھی گر توبین رسول ٹھھیئیم کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت مشزازل موری ہے"

تقریر سید صاحب کی تھی مگر اس روز سیدصاحب اپنی معمول کی تقریر کے موڈ میں نہ تھے اور یہ معلوم ہے کہ سید صاحب کی عام تقریروں میں ظرافت اور بدند سنجی کا عنصر اصل موضوع کے برابر ہوا کرتا تعامگر اس روز پافی اور آگ کی ترکیب سے یعنی مسرد آہوں اور گرم آنسوؤں کے طلب سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی یہ اور ہی طرح کی تقریر تھی

شاہ جی کا پولیس سے خطاب

اصافے کے اندر تقریر ہوری تھی اور باہر پولیس کی جمعیت زیادہ سے زیادہ صف آرا ہوتی جاتی تھی رات

گزی حاری تھی اور پولیس والوں کا دل فا ہو سے باہر ہوا جارہا تھا ''خرسید صاحب نے پولیس والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے پولیس والوہم یہاں صرف اظہار غم کے لئے جمع ہوئے ہیں تم کیا جاہتے ہواگر تم ہمیں گرفتار کرنا جاہتے ہو تو ہم عاضر ہیں اور اگر ہمارے ساتھ وہ سلوک مطلوب ہے جو ایک سند زادے کو وراثت میں ملا ہے تو ہمارے سینے اس کے لئے بھی حاضر ہیں "- اس پر جلسہ میں شدید رور کی لہر اٹھی اور لوگول بے کہا کہ ہمار کی جانیں بھی عاضر ہیں شہر کا کوتوال زیرک آدمی تھا اس نے جلسہ گاہ کے قریب آ کر سدعیاحب سے کہا کہ آپ جلا۔ جاری رکھیئے دفعہ ۱۴۴۷ صرف باغ کی حدود تک ہے۔ گر اب ببلک کا جوش بہت بڑھ چکا تھا سینکڑوں آدمی شہاد شٹہ کے شوق میں بے تابانہ اٹھ تھڑے ہوئے اس پر جود ھری افسل حق نے کہا (جو آئینی حدود کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے!) صاحبو! وہ وقت بھی آنے والا ہے جب ہمیں تہاری جانوں کی ضرورت ہوگی مگر ابھی وہ وقت آیا نہیں۔ ہم جاہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم اس فا نون کے پرنچے اڑا دیں جو ہمیں توبین رسول مٹائیاتی پر اظہار غم سے رو کتا ہے۔ چنانچہ عام سول نافر ما فی کا اعلان ہو گیا۔

شاہ حی کی گرفتاری

دس دس اور پھریانج یانج آدمیوں کے دستے پلیٹ فارم کے پاس جاتے تھے اور سید صاحب کی قدم ہوسی کرکے باغ کی طرف عاکر گرفتار ہوعاتے تھے ہزاروں آدی اس شب گرفتار ہوئے میر بے باس میرا دوست مولوی خدا نمش کھڑا تھا۔ اس کا بھائی اور اس کے بھانجے سب گرفتار ہوچکے تھے۔ میں نے اس کو روک رکھا تھا کہ تمہارے لوگ جاہیجے ہیں۔ تم سب لو گوں کے گھروں میں ایک مرد بھی اب باقی نہیں جو خبر گیری کریے تہارا جانا مناسب نہیں۔ مگروہ دیوانہ وار اٹھا اور سید محترم کے قدموں میں جاگرا اور پھر پانچ آ دسیوں کے ہمراہ باہر جلا گیا اور گورے کا ڈنڈاکھا نے کے بعد گرفتار ہو گیا اور میں (اس وقت بھی صید لاغر کی طرح بے مصرف ہی رہا) 🕟

نے خون ہو آئکھوں سے بہا کک نہ ہوا داغ

اے خون شدہ دل تو کمی کام نہ آیا! '' جب سول نافربانی کرنے والوں کی ہخری ٹولی بھی جلی گئی تواحرار لیڈروں کی جماعت سید صاحب مرحوم کی سمر کرد گی میں باہر ٹکلی اور سید صاحب کے پُرور د طریق سلام وصلوۃ کی گونج میں باغ کے قریب جاپہنی اور وہیں گرفتار ہو گئی۔ اوراس طرح یہ شب ختم ہو گئی اور میر ہے ذہن پرسید عالی مقام کا انمٹ نقش چھوڈ گئی۔

احرار کے بڑے بڑے لیڈر تو گرفتار ہوگئے مگرسول نافرہا فی اصلاع میں چھیل گئی اور آخر میں یہ اثر ہوا کہ المنمفرت من المالية م علاف زبان كثائي كرف والون كاسلسله مهيشه ك لئ ختم موكيا-



## خطابت كالمعحزه

سلمان طالب علم پاکتان کی تریک میں پیش پیش تھے نیشنکٹ سلمانوں کا عام جلسوں میں تقریر کرنا مشکل تھا۔ لڑکے انھیں بولنے نہیں دیتے تھے جلسوں میں ہٹگامہ ہوجاتا تھا۔ مجلس احرار اسلام کا مرکز تو لاہور تما لیکن اس کے خطیب کھنوں تک پہنچتے تھے اور اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ مجلس احرار کے ایسے خطیب اور مقرر کسی اور جماعت نے بیدا نہیں گئے۔ مولانا سید عظاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبیب الرحمن لدهیا نوی، مولانا مظهر علی اظهر، مولانا انور صابری جاد و بیان مقررتھے۔ لڑکوں کا یہ خیال تھا کہ اگران لیڈروں کو خطاب کرنے کاموقع مل گیا تواس کا اثر (ان کے حق میں) اچھا نہیں ہوگا۔عوام ان کی خطابت ہے متاثر ضرور ہوں گئے۔ایک دفعہ مولانا سید عطاء الند شاہ بخاری لکھنو آئے مجلس احرار کی طرف سے امین الدولہ پارک میں جلسہ ترتیب دیا گیا- جلسه شروع ہو گیا- شاہ صاحب ذرا تاخیر سے جلنے میں آئے۔ ان کو دیکھتے ہی لڑکوں نے بنگامہ شروع کر دیا۔ اور کھا کہ مولانا! آپ ہندوستان کے سب سے بڑے خطیب ہیں۔ آپ کی تقریر نہایت ول کش ہوتی ہے آپ اپنی اس ساحری سے رائے عامہ کو (ہمارے خلاف) متا ٹر کریں گے اس لئے ہم آپ کو لتریر نہیں کرنے دیں گے ہم مسلم لیگ اور یا کستان کے خلاف ایک لفظ سننا نہیں جاہتے۔ شاہ جی تھے۔ لگے : خدا کی قسم اگر دس سٹ میری تقریر سن لو تومیر سے ساتھ ہوجاؤ گے۔ ایک لڑکے نے جواب دیا۔ "اسی نے توہم آپ کو تقریر نہیں کرنے ویں گے۔ ویے آپ کی تقریر بننے کو

شاہ جی ہے کہا۔ "ایھامیں سیاست پر تقریر نہیں کروں گا۔ صرف دینی معاملات پر بولول گا۔" یہ س کر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریش کے اوالے شاہ جی کی تقریر سننے پر آمادہ ہوگئے۔

شاہ جی نے کوام پاک کی تلوت ایے لمن کے ساتھ کی کہ سمال بندھ گیا اور حاضرین جلسہ میں سے ہر شخص جھومنے لگا اور پھر وہ دینی معاملات پر تقریر کرنے لگے۔ لقریر قودین اسلام کے مختلف اصولوں پر تھی لیکن اس میں قرآ نی آیات کا ترجمہ، حدیثوں کا بیان، حافظ، سعدی، عرفی، نظیری، عالب اور مومن کے اشعار، حالی اورا قبال کی نظمیں، لطیفے اور خدا جانے کیا کیا محبھرشاہ جی نے اپنے خطاب میں پیش کیا۔ لوگ مسمور ہوگئے اور شاہ جی ساری رات تقریر کرتے رہے اور یک شخص بھی اپنی جگہ سے نہیں بالد۔ تقریر کیا تھی اچھی خاصی ساحری تھی۔ فرکی اذان ہوئی توشاہ جی نے اپنی تقریر حتم کی۔

میں بھی رات بھران کی تقریر سنتا رہا اور ان کی ساحرا نہ خطا بت نے مجیدایسی لذت اور لطف وانبساط ے آشنا کیا جس کوالفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ (یادعهد رفتہ، صفح ۱۷۸-۱۷۷)

#### ا نور صا بری

### سالار کاروانِ جهانِ وفا گیا (قطعهٔ تاریخ)

وقا

# مثالى خطيب

مجلس احرار اسلام کے قائد سید عطاء اللہ شاہ بخاری جب اپنی تقریر کے لئے لاہور سے آیا کر تے تھے تو کڑا کے کہ سر دی میں ساراسیالکوٹ رام تلائی(۱) میں سٹ آتا تھا۔ کیا ہندو کیا سلمان، سبھی، رات کے محاف نے سر شام فارغ ہو کر محمبلوں میں پاؤ پاؤ ہو مونگ بعلی کی پوٹلی سنبھا لے بند کی جگہ پر قالبض ہو کے شاہ بی کی آمد کا انتظار شروع کر دیسے تھے۔ تلاوت کے بعد شاہ جی اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے چند لیم برای متیں فاروش سے دھیروں حاضرین کا جا رُد لیتے، پھریہ دیکھ کر مسکرانے لگتے کہ پوری رام تلائی ہم جبی سے، مگرا ہمی تک انبوہ کے آنبوہ کے آرہے ہیں۔ اسی دوران کوئی مجلانا سیکرہ نون پر گل بھاڑ کو نعرہ تکبیر بلند کرتا اور ہم سب سے بڑا ہوئے کا یقین دلاتے۔ اور پھر سید عطاء الفرشاہ بخاری کی آواز رقص کرنے کے انداز میں اس کے من سے برآمد ہونے لگتی۔ سنے تو ہم سبھول کو ہیں، مگرشاہ جی کا یہ سبھول کو ہیں، مگرشاہ جی کا یہ سبھول کو ہیں، مگرشاہ جی کا یہ سبھول کو ہیں، مگرشاہ جی کا تاب مجھوا ہی سین ستاروں کے پورے جو مٹ میں مارک انتھنی کی۔

اقتباس مضمون "ساته ساته" (ما منامه تخلیق لامور، فروری ۱۹۹۴م)



# کرے گی ناز تمجھ پر حشر تک تاریخ انسانی علار اندر صاری (دیویند، انڈیا)

جمالتان عرفال تمى ترى مِرْكُور پيشانی فصاول میں ترے الفاظ کے جرول کی تابانی تری آنکھوں کے حرول میں صیاتے شمع ربانی کرے گی ناز تھے پر حشر تک تاریخ البانی مهيشه تونے تشرايا غرور تاج بلطاني فقيرانه ادا تمي مم مزاج فقر سلباني كمل خاكدُ تحميلِ دستور جبال بانی لد یر آنہیں سکتا برائے فاتحہ خوانی ے درس آسور ونیا میرے اظکوں کی پریشانی

خطیب اعظم اسلام فر بزم ایمانی دلوں کا ذکر کیا رُوحوں کو گراتی رہی برسوں چراغ ممثل ختم رمالت بن کے چمکی ہے جاد حریت میں رہرانہ شان کے صدیح ممد کی غلای تیرا تاج زندگانی تمی! وقار بوذری تما تیری درویش کی رگ رگ میں تیرے خود دار جذبوں کا مزاج عزم ستی تعا مری مجبوریوں کو دیکھ اے آزاد خو انسال نی صد بندیال بیں اور میری چشم گریال ہے

بهارون میں بھی میرے دل کا طخیر کھل نہیں سکتا تیری راہوں یہ چل سکتا ہوں، لیکن مل نہیں سکتا

علامه لطييف انور

# وہ آنچ جس سے محبت نمود یاتی ہے!

م آشیانے میں ہوتے موئے ففس میں رہ فدا کرے کہ تری یاد میرے بی میں رہے اگر فریک نہ تیری صدا جرس میں رہے وعا کرو کہ مرے سوز کیم رس میں رہے تحمد ایس بات بھی ترتیب خار و خس میں رہے کوئی سکون کاپہلو تو وسترس میں رہے

ہار باغ سے جائے نہ،اس ہوس میں رہے کھے اور فیصلہ کر لے نہ دل کی بے تابی کہاں کہاں نہ رہے کاروان عمر روال وہ آنج جس سے مبت نمود باتی ہے نود برق سے گشن کا حن بڑھ جائے ترا کرم بی سی، اختراع دل بی سی

کال ربط تمنا نہ کھل سکا انور تفس جمن میں رہا اور ہم تفس میں رہے

#### معيف الدين معيف

# حسین یادیں

امر نسر اس زمانے میں شعر ادب کا گھوارہ تھا سولانا **جبرو** زالدین طغرا کی، سولانا عرشی، ڈاکٹر تاثیر، صوفی تنبھم، ساحر، فیض اور سید عطاء الندشاہ بغاری امر تسر میں ہی رہا کرتے تھے۔

یہ سب لوگ مولانا عرش کے گھر میں اکٹھے ہوتے تھے۔ وہ گھر شعر و ادب کا مر کز تھا۔ حفیظ جالند حری بھی وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ اسی طرح مجلس احرار اسلام کے ایک بہت بڑے رہنما شنح صام الدین تھے۔ان کے گھر پر بھی شعروادب کی نشتیں ہوا کرتی تھیں وہاں بھی میں جایا کرتا تھا۔ باہر سے جب لوگ آیا كرتے تھے توشعرو شاعرى كا خوب جرجا ہوا كرتا- اس ميں ان لوگوں ميں مطالعے كا برا شوق تعا- جو نام لئے گئے ہیں یہ سب لوگ مطالعے کے بہت شوقین تھے اور یہ سب نہایت عالم فاصل لوگ تھے۔ فیض اردو کے بلند یا پر اسکال تھے۔ حربی زبان نہ صرف جانتے تھے بلکہ بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ تاریخ، فلنف، اوب اور مختلف سیاسی واد بی تمریکوں سےانہیں بہت زیادہ واقفیت تھی۔ فرانس، روس اور اسکنڈے نیوین ممالک کے ادب پرانہیں مکمل عبور حاصل تعا- ان کی شخصیت بہت ہی جیزوں کا ایک حسین امتراج تھی۔ اکشر بہ ہوتا تھا کہ کوئی نست۔۔۔۔ ہوتی جس میں ڈاکٹر تاثیر، مولانا جراغ حس حسرت، عطاء الند شاہ بخاری پیٹھے ہوتے تھے۔ اس زیانے میں ادب اور مذہب کوئی مختلف جیزیں نہیں تھیں۔ ادب کے لوگ مذہب سے بھی تعلق رکھتے تھے اور باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے۔ علماء مثلاً عطاء الله شاہ بخاری کو اردو، فارسی کے ہزاروں شعریاد تھے اور وہ اپنی لقریروں میں نگینوں کی طرح ان شعروں کو جڑو یا کرنے تھے۔ جب دو گھنٹے کی نشت ہوتی تھے تواپیا ممسوی ہوتا تھا کہ جیسے علم کے دریا بہدر ہے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس میں شرکت کرتا تووہ چاہتا تو بہت اچھی کتاب بھی مرتب کر سکتا تھا۔ میں اس لحاظ سے خوش نصیب ہوں کہ میں نے ان کی بہت زیادہ محفلوں میں جسر کت كى- جب بهى يدلوگ اكشے موتے توكيتے متے كه سيف كو بلالؤ- اكثريه بوتا كه مولانا باشي، واكثر تاثير، مولانا حسرت، عطاء الله شاه بخاري، فيض احمد فيض اور شيخ حسام الدين جب بهي امر تسر آتے يتھے تو گروپ كي شکل میں آتے تھے۔ ان کی دو سے چھ محصنے تک ادبی نشستیں ہوتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ اس قسم کی نشستوں ہے میں نے بہت کچیہ عاصل کیا۔

سیں نے جن بڑے آومیوں کو قریب سے دیکھا ان میں اوب میں فیض صاحب، صوفی تبہم اور ڈاکشر تاثیر صاحب تھے۔ لیڈروں میں شیخ حسام الدین اور سید عطاء الله شاہ بخاری تھے۔ سید عطاء الله شاہ بخاری کی حیثیت اس زمانے میں یہ تھی۔ (میں ۱۹۳۸-۱۹۳۸ء کی بات کر رہا ہوں) کہ وہ مجلس احرار کا دور تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ برصغیر کی تاریخ میں اتنا بڑا مقرر کوئی نہیں گزا جینے مولانا تھے۔ اوب سے انہیں بڑا شغف تھا۔ عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار انہیں از برتھے۔ اپنی تقاریر میں اس طرح کیلینے کی طرح شعر جوڑتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اسی موقع کے لئے شعر کھا گیا ہے۔ میں اس وقت بچہ تعالیکن چونکہ شعر اور سیاست کا بہت شوق تھا۔ اس لئے میں ان کا جلسے سنے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس زمانے میں ، میں نے کئی جلے ایسے دیکھے کہ جمال لاٹھی چارج ہوتا تھا۔ جلے کے دوران میں ایسک وقت ایسا اتا تھا کہ لاٹھی چارج ہوتا تھا اور لوگ ساگتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی چوٹمیں لکیں لیکن جاتے ضرور تھے۔ پتا نہیں کیا کشش تھی ؟

امر تسرییں مولانا خیر الدین کی مجد سیاسی و مذہبی جلسوں کا مرکز تھی اور وہاں ۵۰ سے ۲۰ ہزار آدئی مما جاتے تھے۔ وہاں ایک بار عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر کر رہے تھے۔ اس دوران کھنے لگے نوگ کھتے ہیں شاہ بخا، آپ کہاں آبھنے ہیں۔ دوماہ کے لئے باہر ہوتے ہیں اور پھر دوسال کے لئے اندر ہوجاتے ہیں۔ نہ بیوی بیں میٹھے، نہ دوست احباب کی معلوں کا مرہ لیا۔ نہ مجھدائیں بائیں دیکھا۔ آخر آپ کو کیا شوق جڑھے گیا ہے؟ کیوں آپ بار بار جیل کی طرف جانے کے لئے رخ کر لیتے ہیں۔ میں نے ان سے کھا کہ الی بائیں نہ کے کو گا۔

ہم نے جب وادی غربت میں قدم رکھا تما دور تک یاد وطن آئی تھی سجمانے

ایسے انداز میں انہوں نے شعر پڑھا کہ میں حیران رہ گیا کہ واقعی اسی دن اورا سی موقع کے لئے یہ شعر کہا گیا تھا۔

میں نے ان حضرات کو قریب سے دیکھا۔ بعض آدی قریب آکر اور بڑے ہو گئے لیکن بعض قریب آ آنے سے اور جھوٹے ہوگئے۔ ایسا لگتا ہے، اس طرح شفسیات کا بھی صبح اندازہ نہیں ہوتا۔ بعض آدمی قریب جا کر جھوٹے، ہدے، بدنما اور غلط نظر آنے لگتے ہیں، لیکن بعض در منیا نے جم کے لوگ ہوتے ہیں مگر ان کے قریب جانے سے ان کی شفسیت بہت بڑی اور عظیم ہو حاتی ہے اور وہ واقعی بڑے وکھائی دیسے لگتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بٹاری کے ساتھ بڑی محفلیں رہیں کیونکہ ان و ّنوں امر تسر او بی وسیاسی سر گرمیول کا ایک مرکز تھا۔

صوفی تبہم صاحب، امر تسر کے رہنے والے تھے، اور گور منٹ کالج لاہور میں پڑھاتے تھے۔ جب جھٹی ہوتی تو وہ امر تسریشریف لاتے۔ فیض، تاثیر، مولانا عرشی، شیخ حیام الدین، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سب اکٹھے ہوجاتے۔ بعض اوقات مگراور جوش آگئے تو پھریہ سب مل بیٹھتے۔

دوسرا مر کزشیخ حسام الدین کا گھر تھا۔ یہ دونوں حضرات تشمیری تھے اور کشمیری گھروں میں آکش پرستوں کی طرح جواما ہمیشہ چڑھا ہی رہتا ہے۔ کباب آر ہے ہیں، باقر خانی، روغنی نان، چاول اور کچھ نہ کچھ ہر وقت کھانے کے لئے آتا ہی رہتا تھا۔ ان کے ہاں بڑی مخلیں ہوا کرتی تھیں اور یہاں پراکشر مولانا عظاء اللہ علیہ بخاری سے ملاقات ہو جا یا کرتی تھی۔ میں انہیں جاوہ گر سمجتا تھا کیونکہ میں نے انہیں وو دو لا کھ کے مجمع کو جب چاہا رلاتے اور جب چاہا بنساتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب کسمی میں شیکسپئیر کی کھی ہوتی انتونی کی تقریر جب چاہا در تھا کہ عثاء کی نماز کے بعد وہ آتریر کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ پہلے تلاوت کلام پاک کیا کرتے۔ اور تلاوت ان رہتا کہ عثاء کی نماز کے بعد وہ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ پہلے تلاوت کلام پاک کیا کرتے۔ اور تلاوت تقریر طروع کرتے اور اذائن فر تک وہ تقریر جاری رہتی۔ اس عرصے کے دوران وہ جب چاہتے لوگوں کو دلا تھے کہ جو تھے۔ ہوتے سے کہ جیسے قرآن نازل ہورہا ہے۔ بعد ازائ وہ تقریر طروع کرتے اور اذائن فر تک وہ تقریر جاری رہتی۔ اس عرصے کے دوران وہ جب چاہتے لوگوں کو دلا تھے۔ ہر تقریر میں ان کے چند فقرے ایسے تاریخی ہوتے تھے کہ جو تھے کہ جو تھے کہ جو تھے کہ جو تھے۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے رسول میں تھے کہ بارے اس وقت بہت چوٹا تھا گر آج بھی یاد ہے) گئے۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے رسول میں تھے کہ بارے اس میں کوئی گئا تھی کہ اور جرات میں کوئی گئا تھی کہاں نہیں رہے کی یا سنے والے کان نہیں رہیں گے۔" یہ نہیں میں یہ بات کھان کہیں رہیں گے۔" میں یہ بات کھان کہیں رہیں ہو گو۔ "یہ نہیں کوئی گئا کہیں ہوں جوالی زبان نہیں رہے گی یا سنے والے کان نہیں رہی ہیں۔ گئی اور جرات تھی کھے۔ " یہ گئی خور کھوں کو کان نہیں رہیں گے۔" سے کھنے گئے۔ " یہ نہیں دے گل نہیں رہے والی کہیں رہیں گے۔"

انگریزوں کا ان کے بارے میں خیال تھا کہ یہ شخص جب جا ہے دو ڈھا ٹی لاکھ کا مجمع لے کر بغاوت کرا سکتا ہے۔ میں نے انہیں بڑسے قریب سے دیکھا اور میں ان سے بہت ستاخر تھا، حالانکہ میں خاکسار تھا اور وہ خاکساروں کے سخت ٹالف تھے بلکہ میں نے مولانا صاحب کے خلاف خاکسار ہونے کی حیثیت میں ایک نظم بھی تھی۔

کیونکہ میں مش کے اعتبار سے پُا خاکسار تھا اور میں اندان تھا کہ یہ تجریک انقلاب لائے گی اور مسلما نوں میں تبدیلی پیدا کرے گی- میری ان سے جب پہلی ملاقات ہوئی اور میرے وہ شعرانہوں نے سے تو شیخ صام الدین سے کھنے لگے۔ "اوئے شیخا! ایسوں لے آ اپنے کیمپ وچ بھی ہمیں (اسے بشیخ! آسے اپنے کیمپ میں لے آؤ)

انہوں نے کھا۔ " یہ توپہلے ہی کیمپ میں ہے۔"

مولانا نے سوال کیا "کون سے کیمپ میں ہے؟" "

شيخ صاحب لے كها- "مخالف كيمپ ميں -"

مولانا کھنے گلے "کوئی بات نہیں، آوی کو کی نہ کی کیمپ ہونا چاہیئے۔ چا ہے کالف کیمپ ہی کیول

نه ہو۔"

شیخ صاحب نے مولانا کو بتایا کہ اس نے آپ کے طلاف ایک نظم بھی کہہ رکھی ہے۔ مولانا سے کہا۔ "سناؤ۔" پھر مجھ سے اپنے خلاف نظم سنی اور اس پر داد دی۔ یہ نظم اس طرح شروع ہوتی تھی کہ۔ وصالِ مُور کا قصہ سُنا کے کُوٹ کیا مداب گور کا تقشہ دکھا کےکُوٹ کیا غریب قوم کو الو بنا کے کُوٹ کیا غریب قوم کو الو بنا کے کُوٹ کیا مثالِ فیل الگتے ہوئے تھے ہوئے عصا زمین پر کس زور سے پشتے ہوئے سیاہ رُفٹ کو انداز سے جھگتے ہوئے رہے میں سے ہر گام پر بھگتے ہوئے تانا بنا کے کُوٹ کیا تاندروں نے تمانا بنا کے کُوٹ کیا

مجلس احرار کا یہ قصہ تھا اور جب کوئی سیاسی معالمہ ہوتا تھا تو یہ کانگریس کے ساتھ ہوتے تھے گرمہ ہی معالمات میں انفرادی طور پر سلما نوں کی اعانت کرتے تھے۔ ہمر حال اس نظم میں میر امولانا کے ساتھ گستاغانہ لب وابعہ تھا جواچھا نہ تھا، لیکن وہ بست بڑے اور عظیم نوگ تھے، ہمارا تو اس وقت آغاز ہوا تھا۔ شر وشاعری میں نے آئے تھے۔ جد بر زیادہ تھا، عقل نہیں تھی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہر نیا آنے والا اپنے خیالات اور نظریات میں بڑا متعصب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے بالکل بیٹوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ مجھ یاد سے کہ ایک سیٹنگ میں مولانا اپنے ساتھ اپنے کو بھی لائے تھے۔ سب سے بڑسے فرزند (سید ابو معاویہ ابو فرز نکاری) وہ مجھ سے عربی دو سال چھوٹا تھا۔ اسے فارسی کے بے شمار اشعاریا و تھے۔ شاہ صاحب آ کر بیٹھے تو پہلے اس سے تعارف کرایا پھر کھنے گے۔ "یہ سیف ہے، تہارا بڑا بھائی ہے، اسے سلام کرو۔" پھر کہا۔" چلو اس نے تا قارف کرایا پھر کھنے گے۔ "یہ سیف ہے، تہارا بڑا بھائی ہے، اسے سلام کرو۔" پھر کہا۔" چلو اب فات فات کی افلان قصدہ سناؤ۔"

اس نے فرفر قصیدہ سنانا ضروع کیا توشاہ صاحب تھنے سگئے۔ شیخ بی، آپ کے فیجہ حساب لگایا؟" شیخ صام اللہ ین لیے کہا۔ "ہاں، میں سمجہ گیا ہوں۔"

شاہ صاحب کا اشارہ اردو کے ایک شاعر کی طرف تھا جنہوں نے اس قصیدے سے بہت کچھ اخذ کیا ہوا تھا اوریہ قصیدہ ان کے بارے میں ایک ریفرنس تھا۔

میرے والد مولانا کے بہت معتقد تھے انہوں نے جب قادیان میں کا نفرنس تین روزہ احرار تبلیخ کا نفرنس قادیان کی تووالد صاحب دو تین روز کے لئے وہاں انہیں سننے کے لئے گئے مالانکہ والد صاحب کسمی بھی تھیں نہیں جایا کرتے تھے۔ "یہ ایساشخص ہے کہ ولی تو کیا اگریہ اس سے بھی زیادہ دعویٰ کرے تومیں اس کے ہاتھہ پر بیعت کرنے کے لئے تمار ہوں۔"

ایک مرتب میں اور والد صاحب شیخ حسام الدین کی گئی سے گزررہے تھے۔ والد صاحب کا یہ صحم تھا کہ عیروں سے تعلقات نہیں رکھتے موائے اپنے بھائیول اور کرنر کے، اور اپنی عمر سے بڑے آدی خواہ نیک

مول، فرشقے ہول .... سے تعلقات نہیں رکھتے۔

مجھے عطاء اللہ شاہ بخاری "سیف المسرور" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ کھتے تھے کہ تہارے اشعار بڑے کاٹ دار ہیں۔ ہم جوں ہی گئی کا ایک مور طرح نے توسامنے دیکھا کہ شاہ جی " ہلے آرہ ہیں۔ ہیں۔ وہ بڑے توی ہیکل گورے چٹے اور سیاہ لیے بالوں والے آدی تھے۔ روشن آنکھیں اور سرخ پُر رعب جسرہ، ہاتھ میں بیاری بھر محم عصا ہوتا تھا اور ساتھ میں دوجار آدی ضرور ہوتے تھے۔ مجھے دیکھا تو دو نوں بازو بھیلا نے اور کہا۔ "اوہ سیف المسرور، ابھی میں شیخ صاحب سے تہارے بارے میں پوچھ کر آرہا ہوں۔" مجھے سیف کے ساتھ لیٹا کیا اور ایک آدھ قرآنی آیت پڑھنے کے ساتھ لیٹا کیا اور ایک آدھ قرآنی آیت پڑھنے کے ساتھ لیٹا کہ والد صاحب کیا ہیں اور وہ پوچھیں گے کہ یہ تہارا واقت کیے بن گیا، یہ تو عمر میں مجھے سے بھی بڑا ہے جمکہ میں نے تہیں کہا ہے کہا ہی عمر سے بڑے کہ یہ تہارا واقت کیے بن گیا، یہ تو عمر میں مجھے سے بھی بڑا ہے جمکہ میں نے تہیں کہا ہے کہا ہی عمر سے بڑے آدی سے نہ طاکرو۔

شاہ جی کے وہ بہت معتقد تھے، میں نے ان کا تعارف کرایا کہ یہ میرے والد صاحب بیں۔

ا نہوں نے والد صاحب سے کہا۔ "اجھا اجھا، آپ بڑے خوش قسمت آدمی ہیں۔اللہ نے آپ کو بڑا تھند دیا ہے۔ آپ کا بیٹا سیف ہمارا بھی ہیٹا ہے۔"

اس کے بعد ہم اپنی اپنی راہ چلے گئے، والد صاحب نے بظاہر توظاہر کیا کہ وہ بہت ناراض ہیں لیکن انہوں نے سوچا ہو گا کہ جس شنص کووہ اتنا بڑا سمجھتے ہیں، وہ بھی ان کے بیٹے کی تعریف کررہا ہے۔ پوچھنے کیگے۔ "بھٹی یہ تمہارے کیسے واقف ہیں ؟"

وہ اُس مجد میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں مولانا عرش امات کرتے، درس اور خطبہ بھی دیتے تھے۔ اسی لئے میں نے کہا۔ "جی! وہ مولانا عرشی صاحب نے ایک بار بلوا یا تھا اور وہاں شاہ جی سے ملاقات ہوئی۔" کھنے لگے۔ "اصا ٹھک ہے۔"

مجھے یاد ہے کہ شاہ جی آیک بار رہا ہو کر آئے۔ میں شیخ صام الذین کے محمر بیشیا ہوا تھا، مجھے دیکھا اور کہا! "او سیف المسرور، خدا تہیں یوچھے"

میں نے کہا "شاہ جی کیا ہوا"

کھنے لگے۔ " تساری وجہ سے میں پوری رات جیل میں ترمیتارہا ہوں اور سو نہیں سکا۔"

میں نے پوچھا "شاہ جی! میرا قصور کیا ہے؟"

کھنے لگے۔ میں جیل میں تھا اور وہاں شیخ آگیا۔ میں نے اسے کہا کہ کوئی شعر سناؤ نواس نے تہارا یک شعر سنایا۔ وہ شعریہ تھا۔

> تیرے قفس میں جوانی اٹا کے بیٹھ رہے میرے چن میں تثبتی رہی بہار مری

خودان کی یہ کیفیت تھی کہ ساری عمر قفس ہی میں رہے۔گھر کے جمن کی ہماریں نہیں دیکھیں۔ بیوی بچوں کے ساتھ آزام سے نہ بیٹھ سکے۔ بس آنا جانا گلار مبتا تھا۔ یا تو تقریریں کرنے چلے جایا کرتے تھے یا پھر کسمی کلکتر، بمبئی، دہلی، لکھنو، پشاور، پنڈی، لاہور میں ہیں یا پھر جیل میں ہیں۔ کبھی عدالت میں مقدمہ جل رہا ہے۔ تو وہاں پر ہیں۔ اس لئے کہتے لگے۔ جب یہ شعر سنا تو ساری رات سیف، یقین کرومیں سلاخوں کے ساتھ سریشخار ہا ہوں۔"

میں نے بتایا کہ وہ مجھ سے بڑی معبت کرتے تھے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے ان لوگوں کی صعبت ا حاصل رہی اور میں نے ان کی معفوں میں شرکت کی۔ ورنہ الاکھوں ایسے انسان تھے کہ جنہوں نے انہیں قریب سے دیکھا تک نہیں مگروہ مجھ سے بے حد محبت سے ملتے تھے۔ میں جب کبھی اس بارے میں سوچتا ہوں ثو بہت خوش ہوتا ہوں اور خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں۔

شنع حسام الدین بھی بہت بڑسے لیڈر تھے مگر شادجی کی شفصیت اتنی نمایاں تھی کہ احرار کے باقی ً لیڈروں کے قدان کی موجود گی میں چھوٹے میوعایا کرتے تھے۔

بہادر یاد جنگ کا اسلوب اور تھا جبکہ شاہ جی کا اندازہ مختلف تھا۔ وہ درویش تھے۔ یہ لوگ تو پیدا ہی قربان ہونے کے لئے ہوئے تھے۔ وہ لوگ کہ جنہیں ہاں کی تھٹی میں آزادی کی تعلیم ملتی ہے اور وہ ان کے خون میں سرایت کر جاتی ہے۔ وہ توانگریز کی ظامی کو برداشت ہی نہیں کرسکتے تھے اور کھتے تھے۔ سلمان ہونا اور غلام ہونا یہ دوستھناد چیزیں ہیں۔ جس وقت تک میں آزاد نہیں ہوں، سلمان نہیں ہوں۔ شاہ جی انگریز کے اتنے سخت ظلفت تھے کہ کھتے تھے "تمام عالم اسلام میں مسلما نوں کی تباہی و بربادی کا ذمے دار انگریز ہے، اس کے اتنے سخت کی تعالیٰ بھینکو۔ "اس کے وہ ایسے سواقع پر انگریز کی خالفت پر کا نگریس سے اتحاد کر لیا اس کے آگے۔

آ دی کو جب اپنے حقوق کا شعور ہو جاتا ہے تو وہ اس کے لئے لڑتا ہے۔ ابھی تک لوگوں کو اسکا شعور

حاصل نہیں ہوا ہے۔ مزارع ہے اس کے حن کی بات ....... کریں تووہ اگار کردے گا کیونکہ اسے بتا ہے کہ انسانوں کی طرح رہنا اس کا حن نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ انسانوں کی طرح تومیاں صاحب، چوہدری صاحب یا خان صاحب رہ سکتے ہیں۔ میں توجا نوروں میں سے ہوں اور اس لئے بیدا ہوا ہوں کہ ان کی خلای کروں۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میاں افخار الدین اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اپنے حلاقے میں اسکول نہیں کھولئے دیتے تھے۔ کھولئے دیتے تھے۔ کھولئے دیتے تھے۔ انہاں مرگذشت کراجی، اکتوبر ۱۹۹۳ء)

#### فيروز سائين

### بتمر دلال نول موم بناؤ نداسي

بڑا ہرن پنچاوندی توم تائیں! ورد مند عالم غم خوار دی موت ول کشوال میں موت دل کشوں میں کشوال دی موت ول کشوں سیابیاں وا تور ویوے ہو جائے جد سے سالار دی موت جدوں موت آئے ہے رہبرال نول کموں ہوندی اے کھے ہزار دی موت یاد رہے سانول کدی بھلی نئیں یادہ سید بخاری مردار دی موت

جبڑے قوم توں جان قربان کر دے گھٹ ہوند ہے او ستردار سید اج موت نے ابن کے چیڈیا نہ ہے ہی مدتاں دا بیمار سید بگی گل سنائے نڈر ہو کے گیا جیل اندر کئی وار سید دلوں برا خلای نوں ہانے ٹر گیا اوہ اج احرار سید

تيرا

کھال دحمتال تیرے نسیب ہوون ہوے جنت دے وی سکان بخش دیوے گارب کریم تینول ہے سی بڑا مضبوط ایمان پتھر دلال نول موم بناؤ ندا سی کیا ظن کے سوہنا بیان قرآن دے نال سی پیار تیمنوں بطلا کرے گا رب رحمال

عكام لطيت انود جحم

### ۔۔ ادائے زبیت ترے قرب کاعطیہ ہے

نصنا میں تیرے کھم کی باس ہے ابتک ری نگاہ نے جس کو جلال بختا تما کتاب دل میں رنانے کے باتھ سے مفوظ کتاب دل میں رنانے کے باتھ سے مفوظ نہ تیرے بعد کوئی مرم وفا گرا! کہمی تو سینہ مہتی کو چاک کر دے گی دین ہے جابجا کانے وہ خونے قتل کہ پروردہ سیاست ہے اُم نظک سے کی دل ضرور برے گی وفا بربر گئی آرزو سے کم تو نہیں ہزار رحمت جلوہ ہے جبکی مردی ادائے دیست جلوہ ہے جبکی مردی ادائے دیست تیرے وب کا عطیہ ہے ادائے

#### ※ * *

محترم ملک عبدالغفور انوری (رحمته الله علیه) نے بیان کیا کہ شاہ جی کے آخری برسوں کی بات ہے ایک روز میں شاہ جی کی فدمت میں حاضر ہوا۔ حب معمول مجرسش احوال کی۔ مجھے فرائے گائی۔۔۔۔ کا بات تحمیں تم ہے ج۔۔۔۔ خفا تو نہیں ہو گے؟ میں نے کہا نہیں، شاہ جی ہر گز نہیں! آپ ضرور فرہائیں۔ شاہ جی نے پھر یہی عرض کہ شاہ جی! آپ پلا تردو ارشاد فرہائیں۔ آخر سے مجھ کیا خطا سرزد ہو گئی ہے؟ شاہ جی مسکرائے اور پھر سہ عرض کہ شاہ جی! آپ پلا تردو ارشاد فرہائیں۔ آخر سے مجھ کیا خطا سرزد ہو گئی ہے؟ شاہ جی مسکرائے اور پھر سہ بارہ یہی بات دہرائی۔۔۔۔ اک بات کھیں تم سے خفا تو نہیں ہو گے؟ اب میری کیفیت عجیب ہور ہی تھی۔ لیکن شاہ جی نے فوراً ہی فرہایا۔۔۔۔۔ بہلومیں ہمارا دلِ مفطر نہیں ماتا! اب میں سمجھا کہ او ہو، شاہ جی تھی۔ اور میری حالت سے لطعن نے رہے تھے۔ فاہ جی کا شعر پڑھنا اور شعر کی معنویت اور شعر پڑھو رہے تھے۔ اور میری حالت سے لطعن نے رہے تھے۔ خاہ جی کا شعر پڑھنا اور شعر کی معنویت اور مناسبت کواس حس و خوبی سے فاہر کرنا۔ یہ سب دل پر لقش ہوگیا۔ ہمیشہ کے لئے۔

اک بات کمیں تم سے خفا تو نہیں ہوگی؟

پہلو میں ہمارا دل معنور نہیں ملا۔۔۔۔۔۔ بہلو میں میارا دل مفظر نہیں ملا۔ بہلو میں ہمارا دل

# امير شنريعت سيد عطاء التدشاه بخاري

گاؤں میں جب سے شعور نے آئھیں کھولیں سرخ ور دیوں اور کلیاڑیوں کو دیکھنا شروع کیا' یہ احراری حفرات کا تخصوص لباس تھا' پہلی جماعت میں ہمارے استاد صوفی عبدالرجیم صاحب مسکین تھے ہو اس وقت ضلعی مجلس احرار اسلام کے صدر ہیں' ان کی ڈبان سے پہلی بار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کاذکر سنا' صوفی مسکین کا شار گاؤں کے سربر آور دہ لوگوں میں ہوتا تھا' تقریم بھی اچھی فاصی کرتے تھے' پنجابی اور اردو کے شاعر بھی تھے' انہوں نے آپنے اردگر د گاؤں کی اچھی فاصی جماعت جمع کرلی تھی' بھی ہید لوگ سرخ وردیاں بہنے اور کلماڑیار کندھوں پررکھے گاؤں کی گلیوں سے گذرتے تولطف ہی آجاتا۔ نسر کے کنارے ور فتوں کے بیجان ۔ کندھوں پررکھے گاؤں کی گلیوں سے گذرتے تولطف ہی آجاتا۔ نسر کے کنارے ور فتوں کے بیجان ۔ طب منعقد ہوتے تو پورا گاؤں اگر ضرور کرتے' اس طرح گویا بجپن ہی سے نیام حافظے پر مرتسم ہو کہ دوران وعظ وہ بھی شاہ جی کاذکر ضرور کرتے' اس طرح گویا بجپن ہی سے نیام حافظے پر مرتسم ہو کے سوانیا۔

۔ اور میں مستقالا ہور آگیا تواس ہے اگلے سال 52ء میں پہلی مرتبہ شاہ جی کی زیارت ہ پاغ بیرون موجی دروازہ کی تاریخی جلسہ گاہ میں ایک عظیم اجتماع انہیں سننے کے لئے جمع تھا۔ میں بھر دیکھنے اور سننے کے لئے کشال کشال پہنچا'وہ منظر جمھے اب تک یاد ہے جب شاہ جی شنج پر تشریف ا مروقد 'خوبصورت نقش و نگار' لیے لیے کیسو، بھرے بھرے پُر عب چرے پر تھبی ڈاڑھی 'ج میں قرآن تکیم پڑھنا شروع کیا تویوں لگاجیے شجرہ جمرجھوم اٹھے ہوں۔ بولے توموتی رولے بے ا ظفر علی خان کا شعرزبان پر آگیا۔

کانوں میں کونجتے ہیں بخاری کے زمزے لمبل چنک رہا ہے ریاض رسول میں

مجلسِ احرار 1929ء میں قائم ہوئی یہ شروع شروع میں صرف مجلسِ احرار پنجاب بھی 1932ء میں آل انڈیامرکزی مجلس احرار کا قیام عمل میں آیا۔ دونوں مرتبہ اس کے صدر مولانا صبیب الرحمان منتخب ہوئے مگر شاہ بی کا تعلق اس سے ویسائی تھا جیسے کا تگریس سے گاندھی کا 'شاہ بی اور احرار دونوں لازم وطزوم تھے۔ ایک نام من کر دوسرانام خود بخود ذہن میں آ جاتا تھا' سیاحی مسلک اس جماعت کاوبی تھا جو جمیت علمائے ہند کا تھا۔ جمعیت کا تگریس کا دین محاذ تھی تواحرار مسلمانوں میں اس کاعوامی اور سیاسی مورچہ 'احرار کےا کٹرار کان حضرت مولاناحسین احمر پر نی م کے عقیدت مند تھے اور بدیں وجہ سیاست میں بھی انہی کے مقلّد تھے 'اس لحاظ ہے مجلس احرار اور شاہ جی دونوں تحریک پاکستان کے مخالف تھے مگر انگریز د شمنی اور تحریک آ زا دی کے لئے جو قرمانیاں انہوں نے پیش کیس کوئی دیانت دار مورس خان سے صرف نظر نہیں کر سکتا' تحریک پاکستان کی مخالفت زیادہ ہے زیادہ ان لوگوں کی اجتمادی غلطی تھی' پاکستان بن گمیاتو مجلس احرار سیاست سے علیحدہ ہو گئی اور دل وجان سے پاکستان کی حمایت اور محافظت کرنے لگی۔ 50ء میں بھارتی فوجیں پاکستانی سرحدات پر جمع ہوکیں اور لیافت علی خان مرحوم نے پنڈت نسرو کو مشہور عالم مکا د کھا یا توشاہ جی بھی میدان عمل میں آ گئے۔ انہوں نے ملک کے طول وعرض کا دورہ کیااور دفاع پاکتان کے موضوع یریاد گار جلسوں سے خطاب کیا۔

مجلس احرار نے بر تشغیری سیاست میں کوئی ٹھوس کامیابی حاصل نہیں کی مگر یسی کیا کم ہے کہ اس نے اردوزبان کے بعض ایسے قد آور اور نامور خطیوں سے قوم کوروشناس کر ایاجو حقیقی معنوں میں میدان خطابت کے شاہ سوار تھے۔ جس طرح سیاست میں جماعت اسلامی کااصل اٹا شاس کالٹریچرہے اس طرح احرار کی شمرت بھی اس کے بے مثال خطیبوں کی مرہون منت ہے۔ میں تے نہ صرف ان خطیبوں کی تقریریں سی ہیں بلکہ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ ان میں ہے اکثر کے ساتھ میں نے خود جلسہ ہائے عام سے خطاب کیا ہے۔ ہمارے ہاں کون ایسا ہو گاجس نے قاضی احسان احمد شجاع آبادی ' ماسر آج الدین انصاری 'شیخ حسام الدین 'صاحب زاده فیض الحن ' مولانامظبر علی اظبر ' مولاناغلام غوث ہزاروی ' مولانا محمر علی جالند هری ور آغاشورش کاشمیری کانام نه سنامو 'بیسب اسی آسان خطابت کیطانداور ستارے تھے ان تمام مقررین کی نمایاں خصوصیات ان کاجذباتی اندازیمال ' شعروا د ب کی چاشنی اور مذہب سے حددر جہ شیفتگی تھیں۔ ان کے مداحوں سے قطع نظران کے مخالفین بھی ان کے جلسوں میں ان کی تقریروں سے لطف اندوز ہونے کیلئے شوق سے جاتے تھے اور ان کے لطیفوں ' چیکلوں اور دلچسپانداز بیاں کادل سے اعتراف کرتے تھے۔ 'جس جماعت کے پاس اتنے بڑے بوے عوامی خطیب ہوں اس کے اجتماعات کی

کامیالی میں کیاٹک وشبہ ہوسکتاہے؟۔

مگران جاند آروں نے کسب نور جس آ فتاب ہے کیادہ شاہ جی ہی کی ذات تھی ' یہ حقیقت ہے کہ بڑے بڑے جلسوں کوانی تقریر کے جادوے محور کر دینے کے فن میں کوئی شخص شاہ جی کاہم بیڈنہ تھاؤہ رات کے نودس بج تقریر شروع کرتے توصیح تک کئے جاتے اور سننے والے اس طرح جم کر بیٹیتے کو یا تمام عمر تقریر ہوتی رہے تو تمام عمریوں ہی بلیٹھے رہیں گے 'تقریر میں جذبات کی شدت پیدا کر کے لوگوں کو بے

افقیار را دینا' ایثار اور قربانی کے بیان ہے انسیں اپنا سب بچھ قربان کرنے پر تیار کر دینااور چنکلوں اور لطیفوں ہے روتی ہوئی محفل کوہنسادیناان کے ہائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

شاہ بی کواگر زمانہ قدیم کے خطیبوں میں ہے کسی کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے تووہ یونان کا '' ڈیما متنقینر ہے جسے اس دور کے مورضین نے سب سے پہلا بردا خطیب قرار دیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ '' ڈیما ستھنینر نے شجاعت کے موضوع پر فقط داو خطابت دی ہے دلولہ انگیز تقریریں کیں ہیں اور وقت آنے پر میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھ ہے گرشاہ جی نہ صرف کاروان شجاعت کے صدی خواں تھے بلکہ اس مقصد کے لئے انہوں نے ساری عمر مصائب اور آزمائشوں کا بھی مردانہ وار مقالمہ کی اس کے صدی خواں تھے بلکہ اس مقصد کے لئے انہوں نے ساری عمر مصائب اور آزمائشوں کا بھی مردانہ وار مقالمہ کیا۔ مقالمہ کیا۔

جماعت اسلامی والے عام طور پریہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے خطابت میں ایک نیا انداز اور نیا اسل پراکیا ہے لیکن حقیقت ہے ہے کہ بنیادی طور پر جماعت کا کمتب فکر خطیبانہ جوہر شمیں رکھتا۔ جس طرح مجل احرار خطابت کیوجہ ہے آگے بڑھی ہے اس جماعت کے اکابر اپنی تحریوں کی وجہ سے معروف ہیں ان کی تقریر میں خشک تحریوں کی مانند ہوتی ہیں اور ان تقریروں میں وہ الی لکر ق اور نامانوس معروف ہیں ان کی تقریر میں جو اکثراو قات سامعین کے سرے گزر جاتی ہیں البتہ حضرت موالمانا میں البتہ حضرت موالمانا میں البتہ حضرت موالمانا میں امیر البتہ حضرت موالمانا میں ہماعت ہے اختلافات کی بنیاد پر مستعفی ہوگئے تھے کا موالمانا میں امیر جماعت ہے اختلافات کی بنیاد پر مستعفی ہوگئے تھے کا موالمانا میں البتہ مظاہری ہا ہی جو نے خطابت میں اپنا ایک رقار ہیں علم اور جذبے کا حسین آ میزہ ہوتی ہیں یا پھر موالمانا گزار احمد مظاہری ہیں جو نے خطابت میں اپنا ایک رقار ہے مگر بیر رنگ ان میں مجلس احرار کے سابقہ تعلق کے زیر اثر پیدا ہوا ہا سامیں جماعت کا کوئی عمل و خل نہیں۔

اس کمتب فکر کے ایک ممتاز اویب اور شاع جناب نعیم صدیقی ہیں جو جماعت کے دائرے میں ایک اطلی ہے کے مقرر بھی شار ہوتے ہیں اور اس میں شک نہیں وہ ایک البجھے کیچرار ہیں 'اپنے موضوع پر خوب میت کرتے اور اس کا حق اوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں گرعوای خطابت کے جو ہرسے وہ بھی محروم ہیں ایک بار موصوف کے فن تقریر پر سیدعطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے نہایت عمدہ اور موذوں تبعرہ کیا تھا یہ ان ونول کی بات ہے جب 53ء میں ہم لوگ لاہور سنٹرل جیل میں نظر بند تھے۔ ان ایام اسیری کے دوران بھی مجھی مجلس شعر بھی آراستہ ہوتی تھی آیک ایس بی محفل میں جناب تعیم صدیقی کا تعارف ان سے وہ سے عید میں جسال میں جات ہیں ہوتی ہیں آراستہ ہوتی تھی آیک ایس بی محفل میں جناب تعیم صدیقی کا تعارف ان سے عید میں جو سے عید میں ج

کر ایا گیاتوفرمانے گئے۔ "'امپیما آپ ہیں تعیم صدیقی! خوب! کچھ تعارف تو آپ سے پہلے بھی ہے وہ اس طرح کہ ایک بار میں قاسم باغ کے قریب سے گزر رہا تھاوہاں کوئی جلسہ تھاجس میں ایک تقریر جاری تھی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی مشین بول رہی ہو پوچھنے پر پتہ چلا کہ مشین نہ تھی آپ تھے۔ "

خطابت کاجادو جگانے کے لئے خطیب کو سحر آفریں شخصیت کابھی حامل ہونا چاہئے۔ اس امتہار ہے بھی شاہ بی کاجواب نہ تھا۔ قدرت نے انہیں ایسا حسن اور مردانہ وجاہت عطاکی تھی کہ جود کھتاد کھتا ہی رہ جا آ۔ کتے ہیں ایک انگریز فلم سازنے انہیں تقریر کرتے دکھے کر کما تھا کہ اگر مجھے اپنی فلم میں حضرت مسیح علیہ السلام کاکر دارا داکرنے کے لئے کسی شخص کولینا ہو تواسم قصد کے لئے اس شخص سے زیادہ موزوں کہا کوئی نہ ہوگا۔

1892ء میں پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے 'بعد میں امرتسر آ گئے 'میمیں دبی تعلیم حاصل کی ' پاکستان بناتو کمان میں قیام پذر ہوئے ' 21 راگست 1961ء کو جان جان آفرین کے سپرد کی ' اُنہول نے پوری عمراور پوری عمرتی تمام تر توانائیاں ملک و ملت کی نذر کر دیں۔ کسی اور کو یا د ہویانہ ہو مگر۔

### ہمیں ہے یاد سر گزشتِ زندگی نمال کی ہوا تمام، حسنِ گلُ رخاں سے کھیلنا ہوا

پھر خدا کا کر نااہیا ہوا کہ ہم اور شاہ جی سنرل جیل لا ہور میں اکتھے ہوگئے ' یہ 1953ء کی بات ہے جب جب تحریک ختم نوت کے سلط میں شاہ بی و دسرے احرار راہنماؤں کے ساتھ گر قدار کر لئے گئے تھے ' میں ان دنوں جماعت اسلامی میں شامل اور اس کے آر گن '' کوژ '' لا ہور کا لیڈیٹر تھا۔ اٹھارہ ' انہیں سال کی عرصی ' جماعت نے اس تحریک میں با قاعدہ حصہ شمیں لیا تھاوہ اسے آئین صود میں رکھنے چاہتی تھی مگر مولانا مودودی اس موضوع پر ایک کتابجہ لکھنے کی وجہ نے گر فقار ہوئے تو ان کے ساتھ دوسرے جماعتی مودودی اس موضوع پر ایک کتابجہ لکھنے کی وجہ نے گر فقار ہوئے تو ان کے ساتھ دوسرے جماعتی اور دی بین انظر بند تھے وہ دیا گئے ہے۔ یہ '' ہم کیس '' کہتے تھے۔ یہ '' ہم کیس '' کرتے تھے۔ یہ '' ہم کیس '' کرتے تھے۔ ہو '' ہم کیس کیس میں ماتوث بھائے اور اس کے ساتھی رہا کرتے تھے۔ بھائی کہا ہے اس کے ساتھ میں انزام تھا۔ بھائی کی برا بھی بال میں ہم چھینئے کا مقدمہ چلااس پر ایک انگریز پولیس کہتان کے کرتے تھے۔ بھائی کا بھندا فودا بی گران کی میں الا اور نعرے لگائے ہوئے موت کو لہیک کہا۔ '' ہمار ستان '' میں مولانا ظفر علی خان کی یہ نظم اس میں بالا اور نعرے لگائے ہوئے موت کو لہیک کہا۔ '' ہمار ستان '' میں مولانا ظفر علی خان کی یہ نظم اس

زمانے کی یاد گارہے ۔ شہیدانِ وطن کے خونِ ناحق کا جو ست نکلے تو اس کے ذرّے ذرّے کے بھکت عگمہ اور دیتے نکلے قوباں میں عرض کر رہاتھا کہ شاہ جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیوانی گھر میں رہتے تھے اور ہم بم کیس میں 'جیل حکام سے کہ کر ہم نے یہ رعایت لے لی تھی کہ جعد کے جعد ہم لوگ آپس میں مل لیں۔ اس رعایت کے تحت ایک جعد ہم لوگ دیوانی گھر جاتے توا گئے جعد شاہ جی اپنے رفقاء کے ساتھ ہم کیس تشریف نے آتے اس زمانے کا ایک اطیفہ اب تک یاد ہے 'ہم لوگ والی بال کھیلا کرتے تھے دیوانی گھر ٹیم کے کپتان صاحب زادہ فیض الحن تھے اور بم کیس ٹیم کامیں 'شاہ جی بڑی دلچیں سے کھیل دکھتے 'مجھی تبھی خود بھی شامل ہو کر سروس کیا کرتے تھے ایک بار مولانا امین احس اصلاحی نے شاہ جی ہے کہا :

"شاه جي آپ سروس کرتے ہيں" ۔

انسوں نے کیا" باں پوری زندگی سروس کرتے ہی گزار وی ہے "۔

ولانا اسلاحی برجسته بولے "لیکن اس کو کیا کیاجائے کہ بد سروس اکثرفاؤل ہوتی ہے"۔

سنئرل جیل کے اس زبانہ نظر بندی میں ' میں نے خوب خوب شاعری کی ' ایک تو میں شادی کے تیس سنئرل جیل کے اس زبانہ نظر بندی میں ' میں نے خوب خوب شاعری کی ' ایک تو میں شادی کے تیسرے ہی دن گرفتار ہواتھا کچھاس کا اثراور کچھ '' رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہدا تی عمد اسیری کی یادگار ہے۔ شادجی تشریف لاتے تو شعرو تخن کی محفل ہمی جتی۔ وہ شعر کا نمایت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے خود شاعر تھے میرے شعار سنتے میں ' میرے اشعار سنتے میں گرتے تھے۔ اردو' فارسی دونوں زبانوں میں بڑے خوبصورت شعر کے ہیں ' میرے اشعار سنتے اور بزرگانہ دادے حوسلہ افرائی فرمات ' ایک مرتبہ میں نے غزل سائی تواس میں ایک شعر سے بھی تھا۔

صیاد نے تیرے اسروں کو آخر سے کمہ کر چھوڑ دیا ۔ بیہ لوگ قفس میں رہ کر بھی گلٹن کا نظارا کرتے ہیں ۔

باختیار تزپ گئی اربار شعری تکرار کرائی 'کنے گئے جھے ایک تاریخی واقعہ یاد آگیا۔ اگریز کزمانے میں کالے پائی کے اسر مولانا جعفر مقانیسری اوران کے ساتھوں کو سزائے موت ہی تواگر پڑکوٹر پھانسی کے دن خود یہ نظاراد کھنے آیا 'سزائے موت پانے والوں کا عالم یہ تھا کہ وہ خوشی کے مارے اور کا کا میں تھے ایگریز حاکم نے جران ہو کر بوچھا" ایمی تھوڑی دیر میں تو یہ لوگ پھانسی چڑھنے والے ہیں انسیں خوشی کس بات کی ہے جیل کے دکام نے کہا" ان کی خرجہ بیس یہ موت شادت ہے 'ان کا عقیدہ ہے کہ یہا اس طرح مرکر سیدھے جنت میں جائیں گے اس لئے خوش ہیں " ۔ انگریز کنے لگا" اگر یہ بات ہے تو میں انسیس خوش نہیں تدریل کر دی جائے " ۔ میں انسیس خوش نہیں تبدیل کر دی جائے " ۔ میں انسیس خوش نہیں تندیل کر دی جائے " ۔ میں انسیس خوش نہیں تشریخ کو شاتو شاہ جی کہ کہ اور کہا " برخودار ااب شعر پڑھو" میں نے شعر پڑھا تو شاہ جی کہ اس کے شعر پڑھا تو شاہ جی

جیل سے رہائی ہوئی توا یک عرصے تک شاہ جی سے ملا قات ند ہو سکی 'ایک مرتبہ لاہور تشریف لائے توا یک دوست کی معرفت یا دفرہ یا 'ان دنوں وہ مشہور شخ عشرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمته اللہ علیہ سے بیعت ہو چکے تھے اور ان کا زیادہ وقت عبادت میں گزر آن تھا' حضرت رائے پوری رحمته اللہ علیہ ایمیر لیس روڈ لاہور کی ایک کو تھی میں مقیم تھے' شاہ جی نے وہیں طلب فرما یا میں پہنچا تو حضرت رائے پوری محمل انہیں کہ میں شاہ بی میں شاہ بی میں شاہ بی میں شاہ بی سے انہی میں شاہ بی سے میں ان کے با رہ بو کر ان کے ملفوظات سے مستفید ہو ، ہے تھے' انہی میں شاہ بی بیمی تھے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ کیا ، میں نے دیکھ جنے تھا کہ رہی گاہی انہا تھا کہ رہی گاہی ہی ہے۔ بیکھ تھے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ کی سے بیٹھ تو از جا میں گے۔ بیکھ تھے میں ان ایک بیٹھ کی سے خوا نے ہاتھ کے سے خوا نہ جا تھا ہے کہ انہا تا میں بوا' میں بوا' میں بیان ایک اجتماع سے خطاب کر نے گیا تھا۔ پہنچا تو معلوم ہوا دو سری مرتبہ ملناماتان میں بوا' میں بیان ایک اجتماع سے خطاب کر نے گیا تھا۔ پہنچا تو معلوم ہوا

شادجی بیار بین روستوں کے ساتھ ان کی عیادت کی غرض ہے ان کے آستانے پر حاضری دی مگراً.
یا ملجسب سے کیاالیک کچی بہتی میں کچا مکان نہ کوئی نوکر نہ چاکر 'پر دوں کی جگہ دیواروں پر بوریاں لنکی ہوئیں 'مجھے نہ رہا گیا کہا'' شادجی! آپ یمال رہتے ہیں؟ "کسنے لگے" ہاں ہی محل تو میں نے بندوؤں کے سرمائے ہے بنوایا ہے" یہ اس الزام کی طرف اشارہ تھاجو بعض سنگ ال اوگ انسیں کا گمرلیں کا شخواہ دار کر کر لگایا کرتے تھے 'طبیعت ترب انتھی میری آنھوں میں آنسو آگئے مگر میں نے دیکھا اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی شاہ جی کے چرے پر صبروشکر کانور بھرابواتھا۔ بقول حضرت انجم فوتی بدایونی ۔

ابلِ دل شدّ ت نم ہے کہیں گھبراتے ہیں اوس پڑتی ہے تو پھول اور نکھر جاتے ہیں

تیسری بار اور آخری بار اسیس مرض الموت میں دیکھا' وہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنے عقیدت مند ، ک ایک کوشی میں بغر سن ماج تھیرے ہوئے بتنے زبان پر فالح کا اثر تھا ، بد ک سنتی سخت بتھا لیّہ آ کہ! میں مند دیکھناہی تقدیر میں لکھاتھا کہ وقت کا سب سے برا خطیب اور زبان سے ایک لفظ اوا کرنے میں عاجز و مختاج ، ثبید قدرت یہ فابت کر ناچاہتی تھی کہ جس فصاحت و بلاغت پہ حضرت انسان ناز کر آ ہے وہ اس کا محتاج ، ثبید کر تا ہے وہ اس کا کمال شہیں کسی کی عطا ہے جب چاہے جس طوطی خوش نوا کو چاہے منقار زیر پر کر سکتا ہے 'انہیں دیکھ کر کمال شہیں کسی کی عطا ہے جب چاہے جس طوطی خوش نوا کو چاہے منظر کر واپس آ گیا۔ دو ہی چار دو ذکے بیٹر کی اللہ کو پیارے بوقت کی اللہ کو پیارے بوقت کی بیٹر کر واپس آ گیا۔ دو ہی چار دو ذکے بعد سانتاہ جی اللہ کو پیارے بوقت کے۔

وه علم اور وه تواضع اور وه طرز خود فراموثی اضا می اسان تها اضاف که انسان تها

پروفیسر خالد بزی

# اک مرد باکمال وه بھی تھا

ڈک- ڈک- ڈک- ڈک- ڈک- ڈک- ڈک

" برادران اسلام! آج رات کو ....... بعد نماز عثاء سجد خیر الدین مرحوم میں ....... امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء الله شاه بخاری...... تقریر فرمائیں گے۔ آپ حضرات، کو چاہیئے کہ جوق درجوق تشریف لا کرطلے کی رونق کو......و مالافرمائیں۔"

یہ ڈھند ورے کے وہ الفاظ ہیں جو اکثر امر تسر کے بازاروں اور سر کون پر گونجا کرتے تھے۔ اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر ہے تو یہ الفاظ دھند ورے سے زیادہ لوگوں کی زبانوں کے ذریعے سارے شہر میں بھیل جایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ امر تسر میں جب بھی شاہ جی کی تقریر ہوتی تو مجدول میں خاص طور پر یہ خبر کی استمام یا استظام کے بغیر ہی از خود سر نمازی تک پہنچ جاتی تھی۔ اور اگر تقریر مجد خیر الدین میں ہوتی تولوگ اکثر عشاء کی نمازوہیں ادا کرتے تھے تاکہ استیج کے قریب ہی جگہ حاصل ہو کئے۔

میں نے لوگوں کو شاہ جی کی تقریر سنے کے لئے اس طرح الولیاں بنا کر جلہ گاہ کی طرف جاتے دیکھا ہے کہ حس طرح لوگ عمداً عید کی نماز پڑھنے جایا کرتے ہیں۔ میں بھی لینے بجین ہی ہے ہمیشہ ان الولیوں میں شامل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ جمعے بجین سے تقریریں سنے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ اور خصوصاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر وں میں شامل کی تقریر وں میں شامل ہونے کی حادث توجھے اپنے والد اور بھائی صاحب ہی سے بلی ہے جو خاص طور پر مولانا ابوالکلام آزاہ، مولانا محمد علی تجوہر، ہونے کی حادث توجھے اپنے والد صاحب ہی سے بلی ہے جو خاص طور پر مولانا ابوالکلام آزاہ، مولانا محمد علی تقریر ان الدین سے داور غربوں الدین، مظہر علی اظہر، تاج الدین افضاری، مولانا حبیب الرحمی لد حمیا نوی کی تقریروں اور مولانا ثناء اللہ امر سری مرحوم کے مناظروں میں ضرور انسان ہوئے دے بین۔

میں ذاتی طور پران میں سے صرف مولانا ابواکلام آزاد مولانا محمد علی جوہر اور جیدد حری افصل حق مرحوم کی تقاریر سے محموم رہا ہوں۔ میں نے جس شخصیت کی تقریریں زیادہ سنی ہیں وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہیں۔ گویا اس سلسلے میں ان کا نام مرفهرست ہے۔

پاکستان بن جانے کے بعد لاہور میں شاہ جی کی جس قدر تقریریں ہوئی ہیں میں شاید ہی کہی تقریر سے غیر حاضر رہا ہوں گا-

شاہ جی کی ہر تقریر کے موقع پر بلامبالغہ اگر لاکھوں نہیں تو کئی ہزار لوگ تر شرور موجود ہوتے تھے اور

ائمی لتر پر جتنی دیر تک رہتی سامعین نهایت ذوق وشوق سے مہد تن گوش رہتے تھے۔ شاہ جی کی لتر پر کے موقع پر رات کے تین نین چار چار بجے تک تو میں بھی جا گتارہا ہوں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب میں لڑکین کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ نہ جانے ان کی زبان میں کیا سمر اور دلکشی تھی کہ حاضرین میں سے کسی کو نیند مسوس ہوتی تھی اور نہ کوئی ایک لیمے ۔ کے لئے اکتابٹ ممسوس کرتا تھا۔ اگر تقریر کو جادو کہا جاسکے تو بلاشبر شاہ جی بہت رئے۔ "حادہ گر"تھے۔

میرے والد کم م شیخ عبدالعزیز امر تسری اس واقع کے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امر تسرییں کنھیالل کے منڈوے میں مرزا انٹیر الدین محمود کی تقریر تھی۔ شہر کے اکثر مولویوں نے سلما نوں کو وہاں جانے بنے روکا۔ جنامچہ مرزا محمود آخر کھتے ہیں میں نے سوچا کہ دیکھوں تو سی مرزا محمود آخر کھتے کیا ہیں۔ جب تقریر کا وقت ہوا اور مرزا صاحب نے اسٹیج پر کھڑے ہو کہ الحمد کی تفسیر بیان کرنا شروع کی تو نہ جانے اچانک عظام اللہ شاہ بخاری کھاں سے لگل آئے اور انہوں نے لگار کرکہا کر مرزا صاحب آپ قرآن کی تفسیر سے لگل کرکہا کہ مرزا صاحب عظاء اللہ شاہ کو دیکھ کر سخت گھبرائے، کیونکہ وہ لینی طرف سے اس مگد کو بہت محفوظ سمجہ کروہاں آئے تھے۔

وہاں اس وقت محمد اعظم تھا نیدار اور عزیز دین کو توال حفاظت پر متعین تھے۔ انہوں نے سمرخ سمرخ آئھیں دکھائیں لیکن شاہ جی ان با تول ہے کب ڈرنے والے تھے۔ وہ اپنی بات پر ڈٹے ر۔ ہ ۔ آخر لوگوں نے مرزاصاحب کوشاہ جی سے مناظرہ کرنے کو کہا۔ لیکن مرزانے صاف اٹکار کر دیا۔ اس پر کو توال اور تھا نیدار نے شاہ جی سے کہا۔

شاہ جی! مرزاصاحب آپ کے ساتھ سناظرہ کرنے پر آبادہ نہیں ہیں۔ ہم نے ان سے پوچھا ہے۔ اب ہم آپ سے صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کو یہاں سے جانے دیجسے یہ اپ یہاں بھر پر ہیں نہیں کریں گے۔ شاہ جی بچھا۔

" کیسے جانے دوں اگر اس میں جرأت ہے توسامنے محررے ہو کر بات کرے "

اس کے بعد شاہ جی سینسا ہال کے باہر آ گئے۔ وہاں اتفاق سے ایک تانگہ کھڑا تھا۔ شاہ جی نے اس پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ اور آن کی آن میں سارا ہازار ایک جلساگاہ بن گیا۔ ۔

دیکھاجائے توشاہ جی کا جذبہ، جرات اور دلیری مصل تعظ ختم نبوت کے سلیلے میں تھی-

شاہ جی اپنی رائے کے اظہار میں بڑے بدباک تھے۔ وہ بڑے بڑوں کے منہ پر بھی حق گوئی سے بار نہ آتے۔ اور اگر کھییں مذہبی یا سیاسی اختلاف ہوتا تو لگی کپٹی رکھے بغیر نہایت واشگاف الفاظ میں اپنا خیال ظاہر کر دہتے تھے۔

میرے والد صاحب ہی راوی ہیں کہ ایک دفعہ سخت سیاسی بے جینی کا دور تعا اور انگریزوں کے خلاف عوام کے جذبات بہت مشتعل تھے۔ شاہ جی اپنے مرشد اول ہیر مهر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ( گولڑہ) کے پاس گئے اور ان سے جماد کے موصوع پر گفتگو کی۔ پیر صاحب فرمانے لگے۔ "امچامیں دعاء کرول گا۔" شاہ صاحب جو نہایت پر جوش الفاظ نے کرومال گئے تھے۔ یہ سن کر کھے لگے۔

"مسر کار! مجھے معاف کینٹے اگر ہر جگہ دھائیں ہی کافی ہوتیں تورسول اکرم مٹھ کیٹھ بدر واحد کے سیدا نوں یہ جاتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ مذہبی جلسہ ہو رہا تھا۔ مولانا نور احمد مرحوم (خطیب سجد شیخ بدُھا) نے رسول مقبول شاہلینٹم کی سیرت کے بیان میں کہا کہ آپ ساہلینٹم کو غسہ نہیں آتا تھا۔

ان کے بعد جب شاہ جی تقریر کرنے کو آتھے تو کھنے گئے۔ میں مولانا (نور احمد مرحوم) کو اپنا استاذ کھتا ہا۔
ہوں۔ لیکن یہاں شاگرد استاذ سے اختلاف کرنے کی جرآت کر رہا ہے۔ مولانا نے فریا یا کہ حضور مظاہلیّا ہم کو خصہ
نہیں آتا تھا۔ میں کھتا ہوں خصہ آتا تھا۔ وہ بشر تھے اور خصہ بشر کی فطرت ہے۔ انسان میں خصے کی خیر
موجودگی اس کی غیرت کے منافی ہے۔ ہمیں اپنی محبت و عقیدت میں یہ بات فراموش نہیں کرتی چاہیئے کہ وہ
انسان تھے اور انسانی تقاضے ان کے ساتھ تھے۔ اور یہی ان کی فصیلت ہے۔ کہ وہ انسان ہونے کے باوجود اس
قدر ملند و بالاتھے۔

شاہ صاحب کی تقریر میں بعض اوقات بڑی دلبسپ اور معنی خیر لفظی رعایات بھی ہیدا ہو جاتی تھیں۔ ایک دفعہ <u>جھے لگ</u>ے۔

"جب کہیں بخاری کی تقریر ہو توان مرزائیوں کو نہ جانے کیوں بخار چڑھ جاتا ہے!"

اس طرح ایک اور موقع پر کھنے لگے۔

۔۔۔۔ مجھے تو آج تک مرزا کی نبوت کے متعلق سمجھ نہیں آئی۔ یہ طلی بروزی، بروزی، برازی خدا جانے کیا ہے؟

ہے۔ ایک سیاسی جماعت کے مقابلے میں ایک بار کہا۔ ہم اٹھا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں نہ ممارے پاس در ہے نہ زور ہے اور نہ زور ہے!

شاہ جی نے اگت ے ۱۹۴ء کے فسادات شروع ہونے سے بہت پہلے امر تسر کے گول باغ میں لقریر کرتے ہوئے کہا تھا تم لوگ خدا جانے کن خوش کن خوا بول میں کھوئے ہومیں کہتا ہوں۔ یہ وہ وقت ہے کہ میں. مشورہ دول گا-

"سونا بيچواور لوباخريدو"

ا کا مطلب تما کہ اپنے دفاع کا بندو بت کرو۔ لیکن افسوس کہ عوام نے ان کے ان الفاظ کی قدر نہ گی۔ شاہ جی کی ایک تقریر انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلے کے موقع پر اسلامیہ کالج ریلوے دوڈ لاہور کے وسیعے و عریض میدان میں ہوئی۔ جب شاہ جی جلسگاہ میں تشریف لائے تواللہ اکبر۔ تاج و تخت ختم نبوت زندہ بادعظاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ لیکن جب صدر اجلاس میاں ممتاز دولتا نہ تشریف لائے جوان د نول سابق پنجاب کے وزیر اعلی تھے تو انہیں عوام کا یہ دلی تیاک نصیب نہ ہوسکا-

شاہ جی نے دولتا نہ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

یتہ بتہ بوٹا ہوٹا حال ہمارا جانے ہے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

مولانا احمد علی لاہوری مرحوم شاہ می کے بڑے مداح تھے۔ جن دنوں ختم نبوت کی تمریک دوروں پر تھی۔ اور حکومت وقت اس تمریک کو دیانے میں مصروف تھی۔ مولانا احمد علی مرحوم نے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا۔

صکوست کھتی ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری فساد پھیلاتا ہے۔ ان اللہ کے بندوں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر عطاء اللہ شاہ بخاری فساد پر آبادہ ہوجائے تو مرزائیت کا قلعہ تادیر قائم نہیں رہ سکتا۔ میں کھتا ہوں کہ اگر بخاری شام کو حکم دے دیں توصعے ہونے سے پیلے پیلے رہوہ کی ایسٹ سے ایسٹ جے جائے۔

مجھے بتاو کہ ایک طرف لاہور کا دلی سی تقریر کرے اور ایک طرف عطاء اللہ شاہ تقریر کرے تولوگ کس کی تقریر سنیں گے؟ اگر ایک طرف وزیر اعظم خواجہ ناظم اللہ بن تقریر کریں اور ایک طرف عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر کریں تولوگ کس کی تقریر سنیں گے؟ اگر ایک طرف گور نر جنرل خلام محمد تقریر کریں اور دوسری طرف عطاء اللہ شاہ تقریر کریں تولوگ کس کی تقریر سنیں گے؟"

اور مولانا احمد علی کے جواب میں لوگ ایک آواز کھہ رہےتھے۔

عطاء الله شاه كو- عطاء الله شاه كو-

ان مثالوں سے مسلما نوں کے دلول میں عطاء اللہ شاہ کی معبت و عقیدے کا ایر ازہ مشکل نہیں ہے۔

شاہ جی کا جمم بہت رعب دار اور مضبوط تھا۔ ایک بار تقریر میں انہوں نے بتایا کہ کسی زبانے میں میری صحت اتنی اچھی تھی اور بازو اتنے موٹے تھے کہ میرے کوئی مشکولی پوری نہیں آتی۔ چنانچہ انگریزی حکومت کومیرے کے خاص طور پرالگ، مشکر یول کا انتظام کرنا پڑا۔

بعض مدنہی سائل میں انٹئی رائے نہایت واشگاف اور دو ٹوک ہوتی تھی۔ کچیدمثالیں پہلے بیان کر چکا ہول ایک مثال اور سنٹیے۔

ایک مرتبرامر تسرییں ایک پیر قسم کے مولوی آئے اور معبد جان محمد میں تقریر کرگئے کہ صفور ملی ایک ہے۔ نوری تیے ان کو خاکی یا بشر کھنا ایکی تو ہیں ہے۔

شاہ می نے معجد خیر الدین میں اسکا جواب دیا اور کہا: بھائی ما نو نرما نومیرے نانا حصور اکرم مٹائیٹیٹم بشر ہی تھے میں انکی اولاد میں شامل ہوں۔ سارے سید انکی اولاد میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور یہ عام بات ہے کہ نسل بدلا نہیں کرتی۔ انسان کی نسل ہی سے انسان پیدا ہوسکتے ہیں۔ اور اگر میرے حضور طلبہ الصلوة والسلام بشرنہ تھے تومیں یہال تک تھہ دول گا کہ جولوگ سید ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ کہاں سے آگئے ہیں۔

میں نے شاہ جی کی آخری تقریر دہلی دروازے میں سنی جو شاید لاہور میں ان کی آخری تقریر تھی۔ اس لقریر سے پہلے ان پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا اور کچھ عرصے کے لئے افاقہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس تقریر کا بیشتر حصہ ایک خط پڑھنے اور اس پر تنقید کرنے میں گزرگیا۔ جو مرزا قادیا فی نے انگریزوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے لکھا تھا اور وہ شاہ جی کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

جوشفس بیک وقت لاتھوں انسانوں کے کانوں کیا، دلوں تک ابنی آو زیسچاسکتا تھا۔ وہ اتنا ہے بیں تھا کہ دم ہخراپنے بیٹوں تک سے کوئی بات نہ کرسا۔اس کیفیت کا مشاہدہ کر کے عرشی امر تسری نے وہیں یہ شو کھا:

> برق ورمد آمودهٔ بستر ننده شعله جواله فاکستر ننده

افوس کہ وہ نادر روزگار شفصیت اب ہماری دنیا میں نہیں اور ہم ان کولینی آنکھوں سے بھی نہیں ، کہ سکتے۔

وے صورتیں الٰمی کس دیس بستیاں ہیں اب اللّٰ دیکھنے کو آٹکھیں ترستیاں ہیں

شاہ جی کی بلند و بالا ہستی ہندوستان اور پاکستان میں یگا نہ روز گار تھی جس کا نزنی چشم فلک صدیوں تک نہ دیکھے کے گی۔ انہیں ہم سے رخصت ہوئے پانچ سال کا عرصہ گذر گیا۔ مگر ان کی شطیع بیا فی کے اثرات اس طرح تازہ بیں چیلے وہ ابھی گئے ہیں۔ وہ اس دنیا میں بین جہاں سے وہ کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔ اب ان کا نام تسلوں تک اور کام صدیوں تک ہمارے ساتھ رہے گا۔ ان کی موت سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی صرف یول ہو سکتی ہے کہ وہ آجائیں ہمارے پاس وابس۔ گرکیا کیا جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور یہ خواہش اس کے ابھر تی ہے کہ ماری قوم مل کر بھی وہ سرا بخاری پیدا نہیں کر سکتی۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی شاہ جی کی بیاری شکل آئیموں سے اوجل نہیں ہوتی۔ ان کی موت المناک سانحہ ہے۔ ان کے مرف سے ایک پورا دور کی بیاری شکل آئیموں کے ابوجود بھی گا۔

وےصورتیں البی کن دیس بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیال ہیں ملک اسلم حیات ایڈووکیٹ مرحوم

# داستان اشتياق

میں نے آٹو گراف الیم بند کر دی۔ خلامیں نظریں آوارہ پھرنے لگیں۔ ذہن البتہ ایک خاص نقطہ پر جما ہوا تھا۔ مجھے اس لمجے بہت کچھے یاد آیا۔

ایک لڑکے کو ڈانٹ بڑر ہی تھی۔ وہ بڑا ہٹیلا اور سر بھرا تھا گر اس میں مجھہ خوبیاں بھی تصیں۔ طبعیت ا لی یائی تھی کہ شرارت کرنے اور سرا یانے میں خوش رہتی۔ ڈانٹ کھا کر فوراً اس کام میں لگ گیا جس سے اسے منع کیا تعا-یہ اس کی حادث بن حجی تھی۔ ڈانٹنے والا رچ ہو کر بولا بھلا تم کب باز آنے والے ہو، تم سے بعلمنمات کی امید کون رکھے۔ تم تواحراری ہواحراری۔ یون میں نے احراری کا لفظ پہلی بارسنا۔ اور اسے بدی کا ایک استعمارہ سمجھ لیا۔ چند د نوں بعد میں جب میں نے سنا کہ مولانا ممد علی کو رئیس الاحرار تھتے ہیں۔ اور ا تعبال کے کلام میں مردمومن کے ساتھ مردان ٹر کا ذکر بھی ہے تواس لفظ کے معنی میں شبر بیدا ہو گیا۔ اس شیبے کو پیر جو گوٹھ کی گدی سے بڑی کتوبت کی کہ وہاں سبعی خرکھلاتے ہیں مجمعہ مدت اور گزری تو یہ عقدہ محفل کہ تشبیه اور استعارے کا درست ہونا ضروری نہیں صرف ناور اور پر اثر ہونا لازم ہے۔ یبی وجہ ہے کہ تشبیهات اور استعارے کا استعمال سماری شاعری اور دشنام طرازی میں برلمی کشرت سے ملتا ہے۔ اس نتیجہ بر پہنچا تومیں نے اشتباہ کو دور کرنے کی کوشش بے سود سمجہ کر ترک کر دی۔ گر اس کوشش کا ایک فائدہ ضرور ہوا۔ میں نے الفاظ کی درجہ بندی کر لی ہے اور اس طرح بہت سی مشکلات آسان ہو گئی ہیں- الفاظ کی تین قسمیں ہوتی ہیں ا یک تو وہ لفظ جو ابن الوقت اور مرزا ظاہر دار بیگ ہوتے ہیں ان کے معنی وقت اور موسم کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں - مثلًا ظالم، مظلوم - دوسرے وہ معنی خیر لفظ جن کا مطلب علم اور تمربے کے ساتھ واضح اور وسیح موتا جاتا ہے مثلاً حن وعثق، تیسرے وہ تہہ دار لفظ ہیں جن کا سادہ ادر قطعی مفهوم کسبی گرفت میں نہیں آتا مثلاً عوام اوراستصال-اس درجه بندي كے بعدييں نے احرار كو دشنام كے استعارے سے خارج كيا اور تيسري قسم کے الفاظ میں شامل کر لیا۔ اب مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ جماعت احرار نے ۱۹۲۹ء سے ۱۹۵۳ء تک کیا تھویا اور کیا پایا اور لوگ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ تم ازتم میں کوئی رائے نہیں رکھتا۔ آخریہ کہاں ضروری ہے کہ انسان ہر موضوع بحث اور ہر اختلافی مسئلہ پر قطعی اور حتی رائے کا مالک ہو اور ایسے برتاؤ میں اتنا خثک اور ورشت ہوجائے کہ احراری کہلانے لگے۔

جب میں ملتان میں تعینات ہوا توصلع کے اہم افراد کی ایک فہرست پیش ہوئی۔ اس میں سر کردہ افراد بھی تھے اور سرکش اشخاص بھی۔ بڑے سے بڑے ٹوڈی سے لے کر چھوٹے سے جھوٹے باغی کا نام درج تھا۔ ایک نام دیکھ کرمیں ٹھنگک گیا۔ یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام تھا۔ وہ اپنی ذات سے آک انجمن تھے۔ اور اس انجمن کا نام مجلس احرار تھا۔ ظفر علی طال نے اسی مجلس احراد کا قافیہ بیزاں افسرار، علط کار چندے کے طابحار اور رسواسر بازار سے ملایا تھا۔ یہ سب مجھ جائے ہوئے میں نے اس شفس کا نام جے بہت سے لوگ امیر شریعت کھتے ہیں ذہر یو ک کھتے ہیں ذہن کے ایک گوشے میں معنوظ کر لیا۔ ان دنوں الکشن کے انتظامات کی مصروفیت تھی۔ چند ماہ گزرے توالیشن اور آئین دونوں منسوخ ہوگئے۔ مصروفیت زیادہ ہوگئے۔ بنیادی جسوریت اور زرعی اصلاحات کی پہلی قبط کے ساتھ کئی دوسرے سرکاری اور نیم سرکاری کامو میں یوں لگارہا کہ سال گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ کام معمول پر آیا تو یادداشت سے ایک نقط ابھرا اور ظش بن گیا۔ شاہ جی سے طاقات کی خواہش ول میں بیدا ہوئی اور میں نے

مجلس احرار کو غیر قانونی قرار دیئے ہوئے جھے سال ہو کچے تھے۔ جماعت اپنے انجام کو پہنی تو گویا جلبہ المناست ہو گیا۔ نورے گی، لیڈر او جمل، جنوس منتشر ایک دور تعاکمہ ختم ہو گیا اور اس کی صرف دو یاد گاریں رہ گئیں۔ مجلس کی فرط برت۔ شاہ جی متنان میں گوشر نشیں ہوگئے۔ ان کی تقریریں کچیہ قانون وقت نے بند کر دیں اور کچھ اس قانون قدرت نے جو ہر بوڑھے آدی پر لاگو ہوتا ہے۔ شاہ جی کی تقانون وقت نے بند کر دیں اور کچھ اس قانون قدرت نے جو ہر بوڑھے آدی پر لاگو ہوتا ہے۔ شاہ جی کی خشاہ سے قبر بودائی گرطبعیت سیر نہ ہوتی۔ خوش الحال اور تھوٹی بیان میں اردو اور بنجا بی محادث بیا فاور سے۔ قرائت، نشر، نظم، لطیف، ہجو، اور تشنیح کو حب ضرورت استعمال کرتے تھے۔ احتیاط کا دامن اکثر ہاتھ سے چھوٹ جاتا اور کبھی کبھی اسے دائستہ اپنے بر سر مام ہوزیا ہے یا بر سر منبر۔

شاہ جی اپنے زمانے کے سب سے معروف و مشبور مقرر تقے۔ عوام نے انہیں سم آئکھوں پر رکھا اور خواص نے انہیں سم آئکھوں پر رکھا اور خواص نے ان سے ہمیشہ خم کھایا۔ میں نے ان کی تقریر کہی نہیں سی گر اس کی تعریف اکثر سنتا رہتا اور سوچتا تھا کہ وہ خطابت کس یا نے کی ہوگی۔ جے مولانا ممد علی، ابوالکلام آزاد اور بہادر پار جنگ کا زمانہ ملا بھر وہ سب بر بماری رہی ۔ مولانا ممد علی، علی گرداد تھے۔ تعلیم یافتہ تھے۔ ابوا کلام آزاد العلال کھائے اور امام المند کھلاتے سے۔ ممد بہادر خال نواب اور جا گیر دار تھے۔ شاہ جی کے باس کیا رکھا تھا میٹنہ میں داخ شیعی، بنادر خال بھوٹی سی معبد کی المت- اس کے باوجود شاہ جی کو جس بنادرس نیس ایک چھوٹی سی معبد کی المت- اس کے باوجود شاہ جی کو جس نے سنااس نے بی کھا۔

چ جادو کیست ندانم بطرز گفتارش کہ باز بستر زبان سنن طرازال را (فیعنی)

ذاكر صاحب نے مسلم يونيور شى كى طرف سے ابواكلام آزاد كو اعزازى ڈاكٹريٹ كى سند پيش كر نے كے موقع بركها تھا كہ اردو زبان كو ہميشہ اس ير فرر ہے گا كہ وہ آپ كى زبان سے بولى اور آپ كے قلم سے كئى گئى۔ اردو نے جب ہمى اپنے سرہا يہ اقتخار برناز كيا تواسے بہت سے لوگ ياد آئيں گے۔ ان بين سيد عطاء لئى گئى گئى۔ اردو نے جب بهى اپنے جن كے لئے سياست دراصل ايك امثيج، سياسى جماعتيں صرف منتظمين جلسہ، ملك بعركى آبادى محض سامعين اور زندگى ايك طويل اردو تقرير تمى۔ اس خطيبا نه زندگى بين ان كے ہم عصر تو

بهت تھے گر ہمسر کوئی نہ تھا۔

عرصہ ہوا میں نے خاہ جی کوایک بار کراچی میں سننے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ مجھے یہ فکر تما کہ جلسر رات گئے ختم ہوا تو واپسی کی میں سننے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ جب بند وخ ہو گیا اور شاہ جی غالباً پکڑے گئے ہے بسی کی جگہ محروی نے لئے لی۔ یہ اوائل طازمت کی بات ہے جب شاہ جی سکے بولئے اور ہما مت کی راہ میں ہیری حائل ہوئے لگی اور سماعت کی راہ میں ہیری حائل ہوئے لگی اور سماعت کی راہ میں اس کی ہوئے سکی مائل ہوئے لگے۔ آج آگر تقریر نہ سنی توکل کیسے سن سکیں گے جب ہم اس خواب میں منت موف ہوئی ہے۔ اور یہ اس سے کمیں زیادہ آسان سے کہ کی مخالف کی تقریر نہ جونے یا ہے۔ تقریر کا جواب تقریر سے دیئے میں ممنت صرف ہوئی ہے۔ اور یہ اس سے کمیں زیادہ آسان سے کہ کی گئا ہے۔ کہ کی خالف کی تقریر نہ جونے یا ہے۔ کار باغ اور موجی گیٹ میں ریادہ آسان سے کہ گئی اور باغ اور موجی گیٹ میں ریادہ آسان سے کہ گئی اور باغ اور موجی گیٹ میں باغ بور موجی گیٹ میں ایا جونے۔

شاہ مِی کی لتریر سے ممروم رہا تو لتریب بهر ملاقات ٹکال لی۔ یہ ملاقات منشی عبدالرحمان خال کے فرسہ تھی۔ انہوں نے شاہ جی سے بات کی تووہ ٹال گئے۔ کھنے لگے کہ میں ساری عمرانتظامیہ سے الٹما آیا ہوں۔ ڈپٹی محمشنر اگر بلانا جاہے تووار نٹ گرفتاری ٹکالے۔ منشی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تومیں نے کہا دیکھنے ہوئی نا احرار یوں والی بات۔ یہ ان کی مرضی کہ وہ عہدے کو انتظامیہ کی علامت جانتے ہیں اور انتظامیہ کو ہر حال میں قابل ملامت سمجھے ہیں مگر یہ کہال کی بالغ نظری ہے کہ عہدے اور عہدہ دار کے فرق سے بھی اٹھار کر دیا جائے۔ ا گر مجھے ان کی سیاست سے کوئی واسطہ نہیں توانہیں میری ملازمت سے کیا غرض۔ ایک نوجوان دور حاضر کے عظیم خطیب سے ملنے کا خواہشمند ہے اور بوڑھا خطیب اس کے اشتیاق کا حال پوچھتا ہی نہیں۔ بس اتناس کر کہوہ سر کاری ملام ہے اسے فوراً رد کر دیتا ہے۔ رہا حفظ مراتب کا سوال تو میں نے پہلے بی شاہ جی سے حاضری کی اجازت چاہی تھی سلام نہیں بھیجا تھا۔ پیغام بر ننے یہ باتیں سنیں اور الٹے یاؤں واپس لوٹ گیا۔ اسکھے ہی روز سیدعطاء اللہ شاہ بخاری میرے بہال مہمان بن کر تشریف لے آئے میں نے میٹ کار کا دروازہ کھولا۔ پہلے ایک بھر مکتا ہوا فارسی شعر برآید ہوا اور اس کے بیچھے شعر پڑھنے والا اترا- ڈھیلا ڈھالا کھدر کا کرتا، سبز جار خانہ تہ بند، دیسی جوتی، دراز قد اور درازریش، کشادہ جبیں اور خندہ رو، شاہ جی نے ایک باتھ میرے کاندھے پر رکھا دوسرے سے کچھ بوجھ اپنے عصا پر ڈالا- کمر ذرا سی خم ہوئی اور وہ آہمتہ آہمتہ بر آیدے کی سپڑھیاں چڑھ کر گیری سے ہوتے ہونے بال محربے میں داخل ہوئے۔ وہ محربے کے دوسرے سرے تک چلتے گئے اور وہال پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ جوتی اتاری اور پائتی مارلی- میں نے انہیں اوپر سے نیمے تک دیکھا اور ان کی پرانی تصویروں کو یاد کیا۔ دونوں میں تصومی سی مشاہت ضرور ہے مگر منامبت کوئی نہیں۔ کہاں وہ کمیم شمیم گیبو دراز اور عصا بردار جے دیکھ کر دیو جانس کلبی، برنارڈ شا، ٹیگور اور ٹالشائی یاد آتے تھے اور کہاں یہ ستا ہوا بے وزن ڈھانجا جومیرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے شاہ جی سے اپنے اشتیاق کا تصد بیان کیا- ان کی تقریر کبھی نہیں سی گر اس کی تعریف اتنی سی ہے کہ زبان خلق پر ایمان کے آیا ہوں- جس نے ان کی تقریر سی اور پسند کی اس کے لئے علم حاضر اور جس نے کبھی نہ سنی گر اوروں سے زیاوہ متا تر ہوا اس کے لئے ایمان بالغیب- شاہ جی نے میری بات کا اعتبار اورمیرے جذبات کا احترام کیا وہ ذراسی دیرمیں یوں گھل مل گئے گویامیری نیازمندی کوایک زمانہ بیت محا ہو۔ جب گفتگو شروع ہوئی توان کی بیماری اور کمزوری کے بیش لظرمیں نے اسے طول دینے سے احتراز کیا گر جب باتیں ختم ہوئیں توشام ہو چکی تھی۔ اور شاہ جی کو آئے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ گفتگو کا سلسار کی بعر کے لئے بھی منطقع نہ ہوا اور اس میں میرا حصہ اسی قدر تما جتنا ایک میزبان اور سامع کا ہونا جاہیئے۔ منثی صاحب ممض سننے اور سر دھننے کے قائل نہیں ان کا اصول ہے کہ اچھا انسان، اچھی کتاب اور اچھی کشگو جہاں میسر 'آئے اس میں دومسرول کو بھی شریک کرو۔ ان سے تنہا فائدہ اٹھاناکم ظرفی کی دلیل ہے۔ ملاقات شمر ُوع ہوئی تومنٹی صاحب مکرار ہے تھے۔ گفتگوشروع ہوئی تووہ سنبعل کر بیٹھ گئے بھر کاغذ کالااور یادداشت کھھنے میں مشغول ہو گئے وہ جوایک نوجوان اور تعاوہ تمام وقت خاموش بیشاربا- چائے دو تین بار آئی گریوں دیاہے یاؤں کہ گفتگوییں کونی ظل نہ بڑا۔ ان تین گھنٹوں میں شاہ می نے آیات، امادیث، اشدار اور چھلوں سے ایک جادو چکا نے رکھا۔ میں ان کی خطابت کا راز جانیا جاہتا تھا گر اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔ موصوع اتنی تیزی ہے بدلتے رہے کہ خطابت پر جم کر بات نہ موسکی۔ گفتگوشاہ جی کی صمت سے شروع موتی اور توکل سے موتی موتی سیرت تک پہنی۔ وہاں تاریخ کا ذکر آگیا اور اس میں مختلف تریکیں شامل ہو کئیں۔ ہر تریک کے ساتھاس سے وابستہ افراد کا جائزہ نسروع ہو گیا۔ اور بات ایک یورا چکر لگا کر شاہ جی کی ذات پر واپس آگنی۔ اس مرحلے پر شاہ جی سنے واپس جانے کی اجازت جاہی ملاقات ختم ہونے والی تھی۔ اس وخت شاہ جی جوتیاں اتارے صوفے پر ا کڑوں بیٹھے تھے ابھی وہ بیر سیمے اتاریں گے چڑھی ہونی آستین بھی نیمے اترے گی۔ نگے کا بٹن بند ہو گا۔ یان کی ڈیسے جیب میں ڈالی جائے گی اور پھر عصا کا سہارا لے کراٹھیں گے جو تمام عرصہ ان کے باتھ ہی میں رہا تھا میں نے کہا اجازت مو تو چند سوال پوچھ لوں اجازت ملی تومیں نے دوسوالوں سے تمید باندھی اور جواب لمنے پر تیسرا سوال داغ دیا۔ اس سوال و جواب کے دوسال بعد میں نے منثی صاحب کو خط لکھا کہ اپنی تریری بادداشت مجھے بھیج دیں۔ منشی صاحب نے بہت ڈھونڈا گر ایک منتصر ورق کے سوا کچھے بھی نہ ملا۔ وہ گفتو جے میں نے مفوظ سمجیا تعااس کے الفاظ گم ہو گئے۔اگرچہ اس کا حاصل حافظے میں مفوظ ہے۔اور اس کا تاثر دل پر نقش ہے۔ مشاہیر کے ساتھ گزارہے ہوئے لحات کے سلیلے میں حافظے پر زیادہ اعتبار کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ حافظہ ممی خواہشات کا تالع ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات خواب و خیال کو واقعات اور واردات میں منتقل کر دیتا ہے۔ ایسے میں اس کا کہا مانیں تو نفس اور تاریخ دو نوں کاریاں ہوتا ہے۔

میں نے شاہ بی سے جو سوال کئے وہ سب سود و زیاں کے بارے میں تھے۔ پہلاسوال یہ تھا کہ گزشتہ چالیس برس میں جو آپ کی عوامی رندگی پر ممیط بین آپ نے بر عظیم کے سلمانوں کو اسلام سے قریب آتے مولے دیکھا ہے۔ یا دور جاتے ہوئے پایا ہے۔ جواب الا کہ مسلمانوں میں دو طبقے پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں ایک مذہب سے قریب دو مرا اس سے مجھے دور۔ ان دو نوں طبقوں کا درمیا فی فاصلہ اس چالیس سال میں بہت بڑھ گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو لوگ مذہب سے بیگا نہ ہیں ان کی تعداد اور قوت میں بہت اصافہ ہوا ہے۔ میں نے دوسراسوال یوجیا۔ برعظیم کی گزشتہ جالیس سالہ تاریخ میں زندگی کے کتنے ہی شعبوں میں ایسے نامور سلمان ابک می وقت میں جمع ہو گئے جس کی مثال نہیں ملتی- اگر ان سب کی موجود گی میں اسلام سے بیگانہ ہو جانے والوں کی تعداد اور قوت میں اصافہ ہوا ہے تو اس مستقبل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس کے مبائل آپ کے عہد سے زیادہ الجھے ہونے اور رہنما آپ کے معیار سے تھم مایہ ہوں گے۔ کیا یہ بات قابل افسوس نہیں کہ جو لمی سمریا یہ آپ کواسلاف سے لا تعااس سے آپ کا تر کہ محستر ہوگا۔ شاہ می نے فرمایا کہ ہمیں اپنے مقصد میں اس لئے کامیا بی نہ ہوسکی کہ دوسو برس کے عرصے میں فرنگی کی کعلیم اور تہدیب نے اپنا پورا تسلط حمالیا تما۔ آسودہ حال لوگ علی گڑھ کی طرف یطے گئے اور ناکارہ آ دی دیسی مدارس کے قصے آئے۔ جنگ آزادی کی ہمبر ہمی میں سیاست دین پر اور منافقت دنیا پر غالب آئی۔ ساری توصہ اور توانا ئی نئی تعلیم اور نئی سیاست کی نذر ہو گئی۔ جولوگ باقی رہے ان میں سے محجہ ہندہ تمدن کے زیرا اُڑ رہ کر گھراہ ہو گئے صرف میچے تحمیے اور لٹے پیٹے لوگ ہی وین کے قابلے میں شامل ہوئے۔ ہمارا سرمایہ خوب تما گر نسل ناخوب تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے آ ہائی ور ثہ ہمی تھویالہ بنی تھمائی ہمی گنوائی اور مستبقل کو ہمی محدوش بنا دیا۔ میں نے آخری سوال کی اجازت عای اور اسے دوطرع سے یوجیا ایک شکل بہ تھی کہ اگر قبامت کے دن آپ سے یوجیا گیا کہ اے وہ شخص جے بیان و کلام میں چالیس کروڑ افراد پر فوقیت دی گئی تھی اس خطا بت کا حساب پیش کرو تو آپ ناکام تمریکوں کے علاوہ کما پیش کریں گے۔ اس سوال کی دوسری شکل یہ تھی کہ آپ نے ابسی جدوجید کا انجام دیکھ لیا اب اگر رنا نہ چالیس برس بیچھے لوٹ جائے تو آپ اپنی خطابت اور طاقت کا دوبارہ وی استعمال کریں گے یا آپ کی رندگی بالکل نئی ہو گی۔ شاہ می کابک فاموش ہو گئے۔ ان کی فاموشی میں آزروگی بھی شامل تھی۔ میں نے موصنوع بدل دیا اور لبنی آٹو گراف البم ان کے سامنے کر دی شاہ جی نے اسے پہلو پر رکھا اور لکھا:

وه المت بوا اک دصوال اول اول و اول

ان تین اشعار کے نیچے ایک طویل گشش کے ساتہ سید کھا اور سید کے اوپر عطاء اللہ ہخاری لکھ کر دستفط حکمل کر دیئے۔ یہ بات ۲۸ جون ۱۹۵۹ء کی ہے۔ دو تین برس بعد میں اور منشی عبدالر طمن خال ان کی قبر پر فاتھ پڑھنے گئے۔ شاہ جی زندہ تھے تواپنے سامعین کو کہی بنبر زمین کبھی صرا اور کبھی قبریں کہہ کر پکارتے تھے۔ آج ہم ان کے مبربانے خاموش کھڑھے تھے۔ قبر سے آواز آئی۔ تمہارے تیسرے سوال کا جواب اس روز نہ دے سکا تمالو آج سنو، الفائل اقبال کے ہیں قصہ مسلم ہندی کا اور حاصل ایک عمر کی خطابت کا:

سلم بندی جرا میدان گراشت بهت او بوئے کراری نداشت! شت خاکش آنبنان گر دیدہ سرد گری آوازِ من کارے نہ کرد!

پروفیسر سید ممدو کیل بخاری

#### ۔ شاہ جی کی مختار مسعود سے ملاقات ہ_{یں سام}یہ

منشی عبدالر طمن خان مرحوم ملتان کی ایک سماجی اور حکمی شنویت تقے سر کاری سی مایں انہیں خاصا رسوخ حاصل تما۔ یہ جولائی ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے۔ وہ ایک روز حضرت امیر شریعت کے ہاں تشریف لائے اورا پئی آمد کی غرض وغایت بیان کی۔ کہ ڈی سی ملتان (مسٹر متار مسعود) آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ حضرت امیر ضریعت نے جواب دیا کیوں ؟

کیاوہ میرامکان جیننا جاہتے ہیں کہ اطمینان سے کیوں بیٹھا ہوں؟ ن

منشی صاحب: - نہیں حضرت وہ آپکا عقیدت مند ہے-

حضرت امیر شریعت: - بھروہ تشریف نے آئیں فقیر کا در تو کھلا ہے-

منشی صاحب: - وہ ڈرتا ہے کہ لوگ مجھے آحراری مشہور کر دیں گے۔

حضرت امیر شریعت: - بهائی میری طبیعت ناساز بے میں تو کہیں جا نہیں سکتا صحت بحال ہو گئی تو دیکھا حائلا۔

پھر منشی صاحب چلے گئے۔

اس طاقات کے تقریباً پانچ بھے روز بعد مولانا محمد علی جالند حری تشریف لائے تو شاہ جی نے یہ بات مولانا سے کہ سنائی مولانا نے کہا کہ آپ ضرور کشریف لے عین اور مجلس تعظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام) کے دفتر کی واگذاری کے بارے میں بھی بات کریں جو تریک تعظ ختم نبوت کے دنوں میں سر بھر کریا گیا تما۔ تقریباً بندرہ سولہ روز بعد منتی صاحب دوبارہ تشریف لائے۔ اور ڈی سی کے اشتیاق طاقات کا ذکر کیا شاہ جی نے فرایا کہ ان سے پوچھ آؤوہ کس دن فارغ ہوں گے۔ ایک دن بروز ہفتہ منشی صاحب آئے اور بنا ہوں کے انتظام کرتے رہ دن کا فی جڑھ گیا ابھی خاص تبش ہوگئی۔ منشی صاحب آٹر سیم سے خوجہ ناہ جی اتوار کی صبح انتظام کرتے رہ دن کافی جڑھ گیا ابھی خاص تبش ہوگئی۔ منشی صاحب آٹر سیم سے کچھ شاہ جی اتوار کی صبح انتظام کرتے رہ دن کافی جڑھ گیا ابھی خاص تبش ہوگئی۔ منشی صاحب آٹر سیم تم سیر سے مات جو انسی دیا یا اور کہا کہ میں بیمار آدمی ہوں اور سات جو سات کی ایس اور کہا کہ میں بیمار آدمی ہوں اور سات نے دیر کردی۔

شاہ جی مجھے ساتعہ لیکر ڈی سی کی کوشمی پر پہنچے۔ گاڑی بر آمدے کے پاس جا کرر کی۔ تو ڈبی سی متتار مسعود اور ایم لیج شاہ سی ایس پی رجسٹرار کواپر ٹیو سوسا سٹی مغربی پاکستان بھی موجود تھے۔ وو نوں اکٹھے آگے بڑھے۔ منشی عبدالرحمٰن خان نے جلدی سے گاڑی سے نکل کر دروازہ کھولا۔ شاہ جی باہر نکلے تو ہر دو حضرات سے سلام و مصافیہ کیا۔ آپ نے وصوب سے بینے کے لئے سر پر روبال وال رکھا تھا۔ متنار سعود نے آگے برطھر ہاتھ پکڑا علی ہی برآمدے کی تین چار سیرطھیاں جڑھے کے بعد محراے ہوگئے۔ اور منتی صاحب کو مخاطب ہو کر پوچیا کہ یہی وٹی سی صاحب بیں۔ متنار صاحب نے فوراً از خود جواب دیا ہی ہاں میں ہی ہوں آ کیا نیاز مند۔ لسکے بعد اند، محرے کی جانب بڑھے۔ محرے میں قالین بچھے تھے۔ شاہ جی نے وروازے میں فی بیڈ پر ہی جوقے اتار وقیے۔ متنار سعود نے کہا آپ اس طرح آجائیں کوئی حرج نہیں۔ شاہ جی نے فرایا نہیں بعائی میں سجد کا آ دی ہوں ایسے ہی تھیک ہے پیر بعد میں آپ لوگ باتیں کرتے ہیں کہ ان مولویوں کو تمیز نہیں۔ ہمارے بالاے میں کہا جاتا ہے کہ تمذیب سے ان کو آشنائی نہیں ہوئی اس نے بہتر یہی ہے کہ میں جوتے یہیں اتار دوں۔ میں کہا جاتا ہوں بعد آپ صوفہ پر بیٹھ گئے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھ گئے۔ چند کموں بعد شاہ جی نے فرایا کہ آپ لوگ اگر محبوں نہ کریں تو میں ذرا آرام سے بیٹھنا چاہتا ہوں مریف آدی ہوں اس کے ظائلیں لگا کر نہیں بیٹھ محبوں نہ کریں تو میں ذرا آرام سے بیٹھنا چاہتا ہوں مریف آدی ہوں اس کے ظائلیں لگا کر نہیں بیٹھ محبوں نہ کریں تو میں ذرا آرام سے بیٹھنا چاہتا ہوں مریف آدی ہوں اس کے ظائلیں لگا کر نہیں بیٹھ مکتار معود:۔ حضرت شدڈ اس سوال سے ہوا۔ محبوا۔ محتار صعود:۔ حضرت شدڈ اس سوال سے بوا۔ محتار معود:۔ حضرت شدڈ اس سوال سے بوا۔ محتار معود:۔ حضرت شدڈ اس سوال سے بوا۔

ٹناہ جی:- بھائی ذیا بطیس کا مریف ہوں صرف سادہ پانی پیوں گا۔ مسٹر مختار مسعود کے اصرار کے باوجود شاہ جی نے صرف سادہ شنڈا پانی ہی بیا۔ باقی حضرات کی تواضع شنڈے مشروب سے کی گئی۔ پھر مختار صاحب شمنڈے آم بھی لے آئے اور شاہ جی کو پیش کئے گر آپ نے صرف ایک ذانہ اٹھا یا اور سونگھ کر واپس ڈش میں رکھ دیا اور فرہا یا کہ میرے معالج نے مجھے صرف یہاں تک اجازت دے رکھی ہے اس پر بھی مختار صاحب لے اصرار کیا مگر شاہ جی نے آم نہیں چھا۔شاہ جی نے فرہا یا چونکہ آپ نے بے لکھنی کا اظہار کیا ہے اسلے ہم بھی بے لکھ موکر بیٹھ گئے ہیں ور نہ ہمارا مقام تو آپئی عدالت میں تھڑے ہوئے کا ہوتا ہے۔

مختار صاحب: نہیں نہیں اب آپ کو ایسی تکلیف نہیں دی جائیگی۔ جی جاہتا تعا کہ آپ کے ساتھ بیٹ مکر آپ کے خات بیٹ مکر آپ کے خالات سے استفادہ کیا جائے اس لئے اس نشست کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اسكے بعد مختار صاحب نے ایک طویل سوال كيا جواينے اندر بہت سے پہلور كھتا تھا-

سوال تھا، شاہ صاحب ہمیں دینے مسلم رہنماؤں ہے یہ گاہ ہے کہ انہوں نے ہماری صبیح تربیت نہیں کی ملک کی آزادی کی تریک جل رہی تھی تو ہم لوگ تعلیم حاصل کر ہے تھے وہاں سے فارغ ہوئے تو ملک تقسیم ہو چکا تھاالہتہ اللہ کا فصل یہ ہوا کہ اس وسیع ملک میں ہمیں اچھی اچھی طازمتیں مل گئیں۔

شاہ جی لے جواب ریا۔

نہیں آ کیا یہ گلہ درست نہیں ہے کیونکہ ہم نے لینے بزرگوں سے جوسیاسی تربیت ورقے میں پائی تھی اور جو اپنی ممنت سے بیدا کی ہے وہ بھی نئی نسل کے حوالے کی- لیکن نئی نسل بھی عجیب نسل ہے وہ اس امر پر توجہ ہی نہیں دیتی، اس کا کیا کیا جائے کہ لائل پور اور کیمل پور کے شہروں میں آبادی کے اعتبار سے غیر مسلم چند تھے۔ لیکن سلمانوں کی اکثریت نے اپنے کانات اور جائید ادیں جوتے تک بد کرداری کے عوض

غيرملمول كوبيج ڈاليں-

منتار مسعود نے دوسرا سوال کیا کہ شاہ صاحب کیا وجہ ہے کہ گذشتہ سدی میں ہندوستان میں اس قدر کثیر تعداد میں مسلمان رہنماء بیدا ہوئے میں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں کوئی دور اسکا سقابلہ شہیں کر سکتا۔ انہوں نے چیدہ بہنماؤں کے نام میں گنوائے کم مسلمان توم اسکے باوجود رو بہ زوال تھے ؟ شاہ جی نے فرمایا "اس کی وجہ علی گڑھ یو نیورسٹی ہے۔ جب یو نیورسٹی کی بنیادر محمی گئی تو مسلمانوں کے ایک گروہ نے سر توڑ کوشش کی تی کہ طلی گڑھ اور دیوبند کوئل کرکام کرنا چاہیئے۔ لیکن ایک طبقہ پوری شدت سے اسکی مخالفت کر رہا تھا۔ اور کم کرنا چاہیئے۔ لیکن ایک طبقہ پوری شدت سے اسکی مخالفت کر رہا تھا۔ اور گئی مشلم اور ناداز غیر ذبین طبقہ دیوبند میں پہنچ گیا اس وقت سے سلمانوں میں مذہب اور سیاست کی تقسیم گئی، منظس اور ناداز غیر ذبین طبقہ دیوبند میں پہنچ گیا اس وقت سے سلمانوں میں مذہب اور سیاست کی تقسیم کا آغاز ہوا۔ ور نہ اس سے پہلے مسلمانوں کے رہنماؤں میں دوست سوصیات ہوتیں تھیں بلکہ جو تکران ہوتا تھا وی مذہبی رہنماء ہمی ہوتا تھا۔ اور اب یہ ظبح انشی وسیع ہوگئی ہے کہ مجھے تو یہ متی نظر نہیں آئی۔

اسکے بعد دفتر ختم نبوت کی واگزاری کی بات بھی آئی، پھر کافی دیر تک خالصتاً ادبی محفل جمی رہی شعر و شاعری، اور مختلف اصناف سنن پر گفتگو ہوتی رہی اسی دوران مختار صاحب نے اقبال کے متعلق ایک تیکھا سوال کرڈالا۔ کہ شاہ صاحب اقبال کے متعلق آپ کیا رائے قائم کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے کلام میں پیغام کچھ دیتے ہیں اور ان کا ماحول کچھے اور بناتا ہے ؟

شاہ جی نے فرمایا کہ نہیں ایسی بات نہیں۔ میں اقبال کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ جولوگ اینکے گرد آپکو نظر آتے ہیں وہ انھوں نے اکٹھے نہیں کئے تھے بلکہ "کئے گئے" تھے۔ ماہو گئے تھے۔

ا کے بعد مختار نے اپنے ترکش کا اصل تیر اکالا- اور اس بے لکفی کے احول سے فائد وا ٹھاتے ہوئے بھے مربع اراضی شیوب ویل سکیم کے تمت دینے کی پیش کش کی-

شاہ جی نے فرمایا۔

"آپ نے غلط آدمی کا انتخاب کیا ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔"

اس پر ملاقات ختم ہو گئی۔

ں ہے۔ اور مغرب کے بعد بناہ ہی تھم واپس لوٹ آئے۔ پھر منتار متعود صاحب نے کسمی بھی ملاقات کے اشتیاق کا اظہار نہ کیااس ملاقات میں چھے افراد شامل تھے۔

۱- حضرت امير شمريعت رحمته التُدعليه

۳- مسٹر مختار مسعود

س- ایم- ایج- شاه (محمود الحسن شاه) ...

سم- منثى عبدالرحمن خان مرحوم

۵- سید محد و کیل شاہ بخاری ۲- ایک طالب علم جوغالباً مختار معود صاحب کے عزیز تھے۔ جب گاڑی امیر شریعت کولینے کے لئے آئی تو منش صاحب کے ساتھ یہ نوجوان بھی تعا-مشر مختار معود نے "آواز دوست" میں اس طاقات کی جو تفصیل کنمی ہے وہ ادھوری ہے۔ شاہ جی نے انکے تمام سوالات کے جواب دیکے تھے اور وہ یہی سوال تھے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں زمین کی پیشکش کے واقعہ کوشاید دانستہ نظر انداز کیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں ؟ مختار صاحب نے جس خاموش نوجوان کا ذکر کیا وہ میں تھا۔

### تیرے بیکر میں ہوا، روح بلالی کا ظہور

اے امیر کارواں، اے کاروال باز وفا منزلِ مقصود کی تمید تیرا نتش پا
تیری پیشانی جلالِ آدمی کا آئینا تیرے دائن پر تصدق باہ و انجم کی ضیا
جرات افزائے تنا، تیرا آوازہ رہا
تیرے پیکر میں ہوا روح بلالی کا ظور تیرا سوز دل تما باز انجم آرائے طور
تیرا انداز کلم سر بہ سر حق کا شعور کس طرح آئیسی طاتا، کچھ سے باطل کا غور
تیرا انداز کلم سر بہ سر حق کا شعور کس طرح آئیسی طاتا، کچھ سے باطل کا غور
نیرا انداز کلم سر بہ سر حق کا شعور کس طرح آئیسی طاتا، کچھ سے باطل کا غور
تیرا احساسِ خودی آسودہ تاثیر تما
نور ہمتی جادہ گر تما تیری مشت خاک میں کوئی خانی تما نہ تیرا جرات بے باک میں
تیرا شہرہ کیوں نہ جاتا گنبدِ افلاک میں دیدہ و دل آ گئے تھے صطر ادراک میں
توجاں میں خوابِ انسال کے لئے تعبیر ہے
تیری خاموش سے باکس ندگی دل گیر ہے۔
تیری خاموش سے بی کس زندگی دل گیر ہے۔

ملامه لطيعن انور

باسم ميواتي

# ثبت است برجريده عالم دوام ما

امیر ضریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان عظیم شخصیتوں میں سے تھے جو صدیوں بعد کتم عدم سے مسمد شہود پر آتی ہیں۔ اور لوگوں پر اپنی شخصیت اور کار کردگی کے انٹ نشانات چھوڑ جاتی ہیں۔ اللہ تعالی فی نشر پر کرنے کا وہ جوہر انہیں و دیعت کیا تما جو بہت کم لوگوں کو نصب ہوتا ہے برصغیر کے سیاسی و دینی شئیج پر فاصل اور باکمال لوگ اپنی تھریروں سے لوگوں میں جاوو جگاتے رہے گرشاہ جی کی شیل ان میں سے کوئی نہ ہوا۔ ان کی آتش بیائی اور شعلہ زبانی کا یہ عالم تھا کہ برسوں ان کی تقاریر کا چرچارہتا تما۔ جمال و جلال کا یہ بیکر جب سٹیج پر نمودار ہوتا تما تو رامعین میں ایک جوش و خروش موج دن ہوجاتا تما اور لوگ ان کی ہر بات پر 'آمنا و صد قتا "کمہ الشخصی یہ بینفہرانہ شان ، فدائے بر ترفے اس بیسویں صدی میں انہیں عطا کی تمی ۔ ان کی تقاریر نے ایک آگ سی گار کھی تمی ۔ مولانا محمد علی جونس و یہاں تک تھے پر مجبور ہوگئے کہ ''اگر سیرا کی تقاریر نے ایک آگ سی گار کھی تمی ۔ مولانا محمد علی جونس تو یہاں تک تھے پر مجبور ہوگئے کہ ''اگر سیرا نے جاتے تھے ، عکومت کا خشیہ محمد جب ان کے جلوں اور تقاریر کی رپورٹیس ارسال کرتا تما تو کئی انگریز یہ نے جاتے تھے ، عکومت کا خشیہ محمد ہوں ان آتی اور شاہ جی کی تقاریر کی طوفان خیریاں کرتا تما تو کئی انگریز یہ نے انگر کر نے ایک مکان انہیں اردو زبان آتی اور شاہ جی کی تقاریر کی طوفان خیریاں و کھے ، منا ہی کو کوئی انگریز یہ نے انسان کی جب پر چمپ کران کی تقریر سنی ، شاہ جی کو کوئی انگریز یہ بیار نئی رکن مشر برک سے اور کوئی یونان کے آتش بیاں مقرر، ڈیما ستمنیز سے مشاہریت و بنا تما۔ لیکن وہ شنت بہلو شنصیت کے الک سے طامر اقبال نے فرایا ہے کہ!

ہو علقہ یاراں تو بریشم کی طرح زم رزم حق و باطل ہو تو نولاد ہے سومی

صفرت شاہ جی اس کی بھل تصویرتے، سٹیج کے علاہ، ان کی مجلوں میں شکھنگی کی عبیب فصنا ہوتی تھی، قدرت نے حسِ مزاح کی نعمت وافر سے نوازا تعا- اکثر احباب پر شکفتہ طفز کرتے تھے- ان کی محفلوں سے اٹھنے کوجی نہیں جاہتا تھا- جرات اور اعلی حوصلہ کی وہ زندہ مثال تھے- کس طاقت کے سامنے سر نہیں جمایا وہ ایک شعر اکثر پڑھا کرتے تھے آج وہ ہمیں پڑھنا ہوتا ہے تو آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔

> چراغوں کا وھواں، دیکھا نہ جائے پرانی صحبتیں یاد آرہی ہیں

1940ء سے 1940ء تک اکثر شاہ جی سے طاقاتیں ہوتی رہیں، پروفیسر محمد علی، سید سارک علی شاہ جی اور میں اتوار کے روز ان کی ضرمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ مراحاً بھتے تھے کہ آج شہر میں کوئی ایجی فلم نہ ہوگی، اس لئے چلیں بغاری کی دماغ سوزی کرتے ہیں، لوگوں کے ایسے ایسے اور حالات، سنا تے تھے کہ شاہ جی کی مردم شناسی اور حافظ برحمیرانی ہوتی تھی، ایک روز میں نے کہا شاہ جی آپ نے انگریزوں کے خلاف جنگ کردم شناسی مروو و شانہ حصہ لیا ہے اس کے حریت کی عمارت کی پیشائی بر آپ کا نام بھی درج ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو عمارت کی بنیاد کے روڑے ہیں۔ ہمیں کون یادر کھتا ہے۔ پھر علامہ اقبال کا یہ شعر انہوں نے بڑھا۔

اینے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی نا خوش بیں رہر ہلاہل کو کبھی کہ نہ سا قند دسسبر ۱۹۵۹ء کی کوئی تاریخ تھی کہ لاہور سے سیرے ایک عزیز جود حری کنول خال میرے پاس آنے اور ا منوں نے شاہ جی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جنانچہ میں بعد نماز عصر، شاہ جی کے پاس انہیں لے گیا۔ شاہ جی نے پہچان لیا اور کہا آپ سے دہلی میں شوکت اللہ انصاری داماد ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے یہاں ملاقات ہوئی تمی- باتوں باتوں میں چود حری کنول خال نے ذکر کیا کہ باسم، ویزا لے کر میوات جارہا ہے اور دہلی میں بھی چند روز قیام ہو گا کسی کو کوئی پیغام دینا ہو تواہے وسعد دیں، شاہ جی کچید سوچ میں پڑگئے۔ ہم نے سوچا کہ اب مولانا احمد سعید دہلوی یا کسی اور مولوی کا نام لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ "کیا تم چود هری شیر جنگ کو جانتے ہو؟ جس نے ایک ریلوے ٹرین پر ہم بھیٹا تھا- اور بعد میں سوشلٹ ہو گیا تھا"، (ہم نے کھا کہ ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں)" تواہے میرامبت بعراسلام کھنا"۔ پھرانہوں نے جود حری شیر جنگ کے بارے میں بتانا ضروع کیا کہ جب اس نے ٹرین پر بم بھٹا تھا اور کئی انگریز بلاک ہوئے تھے۔ تیں موت کی سراِ کا حکم سننے کے بعد ملتان ڈسٹر کٹ جیل آیا۔ اس وقت میں سیاسی قیدی تھا جود هری کی پیشا فی پرماں کا دودھ جھلکتا تھا، میں نے ایسے قرآن بڑھایا۔ وہ بہت ذہبین تھا۔ اس کی نوعمزی کو دیکھ کراس کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی تھی۔ اور جب اخبارات میں سرائے موت کی خبر شائع ہوئی تو ایک ہندو دوشیزہ نے چود هری شیر جنگ سے شادی کا اعلان کر دیا- جنانچہ بعد میں چود هری شیر جنگ رہا کر دیے گئے۔ سپر نگند من جیل کواس پراتنااعتماد تھا کہ اسے عشاء کے وقت جیل سے جھوڑ دیا جاتا تھا اور وہ پھر شہر کے منتلف تکیوں اور مزارات کی سیر کرنے کے بعد رات کو جیل آجاتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب: "اوراق یارینہ" اس نے کھی ہے۔ (1) شاہ جی نے مزید بتایا کہ جس لڑکی نے اس سے شادی کا اعلان کیا تھا اس نے اس کے ساتھ شادی کی اور وہ آج کل اندر پرست گراز کالج میں پروفیسر ہے۔ چنانچہ شاہ می کا سلام ممبت لے کر جب میں دہلی پہنجا تومیں نے اپنے دوست مرور تونسوی سے جوایڈیٹر اخبار شان ہندتھے اس کا ذکر کیا توانیوں نے چود ھری شیر جنگ کا ٹیلی فون نمبرمعلوم کر کے بتایا کہ وہ آج کل بندٹ نہرو کے ایما پر گوادمن دیو کی سر حدوں پر گوریلا جنگ کے سر براہ ہیں، اس وقت گوا دین دیو، ہمارت میں شامل نہ ہوئے تھے۔ بعد ازیں بتایا۔ پروفیسر مملا علی اور سید مبارک علی شاہ نے بتایا کہ جن دنوں شاہ جی متان جیل میں تھے تو ہم دونوں ان سے لئے کہ تو شاہ جی نے ایک چریرے جہم کا لڑکا طلقات کو بھیج دیا اور کہا کہ اس سے باتیں کرو میں تعور می دیر میں آتا ہوں، چنا نچ سید مبارک علی شاہ نے چود حری شیر جنگ سے کہا کہ آپ نے ٹرین پر ہم کیوں پھیگا۔ تشدد سے کیا آزادی مل جائے گی۔ چود حری شیر جنگ ہے کہا کہ آپ سمجھ نہیں۔ آپ کو علم ہے کہ تمام ملک میں سناٹا ہے، تمام رہما جیلوں میں بند ہیں اور سیاسی کاذیر خاموثی ہے۔ اس لئے میں نے ٹرین پر ہم پھینک کر ملک میں یہ روان اور اس کا جواب لوگوں میں یہ روان اور اس کا جواب لوگوں میں تازہ ہوگیا۔

میں تازہ ہوگیا۔

مولانا مودودی اور شاہ جی

ایک روز بات چیت کے دوران، امیر جماعت اسلامی، مولانا مودودی کا ذکر آگیا۔ شاہ جی ان دنوں میں مولانا مودودی کا ذکر آگیا۔ شاہ جی ان دنوں میں مولانا مودودی سے ناراض تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ تحمیں علماء کی مجلس میں ایک قرار داد، قادیا نیوں کے خلاف یا اسلامی شریعت کے نفاذ سے متعلق تھی، سنظور کی گئی لیکن دوسرے روز، اخبارات میں مولانا کا یہ بیان شائع ہوا کہ علماء کے اس اجلاس میں جس میں یہ قرار داد منظور ہوئی۔ وہ ضریک نہتے، (۲) شاہ جی فربات تھے کہ وہ اجلاس میں موجود تھے ان سے ایسے بیان کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

دیش مشنر کی جواب طلبی

ناہ جی نے ایک روز فربایا کہ میں نے اب سیاسی جلوں میں ضر کت کرنا ترک کر دیا ہے کیونکہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد میں نے اب سیاسی جلول دی اور صرف تبلیخ کا کام سنجال لیا ہے۔ اسوں نے بتایا کہ ایک روز ملتان کے ڈپٹی محسنر شیخ رشید کا ایک ایکی آیا کہ ڈپٹی محسنر آپ سے تانا چھتے ہیں۔ میں سنے پوچا کہ کام کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ صور کے وزیر علی صین شاہ گردیزی کا کوئی پیغام ہے۔ میں نے کہا کہ میں سرکاری افسروں سے ہمیں ملا کرتا۔ کچھروز کے بعد وہ سرکاری طازم پھر آیا اور مجھے نہایت انکساری اور اصرار کے ساتھ مبور کرنے لگا کہ آپ ضرور ملاقات کولیں۔ کوئی ضروری کام معلوم ہوتا ہے۔ چنانچ جب ڈی سی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ سید علی صین شاہ گردیزی کی یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے جلہ میں نہ صورف ضرکت کریں بلکہ تقریر مہی کریں۔ جو قلعہ قاسم باغ پر ظلاں تاریخ کو ہوگا۔ شاہ جی نے ڈی سی کوشورہ صرف ضرکت کریں بلکہ تقریر کردی ہے۔ اس مسرکاری افسر ہیں کوئی نقصان نہ ہیچ جائے گروہ نہ اپنے چنانچ میں نے صوبائی وزیر کی دلوئی کے لئے تقریر کر ڈالی۔ اس جلہ اور تقریر کے دو باہ بعد ابدائی روڈ پر شیخ رشید سے دیا کہ آپ ان انجموں میں نہ برڈیں۔ آپ سرکاری افسر ہیں کوئی نقصان نہ ہیچ جائے گروہ تا ہے۔ چھے بنیے جائ کہی می کوئی وزیر کی دوہ گئے۔ تو دوہ کھنے گئے کہ شاہ جی آپ درست ذیا ہے تھے ابھی تک حکومت میرے چھے بنیے جائ کر بڑی ہوئی ہے۔ اور حواب طلبی برجواب طلبی جاری ہے کہ شاہ سے تقریر کیوں کرائی تھی، گردیزی صاحب میری کوئی ہوئی ہے اور حواب طلبی برجواب طلبی جاری ہے کہ شاہ سے تقریر کیوں کرائی تھی، گردیزی صاحب میری کوئی دہ نہیں کریا ہے۔

### علامه اقبال اور شاه جی

شاہ می علاسہ اقبال سے بہت ریادہ عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کے اشعار اکثر سنایا کرتے تھے علاسہ اقبال کو بھی شاہ می علاسہ اقبال کو بھی شاہ می سے برطی محبت تھی اور جب وہ لاہور میں ہوتے تھے توان کو طازم بھیج کر بلایا کرتے تھے۔ شاہ می ہے کہا کہ آج کل ہر شفس، علاسہ سے اپنے خصوصی تعلقات کا ذکر کرتا ہے طالا تکہ جن واقعات کا ہمیں علم ہے۔ ان کو اس کی ہوا ہمی نہیں لگی۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ علاسہ اقبال، بائی کورٹ میں جج لگنا چاہتے تھے۔ لیکن اس راہ میں سب سے برطی رکاوٹ، متعصب ہندہ جیف بج، سرخادی لال تھے۔ اسی دوران میں۔ لاہور کے ایک مشہور خاندان کی طرف سے علاسہ صاحب کے ظلاف درخواست ارسال کی گئی کہ انہیں بائی کورٹ کا جی نہ بنایا جائے کیونکہ وہ "ایرانی ذوق" کے حال ہیں۔ شاہ می نے قربایا کہ یہ بات کہہ کر علاسہ صاحب آبدیدہ ہوگئے اور جائے کہ دزندگی میں کچہ گناہ صرزد ہوئے ہیں۔ لیکن "ایرانی ذوق" سے بخدا مجملے کوئی سروکار نہیں رہا۔

## سجاد ظهير كي سياست

ایک روز ذکر چل پڑا کہ مسلمانوں میں بہترین مقرر کون کون سے بیں تو ہم نے مولانا ابوالکلام ، مولانا ظفر علی ، مائل نہ کریں ، میں اتنا اعلیٰ مقرر نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہجے شامل نہ کریں ، میں اتنا اعلیٰ مقرر نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے ڈاکٹر کنور محمد اضرف کا نام نہیں ایا۔ (۱۳) وہ بہت ابھے مقرر بہیں بکلہ اسلامی تاریخ پر بہت عبور رکھے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہندوستان کے ایک بڑے شہر میں ایک سیاسی جلہ تھا۔ جس میں ڈاکٹر اضرف نے تقریر کی اور امیری وغریبی کے مسئلہ پراہم ولائل و نے ان کا مقصد سیاسی جلہ تھا۔ جس میں ڈاکٹر اضرف نے تقریر کی اور امیری وغریبی کے مسئلہ پراہم ولائل و نے ان کا مقصد موشان کی تعریب گنا تھا ان کی تقریر کے تقریر کی اور امیری وغریبی کے مسئلہ پراہم ولائل و نے اپنے دل میں کہا اسے وطاء النہ ایسے سیاسی بیندگل تو ٹرٹر کرتے ہی رہتے ہیں۔ توکھاں چل پڑا۔ پروفیسر محمد علی نے پوچھا کہ ایک دو مرح اختراکی رہنما۔ بواد ظمیر کے بارے میں بھی مجبور بتائیں۔ شاہ جی نے فریا کہ آپ لوگ جو ترقی پسند وائٹ ورکھلاتے ہو، کیا بتا تکتے ہو کہ جو شخص کمیونسٹ پارٹی کا رکن بھی ہو کیا وہ کی مذہبی فرقہ سے تعلیٰ رکھیں ہو کیا وہ کی مذہبی اور شعر و شاعری ہے دہبی کا اظہار کرتے تھے لیکن جب مرم نہیں ہو سکتی۔ تو شاہ جی نے فریا کا کہ اب سن لیجہ لینے واثور بھائی کی حرکت، بواد ظمیر ہندوستان کی ایک جبل میں بدرتھے۔ بواد ظمیر ، جبل میں بدرتے۔ بواد ظمیر ، جبل میں بدرتے۔ بواد ظمیر ، جبل میں خوش مذاتی اور شعر و شاعری ہے دہبی کا اظہار کرتے تھے لیکن جب مرم کا مہینہ آیا تو ان پر اوس پڑگئی وہ جبل پہل سب ختم ، یہاں تک کہ دس مرم کا روزہ بھی دکھا۔ مجھے برفی کہ مورائی ہوئی کہ جاد کریسا کمیون کسٹ ہے۔

رند کے رندرہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

ثاہ جی نے بتایا کہ جیل سے باہر آنے کے بعد کمیونٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری ایس کے ڈانٹے سے کسی جگہ اچانک طاقات ہوگئی۔ میں سانہ اس واقعہ کا ذکر اس سے کیا۔ ڈانٹکے کہا کہ میں ساہ دفلمبر سے بوچھ کر آپ کو بتاؤں گا۔ میں نے شاہ جی سے بوچھا کہ بعر ڈانٹکے نے کیا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈانٹکے نے کیا جواب دیا تا تامیں نے بہئی کے ایک جلسمیں یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ شیعہ سمیشہ شیعہ رہنا ہے خواہ کمیونٹ یارٹی میں ہویا کی اورجماعت میں۔

## قادیا نی ریورٹ

شاہ جی بہی رندگی کے دو مقاصد بیان کرتے تھے۔ ایک انگریز حکومت کا خاتر اور دوسرا قادیا فی تریک کا اندام۔ وہ کتے تھے کہ انگریز تو گیا گرا بھی قادیا فی فرقہ موجود ہے جس کے ظلاف ہم میدان میں آباء ہوئے ہیں۔ ہیں۔ بیس نے عرض کیا کہ شاہ جی آپ کی سر گرمیوں کا کوئی نتیجہ نظر نہیں آباء انہوں ہے کہا کہ برخوردار ہماری قادیا فی خواف ہیں ہوگئے تو ہوگئے گر تہمیں ہم نے قادیا فی ہم میران کی خالف ترکیک کا یہ اثر ہوا ہے کہ تہارے والد قادیا فی ہوگئے تو ہوگئے گر تہمیں ہم نے قادیا فی کہ میران کی طیر قادیا فی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ گر جب اس ترکیک کے زیرا ثر نوجوا نول نے ان کی مربت کی تو مرزا بشیر الدین محمود نے انفون سے ان کی مربت کی تو مرزا بشیر الدین محمود نا انفون میں ایک خبر شائع کرائی ہے کہ مرزا ظام احمد کی ایک تریر بل گئی ہے۔ جس کے مطابق خمیر قادیا نیوں سے متعلق قادیا نیوں کے جنازہ میں فرر کت کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے بنیتے ہوئے کہا کہ اگر ایک ضرب اور لگ گئی تو مرسم میں ہونے کہا کہ وہ فیصلہ پہلے ہی گئے بیشے تھے وہ ہر شخص سے جو کمیٹی کے تعیقاتی کمیٹی پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ وہ فیصلہ پہلے ہی گئے بیشے تھے وہ ہر شخص سے جو کمیٹی کے منائع ہونے سے روک دیا گیا۔ بیس نے جسٹس محمد منیر سے کھا کہ یہ سوال تو آپ اس انداز سے پوچورہ ہیں طائع ہونے ہے۔ اس کا منائع ہونے ہے۔ انہ می ہے کہا کہ وہ نے لیے باپ کو زدو کوب کرنا چھوڑ دیا ہے اگروہ ہاں میں جواب شائع ہونے کہ نمیں تو بھی مردو الزام کہ کہا ہوں کی سے تو اس کا مطلب ہے کہ نمیں تو بھی مردو الزام

## أيك مزار

شاہ جی نے فرمایا کہ ایک دفعہ مظفر گڑھ میں ایک تبلیغی جلسہ میں خطاب کرنے والے تھے کہ جب میں نے قرآن شریعت کی آیات مبار کہ کے بعد حاضرین پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اگلی صعن میں بیٹھے ہوئے نوگوں نے ڈانگ، کلماڑی اور بشعر اپنے ہاتھوں میں لے رکھے ہیں۔ میں سمجد گیا کہ آج کوئی ہٹگامہ ہوگا چنا نچ میں نے اہمی تقریر ضروع کی تھی کہ ایک شخص ہے کہا کہ شاہ جی آپ مزارات کی خالفت کیوں کرتے ہیں۔ میں ہے کہا لوگو مجھے بتاؤ کہ خدا ایک ہے یا دو- انہوں نے کہا- ایک، قرآن شریف کتنے ہیں- ایک، سلمانوں کا پیغمبر اعظم، ایک، تو بعر مزار کتنے ہونے چاہیئیں توگوں نے کہا ایک، جو ٹائٹین جگڑا کرنے آئے تھے، انہیں سانپ سونگھ

ہندوستان میں یہ بات مشہور تھی کہ شعر کی زاکتوں کو سمجھنے کی جو صلاحیت، اللہ تبالی نے مولانا شبلی، مولانا ا بوالکلام اور حلامہ نیاز فتیوری کوودیعت کی ہے وہ کسی اور کا نصیب نہیں ہے لیکن ہم نے یہ دیکھا ہے کہ سمن فہی میں نڑاہ جی ان تیسوں حضرات ہے تھم نہ تھے۔ ایک دفعہ ان کو بغار چڑھا ہوا تھا کہ سکیبی دواغا نہ، مجمری روڈ ملتان میں مکیم عطا، الند خال سے ملنے آگئے۔ سید مبارک شاوجی نے بیدل کا ایک فارسی شعر پڑھا، جے سن کرشاہ ر جی جمومنے لگئے ۔ اور بار بار اس شعر کو دوہرانے لگے۔ بھر حکیم عطاء الند سے کہا کہ بھٹی اب میری نبض دیکھو حکیم صاحب نے سفن دیکھ کرکھااب آپ کے بغار میں افاقہ ہو گیا ہے۔ جب آپ نے آتے ہی سفن دکھائی تمی اُس وقت نبض زیاده تیز چل رہی تمی۔ زبان دا فی

ا کیک روز میں نے پوچھا شاہ جی آپ نے اتنی پر زور اور شگفتہ ار دو کمیاں سے سیکھی- انہوں نے کو، ' شاید آپ لوگ ہمیں "پنجا بی ڈھگہ" سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اردو کہاں سے سیکھی، آپ مولانا ظفر علی خال سے یہ سوال کیوں نہیں کرتے، پیر شفقت سے فرمانے لگے کہ آپ اردو کے کلاسکل شاعر، شاد عظیم آبادی کوجانتے ہیں-میں نے کہا کہ اچمی طرح انہوں نے کہا کہ جب شاد صاحب کوار دو کے کسی محاورہ یا لفظ کے بارے میں شک ہوتا تھا تو دہ ایک خاتون سے اس سلسلہ میں استفسار کرتے تھے، پتہ ہے وہ خاتون کوئ تھی۔ وہ میری نافی تھی، جنا نیہ اردو سماری تھٹی میں پرمنی ہے۔

ینجاب کی تقسیم

ایک روز، بهاولبور سے کوئی شخص آئے ہوئے تھے۔ شاہ جی نے کہا کہ ان کی بات سنویہ کیا کہتے ہیں۔ اس شفص نے جس کا نام میں اب بھول گیا ہوں علامہ رحمت النُداد شد کے حوالہ سے بتایا کہ انہوں نے خضر حیات کا بینہ کے صوبائی وزیر-ممدا براہیم برق سے یہ بات سنی تھی کہ پنجاب کے وزیراعظم خضر حیات ٹوانہ کو ۱۹۳۲ء غالباً ۱۹۳۲ء میں دہلی طلب کیا گیا وہ اپنے ہمراہ ابراہیم برق کوساتھ لے گئے۔ نئی دہلی میں انہیں کہا گیا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد سے ملیں۔ جنانجہ یہ دونوں حضرات، مولانا آزاد سے لیے۔ مولانا آزاد نے کہا کہ پنجاب کو تقسیم کیا جارہا ہے۔ اور کا نگریس کی ہائی محمان نے یہ فیصلہ کرلیا ہے۔ اس لئے آپ پنجاب کے مسلم لیگی رہنماؤل پر رور ڈالیں کہ وہ مسٹر محمد علی جناح سے تھیں کہ پنجاب کو کسی صورت تقسیم نہ کیاجائے اور اگروہ نہ مانیں تو خفر حیات خال وزیر اعظم کا عہدہ چھوڑ دیں کیونکہ تقسیم پنجاب ہونے سے جو فساد بھوٹے گا۔ اس کی ذمہ داری ان پر نہیں ہوگی۔ چنانچہ سر خضر حیات ٹوانہ نے دہلی میں مرکزی مسلم لیگی وزیر راہ عنسنز علی طال سے بات کی۔ راجہ صاحب نے کہا کہ مسٹر جناح کب کسی کی بات بانتے ہیں۔ اگر پنجاب کی تقسیم ہورہی ہے تواسے کون روک سکتا ہے۔ چنانچہ سر خضر حیات نے الہور آتے ہی وزارت سے استعظے دے دیا۔ اور لاہور میں تواسے کون روک سکتا ہے۔ جنانچہ سم خضر مہارا بھائی ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ مولانا آزاد، تقسیم پنجاب مین سلمانوں کا تقدیم انجاب میں سلمانوں کا تقدیم دیکھیا ہوں۔

#### حفيظ جالند هرمي

شاہ جی نے ایک دفعہ سنایا کہ یوبی کے شہر بمنور میں دو سیاسی جلنے تصور کے سے فاصلے پر منعقد مور ہے تھے۔
ایک جلسہ کے مقرر، سید الاحرار مولانا حسرت موہائی اور دوسرے جلسہ کے مقرروہ خود تھے، گرجب انہوں نے
قرآن شریف کی تلوت ضروع کی توسلم لیگی جلسہ کے آدھے حاضرین، ان کے جلسہ میں آگئے اور جب تقریر
شروع ہوگئی تو بہت کم لوگ رہ گئے، چنانچ حفیظ جالند هری نے شاہناسہ اسلام پر پڑھنا ضروع کر دیا گر لوگ پھر
سمی نہ رکے، میں نے بلند آواز سے کہا کہ اب جو باقی رہ گئے مواد هر آجاؤ چنانچ مولانا حسرت موہائی آگئے اور
صفیظ جالند هری اپنی بانسری بجاتے رہے۔

پهلی گرفتاری

شاہ جی نے اپنی پہنی گر فتاری کا حال بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے بیڑیاں اور ہشکڑیاں دونوں پہناتی گئی تعییں۔ کوئٹ ایکسپریس سے علی العباح، ملتان ریلوے سٹیش پر اتارا گیا۔ پلیٹ فارم پر پولیس کے علاوہ شہری بھی بہت زیادہ موجودتے۔ چنانجے ملتان کے لوگوں میں سے چند افراد نے زور زور سے رونا هروع کر دیا۔ مجھے عصہ آگیا میں نے کہا مجھے حوصلہ اور ہمت دینے کی بجائے میرا دل محرور کرنا جاہتے ہو۔

## سائمن تحمیشن کا بائیکاٹ

ناہ جی نے فرایا کہ تمام ہندوستان میں سائن کمیشن کے خلاف ابجی میشن جاری تما اور ہر بڑے شہر میں احتجاجی جلے ہورے تھے۔ کا نگریس کے صدر پندات موتی لال نہرونے الد آباد میں ایک جلسے کر دیا جس کی

صدارت وہ کررہے تھے۔ چنانچے کمیشن کے خلاف، تمام مقررین سے انبول نے لقرر کرائی تو آخریں میرانام پکارا، میں نے دل میں سوچا کہ اس پنڈٹ نے آج مجعے بدنام کرنے کا موقع ثکالا ہے۔ کیونکہ موضوع سے متعلق تمام باتیں مقررین کہرگئے اور میرے لئے اب کھنے کو کیا باقی رہ گیا ہے۔ حن اتفاق کہ ابھی میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا تھا کہ سائمن کمیشن کی ارتمی اٹھائے ہوئے کچھ رصا کارسامنے سے آتے دکھائی دیئے۔ مجھے اس وقت مرزا غالب کا شعریا د آگیا اور میں نے بلند آواز سے کہا۔

> ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا نہ کبمی جنازہ اشتا نہ کہیں مزار ہوتا

بنڈت جی فورا کرسی صدارت جھوڑ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے لیٹ گئے اور کھا کہ اربے،ارے شاہ جی آپ نے کمال کر دکھایا۔

#### مهاتما گاندھی سے بلاقات

پروفیسر محمد علی نے پوچا کہ شاہ جی مہاتما گاندھی سے بالشافہ کوئی طاقات ہوئی ہے انہوں ہے کہا بارہا۔ جلول میں ان سے طاقات ہوئی ہے اور ۱۹۳۹ء میں جب کرپس شن آیا ہوا تھا، تو شورش کاشمیری نے گاندھی جی کے برائیوٹ سیکرٹری شرما سے طاقات کا فائم لے لیا۔ میں نے جب شورش کو باہر جانے کی تیاری کرتے دیکھا تو میں نے بوچاکہاں کی تیاری سے۔ اس نے جواب دیا کہ آج مہاتما گاندھی سے نے بارہا ہوں، چنانچہ میں نے بحما مجھے بھی ساتھ لے جاد گاندھی جی سے جواب دیا کہ آج مہاتما گاندھی سے نے بارہا ہوں، چنانچہ میں نے بحما مجھے بھی ساتھ لے جاد گاندھی جی سے مسلل میں گاندھی سے طاقات کی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کوچا کہ شاہ جی، اب بھی آپ بانج ہے محفیظ مسلسل میں گاندھی سے محفیظ سلسل کے لئے ہیں۔ تو میں سے کہا کہ ہم اپنا اصول کیوں چھوٹریں۔ جب مک انگریز بہاں سے اپنا اسٹر گول نہیں کرے گا، یہ تھریری کا دی اندھی ہے۔ اس بات سے بہت معلوظ ہوئے۔

#### ميال افتخار الدين

میاں افتخار الدین اور سروار شوکت حیات نے مسلم لیگ کو چھوٹو کر ایک علیمہ ہ سیاسی پارٹی، آزاد پاکستان پارٹی، کے خواہش مند تھے، شاہ جی پارٹی، کے خواہش مند تھے، شاہ جی نے بتایا کہ وہ اس سلسلہ میں میرے پاس آئے۔ میں ہے کہا کہ افتخار ہم نے پاکستان میں اب سیاست کرنی جن بتایا کہ وہ اس سلسلہ میں میرے پاس آئے۔ میں ہے کہا کہ افتخار ہم نے پاکستان میں اب سیاست کرنی چھوڑ دی ہے اور اب کس سیاسی جماعت سے وابسطہ نہیں ہے۔ میاں صاحب نے کہا کہ اب آئے جیل سے ڈرنے لگے، ہیں۔ میں انگریز کی جیل تو برداشت کر سکتا ہوں گر پاکستان کی نہیں۔ میں میں انگریز کی جیل تو برداشت کر سکتا ہوں گر پاکستان کی نہیں۔ جو بھی سیاسی رہنما اور کارکن ان جیلوں میں جاتا ہے کوئی نہ کوئی زندگی کاروگ لے کراتا ہے۔ آپ

کوسیاسی جماعتیں بنانے کا شوق ہے وہ پورا کرتے رہیں۔ یادرہے کہ میاں افتخار الدین، پہلے بنجاب کا نگریس کے صدر تھے، پیر مسلم لیگ میں آگئے اور اس کے بعد آزاد پاکستان پارٹی قائم کی۔ الٹید اکسبر کا نعزہ

شاہ می نے بتایا کہ بشاور میں ایک سیاسی جلسہ تھا، جس میں ہندواور سکھ بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ میں نے سوچا کہ آج ان سے اللہ اکبر کا نعرہ لگوانا چاہیئے چنا نجہ میں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کیا ضداعظیم اور بڑا نہیں ہے، لوگوں نے کہا کہ عظیم ہے اور ہمارے ہندو اور سکھ بھائی بھی اللہ تھا کے کو بڑا النے ہیں، تووہ اللہ اکبر کیوں نہ لگائیں گے۔ چنانج جب نعرہ لگایا توہندواور سکھوں نے بھی ہرز، نعرہ اللہ یا۔

## اراضی کی پیشکش

مسٹر مختار مسعود صاحب ۱۹۵۱ء میں ملتان میں ڈیمٹی کھشر تھے۔ انہوں نے منشی عبدالرحمن کی ڈیوٹی گائی کہ وہ اسپر شریعت عطاء الغد شاہ جی بخاری سے ان کی طاقات کرائیں۔ چنا نجہ بنٹی صاحب شاہ جی ہے اگر انہیں میں صاخر ہوئے اور اپنی گزارش پیش کی۔ شاہ جی نے فریا یا کہ ڈپٹی محشر سے میری غرض نہیں ہے اگر انہیں ملنا ہے تو خود کشریف الدین غریب خانہ اور بوریا عاضر ہے۔ منشی عبدالرحمن نے کہا کہ وہ سرکاری و اکتف کے باعث آپ کے بہاں آنے سے گریز کرتے ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ خالباً وہ زئین پر بورے پر بیٹھنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ نوابراوہ لیا قت علی خال کا پرائیویٹ سیکرٹری اور مشرقی نجاب (بیارت آپی چیف بسیکرٹری پر بودھ بہال زئین پر بیٹھے ہیں۔ منشی صاحب نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے۔ چنا نجہ منشی صاحب ایک ہفتہ کے بعد بعد کشر یہ بیار نشری سے بیانی منسی صاحب ایک ہفتہ کے بعد کمی دن چلیں گرین پر بیٹھے ہیں۔ منشی صاحب نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے۔ چنا نجہ کارمن شاہ جی لیے ایک عزیز (س) کے ہمراہ ڈی سی کی کوٹھی پر بیٹھے، تو ڈی سی معاصب نے ایک عزیز (س) کے ہمراہ ڈی سی کی کوٹھی پر بیٹھے، تو ڈی سی معاصب نے ایک خاتر متعدم کرتے دیکھا توانہوں نے کہا کہ غیاں ہو جود تھا۔ شاہ جی قالین پر بیٹھ گئے۔ مسٹر معود نے الین پر بیٹھ گئے۔ مشر معود سے کہا کہ جی کہا کہ جی شاہ جی قالین پر بیٹھ گئے۔ مشر معود صاحب بھی قالین پر بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے کہا کہ بی کہا کہ آج آپ لوگوں کواس اعلی عہدہ کیوں نہ بیٹھے۔ چنا نجہ معود صاحب بھی قالین پر بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے کہا کہ آج آپ لوگوں کواس اعلی عہدہ کیوں نہ بیٹھے۔ چنا نجہ معود صاحب بھی قالین پر بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے کہا کہ آج آپ لوگوں کواس اعلی عہدہ کری کہنا کہ خوش ہوتی ہوتے ہے۔ ہم نے ان عہدوں پر تیام پاکھان سے قبل، ہندوستانی ادر مواصل کی اطالبہ کیا تعال کے دور کی کوٹھی ہوتی کی دی کوٹھی ہوتی کیا کہ تیٹھی کیا کہنا کیا کھیا کہ تو کہا کہ تو جانی ہوتی کیا کہ تات ہوتی کیا کہ تات ہوتی کوٹھی ہوتی کے ان کوٹھی ہوتی کے کہا کہ تو جانے کے کہا کہ تو تات کیا کہ تات کیا کہ تات کوٹھی ہوتی کیا کہ تات کوٹھی ہوتی کے کہا کہ تو تات کیا کہ تات کوٹھی کیا کہ تات کوٹھی ہوتی کیا کہ تات کیا کہ تات کیا کہ تات کوٹھی کیا کہ تات کوٹھی کیا کہ تات کوٹھی کیا کہ تات کیا کہ تات کیا کہ تات کیا کہ تا

مسفر مختار معود صاحب، چونکد ادبی آدی اور اوب دوست انسان ہیں۔ انسوں نے ایک تمبید باند می کہ جب میں علی گڑھ میں پڑھتا تما تو آپ کی تقریروں کا بہت زور و شور تما۔ گرافسوں کہ میں آج بک آپ کے کی جلب میں علی گڑھ میں پڑھتا تما تو آپ کی تقریر سنی۔ شاہ جی نے پوچھا کہ میرے بلانے کا مقصد کیا ہے۔ ڈی سی صاحب نے بتایا کہ آپ کی مجھدد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آزادی ملک کے لئے آپ کے عظیم جذبات ہیں۔ شاہ جی نے بتایا کہ بطور ڈپٹی کمشنر میں نے خلد لگاؤ سکیم کے تمت جو مربع زمین شاہ جی نے بوچھا کہ کیبی امداد، انہوں نے بتایا کہ بطور ڈپٹی کمشنر میں نے خلد لگاؤ سکیم کے تمت جو مربع زمین دے دو اگا، شاہ جی نے کہا کہ سعود تم نے گھر بلا کر اچھی بات نہیں گی۔ تم نے اپنی خواہش کی تحکیل کے قرضہ دلا دو لگا۔ شاہ جی نے کہا کہ سعود تم نے گھر بلا کر اچھی بات نہیں گی۔ تم نے اپنی خواہش کی تحکیل کے نے خلط آدی کا انتخاب کیا ہے۔ اگر مجھے اراضی قبول کرنی ہوتی تو کیا انگریز سے نہیں مل سکتی تھی۔ میرے امر تسر میں دو مکان تھے۔ ان کے بدلہ میں پاکستان میں آج تک کوئی سکان نہ مل سکا اور میرا ادکا، (۵) میرے امر تسر میں دو مکان تھے۔ ان کے بدلہ میں پاکستان میں آج تک کوئی سکان نہ مل سکا اور میرا ادکا، (۵) میرات کے دفتر کے چگر لگاتا ہے میں کھتا ہوں کہ انہیں چھوڑد ہے تھے مکان نہیں گئے۔

#### الجيمى تقرير

شاہ جی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ میں گستاخ بھی ہوجاتا تھا، ایک روز میں نے اپنی حماقت کے باعث، باغ لائے خال میں کی گئی ایک تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ شاہ جی کل آپ نے جو تقریر کی ہے اس سے آپ کی شہرت کو نقصان پہنچا ہے اچھی تقریر نہ تھی۔ انہول نے فرمایا کہ وہ تبلیغی جلسہ تھا وہال صاضرین کے مطابق ہی تقریر منتی ہے تو دہلی، حاضرین کے مطابق ہی تقریر منتی ہے تو دہلی، کھنویا الد آباد کا پاسپورٹ دلا اور بھر میری تقریر س کراپنی رائے کا اظہار کرو۔

#### وصع داري

شاہ جی جس مکان میں رہتے تھے، اس کا مالک مکان، کرایہ میں اصافہ کرتا رہتا تھا، انہوں نے بتایا کہ یہ مکان غالباً پندرہ روپے ماہوار کرانے پر لیا تھا اور اب وہ جالیس روپے کرایہ طلب کر رہا ہے کیونکہ جب بھی نلکہ لگانے اور بھی لگانے پر مجھے خرچ کرتا ہے تو کرایہ بڑھا دیتا ہے۔ میں ہے کہا کہ آپ اس مکان کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا کہ وضح داری بھی کوئی چیز ہے۔ یہ انسان کے کردار کا ایک حصر ہوتی ہے چنانچہ ا ۱۹۲۱ء میں اسی شکستہ مکان میں ان کا انتقال ہوا۔

## مولانا ظفر على خان

ایک روز، سید مبارک علی شاہ نے پوچا کر شاہ جی آپ اپنی سیاسی زندگی میں کمی سے مرعوب ہوئے ہیں۔

ا مہوں نے بتایا کہ میں اللہ تعالے کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، لیکن جب مولانا ظفر علی خاں، مجلس احرار کے خلاف ہوگئے اور نظمین اخبار زمیندار میں شائع ہونے لگیں تووہ گلی در گلی مقبول ہوجاتی تعییں۔ اور یہ انډیشہ رہتا تھا کہ کل کو کیا نظم شائع ہوگی۔ جنانچہ ہمارا ایک جلسہ ہورہا تھا کہ پوسٹر تقسیم ہونے شروع ہوگئے۔ جس پر مولانا ظفر علی کی ایک نظم موجود تھی۔ جس کے دوشعر مجھے یاد ہیں۔

طفلِ پری رخ کی خریعت افکگی نے کا دیوالا کل رات نکالا مرے تھوئی کا دیوالا مجد کا آگر تجھ کو بنانا ہے شوالا احراد کے بت خانے سے مظہر کو بلالا

ٹاہ جی نے فرمایا کہ میں نے اس پوسٹر کوہا تدییں لے کر تقریر ضروع کی اور کھا کہ کل رات ہی نہیں بلکہ یہاں ہر شب تقویٰ کا دیوالا ٹکلتا ہے کیونکہ ہم کسی کے ایجنٹ نہیں ہیں۔ امیر نشسر یعت کو کیا ہوا

پروفیسر محمد علی بخاری نے سوداکی زمین میں کہ "اے کشتہ ستم تری هیرت کو کیا ہوا" ایک غزل کھی جو انہوں نے اپنے دوستوں کوسنائی-مطلع تما کہ

> پیمان حفظ دین و ضریعت کو کیا ہوا کچھ تو کھو امیر ضریعت کو کیا ہوا پھر ہم ہیں بت ہیں اور عقیدت کے پھول جی جانے بتوں سے پہلی حداوت کو کیا ہوا

دراصل غزل کے مطلع کا دوسرامصر عدیہ تھا تقدیر دو صاں کی اما نت کو کیا موا

اوراس طرح ان کی مطبوعہ کتاب میں بھی چھپا ہے گر دوستوں کی مفلوں میں دوسرے مصرصہ کو بدل کر پر بیستے تھے۔ اب شعر تو پروفییسر نے کہد دیا گر شاہ جی کی خدست میں عاضر ہونے سے کترانے لگے۔ ہم نے کہا کہ شاہ جی ایس بیں۔ آپ ان سے مل لیں۔ چنانچہ، سید مبارک علی کو ما تعہ لے کروہ شاہ جی کے پاس گے۔ میں نے سنا کہ شاہ جی نے بھی اس کے جواب میں کوئی شعر کہا تھا۔ جو مجھے یاد نہیں کے دہ شاہ جی۔ (ے)

شاہ جی کی باتوں کو یاد کر کے لوگ سر وصنتے ہیں۔ اور حافظ شیر ازی کے شعر ان کے بارے میں پڑھتے ہیں۔

#### ہر گز نمیرد آنکہ دلش رندہ شد بیشق ثبت است برجريده عالم دوام ما

(۱) شر جنگ کی دوسری کتاب "التلاب روس" ہے۔

شاہ جی ہی کی روایت ہے کہ شیر جنگ محمد سے ترجمد قرآن مبی پڑھتا تھا۔ ایک دن کھے گا۔ "شاہ جی اس کتاب میں کہیں علای کا لفظ نہیں۔ جس قوم کے پاس یہ کتاب ہووہ طلام نہیں ہوسکتی (مریر)

(۱) ۱۹۵۲ میں کراچی می کال پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلام ہوا تھا۔ جس میں قادیا نبول سے ستعلق قرار دادا قلیت اور " راست اقدام " کا فیصله سوا- مولا مودودی اس اجلاس میں شریک تھے گرمنیر انکوائری محمیتین میں الکار فرما دیا شاہ حی کا بیان تھا کہ وہ اجلاس میں میرے محیثنے سے محمثنا لانے سٹھے تھے۔ (مرر)

(r) ِ عاه جي روايت ۽ كد ڈاكٹر كے ايم اشرف نے ايك مرتبان سے كها "آپ كي تقريروں سے انقلاب كي يو آتي ہے۔ آپ كا علاج گولی ہے۔ " (مدیر)

(س) شاہ جی کے داماد پروفیسرسید محمد و کیل شاہ (مدیر)

(۵)سد عطاء العمن بخاري

(١) ایک روایت کے مطابق یہ شعر اس طرح بھی سنایا گیا-سک بدل کے آج قیادت کے بات ہے کن سے کہیں امیرشریعت کو کیا ہوا

اس شرین دراصل شاہ می کی طرف سے لیگی تیادت کے ساتھ مفاہمت پر طنز ہے۔ (مدیر)

(۷) پروفیسر ممد حلی بخاری نے اپناشعر شاہ جی کوسنایا توشاہ جی نے فی البدیہ جواب دیا۔ اور ان کی ترقی پھیسی پر بعر پور طسنر کیا۔ شاہ جی کاشعران کے کاغذات میں سے مجھے ل گیا جو یہ ہے۔

> سیہ کے باکھ کا بمی کعبے یا مکو بادات کی حمیت و غیرت کو کیا نیوا

ممد عمر فاروق کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز

فدائے احزار

مولانا محمد گلشيرشهيد نب ١٥٥/ رب

اسلام کے نامور سپوت اور تر یک آزادی کے عظیم جابد کے سوائع

الکارا عمالی و آثار سیرت و کداراور به مثال جدوجهد (بعضاری انگیدسی مهربان کالونس ملتلی)

## شاه جي کا سحر خطابت

الیاس رشیدی، دنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ ان کے بڑے ہمائی محمد عثمان آزاد دنی کے نامور محافیوں میں سے تعے۔ روزنامہ "قوی گزٹ" اور روزنامہ "انجام" کے مالک و مدیر تھے۔ تریک آزادی میں عملاً شریک رہے۔ اور نیشنلٹ سلمانوں کا ساتھ دیا۔ تریک پاکستان میں وہ مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئے۔ پاکستان بننے کے بعد "انجام" کو کراچی سے شائع کیا اور ایک طویل عرصہ تک اے زندہ رکھا۔ الیاس رشیدی، فلی محافت میں چلے گئے۔ اور عمر بعر کے لئے اسی کوچے رسوائی کے ہو

سلما نوں کی ایک جماعت مجلس احرار اسلام تھی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اس کے سمر براہ تھے۔ یہ جماعت لاہور میں قائم ہوئی تھی مگر اس کی شاخیں پورے ہندوستان میں بھیلی ہوئی تھیں۔ مولانا عطاء الند شاہ بخاری کوانلہ تعالی نے برطی فصاحت و بلاغت عطا فرما کی تھی۔وہ اسلامی موصّوعات پرایسی قصیح و بلیغ تقریر کرتے تھے کہ دلی کا مشہور پر مڈمبدان، ناکافی محسوس ہوتا تھا- اعلان ہوتا تھا کہ آج بعد نماز عشاء فلاں حکہ مولانا عظاء اللہ شاہ بغاری کا خطاب ہے تولوگ دور دور ہے ان کی تقریر سنے کے لئے آتے تھے اور اپنے ساتھ رات کا کھانا بھی یے کر آنے تھے کیونکہ شاہ می تقریر شروع کرتے تو پیمر صبح ہی ہوجاتی تھی۔ لوگ شبح تک کس سے من نہیں سوتے تھے۔ یوں لگتا تھا صبے لوگوں کو کسی نے باندھ کر سٹھا دیا ہو-ان جلسوں مین، پیچ بھی شریک رہا مول اور رات رات بعر جاگ کران کی تشریریں سنی ہیں۔ دراصل انہیں تقریر کرنے کا ہنر آتا تھا، وہ سننے والوں کو مسحور کر لیتے تھے۔ سامعین کو یوں ممسوس ہوتا تھا جیسے وہ جو کھیے کہہ رہے ہیں اس کی تصویر انتکھوں کے سامنے موجود ہے۔! گرچہ میں ان د نوں بہت نو عمر تھا پھر بھی ان کی تقریروں کا دیوانہ تھا۔ سیاست کی طرح اس زمانے کی صحافت بھی بہت مختلف تھی۔ آج کی طرح ان دنوں بہت سی سہولتیں نہیں تعیں مگر اخباری کار کن بہت منت کیا کرتے تھے۔ ان کی منت اور کام کرنے کی لگن کا ندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر مولانا عطاء الفد شاہ بخاری کی تقریروں کی رپور مگنگ جار چار اخباری صفحوں پر مشتمل ہوتی تصیں۔ اس زمانے کے بعض اخبار جار صفوں کے ہوئے تھے جومولانا کی تقریر کے بعد جاروں صفحات پر ان کی تصویریں شائع کرتے تھے۔ ا اس زمانے میں آج کی طرح ٹیپ ریکارڈوغیرہ کی سولت تو تھی نہیں۔اس نئے چار چار اور جھے جھے رپورٹر مولانا کے طلبے کی ریور فٹنگ کیا کرتے تھے۔

اس زمانے میں الوڈ اسپیکر آگئے تھے۔ گران کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہ صرف بڑے بڑے لیڈروں کے بطے میں کے بطے جلوسوں میں استعمال کئے جاتے تھے۔ قائد اعظم، بہادر یار جنگ یاعظاء اللہ شاد بغاری، جس جلے میں شریک ہوتے، اس کے لئے الوڈ اسپیکر کا انتظام کیا جاتا تھا۔ انشرویو۔۔۔۔۔۔۔الیاس دشیدی، مدیر ہفت روزہ "گاد" کراچی انتظرہ کے ایک ایک 1998ء میاباس "مرگزشت" کراچی ارچ 1998ء

**

نظير نودحيا نوي

## وه حاملِ سوز و تبیش سینهٔ احرار

وه سمر بیال، بلبل بستان فصاحت و مسعف گویا و مسعف گویا وه مال سوز و تپش سینهٔ احرار بر دم جے اسلام کی تعلیم په صد ناز وه معرکه ترک موالات کا بالا ملت کا فدائی صیف اول کا مجابد تصویر کش مادشهٔ بیایا توالد کا نقاره دلیرانه بیایا توالد کا نقاره دلیرانه بیایا ترادی کا نقاره دلیرانه بیایا ترادی کا نقاره دلیرانه بیایا ترادی کا نقاره دلیرانه بیایا ترایک زندال کو نواول میں بال زور بیال سے تاریک زندال کو نواول میں کیا گم

وہ سیف ربال فاتح الخلیم خطابت

وہ واعظ شیری سن و عالم یکتا

وہ مافظ دیں، گنج شریعت کا گلارا

آزادی جمهور کا وہ بابک علمدار

تریک خلافت کا وہ بیاک علمدار

انیس سو انیس کے بیگاموں کا شاہد

انیش سو انیس کے بیگاموں کا شاہد

انیش سو انیس کے بیگاموں کا شاہد

انگریز کی بیبت کو جو خاطر میں نہ لایا

انگریز کی بیبت کو جو خاطر میں نہ لایا

جس نے نم دوران) کو دعاؤں میں کیا گم

نعت تمی جے بیروی ختم رسالت

مرایهٔ تاب و تب بنجاب تما گویا آزادی کی تاریخ کا اک باب تما گویا

حكيم آزاد شيرازي

# امیر شریعت کے ساتھ چند کھے

تیس برس پیلے کی بات ہے جب میں مرحوم خاکسار تحریک کا ایک مبرگرم سپاہی تھا- علامہ عنایت ، افند مشرقی مرحوم کی کتاب "قول فیصل" میں نام لئے بغیر احراری رہنساؤں کا تذکرہ مجھے نامناسب الغاظ میں کیا گیا تھا- بعض دوستوں کا خیال تھا کہ یہ اشارہ اسپر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی طرف ہے- اس طرح حضرت امیر شریعت سے میراخا نباز تعارف" تحول فیصل" کے اسی بیرا گراف کے ذریعے ہوا-

قیام پاکستان سے بیشتر احرار رہنماؤں علامہ سید محمد داؤد غزنوی، آغا شورش کاشمیری، خواجہ عبدالرحیم عاجزاور مرزا جانباز سے میرے نیاز مندانہ اور دوستانہ مراسم ضرور قائم ہوگئے تھے۔ لیکن احرار کے بارے میں حن ظن نے میرے ذہن میں کہی جگہ عاصل نہ کی۔

قیام پاکستان کے بعد میرا حاقہ احباب لائل پور میں زیادہ تر احرار دوستوں کا بنا جن میں خواجہ جمال دیں بٹ صاحب، مولانا عبدالغفار غزنوی مرحوم اور مولانا عبدالله احرار شامل تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۵۲ء کے آخر میں ان دوستوں نے ترجمان احرار روزنامہ آزاد لاہور کے لئے مجھے اغوا کر نیا اور یہ بھلاموقع تھا کہ میں نے دفتر احرار کی سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ جہاں حضرت مجابد الحسینی سے میرا سامنا ہوا۔ اور اس کے بعد دوسرے احرار رہنماؤں سے شرف نیاز حاصل ہوتا رہا۔

روزنامہ آزاد کی اُدارت سنبھالے ابھی چند روزی ہوئے تھے۔ ایک دوبہر میں اپنے محرے میں بیشھا مصروف کارتھا کہ مجاہد الحسینی صاحب زبردستی مجھے کھینچ کر دفتر سے بچے لئے گے۔ ہماں ایک کار محرطی تھی۔ اُس کارمین صفرت امیر شریعت تشریعت فرماتھے۔ میں سلام عرض کر کے دست بستہ محمولا ہوگیا۔ شاہ جی کار سے نگلے۔ عجابد صاحب نے موزوں الفاظ میں میرا تعارف کرایا۔ شاہ جی نے مصافحہ کے بعد معالقہ بھی فرمایا۔ بڑے بیاد سے تھیکی دی۔ اور فی البدیمہ فرمایا۔

الجاتواب بين مارك نے ايديشر آزاد شيرازي

اگر آزاد شیرازی بدست آرد دلِ مارا بغالِ ہندوش بختم سرفند و بغارا را

شاہ جی تشریف لے گئے لیکن میں اس طلقات کا مزا کئی دن تک لوٹتارہا۔ اور آج بھی جب کبھی شاہ جی کا تد کرہ ہوتا ہے۔ سیرے سامے اس بہلی طلقات کا نقشہ تھیج جاتا ہے۔

روزنامہ آزاد لاہور کی ادارت کا زمانہ میری حافتی زندگی کا بلاشبہ سنہری دور تما۔ عابد صاحب کی

برادرانہ دوستی اور دوسرے احرار رہنماؤل کی شفقت و معبت نے میرے نظریات میں اہم انتقاب پیدا کر دیا۔ لیکن نندگی پیار کی دوجار گھڑھی ہوتی ہے جاہے تھوڑی سی ہو یہ عمر بڑمی ہوتی ہے

یہ دور مختصر ٹابت ہوا اور تریک تعفظ ختم نبوت کے سلیے میں آزاد پابند ہو گیا۔ شاہ جی اور دوسرے احرار رہنما اسیر ہوئے اور میں دوبارہ روزنامہ سعادت کی ادارت سنجالنے لائل پور پہنچ گا۔

تمریک جلی اور ختم ہوگئ- مقدمات چلے اور بالاخر شاہ جی اور دوسرے رسمارہا ہوئے جس کے فوراً بھد پیپلز کالونی لائل پور کے وسیج سیدان میں شاہ جی نے ایک عظیم اجتماع سے وہ تاریخی خطاب کیا جے حرجت بمرف قلمبند کرنے کی سعادت راقم المروف کو حاصل ہوئی۔ یہ خطابت شاہ جی کے علم واحتماد ہی نہیں، ان کے خلوص، نیک نیتی، جراَت و شجاعت کاسنہ بولتا شبوت تیا۔ اور اسے سننے کے بعد شاہ جی کی ذات سے جو والهانہ عقیدت اور مجذوبانہ مسبت ہوئی ہے۔ وہ ناما بل بیان ہے۔

یق عقیدت اور ممبت تین سال بعد مجھ ترجمان تعفظ ختم نبوت روزنامہ" نوائے پاکستان" کی ادارت کے لئے کہ اور ت کے اللہ کی اور ت کے لئے لاہور تحمینج لائی۔ اور اس زمانے میں شاہ جی بیمار ہوکر لاہور میں حکیم نبی جال سویدا صاحب کے زیر علاج عاجی دین محمد صاحب کے یہاں صبیب گنج بادامی باغ میں مقیم ہوئے۔ جہاں حس اتفاق سے بندہ پانچ برس سے مطب کرریا ہے۔

نناه ہی کو میں نے جوانی میں نہیں بڑھا ہے ہی میں دیکھا ہے لیکن ان کے چسرے کے نقوش، پیشانی کے نور کو دیکھتے رہنے کی خواہش ہمیشہ بیدار رہی۔ شاہ ہی خاموش رہتے تو کسی قدیم یونانی فیلوٹ کا مجسہ دکھائی دیتے، بولتے تو زبان سے بعول برساتے، رویتے تو آئکھوں سے خون دل بھاتے اور مسکراتے تو بجلیال گرتے تعیفاہ ہی، برطانیہ میں پیدا ہوتے تو بزرجھر گر بھول جائے۔ ایران میں پیدا ہوتے تو بزرجھر ہوئے۔ یونان میں پیدا ہوتے تو سقراط ہوتے لیکن وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ جہاں کے لوگ پیغمبروں کا ہوئے۔ بین بیدا ہوئے۔ بہاں کے لوگ پیغمبروں کا ذکر کیوں کریں؟ ان کا کسی بھائے۔ انہیں کیوں یاد کریں؟ ان کا ذکر کیوں کریں؟

شاہ جی عمر بھر تر آن سناتے رہے۔ قبرستانوں میں اذانیں دیتے رہے لیکن ان مُردوں کو نہ جگا سکے، ان قبر ستانوں کوزندہ نہ کرسکے اور بالاخرخودان قبرستانوں میں جاہیے ہر گز سمبرد آنکہ دِکش زندہ شد بعش ثبت است برجمیدہ عالم دوام

## حضرت امير شريعت

برادرِ عزیز و محترم مولانا سید عطاء الممن بخاری سلمه الله تعالی نے حکم دیا ہے کہ ان کے والدِ گرامی قدر اور اپنے مرشد و پیشِوا حضرت امیر ضریعت مولانا سید عطاء الله شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی یاداشتیں سپرد قلم کریں۔

زبال پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطن نے بوے مری زباں کے لئے

قدرت نے شاہ جی کو بیشمار کمالات سے نوازا تھا۔ جس رہانے میں برصغیر ہند ان کی بیمثال خطابت
کے در رمول سے گوئے رہا تھا وہ دور اس خط ارض کا تاریخی دور تھا۔ ان دنوں زندگی کے ہر شعبے میں بلا اہتیاز
مذہب و ملت ایسے ایسے نا بغر روزگار لوگ موجود تھے جن بریہ دحرتی ہمیش ناز کرتی رہے گی۔ ہم بلاتال عرض کر
عکتے ہیں کہ گذشتہ ایک ہزار سال میں بیک وقت اتنے باکمال لوگ شاید ہی کہیں پیدا ہوئے ہوں مگرشاہ جی اس
زانے میں بھی سب سے انو کھے اور سب میں منفرد تھے۔ ان کو قدرت نے جس شان محبوبیت و مقبولیت
سے سر فراز فریایا تھا وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ ہم طرف ان کے نام کا دُلُگا بجتا تھا اور پورے
ہندوستان میں ان کے جائے والے موجود تھے۔

ہم نے ایک اچیا خاصا وقت ان کے قدمول میں رہ کر گذارا اور ان کی رہا قت میں دور دراز کا سنر کیا۔
ہم جال بھی گئے ان کے دیوا نوں کی محمیر مموس نہ ہوئی۔ شاہ ہی کی شہرت کا یہ عالم ما کہ کی جنگل میں
ہم جال بھی گئے ان کے دیوا نوں کی محمیر مموس نہ ہوئی۔ شاہ ہی کی شہرت کا یہ عالم ما کہ کی جنگل میں
ہم جال بھی ان کی تقریر کا اعلان ہوجاتا تو جنگل میں منگل کا سمال بندھ جاتا۔ وہ جس جلسہ میں فرریک ہوتے وہاں کی
بھی بڑے حظیب اور عالم دین کا جراخ نہ جل پاتا۔ ان کا وجود ایسی شمخ ووزاں کی طرح تما جس پر
خار ہونے کے لئے پروانے سینکڑوں میل سے محمیع ہے آتے۔ کبی کبی ان کی یہ مقبولیت خوداں کے لئے
پریشانی ویضیمانی کا سامان بن جاتی۔ خالباً ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے بہاولپور میں مجلس حزب اللہ اور جمیعتہ المسلمین کا
جلس تما۔ شاہ جی کے علاوہ صفرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ، موجود تھے۔ صفرت
مدنی تقریر فرہا رہے تھے کہ شاہ جی بھی احترائاً حضرت کا بیان سننے کے لئے جلسے گاہ میں جلے آئے۔ آپ
جوشی سامنے آئے لوگوں نے زندہ باد کے نعروں سے آسمان مر پر اٹھا لیا او تقریر کا مطالبہ ضروع کر دیا۔
ادھر شاہ جی ضرم و ندامت کے احساس سے پانی پانی ہو رہے تھے، ادھر صفرت مدنی حیران و پریشان ادھر شاہ جی ضرم و ندامت کے احساس سے پانی پانی ہو رہے تھے، ادھر صفرت مذتی حیران و پریشان ادھر شاہ جی ضرم و ندامت کے احساس سے پانی پانی ہو رہے تھے، ادھر صفرت میں آگر فرانے لگے کہ جن

جلسوں میں شاہ صاحب موجود ہوں وہاں ہم لوگوں کو بلا کر ہماری توہین کرانا مناسب نہیں ہے، جب شاہ جی رہائش گاہ پر واپس آئے تو کافی دیر تک فلرمندی اور دل گرفتگی کی حالت میں مہر بلب بیٹھے رہے۔
عالباً یہ سن بیالیس کے آخریا تینتالیس کے ابتدائی دنوں کی بات ہے، لاہور میں آل انڈیا جمیعتہ
العلماء کا نفر نس ہوری تھی۔ امام الهند حضرت مولانا ابوالکام آزاد بھی قاص دعوت پر تشریف لائے تھے۔
العلماء کا نفر نس ہوری تھی۔ امال استقبال کا منظر آج بھی آئکھوں کے سامنے ہے۔ جس نشست میں
مضرت امام الهند کا خطاب تمااس میں شاہ بی میں موجود تھے اور حضرت کی کرسی کے باکل قریب دورا نو بیٹھے
پورے انہماک کے تقریر سن رہے تھے۔ امام الهند کی تقریر کیا تھی، فصاحت و بلاغت کا ایک سیل رواں تما گر
بورے انہماک سے اپنا بیان روک دیا اور حیرت واستجاب کے ساتھ صاضرین کو تکنے گئے۔ اپنے میں شاہ بی دو نوں
ہاتھ باند ھر کر محرے ہوگے اور مولانا آزاد سے عرض کیا کہ حضرت ان جاہل لوگوں کی گساخی کی میں معافی ہا گئاتہ
ہوں لوگوں نے یہ منظر دیکھا توخاموش ہوگئے۔

کمال تو یہ ہے کہ آپ کے ساتھ معبت و شفتگی کی اس کیفیت میں سب لوگ یک ال بہتا تھے اس سلسلہ میں طلماء، و کلاء تعلیم یافتہ، ان پڑھ شہری یا دیہاتی میں کوئی امتیاز نہ تما- اس دور میں مجلس احرار اسلام کی صفوں میں خطابت کے ایسے ایسے شہری یا دیہاتی میں کوئی امتیاز نہ تما- اس دور میں مجلس احرار اسلام کی کاشمیری، مولانا گلشیر، صاحبزادہ فیض الس، شیخ حیام الدین کے علاوہ ستعدد دوسرے رہنما تھے گرشاہ جی کی مقبولیت کو کوئی نہ چھو سکا بلکہ یہ سب خود میں ان کے طقہ ارادت و محبت میں شامل تھے۔ حتی کہ لاکھوں کوڑوں ہندو میں آپ کے عقید تمند تھے۔ خیر پور میں ڈاکٹر رکھنا تھ درائے بست لکھے پڑھے اور سردو گرم چندہ انسان تھے۔ مقای ہندوسیا کے جنرل سیکرٹری تھے۔ انہوں نے رات کوشاہ جی کی تقریر سی توا گھے روز ہم سے کہا کہ میں نے زندگی میں یہ واحد خطیب دیکھا ہے جوابئی تقریر کے دوران پیک خود مستی میں آتا

جب سے سابن ریاست بہاولپور کی مدالت نے مردائیوں کو کافر قرار دیا شاہ جی بہاولپور والوں سے بہت ممبت کرنے گئے۔ جلسوں میں آتے تو مزید دو تین روز کے لئے بہاں شہر جاتے۔ شاہی بازار میں واقع بمل حزب اللہ کے دفتر میں خوب معظیں سبتیں۔ ایک دن فریا نے گئے کہ بہاولپور کے علماء خصوصاً جاسع عباسیہ کے مدرسین چپ چپا کر لئے آتے ہیں اور دات کی تاریکیوں کی آڈ لیتے ہیں کیا حکومت سے وُرتے ہیں اور دات کی تاریکیوں کی آڈ لیتے ہیں کیا حکومت سے وُرق بین بیں ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ موانا ظام محمد محموثوی شیخ الجاسم سے وُرتے ہیں کیونکہ وہ آپکو بسند بیں کرتے یہاں تک کہ مدرسین اور طلبہ کو منع کر رکھا ہے کہ وہ آپ کی تقریر بھی نے سنا کریں بلکہ انہوں نے دراقم الروف کو جاسم عباسہ سے لئے براسی لئے مجبور کردیا تھا کہ مہادا آپ سے تعلق خاطر ہے۔ یہ سنا تنا تھا کہ خاہ جی نے تیار ہو گئے۔ ہم نے کہ شاہ جی نے کہ شاہ جی نے تیار ہو گئے۔ ہم نے کہ شاہ جی نے کہ شاہ جی نے کیار ہو گئے۔ ہم نے

راستے ہیں بہت روکا گروہ کب کی کی بانے والے تھے۔ جب ہم دونوں مدر سے کے صدر دروازے میں داخل ہوئے ہیں بہت روکا گروہ کب کئی گی بازے بعض مابق اساتذہ نے ہمیں محمور کر دیکھا اور خشکی کا اظہار کیا کہ ہم نے یہ کیا حماقت کی ہے کہ خاہ جی کو ماتھ نے کر مدر سیں پہنچ گئے۔ حضرت شیخ الجامعہ دارالحدیث میں بڑے ہے۔ حضرت شیخ الجامعہ دارالحدیث میں بڑے ہے۔ حضرت شیخ الجامعہ الدین، ان کے برادر خورد حضرت شاہ عبدالحق، ان کے ایک خدمت گار دفیق حافظ خدا بخش و حضرت ماہ عبدالحق، ان کے ایک خدمت گار دفیق حافظ خدا بین داخل ہو کر السلام علیم کم کہ اور حضرت شیخ کے بہلو میں بیٹھ گئے۔ جونی شیخ الجامعہ صاحب نے مراکر دیکھا میں داخل ہو کہ اور حضرت شیخ کے بہلو میں بیٹھ گئے۔ جونی شیخ الجامعہ صاحب نے مراکر دیکھا ہو کہ کہ کہ کم تم تم تم ہم ہم بہل کیوں آئے ہو جو شاہ بی حفول کو دیکھا ہوا ہو ہے۔ بس بعر کیا تما حضرت شیخ ایسلے اور تخت سے نیچ گر کر مریخ بمل کی طرح تڑ ہے ماصب کو دیکھا ہوا ہے۔ بس بعر کیا تما حضرت شیخ ایسلے اور اٹھ کرشاہ می کا مذجم اور ہاتھ جوسے کیا۔ جب انہیں صاحب کو دیکھا ہوا ہو اور السلام علیکم کہ کروہاں سے روانہ ہوگئے صن اور بر آمدے میں مدرسین اور طلبہ جو کھے قرار آیا تو خوسے کیا۔ جب انہیں کید وائر سے ہوئے رہ کو کیا تا مورالسلام علیکم کہ کروہاں سے روانہ ہوگئے صن اور بر آمدے میں مدرسین اور طلبہ جو اس خوران کی در سے ہوئے ہوئے رہ کیا تو انہیں کید وائے میں اس کی خوالہ انہیں کید اس کی جو کہ اور است میں اور است میں مدرسین اور طلبہ جو انہیں کید اس خوران نے دیکھا خضرت شیخ کو کیسا تراپایا ہوگا وائیں بر ہم دونوں کوبنتا مسکراتا و یکھا تو انہیں کید المین کید المین کید المین ناہ جی میں عرب میں جوئے کہ دیکھا خضرت شیخ کو کیسا تراپایا ہوگا وائیں کیکھا کہ دیکھا خضرت شیخ کو کیسا تراپایا ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہوگا کہ دیکھا خضرت شیخ کو کیسا تراپایا ہوگیا ہوگیا

یہ مم لوگوں کو علم ہوگا کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہ کو درسگاہ سے کال کر خطابت اور سیاست کے میدان میں لانے کا سہرا ہمی شاہ جی کے سر ہے ور نہ زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے درس و تدریس میں گذارا۔ ابتداء میں کبھی کبار جلوں میں وہ مختصر خطاب کیا کرتے تعے گر تقریر کے دوران مسلل و متوا ترا ماویث پڑھنے کا انداز دیکھ کرشاہ جی نے ان سے کہا کہ آب بیٹک درس کا سلسلہ جاری رکھیں مسلل و متوا ترا ماویث پڑھنے کا انداز دیکھ کرشاہ جی نے ان سے کہا کہ آب بیٹک درس کا سلسلہ جاری رکھیں مگر جلوں میں ضرور شرکت فربایا کریں بلکہ صلع رحیم یار خال سے جب کبھی آبکو کی جیلے کی وعوت ملتی منتقلین کو بدایت کرتے کہ مولانا درخواستی کو ضرور مدعو کیا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ مستقبل میں قدرت نے ان سے جو کام لینا تما شاہ جی کو اس کا ذریعہ بنایا۔ یہ آبکا معمول تما کہ جب کہمیں کوئی جوہر قابل دیکھتے ہے ان سے جو کام لینا تما شاہ جی کو اس کا وربعہ بنایا۔ یہ آبکا معمول تما کہ جب کہمیں کوئی جوہر قابل دیکھتے مشریف بعاوری اور مولانا عبدائر حمن میا نوی رحمتہ اللہ علیم کے علاہ اور بھی گئی شعبیات تعین جو آپ کے قرید مولانا محمد علی جائند حری کا تعارف کراتے ہوئے فریا یا کہ میں جائد حرس کا خان کے لئے ایک ایس تعدل لیا ہوں جواکیک دن ملتان کی شناخت بن جائے گا۔

یہ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ ان دنوں ہم صرف نمو کی درسی کتابوں کے طالب حلم تھے کہ خیر پورٹامیوالی میں شاہ جی تشریف لائے۔ ساوی معجد میں آپ نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز کے بعد خطاب زمایا یہ تحریر نہ صرف خیر پور والوں کے لئے بلکہ خود شاہ جی کے لئے بعی یادگار تھی جواس وقت ختم ہوئی کہ اگر دی بند ہوں منٹ مزید جاری رہتی تو عصر کا وقت ٹل سکتا تھا۔ رہائش گاہ پر بہنچنے کے بعد ہلاتا تیوں نے اس لتریر کی تعریف کی قوشاہ جی نے فرمایا کہ آج عمیب کیفیت تھی نہ صرف دل و دماغ عاضر تھے بلکہ ایک خاص قیم کا جذبہ تھا جو بے افتیار بولنے پر مبدور کر رہا تھا۔ محترم سید غلام می الدین شاہ صاحب ہمدا فی بولے کہ حضرت اس مجد کا سنگ بنیاد حضرت شاہ عبدالرحيم رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سارک ہا تعول ہے رکھا تھا اس پر شاہ جی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ المدللہ ہمارے بزرگول کی روحانی برکتیں ہم یہ ہروقت سار مگل، ہیں۔

خیر پور کے حوالے سے یاد آیا کہ یہاں شاہ جی کے دوستوں کا طقہ بہت وسیع تھا۔ آپ یہاں الشریف لاتے تو کئی کئی روز تک قیام پذیر رہتے۔ راقم الروف کے علاوہ برادرم سید عباس علی شاہ ہمدانی مرحوم، برادرم حکیم نصیر الدین اور بعض وہ سرحاب کے ہاں دعوتیں ہوتیں اور شاہ جی کی بزم آرائیاں ماری رہتیں۔ ایک مرتبہ راقم الروف کی والدہ ماجدہ مرحومہ نے اعلی درجہ کی کستوری دے کر ہمیں بدایت کی ہم شاہ جی کو بیش کریں آپ یہ تمنہ وصول کر کے بے حد خوش ہوئے۔ بار بار اس کی خوشبو سبت سان اللہ پڑھے اور سان اللہ پڑھے رہے۔ آپ فرایا کرتے کہ خوشبو سیری کروری ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ شاہ جی کو خوشبو بہت بسند تھی اور بد بو سے اتنی نفرت تھی کہ ہلکی سی بد بو بھی خاطر پرنا گوار گذرتی۔ محمورے کی سواری بے حد بہند سے سب موسموں میں آپکو برسات کا موسم بہت بہند تھا۔ ساون بعادوں کے میشہ میں دل محمول کر نہاتے میں۔ سب موسموں میں آپکو برسات عوجاتا تو برستے میشہ میں تہند کے ساتھ نمازاوا کرتے البتہ بادل کی زبر وست گھن گرج اور بحلی کی کرجے کے اندر بیطے میات نفروں کے بیاد کی کرے کے اندر بیطے جاتے (حضور علیے السلام بھی ایسی کیفیت میں پریشان ہوجاتے تھے اور اللہ سے دھرت کی کو المام بھی ایسی کیفیت میں پریشان ہوجاتے تھے اور اللہ سے دھرت کی مطاب نگتے تھے) شاہ جی کا اس کروری کود یکھ کران کے تمام دوست حیران رہ جاتے۔

شاہ جی سمراپا ممبت واخلاص تھے انہیں مذہب و ملت اور رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی بھی انسان سے نفرت نہ تھی۔ فریاتے تھے کہ میں صرف انگریز اور مرزائی سے نفرت کرتا ہوں۔ یہی وہ ہے کہ بہت سے ہندو آپ کے علقہ اُحباب میں شامل تھے۔ اس سلسلہ میں ایک ہندو پروفیسر سے المقات کا واقعہ سننیے۔ حضرت شاہ عبد القادر محدث وہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے سترجم تو آن مجمد میں اسم "صد "کا ترجمہ نرا دھار کیا ہے۔ شاہ جی فریاتے تھے کہ انہوں نے بہت جستبوکی کمرکوئی بھی اس لفظ کا مضوم نہ سمجا سکا۔ جیل میں آپ کی طاقات ایک ماہر لسانیات سے ہوئی وہ شخص ہندوستان کی قدیم زبانوں کا سکالر تھا۔ آپ نے جب یہ سوال اس لیک ماہر یہ نوب یہ سوال اس کے بروفیسر سے کیا تو وہ حیرت سے آپ کامن شکے گا۔ بولا کہ آپکو یہ لفظ کہاں سے طاحہ بہر طال پروفیسر مذکور یہ نوب کی کہ جوانے کسی کام میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو، اور جس کی مدد کے بغیر کسی کا کوئی کام

انجام نہ پاسکے اسے زا دھار تھے ہیں۔ فرما یا کہ پروفیسر مذکور کے ساتھ جیل میں قید کی مدت بر می آسانی سے کئی کیونکہ اس کے ساتھ ہر وقت علی اوبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ دہلی تشریف لے گئے رات کو شاہ کی تعریف کا تناہ ہوم تھا کہ ہم نے اس کو شاہ تا برا برخم کہی نہ دیکھا تھا۔ یوں محسوس ہوتا کہ پوراشہر الم آیا ہے۔ شاہ جی نے اپنے محسوس انداز میں خطاب فریا یا اور دہلی والوں کے دل لوٹ لئے۔ جامع مجد کے قریب ہی دو مری منزل پر مجلس احرار اسلام کا دفتر تھا۔ جاں آپ کا قیام تھا۔ دن میں کی بھی وقت روا گئی تھی گمر دفتر کے نیچے بچل ج گئی۔ پتہ جلا کہ محترم بیر سر آصف علی اور بیگم ارونا آصف علی ہی وقت روا گئی تھی مگر دفتر کے نیچے بچل ج گئی۔ پتہ جلا کہ محترم بیر سر آصف علی اور بیگم ارونا آصف علی آبیں۔ دو نون پوری نیاز مندی کے ساتھ آپ سے لئے اور کافی دیر تک بیشے رہے۔ دفتر کے آبیارج میاں عبدالبتار نے مہما نوں کی خود تواضع کی۔ پتہ جلا کہ رات کو دو نوں میاں بیوی سوٹر میں بیٹھ کر شاہ جی کی تقریر سنتے رہے تھے اور بیگم صاحبہ کی خواہش پر ملاقات کے لئے آئے تھے۔

آپکو قدرت نے خطاب و بیان کی الیمی صلاحیتیں عطا کی تھیں کہ سامعیں مسعور ہو کر رہ جاتے۔ حس بیان کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہتا۔ بہاولپور کی پرانی جاسع سجد کے صمن میں جلسہ تعا رأت کو آپک گھنٹہ تک قاضی اصان احمد صاحب کا بیان ہوا طامہ انور صابری کی نظم کے بعد شاہ جی کی تقریر شروع ہوتی۔ کسی کو ہوش نہ رہا کہ کتنا وقمت گذر چکا ہے کہ اچانک جامع مجد کے مرحوم موذن احمد بخش کی آواز گونجی اللہ اکبر اللہ اکبر تب جا کر بتہ چلا کہ رات بیت چکی ہے۔ شاہ جی نے اپنے منصوص لمن و لیجے میں ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھا

> دی مؤذن نے اذاں وصل کی شب پھیلی رات ہائے تحمینت کو کس وقت خدا کیا ہے ۔

شاہ جی اپنی تقریر کے دوران موزوں و مناسب شعرا لیے موقع پر جت کرتے کہ حاضرین و سامعین باد باد فریات کرکے وہی شعر سنتے۔ ہمیں یاد ہے جب مجلس احرار اسلام نے برصنیر میں منعقد ہو پند والے آخری عام انتخا بات (۱۹۲۲) میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو شاہ جی اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ جو ان دنوں علیل تعیں کشمیر میں قیام فریا تھے اور جماعت کے اس فیصلے سے ناراض بھی تھے۔ امر تسر سلم لیگ کا اتنا ہی جلہ ہوا جو بست دور دار تعا۔ میاں افتخار الدین نے تقریر کی وہ اس زیائے میں کا نگریس کو چھوٹ کر بنجاب سلم کیگ کی صدارت قبول کر جگے تھے انہوں نے اپنی تقریر میں یہ الزام گایا کہ احرار کا نگریس کے تنواہ دار ایمنٹ بیس۔ جن دنوں وہ صوبہ پنجاب کا نگریس کے صدر تھے ان لوگوں کو اپنے ہاتھ سے تنواہ دار ایمنٹ بیس۔ اس الزام نے پورے شہر میں آگ گا دی۔ گلیوں بازاروں میں چہ میگوئیاں ضروع ہو گئیں۔ احرار رصنا کار سے حد مدا یوس و مدل ہو بھے تھے۔ کہ شیخ حسام الدین اور موالانا مظہر علی اظہر نے آغا شورش کو کشمیر بھیجا کہ وہ

صورت حال کی سنگینی ہے آگاہ کر کے اور شاہ جی کو منا کر اپنے ہمراہ واپس لائیں۔ آخا صاحب شاہ جی کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے جماعت نے اپنا پہلاا نتخا ہی جلسہ امر لسر میں کیا۔ شیخ صاحب نے صدارت فرمائی شاہ جی نے اس روز تاریخی تقریر کی۔ انسانوں کا ٹھا شمیں مارتا ہوا سمندر جلسہ گاہ میں موجود تعاجب آپ نے میال افتخار الدین کے الزام کا ذکر کیا تو یہ شعر پڑھا

#### حضرت زاہد نے سے پی کریہ ایجی جال گی محتب سے جالے رندوں کے مخبر ہو گئے

یقین کیمیے اس شعر نے جادہ کا اُر دکھایا۔ کئی غمر دہ لوگوں کی جینیں نکل گئیں، کئی لوگ قبقے لگارہے تھے، کچھہ لوگ شعر کی معنویت کی داد دے رہے تھے اور کچھ لوگ اس کے بر محل استعمال پر دادہ تعمین کے ڈو نگرے برسارہے تھے۔ لوگوں نے باربار فرمائش کر کے سات مرتبہ یہ شعر پڑھوایا۔ اسکلے روز میاں صاحب کے الزام کی دھمیاں بھر چکی تعمیں اور چکہ جگہ شاہ جی کی معرکتہ اللہ القریر کے چرہے ہورہے تھے۔

شاہ جی کو عوام کی نفسیات کا پورا پورا اوراک تما خود فریاتے تھے کہ میں لوگوں کی آنکھوں سے تقریر

کے لئے موسوع تلاش کرتا ہوں۔ لقریر کے دوران اپنے مقربین کو اپنے سامنے بھاتے تھے۔ فریا یا کرتے کہ
"یتلو علیم میں شامل ہو کر بیشو۔ لقریر سے قبل چند لموں تک کھے پڑھتے پھر دائیں ہشملی پر پھونک کر
چبرے پرہا تھ بھیرتے اس کے بعد مجمع پر نظر جو ڈالتے تو دلوں کو کھینچ لیتے ہم اور ہم چیسے آپ کے نیاز
مندوں نے بہت پوچا کہ آپ اس دوران کیا پڑھتے ہیں تو بنس کر مال جاتے۔ ایک مرتب ہم نے کہا شاہ جی
آپ بڑھتے وڑھتے کچھ بھی نہیں یہ آپکا محض نفسیاتی حربہ ہے تو مسکرا کر فرمایا تم بھی یہ حربہ استعمال کر
کے دکھ لو۔

آپکی معربیانی کا یہ محمال تھا کہ جس طرح کوئی شہوار بسیرے ہوئے گھوڑے کو رام کر لیتا ہے اس طرح بگڑے ہوئے معربیانی کا یہ محمال تھا یہ اور لوگوں کے دل جیت لیتے تھے۔ کھروڑ کے طلق میں ایک قصبہ ہر رائے واہن - وہاں احرار کا جلسہ تھا یہ پورا علاقہ بڑے بڑے زینداروں اور جا گیرداروں کا علاقہ ہم اس کے قریبی مواضعات میں جوئیہ برادری کی ہزاروں مربعہ اراضی واقع ہے۔ ان زینداروں کو احرار کارکنوں کی یہ جرارت نا گوار گرزی کہ یہاں ان کی اجازت و مرضی کے بعیر جلسہ منعقد ہورہا تھا۔ سم بالائے سم یہ کہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی تقریر میں کچھ زیادہ ہی تھی آگئی جس پروہ لوگ بھرگے اور جلسہ کا بائیکاٹ کر کے کھی فاصلے برجا کر بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے اپنی تقریر اس تھید کے ساتھ شروع کی۔

"ہم نوگ اسلام کے جاروب کش بیں ویسی سائل کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر جمنے والے اس گردو غبار کی صفائی ہمارا فریصہ ہے جو گناہ و معیصیت یا عفلت و جالت کی وجہ سے دلوں کو آلودہ کر دیتا ہے۔ قاضی احسان نے جذبات میں آکر عجلت سے کام لیا ہے اس لئے اس کے جباڑہ سے اٹھنے والی گرد نے آپ کے کپڑے میلے کردیے ہیں۔ میں تمر بہ کارصفائی کندہ ہوں پہلے پیار و ممبت کے پانی سے اس مٹی کو گیلا روگا، پھر جھاڑہ جلاؤ گلا انشاء اللہ آپ کوشکایت کاموقع نہیں ملے گا۔"

اتناسنا تعاكمه بيعرا موا مجمع سيد عطاء الندشاه بخاري زنده باد کے تعرب كاتا موا بندال ميں آگيا-

شاہ جی کا پیغام، پیغام مبت تھا جب کہی ان کی تقریر کے دوران کوئی معترض بول پڑما اوراس کا لہنجہ سخت بھی ہوتا تو شاہ جی کم ال شفقت و مہر بانی سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ سلمی مین آپ کی تقریر جاری تھی سخت بھی ہوتا تو شاہ جی کممال شفقت و مہر بانی سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ سلمی مین آپ کو دشمن رسول شاہیا ہوگیا اور بسال تک گنائی کی کہ آپ کو دشمن رسول شاہیا ہے کہدیا۔ احراد رصا کاراس پر جھیٹے گر شاہ جی نے سنتی سے روک دیا اور اسے اپنے پاس انسیج پر بلالیا اپنی کرسی کے باس بشا کر فرایا کہ تقریر سے فارغ ہو کر آپکی بات سنو نگا پھر چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ وہ شاہ جی کے باس بنا کی مجھلی کی طرح تڑپ رہا تھا اور بار بار شاہ جی کے باؤں جوسنے کی کوشش کرتا۔ ہم خواں نے اسے برخی مشکل سے سنسال رکھا تا۔

سفر کے دوران بھی آپ سے کی لوگ گرائے۔ جہاں ہزاروں سافر آپ کو گارسی میں موجود پا کراظہار عقیدت کیا کرتے تھے وہاں کی خالفوں سے بھی آمنا سامنا ہوجاتا تھا۔ ہم نے بار ہاان لوگوں کی آمکھوں میں نفرت کے رنگ کو محبت کی قوس قرح میں بدلتے دیکھا۔ آپ نے پوری رندگی ریلوے کے تیسرے در جے میں سفر کیا عقیدت مندلوگ آپ کے لوٹ اپنے اور نے در جے کا گلٹ لے لیتے تو آپ اسے واپس کر دیتے۔ فرہاتے تھے کہ ایک مرتبہ کراچی سے روائگی کے وقت کی دوست نے سیکنڈ کلاس کا ملتان تک کا مکٹ لادیا تھا مجبوراً مجھے بھی آمادہ ہونا پڑاراستے میں جہاں جال جال گارمی رکتی پیٹ فارم پر لوگوں کو بھاگ دور میں مصروف دیکھتا تو کیک گونہ عب کا احساس ہوتا کہ میں آرام سے بیٹھا ہوں اور یہ بےجارے سیٹیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ فرائے کہ وہ دن اور آج کا دن میں نے تہہ کرلیا کہ پھر کہی اونے درجے میں سفر نہیں کرواگا تا کہ احساس تفاخرے دل مفوظ رہے۔

ایک واقعہ یاد آیا کہ شاہ می حیدر آباد سندھ سے لاہور کے نئے روانہ ہوئے ہم بھی آپکے ہمراہ تھے یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب تو یک پاکستان عروج پر تسی مسلم لیگ کے ایک مسرگرم رکن اور ہمارے عزیز دوست منشی عبدالمحید مرحوم بعاولپور کے لئے رحیم یار خال سے اسی ڈیے میں سوار ہوئے جس میں شاہ جی موجود تھے۔ انہیں دیکو کر منشی صاحب کترانا جاہ رہے تھے کہ ہم پر ان کی نظر پڑمی۔ ضرباتے ہاتے ہمارے یاس آگئے۔ ہم نے حضرت سے ان کا تعارف کرایا با توں با توں میں منشی صاحب نے طفر کیا کہ شاہ جی آپ لوگوں نے زندگی ہمر قیدیں کا ٹمیں مگر انگریز کو ہندوستان سے نہ ٹھال سکے۔ شاہ جی مسکرائے اور سودا کا یہ قطعہ پڑھا

موداً قبارِ عثن میں خسرو سے کوہکن بازی اگرچہ لے نہ سکا سمر تو تھو سکا کن مُسٰہ سے اپنے آپ کو کمتا ہے عش باز اے روسیاہ تمبہ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

شاہ جی کا شعری ذوق بے صدار فع و اعلیٰ تھا۔ ایک تقریر کے دوران ختم نبوت کے موضوع پر دلائل دے رہ الائل دے رہے کہ فالب کا یہ شعر آ بکی ربان پر آگیا۔

ضرتِ ناصح گرائیں دیدہ و دل وشِ راہ کوئی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ بتلائیکے کیا

فرمانے کی کھ علوم ومعارف کا سارا خزانہ تو حصور نبی کریم ٹائینیٹم ٹاکر جا چکے اب کوئی نیا نبی آئے ہے۔ بھی تو کیا کریگااور کیا کھے گا؟ اس باس بتانے کو کیا ہوگا؟

یقین فرمائیے کہ ہم عالب کے پرستاروں اور اس کے کلام کو سمجھنے کے دعویداروں میں خود کو شمار کرتے ہیں مگر غالب کے اس شعر کی جو تشریح شاہ جی نے کی اس پر ہم شھدررہ گئے۔

رهبرعاشقان ياك سرشت

دوش چول نغمهٔ ندیم شنید شاهد عاشقالِ بزمٍ وحيد اندیشہ ام . مرغ جوش ردخون و · قطره قطره هيکيد بدل آتش مضطرب گشت و ہوش و صبر رمید نغمهٔ كزروانِ من بے خودی شنیدم من اے خوش آل کس کہ برد رش برسید بردار شد ز هر دو جمال خویش را کرد بهر أو ویران فارغ از "نیل"و "سلسبیل"آمد عقل ياره جرعه أز عثقش که دردلم بخلید برتر ہزار بار زگل چول بیامش خود از ندیم شنید جان ناسک به رقص و وجد که * (میرغلام نبی ناسک امر تسری)

ظغرمهدى باشى

# دیار دل کی رات میں چراغ سا جلا گیا

میں پانچ چھ برس کا بچہ تما جکہ ان کی بعر پور جوانی تھی۔ پورا فرنگی انڈیا ان سے مسور تما۔ ہمارے ہاں ان کی آمد ورفت بہت زیادہ تھی۔ صبح مظفر گڑھ میں ان کے مرید لاکھوں کی تعداد میں بھی۔ مسری پھو بھی نے بہت بعد میں مجھے بتلایا کہ ایک دن مشہور ہو گیا کہ امیر ضریعت کو فرنگیوں کے کی کارندے نے شہید کر دیا ہے۔ اس دن میرے والد صاحب، میاں خدا بخش ہاشی شکار پر کئے ہوئے ہے۔ اور تو کچھ نہ سوجی میں نے اپنے والد صاحب کی تلوار اپنے کندھے پر رکھی جو میرے قد سے بھی بڑی تھی اور گھر سے باہر گئل پڑا اور زبان سے اطلان کیا کہ جس کی نے بھی میرے چھا کوشید کیا ہے آج میں اسے قتل کر دوں گا میری پھو بھی نے طازمین کو کوکہا کہ فوراً جاؤ اور اس سے تلوار چھین کر اور پکڑ کھر واپس لاؤ۔ میں ابھی گھر سے کچھ فاصلے تک ہی بہتے پایا تما کہ وہ لوگ پہنچ گئے اور مجھے زبردسی گھر لے آئے۔ میں مارا دن روتا رہا شام کو میرے والد صاحب گھر آئے۔ انہیں جب حقیقت حال بیان کی گئی تو انوں نے مجھے پیار کیا۔

پھر ایک روز مجھے بتایا گیا کہ میں نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ گھر سے تقریباً پانچ جھے سو میل دور، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جانا ہے ال دنول یہ ایک انو محمی بات تھی کیو کہ بڑے بڑے برے ربیندار اور پہنے والے لوگ بھی اپنے بیول کو، صرف تعلیم کے لئے اتنی دور نہیں بھیجتے تھے۔ اور اگر بھیجتے بھی تھے تو میٹرک کے بعد۔ اور پھر جامعہ ملی اسلامہ تو فر فرگی عکومت کے ظاف ایک ادارہ تعا۔ جہاں پنجاب کے بہت کم مسلمان ربیندار اپنے بیول کو داخل کرانے کی جرات کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ دورو نزدیک کے بہت کم مسلمان ربیندار حالہ لینے بیول کو داخل کرانے کی جرات کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ دورو نزدیک کے لوگ آگر میرے والد صاحب کو اس کام سے منع کرنے کی کوشش کرنے گئے گرانہیں تو خاہ جی کے فرگی پاسداری تھی۔ جنوں نے فریایا تھا کہ بیوں کو انگریزی حکومت کے کئی بھی ادارے میں داخل کرانے کا نتیجہ انہیں غلامی میں بنتہ کرنا تھا۔ اس بنا پر تیسری جماعت تک کا بیس میں بنلی جماعت میں ورپھی جماعت میں دبلی جا حت سے دسویں جماعت تک کے اور کو لمبیا دیور شور کے احد بھارت کے صدر پہنے ہوئے، نورو کو کو بڑھاتے ۔ خود ڈاکٹر ذاکر حسین خان جو ان دنوں شیخ الجامعہ میں بہلی جماعت سے دسویں جماعت تک کے اوکوں کو بڑھاتے ۔ خود ڈاکٹر ذاکر حسین خان جو ان دنوں شیخ الجامعہ میں بہلی جماعت سے دسویں جماعت تک کے اوکوں کو بڑھاتے ۔ خود ڈاکٹر ذاکر حسین خان جو ان دنوں شیخ الجامعہ میں بہلی جماعت سے دسویں جماعت تک کے اوکوں کو بڑھاتے ۔ نورو کی کے بعد بھارت کے صدر پنتنب ہوئے۔ ان ارتدائی مدرسے میں جھٹی جماعت کے بیوں کو انگریزی بڑھا یا کرتے تھے۔

میرے جیسے اور بھی سینکروں ہزاروں بچوں اور ان کے والدین کوجاسعہ ملیہ میں دانطے کی ترخیب دیتے۔ بعض لوگ بات مان لیسے اور بعض نہیں مانتے لیکن شاہ جی نے کبھی بھی جامعہ نمیے میں جا کروہاں کی انتظامیہ پر کوئی احسان نہ جتلایا کہ وہ ان کے لئے کچید کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مخیر حضرات کو اس ادارے کے لئے چندہ بھیمنے کو بھی کھتے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ جاسعہ والوں کو بعد میں بنتہ چلتا کہ وہ رقم کس کی معرفت وہاں پہنچی تھی۔

۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، تمام جنوبی ایشیا میں واحد عالم دین تھے جنبوں نے اپنے نام کے ساتھ نہ کہی

مولانا کا لقب پسند کیا اور نہ ہی علام کا، لوگوں نے انہیں از خود امیر شریعت کا لقب دیا جبکہ انہوں نے اس لقب کو بھی الیت نام و نمود کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔ تقریر ہویا کسی مختل میں گفتگودہ ہر مقام پر اپنے آپ کو با تو صرف بخاری بھی۔ اور یا چھر عطاء اللہ شاہ۔ فریخی حکومت ہویا ہندو کا نگریس، انہوں نے کبھی بھی این کے کسی انتخات کو در خوراعتنا نہیں سمجا، یہاں تک کہ انہوں نے عوام سے بھی اپنے کئے نہ کبھی چندہ ما گا اور نہی کسی انتخات کو در خوراعتنا نہیں سمجا، یہاں تک کہ انہوں نے عوام سے بھی اپنے کئے نہ کبھی چندہ ما گا اور نہی کسی کسی بھی مسئون نہیں ہوئیں۔ اور نہ جسکیں، دین ہویا دنیا، انہوں نے اپنی ہر بات پر دردگار پر چھوڈ رکھی تھی اور یہ میرا ذاتی خیال ہے کہ اور تر جب کہ انہوں نے اپنے رب سے بھی مجھم اٹکا تو اس کی رضا ما نگی، تسلیم ما نگی، اور قناعت ما نگی، وگر نہ مجھم یہ بھی طرح یا دسی ان کی اور بھی کہوں تو وہ آگے کہ بعض اوقات میرے اوپر ایسی واردات بھی آتی ہیں کہ مجھے یقیں ہو جاتا ہے کہ اگریں کی دیوار کو بھی کہوں تو وہ آگے کی طرف چلئے گئے۔

ان کی بے مثل خود داری نے انہیں قناعت عطاء کی اور اسی قناعت کی بنا پر نہ وہ کسی کے اصان مند ہوئے اور نہ ہی منون یہاں تک کہ جب ان کی وفات کے بعد ان کا جنازہ پڑھا جا چا توجھے اچی طرح یاد ہے کہ ہزاروں لوگوں نے شور مجا ویا کہ انہیں ملتان کے قلع کھنہ پر وفن کر کے ان کا اونجا مزار تعمیر کیا جائے۔اس بات کے لئے بہت سے بااثر افراد جو وہاں پر موجود تھے کھنے کہ وہ ابھی جا کر کھنے ملتان سے سرکاری طور پر اجازت کے آئے ہیں لیکن ان کے صاحبرادے سید عطاء المنعم ابوسادیہ مدظلہ نے آٹار کر دیا اور فربایا کہ ان کے اباجی نے ابنی زندگی میں کبھی بھی کوئی چیز حکومت سے نہیں مانگی اور اب ان کی رصلت کے بعد ہم انہیں سرکاری اراض کا مرجون سنت نہیں ہونے دینگے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ تقریر کے بادشاہ تھے، اردو، پنجابی، فارسی، یہاں تک کہ عرفی چاروں زبانوں کے الفاظ ان کے آگے ہاتھ جوط کر تحفر سے رہتے تھے اور وہ انہیں جس طرح چاہتے استعمال میں لاتے - عشاء کی نماز کے بعد جب ان کی تقریر شروع ہوتی توضیح کی اذان ہوجاتی گرنہ الفاظ ختم ہوتے اور نہ ہی معانی - لوگ لاتھوں کی تعداد میں ہوتے اور معور ہو کر بیٹھے رہتے - شاہ جی جب جاہتے تمام اجتماع کو بنسا دیتے اور جب جاہتے تو گوگوں کی آئھوں میں آئو کی جھڑیاں گا دیتے - ان کی زبان ایک الیمی دو دھاری ذوالفقار تمی کہ کاش کرتی تو انگریز اور ہندو، دو نوں کی گردنیں اور دی اور طفر کرتی تو اپنوں کے سینوں میں اترجاتی لطیفے بیان کاش کرتی تو ایک حقیقت کا علم ہوتا تورو پڑتے کر آتے تو سینے والے بلے بنس بڑتے اور پھر جب انہیں ان لطیفوں کی حقیقت کا علم ہوتا تورو پڑتے

اور جب کی الیے کی واستان چسر شتے تواس کے آخر میں کوئی ایک ایسا فقرہ چپاں کر دیتے کہ لوگوں کو اسید
کی کر میں دکھائی دینے گئیں۔ وہ کبھی مایوس نہیں ہوئے اور نہ ہی اپنی قوم کو کبھی مایوسی کی طرف و هلیلنے کی
کوئی کوشش کی انہیں اپنے خدا پر ہمروسہ تھا۔ انہیں اپنے ہادی ٹیٹیٹٹٹٹ پر بمکل ایمان تھا۔ صحابہ کرام کے بیروکار
تھے اہل بیت ازواج رسول ٹیٹیٹٹٹ کی تعظیم کا انہیں پاس تھا اور اولیاء کرام کی خدات کے پوری طرح قائل تھے
وہ بدعت کی خدمت میں حد سے بڑھ گئے اور بعض دوسرے بدعت کو بدعت کینے سے ہا اکاری ہوگے۔ شاہ نی
بدعت کی خدمت میں حد سے بڑھ گئے اور بعض دوسرے بدعت کو بدعت کینے سے ہی الکاری ہوگے۔ شاہ نی
کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ان کے دور میں تمام مکا تب کھر کے لوگ ان کے آگے زا نوئے تلد طے کرتے۔
دیو بندی اور بریادی جگڑے کے ہوشکل قیام پاکستان کے بعد نظر آنے لگی ہے وہ ان کے دور میں تمیں نہیں
تھی۔ بلکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بہت سارے شیع سلک کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان کی تقریریں سنتے اور
ان کی محفلوں میں آکر بیٹھے۔

اب ایک آخری بات- گرسیوں کے دن تھے اگت کا مہینہ تعا اور سال ۱۹۲۱ء تعا- میں جب صبح کو جاگا توجمجے قبلہ شاہ جی کی یاد آنے لگی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ آج ملتان جا کران سے ضرور الماکات کرو لگا۔ تیار ہونے میں ذرا دیر ہوگئی۔ ان دنوں میرے پاس ایک موٹر سائیکل تھی۔ دن کے تقریباً ااجع میں ملتان پہنچ گیا۔ کوٹ تعلق شاہ کے پاس جب بہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق وہاں اکھی ہور ہے تھے۔ مجھے ایک راہگیر سے اس کا سبب بوچھا تو اس نے میری طرف دیکھا اور بتلایا کہ آج حضرت شاہ جی انتقال فریا گئے ہیں۔ میں خوف زدہ ہو کررہ گیا ڈکھ ضرور ہوا اور بست زیادہ لیکن اطمینان اس سبب ہوا کہ آج شاہ جی نے مجھے اپنے جنازے میں ضرکت کے لئے خصوصی طور پر بلایا ہے۔ ان کی راہت میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر بلایا ہے۔ ان کے بڑے فرزند سید ابو معاویہ ابو ذربخاری نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں مجمعے میں خرکت کا اعزاز نعنیب ہوا یہ واقعہ میری زندگی کا ایک بیش قیمت اثاثہ ہے کیا یہ ایک ولی اللہ کی کراست تھی ؟
(الاحرار لااجور، امیر خریعت نمبر اگست ۱۹۹۸ء)



شورش كاشميري

## دور تک جراًت گفتار کی بحلی کوندی

ہم نشینانِ رسالت کی دعا یاد آئی شوق پیر نے کے جلا کوچ قاتل کی طرف پیر کوئی شعلہ بیال شیخ بکمن آبہنچا جب کبھی اس کی خطابت کا تصور باندھا جب کبھی معرکہ بدر و اُمد یاد آیا جب کبھی خون شہیدانِ وغا بول اٹھا دور تک جرات گفتار کی بجلی کوندی

خائب از چشم بخاری کی صدا یاد آئی
پیر کوئی بات به بخوان قصنا یاد آئی
پیر محمد کے گھراہنے کی صدا یاد آئی
ترن اول کے خلیہوں کی ادا یاد آئی
خاکِ لاہور کی گلگونہ قبا یاد آئی
نقش آرائی تشیم و رصنا یاد آئی
دیر تک شوخی نقش کسٹ

شورش اس کشکش دہر کے ویرانے میں ایک مبوب قلندر کی ادا یاد آئی

### شاہ جی سے وابستہ یادیں

ممترم رازی پاکستانی حضرت اسیر ضریعت کے ارادت مندوں میں سے ہیں۔ اپ زائہ طالب ملی میں شاہ بی کی خدمت میں الب و نائہ طالب ملی میں شاہ بی کی خدمت میں طافر ہوتے رہے۔ انسوں نے شاہ بی کی قدمت میں بنائی۔ مرحوم آخا شورش کاشمیری سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ شاہ بی کی میں تسویر اور آئر گرافٹ شورش مرحوم نے شاہ بی کی سوائی حیات کے پہلے ایڈیشن میں شائع بھی کئے۔ رازی ان و نوں لندل میں مقیم بیں۔ میران سے تعلی راجد ہے گر طاقات سے محروم موں۔ ان کی عنایت ہے کہ میری درخواست پر ذیل کی مطار انسوں نے نکھ میمییں اور شاہ بی کی وہ تصویر میں مطار فرمائی جوان کی ایک جیسی کوس فیلو نے بالگ ذیل کی سطور انسوں نے نکھ میمییں اور شاہ بی کی وہ تصویر میں مطار فرمائی جوان کی ایک جیسی کوس فیلو نے بالگ

اموں اور ایک طرح ہمارے شہر میانیوں میں اور میر دائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے بطے، جلوی ٹیل میں مر طفر اللہ کی وزارت خارم سے سبکدوشی اور میر زائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے بطے، جلوی ٹیل رہے سے سبکدوشی اور میر زائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے بلاری کال بین (اب اسکاٹ لینڈ کی مشور کاروباری شخصیت) اور کمک محمد منور وغیر و گرفتار ہو چکے ہے۔ میں تو ہانگ کانگ کے لئے تیاری کر رہا تنا- کالج کے باقی ساتھ و بھیر میں متعدت کالوں کی ایک الجمن بنا کر گرفتاریاں دینے کی کوشش میں تھے۔ بنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ (وائیس) کے ذاتی جام کا تعلق قادیان سے تھا۔ شہر کے نوجوان طلباء اکھے بؤکر ان سے ختم نبوت کے مسملی موان کر اور ایک ایک انجازی کی جلد بازی سے گولی جل گئی۔ کئ کے مسملی موان کر ان کے تعالی کے سے کہ کاروباری کی جلد بازی سے گولی جل گئی۔ کئ بیون کا نقصان ہوا تو دروہ ش عام ساخ صدیق نے سو کہ آلارا نظم کئی۔

بیٹے کماں ہیں سیرے، متان پوچھتا ہے؟ کیوں چا گئے اندھیرے، لمتان پوچھتا ہے؟

تب ہم شاہ جی سے لمنے متان گئے تھے۔ میں نے اب تک ان کو دور سے دیکھا تھا بہت پہلے ان کی افریریں خیر المدارس جاند مرکے سالانہ اجلاس میں والد صاحب کی معیت میں سن تھے۔ ان د نوں اتنی سوجہ ہو تو نہیں تھی لیکی شاہ جی یا قاضی احسان احمد کی باتیں امجی لگتی تعیں۔ اور آج ہم اس عظیم شخص کے بال بن بلائے معمان بنے بیٹھے تھے۔ اور وہ شخص زندگی بعر کے تجر بے اور پوری بزرگا نہ شاں کے باوصت آسے میاسے بیٹے اشارہ بیس سال کے کھلنڈورے سے لڑکوں سے گھل مل کر باتیں کر دہا تھا۔ اور مختلف کالبوں کے یہ طالب علم بھی شاہ جی کو اپنا سمیم کھلی باتیں کر دہے تھے۔ اب وہ عظیم انسان مہیں جانے بلانے پرانے را امراد کر دہا تھا۔ تو اور ہو تا یہ بین ایک کانگ جو اتو انسوں نے مجمد سے قاطب ہو کرکھا کہ دیکھنا تی وہ جائے شاید چین جی ملی ہو تھی اس کے بعد میں بانگ کانگ جو گئے۔ وہاں کمی کہار چین دوستوں کے ساتھ کی کینے میں ایسی چائے جائے میں دائی جائے جائے ہوں کے ساتھ کی گئے میں ایسی چائے میں دائی جو جائے ساتھ کی گئے جو گئے۔ وہاں کمی کہار چین دوستوں کے ساتھ کی گئے جی ایسی چائے۔

بغیر دود و اور شکر کے بیٹے توشاہ مجن کی بات یاد تھاتی۔ پیکنگ میں پاکستان کے پینے تو نصفر شیخ تاج الدین آب ہانگ کانگ میں مقیم تھے۔ ان سے مشورہ کے بعد میں نے پاکستانی سفار تانہ کے ایک صاحب کی سوفت وہ فاص پائے شکھائی یا بیکنگ سے منگوالی۔ پارسل سے بسیج رہا تھا کہ کامریڈ مبارک ساخر نور ابو سعیہ انور ہانگ کانگ بسنج گئے۔ وہ دفتر "چنان" سے میرا ایڈریس اور فون نمبر

رہا تھا کہ کامرید مبارل ساعر کور ابو سعید اور ہانگ کا نگ : ﷺ ہے۔ وہ دفتر بہتان سے میرا ایدریس اور فون مبر لے آئے تھے۔ بسرعال وہ چائے شاہ می کو پہنچ گئی۔

۱۹۵۱ء میں واپس ملک آیا تو دوستوں کے ساتہ شاہ جی کے ہاں عاضری دی۔ وہ جائے گی بات کرنے ہی گئے سے کہ میں سے جرآت سے کام لے کرکھا کہ نہ تو آپ "اس غیر ضروری شے" کے لئے شکریہ اوا کریں اور نہ ہی آپ ایسے "مین سے جناکش انسان" کو مولانا آزاد کی بیروی میں آئندہ کے لئے ایسے چکوں میں بڑنا جا بیئے۔ (میں نے آتا صاحب شورش سے اتنے قریبی تعلقات کے باجود ان کی تقریر کبھی نہیں سی۔ لاہور میں سیرا قیام ۱۹۵۸ء میں آتا صاحب کے بال تعاد وہ ہر کی کو سمیرا جائی ہائک کا گئ سے آیا ہوا رازی" سے تعارف کراتے تھے۔ ہماری یہ بسلی ملقات تھی۔ ان کے بعد بھی فائد ان سے یہ رشتہ اب تک قائم سے کالہور واپس آکر میں یہ بات آفاصاحب کو بتا رہا مقالی اور شیخ علد محمود بھی وہاں بیٹھے تھے۔ شورش پوچھتے تھے کہ شاہ بی نے تب کیا تھا۔ میں سے کہا کہ اس عظیم شعمی کی وہی مسکر اہٹ تی۔ جس سے آپ بھی شناما ہوں گے۔ (پنجابی میں کئی گئی بات سے الفائل تو بدل ہی جائے ہیں)

اس دن شاہ می نے مجھے اور میرے سائی اکرام آصنی کو مبی آٹو گرات دیئے تھے۔ اکرام کی آٹو گرات بک پر انہوں نے یہ شعر تریز فرایا کہ:

كاشوں ميں سے محمرا سوا جاروں طرف سے بعول

پیر بھی محلا ہی بڑتا ہے، کیا خوش مزاج ہے بیر بعلی انسان کے بینتہ مینک کے ت

میں نے روسی کیرو سے ان کی تصویریں مجی لی تعییں اوروں کو تو سنتی سے منع کر دیا کرتے تھے لیکن میرے "فییر ملکی" ہونے اور آغا شورش کی وہر سے وہ ٹال ساگئے تھے۔ اسپیں و نوں مظفر گڑھ کے ڈیٹ محشر مسود کھڈر پوش نے '' ان کی کوئی تصویریا ہاتیں ٹیپ کرلی تعییں۔ شاہ جی نے اپنی باتیں ٹیپ شدہ سنیں تو میرے اندازسے کے مطابق کافی متاکر ہوئے تھے۔ مجھ سے پوچھد ہے تھے کہ تم بھی ایسا اکد لائے ہو؟

یں شاہ می کو بتا دہا تھا کہ بین نے قیام پاکستان سے پہلے بارہ تیرہ سال کی عربیں ان کی تقریریں سنی تسیں۔ اور ایک جلسہ میں انہوں نے "کشال دیاں فصلال کمیاں نیں" کی برشی کسی تشرع کی تھی۔ وہ عظیم انسان شاید اس وقت کو یاد کر کے مسکرارہاتھا۔ مجہ سے کھنے تم زمین میں ہواور شرارتی ہمی۔ علم ضم نہیں ہوتا بست ہی زیادہ مطم ماصل کرنا۔ تم واہس لوٹو گے توشاید ہم نہیں ہول گے۔ لیکن جمال کہیں ہمی رہود ہب، مک اور توم کو یادر محسا۔ اس طاقات میں میرے کالج کے ساتھی جو محکمہ بھالیات بلتان میں متعین تھے ہراہ تھے۔ وہ شاہ می کو کمی ہستر

طلق میں اجہا سکان الاٹ کرنے کی خواہش دیجھتے تھے۔ کیکن اشارہ بھی گئی بات کا جواب بھی گئی میں ط توسب فاموش ہور ہے۔ مالانکد ملتان کے وہ چار پانچ دوست کچے سکان کو کوشی میں تبدیل کرسکتے تھے۔ یں نے شاہ می سے ان کی ایک تسویر کا ذکر کیا جو ہانگ کانگ میں میری ایک چینی کاس فیلو نے بنائی میں۔ تمی۔ تو انسوں نے فارس کا ایک معرع کہا کہ بازی بازی۔۔۔۔۔ ترجہ شاید ایسے تعاکد (ہم بوڑھے لوگوں کی وارصیوں سے کھیلو) بسرطال دہی تصویر شاہ می کے نواسے سید محمد کھیل بخاری صاحب کو میں بھوا چا ہوں۔ اب تو یاوی باتی ہیں۔۔۔۔ جب تک زندہ ہیں شاہ می یاد آتے رہیں گے۔

سفير رسالت،اميرِ شمريعت

#### سيد عطاء الله شاه بخاري

رحمته التدعليه امير اميرِ حقيقت، طریقت، ^و نبوت شريعت، رہا جبر کی آندھیوں میں چراغ بدای*ت*، ترے سوگ میں چُپ ہیں محراب و منبر بندیوں میں بھی دیتا تھا ذوقی اميرِ صداقت، علامه ذوقي مظفر نگري

#### شورش- کاشمیری

اک بار تولوٹ آ کہ مصائب کاسمال ہے: ول درد سی ڈویا ہے زباں نوص کناں ہے سم ڈھونڈتے ہم تے ہیں بخاری تو کہاں ہے اے خطر ودوس کے رای تو یکٹ آ رطت یہ تری غلغلہ کہ و فغال ہے ۔ آواز تو دے خانہ خرابان وفا کو اک بار تو لوٹ آ کہ معانب کا سمال ہے کس حال میں ہیں پیش رسان عدم آباد معلوم تو ہو گا تھے اب کون کھال ہے؟ بین نوک زبان قاسم و محمود کی باتین ان میں ہی کبی تذکرہ ہم نفیاں ہے؟ ہم نے تو جلائے ہیں چراغ اسے اس سے لکن یہ جال کار کہ شیشہ مراں ہے یہ کون اٹھا ممثل ہتی سے عزیزہ؟ خورشید جماں تاب ہمی خوننابہ فشاں ہے "حاتے ہوئے کھتے ہو قیامت کو ملیں گے" کا خوب! قیات کا کوئی اور نثال ہے اس عقده بربیج به مغوم مول شورش کیا چیز یہاں کشکش عمرِ رواں ہے ۱- مولانا ممد كاسم نا نوتوى - ۲- شنخ الهند مولانا ممود حسن

### قرنِ اوّل کے عزائم کی پکار و می مقبے قدل لول کے عزائم کی

شاہ جی تھے ترن اول کے عزائم کی پکار عصر عاضر میں کساطیر کھن کے یاردار اس گئے گزرے زمانے میں فقیر کج کلاہ جال نثاران شبه کون و مکال کی یاد گار کٹٹگان خُبُر کملیم کے میر سیاہ خاریان سر کف میں خوش نهاد و خوش وقار خوامِ گہاں کے مینانے میں رند کم یزل عرصہ جنگاہ میں پیشنیوں کے رازدار جال میں ان کی عز نہائے رواں کا دمزمہ تال میں ان کی انیس ومیر و غالب کا تکمار ان کا اسلوب خطابت گویا شمشیر روان ال کا انداز سن مانند سرج آبشار ان کے پر تغمہ ککلم میں رجز کا ولولہ دنگ ره حاتے تھے سن کر طوطی و درّاج و سار لانہُ و گل کی لیک سے تمی لب و لعبہ کی آب کوٹر و کسنیم کی موجیں طلاقت پر نثار خواهِرَ کونین کی اُن یہ رہی شورش لگاہ رحمت باری سے بہرہ باب ہے ان کا مزار!



# شاہ جی سے ایک ملاقات

اگر انسانی خواہشات کا نفسیاتی ترنیہ کیا جائے تو مشہور اور عظیم شنصیتوں سے ملنے کی خواہش ایک امتیاری مقام کی حامش ایک انتیاری مقام کی حامل نظر آئے گی۔ ہر باشعور اور صاحب دوق آدی جاہتا ہے کہ وہ بڑے آدمیوں سے طاقات کرے اور آگر طاقات کے مواقع میسرنہ آئیں تو تم از تم ان ضاحب عظمت انسانوں کو ایک نظر دیکھری لے۔ اس بات سے انسانی خواہشات کی عظمت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان اہل عظمت بزرگوں کی بڑائی جسکتی ہے۔ جو ایس کا دین پر دوار سبرت کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے ہیں۔

مجھے ہمی حضرت شاہ جی کو زندگی میں صرف ایک دفعہ قریب سے دیکھنے کا موقع ط- اور میں اپنے ایک دوست عافظ عبید الرممن کے ساتھ جب شاہ جی کے سکان پر گیا تو چنائی پر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا- اور شاہ جی کے ذہن مبارک سے چند کلمات کو نہایت آ مشکی کے ساتھ نگلتے ہوئے دیکھا- اس وقت شاہ جی لینے معیار کے مطابق زیتھے اور وہ نمیف آواز کے ساتھ تخاطب فرماتے تھے- شاہ جی کی اس حالت کو دیکھ کر مجھے تھلے کے ایک شخص کے وہ الفاظ یاد آگئے جنعیں شاہ جی کو یاد کر کے اکثر دہرایا کرتا تھا- الفاظ تھے-

"كيا كوئى مال عطاء الله شاه جيسا لال جنے گی-؟

ہر گزنہیں!

شاہ جی نے اپنی شفیق نظروں کو میری طرف مورا اور میرے دوست سے میرے متعلق دریافت کیا۔ اور چند کموں کے بعد میری حیثیت کالج کے ایک طالب علم کی سی تھی۔ میرا خیال تعاکہ شاہ می کچھ طنزیہ انداز میں مجھے نشانہ بدف بنائیں گے۔ اور مجھے انگریزی تعلیم کی علامت سمجھ کر اپنی شکایت کو الفاظ کا جامہ

ا میں ہے۔ لیکن یہ گمنام ایک خیالِ خام کی صورت میں میرے دماغ میں مجھد دیر جلوہ گررہ کراہی موت آپ ہی مر

مجھے مذہب سے بھین سے ہی گاؤرہا ہے لیکن جب میں اپنے مذہب کی علامتوں میں وہ خصوصیات نہیں پانا جواسلای تعلیمات کا نتیجہ ہونا چاہیئیں تو مجھے ایک رنج اور تلق مموس ہوتا ہے۔ شاہ جی سے نہ تو میں نے

دراصل عظیم انسانوں کاظرف بہت وسیع ہوتا ہے ہر چیز کے دونوں پہلوؤں سے آگاہ ہو کر ذمہ دارانہ طریقے سے اظہار خیال کرتے ہیں اور ڈاڑھی دیکھ کر "ط" اور داڑھی نہ دیکھ کر ملحد نہیں پکارنے لگئے۔وہ زندگی کے ہیچ و خم اور نشیب و فراز سے انجی طرح واقعت ہوتے ہیں اور اپنے تمربات کی بنا پر اگر ایک لفظ ہمی منہ سے نکالیں تو وہ جواہر سے زیادہ بے ہاہوتا ہے۔ اور شنعیات کی هیر موجود گی میں ان الفاظ ہی کو قومیں اپنے لئے قندیل راہ تصور کرتی ہیں۔ شاہ جی کے قریب بیشنے سے کم از کم مجمد پروہ خوف طاری نہیں ہوا تما جو آج کل کے صاحب مذہب بوگوں کے پاس بیٹھ کر بعض حالات میں ہوجاتا ہے ان کی باتیں سنکر ہی دل ان کی عظمت کو صفحت کا اعتراف کر رہا تما۔ اور مجلس میں وہ بات نظر آرہی تھی جواقبال کے خیال میں مردِ قائدر کی بارگاہ میں اکثر ملتی ہے۔

یں اسر کی ہے۔ دراصل شاہ جی کی ذات کے لوگ اتنے گرویدہ جو ہو گئے تھے اس کی ایک وجہ توان کی وہ خطیبا نہ صلاحیتیں تمیں جن کو مذہب کی مست دینے جلا بخشی تھی۔ اور دوسرا وہ خلوص تما جو شاہ جی کی زندگی کے دینی و و بیاوی

سیں جن کو مذہب کی مستدہ ہے جلا محتی تھی۔ اور دوسرا وہ طوش سا موشاہ بی کی رندی سے دہ می وہ ہواؤی معاملات میں نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کے ان شعروں میں شاہ جی کی پر کشش ذات کی تصویر حملکتی

> ہزار خوف ہو کیکن رباں ہو دل کی رفیق یعی رہا ہے ازل سے کلندروں کا طریق ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں فقط یہ بات کہ پیر سفال ہے مرد خلیق

پہلامصرع ان کی تمام سیاسی زندگی کی آئینہ داری کرتا ہے جو تمام ترانگریز کے خلاف گزری۔ عوامی زندگی میں چومِّیامصرع ایکے حسِ خلق کی عکاسی کرتا ہے۔

شاہ جی کی اسیدیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے۔ اُن کی باتیں دلفریب اور تگاہیں دلنواز تعیں۔ اپنی تمام زندگی میں وہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے۔

> زم دل گفتگو، گرم دم جستبو رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز



# ٹرقار کس محفل بخاری کے چند لمحات

شدد گنج ابی ٹیشن عروج پر تھی۔ انگریز مجلس احرار ایسی فعال جماعت کو ہمیشہ ہمیشہ ختم کرنے کے لئے مختلف محاذوں سے شیطنیت، عیاری، اور ریشہ دوانیوں کے بم برسارہا تھا۔ مجلس احرار جاروں اطراف سے مصائب و آلام میں بیتلا تھی-مر کری دفتر احرار لاہور جال ہرازوں روپے تبلیغ اور مقابلہ مرزائیت کی خاطر ہر و فت جمع رہتے تھے۔ وہاں سر کار کن کوڑی کوڑی کا ممتاج ہو گیا۔

چود ہری افعنل حق مرحوم کی ترکیک پرشاہ جی کو ڈابھیل جہاں حضرت مولنا شبیر احمد عثمانی مرحوم خطیب تھے۔ بھیمنے کا بروگرام مرتب ہوا۔ اور شاہ جی کی معیت میں خاکسار کو جانے کا حکم ہوا۔ ڈا بھیل میں ہفتہ عشرہ قیام کے دوران فریباً چھے سات تقریریں شاہ جی کی ہوئیں۔اور کچھر قم جمع ہوئی۔ واپسی پر شاہ جی امر تسر ا ترسه- اور میں لاہور احرار کے صدر دفتر بہنچا- چود ہری صاحب مرحوم نے دریافت فرمایا- کوئی چندہ ہوا-میں نے عرض کی ہاں لیکن وہ ٹرنک جس میں رقم تھی۔ شاہ جی امر تسر اپنے ساتھ ۔ لے گئے ہیں۔ مجھے وہ روپسے الن ك سك الرئس بعيما كيا- شاه في ك محر بهنوا- آواز دى- آواز بهائت مي اندر ف زياف لك بعني جلدی آؤ۔ ہم ساری رات سوئے نہیں۔"

میں نے عرض کی کیا موا؟ فرایا میری بیوی کورات خواب آیا ہے کہ ممارے صمن میں خلاظت کا ڈھسےر لگا ہوا ہے تین مجے رات سے اس وقت تک ہم میاں بیوی پریشان ہیں کہ ایسا خواب کیوں آیا۔ اور سمارے گھر میں یہ وصیر کیسا ؟ ایسامعلوم ہوا کہ چندہ کی رقم قوم کی امانت تھی۔ جو ہمارے گھرین پڑی تھی۔ ا سے لے جاؤاور میری پریشانی کو دور کرو- چنانچہ میں رقم لے کر روانہ ہوااور شاہ جی نے خدا کا شکر ادا آگیا۔ ١٩٣٥ ميں زلرله سے كوئشر برباد ہو چكا تعا- تباہ شدہ، خانما برباد رخی بيمار مسلمان دھڑا دھڑالہور پہنچ رہےتھے۔ شمالی ہندوستان میں مهاجرین کوئٹہ کی سب سے زیادہ موٹر اور ٹھوس خدمِت مجلس احرار نے کی۔ لاتھوں روپے نقد تقسیم کئے گئے۔ دہلی دروازہ کے باہر زخمیوں اور بیماروں کے لئے کیمپ کھول دئیے گئے۔ جان ہزاروں زخمی اور مریفن ہر وقت موجود رہتےتھے بیو گان، پتائی، مفلوک الحال مسلم مهاجرین کوئٹہ کی مجماحقہ

خدمت کی گئی یہاں تک کہ مجلس احرار کے شدید دشمن انگریز پر بھی اس بے لوٹ خدمت کا خاطر خواہ ا^{تر} ہوا۔ ای وقت کے انگریز وائسرائے نے مجلس احرار کو چٹھی کٹھی کہ حکومت آپ کی اس خدمت خلق ہے بہت متا ٹر ہوئی ہے۔ اس لئے مجلس احرار کے تین جار معتبرین دہلی کے قصر حکومت میں پہنچو۔ تاکہ ہم مجلس احرار کا شکریہ ادا کریں۔ اس پر فیصلہ کرنے کے لئے مجلس احرار کی میٹنگ ہوئی۔ حس میں فیصلہ کیا جانا تھا کہ

والسرائے کے پاس شکریہ وصول کرنے کے لئے کس کس صاحب کو منتقب کیا جائے۔ اتنے میں شاہ جی

تشریف کے آئے۔ بات سن کر فرمایا۔

"الله کا خوف کرو- غصب خدا کا، قوم ہماری، ملک ہمارا، خدمت ہماری اور شکریہ ادا کرے گور پر جنرل - اس کا یہ مطلب ہوا کہ ملک اور قوم کا مالک انگریز ہے- اور انگریز ہماری خدمت کے صلہ میں ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے- یہ ظالم فریکی بڑا چالباز ہے- بے ایمان ہے یہ شیطان کا بجہ وسیان کی سب سے بڑمی فعال جماعت مجلس احرار وسری دنیا میں یہ شیطان کا کہ سندوستان کی سب سے بڑمی فعال جماعت مجلس احرار

دوسری دنیا میں یہ ٹابت کرنا چاہتا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی فعال جماعت مجلس احرار بھی انگریز کو ملک کا صبح عاتم اور الک تصور کرتی ہے۔"

شاہ جی کی گوبج سے تمام حاضرین دم بخود ہوگئے اور وائسرائے کو یہ جواب دیا گیا۔ کہ ملک ہمارا ہے۔ قوم ہماری ہے جس کی ہم نے خدمت کی ہے تمہارے شکریہ کے کیا معنیٰ؟

ضاہ جی نے فرمایا۔ "جولوگ بورشے، جوان، مرد، عورتیں، بچے میری دعوت پر کمی تمریک یا مرحلہ میں موت کا شار ہوئے ہیں۔ ان کے خون کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں اند سے ان کی مغفرت کے نظر مند کا تاہوں ...... اگر ان کا خون دشمنوں کی داستان سرائی کے مطابق رائیگاں گیا ہے تواس کے ایک ایک ایک قطرہ کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں نے تمریک استخلاص وطن اور ناموس رسول مثانیتها کی حفاظت کے ایک ایک آئی ایت مسلمان مروائے اور جیل میں بھجوائے ہیں کہ ہر نقصان کی مسئولیت قبول کرتے ہوئے وظمیت اس کی مسئولیت قبول کے تو موٹ بوئے محاطبینان ہوتا ہے۔"

محمینوں کی مم نشینی آوارہ کتوں کی تے جانے کے برابرے-

میں نے دلی کی جامع مجد اور لاہور کی شاہی سجد میں نماز بڑھنے سے حتی الاسکان گریز ہی کیا۔

کیونکہ خلای کے زمانے میں مجھے یہ خلش مضطرب رکھتی ہے۔ کہ آزاد انسانوں کی بنائی ہوئی عجدہ
گاہوں کو اپنے غلام وجود کے سجدوں سے مجروح کیوں کروں؟ مجھ سے نہ کسمی دلی ہے لال قلعہ کی بے

بی دیکھی گئی ہے اور نہ میں نے انگریزوں کے زمانہ میں لاہور کے قلعہ کو آنکھ اٹھا کر دیکھا ہے۔ ان

کا وال سواط نظر مجھے خلاموں کے حق میں اکثر مدوما دیتا ہوا نظر آیا ہے۔

نوگ کتابیں پڑھتے ہیں اور میں انسان پڑھتا ہوں۔ میں نے تمام عمر انسانوں کے جسرے پڑھے۔ ان کی پیشانیوں سے مصمون مجھے اور ان کے کانوں میں شہد و شکر کے قطرات ٹیکائے ہیں۔
لیکن اب جی یہ جاہتا ہے کہ سنا ٹوں میں چلا جاؤں اور وہاں ابنی لکار کو گو جاتا رہوں،
اندھیروں میں نگل جاؤں اور وہاں اپنی آئیموں کے نور چھڑکتا رہوں لیکن میں ان لوگوں میں عمر
گزار رہا ہوں جن کے باں دولت کی بوجا ہوتی ہے۔ اور طاقت کو سجدے کئے جاتے ہیں۔

ا گرمیں رندہ رہا تو پا کستان کی سرحدیں پکاراٹسیں گی کہ ............. بخاری اور اس کے سپاہیوں کواس مٹی کے ذروں سے کہاں تک وابسٹکی وشیفتگی ہے۔

# ديڪھا تقرير کي لڏت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے میری پہلی ملاقات قیام پاکستان کے بعد ۱۹۲۹ء میں راولوندمی مدرسہ تعلیم افتر آن کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوئی۔ شاہ جی نے تحمینی باغ میں ایک بڑے اجتماع کو ضطاب کیا۔ میں اس وقت گارڈن کالج راولوپندمی کا طالب علم تعا- تعریک پاکستان سے وابسٹگی کی وجہ سے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک مخصوص متعصبانہ نکتہ نگاہ کے ساتھ جلسے گاہ میں پہنچا۔ شاہ جی نے تلاوت قرآن پاک سے تقریر کا آغاز کیا۔ شاہ بی قرآن پڑھدر ہے تھے، توشورش کاشمیری کے "بونے گل"، کے الفاظ پر نقین آیا۔

"شاہ جی کا موضوع تھا دینی مدارس اور انکی ضمات"، پہلی بار مجھے ان دینی مدارس اور علماء کی ضمات کا صمیع شعور پیدا ہوا، تقریر میں وہ جادو تھا کہ میں مسمور ہو کر رہ گیا۔ دوسمری صبع شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا، موضوع سن کے لئے میں نے جرائت کرتے ہوئے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا۔

> جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تمانا ہو جدا ہو دین سیاست سے تو رہ طِاتی ہے چنگیری

شاہ جی نے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ دین وسیاست کی جدائی کا ذکر تاریخی واقعات کی روشی میں اس طرح کیا کہ خلافت راشدہ سے سقوط بغداد کی پوری تاریخ کا لقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچے گیا۔ علامہ اقبال سے لئی طلقا توں کا ذکر کیا۔ حاضرین مجلس کی آنکھوں میں آنو آ گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ بوڑھا انسان اپنے خدا کے کس قدر قریب ہے ؟ اور اپنے نانا کا کس قدر وجیہ طقہ بگوش ہے۔ بھنے گئے بھائی میں نے کتابیں نہیں پڑھیں انسانوں کو پڑھا ہے۔ میں مولانا سیدانورشاہ، مولانا حسین احمد مدنی، حکیم محمد اجمل، مولانا محمد علی جوہر، ابوالکلام آزاد کے قافلہ سے بھر مہوا ایک راہی ہوں۔ جواس بڑھا ہے میں بھی مسزل مقصود کی طرف جلا جارہ ہوں۔ سب ساتھی ایک ایک کر کے چھوٹ گئے۔

۱۹۵۱ء میں احرار دفاع کا نفرنس او کاڑہ میں مولانا محمد حلی جالند حمری کی دعوت پر فسریک ہوا۔ آخری اجلاس جس کوشاہ ہی نے خطاب کرنا تھا۔ سولانا محمد علی جالند حری سکے حکم سے بیمعے مبمی تقریر کرنا پڑی۔ شاہ جی کی عظمت اور ان کی شخصیت کا رعب سامنے تھا۔ عرض کیا کہ شاہ صاحب کی سوجود گی میں سیرے لئے تقریر کرنا مشکل ہے۔

شاہ جی نے فرمایا۔

" بعائی میری عظمت یہ نہیں کہ اپنے بعائیوں میں خوف و ہراس پیدا کروں، میری موجودگی نے بہروں کو کان دئیے۔ گونگوں کو توت گویائی بنٹی، لنگڑوں کو چلنا سکھا دیا۔ میں باعث زحمت نہیں، باعث

رحمت بنا ہوں۔ ِتم تقریر کرو، میں سنوں گا۔

" یہ ملک اسلام کے لئے حاصل کیا گیا ہے، یہاں اسلام ہی ہمارا صنا بطہ حیات ہوگا۔ اور اسلام ہی کے لئے اس ملک کا تعظ کرنا ہے "

دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت ہے ایی تجارت میں سلمان کا خمارہ

شاہ جی نے تقریر کی خوب داد دی۔ جسوں نے شاہ جی کو کبھی داد دیتے دیکھا ہے وہی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان کی اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ لکلا کہ میں اکثر کا نفر نسوں میں شاہ جی کے ساتھ شریک ہوا اور خطاب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آج میں جب سوچتا ہوں کہ شاہ جی ایسا عظیم خطیب اور مجھ الیے نو آسوز مقرر کی تعریف، توضعے معنوں میں ان کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سیرے متعلق اکثر فریاتے کہ۔

"وہ نوجوان جوجدید تعلیم سے آراستہ ہیں، اگر دین کی طرف آجائیں تو تبلیخ دین زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیر ہوسکتی ہے۔ ہم مولویوں نے دین کو مفوظ رکھا کیا یہی تھم ہے، اب تم لوگ اسے سنسال لو اور دور دور سے بہنا دو؟"

۱۹۵۳ء کے بعد ناگزیروجوہات کی بنا پر شاہ جی سے ملقات نہ کرسکا-وقضہ زیادہ ہوگیا-اس کئے جاتے

ہوئے ڈرتا کہ شاہ مجی ناراض ہوں گے، نہلنے کا کیا جواز پیش کروں گا۔ لیکن حافظ لدھیا نوی جواُن د نوں ملتان میں تھے سے معلوم ہوا کہ جب بھی میرا ذکر آیا۔ بڑے درد کے ساتھ فرماتے کہ۔ میں تعدید کر

"اعجازا کی عرصہ سے نہیں الله نه جانے مجدسے کیا خطا ہو گئی ہے؟"

میں شاہ جی کی خدمت سے میں حق نواز خال قر کی معیت میں حاضر خدمت ہوا۔ اس طرح پیش آئے جس طرح ایک حقیقی باپ اپنے گم شدہ بیے کو پا کر خوش ہوتا ہے۔ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے لیکن ایک جملہ ایسا نہ کہا جس سے یہ ظاہر ہو کہ میں قصور وار ہوں۔ بار باریہ مصرعے دہراتے رہے۔ مجھ کو تو تم پسند ہو، اپنی نظر کو کیا کروں

اوریسی تھتے رہے کہ بھائی اکثر سوچتا کہ مجھ سے کیا قصوں ہوا جو تم طاقات سے گئے ...... یہ بات مرف میرے ساتھ ہی مخصوص نرتعی، بلکہ سریلنے والے ووست کے ساتھ ان کا یہی حن سلوک تھا- دوسری طرف استغناء کا یہ عالم کہ پاکستان کے ایک سابق صدر نے اپنے زیانہ صدارت میں بست کوشش کی کہ کسی طرح شاہ جی سے ملاقات کرے۔ لیکن شاہ جی اس کے پاس جانے کو تیار نہ ہونے اور نہ اس بات پر ہی آمادہ ہوئے کہ وہ ان کے مال خود آکر مل لے، فرماتے تھے۔

"محمد فقیر سے صدر مملکت کا کیا کام ہے، اگر جماعتی بات ہے توصدر مجلس سے کی جائے۔"

ایک دفعہ لائل پور سے چند مل والے شاہ جی سے ملقات کے لئے تشریف لائے۔ شاہ جی چند مام. ساتھیوں سے مو گفتگوتھے۔ سلسلہ کلام جاری رہا۔ چند منٹ بعد ایک ساتھی سے کہا کہ شاہ جی یہ فلال مل والے ہیں اور آپ سے ملئے آئے ہیں۔ "شاہ جی نے برجستہ فریا یا کہ۔

" بمائی کی دل والے کی بات کرو، مل والے مجد فقیرے کیالینے آتے ہیں۔"

شاہ جی بعض اوقات ایک ہی جملہ میں ایسا نکتہ بیلان کر جاتے جو ہزاروں مقیقی کتا بول پر ماوی ہوتا۔ "مل والے اور دل والے "اس ایک جملہ میں کیا تحجہ میں کیا تحجہ میں کہ گئے۔ اسی طرح ایک وفعہ قیام پاکستان سے قبل اسلامیہ کالج کے جند طلباء شاہ جی کی خدمت میں ماضر ہوئے۔ با توں با توں میں ڈاڑھی کا ذکر آگیا۔ شاہ جی کو قسم کے ملا نہتے۔ ایک طالب حلم ہے کہا :

"شاه جي آج کل کالبول ميں ڈارهي رکھنا مشکل ہے۔"

شاہ جی فرمانے سلکے کہ

"بال بمائى! خالصه كالح مين دارهمي رمحمنا آسان ب اوراسلاميه كالح مين مشكل ب-" شاه جى نے زندگى بعر كى كى خيبت نهيں كى اوران كامسكك يرده يوشى تعا-

ایک بار شاہ جی سے ایک مشہور غرل گو شاعر عبدالحمید عدم جو اپنی شمراب نوشی کے لئے مشہور ہیں، مل کرگئے تو صاضرین میں سے کسی ہے کہا کہ:

ا رہے رہا ہیں ہے ان کے بہائیے "شاہ جی آپ توشرابیوں کو بھی منہ کالیتے ہی۔"

شاہ جی فرمانے لگے کہ

" بِما فَي تم نے اے شراب پینے دیکھا ہے۔ ؟"

اس شخص سفے کھا

"سيس"

فھانے لگے

پیر خیبت کیوں کرتے ہوں ؟"

ایک دوسرے صاحب درمیان میں بول اٹھے۔

ایک دو سرکے منا ہے دریوان بن ہیں ہے۔ "شاہ می میں نے اسے شمراب کے نئے میں مدمت دیکھا ہے۔

وانے لگے۔

" بعر پردہ پوشی سے کام لو۔"

ان کی باتیں دلوں میں اتر جاتیں۔ مولانا ظفر علی طال نے کیا خوب کھا ہے۔ کا نوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمز ہے بلبل جبک رہا ہے ریاض رسول میں

ہزار رحمتیٰں ہوں اس مرد و درویش پر ...... ایکے اس طرز عمل سے بہتوں نے اصلاح پائی اور دشمن دوست بن گئے۔

شاہ می دین و سیاست کے علاوہ شعر و ادب سے بھی گھری دلیسپی رکھتے تھے شعر فہی کا جو مکند انہیں حاصل تھا۔ وہ اکثر اہل فن کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ایک عمدہ شعر ان پر کیف و مسرور کی کیفیت طاری کر ویتا تھا۔ بقول حافظ لدھیا نوی:

" شاہ جی شعر کی دادیوں دیتے تھے کہ آنکھوں کی بناوٹ اور ہونٹوں کی سجاوٹ شعر کے حسن کا پتہ دیتی تھی، شعر کے معنی انکے جسر سے پر بکھر جاتے تھے "۔

منتلف مدرسہ ہائے فکر کے شعراء کا شاہ جی سے عمر بعر گھرا را بطہ رہا۔ اختر طربا فی، تاثیر، سالک، فیض، ساحر اور حافظ لدھیا نوی انکی صعبت میں بیٹھنا سعاوت خیال کرتے تھے۔ شواء ان کی داد کو آج کک بطور سند پیش کرتے ہیں۔ شاہ جی خود شاعر تھے ان کے کلام کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ شعراء کا کلام اپنی تقریروں میں اس طرح استعمال کرتے، گویا یہ اشعار انکی نوک زبان تھے۔

شاہ جی کے بد ترین وشمنوں کو بھی اقرار ہے کہ وہ اپنے دور کے سب سے برشے خطیب تیمے۔ ایسی وہ نسل رندہ ہے جس نے شاہ می کی خطابت کا موضوع اس رندہ ہے جس نے شاہ می کی خطابت کا موضوع آزادی، احیائے دین اور تعظ ختم نبوت تما، بولتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ شاہ جہاں کے ذہن میں تاج عمل کا نقشہ مرتب ہورہا ہے یا ابوالمول کی آواز اہر ام مصر سے تکرار ہی ہے۔ انکی موجود کی میں کسی دو سرے مقرر کا چراخ نہیں جلا، خود مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر ان کی عظمت کے معترف تھے۔ تقریر کرتے تو سارے مجمع پر جیاجا ہے اور میر کے اس شعر کی مجمم تصویر بن جاتے۔

سارے عالم پر ہوں میں جھایا ہوا: ستند ہے سیرا فرایا ہوا



كوہر مليسا في

# کہاں سے آئیں گے ایسے خلوص کے پیکر

خالن کا نئات نے بعض شنصیات کو اتنی فراوال خوبیوں سے نوازا ہوتا ہے کہ اُنہیں اعاظہ تحریر میں لانا بے حدمثال ہوتا ہے۔ سید عناہ اند شاہ بخاری میں لانا بیا حدمثال ہوتا ہے۔ سید عناہ اند شاہ بخاری میں ایس ہی ایس ہی ایس ہی ایس ہی اور آتا ہے کہ ساتھ، رفتاہ ، احباب اور طلبہ کس پیار ہے " شاہ ہی "مجہ کر فاطب ہوتے تھے گویا عنچ وہن محمل اشمتا تھا۔ اللہ تعالی سے انسی سین وجمیل صورت عظاکی تھی کہ گئٹن ہتی میں ایسانکھرا ہوا بعول کم ہی دکھائی ویتا ہے۔ انہیں کیکھ کر اسلاف کے بارے میں اجمع اسلام علی اسلام علی اور چور می دیکھتا ول کو دنیا بدلتی مصوس کرتا۔ واللہ کتنی کشش تھی اسکے جسرے میں اور کینا جاذب نظر تھا انکا عارض گلگونہ۔۔

میں نے انہیں اپ طالبعلی کے رنانے میں دیکھا۔ یہ غالباً من بچاس، باون کی بات ہے۔ میں اس وقت نویں ، دسویں جماعت کا ایک طالبعلم تعالیہ ایس ۔ اے ہائی سکول احمد پور شرقیہ اس طاقے کی مشہور درسگاہ تھی۔ اور اس کے ملتہ سمجد میں مولانا دوست محمد درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ہم چند مهاجر طلبہ نماز فر کے بعد ان سے قرآن مجمید کا درس لیا کرتے تھے بے حد شفیق اور ممنتی استاد ہونے کے ناطے سے مولانا ہم جیسے انگریزی پڑھے والے طلبہ کو عرفی کی تعلیم سے روشناس کرتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے ہم نے مرحن پہلے دو پارسے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ ان سے بڑھے تھے۔ اس طرح ہماری ابتدائی نہ گی پر اسلامی تعلیمات کے اثر سے انہی کی ممنت سے مرتسم ہوئے۔ اس در ان نے میں امیر شریعت سید عظاء اللہ شاہ بخاری کو قریب سے دیکھنے اور آئی من موہنی باتیں سننے کا موقع لا۔

احمد پور ضرقیہ میں تمفظ ختم نبوت کے سلیے میں ایک جلے کا اہتمام کیا گیا تما۔ آب یہ تو یاد نہیں اسکے منصر م اور مستم کون تھے لیکن یہ جلہ گور نمنٹ ہائی اسکول کی گراؤ ندھیں بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا تما۔ جلسہ عثاء کی نماز کے بعد ضروع ہونا تعاجبانی شاہ جی اور اسکے ساتھیوں کے طعام کا اہتمام مغرب کے بعد تما۔ کاخی احسان احمد شجاع آبادی کا نام یاد ہے جو اس وقت شاہ جی کے ساتھ تھے باتی چار پانچ حضرات بھی شاہ جی کی مصاحبت میں تعریف لائے ہوئے ہوئے ہوئے۔ کو مار کے لئے شاہ جی اور اسکے دفقا، پیٹھے تو بڑی بر طعت گفتگو مندا نسخت میں ہوئی۔ اوب کے شاہ جی اور اسکے دفقا، پیٹھے تو بڑی برطعت گفتگو مندا نصیب ہوئی۔ اوب کے شاہ کا مربز چھٹے اور طائمت سے بھرسے ہوئے طفر یہ شکو فے۔ گویا ایک و بستان کھل گیا تما۔ ایک حسین انداز تو آج بھی میری یادوں میں معنوظ ہے۔ جس سے رسول اگرم شاہ تی کے مسائے رکھتے جاتے۔ "شاہ کی نششہ سائے آبا ہے۔ ہوا کچھے یوں کہ سب احباب اس شگفتہ انداز میں گویا ہوئے "ہم نے تو کچھے نہیں بھی سائے دوشاہ جی نے تعاول فرایا ہے۔"

سبحان الله کیا جواب طا- شاہ می کے حن جواب کی مثال نسیں۔ مسکراتے ہوئے فرمایا "ہاں بھی میں لے او کہ استخدال ہوں کہ انکھاتے ہوئے بڈیاں مجمور دیں۔ لیکن آپ سب او ہڈیاں بھی چٹ کرگئے۔ "بعر کیا تعام مفل گئت زعفران بن گئی۔ کیسی باکیزہ بھت تھی۔ آج بھی وہ سمال یاد آتا ہے۔ او دل کی کلیاں کھل انکھتی ہیں۔ مشام ماں معظر ہوجاتا ہے۔

رات کے بطے کی ایک جملک بھی خاہ جی کی جادو بہائی ادر حمیق لظری کی عمدہ مثال ہے۔ جو آج تک مجھے یاد

ہے۔ ایک بم مواج ہے۔ جو بر محتا بطاجارہا ہے۔ تلاظم خیر موجیں بلند ہوتی ہیں اور سب کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتی

ہیں۔ ابھی خطا بت کے زور سے سامعین سرت سے جھوم رہے ہیں تو دو مرے لیم آئیکھوں سے برسات جاری ہو

ہاتی ہے۔ آواد کا زرو بھ ہے کہ کمبی لگارتا ہوا و کھائی ویتا ہے تو کبی نسیم سری کی طرح خرالماں خرالماں روال دوان

ہاتی ہے۔ بعد گاہ میں لوگوں کا جم خفیر ہے۔ لی داؤدی سے قرآن حکیم کی آیات س کر مسور ہورہا ہے جے بوچھے تو ہے۔ جاسے گاہ بین لوگوں کا جم خفیر ہے۔ کہن داؤدی سے تر آن حکیم کی آیات س کر مسور ہورہا ہے جے بوچھے تو فضا جموم رہی ہے۔ کا نبات وم بخود ہے۔ کہناہ ہی ایک تمثیل بیان فریاتے ہیں۔

" ذرا اس شخص کا تسور کروجو دن کے اس لیے میں جب مہر عامتاب لب بام ہے۔ اسکی شعائیں چاروں طرف بھیلی ہوئی ہیں۔ مور نا توان دور سے دکھائی دیتی ہے۔ کہ شمع کو کانچتے ہا تمول میں تنا ہے میدان میں آنکلتا ہے اور دوعوی کرتا ہے کہ وہ تاریخی کو دور کرنے نکلا ہے۔ اور روشی بھیلارہا ہے۔ آپ اس شخص کے بارے میں کہا تسور کریں گے۔ "

جلسے گاہ سے آوازیں گونمتی ہیں۔"وہ پاگل ہے دیوانہ ہے۔ بے وقوف ہے، پاہی ہے۔" " توصاحبو! سن بومرزاغلام احمد قادیا نی میں محمد مجمد رہا ہے۔وہ کون ہے ؟۔۔۔۔۔۔"

اسکے بعد شاہ می نے سراجاً منیرا کی آیت ہے وہ سمان باندھا کہ مجمع نعرہ تکبیر کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ ایسے شعلہ بیان اور آتش نوا خطیب کودنیا کیسے بعلاسکتی ہے۔ جسکی سرطرازی کے واقعات قلب و نظر کو خیرہ کرتے تھے۔ جودلوں کی دھڑکن بن ماتا تھا۔

> کماں سے آئیں گے ایسے خلاص کے بیکر زباں میں جن کی مہت کی جاشنی دیکسیں

ب شعور، گرام گرام گرام به دیماتی رومان، افران کی تین کتابول کا برم کالون کالو

# مجابد تحفظ ختم نبوت

ہم اس غم کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ جو حضرت اسپر ضریعت مرحوم کے ابدی فراق سے ہمارے دلوں میں پیدا ہوا ہے۔ جال تک دشتہ و پیوند کا تعلق ہے، شاہ جی مرحوم کے افراد خانہ کی تعداد الگیوں پر گئی جا سکتی ہے۔ گران کی نگاہ ناز کے گھا تلوں کا شمار ممکن نہیں۔ مسلمان تو ہزار جان سے آپ کے حلقہ بگوش مسلموں میں بھی لاکھوں آئیکمیں ایسی ہوں گی۔ جو آج آپ کی وفات حسرت آیات پر خون کے آئورور ہی ہوں گی۔

اے ہمارے آقا:۔

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال آگھ وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت ہی نہیں

ہم عام لوگ جو شاہ جی مرحوم کی حسین و جمیل صورت کے شیدا اور صرف ان کی سربیان کے دل و جان سے قائل ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ان کی اس جدائی کو بڑمی مشکل سے برداشت کر سکیں گے۔ گروہ حضر ات جنبول نے جابد ختم نبوت کو زیادہ قریب سے دیکھا، سفر و حضر اور قید و بند میں ان کی معیت کا خر من حاصل کیا۔ آج ان کے قلوب کی کیفیت کا نقشہ ہم سے مختلف ہے۔ ہمارے مخدم و مجبوب امیر ضریعت حق یقین کی تمام خرا لط کے ساتھ ان طلائے است اور صلمائے ملت کے سرخیل تھے۔ جن کے حق میں خاتم الانبیا الم ایک کا رشاوی کا دادی ہوادی سادی ہی اسے اس حسل کے حق میں خاتم الانبیا الم ایک کا رشاوی کی اس مادی ہم سے محل کے حق میں خاتم الانبیا الم ایک کا رشاوی کی اس مادی ہم سے کہ سرخیل تھے۔ جن

علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل-

سید احرار حفرت عظاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو ہم پیغیبر سین کھتے۔ اور نہ ہی حسین ابن علی مانتے ہیں۔ گرزبان مصطفے لڑیتی کی روشی میں یہ ہی کھنے کا استعاق رکھتے ہیں کہ پروددگار عالم نے جال باقی علماء خیر میں فکر و عمل کے لخاظ سے بنی اسرائیل کے نبیوں کی صلاحیتیں رکھیں ہیں۔ وہاں اس مجابہ ختم نبوت کو صدیقیت کے انوار، فاروقیت کی نگاہ خداداد، عشانی جود و سخا، اور علوی شجاعت، حنی تدبر اور سات معاویہ سے برطی حد تک نوازا تنا ہم نہیں کھتے جائیے غیر مسلم دنیا سے پوچھے کہ شاہ جی مرحوم اور سات معنی ابنی خطابت کے سرطلل سے قلوب وارواج کو کس قدر معود کر لیتے تھے۔ قرآن علیم کی ملکوتی اور فروسی تانیں جب سامعین پر کیف و سرور کی بارش برساتی تعین۔ توان کے دل بلالمتیاز مذہب و ملت، کتاب اللہ کی الہای عظمت سے جموم جاتے تھے۔

بائے بائے اوا کت کی شام - جھے بکر چند سٹ بر ہم نے کیا گنوایا؟ ہم کس رہنما کی قیادت سے ہمیشہ کے

کے مروم ہوگے؟ ہم اس مسمان کے نیچے اور اس سرزمین کے اوپراس عظیم الرتب خطیب کا بدل کب پائیں گے؟ کیا ہماری رندگی میں یا ہماری آئندہ نسلوں کے سامنے بروردگار عالم کی طرف سے کوئی انسان شاہ جی سامن فران ہیں جرات موننا نہ لے کرآئے گا؟ پھر اپنوں اور غیروں کو اپنی ٹکاہوں کا یول شکار کرے گا۔ اور شاہ جی کی طرح دلوں پر حکومت کرے گا۔ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں۔ جن کا جواب ویٹ سے ہم قاصر ہیں۔ بعض اوقات غم وائدوہ جنون و دیوا گئی پر منتج ہوئے ہیں۔ خدائے علیم و خبیر کوئی خبر ہے کہ اور گفتہ شاہ جی منعہ شود پر جلوہ گر ہونے والے ہیں۔ لیکن ہم اندوہ رسیدہ خیالات اور رخمی کوئی خبر ہے کہ اور گفتہ شاہ جی منعہ شود پر جلوہ گر ہونے والے ہیں۔ لیکن ہم اندوہ رسیدہ خیالات اور رخمی جب شاہ جی مرحوم کا خیال کریں گے توان کے دل میں ایک ہوک ایسے گی۔ جوروح کو لرزہ براندام کرے گی، جب شاہ جی مرحوم کا خیال کریں گے توان کے دل میں ایک ہوک ایسے گی۔ جوروح کو لرزہ براندام کرے گی، جب شاہ جی مرحوم کا خیال کریں گے توان کے دل میں ایک ہوک ایسے گی۔ جوروح کو لرزہ براندام کرے گی، حب بات کو نشتر فرقت سے مجروح کرے گی، اور آئموں کوائٹ ہائے عزایی سے ترکرے گی۔ اور جب ہم جلوں میں بیٹھ کر اوروں کے منہ سے وعظ سنیں گے تو یقیناً ہم کوشاہ جی کی الهای آوازاینی یاددلائے گی۔

جب رامنے ساخر آتا ہے اک ہوک سی اٹھتی ہے دل میں ساتی کی ادایاد آتی ہے معمل کا خیال آجاتا ہے

ساقی کی ادا

اند! الله! الله! شاہ جی کا وہ جلال خطابت، وہ لمن داؤدی، وہ حسن مکلوتی، وہ بیبت خازیانہ، وہ فصاحت کی اثر آئوینی، وہ بلاخت کی دلرباتی، وہ سامین کا سرایا چشم و گوش بن کر شاہ جی کی تقاریر کا کئی گئی تھنٹے مستانہ وار جھوم جھوم کرسننا، وہ ظرافت کی چاشنی، وہ متانت کا دبد بہ، وہ تنہم ورقت کی ہم آبتگی، وہ آیات قرآنی کی شیریں تلاوت، وہ اشعار کی برجسنگی اور جلال فسول کاری۔ واحسرتا۔ وا نصیبا! ہم اس حسیق و حسن منظر سے ضموم ہوگئے۔ گلابی جسرے برزلفول کی لئک، أیک ہاتھ میں کلہاؤی، دوسرے ہاتھ کا اس باتھ برایک خاص ممروم ہوگئے۔ گلابی جسرے برزلفول کی لئک، آیک ہاتھ میں کلہاؤی، دوسرے ہاتھ کا اس باتھ سراور گلے انداز سے مارنا، گردن کا ممبوبانہ طریق سے ہاتھ میں کلہاؤی دوسرے ہاتھ کا اس باتھ سراور گلے میں گیروی رنگ کا اسماعیلی بیر بن یا یول کھیئے۔ کعبہ شہادت کے حاجی کا جاسہ احرام! زبان پر مذہب و سیاست کے نکات و حقائن اور دل میں خاتم الرسلین ملی تی ہوت کے دین کی والدانہ ممبت۔ سیحان اللہ نہ ماضرین سے معوب نہ حکومت کا خون۔ بلکہ سی آئی دلی والوں کی طرف اشارہ کرکے ذبانا۔

اكثرهم لا يعقلون-(اكثر كم عقل بين)

اور پھر نہایت اطمینان سے مسکرا دینا- خدا شاہد ہے کہ شاہ جی مرحوم حریت کا مجمعہ تھے۔ مردِ حر محکم زور ولا تھت مابمیدال مسربیب او سر بکھت

ہاں ہاں- اسے دور حاضر کے نوجوا نو اور رسول ہاشی مٹائیٹیلم کی خلامی میں اپنی نجات کے متلاشیو! وہ کون تھا۔ جو

لاکھوں افراد میں بغیر تعارف سید وقائد نظر آتا تعا ؟ اس کی آواز بھی شیر ریاں کی گرج تھی۔ اس کی آنکھوں میں عقاب کی ظاہوں کی جبک تھی۔ وہ زندگی کے ہر لیم میں ناموس مصطفے کی حفاظت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار تعا۔ جس کا عهد شباب تا عالم کھولت نوسال تک قید و بند میں گزراتا کہ حصوراً کرم شاہلیکم کی کن کن کن زندگی کی پیروی کا حق اوا ہو سکے۔ انگریزوں کی سنگینیں، ظائما یہ سازشیں، خوف و وہشت کے گھناؤ نے ماحول، خالفوں کی معاندانہ حرکات، خفتہ سلمان قوم کی بے حسی اور بے مروتی پر جانا، ہمراہیوں کی کس سیرسی، خود غرصوں کی منافقانہ چیرہ دستیاں اور مخلصوں کا فقدان اس کواپنے عزم مجمم سے بیچھے نہ ہاا سا۔
خراما کرتے تھے۔

قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں! وہ طوفان میں ابعر نے والاوہ سیلا بوں میں چلنے والا،اور جار دانگ عالم کو آگ برساتے یا کر بھی باواز بلند کارتارہا۔

ماد تُو! تحبِّه بھی توقعت نہ کروآنے میں موجہ طوفال کے لئے میں سر موجہ طوفال کے لئے ماتھی سم جاتے گروہ ان کو یکھہ کرا بیارا کرتا!

موجوں سے جو تھیلنے والے ہیں وہ یہ بھی اشارہ کرتے ہیں طوفاں ہی ڈبویا کرتے ہیں طوفاں ہی ابعارا کرتے ہیں

ہم نے شاہ جی کی فطرت کو جس قدر خطر پسند پایااس کی نظیر قرون اوٹی کے سوابہت کم ملتی ہے۔ ان کا ضمیر ان کو ہمیشہ ہی کہتارہا۔

> اکے ذوق اذیت مجھے سنجہ حار میں لیے عل ساحل یہ کچھ اندازہ طوفاں نہیں ہوتا

المختصر! آج ہمارے معبوب شاہ جی اپنی آخری آرامگاہ میں مواستراحت ہیں گر ہم کو یقین کامل ہے کہ ظاک قبرش از من و توزندہ تر!

کسیّے۔ اب عالم مویت میں آنسو بہالیں۔ اہل دل کوجتنا خاموشی سے آنسو بیٹنے اور بہانے میں مزا ہے۔ با توں میں نہیں۔ خورش کاشیری مرحوم آج بھی رومے بخاری یہ صدا دیتی ہے

فاش ہیں مجمد یہ کئی سال سے اسرار دروں سؤچتا ہوں کہ سر عام کھوں یا نہ کھوں کوئی بٹامہ بہ عنوان وغا ہو جائے کوئی تریک اُہر آئے یہ عنوان جُنوں کیا ضروری ہے کہ ہم بستہ زنجیر رہیں دن وہ آتا ہے کہ ٹوٹے گا شب غم کا فسول ا رات نے گاڑ کے خورشد کے سینے میں سنال جگاتے ہوئے تاروں کا اجازا سے سکوں وہ ذرا پردہ تاریخ سے باہر آئیں جن کی بلغار سے عثاق ہوئے خوار و زبول جن کے پنج اٹھے دامان گل و لالہ پر جن کی گردن یہ ہے قربانی و ایٹارکا خوں ہم نے جو کچھ بھی کیا اس کا ظلصہ یہ ہے : تور ڈالے بیں ونگی کی ساست کے سوں تم نے جو کچہ بمی کیا ماسے لے کر لکاو! بان! وه افسانهُ شب تاب ذرا مین مجی سنون آج بھی روح بخاری یہ صدا دیتی ہے "تيز رکھيو سر برفار کو اے وشتِ جُنول ٹائد آجائے کوئی آبلہ یا میرے بعد"

# درويش صفت عالم

۲۱ گت ۱۹۷۱ء کی وہ صبح رند گی کی شام تک یا درہے گی- کہ جب ایک عہد آفرین تاریخ ساز شفصیت کی المناک سوت کی خبر ایسے دامن میں لئے اخبارات میں شائع ہوئی اور ملک بعر میں صعب ماتم بچھ گئی- صدر مملکت محد ایوب خاں سے لے کر ایک عام پاکستانی شہری تک کے دل سے غم والم کی ملیسیں اسسی میں صبح کی نماز کے بعد سیر کر کے واپس آرہا تھا کہ ریلوے اسٹیشن حافظ آباد کے پلیٹ فارم پر عزیز دوست فصل کریم خاں ملے۔ انہوں نے دور ہی ہے مجھے دیکھ کربے ساختہ کہا کہ حجازی صاحب آپ یہاں ہیں، متان نہیں گئے۔ میں نے کہا کیول خیر ہے؟ اور ساتھ ہی میرے دل کی دھ^و کنیں تیز ہو کئیں-خاں صاحب نے فرما یا کہ رات ریڈیو کی خبر ہے کہ تہارے استاد حضرت شاہ می انتقال فرماگئے ہیں۔ اور خبر سنتے ہی بہاں سے جود حری محمد ضریف، سالار فتح محمد اور متعدد دوست بدریعہ کرک ملتان چلے گئے ہیں۔ ناكد ملت اسلامير كياس عظيم عابد كا آخرى ديدار كرسكين- بعديين معلوم مواكد لان دوستول في معي تلاش بھی کیا۔ مگروائے بدقسمتی اس سعادت سے مروم رہا۔ جس کامجھے آج تک سنت فلق ہے۔ میں بادیدہ گریاں افسر دہ و پریشاں وہیں سے گھر لوٹ آیا۔گھر والوں نے مجد سے یہ وحشت اٹر خبر سبی تواندوہ و ملال کی تصویر بن کررہ گئے۔ چونکہ حضرت شاہ جی کے ساتھ ہمارے جو قدیم مراسم اور تعلقات تھے وہ نہایت خلوص و محبت پر مبی تھے- حضرت شاہ جی سار مند کے صرف مشفن استادی نستھے- بلکہ والد مرحوم کے نہایت گھرے دوست تھے۔ کا نوں سے خبر سنی تھی۔ مگر دل کو بھر بھی یقین نہیں آ رہا تعا۔ لہدا عالم اصطلا میں بازار گیا تو لوگ تازہ اخبارات پڑھ رہے تھے۔ شہ سرخیوں کے ساتھ حضرت امیر نسریعت کی الم ناک وفات کی شائع شدہ خبر عقیدت سدوں کے قلوب مروح کرری تھی صبح کے آٹھرج میکے تھے۔ ظہر تک ماتان پہنچ کر شربک جنارہ ہونے کی کوئی ممکن صورت نہ تھی۔

یہ پر طال خبر سننے کے بعد مجھے دکان کھولنے کا ہوش ہی نہیں رہا تیا۔ بھائی عبدالحمید نے فور آ اخبارات کی ایجنی اور اسٹال کو بند کر دیا۔ اور میرے ساتھ اور بی مرکز (صدر دفتر مجلس بھار سن) میں آکر بیٹھ گئے۔ دوستوں نے سنا تووہ میرے پاس آنے ضروع ہوگئے۔ اہل محلہ اور عزیز واقارب بھی دفتر پہنچ گئے۔ ان دنوں اردو کالح جاری تعاد مہ میں بند کر دیا گیا۔ بورڈ الثا دیئے گئے۔ شام تک دھائے بعفرت اور اظہار افسوس کا سلسلہ جاری رہا۔ احباب کے ساتھ حضرت شاہ جی کے اوصاف و کمالات کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ انجمن صحافیاں حافظ آباد، مجلس بھار سنن اور اردو کالح کی انتظامیہ کمیٹی نے قرار داد ہائے تعزیت منظور کیں۔ ان دنون

قوی مدرسہ مسلم ہائی سکول کے ساتھ نیاز مند کا تدرہے تعلق ہاتی تھا۔ وہاں حضرت شاہ جی کی مجاہدا نہ رندگی پر محترم نور احمد صاحب، عریزم ناضر مجازی ایم است سے تقاریر کمیں۔ اور سکول میں جھٹی کر دی گئی۔ عصر کی نماز کے بعد محمیثی باغ حافظ آباد میں خاتبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور بعد ازاں عصر حاضر کے سب سے بڑے خطیب اور عاش رسول مٹائیٹیم کو خراج عقیدت بیش کیا گیا۔

کلی کلیر دی۔ پیگ میر سے ویر دی

استغراق کے بعد میں رات گئے تک سوچتا رہا۔ شاہ جی گئے عظیم انسان تھے۔ انگریز کے عہد غلامی میں اس قدر جامع محالات انسان کا پیدا ہونا معجزہ سے تم نہیں۔

شاہ جی کے گھر سے جانے گئے گھروں میں قرآن کریم کی مقد س تعلیمات کا فیض پہنچا۔ اور جس محنت و خلوص اور نفیا تی اسلوب سے شوخ، صندی اور کند ذہن بچوں کو آپ کے طریق تدریس اور مشفقا نہ انداز نے آئی فیدض و برکات سے بہرہ یاب کیا ہے۔ آج کے ادی دور میں اس کی مثال ملمی دشوار ہی نہیں بکئہ نامکن ہے۔ آپ کے شاکردوں میں سے گئی ادیب نے گئی خطیب۔ بیشمار اونچے اونچے مناصب تک پہنچے متعدد تجارت و صنعت کی شاہر ابوں پر چلے گئے۔ آپ نے اس فقیرا نہ عالم میں زندگی کا سفر مطے کیا جواہل الله کی کا طرو امتیاز ہے۔ آپ فقر و استغناء اور عثن رسول شاہینیج کی دولت لئے ہوئے خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں بہنچے گئے۔

### فافله سالار خطابت

رات کے دوج چکے تھے۔ کافی ہاؤں میں اہمی زندگی کی ہما ہمی جاری تھی۔ فٹ پاتھ پر کرسیاں بچھائے کچھہ لوگ مذہبی مسئول پر بحث کر ہے تھے۔ گیلری میں چند صافی صبح کی خبروں پر تبصرہ کرنے میں مصروف تھے۔: جو نبی میں کافی ہاؤس میں داخل ہوا میری نظر میز پر پڑھے ہوئے ایک مقامی اخبار پر حایوہی۔

پہلی خبر جس پر میری توجہ منعطف ہوئی "امیر شریعت کی موت" کی خبر تھی۔ میں اخبار لے کر ایک گوشے میں جا بیشا۔ اور زندگی کے تلخ حقائق کے متعلق موجے لگا۔ ذہن کے پردے پر یادوں کے دھند لے سے نقوش اہمرنے گئے۔ اپنے مکان کی چھت پر "مرخ ہمریرے" کا ہلکا ماحکس دکھائی دیا اور ہمراپنے بچین کی دو گھڑیاں یاد آنے لگیں۔ جب احرار رصاکاروں کے ساتھ قدم طانے کی سعی کیا کرتا تھا۔

احرار کے اس بورشھ جرنیل سے میری عقیدت قدرتی تھی۔ اس میں نہ کسی بڑے فلسفد دال کو دخل ہے نہ کسی مذہبی آمر کو۔ اور میری اس عقیدت کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مجدسے نہیں جیمین سکتی۔

۱۹۲۹ء میں مجاہدین اسلام کی اٹھنے والی تحریکیں جنہوں نے برطانوی سامراج سے تکرلی- ان میں شاہ جی پیش پیش تنے- اور بھر جب احرار رصا کار برطانوی استعمار سے تکراگئے۔ تووہ

نغمه حب وطن سولی په گایا جائے گا!

کی زندہ تصویرتھے۔

حتی کہ جب ۱۹۳۷ کا آختاب نصف النہار پر پہنچا تو ہندوستان سے برطانوی استعبار کا سورج غروب ہو گیا۔ شہنشا ہیت کے ان حامیول کو جن کا سورج روئے زمین پر غروب نہیں ہوتا تھا۔ اپنے چھوٹے سے ملک میں پناہ لینے پر مجبور کردیا گیا۔

برطانوی سامراج کی لعنت ہندوستان سے ختم کرنے میں شاہ جی کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ اور ان کے اس کردار کی بدولت ہر شخص غیر متعصبانہ طور پریہ شعر پڑھنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ محجدالیے لوگ بھی اس جمال میں ہوتے ہیں ستارے ٹوسٹے ہیں جی کی جستو کے لئے

شاہ جی اگر چاہتے توغداران ملک و ملت کی طرح جاگیروں کے مالک بن سکتے تھے۔ مگر میری قوم کے اس مجاہد نے صنمیر کے خلاف کام کرنے میں عار مموس کی۔ صنمیر کی موت انسانیت کی موت ہوتی ہے۔ پنانج اس نے قوم کو گرداب میں پسنسی ہوئی کشتی کو کنارے پر لانے کی جدوجمد کی اور اس میں وہ کافی سے زیادہ

کامیاب بھی رہا۔

دا نشوروں کا کھنا ہے کہ ہندوستان میں جمال الدین افغا فی کے بعد صعبے معنوں میں ایک یہی مجاہد تھا جو برطا نوی استعمار سے تکمرایا۔

شاہ جی کی سب سے بہلی تقریر میں نے دھوتی گھاٹ لائلپور کے وسیع بندال میں سنی تعی- اس وقت شاہ جی کافی س رسیدہ تھے۔ اس کے برعکس خطابت میں وہی بجلی کی سی تیزی موجود تعی- آپ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ دہرا رہے تھے۔ ہندانے پر آتے تو گھنٹوں ہنداتے رہتے۔ اور جب آپ گزشتہ ٹوٹے ہوئے بربط کے تاروں کو چھیڑتے توسامعین کی آئحمول سے آلوجاری ہوجاتے۔ اور ان کی نظروں کے سامنے پانچ دریاؤں کی پاک سرزمین آجاتی جس پر کبی ہندوستان کے رانجھے ہیروں کی یاد میں بنسری کی سے پر بجرووصال کے لنے چھرا کرتے تھے۔

شاہ جی متعدد بار گرفتار ہوئے اور جیل پہنچ۔ جیل میں بھی لینے مقصد کونہ بھولتے بلکہ قیدیوں کو توحید و رسالت کا سبن دیتے رہے۔ آپ کی باغ و بہار طبیعت جیل کو گلستان بنا دیتی۔ ادبی، تقافتی، سیاسی محفلیں جمتیں۔ مشاعرے ہوئے۔ توالیاں ہوئیں اور جیل کی زندگی کا طویل عرصہ گزارتے ہوئے تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ اور جب آپ رہا ہو کر آتے تواکٹر لوگ آپ کویاد کرتے رہ جاتے۔ جس نے ایک دفعہ بھی آپ سے طاقات کی وہ آپ کا گرویدہ ہو کر آپ کی شفعیت و کردار سے بے حد متاثر ہوتا۔ اور ہمیشہ کے لئے آپ ہی کاموکر دہ جاتا۔

آپ خود کھتے تھے:

باتیں ہماری یاد رمیں پھر باتیں نہ ایسی سننے گا کتے کی کو سننے گا تو دیر تلک سر دھنے گا

اور ان کے اس قیم کے الفاظ میرے ذہن کوا تعاظم کی گھرائیوں میں ہیونکٹ دی**ہی** ہیں کہ آتہ ات یہ مردِ مجاہد ہم سے ہمیشہ کے لئے بچمڑ جائے گا۔

اور بعر سوجتا ہوں کہ قدرت کا بھی قانون ہے اور ازل سے ایسا ہی ہوتا جلا آیا ہے کہ بڑے لوگ اپنی یادوں اور اپنے عقیدت مندوں کوروتا ہوا جھوڑ جاتے ہیں۔ گمر پعر دوسرا خیال آتا تھا کہ احرار کا یہ بوڑھا جرنیل ابھی ہمیں روتا ہوا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ قدرت آتنی ستم گر نہیں کہ ابھی ہم سے اس مجاہد کو چھیں لے۔

شاہ جی نے کہا تھا دنیا میں مجھے ایک چیز سے ممبت ہے وہ ہے قر آن اور دنیا میں مجھے ایک چبز سے نفرت ہے وہ ہے انگریز۔

ٹاہ جی اپنے اس قول کوصدا قت میں انگریز کے مظالم سے نہیں ڈرے۔ بلکہ بہانگ دہل اس کے خلاف میدان جنگ میں آئے۔ جے دنیا متخیر ہو کر دیکھتی رہ گئی۔ ایسا مجابد ہم سے ہمیشہ کے لئے نہیں چین سکتا۔ کہ ہم اس کے خلاف کو جہاں میں اہمرتا ہوا مموس کریں اس کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔ حتی کہ انسان کو اس تاریکی سے روشنی میں لے آئیں۔ وہ روشنی جو کہ سرکار مدینہ کے سبز گنبد سے تمام روئے زمین کے ملما نوں کے سینوں میں اجالاکتے ہوئے ہے۔

قادیا نیت ہمیشہ سے شاہ جی کا معبوب موضوع رہا ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ اس فتنے کے خلاف لڑھے ہیں۔ یہ فتنہ جس کا پودا انگریز کے ایماء پر ہندوستان کی سر زمین پر اس لئے بویا گیا تھا تا کہ ہندوستان کا مسلمان متحد نہ ہوسکے۔

شاہ جی کورسول اکرم ملی تیں اور قرآن سے بے پناہ عشق تعااس لئے انہوں نے ختم نبوت کی تریک کو شروع کیا آج انہیں ہم سے جدا ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے گر لگتا ہے وہ جیسے جلسہ عام سے اب ہمی خطاب فرمار ہے ہیں۔ گر نہیں یہ میراوہم ہے۔ ایسے لوگ دوبارہ نہیں آتے۔

#### سورِ درول

آنا شورش کاشمیری مرحوم کهاں سوز دروں اس کا کھال عثق جوال اس کا خطابت کے نگر میں اب کوئی ٹانی کہاں اسکا نہ اٹھ پھر کوئی ایبا مقرر اس گلستان کے فصا میں مرتعش ہے آجنگ صن بیاں اسکا گزرتا ہی رہا دار و رسن کی شاہراہوں سے خدائے ذوالمنن تما ہر ڈگر پر یاسیاں اسکا جبیں اسکی درخثال ہی رہی ہر آزائش میں لیا گردون گردال نے ہمیشہ استمال اس کا 🕶 دماغ و دل کے ویرانوں سے اکثر ہوک اٹھتی ہے كوئى باقى نهيس اب اس چمن ميں رادوال اسكا وہ رخصت ہو گیا تو اک خلا مموس ہوتا ہے بر اک بینے ہے اب مفقود ہے موز نبال اسکا سیاسی زلزنوں کی رو میں مینہ تان کر ٹھلا رہا برق تباں کی زد میں اکثر آشیاں اسکا خطیبان جمان نو سے استفسار کرتا ہول کوئی مردِ خداہے اس فصا میں ترجمال اسکا وه جس مقصد کی خاطر عمر بعر کوشال رہا شورش <u>گزشتہ سال اس سنزل کو پہنچا کارواں</u> اس کا

## امير شريعت سے-!

السلام اے قافلہ سالارِ احرارِ حیات

عاشقِ خُسنِ ازل! أكاه اسرارِ حيات

*آذا دشیرازی* 

جانشينِ بوذِرْ و سلمانُ تيري ذات تمي ذات تيري منبعِ انوارِ صد برکات تمي . عمر بعر آواز کا جادو جگاتا ہي رہا آک سيحا تما جو مُردوں کو جِلاتا ہي رہا

واغ وہ تونے بدائی کا دیا احرار کو ۔ ڈھونڈٹی ہے قوم اپنے فافلہ سالار کو

ومعرند تے ہمرتے ہیں تجد کو تیرے بروانے یہاں ۔ گوہی بتلا تھے کو پائین تیرے ویوانے کہاں

تیرے وستر خوان کے جو لوگ ریزہ چین تھے ۔ یاد جن لوگوں کو تیرے دیں کے آئین تھے

تیری تربت کے مجاور بن گئے یا گورکن ہیج ہی ڈائیں نہ یہ اکنے واپ ترا گورو کھن

ان کے ذہنوں پر مسلط ایسی ہے ہوشی ہوئی 💎 خود فراموشی کے بدلے حتی فراموشی ہوئی

دیده بیدار بین وه یا بهستن گوش بین بندهین ان کی ربانین اور اب خاموش بین

اِن زبانوں کو خدارا! قوتِ گفتار وے حشر جو کر دے بیا۔ وہ جذبہ احرار دے

مولانا عبدالكريم صابر

# گاہے گاہے باز خوال این قصہ پارینہ را

. ويرو استمعيل خان ميں ايک جماعت حزب الإحناف قائم تھي جيگے صدر جناب نواب سيب الله خان خواجکز فی مرحوم نبایت ہی نیک سیرت انسان ہتھے۔ اللہ تعالیٰ انسیں غریق رحمت فرمائے۔ انہوں نے شہر میں منادی کرا دی کیرڈیرہ اسمعیل خان میں حزب الاحناف کی طرف سے ایک جلسہ میدان عافظ حمال میں منعند مو گا جس میں بطل حریت امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء انشد شاہ بخاری رحمتہ انتد علیہ - مولانا حبیب الرخمن لدحيا نوی، مولانا ظفر علی خان آيد پيشر زميندار اور مولانا حفظ الرحمن سيوباروي اينے لينے خيالات سے سامعين كو مُظوظ فرہائیں گے۔ جونکہ یہ واقعہ دور برطانبہ کا تھا۔ اور اس وقت ڈیرو اسمعیل خان میں ڈیٹی محشنر جان بل انگریز تھا اور سپر نشدہ نٹ پولیس ڈانڈ لے بھی انگریز تھا۔ جوں ہی اس منادی کی خفیہ پولیس نے ان کواطلاع وی نوبان بل ڈپی سی نے ڈانڈ لے ایس پی کو حکم دیا کہ ان سب کو دریاخان میں روک دیا جائے۔ ڈیر داشمعیل خان میں انہیں داخل نہ ہونے دیں۔ جنانجہ ڈانڈ لیے ایس کی نے ڈی ایس کی جبکا نام گل مت خان آفی یدی تھا۔ اسے حکم دیا کہ تواور خلام حسین خان بلبل بنجاب فوراً دونوں دریانان چلے جاوَاور جونهی پیریل سے اترین توان سے کمو کہ تم سب کا داخلہ ڈیرہ اسمعیل خان بندے۔ اور ان سے دستنط کرالو۔ بینا نجہ ڈیروشہر سے تمام مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی وغیرو منادی سن کر دریان خان پینچ گئے کہ ایلے معتبر مهمانوں کا شاندار استقبال کر کے انہیں شہر ڈیرہ لایا جائے او حر گل مت خان ڈی-ایس- بی- بلبل بنجاب علام حسین خان پہنچ گئے-جوسی یہ مہمان لیڈر حضرات ریل گاڈی سے آترے تو گل مت خان اور ملبل پنجاب نے <u>ان</u> کو حکم ڈی۔ سی اور ایس کی کا حکم سنایا اور دستخط لینے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت امیر شریعت سد عظاء اللہ شاد ، تاری نورائند مرفد د نے کہا لاؤ حکم ...... یہ میں نے سب کی طرف سے دستھط کر دیئے۔ جاؤیم ڈیرہ اسمعیل خان سیں '' کنگے۔ ادھر نواب صاحب سے کہا نواب صاحب ڈیرہ میں منادی کرا دو کہ جواطلاس ڈیرہ میں سونا تھا۔ اب دریا خان ہو گا۔ اور اجلاس ہو کر رہے گا۔ جنانجہ دریا خان میں یوں سمجنیے کہ ڈیرہ اسمعیل خان شہر کے علاوہ گردو نواج کے لوگ بھی نہایت کثیر تعداد میں پہنچ گئے۔ اس زمانے علی امبی نہیں آئی تھی اور اسٹیشنوں پر گیس جلائے جاتے تھے۔ جنہیں زنجیر کے ذریعہ اوپر لے جا یا جاتا تا کہ روشنی ہر طرف پھیلتی ری- دریا خان شمیشن پر دونوں طر**ف سے گاڑیوں میں سوار اکشر** لوگ اتر آئے کہ یہ عظیم الثان اجلاس سن کرجائیں۔ جنانجہ سب سے پہلے مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار جو فی البدیمہ اشعار کینے میں یکنائے روز گارتھے۔ انہوں نے موقعہ کی مناسبت ہے یہ اشعار پڑھے۔

انک کی مون کی ہے گوئیاں دیکھ ہیں دریا فان بلبل ست و گل ست چڑھا ہے نشہ سیف اللہ فان کو فظر ست بخاری ست و کل ست نویکیئے آنسیں گئی کا ہم ناچ کر اس بن ست کر بان بل ست بڑدیئے سیمیت کی بنیاد آگر اس بات پر جائیئے گئی ست بائی خانہ آگریز گرجا کریا ہے کہ سائے گئی ست بنیاد کریا گئی سائڈ آگریز گرجا کہا کہ خانہ دریا یہ کئی ست بہائیئے گئی ست بنیاد کریا ہے گئی ست بنیاد کریا یہ کئی ست بہائیئے کب دریا یہ کئی ست

اس کے بعد جناب مولانا حبیب الرطمن صاحب لدھیا نوی سٹیج پر تشریف لائے اور اس جوش سے
تقریر فرمائی چیسے برطانیہ پر گولہ باری ہورہی ہو۔ ان کے بعد مولانا حفظ الرطمن وقت کی نزاکت کے بیش نظر
مختصر مگر دلپذیر تقریر فرما کر بیٹھ گئے۔ اب حضرت امیر ضریعت ایسے اور اقعتے ہی المحدیثہ کے خطبہ سنونہ سے
عاضرین کو تڑیا دیار بلو نے لائنوں کے دونوں طرف کی سؤاریاں شاہ جی کی تقریر دلپذیر سنفے کو اتر آئیس جال
عاضرین کو تڑیا دیار بلو نے لائنوں کے دونوں طرف کی سواریاں شاہ جی کی جوانی، سیاد گھنگریا لیے بال، روشن
ایک نظر کام کرتی تھی ببلک ہی ببلک نظر آتی تھی سجان اللہ شاہ جی کی جوانی، سیاد گھنگریا لیے بال، روشن
آئیکمین دیکھنے والے سننے والے مسوس تھے اور کسی کو ہوش تک نہ تھا حتی کہ صبح کی اذان گونجی اور شاہ جی

ذرہ ٹھرنا سؤڈن میرا دل لرز رہا ہے تحسیں کعبہ گر نہ جائے تری مستی اذاں سے

اس شعر کے بعد فرمایا کہ حضرات اب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلایا آگیا ہے۔ اور اب میں بھی ممبور ہوں ورنہ آپکومعلوم ہونا چاہیئے کہ بخاری کا بخارا بھی ٹھلا نہیں تھا۔

افوس کہ ایسی نعمت عظیٰ اللہ تعالی نے ہمیں بخشی تھی گرہم اس کی قدر نہ کرسکے۔



حافظ صفوان مممد

# شب سیاه غلامی میں نور کی قندیل

رصغیر کے ایک بہت بڑے مستغرب نے ایک بار آخرت کے لئے اپنے زادراہ کے بارے میں مجا۔
"جب اللہ مجہ سے یہ بوچھے گا کہ دنیا میں آخرت کے لئے کیا سامان کیا تو میں مجمول گا کہ حالی سے مدس حالی
(مدوجزر اسلام) لکھوا کر لایا ہوں" مدوجزر اسلام کا اسم بامسی ہونا قطعاً للدیب ہے۔ لیکن اگریسی سوال مجہ سے ہُوا تو میرا جواب یہ ہوگا۔ "اسے اللہ میں نے شاہ جی کی صبت اگرچ نہیں یائی کیکن ان کے مشن کو حق سمجا۔ ان کے افکار پر عور و کھر اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے میں لیسی سی ضرور کی۔

یہ تقریباً ساٹھ برس اوحرکی ایک بہت فاموش وسطے شب کا واقعہ ہے کہ فضاء اھانک لعرہ ہائے تکبیر ملک شکاف صداول سے لرائمی۔ پھر اہل لاہور سے دس بارہ ہزار افراد کے ایک ہجوم کو باطبان پورہ کی طرف برخصے دیکا۔ اس ہجوم پر ایک نظر ڈالئے سے نگاہ جمکتی ہوئی، بڑی بڑی بڑی ہیں آنکھوں، سرخ وسفید نورانی جرہ، مکم کی برخصے دیکا۔ اس ہجوم پر ایک نظر ڈالئے سے نگاہ جمکتی ہوئی، بڑی بڑی ہوں آنکھوں، سرخ وسفید نورانی جرہ، مکم کی ڈارٹھی، اور لیے بالوں والے ایک محدر پوش بزرگ پر جا کررک جاتی تھی۔ یہ سید عظاء اللہ شاہ بخاری تھے جو اہمی ہی دیکھتے یہ تعور کے سے کو گائی بڑھے جو اس ہی دیکھتے یہ تعور کے سے کو گائی بڑھے مجمع میں بدل گئے۔ بات انجینئر نگ کالے لاہور کے پر نہل سے سمان تھی۔ یہ وار ایس گتا ہی کا مرتکب ہوا ہے۔ پر نہل سے سمان تھی۔ یہ برائے ہوئے وار اس اختمال نے بڑھتے چند ہی روز میں کی اس مذموم حرکت پر چند طیور سلمان طبہ مضتعل ہوگئے۔ اور اس اختمال نے بڑھتے بڑھتے چند ہی روز میں کی اس مذموم حرکت پر چند طیور سلمان طبہ مضتعل ہوگئے۔ اور اس اختمال نے بڑھتے بڑھتے چند ہی روز میں غز نوی کو گوخار کر لیا گیا تھا۔ یہ رات کے کوئی ایک بھی کا عمل ہوگا۔ جب ناموس رسول حملی النہ علی والیوری، اور موالنا واؤد کے موضوع پر ایک مدنل اور متنوع تھریر لوگوں کو تر پارہی تی۔ پر ایک بمی اجانک اٹھ کھڑا ہوا۔ طبح یہ پایا تھی اسلم کی حفاظت کے لئے اپنا تمام کی حفاظت کے لئے اپنا تمام کی حفاظت کے لئے اپنا تمام کی حفاظت کے کے بات تمام کی اس ایک میں ایک تمان کیا تمان کیا جائے اپنے کھرکی طرف اٹھی وسلم کی تعدم الجینئر نگر کیا کے اپنا فی کے اس شاخیس مار سے مسئر کی کیا ہے اس کے تمام کی حفاظت کے کوئی بھی کا اس نہ تمام سے قدم الجینئر نگر کیا گی کیا ہے اسے کھرکی طرف اٹھے ہوں۔

ظاندان میں سید الاولیاء حضرت سید عبدالتادر جیلانی اور سید محمد شاہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہو گزرہے ہیں۔ ایک اور خدار سیدہ بزرگ سید عبدالرسول تھے۔ جن کے بارسے میں مؤرخ کشمیر منثی محمد دین فوق نے لکھا ہے۔ "تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مرغی کا انڈہ اور مرغی صرف اس لئے نہیں کھاتے تھے کہ یہ دانہ دٹھا لوگول کے گھرون میں بھی جا کر کھالیا کرتے ہیں" شاہ ہی کی والدہ محتر مدسیدہ فاطمہ اندرا بی کا شہرہ حضرت خواجہ باتی بالشدر حمت الشہ علمہ سے حالمتنا ہے۔

سااوا، تک آپ نے قرآن پاک کے حفظ کے ساتھ ساتھ صرف و نمو اور فقد کی بعض کتب کی تعلیم مکمل کی۔ اس سال آپ کاعقد آپ کے والد کے بچیرے بعائی سید مصطفیٰ شاہ کی دختر گرامی سے ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں آپ نے امر تسر کو صنقر بنالیا۔ اور حضرت بیر ممر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعث موقے۔ آناز تعلق کے ایام کے بارے میں فریاتے تھے کہ "اس زیاز میں بے حد وظائف کرتا تھا۔ طبعیت میں بہت جلال تبا۔ جب محمیل گرتا تھا تو درخت اور دیواریں بیچے بٹتی نظر آتی تھیں" اس زیانے میں شاہ جی حضرت مولانا علام صطفیٰ قاسی کے درس میں شال موقے۔

شاہ جی کے قرآن مجید بڑھنے کا منفرد انداز جب عام ہوا تویہ آواز گلی کوچوں پھر شہر کے بازاروں تک اُن بہنجی - جب لوگوں نے حضرت قاسی کو مجبور کیا کہ وہ سید عالی کو کھلے میدان میں تقریر کی اجازت دیں۔ چنانچ پہلی تقریر اندرون گلوالی دروازہ بازار کمہارال امر تسر میں ہوئی۔ ایک اور صاحب آپ کو نواحی قصر مطال و ند نے کے۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں مولانا شو کت علی کی صدارت میں خلافت کا نفر نس امر تسر کے گول باغ میں منعقد ہوئی جس میں بہلی مرتبہ شاہ جی سے سیار جس میں پہلی مرتبہ شاہ جی نے سیار جس میں پہلی مرتبہ فام بی جس میں کہ والے ہوئی کہ است میں کہ دہ ایک فقوی پر مشرق وسطیٰ اور ہندوستان کے متندر طلباء سے اس مضمون کے دستخط حاصل کئے گئے تھے کہ اور کا میں میں فسریفین ہونے کی وجہ سے واثرہ کہ اللی عشمان خلام حرمین فسریفین ہونے کے باوجود برطانوی استعمار سے بر سر جنگ ہونے کی وجہ سے واثرہ اسلام سے خارج اور کا فربیں۔

رواٹ ایکٹ کی وجہ سے ملک کی سیاسی فصنا میں ایک گوندار تعاش اور صدت بید اہوئی جس سے متاثر ہو کر مسلمانان ہند نے جنگ آزادی ۱۸۵۵ء کے بعد بہلی مرتبہ اپنے جیا لے رصناکار اور بہترین وباغ پروانہ وار فدا کر دیئے۔ چند ہی یوم میں یہ عوامی تمریک محلات اور کوشیوں سے جمونیر میوں، ساجد، پاٹھ شالاؤں اور گوردواروں تک بھیل گئی۔ ایسے ہمد گیر جذباتی دور سے ناممکن تما کہ شاہ جی متاثر نہ ہوتے۔ جوانی کا عالم تما۔ قدرت نے خوش روئی کے علاوہ خوش گلوئی کی نعمت بھی ودیعت کررتھی تھی۔ چنانچ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۱۹ء کا واعظ اور خلیب تمام آساکٹوں کو تیاگ کر میدان عمل میں اس بے جگری سے کود پڑا کہ امنی قریب، بعید کے اور خلیب تمام آساکٹوں کو تیاگ کر میدان عمل میں اس بے جگری سے کود پڑا کہ امنی قریب، بعید کے بزرگان عظمت و استقبال کی درخشندہ تاریخ کو ایک نعرہ محتق سے روش اور اجاگر کر دیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی محلے کی مجد سے اشا کر انسیس سیاست کی سٹیج پر لے آئے۔ اور ابھی چند باہ نہ گزرے تھے کہ حضرت شاہ جی کی شہرت اکناف ہند میں بھیل گئی۔

سیای اور اصلامی دو جزر میں وہ کون سامقام آیا جال کلمت میں کو بانگ وہل بلند کرنے کی طاحت ہوئی اور یہ شیر خدا نتائج سے کی سرح نیاز ہو کر وقت کے فراعز اور نماردہ سے نبرد آزا ہونے کے لئے سب سے اور پیرائم پر نہ دیکھا گیا ہو۔ آزادی کی جنگ ہو یا انگرز کی اسلام دشمنی کے ظلف جاد، سردار دو جہال صلی اللہ علیہ وسلام پر شمنی کے ظلف ترکیک۔ شاہ جی کا عمل علیہ وسلم کی ناموں پر حملوں کے ظلف صدائے احتجاج بلند کر نامو یا بدعات کے ظلف ترکیک۔ شاہ جی کا عمل مرزوق کی کے لباس میں معاصرین میں بسب سے زیادہ افعنل اور موثر تظر آتا ہے۔ فتنہ شائم رسول شائی ہائی اللہ ہویا سلمانال کشمیر پر پال ہویا منظورہ ابھی میشن، کو شر کے مفلوک الحال زلزلہ ذوگان کی امداد ہویا ہے کس و مظلوم مسلمانال کشمیر پر ممان ہوں کی سرز پر شاہ جی سالا وقاف کی حیثیت سے رجز خوا فی کرتے لئے۔ اور ساتھیوں اور جا نبازوں کے مقابد میں زیادہ مرزل پر شاہ جی سالا وقاف کی حیثیت سے رجز خوا فی کرتے ہے۔ اور ساتھیوں اور جا نبازوں کے مقابد میں زیادہ سے زیادہ سرا کو ہفتے ہوئے قبول کرتے نظر آئے۔ وہ ایک ایے بے باک اور مصفر ب دل کے کر آئے مسلم اور سلمانوں کی ہر مصبیب کے وقت بے تاب ہوجاتا۔ ان کی آواز آئی پر دور تو جا تیں۔ ناممکن تعا بلاد اسلام ہے مدار کرد و تے اور دو مرون کو دلاتے تھے۔ بلاد اسلام ہے مطاب ہوں کہ ہو کلیت برانگ آلود ہوجا تیں۔ ناممکن تعا کہ مضائوں پر ظلم کے ظلف آلواز بلند کی اور ان کے مصائب و انہوں نے مصر، ترکی، بحاز الغرض ہر خط کے مسلمانوں پر ظلم کے ظلف آلواز بلند کی اور ان کے مصائب و کرنامور مو خواں ہوئے۔

زور خطابت کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے زانے کے لوگ شیکیئر کے ڈارمہ جو اسٹیس سبزریں انتونی کی تخریر پر مر دھنے نظر آتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس تھریر کا حقیقت میں کتنا از ہوا تھا۔ گین سب اپنے اور غیر بارہا اس بات کا مشاہہ ہو کہ چکے ہیں کہ ناموائن ماحول ہیں جب بھی شاہ جی تھریر کے لئے تحراب ہونے عوام کے غم و خصہ کو نع بہ بائے تمین و آخرین میں بدل دیا۔ جو لوگ جوتے لے کر آئے تھے۔ اپنی جب سے آخری پائی تک نجیاور کر بیٹھے۔ جو کفر کا فتوئی صادر کر چکے تھے پیر ان کے ہاتھ تاحیات دعا کے لئے جب سے آخری پائی تک نجیاور کر بیٹھے۔ جو کفر کا فتوئی صادر کر چکے تھے پیر ان کے ہاتھ تاحیات دعا کے لئے کارو کے لیکن تماری آواز تمارے ہی کا نول سے گھرا کر تمین بلکان کر وے گی۔ گرتم مجھے نہا سکو گے تنظیمی خطوط کے بغیر اپنی ڈار تمارے ہی کا نول سے گھرا کر تمین بلکان کر وے گی۔ گرتم مجھے نہا سکو گے تنظیمی خطوط کے بغیر اپنی ذات میں ایسا جادو رکھے تھے کہ لوگ فقط ایک اشارہ پر تمر وینے کو تیار ہوجاتے۔ تنظیمی خطوط کے بغیر اپنی ذات میں ایسا جادو رکھے تھے کہ لوگ فقط ایک اشارہ پر تمر وینے کو تیار ہوجاتے۔ نظامت او تعلیم کام کی تو پوں کے دہائے آگریز کے شاہی قلد پر مرکوز کئے تھے۔ اختلاف عقیدہ کے بلاغت، خطابت اور طلم کلام کی تو پوں کے دہائے آگریز کے شاہی قلد پر مرکوز کئے تھے۔ اختلاف عقیدہ کے مطاب تاور صلم کام کی کی ایک وجہ یہ تی کہ بائی سلما مرزائیت (مرزا علام قادیا نی) نے انگریزی استعمار اور مرزائیت دوایے صلحت کو ایر رحمت قرار دے رکھا تھا (از الہ اوہا می ساسا) اس وج سے انگریزی استعمار اور مرزائیت دوایے نیا خبی جو آپ کے ایمان کام رکز تھا۔ وہ حن اور حتی پرستوں کی گویاایی تدوار تھے کہ جس باطل کے مر پر اثبات سے جو آپ کے ایمان کام رکز تھا۔ وہ حن اور حتی پرستوں کی گویاایس تھے دور بے کہ جس باطل کے مر پر اثبات سے جو آپ کے ایمان کام رکز تھا۔ وہ حن اور حتی پرستوں کی گویاایس تھے دور بی مطرف

پڑتی اے شن کر ڈالتی۔وہ خدائی بجلی یا آسمانی صاعقہ تھے کہ کفر وصلالت کے جس خرمن پر پڑھتے۔اسے بعسم کر ڈالتے۔وہ فن داؤدی کا ایسا نمونہ تھے کہ صبیب ور قیب سب کو مسور کر دیتے۔وہ صور اسرافیل تھے جس کی حیات بنش وعوت سے مردہ دلول میں جان پڑجاتی۔ جس کی ایک آواز پر بچاس ہزار رصانا کار آزادی کشمیر کے۔ کیات مر پر کفن باندھ کر نکل آئے۔ جس کے ایک اشارے پر متحدہ ہند کے جیل خانے بعرجاتے جس کا داخلہ ایوان مرزائیت قادیان میں زلزلہ ڈال دیتا۔ جنگ آزادی کے کار کنان سے پوچھیئے کہ ان کی امروہہ والی تقریر ضرب انسٹ کے طور پر آج بھی یاد کی جاتی ہے کہ اس نے جنگ آزادی کو نیاڑخ دیا۔

۱۹۵۳ می تحریک ختم نبوت کے دنوں میں لاہور سٹرل جیل میں جب بار شل لاء کے تیدیوں سے البت کا ملاقات کرائی گئی۔ تو آپ نظے باول اور غیگ سر ان کے استقبال کے لئے دوڑے۔ آپ نے سب کو گئیا۔ ایک ایک کی بیڑی اور ہشکر می کو بوسہ دیا۔ اور یوں گویا ہوئے "تم لوگ میرے مربایئہ حیات ہو۔

میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی یا بیٹ یا کئی بادی مفاد کے لئے نہیں پکارا۔ لوگ اس کے لئے برمی برمی تربی میں نے جب میں ان کہ علیے وسلم کی عزت کے تمفظ کی دعوت دی ہے۔ میں نے جب کراتی جیل میں گوٹ کے واقعات سنے اور معلوم ہوا کہ گئی بوڑھے بایوں کی لاٹھیاں ٹوٹ گئیں، ماؤں کے جراغ گل ہوگئے، اور کئی ہماگ اجڑ گئے تو مجھے اس کا ست صدمہ ہوا۔ میں نے وہاں کھا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر کے جانے کا درباب احتیار تک میری آواز پہنچا دی جائے کہ تمفظ ناموس رسول شائی ہے سلم میں اگر کئی کو گولی بازنا مقصود ہو تو وہ گولی میرے سینے میں بار کر شمنڈمی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی باندھ کر میرے سینے میں بار کر شمنڈمی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی گئیں مجھے کھی باندھ کر میرے سینے میں بار کر شمنڈمی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی گئیں مجھے کھی باندھ کر میرے سینے میں بار کر شمنڈمی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی گئیں مجھے کھی باندھ کر میرے سینے میں بار کر شمنڈمی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی

راقم کے دادا سولوی محمد صدیق اسیری کے ان ایام میں شاہ جی کے ہراہ تھے۔ ان دنوں آب ۱۳ فروری ۱۹۳۳ فروری ۱۹۵۳ میں اسیری کے سلند میں اسیر تھے۔ یہ وہی تقریر صمی جس میں آب نے اپنی طوری ۱۹۵۳ میں جو یہ ٹوپی خواج ناظم اللہ بن (وزیر اعظم پاکستان ) مسلح پاؤں برجا کر آکھ دے اور یقنین دلادے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں۔ اگروہ ناموس رسول کا تحفظ کریں تو میں پوری زندگی ان کا خدمت گارر ہوں گا "

جنیا نوالہ باغ کے عادثہ اور تنہج رسوم کے خلاف جہاد نے شاہ جی کووہ مقام دیا کہ جہاں وعظ فرماتے انسان کا سان نظر آتے۔ اس عہد میں ایک نئی تمریک نے جم لیا تعا- مذہب کے گرد حصار کی نئی استواد ہونے والی دیوار کو گرانے کے لئے شب و روز مشورے ہونے لئے۔ اور ایک ایسی جماعت کی تنظیم ہوگئی جس کے رزق کا انصار کذب کے شرکی آبیاری پر تما- آپ کسمی کسمی بڑے جلال سے فرمایا کرتے تھے "ایک وقت آکے گا کہ تم لوگ مماری قبروں پر آکروؤ کے اور کہو گے کہ تمہیں لوگ سے تھے" انہیں ایام میں ایک بھریر میں فریایا۔

"میں ان سورول کا ریوڑ بھی جرانے کو تیار ہوں جو برطش اسپریلزم کی تحمیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں جاتا ہے۔ ان انتظامی کا ایک کا جاتا ہوں۔ اس کو معرف اس

مک سے انگریز کا انخلا، دو ہی خواہشیں ہیں میری رندگی ہیں۔ یہ مک آزاد ہوجائے یا میں تمتہ دار پر اٹھا دیا جاؤں "

ا کیب بار صلع سورت میں سکھوں اور ہندووں کی دعوت پر ایک تقریر منظور فربائی۔ اس تقریر کی تاثیر اور حلات نے سکھوں اور ہندووں سے اللہ اکسر کے نعرے بلند کرائے۔ مولانا شبیر احمد عشانی مبی موجود تھے۔ اسلام کی حقانبت، اللہ کی عظمت، توحید اور بت برستی کی قباحتوں پر حیرت انگیز بیان تھا۔

وہ بھی عبیب منظر تما جب مئی ۱۹۳۰ء میں اجمن خدام الدین کے اجلاس میں حضرت موالنا انور شاہ کاشمیری نے آپ کو امیر شریعتہ کا خطاب دیا اوراپنے دو نول ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے کر بیعت کی۔ حضرت شیخ خود بھی زار و قطار رور ہے تھے۔ اور شاہ جی کی آبھوں سے بھی گویا آنسوؤں کا سیل روال جاری تما۔ آپ لاکھ انکار کرتے تھے اور حضرت شیخ اصرار کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کی شنعیت میں مقبولیت اور جاذبیت کا وہ دور ضروع ہوا جواس سے قبل کمبی نہ تھا۔

وہ حریت وساوات کی جنس گرال بار اٹھانے زندگی کے بازاروں میں تقریباً نصف صدی تک اوگوں کو ہر لفظہ بلاتے رہے۔ انسوں نے اس گورستان میں برسوں اوا نین تھییں۔ لیکن عظام رگوں کے سنجمد خون کو اپنی گرم گفتاری سے حرکت میں نہ لاسکے۔ اور یوں یہ بد نصیب لوگ اب شاید ہمیشہ کے لئے خلام ہوگئے۔ اگر بخاری پماڑوں کو پکارتے تو شاید خاک راہ بن کر دامن سے لیٹ جاتے۔ اگر ستاروں کو آواذ دیتے تو وہ یقیناً اپنی قندیلیں زمین کے حوالے کر دیتے گر آہ! بخاری نے ان کے درواذوں پر سریشا جن کے ول خون سے تھی، آئکھیں بصارت سے محروم اور کان صدائے حق سے نا آشنا تھے۔ یا بالفاظ دیگروہ لوگ

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصار هم غشاوة .

کی حقیقی تغییر تھے۔ دردناک اور فائک شکاف آواز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا، عالم و جابل اور مخالف و موافق سب
کا یکسال طور پر متاثر ہونا ان کی وہ خصوصیات ہیں کہ کوئی ان کی ہمسری کرنبی پھی سکتا۔ محافقین کو ہم خیال
بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا تھیل تھا۔ بعض اوقات تو بولئے سے قبل ہی مجمع کو ایک ساحرانہ نگاہ سے محود
کردیتے تھے۔ اسے مخالف پر یوں حملہ آور ہوتے کہ ایسا خطیب کی نے دیکھا ہوگا اور نہ سنا۔ فکری تخلیل سے
وہ نقشہ تھیئیتے تھے کہ دنیا کا کوئی مقرر ان کی نقالی نہیں کر سکتا۔ احرار کی قیادت کے دنیا تھی آپ کے دہن
مبارک میں دو دھاری زبان اور باطن میں قلب جرار تھا۔ جس نے قادیا نیت کا جنازہ فکال دیا۔ مولانا محمد علی جوہر
کی خطا بت اور قیادت دو نوں مسلم انشوت ہیں۔ ایک بار شاہ مجی کے بارے میں فربایا۔ "ظالم سے نہیلے تقریر
کی خاصکتی ہے نہ بعد میں۔ اس کے بعد تقریر کرنے والے کارنگ نہیں جمتا اور اگر اس سے پہلے تقریر کریں تو
کی جا سکتی ہے نہ بعد میں۔ اس کے بعد تقریر کرنے والے کارنگ نہیں جمتا اور اگر اس سے پہلے تقریر کریں تو

لد حارام والے کیس کے سلسلہ میں ایک گواہ سید مقبول شاہ جوان د نول للد موسیٰ میں ہید کا نسٹیبل تما کہتا ہے۔ "جب میں ہائی کورٹ میں شاہ جی کے خلاف شہادت دینے کے لئے گیا تولاہور کے سپر نشنڈ نش سی آئی ڈی نے مجھے خاص طور پر ہدایت کی کہ دوران شہادت شاہ جی سے آئکھہ نہ طانا۔ اگر آئکھہ ل گئی توشہادت نہ دے سکو گے۔ یہ واقعہ حضرت مرحوم کی مقناطیسی شخصیت کی ایک اد ٹی مثال ہے۔

خاہ می دوسروں کی عیوب کی پردہ پوشی فراتے تھے۔ کسی کی دل آزادی ان کا شیوہ نہ تعا- صلح کل ان کا سلک تعا- ان کے منے کسی کی بدہ جو ٹی بات نہیں سی۔ وہ اس بات یا روایت کو ہر گر بیان نہ کرتے جس کی صب میں انہیں فرہ برابر بھی شک ہوتا۔ بے مد مسکسر الرائع تھے۔ ہم ی کیام میں ایک بار فرار ہے تھے۔ "میری زندگی ہی کیا ہے ؟ میں کیا ہوں ؟ نہ ہی ہوں نہ ولی ۔ فدا کی تعاوق میں سب سے برا اور عاجز!! میرے گناہوں پر میرے مالک نے پردہ ڈال دیا۔ ور نہ عظاء اللہ جیسے کوڑوں بارے بارے پرتے ہیں جنہیں میرے گناہوں پر میرے مالک کے دو تو آن کی محجہ فدمت مجھ سے لے اور اس پر ہمی کوئی واللہ نہیں۔ یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے قرآن کی محجہ فدمت مجھ سے لے کا۔ اور اس پر ہمی کوئی واللہ نو کات ہو جائے گی۔ ان شاء وعویٰ نہیں۔ استعفراللہ! پوری زندگی میں کہا ہوا کوئی ایک حرف بھی قبول ہوگیا تو فات ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ اللہ علی واللہ علی و سلم کے بعد کسی کوان کا حرب بھے ذیکھنا میں برداشت نہیں کر سکتا۔ اور کوئی عمل میں صفی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کوان کا حرب بھی بیا ہوں"

9 ربع الاول ۱۳۹۱ عد طابق ۱۳۱ گست ۱۹۹۱ کی شب ابل ملتان نے یہ و قراش خبر سنی کہ معنل عزم و عمل کا وہ جراخ جو کئی برس سے مرض و صعف کے شدید جو کمول سے بجہ بجہ کر منبیل جاتا تھا۔ ۲۲ برس کی حناگستریوں کے بعد بالاخر آج شام چھے بح کر بیپن منٹ پر ہمیش کے لئے بھر گیا۔ وہ جس کے دروازے پر بڑے بڑے رہے دوئا، آفیسرز، وزرا، ، علما، اور عوفیا، عاضری وینا باعث صد افتخار گردائتے تھے کرائے کے ایک بوسیدہ مکان میں اپنی زندگی گزار کر خوش رہا۔ بڑے بڑے برے باوشاہوں کے جنازے یوں نہ اٹھے ہوں گے بیب اس فقیر کا جنازہ اٹھا۔ جنازہ اٹھانے جانے کے وقت دولا کھرے زائد خوش قسمت عقیدت مندول نے ایمرسی کی گوگر گوئند شمتان میں آپ کے بڑے شاہ بی نماز جنازہ ادا کی۔ وبیش کش کی سے شاہ بی نماز جنازہ ادا کی۔ وبیش کش کی سے شاہ بی بیان بیس ترفیل کی بیش کش کی ۔ جے شاہ بی نماز جنازہ ادا کی۔ وبیش کر نمازہ نمازہ نمازہ نمازہ کی جانے کے اہل خانہ بی بیش کش کی ۔ جے شاہ بی کی خام جے بیانہ میں آپ اکا گست کے اہل خانہ بی بیش کر نمازہ نمازہ کی خام جے بیا کہ بین اور جانہ کری بین اور دوزاری کی انتہ ہو گئی۔ برصنیں کی تفیہ طرازیوں اور خوش الحانیوں سے ہمیشہ کے لئے سوں مثی بیب است سفور بیانہ اور دیا اس بلبل مبزار داستان کی تفیہ طرازیوں اور خوش الحانیوں سے ہمیشہ کے لئے مول موم ہوگئی۔ جو خرم ما طل پر بھی کی اند ٹوشتی تھی۔

آج مٹی کا وہاں ڈھیر سا ہو گا ساغر سر جکاتی تھی جال اوج و قلم کی دنیا علامه انورصابری ( دیوبند)

### عصرِنو کی ظلمتوں میں روشنی کی ہوت ھے (دوج سنادی کامار)

اللہ اے شیر نیتان عطاء تؤير ايمان رسول نور كونين تھا صورت میں جمال سید تقا تیرا مراد سیرت تقريه کا پرتو شاه تری شاه وابست عروج سس انم, تقمی عشق تقى تقذريه کی ے الفاظ كوثر یں جوانی میں الفاظ گل К خوش تھا رتک تو اول کا شعور جنگ کو حاصل قرن تقا 3 کی مجمسانى ختم نبوت نے دی ج قرآنی تھے! امراد ميسر دولت کا نعرو تحبیر تھا الامين روح تو رنّل القرآن ترتیلا ک خور 1 تیری صحبت میں نظر کی آئی محابہ آنينه R شجاعان تقى سلف تیری ذات احار کی روح تو چمن بندی تھا آزادي آرزو 7 مندی تھا تک ممنون آواز آج ذره تری R 4 نغمہ تھا حریت کے دلکش ساز کا كانتيا افرنگ تیرے نام سے خاص نبت تھی تخير پنیبر اسلام ہے آدمیت کے اصول سکھلائے جہاں کو طبع وشمن بھی نہ ہوتی تھی بھی تجھ سے ملول

جزيه محمود تيري پاک شريانوں ميں الهند کے جانباز دیوانوں میں علمتول میں روشنی کی موت ہے در حقیقت زندگی کی موت ہے شمجھی حن عقیدت کو بھلا سکتا رفاقت کو بھلا سکتا نہیں يمار ' رنجيده مول ' افرده مول مين جاوید! تیری یاد میں مردہ ہوں میں خون دل برسائے گی آعر چٹم اشکبار مٹ نبیں کتی مرے دامن سے تیری یادگار بے قراری مر شبي تصور ماتم ہے بخاری میں چھیائے سوز جان برق طور آخرش جنت میں پنجا اپنے tt کے · کاروان جادہ ماضی کے اے مخلص امام ہر ورق بیمج گا تجھ پر مصحف دیں کا سلام

حضرت ناہ جی مرحوم ان معدودے چند سمتیوں میں سے تھے جنوں نے گدشتہ نصف صدی میں برصغیر ہندوستان و پاکستان کے سندا نوں میں صحیح سیاسی شعور پیدا کیا۔ گرافسوس کہ سلمانی ان کی اقدار کو نہ صرف فراسوش کر سلم ہیں۔ بلکہ سیاسی طور پراسی سطح پر پہنچ ہے ہیں جہاں آج سے پیاس سال پہلے تھے۔ ہماری ناابلی اور بدقسمتی کی انتہا ہے کہ ہم نے ایسی نامور سمتیوں سے کما حقہ، استفادہ نہیں کیا، دراصل یہ قدرت کا اصول ہے کہ جب کی قوم کے اعمال و افکار بہت بست ہوجاتے ہیں تو بہت عظیم شعصیتیں بھی ان کواس قعر منات سے نہیں قول سکتیں۔ اور ان کی تمام تر کوششیں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ خدا کرے میرا یہ اندازہ غلط ہو مگر حضرت ناہ جی مرحوم جیسے مخلص اور بهادر رہنما کے ساتھ جو سلوک ہماری قوم نہ لا کی زندگی میں اور ان کی یاد کے ساتھ ان کی وفات کے بعد کیا ہے اس سے میں بایوس ہوں۔ اور یہ ہماری قومی زندگی کے لئے ایک المناک سانچہ ہے۔

ميرعيدالقيوم مرحوم ايدوو كيث

#### ميال ممد شغيع

# تحفظ ختم نبوت كا داعي

بھپان سے ہی میں مذہبی جلسوں میں جایا کرتا تھا۔ اور مواعظ حسنہ سستفیض ہوتا۔ کئی علماء کرام کو سننے کو اتفاق ہوا۔ جو کیف و مرور موافق پر محم ہی نصیب کو اتفاق ہوا۔ جو کیف و مرور موافق پر محم ہی نصیب ہوا۔ اگرچہ اور علماء بھی علمی اعتبار سے بمر بیکرال تھے لیکن تقریر کرنے کا ملکہ ایک قدرتی عطمیہ ہے۔

یہ اس کی دین ہے جے پرورد گار دے

مولانا عظاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت بڑھی رعب دار تھی۔ گھنی دار تھی، گندی رنگ، سناسب جسم، کشادہ چسرہ، ہاتھ میں اکثر عصار کھتے۔ آواز سوز سے معمور تھی۔ اگر کسی وقت الاؤمپیکر خراب ہوجاتا تو آپ کی آواز اتنی اونجی اور پاٹ دار تھی کہ دور پیشیے ہوئے سامعین کو بھی صاف سنائی دیتی۔

جب تھریر کرتے وقت قرآن پاک کی آیات کی تلات کرتے تو مجمع پر سکوت طاری ہوجاتا اور لوگ عش عش کر اٹھتے۔ ہر ایک یہی جاہتا اور لوگ عش عش کر اٹھتے۔ ہر ایک یہی جاہتا کہ مولانا قرآت جاری رکھیں اور وہ سنتے رہیں۔ فرایا کرتے سیری عمر کا بہت رہ حصہ جیل میں گزرا یاریل کے سفر میں۔ عربعر تحریک تعفظ ختم نبوت کے زبردست واعمی رہے۔ اپنے سلک یہ چان ان کی طرح ڈٹے رہے۔ اس اوہ میں قید و بند کے مصائب خندہ پیشائی کے ساتھ جھیلے۔ یہ امر نمایت خوش آئند ہے کہ جو نصیب العین عمر بعران کے بیش نظر دہا۔ بالا آخر مرزائیوں کو طیر مسلم قرار دیئے جانے پر منتج ہوا۔ اس طرح وہ جدوجمد جوعرصہ سے جاری تھی اور جس کی خاطر شعر رسالت کے بے شمار پروا نوں نے جانوں کے نذرانے بیش کے کامیا تی ہے جکنار ہوئی۔

حاصل عمر نشار رہ یارے کردم شادم از رندگی خویش کہ کارے کردم

ایک دفعہ هاضرین کے سامنے اپنا اور مرزاغلام قادیا فی کے کردار کا مواز نہ پیش کیا۔ فرمایا کہ اگر مرزائی حضرات ایسے کردار کا مالکہ شخص کو نبی ماننے پر صعربیں تو پعر انہیں نعوذ باللہ جھے خدا ماننا پڑے گا۔ فروعی سائل میں الجمنا بسند نہ کرتے۔ ایک شخص نے استغبار کیا کہ کیا مردہ افراد سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مردوں کا کیاذکر ہماری بات توزندہ بھی نہیں سنتے۔

تقریر کرتے وقت سامعین کورلاتے اور ہنساتے بھی۔ کئی معروف شعرائے کرام کے اشعاریا و تھے۔ تقریر کے دوران جمال جمال موضوع سنمی تقاصاً کر تامناسب اشعار سناتے۔ اس سے ان کی تقریر کی جاشنی دگنی موجاتی۔

بذار سنج اور حاضر دماغ تھے۔ دہلی میں ایک جلسے سے خطاب کر رہے تھے کہ سامعین میں سے ایک نے اٹھہ کر بوچھا کہ مولانا آپ نے جو پچھلے سال کلکتہ کے قیط ددگان کے لئے چندہ جمع کیا تعااس کا حساب دیں۔ مولانا نے فرایا کہ ہم سے حساب کا تقاصا ایسے حضرات کرتے ہیں جنوں نے بدات خود کی نیک کام کے لئے ایک و میں ایک کام کے لئے ایک و میں بیان کریں کداس نے کتنا چندہ دیا تھا۔ اس پر وہ فاموش رہا اور تھسیانا ہو کر بیٹھ گیا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ ہم حساب دیں گے ضرور لیکن قیاست کے دان اہم کم الماکمین کو۔

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو دامن نپوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

لاہوریں موجی دروازہ کے باہر ایک پر ہوم جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہالاہوریو! میں تم سے خوب واقعت ہوں۔ تقریر کرتے ہوئے کہالاہوریو! میں تم سے خوب واقعت ہوں۔ تقریر بر تعریف کے ڈونگرے برساتے ہواور کہ اٹھتے ہوواہ اور جب میں پابند سلاسل کیا جاتا ہوں تو تم تھتے ہو آہ۔ اس آہ اور واہ میں میں ہوگیا تباہ (کیکن اتنا ضرور ہوا کہ ہماری آہوں اور جد مسلسل سے کتنوں کے مقدر سنورگئے) گویا۔۔۔۔

جو ہم پہ گزی سو گزی گر شب ہراں ہمارے افک تری عاقبت بنوار بطے

ایسا کئی بار ہوا کہ شاہ جی نے اپنی تقریر کا آغاز عشاء کی نماز کے بعد کیا اور جب سرکی اذان فصامیں بلند ہوئی تو آپ نے اپنا بیان ختم کیا- اس طویل دورانیے میں مجمع سر زدہ رہتا اور ان کی تقریر سننے میں اتنا مو کہ بوریت یا نینداس کے زدیک نہ بعظیمے-

خفیہ پولیس کا سٹاف سایہ کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا۔ ایک مرتبہ کی گاؤں میں تقریر کرنے جا رہے تھے۔ ٹا گئے پر ایک اور شفس ان کا ہمسفر تعا- شاہ جی نے بعا نب لیا کہ یہ سی آئی ڈی کا آدی ہے۔ جب شاگئے سے نبیج اتر سے تواس شفس سے کہا کہ کتا ہوں کا بعادی بندال جودہ اپنے ساتھ نے ہوئے ہیں بیر انہ سالی کے سبب وہ اسے اٹھانے سے معدور ہیں۔ اس لئے کیا ہی اچیا ہواگر وہ اسے اٹھانے لیے قلال گاؤل تک جو دہا سے تیں میل دور ہے بہنچا دے۔ اس نے بادل نمواستہ عامی بعر لی۔ جب منزل مقصود پر پہنچ توساتمی میں کا دے دارے ندھال ہو مکا تعا۔۔۔

جب ممکنت پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو شاہ جی نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ اور ان کی جماعت اس نوزائیدہ اسلامی سلطنت کا ول وجان سے دفاع کریں گے۔

مولانا نے طویل عمر پائی جب انسقال فربایا توانکے جید فاگی کوملتان کی سرزمین نے جس میں اور مبمی کئی علم ومعرفت کے در خشندہ ستارے آسودہ فاک ہیں اپنی آغوش میں لیا-ع آسماں تیری لدیر شنبنم افشا فی کرے

("صدف ریزے"صفحات ۲۸ تا۸۹)

أضرف عطاء

#### آزادي كا داعي- ايك مجابد عالم دين

کتنے دور آئے اور ختم ہوگے۔ کتنی عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں اور عدم آباد میں ابدی نیند سو گئیں۔ با کتنی حکومتیں بنیں اور انظلبات کی ندر ہو گئیں۔ تاریخ کے اور اق میں ان کے کارناموں کی مناسبت سے ان کا فار کم ہوتو لیکن گردش زمانہ نے عوام کے داخوں سے ان کی یاد مو کر دی ہے لیکن کچھائیں شخصیتیں بھی ہیں بین جنبیں انسان بھوننا بھی جائے تو بھول نہیں سکتا۔ شاہ جی کے کارنا سے ان کی قربانیاں، ان کا ایثار، ان کی باغ و بہار طبیعت، ان کے لوئی نہیں سکتا۔ شاہ جی کئی طنز، ان کا مرزاح اور پھر فارسی، عربی اور اردو کے میزاروں اشعار جو انہیں از برتھے ان اشعار کی ادا کی گاریان میں تقریریں، برطانوی جبرو استبداد کے سامنے خم شعونک کر ہر قدم کے نتائج و عواقب سے لیے نیاز ہو کر ان کی ہندوستان گیر جدوجد، یہ استبداد کے سامنے خم شعونک کر ہر قدم کے نتائج و عواقب سے لیے نیاز ہو کر ان کی ہندوستان گیر جدوجد، یہ وہ وہ اقعات بیں جنہیں کوئی شخص آسانی سے فراسوش نہیں کر سکتا۔

سید عطاء الله شاہ بخاری بے حد ذمین تھے۔ انہوں نے اپنی قابلیت اور ذبانت سے مفتی صاحب کا دل موہ لیا- ایک روزمفتی صاحب نے اپنے حافقہ درس میں فرمایا-

"عطاء الله شاہ مستقبل میں ایک تاریخی شخصیت ثابت ہو گا۔ اور ملت اسلامیہ کے مردہ قلوب میں زندگی کا نیا جوش، نیا ولولہ اور نیا خون دوڑا دے گا۔"

حضرت مفتی صاحب دحمتہ الٹدعلیہ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ہوئی۔ امیر شمریعت سید عطاء

التٰد شاہ بخاری نے مسلمانانِ ہند کے قلوب میں نیا جوش، نیا ولولہ، نئی تڑپ پیدا کرنے میں جو عظیم کردار اوا کیا وہ برصغیر کی تاریخ میں حریت کا قیمتی سرمایہ ہے۔

جب شاہ جی امر تسر کی معبد خیر الدین میں پڑھا کرتے تھے ان دنوں مولانا ابوالکلام آزاد امر تسر کے اضار "و کیل" کے مدیر اعلیٰ موا کرتے تھے۔ آغا حشر میسائیوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے کیا کرتے تھے۔ آغا حشر لینے دور کے بہت بڑے مناظر تھے۔ وہ عظیم شاعر بلند پایہ ڈرامہ نویس ہی نہیں تھے بلکہ ایک شعبہ نوا مقرر اور جادہ بیان خطیب بھی تھے۔

شاہ جی مولانا ابوالکلام آزاد کی ان دنوں کی جبکہ وہ "و کیل" میں مدیرتھے۔ تصویر محجد اس طرح سے تھینجا کرتے تھے۔

"ایک سروقد رعناصورت، برای برهی بده بحری آنکمول کا نوجوان، باس صاف ستمرا اور اجلی اور استرا اور اجلی اور استرا اور اجلی اور استرا اور این کی نفاست طبع کا آئینه دار، با تول میں شمبرا آور قلم میں انگارے مصریتے۔ کی مسئلہ پر بات کرو تو معلوات اور دلائل و براہین کا سمندر شما شمیں بارنے گئے۔ خطابت کا شمنشاہ، تحریر کا دھی، ایک عظیم شخصیت، دینی، ملکی، ادبی، شعری، سیاسی، بین الاقوای، اور بین المملئی کوئی معالمہ ہو۔ اس پر تجمیداس طرح روشنی دالتا کہ اس کا ہر الجہاؤ دور ہوجاتا اور ای کی ہر گئی سلم کر سامنے آجاتی۔ علم وادب کا یہ آفتاب پوری آب و تاب سے آسمانی ہند پر چکا۔ اس کے سامنے سب کی قند میلیں مدھم بر گئیں۔

وہ امام الهند تھا۔ اس کا مقام مذہب وساست میں بہت بلند تھا۔ وہ ایک گل شگفتہ تھا جس کی بو ہاس سے گلستان ملت کو تروتاز گی ملی۔

ایک روز با توں یا توں میں کھنے لگے

ایک رود با بون با بون با بون ایس سے سے اسے اسے اس بندا مسلم میں میں میں میں اگریہ، اگریہ، سیس نے آغا حضر کواں عالم میں بھی دیکھا ہے۔ کہ وہ ایک بیعرے شیر کی طرح عیدائی، آریہ، سماجی اور دہریہ مبلغوں پر جبیشا۔ آغا حضر محمد شاہ بے بناہ صلاحیتوں کا مالک تعا۔ جب وہ لتریر کرتا تواں کے مخالف اس سے بناہ منگفت اس میں مخالف اس کے مخالف اس سے بناہ منگفت اس منامی اور عیدائی لشریح کا عمیق نظروں سے مطالعہ کر کھا تھا۔ بھی وجہ تھی کہ عیدائی پادری اور آریہ سماجی اس کے مقابلے میں آنے نظروں سے مطالعہ کر رکھا تعا۔ بھی وجہ تھی کہ عیدائی پادری اور آریہ سماجی اس کے مقابلے میں آنے سے کشراتے تھے۔ شکوہ یورپ کا یہ مخالف میں طرف و ند ناتا پھرتا ۔ کوئی مقابلہ پرنہ آتا۔ افوس کہ حضر ایسا مناظر۔ حضر جب تک رندہ دہا۔ وڑرامہ حضر ایسا مناظر۔ حضر جب تک رندہ دہا۔ وڑرامہ نویس کی دنیا میں اس کا طوعی بولتارہا۔ یقیناً وہ اپنے وقت کا شیکمپیئر اور کالی داس تھا"۔

شاہ جی ابھی حضرت مفتی محمد حن کے حلقہ درس میں ہی شامل تھے کہ جنگ عظیم شمروع ہو گئی اور پھر

انگریزوں نے عراق، دمشق، فلسطین، اردن وغیرہ عرب ملکوں پر قبصہ کر لیا۔ مشرق وسطی پر ہللی پرچم کی جگہ

تنلیث کا جمنا المرانے گا- مقاات مقدمہ پرانگر بزول کا قبصنہ ہوگیا- اتحاد یول نے ظافت عثمانیہ کے لباد ہے کو ارت اللہ کر دیا۔ ترک جو پانچ سو سال تک یورپ کے سینے پر مونگ دلتے رہے ہے۔ شکت کھا گئے- استنبول پراتحادی فوجوں نے قبصنہ کر لیا- عثما فی ظیفہ کی حیثیت ایک محکوم حکر ان کی ہو کردہ گئی- ان واقعات نے مسلما نوں کے قلوب میں انگریزوں کے ظلف نفرت و حقارت کا ایک طوفان موجزن کر دیا- انگریزوں نے ہندوستان کو سیاسی حقوق اور آزادی دینے کے سلما میں جو وحدے جنگ کے دوران کے تھے- وہ اپنے ان وعدوں سے معرف ہوگیا- اس نے ہندوستانیوں کی دفاداری اور قربا فی کا یہ صلہ دیا کہ ملک میں روائ ایک فی نافذ کر دیا- برطا نوی حکومت نے ہندوستانیوں کے ساتھ بالعوم اور سلما نول کے ساتھ بالعوص جو سلوک کیا اس کے نتیجہ میں سارے ملک میں حکومت کے ظلف مظاہروں کا سلما خروع ہوگیا- ان مظاہروں نے شدت احتار کی توجایا نوالہ باغ کا خونی واقعہ رونما ہوا- سلما نوں نے احیائے طافت کے سلمہ میں تحریک خروع کی اور عرب ممالک اور ایک روائے کردے- ترکی اور عرب ممالک اور ایک عوائے کے دوے ترکی اور عرب ممالک

تحریک ظافت کو چلانے کے لئے ملک میں طافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ظافت کمیٹی میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شو کت علی، فراکھر مختار احمد انصاری، مولانا ابوالکلام آزاد، علیم اجمل ظاں، مولانا ظفر علی طاں، عبدالرحمن صدیقی، سیدراغب احس اور مولانا ثناء اللہ پانی پتی۔ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کھایت الله، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا سید عطاء الله نناه بخاری، شیخ حیام الله ین، چود حری افضل حتی، مولانا مظهر علی اظهر اور صوفی ظلم محمد فریکی محل سب ہی شائل تھے۔ یہ تحریک آندھی کی طرح اشمی اور طوفان کی طرح پورے ملک میں جی سام الله یس جھا گئی۔ سلما نوں نے تحریک ظافت شروع کی تو گاندھی جی نے جو جنوبی افریقہ سے ہندوستان کہ سی تھا۔ کے محدود سے گرانا چاہتے تھے۔ ملک میں آنے کے بعد گوط ندے گرانا چاہتے تھے۔ ملک میں عدم تعاون کی شروع کر دی۔ ترک موالات اور ظافت تحریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی تحریک شاوت کی مواقت کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی تحریک شاوت کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی تحریک شاوت تحریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی تحریک شاوت کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کی عدم تعاون کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کو بھوٹر کی توریک کے الحاق نے برطانوی عکومت کو بھوٹر کے بھوٹری کے بعد گوٹر کو برکی شروع کی دوری توریک کے بعد گوٹر کے بھوٹر کی توریک کے بعد کی توریک کے بعد گوٹر کی توریک کے بعد گوٹر کی توریک کوٹر کی توریک کے الحاق کے بعد کی توریک کے الحق کے بعد کی توریک کے بعد کوٹر کے بعد کی توریک کے بع

ہے اتحادی فوجوں کو ٹکال لیا جائے اور ترکی اور عرب ممالک کی آزادی کو تسلیم کرلیا جائے۔

بنیادوں کو متر زن کر دیا۔
تمریک ظافت میں سید عطاء اند شاہ بغاری میدان سیاست میں تشریف لائے۔ انہوں نے معجد خیر الدین میں ایک درنائے دار تقریر کی۔ ان کی تقریر کیا تھی ایک لاوا تھا، جس نے ہر طرف آگ گا دی۔ ان کی دوسری تقریر موجی دروازہ کے باغ میں ہوئی۔ اس جلس سولانا ابوالکلام آزاد، گاندھی جی، مولانا ظفر علی خال، نے بھی تقریر میں کیس۔ یہ وہ رہنماتھے جن کی خطا بت پر کوئی شخص الگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جن کی خطا بت ملم تھی لیکن جب ان تقریروں کے بعد سید عطاء اند شاہ بخاری نے تقریر ضروع کی تو ہر شخص شاہ جی کو میرت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ گورے چئے رنگ اور دوہرے بدن کا ایک نوجوان تھا جس نے چور ٹمی استینوں کا کھدر کا کرتہ ہیں رکھا تھا اور تہیند زیب تن تھا۔ سرپررومال لیپٹ رکھا تھا۔ ہوں میں ایک ڈیڈا

تلاوت قرآن ممید کرنے کے بعد جب شاہ جی نے تقریر شروع کی توان کے ایک ایک فقرہ پر ساری فضا نعروں سے گوخ اٹھی-انہوں نے برطانوی سامراج کے بنے ادھیر کر رکھدئے۔اس تقریر کے بعد شاہ جی کی دھاک بڑے بڑے لیڈر بھی مان گئے۔ اوران کا شمار ہندوستان کے جوٹی کے لیڈروں میں ہونے لگا۔

تحریک خلافت میں سید عطاء الند شاہ بخاری کی تحریروں نے نہ صرف پنجاب اور مسرحد میں ملکہ پورے بندوستان میں آگ لگا دی- علمائے فرنگی محل نے ان و نول فوج اور پولیس کی نوکری حرام کا فقری دِیا أَیه تریک انتہائی پر جوش تھی- اس کی وجہ سے طلباء نے سرکاری سکول اور کالج ترک کر دیئے، و کلاء نے پریکٹس چھوڑ دی۔ پولیس اور فوج کے سینکرول افسرول اور سپاہیول نے طازمت ترک کر زی۔ اپنے زمانہ میں شاہ جی کی تقریر سے متأثر ہو کر چود هری افضل حق نے جو پولیس میں ایس ایچ اوتھے۔ ملازمت سے استعفی دیدیا اور تمریک میں شامل ہو گئے۔

چود حری افسنل حق اکثر کھا کرتے تھے کہ مجھے میدان سیاست میں لانے کا سہرا ٹناہ جی ئے سر ہے۔ جن کی تقریر نے مجھے گرویدہ کرکے اسلام اور ملک وملت کا شیدائی بنا ویا۔

تحریک خلافت میں شاہ جی کو تبین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ان کے خلاف اس تحریک کے دوران اور بھی مقدمات جلائے گئے لیکن سزا صرف ایک مقدمہ میں ہوئی۔

تر یک خلافت اور ترک موالات کے بعد ملک میں ہندو مهاسبائیوں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کر دیں۔ راجیال، سوامی شردھانند، بھولا ناتھ اور ناتھورام نے لاہور، دہلی، کلکتہ اور کراچی سے ایسی کتابیں شائع کیں جن میں مسلمانوں کے آقا ومولارسول خدامٹائیلیج کی شان اقد س میں گستاخیاں کی گئی تسیں۔ 

"وہ زبان گدی سے کال کی جائے گی جو سیرے نبی ٹھیکٹے کی شان میں گستاخی کرے گی۔ مهاضاؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ایسی کتاب اور مضامین کی اشاعت کر کے آگ کے شعلوں سے تھیل رہے بیں۔ مسلمان ہر چیز برداشت کر سکتا ہے لین لینے آقاؤ مولا کی خان میں گتاخی برداشت نهیں کر سکتا"۔

آپ نے اس جلسہ میں اپنی ٹوپی کوہا تھ میں لے کر فرمایا۔ " ہندو فطر تا طلام واقع ہوا ہے۔ وہ ایک ہزار سال سے طلام جلا آرہا ہے۔ وہ آزادی کا تصور تک نہیں لاسکتالیکن مجھے تو آج بھی اپنی اس دویلی سے بادشاہت کی بو آزرہی ہے"- پھر فرمایا "ہندواور مسلمان کے درمیان اتحاد کبھی نہیں ہوسکتا۔ ہندوجس گائے کواپنی ماتا مانتا ہے۔

اس کے پیشاب کو پوتر سمجھتا ہے۔ میں اس کو تھمروں تک جبا جاتا ہوں۔ ہندو کی تہذیب الگ،

نمدن الگ، مذہب الگ وہ ہزاروں بتوں کو پوجتا ہے۔ وہ شولنگ کے سامنے یا تھار گڑتا ہے لیکن میں توحید کا علمبردار ہوں۔ میں ایک خداکا بجاری ہوں۔ بت پرستی اور توحید کمبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ ظلت اور روشنی میں کمبھی ملاپ نہیں ہوسکتا۔

ہم سلمان، بت شکن ممود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کی روایات کے عالی ہیں۔ ہندو
یہ کیوں بھول گیا کہ اس نے ایک ہزار سال تک ہمارے آستانہ کھال پر خاصیہ فرساتی کی ہے یہ
قوم جو ڈو نے دے کر جاگیر داری کی بھیک ہانگتی رہی ہے۔ آج سلما نوں کو آتھوں دکھارہی
ہے۔ ان کی زبان درازیاں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ مسلما نوں کے آقا و سولائی بھی شان اقد س
میں گنافی کرنے کی جرآت کر رہی ہے۔ یاد رکھووہ ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے جو سلما نوں کے
بینمبر مائی بینم کے خلاف قلم کو جنبش میں لائیں گے۔ وہ زبان کاٹ لی جائے گی۔ جو ہمارے آقا و

شاہِ جی کواسِ تقریر کی بنا پر گرفتار کرلیا گیا اور دوسال قید باشقت کی سرا دی گئی۔

سائمن تحمیش کی آ مد کے بعد ملک کی سیاست نے ایک بار پھر پلٹا کھایا۔ ان ہی د نوں پندٹت موتی لال نہرو آنجها تی نے فرقہ وارا نہ سنلے کے حل کے سلسلہ میں ایک دستاویر شائع کی۔ جتے ہمرور پورٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے اس رپورٹ کو مسلما نوں کے لئے ضرر رسال قرار دیا اور نہایت واضح طور پر یہ کھا کہ نہرو ایسی رپورٹ پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہندوستان میں ہندو اکثریت ہی انگریز کی صحیح جانشین ہے۔ ہندو مسلما نوں کو اجیر اور اچھوت بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ ان د نوں مجلس ظافت وہ گروپوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ ایک کی قیادت علی بردران کے ہتھوں میں تھی۔ دوسری طرف پنجابی ٹولد کے نام سے پاتھوں میں تھی۔ دوسری طرف پنجابی ٹولد کے نام سے پاتھوں میں تھی۔ دوسری طرف پنجابی ٹولد کے نام سے پاراد کر سے جو میں مولانا عظاء اللہ شاہ بخد شاہ مولانا عبدالقادر قصوری، شیخ صام الدین، مولانا

اس کے بعد پنجاب میں سخت ہنگا ہے ہوئے۔ نہرور پورٹ کے حن میں اور خالفت میں جلے ہوئے۔
سظا ہرے ہوئے۔ ان ہٹگاموں کے بعد الہور میں آل انڈیا کا نگرس کا اجلاس وریائے راوی کے کنارے پنڈت
جواہر لال نہروکی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے قبل پنجاب کے خلافتی مولانا ظفر علی عال کی صدارت
میں جازی بلڈنگ بیرون دہلی دروازہ الہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے مجلس احرار اسلام تا تم کر چکے تھے۔
کا نگریس کے اس اجلاس میں نہرور پورٹ کو دریا برد کر دیا گیا اور مکمل آزادی کی قرار داد منظور کی گئی۔ جس کی
تائید میں سردار عبدالرب نشتر، مولانا سیدعطاء الخدشاہ بخاری اور مسر سروجی نیڈو کی ہشیرہ مسر نمیکرنے جو

سوشلٹ لیڈر تھیں بڑمی زور دار تقریریں کیں۔ ملک میں تحریک نمک سازی ضروع ہوئی توسولانا سیدعطاء اللہ شاہ بخاری دو سال کے لئے بھر جیل بھیج دیئے گئے لیکن گاندھی ارون سمجھوتہ کے تمت دو سرے لیڈروں کے ساتھ ایک سال کے بعد رہا کر دیسے گئے۔

کراچی کا نگرس کے اجلاس میں مولانا ظفر علی خان کے اس مطالبہ کی بنا پر کہ اگر گاندھی جی کی پرار تھنا کے لیے کا نگرس کا اجلاس ملتوی کیا جائے۔ لیے کا نگرس کا اجلاس ملتوی کیا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز کے لئے کا نگرس کا اجلاس ملتوی کیا جائے۔ مولانا ظفر علی کے اس مطالبہ کو ہندولیڈرول نے مانے سے اٹکار کر دیا اور مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ فرما یا کہ جس شخص کو نماز پڑھنا مووہ اجلاس سے باہر جا کر نماز ادا کرسکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے ان الفاظ سے پنجاب کے احرار بھرک اٹھے۔ مولانا ظفر علی طال اجلاس سے واک آوٹ کرگئے۔ مولانا آزاد نے مولانا ظفر علی طال کے جانے کے بعد احرار لیڈروں کو سمجانے کی کوشش کی لیکن طاہ جی اور چودھری افصل حن نے کا نگر سیول کی اس ذہنیت کے طلعت بطور احتجاج کا نگرس سے استعفی ویدیا اور مجلس احرار اسلام من حیث الجماعت کا نگرس سے الگ ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد اسلامیے کالج حبیبیہ بال لاہور میں احرار کا نفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں سید عطاء اللہ بناہ بخاری اور شیخ صام الدین نے برطی زور دار تھریریں کیس اجرار کا نفرنس منعقد موئی۔ جس میں سید عطاء اللہ بناہ بخاری اور شیخ صام الدین سے برطی زور دار تھریریں کیس۔ اِس اجلاس میں سلمانوں کے صداگا نہ طریق انتخاب کی تو ار داد منظور کی۔

کشمیر میں ڈوگروں کے مظالم اور فائرنگ کی وجہ سے در جنوں سلمان شہید اور سینکڑوں رخی ہوگئے فائقاہ سلی میں داخل ہو گروں نے قرآن مجید کی ہے حرسی کی۔ اس واقعہ نے سلما نوں میں اصطراب پیدا کر دیا۔ مظلومین کشمیر کی امداد کےلئے کشمیر محمیثی کا قیام عمل میں آیا۔ اس محمیثی پر مرزائیوں کا قبضہ تفاصلہ محمد اقبال نے حضرت علامہ انور خاہ کشمیری کی فہائش، ترغیب و تحریک پر اس محمیثی کی شدید خالفت کی اور مطالبہ کیا کہ مرزائی ایک الگ فرقہ ہے سائے سلمانوں کے معاملات میں نداخلاف کرنے کا کوئی حن نہیں۔ کشمیر محمیثی میں ان کی موجود گی ملت اسلامیہ ہندیہ کے وسیع تر مفاد اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کے منافی ہے۔ مرزائی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور کشمیریوں میں مرزائیت کی تبلیخ کر کے انہیں مرتد بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ موجی دروازہ کے باہر بر کت علی محمد بی بال میں ایک جلسہ ہوا جس میں مرزائیوں کو شمیر میں شاہ جواجس میں مرزائیوں کو کشمیر محمیثی ہے کا دیا گیا۔ اس کے بعد انجمن حمایت اسلام الہور سے بھی مرزائیوں کا اخراج عمل میں الیا گیا۔ اس جلسہ میں خاہ جی نے ساڑھے تیں گھنٹھ تقریر کی۔ جس کی وجہ سے مرزائیوں کی ریشہ دوائیاں اور گیا۔ اس جلسہ میں خاہ جی نارشھ تیں گھنٹھ تقریر کی۔ جس کی وجہ سے مرزائیوں کی ریشہ دوائیاں اور گیا۔ اس جلسہ میں خاہ جی کی دورائیوں کی ریشہ دوائیاں اور گیا۔ اس جلسہ میں خاہ جی کی دورائیوں کی ریشہ دوائیاں اور کشیں۔ میں میازشیں سلمانوں پروائیوں کی ریشہ دوائیں۔

تحریک کشمیر (۱۹۳۰ء) شروع ہوئی اور ہراروں احرار رصاکار جیلوں میں شونس دینے گئے۔ ورجنوں احرار مرصاکار جیلوں میں شونس دینے گئے۔ ورجنوں احرار سر خیوش لینے کشمیری بھائیوں کی آزادی کے لئے شید ہوئے جن میں جنیوٹ کے شیخ الی بخش بھی شامل تھے۔ جن کی شہادت نے سلمانوں میں قربانی وابغار کا نیا ولولہ اور جدید پیدا کیا۔وہ اس تحریک کے ارضائی شہیدتھے۔ تحریک کشمیر کے زائے میں شاہ جی کو دہلی کی جامع مجد میں ایک تقریر کی بنا پر گرفتار کر کے ارضائی

سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا-

کی سیست میں بیر بیا ہے مسلمان ناراض تھے اور اسے مسلمانوں پر ہندواکشریت کومسلطہ کرنے کی ایک برطانوی سازش قرار دے رہے تھے۔ کا نگریں نے انتخابات میں حصہ لے کر چھے سات صوبول میں وزار تیں برطانوی سازش قرار دے رہے تھے۔ کا نگریں نے انتخابات میں حصہ لے کر چھے سات صوبول میں ملمانوں کے وزار تیں بنا ہی تھیں۔ اور پندٹت نہروالیے لیڈر انگریزوں کولکار رہے تھے کہ انگریزوں مذہب اور روایات میں مداخلت کی جارہی تھی۔ اور پندٹت نہروالیے لیڈر انگریزوں کولکار رہے تھے کہ انگریزوں نے احتکار استحصے کہ انگریزوں نے احتکار استحصے کہ انگریزوں نے احتکار کو احتکار استحصے کہ اختیارات حکمرانی ہندووں کو منتظل کے مائیں۔ نہرو کہدر ہے تھے کہ اختیارات حکمرانی ہندووں کو منتظل کے مائیں۔ نہرو کہدر ہے تھے کہ اختیارات حکمرانی ہندووں کو منتظل کے مائیں۔ نہرو کہدر ہوشیار کردیا۔

پیر مسٹر ممد علی جناح کولندن سے بلایا گیا اور کھنو کی آل پارٹیبز کا نفرنس میں انکولیڈر تسلیم کرلیا گیا اور ملک میں مسلم لیگ کی تمریک شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ اور پاکستان کی تمریک میں مجلس احرار اسلام کا پیہ مؤقف تھا کہ پہلے ہندوستان کو آزاد کرایا جائے بھر ہندووں سے نبٹا جائے تقسیم میں انگریز کو فیصل تسلیم کیا جائے۔ لیکن قلبی اور ذہنی طور پر ان کا مؤقف واضح تھا کہ جو قوم گائے کو ماتا سمجھتی ہواور اس گائے کو میں محمول تک چیا جاوی اس قوم کے ساتھ میر ااتحاد ناممکن ہے۔

حروں بعث ببابدوں ہن و اس اس میں ایک میں ایک عالمت میں اپنی تقریروں میں اظہار خیال کیا لیکن اس میں اللہ اور میں اظہار خیال کیا لیکن قریم کی عالمت میں اپنی تقریروں میں اظہار خیال کیا لیکن قریم محبت قیام پاکستان کی سرزمین سے کس قدر محبت میں۔ رکھتے تھے۔

1901ء، 1907ء میں جب پنڈت نہرونے پاکستان کی سرحدات پر فوجیں جمع کر دیں اور پاکستان کی آزادی کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو گیا تو نے احرار کا نفر نس کے اجلاس میں جو دہ کی دوازہ لاہور میں منعقد ہوا-تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا-

"پاکستان بن چاہے اب اسے دنیا کی کوئی طاقت مثا نہیں سکتی۔ یہ میرا وطن ہے اس کا ذرہ فرہ میرے نردیک مقدس ہے۔ اس کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے۔ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تووطن عزیز پاکستان کی آزادی کی حفاظت میں لڑنے والوں میں سب سے آگے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہوگا۔ اس مقدس سرزمین کی آزادی کی حفاظت میں جس شخص کا سب سے پہلے خون ہے گا وہ عطاء اللہ شاہ بخاری ہوگا۔"

آپ نے اعلان کیا کہ پوری قوم لیاقت علی خال کے ساتھ ہے۔ آپ نے سلما نول سے اپیل کی کہ وہ سر بکف اور گفن بردوش ہو کر پاکستان کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں اور اگر دشمن حملہ کرے تواس کاسنہ چیر دیں۔"

شاہ جی جب تک رندہ رہے انہوں نے پاکستان کی خوشالی، استحام اور سربلندی کے گئے بھرپور جدوجہ کی۔ شاہ جی جب تک رندہ رہے انہوں نے پاکستان کی خوشالی، استحام اور سربلندی کے گئے بھرپور رسول (مشاہ تقدس سرہ آپ کو بلبل ریاض رسول (مشاہ تقدس سرہ آپ کو بلبل ریاض رسول (مشاہ تقدس سرہ قب کو بلبل ریاض میں آپ کے خلاف سٹر جی ڈی کھوسلہ سیش جج کی عدالت میں مقدمہ طلاق اور اس مقدمہ میں کھوسلہ نے تاریخی فیصلہ دیا۔ اس کے خلاف تیں چار ایسے مقدمات چلائے گئے جیسلہ دیا۔ اس کے خلاف تیں چار ایسے مقدمات چلائے گئے جن میں عرقید اور بیانسی کی سرائمیں ہوسکتی تعیں۔ لیکن آپ ان مقدمات سے بری ہوجاتے رہے۔ آخری دف میں عرفی اور بیانسی کی سرائمیں ہوسکتی تعیں۔ لیکن آپ ان مقدمات سے بری ہوجاتے رہے۔ آخری ساتھ گرفتار ہوئے۔ بعض چودہ جودہ سال قید کی سرا دی گئی لیکن سال ڈیڑھ سال کے بعد آپ کو دوسرے علماء کے جد یہ راہ باعرت طور پر چھوڑ دیا گیا۔

سید عظاء اللہ شاہ بخاری صاحب طریقت تھے اکٹر کھا کرتے تھے کہ میں حضرت پیر مهر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ گواٹروی کا مرید مول - روحانی طور پر مجھے ان سے نسبت کا شمر ف عاصل ہے - اننے انتقال کے بعد آپ نے اپنا تعلق بیعت شیخ السائغ حضرت عبدالقاور را مپوری قدس سرہ سے جوڑ لیا - اور پعر تاحیات انہیں سے منگک رہے - میا نوائی، مظفر گڑھ، ملتان اور ڈیرہ غازی خال میں آپ کے ہزاروی مرید تھے - پاکستان بننے کے بعد آپ امر تسر سے ہجرت کر کے ملتان آکر آ باد ہوگئے - ملتان سے انہیں ممبت تھی اور اکثر ملتان کے متلعق کیما کرتے تھے -

" نمتان ولیوں، قطبوں اور عالموں کی سرزمین ہے۔ اس سرزمین پر محمد بن قاسم کے قدم آئے اور اسلام کا حویہلائنگر برصغیر میں محمد بن قاسم کے ہراہ آیا۔ اس نے ملتان ہی میں لینا ڈیرہ جمایا۔ اس میں کئی بزرگ بہت مرتبہ کے تھے جن کے نقوشِ کف پا کے نشان مجھے تھے بھی نظر آ۔ رہے ہیں۔ "

المتان سے مجھے محبت ہے اس کا ماحول بائکل ایسا ہے جیسا عرب کا ہے۔ دور تک پھیلی ہوئی قبریں، تھجوروں کے جھنڈ، اولیاء اللہ کے مقابر، غازیوں اور مجاہدوں کے مزارات مجھے اسلام کے قرن اول کی یاد دلاتے ہیں۔ جب ہم کشور کشائے عالم بن کر عرب کے ریگزاروں سے شکلے تھے اور ہماراسیل رواں کی سے تھم نہ کا تھا۔

منان کی مرزمین سمیں یہ سبن دیتی ہے کہ جب اللہ کی راہ میں صاد کے لئے ٹھلو تو تمام جغرافیا ئی وابسٹگیاں بھول جاؤ۔ کیوں کہ اللہ تعالی کی یہ وسیع دنیا مسلما نو کی میراث ہے۔

#### آفتاب خطابت

#### بیتے ہوئے دن کچھالیے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے۔

یہ ولفریب موسم تھا، سورج کی کر نول کی چبھن کم ہورہی تھی شامول کا حمن ٹکھر رہا تھا، ان ملگی شاموں کو باغول اور پار کول میں ہموم برخصے لگا تھا، سبزہ پھوٹ رہا تھا، ہریالی آ رہی تھی شند شند مدخوں پر پتے پھر کسے نمودار ہو رہےتھے۔ باغول اور میدانول میں خوشبوئیں پھیلنی ضروع ہو گئیں تھیں۔ جمھے آج ایک ایسے ہی موسم اورالیسے ہی دنول کی بات کرنی ہے۔

آج بھی یہ موسم آتا ہے، آج بھی کو نبلیں پھوٹتی ہیں، ہریالی آتی ہے۔ آج باغوں اور پار کوں میں مسرشام لوگوں کے ہموم جمع ہوتے ہیں تا کہ وہ اس حس سے لطف اندوز ہوسکیں۔ لیکن جو بات میں بتانا چاہتا ہوں وہ بات اب نہیں ہوتی۔

ان نئی بہاروں پر، ان نئے نظاروں پر اک رند ہی کے رو رہے ہیں میخانے بہت برس پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں کی یاد کوسینے میں دبائے ایک مدت گزر گئی ہے۔ اب بھی جب یہ دن یاد آتے ہیں توجہ بات میں ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ماصی کی ان یا دول میں محصوجانے کوجی چاہتا ہے۔

ایسے ہی موسم میں جب شاموں کا حس تھھر آیا تما اور راتیں خنک ہونی شروع ہوگی تعیں تو تا دیا ن میں مجلس احرار نے تبلیغ کا نفر نس (اکتوبر ۱۹۳۳ء) کے انتقاد کا اعلان کیا تھا۔ صرف انتقاد کا اعلان اور وہ بھی مجلس احرار کی طرف سے ایک زبردست ہٹا ہے کو وعوت تھی۔ آج اتنے برس گزرنے کے بعد شاید نئی پود اس ہٹا سول کو سمجہ ہی ذکھے اور نہ ہی کوئی مورخ بیان کرنے کے لئے تیار ہو۔ لیکن اس کے باوجود خطابت کی تاریخ اور شعلہ نوائیوں کی داستان میں یہ کا نفر نس اپنا عنوان وھونڈ کر ہی رہے گی۔ ہاں تو جن د نوں اس تاریخ اور شعلہ نوائیوں کی داستان میا۔ اس وقت پنجاب میں مجلس احرار کا طوعی بول رہا تھا۔ اس شعلہ بیان خطیبوں کی جماعت نے مسلمانان بنجاب کو بہت حد تک متاثر کرلیا تھا۔ یہ کشمیر جلو ترکیک کا مو کہ سر کر چکتھے۔ مر نصل حسین کی بوری کامیابیوں اور کامرائیوں کے باوجود مسلمانوں کے درمیانی طبقہ میں مجلس احرار انکی سالمارار انکی سے درمیانی طبقہ میں مجلس احرار انکی سالمارار انکی سے در میں ان شعلہ نواؤں کے جر جےتھے۔ ساکھ بر ایک گھری چوٹ کا جن کی تھی۔ غرضیکہ جاروں طرف شہر اور قریہ میں ان شعلہ نواؤں کے جر جےتھے۔ میں بھی ان وی جماعت کا طالب علم مولانا داؤد غزنوی کے خطبوں سے شدید طور پر میں ان چر چول سے متاثر تھا۔ نوری جماعت کا طالب علم مولانا داؤد غزنوی کے خطبوں سے شدید طور پر

منا ثر، احرار کے جلسوں کا رسیا، اب یہ موقع کیسے تھو سکتا تھا چنانچہ کچھ بزرگ دوستوں کے ساتھ قادیان روانہ ہو گیا۔

اب المستحد برس بعد میں یہ یادیں دھندلا گئی ہیں صرف امیر ضریعت کے الفاظ آج بھی کا نول میں گرنج رہے ہیں، کہ قادیان میں ایک ہموم تھا۔ جس کو، یہ قریہ جس نے "نبوت" کو توسنسال لیا ٹیکن وہ امیر ضریعت کے جاہنے والوں کو سمیٹنے سے قامر تھا، کوئی گاڑی، کوئی بس، کوئی بیل گاڑی، کوئی ٹم ٹم، کوئی تانگہ، کوئی سائیکل الیمی نہ تھی۔ جوقادیان کی طرف نہ آ رہی ہو، اور رصا کار د نول پہلے پیدل چل دیئے تھے۔ جیئے عید مختلف دیہات میں گزرتے دیہات والے بھی ان کے ساتھ ہوجاتے اور قادیان پہنچے پہنچے یہ خود ایک جسے یہ مختلف دیہات میں گزرتے دیہات والے بھی ان کے ساتھ ہوجاتے اور قادیان پہنچے یہ خود ایک جسے بھی جس نے یہاں کے سلمانوں کے دو نول جذبوں کو گئر بن میں وقت ستاثر کیا، ان کے نعرے ان کے جذبہ عنی رسول المجافظ کو بھی ستاثر کرتے تھے اور ان کی انگریز دشمنی اور حب الوطنی کے جذبے کی بھی ان نعروں سے تشفی ہوتی تھی۔

اس کا نفرنس کا انعقاد اکتوبر ۱۹۳۳ء کے تیسر سے ہفتے میں ہوا اور ۲۱، ۲۳، ۲۳ اکتوبر کی تاریخوں کا اعلان کیا گیا تعا-کا نفرنس کے لئے ایک سکھ زمیندار کی اراضی حاصل کی گئی تھی اس زمیندار کا نام ایشر سنگھ نفا، اس اراضی پر پندال بھی تبار ہونا شروع ہو گیا تھا لیکن مرزائیوں نے اس اراضی پر قبصہ کر لیا- اب احرار یوں کے لئے اور کوئی راستہ نہیں تھا- یا تووہ اس اراضی کے لئے لڑتے یا پھر شہر سے دور کا نفرنس منعقد کرتے۔ احرار نے جگڑا کرنے سے گریز کیا، کیونکہ اس وقت مرزائیوں کے ان ارادوں کو بھانپتی تھی چنا نجواس اختمال کے باوجود مجلس احرار نے ایشر سنگھ کی اراضی پر کا نفرنس منعقد نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے بعد تاریاں سے بعد تاریاں سے بعد تاریاں سے ایک میل کے فاصلے پر ڈی۔ اے وی سکول سکے پہلو میں بنڈال تیار کیا گیا-

کا نفرنس سے دو دن پہلے "سول اینڈ ملشری گزٹ" کے نامہ نگار نے قادیان سیسے خبر بھیجی تھی جس میں اس کا نفرنس کے خدوخال اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

"مجلس احرار اکیس، بائیس اور تیئیس اکتوبر کو ایک تبلینی کا نفرنس قادیان میں منعقد کر رہی ہے۔ اس کا نفرنس کے لئے بڑے وسیع پیمانے پر تیادیاں جوری ہیں۔ مرزائیوں کی طرف سے مسلسل یہ مہم چلائی جا رہی ہے کہ اس کا نفرنس سے اٹھا جان وبال خطرہ میں پڑگیا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں نے ابنی حفاظت کے لئے لا تعداد دیہاتیوں کو اور اپنے مریدوں کو قاویان میں جمح کرنا مشروع کر دیا ہے ادھرا حرار کی اس کا نفرنس میں بیس سے لے کر چاس ہزاد کا ہوم بہنچا ہے۔ مرید بران کا نفرنس کے مشتمین کا مطالبہ ہے کہ ان کو کا نفرنس کے صدر کا جلوس ثمانے کی اجازت ہوئی چاہیئے۔ اور یہ جلوس قادیان شہر میں سے گزرے۔
اس کا نفرنس کے پیش نظر آج صبح پنجاب کے انسیکٹر جنرل پولیس خود بر نفس تفیس

قادیان آئے۔ ان کے ہمراہ پولیس کی بھی ایک بھاری جمعیت تھی۔ چنانچ انسیکٹر جنرل پولیس نے کا نفرنس وغیرہ کا موقع دیکھا اور احکام جاری کردیئے گئے ہیں کہ اگر اس کا نفرنس کے دوران ہیں قادیا نیوں نے کوئی اجتماع منعقد کرنے کی کوشش کی تو یہ اجتماع ظاف قانون تصور ہوگا۔ انسیکٹر جنرل نے احرار یوں اور ان کی کا نفرنس میں شرکت کو والوں کو ہمی ستنبہ کر دیا ہے کہ وہ کا نفرنس میں کئی قیم کے ہتھیار کے ساتھ شرکت نہیں کرستے۔ حتی کہ لاٹھیوں کو ساتھ النے ہائی بھی مما نعت کر دی گئی ہے۔ مزید برآن کا نفرنس میں شرکت کے لئے آئے والے لوگوں کی میں مانعت کر دی گئی ہے۔ مزید برآن کا نفرنس میں شرکت کے لئے آئے والے لوگوں کے لئے آیک خاص راستہ متعین کر دیا گیا ہے۔ نیز اگر کئی قیم کا جلوس ٹھالا جائے تو اسے شہر بھی شمیر نے کی اجازت نہیں ہوگی۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آج شام تک قادیان میں امن وامان بحال رکھنے کے لئے چار سو پولیس کے سپائی پہنچ جائیں گے لیکن میرا اندازہ یہی ہے کہ یہ تمام پیش بندیاں باکٹل غیر ضروری بیں کیونکہ احراری ہر حالت میں کسی قسم کے جھگڑے سے اجتناب کرنا چاہتے ہیں۔ انکی کا نفر نس کا پنڈال ڈی۔ اے۔ وی سکول میں بننا شروع ہو گیا ہے۔ اور اردگرد کے تمام علاقے میں ۱۳۲۳ نافذ کردی گئی ہے۔ مزید لاٹھیاں نہ لانے کی بھی منادی کرادی گئی ہے۔"

اس افتباس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پورے پنجاب ہیں اس کا نفرنس کے کس قدر چر ہے تھے اور کتنے گوشوں سے اس کا نفرنس کی کامیابی اور ناکای کی خبروں کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس فضاییں یہ کا نفرنس ہوئی اس کے صدر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ چنا نجہ رات جب اپنا پوراسایہ ڈال چکی، لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے تو صدر کا نفرنس سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریعت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بندال میں آمد اور کون سید عطاء اللہ شاہ بخاری ملتان کی مسرزیین میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نہیں، وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نہیں جس کی زبان گنگ ہوگئی تھی، دفن ہونے والاسید عطاء اللہ شاہ بخاری نہیں، وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نہیں جس کی زبان گنگ ہوگئی تھی، اللہ شاہ بخاری نہیں جو کی سفیدی آگئی تھی، یہ وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے جن کا شباب اور شعلہ بیانی دو نوں اپنے عروج پرتھے، جوالاؤ سپیکر کے بغیر الامحول کے بہوم کو مشر کر سکتا تھا، جس کا حس اور بیان دو نول اک الگ جادو مجالے تھے۔ بچاس ہزار کا مجمع، رات کی ظاموشی، مشمول کی روشنی اور اتنے میں حن و نور کے بیکر، شعلہ بیان خطیب اور شریعت کے امیر کی آمد

بس پھر کیا تھا مجمع میں کھال ایک خاموشی اور سو کا عالم تھا کہ اب وار فقکی اور دیداریار کی بے تابی نے سب کو آن محمیرا ہے اور اس بے تابی اور وار فقکی کا اظہار نعروں کی گونج میں ہوتا ہے، شاہ جی ہیں کہ مسکراتے ہوئے مجمع کو چیرتے ہوئے اسٹیج کی طرف بڑھ رہے ہیں۔اسٹیج پر سنچ، چاروں طرف نگاہ مت انداز میں دیکھا بس پھر کیا تیا نعروں کا ایک اور سیل ٹوٹ پڑا۔ اور امیر ضریعت فاتحانہ انداز میں مکرا رہے ہیں۔ مجمع ظاموش ہوا۔ تلاوت ہوئی نظم ہوئی۔ اب سے المستحد برس پہلے کی تفسیلوں کو دہرائے اور انبی تفسیلوں کو جن پر شاہ جی کی تاریخی تقریر فروع کی ہوگی اور کی تاریخی تقریر فروع کی ہوگی اور رائے تھی کہ وہ بھی دم بنود گررے جا رہی تھی لیکن شاہ جی کی شعلہ بیا نی بڑھتی جا رہی تھی، اس شعلہ بیا نی اور آتش نوائی کو قدم قدم پر نعروں، قتمول اور آتسوؤل کے دریعے خراج عقیدت پیش ہورہا تھا۔ یہی وہ تقریر تھی جس بین شاہ جی کے شیار تھی شاہ جی بیش مورہا تھا۔ یہی وہ تقریر تھی جس بین شاہ جی کے شاہ

" تم اپنے بابا کی " نبوت" لے کر آؤاور میں اپنے نانا کی نبوت لے کر آتا ہوں تم حریرہ دیبا زیب تن کر کے آؤاور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابیٰ کھدر بین کر آؤں - تم یا توتی اور پلومر کی شراب کے خم لنڈھا کر آؤاور میں روکھی سوکھی روٹی کھا کر آؤں اور پھر زمانہ فیصلہ کرے کہ کون سپے نسی کی اولادے۔"

یہ تقریر جورات کی فاموشی میں ضروع ہوئی تھی۔ جوعشاء کی نماز کے بعد جب ابھی رات کا آغاز تما لوگوں نے سننی ضروع کی تھی۔ یہ تقریر پوری رات ہوتی رہی اور مجمع بیٹسا رہا۔ ایک بھی ذی نفس ایسا نہیں تما جس نے نمکن کا اظہار کیا ہو، جس کے جسرے سے اکتابٹ کی غمازی ہوئی ہو۔ لمتنے میں صبح کا فور پھیلنا

ضروع ہو گیا۔ اور مؤذن نے اذان دے دی۔ تقریر تھی کہ اس وقت بھی اپنے عروج پر تھی لیکن موذن نے اس سیل روال کوروک دیا اور خطابت کے دریاؤں کو بند مار دیا۔ ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ میں بہت کم خطیب اور مقرر ایسے گزرے بیں جنول نے درات رات بعر تقریر کی ہو جنول نے لوگوں کو اس قدر محور کیا ہو جیسا کہ امیر شریعت نے کیا ہے۔ سمو فی آیا ہے آ ہے گا مسیسکن کے امیر شریعت نے کیا ہے۔ سمو فی آیا ہے آ ہے گا مسیسکن

اورغالباً اس موصوع کو حسرت موہا فی نے کہا تھا۔ بلاکشتا ن غم اشقطا رسم مجھی ہیں خواب گردش لیل ونہار مجھی ہیں

آج تقریباً صدی گزرنے کے بعد جب ہم اس عظیم ہتی کی یادیں سمیٹ رہے ہیں تو مجھ طقول ہیں یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ آخر یہ ہتی اتنی اہم کھال تھی کہ اسکی یاد میں آنبو بہائے جائیں، صفات سیاہ کئے جائیں اخبارات اور رسانوں کے نمبر اٹا لے جائیں۔ آخر احرار یا بخاری نے کون سے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کہ انکے کارناموں کی فہرست افتراق وانتشار انگیز تحریکوں سے بھری پڑی ہے۔ اس لئے انکو دو ہارہ ہوا دیا کہاں کی فیدست اور کھاں کی نیکی ہے۔

یہ سب سوالات آج کل بہت سے طقول میں اٹھائے جا رہے ہیں کہ ان سوالات کے جواب دیئے جائیں تاکہ تاریخ کی گرمیں کھل سکیں۔ اور جن تریکوں کو افتراق وانتشار کا مظہر بتایا جاتا رہا ہے۔ یا آج بتایا جا رہاہے اس کے متعلق مورخ کو سواد مل سکے۔

امیر شریعت کی اس تقریر کی بنا پر ۱۵۳ الف کے تمت ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان پر مقد مر بھلا اور ان کو مقدم بھلا اور ان کو ما تمت عدالت نے سراسنا دی لیکن جی۔ خی کھوسلہ جوان و نول گوندائ پیور میں سیشن جے تھے ۔ امیر شریعت کی سرزا کو گھٹا کر تا برخاست عدالت تک رہے دیا اور اپنے فیصلے میں قاویا نیول کے متعلق بہت ہی سخت تجزیہ کیا۔ اور قادیا نیول نے قاویان میں اپنے خافشین پر مظالم کو تسلیم کیا۔ اس فیصلے پر زبردست نے وسے ہوئی اور قادیا نیول نے بالاخران ریمار کس کو خدف کروانے کے لئے ہائیکورٹ کی طرف رجوع کیا۔ یہ مقدمہ بذات خود ایک واستان ہے۔ اسے کی اور وقت مرتب کرنے کا ارادہ رمحتا ہوں۔



# عزم تيراكوه كن جُرات ترى باطالتكن

باغِ منت پر ہے طاری کیوں خزاں کا سا اثر کیوں فسردہ ہر جوان و پیر آتا ہے نظ آنکھ کیوں ہر فرد است کی نظر آتی ہے تر گم نظر آتا ہے لینی بے خودی میں ہر بشر آنکھ کیوں ہر فرد است کی نظر آتی ہے یہ ہر اک جانب سے کا نول میں خبر

کر گئے ہائے .خاری آج ونیا سے سفر عمر گزری جس کی جیلوں اور ریلوں میں تمام / کر دیا زیر و زبر افرنگ کا جس نے نظام صفط ناموس رسالت میں گزارہے صبح و شام / باذہ توحید کے بعر بعر دیئے است کو جام

کر لیا بے خدمت دیں نفس پر جینا حرام

تما ملمانوں کے ہر طبقے ہیں جس کا احترام آل و اصحابِ نبی کی آن و حرمت کے لئے زندگی بھر دشنانِ وین سے لاتے رہے جتنے فتنے ہند و پاکستان کے اندر اٹھے اے بخاری تونے سب کے سرکچل کر رکھدئے

جس طرف بھی قادیانی عول کے بیھے بڑھے

دُم ِ دبا کر بھاگ <u>تک</u>لے قادیانی بُوزنے

جب کبی تقریر فراتے کی موضوع پر بے تکلفت بولتے رہتے اسی پر رات ہمر اٹھ کے جانے کا نہ لیتا نام کوئی تا سر کر دیا ہو جیسے جادو آپ نے پنڈال پر تبحہ کو بخشی تھی خدا نے دولت حن کلام

اب علم بردار ختمُ الإنبيا تجد پر سلام

اُبُو تُرابی خون تما تیری رگوں مٰیں موَجزن ﴿ دیکھ کُر تجد کو عدوکا کانب جاتا تما بدل عزم تیرا کوہ کن جرائت تری باطل شکن ﴿ مسکراہِٹ تَسی لبوں پر ہر گھرطی جلوہ لُگُلن

زندگی بھر پرچمِ اسلام لہراتا رہا

قلبِ سلم جوشِ ایمانی سے گراتا رہا

سرور ميواتي لامور

### وه مرد درویش

نہ جانے میں کس خیال میں تعاکہ خطیب جادو بیان اور مغررِ شیوہ نوار میں الاحرار امیر ضریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمت اللہ علیہ عام اور بعبت ناک سنا کے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمت اللہ علیہ کا در بعبت ناک سنا کے کے سمندر میں محمدویا ہوا جب شاہ جی کی زندگی کے جالیس سالہ شاہ نروز فین شیخ صام الدین کی طلب میں ٹکلا۔ کہ شاہ جی کے انتقال کی خبر کی تصدیق کر سکوں توجمھے گوالمنڈی کے میلاد النبی سٹی تینے کی کتریب کے لئے سبح موجو نے درود یوار اور جیسے کس سیلے میں شریک انسان اور کی بعید میں لگتا ہوئے کہ میں میں شریک انسانوں کی بعید میں گئتا ہے۔
تما جیسے لوگوں سے آج ان کی قوت گویا تی اور طاقت بیا تی جیس کی گئی ہے۔

شاہ جی کے دریسنہ رفیقوں میں شیخ حسام الدین کوایک خاص درجہ حاصل ہے وہ تھم و بیش چالیس سال شاہ صاحب کے رفیق زندگی رہے ہیں۔ اور اس اثنا میں بست تھم کمے آئے ہیں جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں۔ ان دونوں بزرگوں نے برطانوی سامراج کے خلاف جنگ کرتے ہوئے متعدد بارجیل کی کال کو ٹھڑی کورونق بنٹی۔ لیکن شنخ صاحب کے قول کے مطابق ان کی زندگی میں صرف چار مواقع ایسے آئے

ہیں جب انہیں زندال کے در و دیوار میں بھی شاہ جی کی مصاحبت نصیب رہی ہے۔

118 گفت کو طاہ جی ابھی بقید حیات تھے۔ شیخ صاحب ان کی تشویشناک صالت کی خبر سن کر عیادت کے لئے ملتان تشریف کے اور اس شام کو جب واپس المهور پہنچ گئے۔ تو ایک گو نہ دل کو سلی ہوئی کہ شیخ صاحب کا اتنی جلدی ملتان سے واپس چلے آنا ضرور شاہ جی کی طبیعت کی بحالی کی غمازی کرتاہے۔ انہی خوش کن خیالات کی رو بین بہتا ہوا شاہ جی کی صحت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے جب شیخ صاحب کے محرے میں واضل ہوا تو وہ گاؤ تکئیے پر ٹیک گائے کئی مجمری موج میں ڈو بے ہوئے تھے۔ اور ان کے مرخ و مبید بوڑھے جرے پر حزن و طال کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چیارے جیارہ میں گویا ہوئے۔ کہ حال پر انہوں نے کروٹ ہی ۔ اور بمشکل تمام آنسووں کوروکتے ہوئے کیکیائی آواز میں گویا ہوئے۔ کہ حال پر انہوں نے کروٹ ہی کی طبیعت کیسی ہے۔ میں آج ان کے باس اس کے نہیں شہر سے کیا بتاؤں بھی شاہ جی کی طبیعت کیسی ہے۔ میں آج ان کے باس اس کے نہیں شہر کیا ۔ کہ مجد سے ان کی حالت دیکھی نہیں گئی۔ آن خطیب شیوہ بیان۔ وہ مقرر نکتہ شنج جو ہزاروں مہتوں اکو میں اکیلے ہی ہوئے جلاجاتا تھا گھنٹوں نہیں بہروں بلکہ اگر جا کر ہوتا تو د نوں، منسل ہولے چلاجاتا تھا گھنٹوں نہیں بہروں بلکہ اگر جا کر ہوتا تو د نوں، منسل ہولے تو کیا کروٹ لینے کی معتوں اور میدوں وہ مسلسل ہولے چلاجاتا۔ اور کی کو اس کی تقریر میں ہولئے تو کیا کروٹ لینے کی مجد سے ایک تصویر حیرت ہے۔ وہ عطاء ایند شاہ بخاری جس کی موجود گی میں بڑے کروٹ لینے کی مجد سے ایک تصویر حیرت ہے۔ وہ عطاء ایند شاہ بخاری جس کی موجود گی میں بڑے بڑے۔

مقرر لقریر کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ آج اپنے تیمار داروں اور ہمدردوں کو دیکھتا ہے پر نہ توان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے۔ اور نہ ہی اپنی تلبی کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ اس نے زندگی کا ایک طویل عرصہ تبلیغ اسلام اور عثقِ رسول کی لگن میں گدارا ہے۔ اور آج ما یوسی و ول شکسٹگی کے مالم میں بھن اور سرب

> ب از گفتن چنان بستم که گوئی دین بر چره زخے بود و به شد

ا تناکینے کے بعد شیخ جی نے اپنے آپ کو محبوسنجااااور شاہ جی کی زندگی کے جلی عنوانات پر گفتگو کا آغاز کر دیا۔ شاعر مشرق حکیم الاست علامہ اقبال کے ساتھ شاہ جی کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے بتایا کہ کبھی کہار ہم جب لاہور میں قیام پذیر ہوتے تو میری یا کمی دو سرے کی خواہش پر شاہ جی ہمارے ساتھ علامہ کے ہاں چلتے اور جب علی بخش کی زبانی علامہ کوشاہ جی کی آمد کا بنتہ چلتا تو وہ جیسے لباس میں بھی اندر بیٹھے ہوتے اٹھ کر جلدی سے باہر چلے آتے۔ اور آتے ہی شاہ جی سے کھتے

''شاہ جی آپ اس طرح تشریعت لا کرمجھے شرمندہ کیوں کر دیتے ہیں۔ کم از کم اپنی آمد سے پہلے مجھے اطلاع توکر دیا کریں۔

اس پر شاہ جی اپنے مخصوص انداز میں فرماتے۔

" ولا كشر صاحب آب كو نهيں معلوم سمارى نظر ميں آب كيا ہيں۔ ميں ايك فقير سول اور فقير بهال البنى كثيا ميں آت كيا ميں آت المجتنا ہوں۔ كہ فقير كوابنى كثيا ميں اسى طرح بے لكلف بط آنا جاہيے۔"
" نہيں شاہ جى ميں كس كام كا آدى ہوں۔ آب تو جابد ہيں كہ تبليخ اسلام اليے نها يت بى اہم اور اس

دوريين دشوار ترين فريض كوانجام ديتي بين-"

علامہ کے یہ ارشادات س کرشاہ جی صرف کھتے کہ "ڈاکٹر صاحب! ہم مسلغ بھی تو آپ ہی کے ہیں " اور سلسلہ کلام کو قطع کرنے کے لئے علامہ سے شعر سنانے کی فرہا تش کر دیتے۔

علاسے معتمد اور مشہور خدمت گزار با باعلی بنش نے اس صن میں گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ

" ٹاہ جی اکثر علامہ کو طف آیا کرتے تھے۔ اور ان کی آپس میں گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے درمیان نہایت خونگوار تعلقات استوار ہیں۔ با یا علی بنش کھنے لگے۔ کہ ایک دفعہ میں ریل میں سوار پانی بت کو جا رہا تھا۔ کہ راہتے میں شاہ جی بھی گاڑھی کے اس ڈب یمی سوار ہوگئے سلام و دما کے بعد سب سے پہلے تو انہوں نے مجھ سے علامہ کے حالات دریافت کے۔ اور بھر فربانے لگے۔ علی بخش تجھے خبر نہیں کہ ہم جو کچھ اپنی تقریر دوں میں کھتے ہیں وہ علامہ ہی کے افکار ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وی بات جب ہم سٹیج برکھتے ہیں وہ علامہ ہی گردن ردنی تک ہوجاتے دورمری بات ہے کہ وی بات جب ہم سٹیج برکھتے ہیں وائی نظر میں گردن ردنی تک ہوجاتے

ہیں جوعلامہ اشعار کی صورت میں فرما دیتے ہیں اور انہیں کوئی بھی محیر نہیں کہہ سکتا۔"

یہاں شنخ صاحب نے اِس امریر سنت افسوس کا اظہار کیا کہ علامہ کی وفات کے بعد ان سے اپنا را بطہ ٹا بت کرنے کے لئے لوگوں نے کیا کیا نہیں لکھا- اور جونکہ ہمارا علامہ کے باں اکثر آنا جانا رہتا تھا- جس کی بنا پر ہمیں معلوم ہے کہ علامہ کس قسم کے لوگوں سے تعلقات استوار رکھتے تھے۔ اس لئے بعض لوگوں پر سنت حیرت ہوتی ہے کہ آخرانہیں ایسا کرنے میں کیامزاملتا ہے۔

تھم و بیش ساٹھ سالہ شنح حیام الدین ابنی فعال اور موک رندگی کے تجربات اور مشاہدات بیان کرتے

ابک انبان کی حقیقی تصویر دیکھنے کے لئے مبافرت اور معاملات کے علاوہ قید و بند کی ر فا نت بھی بڑی مدد گار ثابت ہوتی ہے۔ اور قید خانہ بھی ایک گوشہ زندگی ہے۔ جس کے درو دیوار میں بڑھنے بھولنے والی دوستیاں اور نفر تیں بڑی مضبوط ہوتی ہیں۔ آدمی کسی کی مصاحبت میں دوجار دن اپنے آپ کومصنوعی تکلفات کے لافوں میں لیٹے رکھ سکتا ہے لیکن چونکد جیل کی رفاقت اتنی مختصر نہیں ہوتی۔اس لئے ایک نہ ایک دن ممبوراً آ دمی کو بہ لبادہ اتار کر نظا ہونا ہی پڑتا ہے اور پھر انسان کی حقیقی تصویرساسے آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے قبید فانے میں ہمی شاہ جی کی صحبتوں کے نطف اٹھائے ہیں وہ کسمی بھی انہیں فراموش نہیں کر مکیں گے۔

شاہ جی کی باغ و بہار اور شمر عی احکامات میں ڈو بی ہوئی زندگی جیل کی جار دیواری میں اور اجاگر ہوجاتی تھی۔ وہ بہنج وقتہ نمازوں اور اپنی قرآن خوانی کے اوقات کے علاوہ بیشتر برم شعر و سمٰی اور بدلہ و طرب کی محفل سجا دیتے تھے۔ اور کیسے کیسے اشعار کس مزے سے سناتے تھے یہ انہیں کا حصہ تھا- اور پھر جب نطیفہ گوئی پر آتے تو تاریخی واقعات کواپیالطیف رنگ دے کر بیان کرتے کہ یہ " انہیں پر حتم ہو گیا۔

شاہ جی کی زندگی کا روش ترین پہلوان کی اسلام کے ساتھ شیفتگی اور نبی اکرم مٹائیلیکم کے. ساتھ والہانہ ممبت کے جذبات میں پوشیدہ تھا۔ وہ زندگی کی ہر برمی سے برمی مصیبت اور لکلیف کا ہنستے تھیلئے مقابلہ کر جاتے تھے۔ لیکن جہال اسلام اور حصور اکرم الٹائیلم کی ذات اقد س کے متعلق (معاذ الله) کسی نے غیر ممتاط بات کہہ دی۔ شاہ جی اسی وقت شعلہ جوالا بن جاتے تھے اس معلطے میں وہ برای سے برای طاقت کے ساتھ بھی حکرا جانے میں اپنے آپ کو محرور نہیں پاتے تھے۔ وہ جس طرح حصور پر نور ٹھینیٹم کے والہ وشید اتھے۔ اسی طرح اسوہ حسنہ کے ساتھ بھی انہیں دلی لگاؤ تھا اور حتی المقدور شریعت کی جزئیات تک پر عمل بیرار ہےتھے۔ شاہ جی کے اتباع شریعت کے کردار کے بارے میں شیخ صام الدین نے صب ذیل واقعہ سنایا توان

کی پر اسرار کہ نکھوں میں آنسوؤں کے مجلنو چھکنے لگے۔ اور دنیا کے انداز دیکھ دیکھ کران کے اکتابے اور تکلے

ہوئے چسرے برحزن وطال کے تہہ بہ تہہ بادل چھاگئے۔ فرمانے لگے

کہ ابتداء میں جب شاہ جی کا میرے ساتھ تعلق خاطر بڑھا نو وہ مجھے نماز کی اداکی میں مداوست کی تلقین کرنے اپنے اور اس میری عادات میں کچھزیادہ تغیر نظر نہیں آیا تو یہ امرار و الرام یہاں نک بڑھا کہ جیل کی رفاقت میں ایک دن میرے سامنے بیٹھے ہوئے انہوں نے اپنی تولی میں سے اتاری اور میرے پاؤں پر رکھ کر کھنے گئے۔ "صام یہ ٹوپی کی بڑے سے بڑے فرعون اور نمرود کے بیروں پر بھی نہیں پڑ مکتی۔ میری تم سے صرف یہی التجا ہے کہ اس ٹوپی کی فرعون اور نمادی ہوئے دی اور کابلی نہ کیا کرو۔"

اس سلیلے میں شنخ صاحب نے بتایا کہ شاہ جی کے قرابت داروں میں سے کی نے اپتی جوان الاکیوں کو بے پردگی کی اجازت دیدی توشاہ جی ایسے کمبیدہ ظاطر ہوئے کہ ان سے عمر بغر کے لئے علاقہ تعلن ختم کردیا۔

یہاں پہنچ کر شیخ صاحب کے ذہن کے پردہ پر شاہ جی کی زندگی کے متلف عنوانات ایک تصویر کی طرح چلنے لگے۔ اور وہ ہم بر محر کھر میں ڈوب گئے۔ ایک طویل وقفے کے بعد جب انہوں نے آئکمیں محمولیں تو نہایت نومیدی ویاس کے ساتھ تھنے لگے۔ بس! باقی باتیں کی دو سری خست میں ہوں گی۔"

معلوم ہونا تھا کہ شاہ جی کی شعرزندگی کے عشریب ہی بھڑک اٹھنے کے اندیشے نے ان کے دل و دماغ کو جیسے سنت مصطرب اور بے چین کر دیا ہے اور اب ان میں تاب گفتار نہیں رہی ہے۔ میں نے ان سے اجازت بی اور بے کلی کے عالم میں انہیں نکیہ پر کروٹیں لیتے ہوئے چھوڑ کر اٹھ آئیا۔

۲۱- اگت کی شام کو شاہ جی کے انتقال کی خبر فصاء کو سوگوار کر گئی تو میں نے لاکھ کوشش کی کہ شیخ صاحب سے مل کراس گفتگو کو مکمل کرلوں۔ نیکن ہاوجود کہ شیخ صاحب امہی لائور بی میں تھے۔ ان سے ملاقات

نہ ہوسکی۔ اور وہ پریشان و خستہ حال ایسے کھونے رہے کہ ان کی خبر تک نہیں لگ سکی کہ کہاں ہیں؟ نہ ہوسکی۔ اور وہ پریشان و خستہ حال ایسے کھونے رہے کہ ان کی خبر تک نہیں لگ سکی کہ کہاں ہیں؟

حضرت امیر نشریعت کی تبهیز و تنفین کے بعد ۱۲۳ گت کوشیخ صاحب جب لاہور پہنچ تو انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا گویا وہ آج ملتان میں واس جہاڑ آئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے شاہ جی کو ذرا بھی نزدیک سے دیکھا ہے۔ اور ان کی معلوں کے مزے لوٹے ہیں ان کی ساری متاع حیات ہی شاہ جی کی ذات گرای تھی۔ اور شاہ جی کے زیر زمین جاتے ہی ان کی نظر میں دنیا اگرچ اندھیر ہو گئی۔ لیکن ان کے دلول میں شاہ جی کی زندگی کے مشن کی شمعیں اور زیادہ نور دینے لگی ہیں۔

شاہ جی کے جنازے کے جلوس کی منظر کئی کرتے ہوئے متعدد بارشیخ صاحب کے صبط و تمبل کا پسیانہ لبریز ہوا۔ لیکن ان کی آنکھوں میں آنسواب رہ ہی کہاں گئے تھے جوچھلک پڑتے۔ انہوں نے بتایا کہ ملتان کی 'سرزمین نے آج تک اتناعوا می اجتماع نہیں دیکھا تعا۔ کراچی سے لے کر پشاور ٹک کے لوگ وہاں پینچے ہوئے تھے کہ اس دیوانہ نام محمد شاہلیجا کی آخری زیارت کا ضرف عاصل کریں۔ کوئی آنکھ نہیں تھی جس سے سیل مرشک نہ بہد تعلق ہوں۔ مرشک نہ بہد تعلق ہوں۔ اس دوریش بے قراری اور بے تابی سے دحر کنیں صاف سنائی نہ دیتی ہوں۔ کوئی زبان نہ تھی جو دیا وسیا گھٹے کالہ وفغال میں مصروف نہ ہو۔ اور پھر جب اس درویش بے گلیم کا جنازہ اٹھا تھا اور آخری آرم گاہ کی طرف چلئے گئے تو فرط غم سے لوگوں کے پاول اس قدر بوجل ہو چکے تھے کہ چلنا کال ہو گیا تھا۔ ملتان کے باشندے اتنا بڑا مجمع دیکھ کر سنت حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ کیل جب کی ملتانی ہی سے کے کاکہ "اے پیر سائیں داجلوں ہے نا۔" توان کا تحیر ٹوٹا۔ اور اب سب کی زبان پر تھا کہ "بال اے پیر سائیں داجلوں اے۔ پیر سائیں دا۔"

آج شاہ جی اس دار فانی میں نہیں ہیں اور صرف ان کی یاد مونس الارواج ہے۔ لیکن ان کی رندگی کے عہدانہ کار نا ہے اس اس کی رندگی کے عہدانہ کارنا ہے اور عشق رسول شاہلی کے بیاہ جذبات اس مرد درویش کو ہمیشہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھیں گے۔ اور کوئی طاقت بھی ان کے نام کو صفحہ ہمی ہے با دو نہیں کرسکے گی۔ کیونکہ تاریخ کے صفحات اس نام کو ناپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں جو عوام کے نوع دل پر ثبت ہوں اور شاہ جی کا نام گوناگوں اور اس طرح نقش ہے۔ کہ مطاب نہیں مث سکے گا۔

## شاہ جھے دے ناہے

قوم وے درد نوں جانن والا اج اوہ ساڈے کول نئیں جموٹ نے سچ نوں وکھ کر دسیا، ماسہ ایس وچ جمول تے کر سیا ماڈے کی اسے بانگ موتی انمول نے ، سجت پیران دے وچ رول اوس ورتارے اُقے کرے جو کم زیبال اکھان کے یارہ، تیرا میرا بول وا کید کید ورتی، کید بچوه کید دسان ترطیاوے ساہنوں، ہجر کھانی بسول غيرت، انځکم دي خاطر آبدا لا خدارال انال نئيں دی خاطر سبنال، یصر تلوار، دے ایس موسم دے وچ سورج بن نکین بار عزیزا، ہمت رکھدا کول حهزا عزيرسندهو (ملتان)

ظلم کے آگے ترِاسرخم ہوا؟ ہرگز نہیں! پرونیسریزرامدخاجہ

فاموش حرگت میں نہ تھی باد صباً خالي تھا کے جال میں انجم تھے بھی دل تھے سخت مرجھائے ہوئے نے لوٹی بہارِ زندگی أغياد طرح نے امتبارِ تھا یقین مرگ زندگی کوئی باتی ہی نہ تھی وجہ قرارِ زند گی زندگی ے شرار مكت تها قلب حق یوں سنور نورِ کن کے خاموش گھور حق باطل نے كا عثق ے لے کنے اُس کی پھونکوں سے چمک استے تھے ایماں کے دینے سب جاک دل اُسنے سنے بخاری نام، تسا كأ عطاء الثد ڈٹ کے جان دینا یہ اس کا کام تما عظمتِ لمت کے تابندہ سن کے علمبردار اے خازی جوال نوا تُو تو نہ تھا اِک بلبلِ رنگیں شيريں بيال آواز میں تیرے نہاں تعين بجليال گیا افلاک پر مثالِ ابر اور برساً صورتِ شبنم وطن کی خاک اے علام مالک ہر ' آڳي جيرا سر خم ہوا؟ ہرگز نه تھا اے قافلہ بالار دين کہن تیرا عزم زنجير كهبنين آزادی[َ]

خار

مقبول انور داؤدي

## حامل سنّت نبوي

امیر شریعت حضرت مولانا سید عظاء الله شاه بخاری مرحوم و مغفور کی ذات کمی تعارف کی محتاج نہیں۔ اگر برصغیر پاک وہند کی تمریک آزادی کا جائزہ لیا جائے تو حضرت شاہ جی مرحوم کا نام نامی اور اسم گرامی آسمان سیاست پر چمکتا اور دکمتا نظر آتا ہے۔

اس حقیقت سے اٹکار نہیں کیا جاسکتا کہ سارے برصغیر اور خصوصیت سے سابق پنجاب کے عوام میں روح آزادی کو جاری و ساری کرنے کا کام جتنا ہی صاحب نے کیا ہے کوئی دوسرا سقامی سیاسی لیڈر ان کے یاسنگ نظر نہیں آتا۔

عوام میں موافن ہویا خالف جوعزت، شهرت اور عظمت شاہ صاحب کو نصیب ہوئی۔ وہ کم سیاسی رعماء کو ہلی یہ جی صاحب کا کمال تھا کہ سامعین گالیاں کھا کے بھی بے مزہ نہ ہوتے تھے اور حسن لقریر کا یہ عالم کہ عشاء کی نماز کے بعد شروع کرتے توصیح کی نماز کے وقت ختم ہوتی۔ اور وہ اس لئے کہ صبح کی نماز پڑھنی ہوتی تھی۔اور جلسے گاہ میں عوام کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ جیسے ان پر جادو کر دیا گیاہو ہزاروں نہیں لاکھوں کا مجع یوں ساکت وصامت ہوتا جیسے بتعر کے بت جلسے گاہ میں نصب کر دیئے گئے ہوں۔

مجھے ذاتی طور پر صاحب سے بہت ہی کم شرف نیاز حاصل ہوا۔ لیکن کبھی کبھی ان کی خدمت میں شرف پاریا بی نصیب ہوجاتی ان میں سے ایک دن کی بات جواب تک میرے ذہن میں مفوظ ہے عرض کرتا سوں۔

حضرت شاہ ممد عوث کی محد کے سامنے مجلس احرار کا ملحقہ دفتر تھا۔ حضرت علیہ صاحب وہاں مقیم تھے میں اور عظاء اللہ شاہ ہاشمی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حس تقدیر کہ اہل مجلس مطوط ہورہے تھے اور شاہ جی کے لطائف وظرائف کسمی کسمی مجلس کو گئت زعفران بنا دیتے۔

یکا یک بات کارخ پاٹنا اور سلما نوں کی اقتصادی محروری پر بات جل نکلی بہت سے لوگوں نے اس میں حصہ لیا۔ یکا یک شاہ جی نے اپنے زانوں پر ہاتھ ارا اور فرمانے لگے یارو! افصل حق چود ہری نے جو بات بحمہ دی ہے اس نے میری آئکھوں سے اقتصادیات کے سارے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ چود ھری افصل حق نے کیا بات بحمہ دی جس کی طرف کسی مسلمان کو دھیان ہی نہیں گیا۔ واہ چود ھری تونے کیا بات کہ دی۔ اور میں تو اس بات کو یاد کرکے اکثر روتار ہتا ہوں۔

اس و قت شاہ جی پر ایک وجد انی کیفیت طاری ہورہی تھی سب سامعین شاہ جی کی بات سننے کے لئے مرا پا گوش بنے ہوئے تھے۔ شاہ جی نے فرا یا۔ چود حری نے ایک ایس سنت کی طرف مجھے متوجہ کیا جوہمارے

ذہن تک میں نہ تھی۔

سنت رسول مٹھی ہے کہ اور ہماری کوش ہوتی ہے کہ سنت رسول مٹھی ہے کہ اہم کوئی بات نہ ہو۔ لیکن جو سنت جو وحری نے بتائی اس کی طرف کسی نے بھی توجہ سنیں دی کسی نے اس کے متعلق سوچا تک نہیں۔

سنت کیا ہے؟ جود حری ہے کہا شاہ جی آپ یہ تو بتائیے کہ جب نبی ہمخرالزاں مٹائیکیٹم کا وصالیٰ ہوا تو حضور کے گھر میں کیا تما میں چونگا اور کہا حضور کے گھر میں کیا ہوتا؟ حضور نے فرمایا اگر میرے پاس اعلم بہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو اس وقت تک معبد نبوی سے نہ اشتنا جب تک اس کا ریزہ ریزہ مسلما نوں میں تقسیم نہ کر دیتا۔

جود هری نے کہا۔ شاہ جی! حضور لٹائیٹیلم کی اس سنت پر کوئی عمل کرتا ہے؟ کہ جب وہ مرے تو حضور کی سنت میں اس کے گھر میں کمچیہ نہ ہو۔

شاہ جی فرمانے لگے جود هری کی اس بات نے مجد پر وجدانی کیفیت طاری کر دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاہ جی فرمانے لگے جود هری کی اس بات نے مجد پر وجدانی کیفیت طار میں ان کا ایک عمدہ سکان تھا۔ لیکن تقسیم کے بعد ماتان میں کرائے کے سکان میں زندگی بسر کر دی اور واقعی جب شاہ جی کا انتقال ہوا توان کے کھر میں کچھذ تھا۔ خدار حمت کندایں عاشقان یاک طینت را

## أك ضرب كليمانه

تمی طبع سلیم ان کی اور ذوق حکیمانہ احباب سے بلتے یا اغیار سے وہ بلتے راہخ تھے عقیدہ میں اور عزم کے پہتے ہمی امرار لطیفانہ در باب نصیحت وہ گفتار بمی شیریں تمی اور کمن بمی داؤدی تمریر میں تما ان کے انداز اوبانہ روتوں کو ہنساتے تمے اور ہنستوں کو رلا دیتے وہ قوم کے خادم تھے احرار کے تھے کائد

شفقت میں جملکتی تئی آگ ناان کریآنہ اسکوں پر بٹھاتے تھے اپنا ہو کہ بیگانہ وزیائے عمل میں بھی یکتاؤ یکدانہ کرتے جو بیاں ہوتا انداز نسیحانہ تقریر میں ہوتا تھا اک رنگ خطیانہ تھا طرز تکلم کیا؟ اک ضرب کلیانہ تھی ان کی خطابت میں تاثیر طلسانہ وہ مرد مجابد تھے، تھی طاب خجاعانہ وہ مرد مجابد تھے، تھی طاب خجاعانہ

اللہ لے بنشا تما اک ذہن رسا ان کو تما نام "عطام اللہ" اوصاف بزرگانہ!

مولانا على محمد ياسلوى

## شاه جی اور ان کامشن

زندہ توہیں اپنے جلیل القدر رہنماؤل اور برزگوں کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتی ہیں۔اللہ تعالی نے حضرت اسیر ضریعت کو جنہیں شاہ جی کے پیارے نام سے یاد کیا جاتا ہے خطابت کا وہ مکنہ عظاء کیا تھا کہ پورے ایشیاہ میں انجی نگر کا کوئی خطیب نہ تھا "سحر بیان" اگرچہ اردو ادب میں ایک اصطلاح بہت پہلے سے وضع ہے لیکن اس کا صمع اطلاق مرف شاہ جی بر ہوتا ہے۔ اور جونکہ شاہ جی نے اپنی اس خداداد صلاحیت کو صرف اعلائے کمکہ آلمی کی کے لئے مختص کر کے برصغیر پاک و ہند کے جبے جیہ میں حضور مسرور کوئیں نگائیتیا کی مدح مسراتی کی اور ان کے اس فربان کہ "میں نہیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" کی گونج سے سیدانی اس فربان کہ رہی نہیں مرے ہیں بلکہ لبنی زندگی ۔ کے انمٹ نتوش باتی چورڈ گئے ہیں۔

شاہ جی گئے سادہ طریقہ سے سلمانوں کو بتایا کرتے تھے کہ حضور اکرم سٹائیلیم آخری نبی ہیں اور جعلی نبوت کا کاروبار جلانے والے سلمانوں کے سواد اعظم کے خلاف انگریزوں کی بد ترین جال ہیں۔ زبان وبیان سے اس کی تعریف و تمید ممکن نہیں اور سلمان مبی انگریزوں کے اس خود کاش بودے کی سازشوں سے باخبر ہو کر اپنے ایمان میں نقب لگانے والوں کی جالوں سے اپنے آپ کو مفوظ کر بچے تھے۔ ہر شخص یہ بات پوری طرح سمجہ بچا تھا کہ جب حفرت موٹی گلیم اللہ کا مالے تصفرت ابراہیم کو فلیل اللہ کا درجہ طلاح حضرت اسماعیل طرح سمجہ بچا تھا کہ جب حفرت موٹی گلیم اللہ کا موالے تھے بعد رصالہ کی کیوں عطا و زبح اللہ کا زام میں وہ تمام محاس و فرجع ہوگئے جو آپ شٹائیڈ ہے سیلے آنے والے نبیوں کی خصوصیت تھے۔ حضور اگرم میں وہ تمام محاس و محالہ جمع ہوگئے جو آپ شٹائیڈ ہے ہو اور اگر نبوت کا دروازہ محملا ہی ہوتا تو صفور اگرم میں وہ تمام محاس و مسلیمہ کداب کی اور فار اور فلیفتہ المسلمین حضرت صدیق اکبر مسلیمہ کذاب کی سرکوبی کیوں گی جمیاں گا بلکہ صفور اگرم شٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور صفور اگرم میں المرش نے اس جملی مسلیمہ کداب کی سرکوبی کیوں گی جملے محمد سے اس محمد میں اکرش نے اس جملے معنور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور حسور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور حسور آئی ہمزی نہیں سے معنور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور حسور آئی میں نہیں کہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور خواب نہ ہمزی نہیں نہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں اور خواب نہ ہو سے اس محمد نہ المیں نہیں نہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں کہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں کہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں کہ صفور اگرم مٹائیڈ ہم ہمزی نہیں۔ اس نہ بوت بند ہو بھا ہے۔

کروٹر کروٹر حمتیں ہوں حضرت شاہ جی کی دوج پر جنول نے صفود اکرم کی ختم مبوت کے بارے میں بڑے ہی سادہ سکیس اور عام فہم انداز میں سلمانوں کو سمعایا اور انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے سلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی خاطر جعلی سوت کا جوڈھونگ رجانے کے لئے اپنے بس حوروہ پر گزر بسر کرنے والوں کو آلدکار بنایا تعاوہ ہے نیل ومرام رہا اور مسلمان پوری طرح سمجد گئے کہ ظانہ ساز نبوت کے لئے برصغیر پاک وہند میں کوئی گنجاکش نہیں ہے۔ حضرت شاہ جی کی اس بے مثال جدوجہد کے باعث ان کا نام تاریخ اسلام کا ایک سنہری ورق بن گیا ہے۔

آج ہر شفس یہ مموس کر رہا ہے کہ پاکستان میں جعلی نبوت کا ڈھونگ رہانے والول کا سنتی سے عاسبہ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن کیا یہ نمائش بطے، علق کے اوپر اوپر سے کی گئی دھوال دھار تقریریں اور جند قرار دادیں کافی ہیں۔ بوران سے ہم اصل مقصد پالیں گے یقیناً اس کا جواب گنی میں ہے یہ سب باتیں ممفن، وقتی ہیں جب کہ اسلام کو بعرویہ ول کی سازشول سے بجانے کے لئے منظم اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ وقتی ہیں جب کہ اسلام کو بعرویہ ول کی سازشول سے بجانے کے لئے منظم اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ مسلسان راہ نماؤں کی بے حمی بر می ہی اندو بناک ہے۔ شاہ جی کی روح ترب رہی ہوگی۔ کیونکہ اگر شاہ جی زندہ ہوتے تورسول اللہ کے بروانے ملک کے گوشے گوشے سے مجمع صدائے احتجاج بن جاتے۔ وہ محمال اور سیح کے دور کا یہ زوال

فاعتبرو يا اولى الاابصار

> ائے عظیم من اور بے مثال جدوجہد کے پیش نظر بواطور پر کھا جا سکتا ہے کہ: وہ اوگ تو نے ایک ہی شوخی میں محمو دیئے دھونڈا تھا آسمال نے جنہیں خاک چھاں کر

واقعہ یہ ہے کہ شاہ جی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ ایسے لوگ صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ وقت کا اہم ترین تقاصہ یہ ہے کہ ہم اپنی نبی سر گرمیوں کو محدود کر کے دین کی سربندی کے لئے کام کریں۔ انگریزی ذہن کی تعلیم نے مسلما نوں میں دینی بے حس کی جو ہمر پیدا کر دی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس میٹھے زہر کے اثر کو زائل کیا جائے۔ یہ زہر تہی بے اثر ہوسکے گا جب مسلما نوں کو صبح دینی و و نیوی تعلیم کے زبور سے آراستہ کیا جائے گا۔ اورانہیں دین مبین کی بنیادی اقدار سے بھی پوری طرح۔ متعارف کرایاجائے گا۔ اور و نیا میں دنیا کے طور پر زندہ رہنے کا اسلامی قرینہ سیکھایاجائے گا۔

لوگ پیاہے ہیں وہ صمیح دری کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکی نبوت کا کاروبار جلانے والے لوگوں کی اس بے عملی کا فائدہ اشا کران کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں چونکہ صمیح دین کا انہیں پرتر نہیں ہوتا اس لئے ان کے سامنے جو مجمد بھی پیش کیا جاتا ہے وہ انہیں قبول کر لیتے ہیں۔ یہ بڑا ہی نازک دور ہے۔ اس میں ان لوگوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں جو حضرت شاہ جی کے نائمیں ہیں اور دین اسلام کی شمع کو ذوران رکھنے کے خواہشمند ہیں۔ کیا ہم سب اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار ہیں ؟ اس سوال کا جواب اپنے دل کے سومیتے:

#### شاید کدا ترجائے کی دل میں میرے بات



#### وہ ایک مومن جو لطف احمد کی بر کتوں ہے قمر بنا تھا

نصا کے سینے پہ خونی کر گس کے تیز بینے مجل رہے ہیں جراع علم و عمل کی لو سے دھوئیں کے بادل اہل رہے ہیں کہ آج احرار کا نگباں جو تخت علی پہ تھا فرودال حیات فانی سے ہو کے گریاں سدھارا سوئے جہال یزدال وہ ایک مولی جو بھاں نے خراج تحمیں ادا گیا تھا وہ ایک مولی جو لطفتِ احمد کی برکتوں سے قر بنا تھا وہ ایک رہبر کی جس کی نظروں میں باری دنیا تھی کوزہ گل وہ ایک رہبر کی جس کے صدقے میں رہ نوردوں نے پائی سرل وہ اک معلم کہ جس کے صدقے میں رہ نوردوں نے پائی سرل وہ اک مقم کہ جس کے صدقے میں رہ نوردوں نے پائی سرل وہ اک مقرر کہ جس کے طرز بیاں میں شعلوں کا سوز پیدا وہ اک مقرر کہ جس کے طرز بیاں میں شعلوں کا سوز پیدا اس چراغ سمر ہیں ہو کہا ہو دیا ہے۔ اس جو کہا تھا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس کی بہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اس فراد قصا سے بھی کی در زمین کے پہلو دیاں کی در زمین کی در زمین کی در زمین کی در زمین کے پیلو دیاں کی در زمین کی در ز

پروفیسر خالد بزمی

## جال نثار سيْدُ الإبراروه درويش تھا

کا علمبردار وه درویش تها مسلک نبوی کا پیروکار وه درویش رسول التٰد کے ارشاد سے منہ اس کے حق میں عمر کی تلوار وہ درویش و بالحل کے مقابل، شرک و بدعت کے خلاف میں توحید کی لکار وہ درویش مصطفے سے بے خود و سرشلا تھا باده توحید سے سرشار وہ درویش دین کی حفظ و اشاعت اس کا پہلا فرض تھا حق میں ہر گھرطی تيار وه درويش بتی بتی، شهر یا که م تنغ جوهردار وه درویش قريہ بہ قريہ، دینِ حق کی تیغِ جوہردار وہ انتشار اس کو کبمی بیائے نہ تھے کے نقصان سے بیزار دين الفاق قوم پر مرتا تھا الغرض اسلاف کا کردار وه درویش ادشاد پیمبر اس کا عین ایمان تھا نثار سيد الأبرار وه درويش

### سیاہی بھی سیبہ سالار بھی

مولانا عطاء الند شاہ بخاری کی جدوجہد آزادی وطن اور اقامت دین کے لئے رہی۔ مجلس احرار اسلام کے بلیش فارم سے انگریزوں سے معر کہ آراء دہ اور اس وجہ سے زندگی کا بیشتر حصہ قید و بندیس گزارا۔ جب جیل سے آگئے توان کی شعلہ بیانی کی بدولت قصر حکومت میں زلزلہ آجاتا۔ وہ ملک کے طول و عرض میں سفر کر کے لین تقریروں سے لوگوں کے دلوں کو گراتے اور پھر حکومت کے لئے اس کے سواکوئی چارہ نہ رہتا کہ انہیں بند کر دے۔ اس طرح یہ فقرہ ان کے مناسب حال ہے کہ ان کی آدھی زندگی جیل میں گزری اور باقی زندگی دیل میں گزری اور باقی زندگی دیل میں۔

مولانا نے نہ صرف یہ کہ ہندوستان کی آزادی کے نے جنگ کی بلکہ کشیر کے پر مردہ سلمانوں کو اشانے میں بھی انہوں نے زبردست صحہ لیا۔ جس وقت شیخ عبداللہ اندروں کشیر میں مہارام کی زبردست طاقت سے لائرت سے لائرے ہیں شعلہ بیانی کے ذریعہ ہزاروں رصنا کار جمع کر کے کشیر بھیجہ۔ تاکہ مہارام کی طاقت سے کار جمع کر کے کشیر بھیجہ۔ تاکہ مہارام کی طاقت سے کار با کے۔ مہارم نے مجازات کے سے بھیج دی۔ لیکن اس طلب کی۔ حکومت بند نے مدد تو کی اور اپنی فوج کشیر کی مرحدوں کی حفاظت کے لئے بھیج دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک کمیشن مقرر کر دیا۔ جے ابئی ٹمیشن کے اسباب پر اپنی رپورٹ بیش کرتی تھی۔ کمیشن نے رپورٹ دی کہ ریاست کے عوام کی علومت میں کوئی آواز نہیں ہے۔ اور برطانوی ہند میں رفتہ رفتہ اصلاحات رپورٹ بی کہ ان کے یہاں بھی اس طرح کی اصلاحات نافذ ہور ہی ہی۔ اس طرح کی اصلاحات ہوں۔ چنانچ برطانوی حکومت کے دباؤ سے گئے دباؤ سے باکستان میں قادیا نیوں کا زور بھی توڑ دیا۔ پاکستان میں بسطے کے متا بلہ میں ان کے اثرات کم ہیں۔ کوششوں سے پاکستان میں قادیا نیوں کا زور بھی توڑ دیا۔ پاکستان میں بسطے کے متا بلہ میں ان کے اثرات کم ہیں۔ اس از بر آزائی زبان و تلم میں مولانا اور ان کے دقتاء دار ورس کی منزل کے تو یب پہنچ گئے۔

آزادی سے پہلے ہندوستان میں مولانا کی شخصیت معروف اور سلم تھی۔ وہ جال ہمی ہننج جاتے ان کے خالفین بھی ان کی تقریر سننے آجائے۔ وہ گھنٹوں بھی بولئے رہتے تولوگ مسور ہو کرسنتے رہتے۔ فیاض ازل نے گفتگو اور تقریر کی خمیر معمولی قدرت سے انہیں نوازا تھا۔ مولانا ایک اجتماع میں پنجاب کے امیر شریعت منتخب ہوئے تھے۔ لیکن انکی ہٹگائی زندگی نے ان کو موقع نہیں دیا کہ اپنی لمارت کو منظم کریں۔ یہ ایک تقدیری بات تھی ور نہ لمارت شرعیہ ہندوستان گیر بیمانہ پر بن چکی ہوتی۔ مولانا تھے تو پنجاب کے۔ لیکن ان کی نائبال پٹندسٹی میں تھی۔ انہوں نے اپنے لاکمین کا حصہ اور عنفوان شباب تک کا زنانہ "گیا" میں گزارا۔ پٹنہ میں ان کے جانے والے موجود تھے۔

مولانا كا حافظ عضب كا تما- • ١٩٣٠ و كا زمانه تما كه وه "كيا" آنے جامع مبود بہنچ كروه تحيته المبحد بڑھے لگے

سامنے ایک آدمی آئے تھڑا ہوا جو بہت معمولی شکل وصورت اور معمولی لباس میں تھا۔ مولانا نے سلام بھیر کر اس سے معالقہ کیا اور کہا کہ آپ کو چالیس برس کے بعد دیکھا ہے۔ جب کہ اٹھا اِٹم کیوں تھا۔

پاکستان بغنے کے بعد مولانا کا تعلق ہندوستان سے نہیں رہا۔ لیکن ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں خان عبدالغفار خان ، مولانا عبدالغدسندھی کی طرح مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام کو بھی بعلایا نہیں جاسکے گا۔

مولانا کو میں نے "گیا" میں قریب سے دیکھا تھا۔ انکی جراَت اور انگریزی عکومت کی مخالفت میں ان کی جاہد اندزندگی اور مطیر مصالحا نہ نہرود میں کو دجا۔ نمولانا کے جاہد اندزندگی اور طیر مصالحا نہ نہرود میں کو دجا۔ نمولانا نے جس طرح ساری رزندگی جاد آزادی میں گزاری اور مسلسل قیدو بندکی صعوبتیں برداشت کیں اس کی نظیر آسانی سے نہیں مل سکتی ہے۔ وہ آزادی کی لڑائی کے سپاہی ہمی تھے اور سپر سالار بھی اور تنہا لنگر جرار ہمی۔ ان کے نفس گرم کی تاثیر نے ہزاروں اشخاص کے دلوں میں آزادی کا جوش بھر دیا۔ اس دور کو دیکھے والی نسل بھی اب تیزی کے ساتھ ختم ہوتی جاری سے۔ رہے نام اللہ کا۔

" ٹوٹے ہوئے تارے" (صفحات ۱۳۱ تا ۱۳۸)

#### بناری عید تمنا تیرے بیان میں ہے کی کی آنکھ میں جادہ تیری زبان میں ہے

سے کہا ہے کہتے والے نے کہ اردو زبان جب سے سروض وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسا خطیب اعظیم پیدا نہیں کر سکی اور مستقبل قربیب ہیں بھی شاہ جی کی مثال کی کوئی امید نہیں ہے اور خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسمنے یہ زبان کا جادو اس شخص کو عظا فرمایا جو کہ عقیدہ اور مسلک کے اعتبار سے اکا براہل السنت والجماعت کے صبح ترجمان تھے۔ حضرت شاہ جی خود لینی تقریروں میں ارشاد فرمایا کرتے کہ میں مسلک کے اعتبار سے جائے وہ دبی ہویا سیاسی حضرت شیخ الهند مولانا محمود حسن اور محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری کو اپنا امام ما نتا ہوں۔ اور انہیں کے مسلک پر قائم ہوں اور اس پر مرشینے کے لئے تیار ہوں۔ میں وہ مسلک ہے جس کے تعفظ اور لئے تیار ہوں۔ بھی حقیدہ اور جس بر ان کے بقاضا وہ کی اللہ عدت دبلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بہترین صلاحیتیں وقعت کر دیں۔ اور جس بر ان کے ستانتیں اور اسلین اور اولاد واحفاد ہے اپنی جائیں تو بیان کر دیں۔

جانشين شنخ التفسير حضرت مولانا عبيد الثدا نور رحمه الثله

## یاد ہیں باتیں شاہ جی کی

میرے ممدوح حضرت امیر شریعت سید عطاء الله شاہ کاری ان مقدس و بر طوص شفصیتوں میں شمار ہوتے ہیں جن کے افکار و کارہائے نمایاں سے تاریخ کے اوراق روش ہیں۔

خالباً ۱۹۴۲-۱۹۴۳ء میں بہل صنع میا نوالی میں بسلسلہ طلانت مقیم تعا تو حضرت شاہ جی ایک تبلینی جلسہ
میں لقریر کے لیئے تشریف لائے۔ درویشا نہ سادہ طرز، جسانی لخاظ سے نہ بچد لویم شعیم اور نہ محرور، متوسط بدن
ڈاڑھی میں سفید وسیاہ بالول کا اشتر اگ ۔ سر پر سفید کپڑے کی ٹوبی، سادہ سفید لباس اب بھی اگر آ تکھ بند کرول
توان کی نورانی اور پاکیزہ صورت تصور پر جھاجاتی ہے۔ سفر میں بالکل تنہا، سامان متسمر بلکہ ندار دبقول شاعر
توان کی نورانی اور پاکیزہ صورت تصور پر جھاجاتی ہے۔ سفر میں بالکل تنہا، سامان متسمر بلکہ ندار دبقول شاعر

فر و ناز وعيش و نعت ابلِ دولت كو نسيب فتر و صبر و خكر بے دائم شعار عارفان!

اتفاقاً جمعہ کا دن تھا۔ آپ نے جامع مجدین جمعہ پڑھایا۔ خطبہ اولیٰ و ثانی جن دکش اور سمر آفریں لہجہ میں اوا فریایا۔ اس کی گونج اب تک راقم کے کا نول کوسنائی دے رہی ہے۔ آخری خطبہ میں تمام ممالک اسلامیہ کے لئے نام لے لئے کر درد آفریں اور پرسوز رنگ میں دحائے کا مرانی و ترقی فرمانا اور احدائے اسلام کی تباہی و ناکامی کے لئے عربی میں دعا طلب کرنا پھر خطبہ کے بعد نماز میں قرآن کی تلاوت کا اثر۔ بس ایسا معلام مورہا تھا۔ قرآن اب ہی آثر رہا ہے۔ نماز کے بعد جلسہ میں اس آیت سے تقریر کا آغاز فرمایا۔

ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين وكان ألله بكل شئى عليماً

لقریر کیا تھی ہر لفظ بلکہ ہر حرف اپنے اندر جاذبیت کا ایک سندر دکھتا تھا۔ آپ کا پسندیدہ موضوع "ختم نبوت" تھا۔ لفظ خاتم النبین کی توضیح و تشریح یوں فرائی۔ " خاتم النبین کے معافی قادیا فی حضرات کے کہنے پر اگر نبوت کی انگوشمی یعنی مہر کی جائے تو بھی "ختم نبوت" پر کوئی حرف نہیں آتا۔ گور نمنٹ کے مقرر کردہ محکہ کی طرف سے جس مکان کے دروازے پر سیل یعنی مہر لگ جائے تو عوام کا کوئی شخص اے نہیں توڑ مکتا۔ اسی طرح محکمہ ڈاک کے جس تھیلے پر مہر لگا دی جاتی ہے اسے راستے میں کوئی کھول نہیں سکتا۔ تاو تشکیہ منزل مقصود پر افسر جازیک نہ پینچ گریہ سب دنیا کے نظام ہیں۔ خدائی نظام کے تحت نبوت کے جس تھیلہ پر خاتے کی مہر ثبت ہو چئی ہے۔ اسے کھولنے کا تاقیاست کی بضر کو اختیار اور طاقعت نہیں ہے" غرض خطابت کا رنگ اپنا اثر دکھا یا۔ سامعیں وجد میں جموم رہےتے ایک اور موقع پر کروڑ الحل میسی صلی مظر گڑھ (اب رفظنی میں اپنا جوہر دکھایا۔ سامعیں وجد میں جموم رہےتے ایک اور موقع پر کروڑ الحل میس صلی مظر گڑھ (اب تلات فرمائے ویکھا۔ اس وفعہ آپ کا موضوع "السلام علیکم اور وعلیکم السلام کا مسلما نول میں ترویج" تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر سارے مسلمان بہم طاقات میں یاراہ گرز میں السلام علینم اور وعلیکم السلام کو الترام سے اپنالیں تو یقین ہے نجات عاصل ہوجائے گی "غرض آپ کی تقریر ولپذیر ہندو پاکستان کے مسلما نول اور ہندوول کے قلوب پر کیسال اثر انداز تھی۔ آپ بلاکے عاضر جواب تھے۔ آپ کا ولپ مراق دری اصلاح کا موجب ہوا کرتا تھا۔ بسل صنع میا نوالی (اب صنع بھر) میں قیام کے دوران ایک دہاتی سفید ریش حضرت شاہ جی کی مجلس میں آیا اور بجائے السلام علیکم کھنے کے اسم اللہ اسم الشہ کھر کر پاول چھونے گا۔ حضرت نے فوراً ہاتھ پکڑ کر فرایا۔ "میال اسم اللہ عالم طور پر دو جگہ پڑھی جاتی ہے۔ روقی محمال نے سے پیلے یا لہی منکور عورت کے ہاں جا سے سے پہلے یا لہی منکور عورت کے ہاں جا سے بیلے۔ تا میں است آسیز لحب میں است سمیایا کہ "سملمان جب کی مجلس میں آئے تو پیلے السلام علیم کھے۔ جو ضریعت کا حکم اور کار تواب ہے" سمیایا کہ "سملمان جب کی مجلس میں آت تو پیلے السلام علیم کھے۔ جو ضریعت کا حکم اور کار تواب ہے" آپ نے ملک و ملت کے لئے قید ہو کم جو کا رانا ہے سمرانجام و شے وہ بے حقوصاب ہیں۔ الشراح الی کہ میں کرنے میں کار کی کہ مغرب ترائے ہیں۔ الشراح کی سے مقال کیں۔ آپ کے میں کہ میں کار کی کہ میں اسکانی کہ سمیان کرنے وہ کے میں کہ کو کو میں کہ کی تو فیتی ارزانی کم سے۔ آپ میں

عليم ناصرى سيدوالاحش

سید والا حتم وجود اس ب ہو تری کیسے اام تھا، بارى ہندی نہ . بخار می

وطلے تھے تری بارگہِ نطق میں خودشید اٹھتے تھے ترے چرخِ تغیل سے اُجالے مہوتے تھے مصاصب ترے جم جاہوں کے ہمسر بنتے تھے تری بڑم میں بیکس بھی جیالے

تیتر ترے کرتے تھے عقابوں کا تعاقب 

تیرے کے صیدِ زبول دام ِ سے بچ ٹکلا ترے

ربوں ہے اور کا شہار کی معرکهٔ دار و رسن نه تری بندوسلاسل نے تاک و تار

کا تمفظ ترا تری کی يطحا

کہاں جاتا ترسے احرار رسالت کوئی بدگو بدگو و

اے میرِ شریعت تری آواز کا جادو یوں سر پہ چڑھا ہے کہ ابھی بول رہا ہے اس وقت بھی ہندی متنبی کا سکھا س بیبت سے تری صبح و میا ڈول رہا ہے ہودہ نشینوں کی کج آموزی کے اصنام لاریب ترے نعرہ کینیر سے ٹوٹے کی کیا جانئے یوں کتنے اسیرانِ صنالت ہر بیتدع دین کی تزویر سے چھوٹے ہر بیتدع دین کی تزویر سے چھوٹے

صبحول نے سمیٹی ہے تری آنکھ کی شبنم راتوں نے بھی لوٹی ہے گل افثانی گفتار رک جاتے تھے آبو ترے نغمات کی لے پر جھک جاتے تھے قرآن کی آیات پہ اشجار کیا میری زبال اور کھال تیرے محاسن کھینچے گا قلم کیا ترے ایام کی تصویر میں نے تجھے دیکھا بھی گر خواب کی صورت باتف نے بیال اس طرح کی خواب کی تعبیر

میں کے بیجے دیکھا بھی کمر حواب کی صورت
ہاتف نے بیاں اس طرح کی خواب کی تعبیر ۔

اک حکمت و برہاں کا سندر تھا بخاری
لؤ لوئے معارف کا وہ اک گنج نہاں تھا
اک پیرِ شباب آور و دارائے تبور
ابلاغ و خطابت کا وہ دریائے رواں تھا
گزرے ہوئے طوفان کی اک موجِ سبک سیر
گزرے ہوئے سورج کی شعاعِ افق افروز
اُک آپ ہوئے ہوئے کی شعاعِ افق افروز
اُک آپ ہوئے ہوئے کا تابندہ شرارہ
اُک اوٹے ہوئے تافلے کی آہ مگر دوز

## شاه جی! کچھ یادیں کچھ باتیں

........ یہ ۱۹۵۹ء کے اواخر کا ذکر ہے! ان ونول میں روزنامہ کوهستان (اب مرحوم) ملتان میں بطور سب ایڈیٹر کام کر دہا تھا۔ کو مبتان ملتان سے ۱۳۱ اپریل ۱۹۵۹ء کو جاری کیا گیا۔ میبرے استاذ محترم جناب اقبال ربیری (جو روزنامہ مشرق کے جیت ایڈیٹر اور جیت ایڈیٹر کو کے عہدہ پر کئی سال فاکر رہنے کے بعد اب ریٹا کر موجیکے ہیں) کو مبتان ملتان کے ریڈیڈٹ ایڈیٹر اور نامور صافی جناب ایٹار راعی (اب ملتان سے شائع ہونے والے روزنامہ "قوی آواز" کے الک و مدیراعلیٰ ہیں) کو هستان کے جیت رپور ٹر تھے۔

پہلے چند ماہ تو نیا اخبار لکالنے کی باؤ میں گزرگئے۔ جب ذرا سکون ہوا تو ملتان شہر پر زیادہ توجہ دینے کا آغاز ہوا۔ کمبمی کوئی علاقہ، کمبھی کوئی بازار کمبمی کموئی محلہ ہم لوگوں کی "سیر گاہ" بنتا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ صبح تقریباً دس مجے ایشار راعی صاحب تیار ہو کر نگلنے کے موڈ میں تھے۔ میں نے پوچھاکھاں کا ارادہ ہے تو ہوئے آج اسپر شریعت سید عطاہ انکہ شاہ بخاری (رحمتہ اللہ علیہ) سے بلنے کا قصد ہے۔

میں شاہ جی کے نام اور کارناموں سے واقعت تعا- للہور میں اپنی تعلیم کے دوران شاہ جی کی تقریریں سن چیا تعالی کی بیت بیا تعلیم کے دوران شاہ جی کی تقریریں سن چیا تعالی کی بیت یہ جے مطم نہ تعالی ہات ہے۔ شاہ جی چند سال سے عملی زندگی سے گویار شائر ہو چھے تھے اور ذیا بیطس اور بعض دوسر سے امراض کے باعث گوشہ شینی کی زندگی گزار رہے تھے۔ قبل ازیں وہ خان گڑھ میں مقیم رہے تھے۔ شاہ جی کا نام من کر میر سے دل میں بھی کر زندگی گزار رہے تھے۔ قبل ازیں وہ خان گڑھ میں مقیم رہے تھے۔ شاہ جی کا نام من کر میر سے دل میں بھی کی کر گری آزادی کے اس شعلہ بیاں مقرر کی زیارت کا شوق ابسرا اور میں نے ایشار صاحب سے درخواست کی کداگروہ چند منٹ رک جائیں تو میں بھی ان کے ساتھ شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے تیار مواؤں۔

"جل جیستی کر" (چلوجلدی کرہ) ایٹار راعی نے اپنے منصوص انداز میں کہا اور میرے کرے میں ہی ہیشھہ کر اخبار دیکھنے لگے۔ ان دنوں روزنامہ امروز (اب مرحوم) اوز نوائے وقت بھی ملتان سے فکل آئے تھے۔ نوائے وقت ابھی تک ملتان سے فکل رہا ہے۔ اور پیل پھول رہا ہے۔

میں نے جلدی جلدی شیو کیا، لباس تبدیل کیا اور ایشار صاحب کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ ان د نول کو حستان کا پورا عملہ حس پروانہ کالوئی کی ایک کو ٹھی میں رہتا تھا جو دو مسزلہ تھی۔ ہم اوپر کی مسزل میں رہتے تھے۔ گھر سے نکلے اور پرانے شہر سے ڈیرہ اڈہ کی طرف جانے والی سرگل پر آکر تائکہ پکڑا اور شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ کوئی بیس منٹ بعد ہم محلہ شہی شیر خان پہنچے۔

ٹسی شیر طاں ملتان شہر کے شمال مشرقی کونے میں واقع ایک بسماندہ سامحلہ تھا۔ اگرچہ ۳۵ برس کے

شب وروز نے میری اس دور کی یادول پر کافی گرد ڈال دی ہے لیکن میرے ذہن کے پردے پر آج بھی بعض تصاویر بڑی روشن بیں جے میں شاہ جی کی خدست میں حاضری کی سعادت کا پر تو تصور کرتا ہوں۔ بات ہورہی تھی ٹین شیر خان کی- یہ پختہ، نیم پختہ اور کچے مکانوں کا ملغوبہ سائحلہ تھا۔ شاہ جی جس مکان میں مقیم تھے وہ بھی ایک عام سانیم پختہ مکان تھا۔ مکان سے کچھدوری ہم تانگہ سے اتر گئے

کوئی ڈیڑھ دوسو قدم چلنے کے بعد ہم شاہ جی کے ڈیرہ پرتھے۔ یہ یاد نہیں کہ شاہ جی کو ہم نے اپنی آمد کی اطلاع کس طرح پہنچائی ہاں یہ یاد ہے کہ اجازت ملنے پر ہم سکان کے اندر داخل ہوئے۔ بیرونی دروازے سے چند قدم پر ہی بائیں طرف وہ چھوٹی سی نیم پختہ کو ٹھڑی (بیڈھک) تھی جس میں برصفیر کی اقلیم خطابت کا لیے شاج بادشاہ آرام فرباریا تھا۔

شاہ مجی کو شمری کے ایک طرف، مشرق و مغرب کے رخ عام سے بستر پر آزام فراتھے۔ ایشار راغی صاحب کا خاہ مجی سے خاص تعلق تعالی کو شمری میں ایشار راغی پیطے اور میں بعد میں داخل ہوا۔ ایشار صاحب کو دیکھ کر اور ان کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام" بھتے ہوئے خاہ مجی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر اور ان کے سلام کیا۔ ایشار صاحب نے میرا تعارف کرایا تو خاہ جی نے مسکراتے ہوئے دایاں ہا تھ میری طرف بڑھا یا۔ کر سلام کیا۔ ایشار صاحب نے میرا تعارف کرایا تو خاہ میں ایک پیندگو ہوں اور گاؤں کے رہنے والوں کی مخصوص میں نے خاہ جی کا ہاتھ اپنے دو نول ہا تھوں میں لیا۔ میں ایک پیندگو ہوں اور گاؤں کے رہنے والوں کی مخصوص کیفیات (بلکہ عادات) سے اب تک پیچھا نہیں چھڑا کا۔ اور آج سے ۳۵ برنس قبل ۔۔۔۔۔ آپ خود ہی اندازہ لگا ئیں۔۔۔۔۔ میں نے جب کر دست بوسی کی کوشش کی گرانہوں نے ہاتھ تھونچ لیا اور میرے شانے پر تھور بیٹھور بیٹھور بیٹھور"

اس کے بعد ہمی میں ایشار صاصب کی رفاقت میں کئی بارشاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہی کوئی سوال کرنے کی تو جہاں ان کی یا تعل کو خور سے سنتا رہتا۔ ایشار صاحب کے ساتھ شاہ جی ملک کی صورت حال اور سیاست پر ہمی باتیں کرتے۔ کہی کہارشاہ جی اپنے احوال مجی بیان کوتے اور اس بات پر وکھ کا اظہار کرتے کہ بعض لوگ جوان کے طفیل معاشرے میں معزز بنے پھرتے ہیں، ان کویلئے تک نہیں سے ۔
آتے۔

ان د نول شاہ جی کو تنہائی کا د کھ کھائے جا رہا تھا۔ ذیا بیطس کا مرض بھی زوروں پر تھا اور بعض دیگر عوارض بھی، کین لاکھوں کے مجمعے کو مبدوت کر کے بٹھا دینے والا یہ شعلہ نوا خطیب تنہائی کے د کھ سے زیادہ کسی اور تکلیف کو مموس نہیں کر رہا تھا۔ ایک بار توانہوں نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی کما تھا جب تک یہ بولتی تھی سبھی آگے چچھے پھر تے تھے گر اب۔۔۔۔۔۔۔ شاہ جی خاموش ہوگئے تنہائی کا گھراد کھان کے جسرے سے عیال تھا اور بکی بات یہ سے کہ شاہ جی کی کوشری بھی غم میں ڈوبی ہوئی مموس موری تھی۔

ا یک دن ہم گئے توشاہ جی خوشگوار موڈمیں تھے۔ غالباً مرض میں مجھدافاقد تھا۔ ذیا بیطس کا ذکر بھی کیا اور

ذبایا کہ اس مرض میں مبتلا افراد کو جامن کھانے چاہئیں۔ وہ خود بھی جامن کھا کر فارغ ہوئے تھے جو ثاید ان کے عقیدت مند نے بعبوائے تھے۔ خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے ہوئے ثاہ جی نے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق بعض پتے کی باتیں کہیں۔ ان کی ایک بات جو آج تک میرے دل پر نقش ہے وہ یہ ہے کہ "جب کسی دوست سے بلنے جاد آبان خواہ کہیا ہی ہو، منہ خوب دھو کر اور بال سنوار کر جاؤ کہ دوست تمارے جرے کو دیکھ کر خوش ہوجاتا ہے۔ اے آپ کے نباس وغیرہ سے کم ہی دلیس سے پہلے دیکھتا ہے۔ لیکن جب کسی وشمن سے ملاقات کے لئے جاؤ تو لباس اچھا اور خاص طور پر جوتا چک دائن صاف ستمرا بین کر جاؤ کہ دشمن سب سے پہلے آپ کے پاؤں کو دیکھتا ہے۔ شاہ جی کے اس فلیف کا مجھے کئی پار ماف ستمرا بین کر جاؤ کہ دشمن سب سے پہلے آپ کے پاؤں کو دیکھتا ہے۔ شاہ جی کے اس فلیف کا مجھے کئی پار

شاہ جی نے ۱۲ اگت ۱۹۱۱ء کو داعی اجل کو لہیک کہا۔ اسکھے روز تیسرے بہر اس بے سٹال خطیب اور شعد نوا مقرر کی نماز جنازہ میں دو لاکھ سکے اگ انسان شعلہ نوا مقرر کی نماز جنازہ میں دو لاکھ سکے لگ ہمگ انسان ضریک تھے۔ بہت سے لوگ جن میں جفرت شورش کاشمیری بھی شامل تھے، زاروقطار رورہے تھے۔ شاہ جی کو طول باقری قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اتنا بڑا جنازہ ملتان کی تاریخ میں اس سے قبل اور اس کے بعد دیکھنے میں نہیں آیا۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۳۳ء میں شاہ جی۔ نے ملتان میں سعراج النبی مٹھ آیا ہے کہ ایک عظیم جلسہ سے جو باغ النظے خال میں منعقد ہوا خطاب کیا۔ عشق رسول مٹھ آیا ہیں دو اور کرشاہ جی نے جو اقریر کی ہوگی اس کا حال سنانے والا اب شاید کوئی ہو، لیکن مشہور ہے کہ شاہ جی کی تقریر سن کر جلسہ میں شامل ایک جو تقریر کی جو گی اس انہ بلند کیا اور دو نوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ملتانی زبان میں کہا "سیدا! شالا اتھا میں دفن تھیویں" (اسے سید زادے، خدا کرے تو یمیں دفن میں اور مجذوب کی یہ دعارت نصیب خطیب موخواب ہے۔ ہوئی کہ بیسویں صدی کا یہ فقیدا المثال اور عظیم خطیب موخواب ہے۔ ہوئی کہ بیسویں صدی کا یہ فقیدا المثال اور عظیم خطیب موخواب ہے۔

سید عبدالممید عدم (مرحوم) نے شاہ جی کی وفات پر ایک حیرت انگیر نظم کٹھی- اس کے آخری دو اشعار ملاحظ کیجئے۔

> ادا کر کے وض اپنی ضدات کا سر دم جاگا ہوا دات کا ابد کے نگر کو دوانہ ہوا مکمل سنر کا فیانہ ہوا

جعفر بلوج - لاہور

### توحيد اور رسالت كاانتيك مناد

آج بخاری سید کی پھر آئی یاد وہ اپنا اک راہ نمائے پاک نہاد عشق اماس و عشق سرشت و عشق زاد

زنده باد امير شريعت زنده آباد

ظاہر میں احرار کا ایک سالار تھا وہ اصل میں ساری ملت کا غم خوار تھا وہ اس کا تابندہ دل تھا اسلام آباد

زنده باد امير شريعت زنده باد

لمنت بیصنا پر وہ خدا کا اصال تھا ناشر ختم نبوت، طارح قرآل تھا توحید اور رمالت کا ان تشک مناد

زنده باد امیر شریعت زنده باد

بهر نماز عنق اذان دینے والا آزادی کی خاطر جان دینے والا یعنی مجمم ایقان و ایثار و جماد

رنده باد امیر شریعت زنده باد

سر سنی سے ایے تقش اگاتا تبا لئی اور لفظ سے وہ تصویر بناتا تبا پھیکے بڑھاتے تھے مانی لور بہزاد

زنده باد امیر شریعت زنده باد

ذکر امیر شریعت یا رب اور بڑھے اس کی عزت و عظمت یارب اور بڑھے یارب اس پر لینی رحمت کر ایزاد

نده باد امیر شریعت رنده باد

# عندلیبوں کا سوز اور شیروں کی گرج

رندگی میں بڑے بڑے خطیبوں کو دیکھا اور بارہا دیکھا۔ لیکن سبد عطاء الند شاہ بخاری رحمتہ الند علمہ کو صرف ایک بار دیکھا۔ اور پیمر کسی کو دیکھنے کی عاجت نہ ری۔ اگر جمود کی صد حرکت ہے تو حرکت کا اطلاق صرف سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسی حرکت تھے جن کے ساتھ ہریشے مترک ہوجاتی تھی۔ انہوں نے اپنی 2 سالد مستعار زندگی میں کروڑوں انسانوں کو متمرک بنا دیا۔ اگر تاریکی کی صدروشنی ہے تو بلاشیہ مسر زمین ہندوستان کے تاریک اور سمر زدہ ماحول میں سید عطاء الثیر شاہ بخاری ی وہ جراغ تھے جن ہے لاکھوں جراغ روشن مو کرم چھ ومنسر کی زینت ہے۔ ایسے بہت سے مقر دیکھنے میں آئے ہیں جو مجمع کو بنیانے اور رلانے پر قادر تھے۔ لیکن اشکوں کے طوفان میں مسکراہٹوں کی تجلیاں اور چنخوں کے شور میں قہتموں کا امتراج صرف شاہ جی کے سامعین میں نظر اتنا تھا۔ ادھر شاہ جی وار د ہوئے مجمع ساکت وعامد ہوا۔ اوھر شاہ جی نے تلات شروع کی ادھر آنسوؤں کی ایک جمڑی برسنے لگی۔ ادھر شاہ جی نے سر کو ذرا جنبش دی ادھر مسکراہٹوں کی بھلیاں چمکنے لگیں۔ ادحر شاہ جی نے ایک گرج دار آواز سے نکارااد حریہلو سے دل ٹکلنے لگے۔ ادحر شاہ جی نے ذرا کن داوُدی جیسِرا ادمر دادل کی حرکتیں بند ہونے لگیں۔ ادخر شاہ جی نے ایک لطیفہ جھوڑا ادحر آہ و فغال میں قهقبوں کا ایک لابتنای سلسلہ شروع ہو گیا۔ غرض شعلہ و شہنم کا بہ اجتماع بھی صرف شاہ جی کے سامعین کاحصہ تھا۔ شاہ جی واقعی شہنشاہ خطابت تھے۔ لفظوں کو موقع محل کے مطابق استعمال کرنا اور فقروں کی نوک یلک سنوار نا ان کے بائیں باتھ کی چھوٹی اٹگلی کے ناخن تدبیر کا ایک اد فی کرشمہ تھا اور ان کے گئیر کی پیاندی، محاورہ خانہ زاد اور خطابت لوندهی تھی۔ فی الجملہ اس باب میں وہ بکتائے روز کار تھے۔ ان کی تقریر میں تلواروں کی جھٹکار، جذبه ایشار، اطلق بیدار، رمین کی عاجزی، فلک کا مذاق، سرکشی، آنتاب کا تبسم، صبا کا خرام ناز، گھٹاؤل کی رقت، بملی کی ترفی، کمکشال کی بیداریاں، چشموں کی بیتانی، پہاڑوں کی استواری، کانشوں کی خلش، گلول کی لطانت، یهارون کا استقلال، سمندرول کاسکوت، آتش کی گرمی، دریاوٰں کی روا فی، رگس کی حیرا فی، عندلابول کاسوز، شیرول کی گرج، صوفیوں کامراج عارفانہ، سب ہی محجہ موجود تھا۔ بغاری ایک ایسا دن تھاجھے آفتاب کی * عاجت نہ تھی۔ ایک ایسی رات جے عاند ستاروں کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آن کی آن میں جلسہ گاہ کو قرون ادلیٰ کے احول میں لے جاتے اور یکک جھیکنے کی در میں میدان مشر کاسماں یبدا کر دیتے۔ان کے سامعین کی سوچ وسمجہ کی صلاحیتیں اس وقت تک سلب رہتی تعین جب تک وہ بغاری کا جبرہ و بکھتے رہتے۔ بغاری کو قتل کرنے کے لئے وشمن باریا جلسے گاہ میں آئے لیکن جیب و داماں کی آسخری متاع مبمی بخاری پر نشار کر گئے۔ بخاری کے سامعین کے دل پہلو سے ٹکل کر بخاری کے ہاتھوں میں آجاتے تھے۔وہ پوری پوری رات انہیں گراتے اور ترایاتے رہتے تھے۔ بخاری کی خطابت کی کیفیت کو الغاظ میں بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ اصحاب صفہ کی

سادگی، عثمان کی حیا داری، خالد کی جرات، لقمان کی حکمت، ارسطو کی دانش، حاتم کی حاوت، سکندر کا دیدب، غزالی کا علم و فصل اور فلفه کمکت، امام بخاری کا تقوی، ابن حجر عنقلانی کی ذبانت و خطابت، ابن تیمیه کا علم و تبر، لهام رازی کی عقده کشانی، شاه ولی الله کا فهم وادراک، شاه اسماعیل شهید کا جلال جملتا نظر آتا ہے۔ اس وقت میں ایسے مقام پر بیٹھ کریہ سلور لکھ رہا ہوں جمال میرے باس ایسی کوئی کتاب نہیں جس

اس وقت میں ایسے متام پر بیٹھ کر یہ سطور لکھ رہا ہوں جہاں میرسے پاس ایسی کو بی کتاب سہیں جس سے بناری کا نمونہ تقریر پیش کر سکوں۔

سید عطاء الله شاہ بخاری کی نصف سے زائد حرریل و جیل میں کئی۔ یہ انہیں کا اعجاز تھا کہ اپنے پرائے سبعی کوساری زندگی گلے لگائے رکھا اور دینی پرچم تلے سنی، بریکوی، دیو بندی، اہل حدیث، تمام ہی کو اکٹھا گر بحدا ا۔

خدارحت كننداين عاشقان ياك طنيت را

### 

روایات کا رسالت کا گرگهبان و و بے ہا کی میں شہار لیلائے خطابت کے موا جب بھی وہ آبادہُ گفتار معفل میں وہ بیٹھا ہو تو جھوٹکا تھا صباء س س میں سمایا ہے ریاض اس طرح وہ شفس اب تک ول وجال اس کی محبت سے ہیں سرشار ر باض رحما فی

#### علامه لطيعن انور

### بول بالارہے بخاری کا

آج کاغذ کر اینا سر دے بار لفظ ڈالیں خود اپنے سر پر خاک نام روشن نہ ہو سیاہی کا خون کاغذ کا کیوں سفید ول میں خبر اتارتا ہوں میں ا بات کو اس قدر بڑھا دے گا آہ ہونٹوں یہ جم کے رہ جائے كيا بتاؤل اگر كونى يوجھے كيا نهين كُوفى رازدان ميرا راتیں ہیں اور اینے دن میری راتیں زاق سے سنوم پيکرِ رنجِ بے نوائی ہول مجھ کو اب نُشوقِ الجمن کیسا لب جدا ہو سکا نہ پھر لب سے عثق کو اب زبان کیا دے گا اوج جس نے دیا جوانی کو ا جس نے اخلاص کو نمو بخشی جس کا ہر بانس تھا سعادت کیش کیا کھلے تبھ پر اے غم مرقوم اس کی باتبیں تجھے سناتا ہوں اس میں وہ قال اور طال نہیں

اے تلم! اے ذریعہ اظهار اپنے سینے کو اس طرح کر جاک ذکراحیاں کی تباہی کا طرز تریر نا امید سبوا غامتی - کو یکارتا ہوں میں وقت کیا دار پر چڑھا دے گا النگ ہنگھوں میں تھم کے رہ جائے کاروان اس کا لٹا کیے کون تما میر کاروال میرا سب مرے راز دار ہیں لیکن میرے دن شوق وصل سے محروم جدائی ہوں كو يارا نهيں سنن كيسا! شمع خاموش ہو گئی جب سے کوئی پروانہ جان کیا دے گا کان ترسیں گے اس کھانی کو ج*س* نے پیری کو آبرو بخشی جس کا عنوان تما کوئی درویش کون درویش؟ مجھ کو کیا معلوم اس کی تصویر میں دکھاتا ہوں اس کی نصویر کا سوال نہیں

اشک کیے، لہو رلانے گ أَوْ مَا تُم كُرِين بخارى كا وہ بخاری کہ تھا صدا حق کی جس کو باطل وبا سکا نہ کبھی جس کے ول میں تھا عثق تابعدہ نغمہ برلب رہا یہاں کیا اکیا ہمر بھی پیدا تھے صبر کے اُتار خوف ول میں خدا کا رہتا تما وه جال تما وبال اجالا تما اس کا جرہ دار تابانی اس کی آنکھیں سُرور کی تنبیب وه مجمه حن تعا مجمه دل تا اب اے ہم کماں سے لے آئیں دل کی دھڑکن زبان میں آئی بولا سر چڑھ کے نطق کا جادو زیت مرکز کی ست گھوی ہے حق کی آواز 🕶 سرفزاز – ہوتی کوئی لب کھول کر دکھائے اب سیل کی طرح آگے بڑھنا ہے اس کے رہنے میں کوئی شہرے خاک بند ہے ناطقہ فصاحت کا چرد دونوں کا ایک ساہے فق اس نے المد سے کا آغاز چیٹ گئی ہر طرف کیٹا غم کی

کس کو دعولے تعاغم گیاری کا وہ بخاری کہ تما عطا حق کی جس کو بالهل جھا سکانہ کبھی جس کے پہلو میں تھا دل زندہ عشق دارو رسن سے لیے پروا کنتی اونمی تھی جبر کی دیوار وہ ستم آدمی کے ستا تھا بے نوا تھا گر زالا تھا نور اس کی پیشانی ان کے گیس جمال کی ترتیب ہائے وہ آب تمانہ وہ گل تما اب کہاں اس کو ڈھونڈنے جائیں سن، وه آواز كان مين آئي! ایک سناٹا جھا گیا ہر سو جیے ہتی فضا میں جمومی ہے دل جکے عثق کی نماز ہوئی چپ ہے کیوں، بول کر دکھائے اب ود خدا کا کلام بڑھتا ہے ای کو روکیں گے کیا خس و خاشاک ں، ہم کمل گیا بلاغت کا النگ ہے فلفہ ہے یا منطق عرش سے لائی کیا اثر آواز ہے ثنا فالق دد عالم کی

اں کی ہر بات یاد آئے گی

دل کو عاصل عبب سرور ہوا

بول بالا رہے بخاری کا
غم سے کیا بیٹ نہ جائے گی چھاتی
وو سرایا تما درس آزادی
پاؤں کھتا نہ تما علای کا
اس کو سلوم تما وفا کیا نتی
بڑھ گیا اور جنب دل کا وفار
کوئی سنزل تمی، اس کو آساں تمی
پاس تما اس کو عظت بہ کا
یوں نیں ہے نیاز با
کوئی جول جائے گا
کوئی جول جائے گا
کیا اسے کوئی جول جائے گا

#### ***

اهر ار کےعظیم رہنما اور تحدید تحریک آزادی کے ایک بجاید کی آپ بیتی قیام باکستان کے وقت سلمانوں پر کیا بیتی بسلمانوں پر کیا بیتی آئیدی الیدی میربان کالونی ملتلی.



# ندیم انبالوی اگر **دعاوُل سے کام چِل سکتا تو.....** (چندیادیں)

ا یک دفعہ میں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے حسب عادت آ ٹو گراف کے لئے بک ان کیٰ طرف بڑھائی۔ شاہ می فرمانے لگئے، میں توامک درویش آدمی ہوں۔ یہ باتیں لیڈروں کو زیب دیتی ہیں' ہائی، میں لیڈر نہیں ہوں۔ میں نے بت اصرار کیا، گر شاہ جی نہانے۔ شاہ جی، لاہور تشریف لے جانے گے۔ لئے ملتان اسٹیشن پر فروکش تھے۔ راقم نے تصویر لینے کی خواہش ظاہر کی توفرمایا نہیں ہوائی امیرے افکار ہی میری تصویر ہیں - انہیں اینالو توان ہی میں میرا عکس نظر آ نے گا-

ایک صاحب شاہ جی سے باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا، شاہ جی! اس دور کے انسانوں کوسکون کی زندگی نصیب نہیں ہے۔ ہرشنص مصائب کی چی میں بس رہا ہے۔ فرمایا ، ہماتی سلمان قرآن اور حدیث بڑھنے کی بجائے شکسیئیر کے ڈرامے پڑھنے لگے ہیں۔ مصائب سے نجات کیوں ہمو؟۔ سکون نصیب ہو تو کیے؟ تریک ختم نبوت کے زمانے میں شاہ جی سے کسی نے کہا۔ شاہ جی ایسے کام نر کیجئے جن ہے آپ کو تکلیف برداشت کرنا پڑے۔ اب آپ صعیف ہیں۔ صعیف العمری کا تقاصا ہے کہ اب آپ کرام کریں۔ شاہ جی نے بڑے جلال سے کہا۔ ناموس رسالت مٹٹیکیٹل خطرے میں ہے۔ اغیار، شمع رسالت بھانے کے دریے ہیں اور تم ہو کہ مجھے آرام کرنے کا مشورہ دے رہے ہو؟ بعائی تم مجھے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میں خود کئی کرلول ؟ بخاری زندہ ہواور خاموش رہے؟ بعلا یہ کیسے ممکن ہے قبال صاحب کی یہ طالت تھی کہ..... کاٹو تولہو نہیں بدن میں!

شاہ جی اپنے مکان کی بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ ان کے قریب ہی بہت سے عقیدت مند فروکش تھے کہ اتنے میں ایک بڑھیا آئی اور کہا۔ میری بیٹی جوان ہے۔ پینے نہیں بیں۔ میں اس کی شادی کیسے کروں ؟ شاہ جی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کیڑے کی ایک تھیلی بڑھیا کے حوالے کر دی۔ وہ دعائیں دیتی ہوئی علی

اور یہ ۱۹۵۹ء کی بات ہے.... تب میں روزنامہ "ستکج" بہاول یور میں سٹاف ریورٹر کی حیثیت سے کام کرتا تھا، اشتہارات کے فقدان اور سیورابجنٹوں کے عدم تعاون کی بناء پرروز نامیہ "ستلج" مالی بحران کا شکار ہو گیا- پہلے یہ اخبار چار صفحات پر جھپتا تھا، پھر دو پر آگیا- پھر ایک دن ایسا بھی طلوع ہوا کہ مسٹر علی احمد رفعت نے روزنامہ "ستلج" کو بند کرنے ہی میں ابنی عافیت سمجھی کیونکہ ان کے پاس جو بھی پوجی تھی وہ اس کی ندر کر چکے تھے۔میری ملامت ختم ہو گئی اور مجھے یہال سے رخصت ہونا پڑا۔

ای وقت متنان سے صرف روزنامہ "نوائے وقت" نکتا تھا اوراس کے ریذید مش اید پیشر مسٹر ہما یوں ادیب تھے۔ میں بہاولپور سے متنان بہنچا۔ طازمت جلی جانے سے ذہنی طور پر بے حد پریشان تھا۔ میں ریلوے سٹیش سے سیدھا شاہ جی کے دولت کدہ واقع کو طلہ تولے خال بہنچا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی۔ چند ماعتوں کے بعد دروازہ کھلا اور شاہ جی کو بنفس نفیس اپنے سامنے پاکر میرا دل بلیوں اچھنے لگا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایشیا کا سب سے بڑا خطیب مجھے اس سوادت سے نوازے گا۔ علیک سلیک کے بعد میں نے اپنا تعارف کرایا اور اپنے والد مرحوم کا نام بتایا توشاہ جی نے جذباتی انداز میں مجھے اپنے سینے سے نگالیا اور آبدیدہ ہوگئے۔ بڑی شفقت سے کافی دیر تک میرے مربر ہاتھ بھیر تے دہے۔

شاہ جی اپنے کرے میں دری پر تشریف فرما ہو گئے۔ میں بھی دو زانوان کے سامنے بیٹھ گیا۔ شاہ جی مرحوم ماضی میں کھو گئے اور ایام رفتہ کا تذکرہ کرنے لگے۔ پھر فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ شاہ جی طلاحت سے حواب مل گیا ہے۔ بیروزگاری سے سخت ذہنی کرب واذیت میں مبتلا ہوں۔ اب طراحت کے کے ملتان آیا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ مجھے اخبار میں طازحت مل جائے۔

شاہ جی نے سیری بات سن کر فاموش افتیار کرلی۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد فرایا کہ میرے بعائی! دعاؤں پر تکبیر کرے کی بجائے جدوجد کیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کیئے میں شاہ جی کا یہ جواب سن کر افسر دہ سابو گیا۔ انہوں نے میری پریشا فی کو بعانب لیا اور فریا نے گئے کہ میرے نا نا (حضور اگرم شاہیج کو شاہ جی ہمیشہ نا نا بی کہا کرتے تھے) کا اسوہ حسنہ قیامت تک نوع انسانی کے لئے مشمل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی پوری عملی زندگی جدوجد کا بہترین نمونہ ہے۔ حضور اکرم نے قدم قدم بر مصائب برداشت کیے، کفار سے جنگیں لڑیں حتی کہ ایک جنگ میں آپ کے دندان مبارک شبید ہوگے۔

یہ درست ہے کہ مسلمان کے لئے دعا آخری ہمتیار ہے لیکن اس ہتمیار کو استعمال کرنے کے علاوہ علی زندگی میں سعی وجد بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلام اور حضور تفایق کی تعلیمات بھی ہیں، بیل لیکن پیشو در پیروں اور دنیا دار درویشوں نے آقائے نامدار تفایق کی ان مقدس تعلیمات کے علی الرغم تعوید گذوں کو جلب زرکا ذریعہ بنالیا اور وہ مشلات میں گرفتار لوگوں کی جیبوں پر خوب ہا تصاف کر ہے ہیں۔ حتی کہ اس ملت میں ایسے بھی بیر بیدا ہوئے جنہوں نے عربوں کے خلاف انگریز کی حمایت میں لڑنے والے سیا ہیوں کو تعوید دئیے کہ انہیں بازدوں پر باندھ لینے سے دشمن کی گولی ان پر آٹر نہیں کرے گی۔ ایسے لوگ دین کی بیشا فی پر ایک بدنما داخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جائی! میں ان میں شامل نہیں ہوں۔

شاہ جی فرمانے گئے کہ بھائی اگر صرف دعاؤں سے کام جل سکتا تو ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی اور اس کے بعد قیام پاکستان تک چلنے والی تحریکوں میں لاتھوں سلمان تہ تینج نہ ہوتے، ہزاروں کی اطاک برباد نہ ہوتیں اور نہ انگریزی سامراج سے اتنی طویل جنگ لڑنا پڑتی بلکہ ہم بہت پہلے انگریز کو برعظیم سے ٹکال چکے ہوئے۔ بھائی! وقتی مصائب سے گھبرانے کی بجائے ان کا ڈٹ کرمقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہی شیوہ مردائگی ہے۔ جائیے جد وجعد کیجئے اور اس کے ساتھ دعا بھی! اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں - جلد وہ رزق کی بهم رسانی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنادیں گے۔ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔

میں جب شاہ جی سے مصافحہ کر کے باہر ٹھلا تو کبدور گاری کی وجہ سے میرے دل و دماغ پر جوپریشانی خالب تھی وہ کا فور ہو جبکی تھی اور میں ہشاش بشاش ہو کہ طلامت کی تلاش میں گئل بڑا۔ تب سے میں نے ممت کو، جدو جعد کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ ہر موقع پر طدا کی نصرت میرے شان حال رہی اور آج تک کبھی ناکای کا صنہ نہیں دیکھا۔ اب جب بھی استلا آزائش کا کوئی مرحلہ بیش آتا ہے تو میں یوں مموس کرتا ہوں کہ جیسے شاہ جی مجمعہ ہمت و استعلال کی تلفین فربا رہے ہوں اور میں مشکلات سے دل برداشتہ اور دل گرفتہ ہونے کی شاہ جی مجمعہ ان کا منا بلہ کرنے کی نئی قوت اور توانائی کار فربا یا تاہوں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے میرے والد مرحوم کے سالهاسال سے تعلقات تھے۔ اور جس وقت شاہ جی اف میدان سیاست میں قدم رکھا اور تحریک ظافت کے سلسلہ میں جدوجد شروع کی اس وقت والد صاحب پنجاب میں طافت تحمیثی کے صدر تھے۔ یہ تعلقات ۱۹۲۱ء میں شرع ہوئے اور میرے والد صاحب کی زندگی تنگ تا تم رہے۔ والد صاحب کی وفات سے پانچ سال قبل میں سے ۱۹۳۷ء میں الہور میں وکالت شروع کر دی تنگ تا تم رہے۔ والد صاحب کی وفات سے پانچ سال قبل میں سے ۱۹۳۰ء میں الہور میں وکالت آخری ایام تنگ تا تم رہے۔ اور مجھ بران کی عنایت آخری ایام تنگ رہی۔ آخری زمانہ میں شاہ جی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ اور ماتان میں سکونت نے مستقل صورت اختیار کرنی تھی۔ اور ماتان میں سکونت نے مستقل صورت اختیار کرنی تھی۔ اس زمانہ میں سکونت نے مستقل عورت اختیار کرنی تھی۔ اور ماتان میں سکونت سے مستقیض کیا۔ اور میں صورت سے مستقیض کیا۔

میرے نے خاہ جی کی حیثیت سیاسی رہنما ہے بڑھ کر ایک مشفن برزگ کی تھی۔ جس کا جائیس سال میں نے احترام کیا۔ اور جنبوں نے مجھ سے معبت کی۔ مین نے جب سیاست میں دخل دینا خروع کیا تو ہماری راہیں ایک نہ تعمید کی اور جنبوں نے مجھ سے معبت کی۔ مین نے جب سیاست میں دخل دینا خروع کیا تو ہماری راہیں ایک نہ تعمید کی راور بیانی کے ساتھ جو میں نے خاہ جی کے خطبات بھی سنے ہیں۔ میں اب بھی یہ مموس کرتا ہوں کہ زور بیانی کے ساتھ جو شیرینی ان میں سوجود تھی وہ بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ ہزارہا لوگ گھنٹوں ان کی تقریر سنتے۔ اور ان کی خرینی ان میں سب سے زیادہ خوبی تقریر بر سر دُھنتے تھے۔ خالباً لینے زبانہ میں وہ اور نواب بہادر یار جنگ سلمانوں میں سب سے زیادہ پہندید یہ مقررین سے۔ گودونوں میں مشترک تھی۔ داتی تھیں۔ ذاتی زندگی میں مشترک تھی۔

ذا تی زندگی میں درویشی ان کی نمایاں تھی۔ عثن ِ دسول کے ساتھ توحید پر اصرار انکمی خصوصیات تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی مرتبر انہوں نے قید و ہند کے مصاتب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اور تحریک تعفظ ختم نبوت میں سیرسالاری کے فرائض انجام دئیے۔

انہیں تولاناً مرنا تھالیکن افسوس یہ ہے کہ آج ہماری قوم نہ صرف ایسی جلیل القدر ہمتیوں کو آہمتہ آہمتہ فراموش کررہی ہے بلکہ موجودہ دور میں ایسے اصاب کے وجود سے مروم بھی ہورہی ہے۔

میاں محمود علٰی قصوری مرحوم بارانٹ لاء،

## يبشانئ افكاركا جمومر

تهذیب و شرافت کا سمندر تھے بخاری اخلاق و مروّت کے شناور تے بخاری وه کام سرانجام دیا زیت میں اپنی دنیا نے کہا مرد تکندر تھے بخاری اصاس کی قندیل جلاتے رہے ہر سو ایٹار کا نایاب شرور تھے بناری تفرير ميں ثانی نہيں ملتا پیشانی افکار کا جموم تھے بخاری دنیا کو صداقت کا مبن وے کے گئے ہیں لاریب مقدر کے سکندر تھے بخاری ے سدر ہے بخاری وہ دولت بیدار عطا کی گئی ان کو إ ہر منزل اصاس کے رہر بھے بخاری باللل كا كوئى خوف نه موجود تعا دل ميں ہر مال میں سپائی کابیکر تھے بناری اور واقعت تعظیم بسی قوم کو حب الوطنی کا اک شاعر خوش طینت و خوش تر تھے بخاری راې انهيں کيونکر نه ما كيزه خيالات كا ممور تھے بخارى

بيادامير شريعت

وہ شخص جو حدیقہ دیں کی بہار تھا

وه شخص جو حدیقهٔ دیں کی بہار تھا ۔ اللہ کی عطا تھا، ضریعت مدار تھا۔ شعلہ بھی ُ تھا، شاع تھا، برق و شرار تھا ۔ بائند شیر نر تھا، فرٹگی شار تھا

> ابلیسیوں پہ اس کے تریڑے شاب وار یوں پڑ رہے تھے جیسے بتول پر خدا کی ار

جو سٹ کے بھی کبی نہ سٹے وہ کثان تھا۔ جو کٹ کے بھی کبی نہ رکے وہ زبان تھا۔ ابنائے دیں کے حق میں روائے امان تھا۔ اعدائے دیں کے حق میں کو کتی کمان تھا۔

> دشن مجان پر تھے گر بانپتے ہوئے اپنے امو سے اپنے تبر ڈھانپتے ہوئے

وہ شخص تعا سبہرِ خطابت کا آفتاب مٹمی میں جس کی موم صفت، شیخ ہوں کہ شاب لفظوں کا بادشاہ، تراکیب کا شباب لبجے میں رس، بیاں میں قیامت کا التہاب

> اس کے سن میں شعلہ و شبنم تھے یوں ہم "کا لطیر فی الدیقتہ واللیث فی الاجم"

وہ طنطنہ کہ ارض و سما بولنے لگیں! بے جاں پرند لفظرن کے پر تولئے لگیں جب حرف و صوت اپنے صدف کھولنے لگیں ہمر لب، کہ بے کان گھر رولنے لگیں

تگرار لفظ وہ کہ بیاں کو خبر نہ ہو گویا وہ تیخ جس کی میاں کو خبر نہ ہو

تو کیا گیا ہزاج حکومت بگڑ گیا تو کیا گیا کہ نخل شجاعت اکھڑ گیا یوں لگ رہا ہے، قط ما جذبوں کا پڑ گیا تو کیا اٹھا کہ کرق خطابت اجڑ گیا

یہ وضع دفن ہو گئی ہمرہ جناب کے "اک دصوب تمی کہ ماتھ گئی آفتاب کے" پروفیسرڈاکٹرتمین فراتی (لاہور)

## سید ممد دواکھنل بواری جبر کی سائنس سے صبر کی سائنس تک

#### (a) a) a) a) a) a) a) a) a) a)

یادش بخیر، الطاف گوہر صاحب آج کل " نوائے دھت" میں " جنوں کی حکایت " ککھ رہے ہیں۔ اردؤ دان اور اردو خواں عوام کے لئے، ان ایسے خواص کا اتنا ترود، عین الطاف اور عین نوازش ہی تو ہے۔ " ترب جنوں کا خدا سلمہ وراز کرے"

لطف تخن تو ہے می خداداد چیز، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ مطلعوں، مقطعوں یا ان کے بیچوں بچ، تخن گسترانہ با توں کی ''تنصیب '' کا جیسا ہنر انہیں آتا ہے، اس میں بھی وہ یکتا ہیں۔ بلکہ یکہ تاز ہیں۔ اپنے میکم دسمبر (۹۳۰ء) کے کالم" باتیں نواب کالا ماغ مرحوم کی "------ میں الطاف صاحب نے حب معمول بڑے مزے کی اور بڑی ہے کی باتیں کمی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ فیض احمد فیض نے کہا" دیکھو نا! جبر کی بھی ایک سائنس ہے۔ جبے ہر وہ تخص جوا تتدار کی کرسی پر قبضہ کر لیے نہیں مجھے مکتا۔ بعض منتند جا ہر ہوتے ہیں اور بعض نوآموز، اب نواب کالا باغ تھا، نجیب الطرفین جابر، کیا کال کسی چھوٹے آڈمی پر ہاتھ ڈالے گر سارے مغربی پاکستان میں اس کی دہشت تھی۔ بھٹوصاحب اس کی نقل کرتے تھے گر جبر کی سائنس سے ناآشنا تھے۔" یوں، الطاف صاحب نے اپنے کالم میں جبر کی سائنس کو حوالہ بنا کر نواب کالا باغ مرحوم کی شخصیت اور کرواد کے متعلن گفتگو کی ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اول تو ہماری سمجر میں یہ جبر کی سائنس آئی ہی نس - ریکھئے، ایک ہوتی ہے جبریت، جے آپ ایے پڑھے کھے ایک ہوتی . Determinism کسیں گے۔ اور ایک ہوتی ہے جباریت، 🗯 عاید آپ Omnipotence کمیں گے۔ اب اگر ان کی کوئی سائنس، دریانت کر لی جائے تو شیک ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن یہ جو جبر کی سائنس ہے، یہ تومستلزم ہوگی ظلم واستبداد اور جوروجھا کی سائنسز کو۔ اور جور كى سائنس آپ كوپتا ہے، عبارت ہے----" افضل الجماد، كلمته الحق عندالسلطان الجائز" ہے! جائز حكمر ان كرسامة كليه حق كين سے (جي بان! سلطان جابر نهيں، سلطان جائز!) جبكه جفاكى سائنس----- يه تو بست پرانی ہے۔

> جها کم کن که فردا روز مختر به پیش ماشقان شرمنده باشی

سمناميں يہ چاہتا ہوں كرظلم، ظلم ہوتا ہے، استبداد، استبداد ہوتا ہے۔ اور جبر، جبر ي ہوتا ہے۔ باقى رى جبرك سائنس، تو ---- دل كے بيا يے كوفالب يہ خيال اچھا ہے- بال البتديد اپنى اپنى قسست اور ہست يہ موفقف

ہے کہ کون نواب کالا باغ اور بصو کے دور میں مقتل کو سر خرو کرتا ہے اور کون منسب و جاء کو! ایک اور بات جس پر ہم چونکے اور مشکلے، ----- ہے وہ بھی تخن گسترانہ!الطاف، صاحب روای ہیں کہ نواب کالا باغ نے ان سے کہا-

"ایک وقعہ عطا اللہ خاہ بخاری میا نوالی تحریف لائے، ان کی جادو بیانی کا یہ اثر ہوا کہ صلع بھر کے لوگ دات رات بھر پیٹے ان کے ارخادات سے اور سردھتے، اسوں نے اطان کیا کہ وہ نواب گال بارغ کے ظام در جبر کے ظاف جاد کا علم لے کر نظے ہیں، نواب معاجب کے قالفین نے خاہ صاحب کو اور چڑھا خلم اور جبر کے ظاف جاد کا علم لے کر نظے ہیں، نواب معاجب کے قالفین نے خاہ صاحب کو اور چڑھا جوائے بھر اس جاد میں ان کے ساتھ خال ہوگئے۔ جمرات کی خام کے جلے میں اسور نے اپنے جان فروشوں کو اطلاع دی "کل جد کی شان کے بعد میں سر پر کئی باندھ کر کالا بارغ روانہ ہو جاؤں گا، کیا آپ میرے ہمراہ چلیں گے؟" صافرین جلسے نے بیک زبان کما "ہاں چلیں گے" اس اعلان کی گوئج نواب کالا باخ کے کان بھی پڑی - اسوں نے اپنے ایک معتبد کے ہاتھ مطالفہ خاہ بخاری کی خدمت میں یہ بیغا ہم بھوری خاہ صاحب بڑی خوتی ہے کالا باغ تحریف لائے، جو گئی آپ سمر پر باندھ کر آئیں گے ہم کی جوایا کہ حضور خاہ صاحب بڑی خوتی ہے کالا باغ تحریف لائے، جو گئی آپ مطابق خادوں جب اس کے بعد کالا باغ آپ کا اداوہ ترک کر دیا، تو جبر کی سائن یہ ہے کہ عدمقابل کو پچا نو اور جب اس کے کے بعد کالا باغ آپ کا اور ویہ ان کی دوسیاہ گربیان پرہا تھ ڈالو تو یہ اطبینان کر اوکر تمارے پاؤں ذیا تھ زا تھاؤ۔"

اب میں کیا عرض کروں، کہ یماں تو جبر کی سائنس، انتیائے لاغری سے دکھائی بھی نمیں دے رہی۔ وحویٰ، دلیل، روایت اور درایت کی رو سے بلکہ رورعایت سے بھی، اس حکایت کو پایہ تعاہت تک پہنچانا کال ہے۔ پایہ تھاہت کماں، اسے پایہ شوت تک بھی نمیں پہنچایا جا سکتا۔ وہ کیوں؟ اس لے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری، ایک وقعہ نمیں، بست دفعہ میا نوالی تحریف لے گئے۔ لیکن یہ کئن والی بات تو کبھی نمیں سنی گئی۔ بالکل بھی نمیں۔ ہاں، شاہ صاحب کے ایک ساتھی تھے مولانا محمد کی شیر! احراری خطیوں کی تعلیمان میں بست نمایاں تھے۔ سی وہ "مروحر" تعاجی سے ۱۹۲۳ء میں نواب کالا باغ کے مظالم کے طاف عوای تحریک کا آغاز کیا اور سم ۱۹۳۳ء کے وسط میں، نواب صاحب کے حسب الارخاد، کئن اوڑھ کی آسودہ خاک ہو گیا۔ اس اجمال کی کچھ سلم عرض کر دینا بول بھی ضروری ہے کہ آج کی نمیل تو نواب کالا باغ سے بھی کچھ زیادہ واقف نمیں چھمیل عرض کر دینا بول بھی ضروری ہے کہ آج کی نمیل تو نواب کالا باغ سے بھی کچھ زیادہ واقف نمیں چھمیل عرض کر دینا بول بھی ضروری ہے کہ آج کی نمیل تو نواب کالا باغ سے بھی کچھ زیادہ واقف نمیں چ

یہ مولانا کل خیر صلع انک کے ایک گادی ( لمسووالی ) کے رہنے والے تھے۔شالی پنجاب میں انک، کیمبل پور، میا نوانی، سر گودھا، خوشاب، جہلم و غیرہ کے طاقوں میں یہی ایک آواز تھی جو جا گیرداروں، وڈیروں، فوڈیروں، کارر لیسوں اور فرگیوں کے لئے، ۱۹۲۸ء سے سوہان روح بن گئی تھی۔خوف، مولانا کی چڑی میں نہیں تھا۔ مستزادیہ کہ خضب کے خوش بیان، خوش اکان اور خوش شکل بھی! یہ واقعہ ہے کہ خلفت ان کی دیوائی تھی۔ پروفیسر مرزا محمد مغر کے الناظ بیس کہ

" میں مولانا گل شیر کو عطاء اللہ شاہ بخاری سے برتر مقر ر جانتا ہوں۔ ان کے بیان میں جو سوز اور درو

ان سطور کاراتم، اعتراف کرتا ہے کہ وہ الطاف گوہر صاحب کے علم، تجربے، مثابدے اور تجزیے کو چیلئے کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ اسے یہ سودا بھی نہیں اور لیکا بھی نہیں! کہ وہ ایک قمیدہ و جاندیدہ (Veteran) جس خصیوں کا ایک جان ہیں۔ کویتان ہیں۔ لیکن ایک جان ہیں۔ کویتان ہیں۔ لیکن ان سے اتنی بات کہنے کی اجازت ضرور، مجھے لمنی چاہئے کہ اگر جبر کی سائنس Exist کرتی ہے تو یعین جانے کہ چمر صبر کی سائنس بھی یماں Exist کرتی ہے۔ اگر نواب کالا باغ کی زندگی جبر کی سائنس سے عبارت

Autocracy (خود سری) که لین، یا Oppression (تعدی) که لین--- الفاظ

ہے توان کی موت، صبر کی سائنس سے!الطاف صاحب خود لکھتے ہیں۔

بد لنے سے حقیقت کبھی شیں بدلی۔ کمیں شیں بدلی۔

" کچے اتوار کی وہ سے کہی نس بھولتی جب صدر صاحب نے کچے طلب کیا اور بتا چاکہ نواب کالا باغ

کوان کی خواب گاہ میں قتل کر دیا گیا ہے، شہ یہ تھا کہ ان کے بھوٹے بیٹے نے کی اختاف کی بنا پر باپ

کے سر میں بہتول کی گولی بیوست کر دی، نواب صاحب نے ایوب خان سے اپنی آخری طالات میں ایک

ہی گزارش کی تھی اور وہ یہ کہ اگر ان کا چوٹا بیٹا کسی مشکل میں جٹا ہوجائے قاس کی مدد کی جائے۔"

الطاف صاحب! کمنے والے تو کہتے ہیں کہ صبر کی سائنس کا جادو، نواب کالا باغ کے صاحبزادے کے سر

پر بھی چڑھ کر بولا۔ وہی ایک گولی، وہی غیر طبی سوت، وہی اجیرن زندگی۔۔۔۔ ان کے گھر میں، یہ تسلسل تو

تر بھی چڑھ کر بولا۔ وہی ایک گولی، وہی غیر طبی سوت، وہی اجیرن زندگی۔۔۔۔ ان کے گھر میں، یہ تسلسل تو

تر بھی چڑھ کر بولا۔ وہی ایک گولی، وہی غیر طبی موت، وہی اجیرن زندگی۔۔۔۔ ان کے گھر میں، یہ تسلسل تو

تر بھی کا تم بھی نا کم عبد اللہ وہ کو ایک میں میرے سامے بیس کھے کے الطاط، اب بھی میرے سامے ہیں کہ

سابی آئی تی بنجا جو، داد میر ایسا مشہور ہے کہ دوسو کے لگ بھگ گتل، نواب آف کالاباخ کے دیے تھے"۔

سابی آئی تی بنجا جو، داد میر ایسا مشہور ہے کہ دوسو کے لگ بھگ گتل، نواب آف کالاباخ کے دیے تھے"۔

مریف آدی، خاص طور سے خود داد آدی کی پگڑی اچالی جائے"!

وہ ایک صاحب، اور مواکر تے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب مکندر مرزا۔۔۔۔۔ " ان کو بھی اپنے خدا ہو نے کا

ا تناہی یعیں تھا"! اپنے نواب صاحب، نواب ہی نوتھ، یا پھر مغربی پاکستان کے گور نر ہوگئے۔ جبکہ سکندر مرزا صاحب نو گور نر جنرل اور صدر مملکت بھی ہوئے۔ ان کی تب و تاب جا برانہ کا کیا کہنا۔ چودھری محمد علی، حسین شید سروردی، آئی آئی چندریگر، ملک فیروز طان، ---- یہ سب وزرائے اعظم اسوں نے یکے بھر دیگرے یوں بھٹنا نے اور چلتے کے کہ ----- کوئی بیان گراکوئی وہاں گرا۔ ان کے مزاج کی رنگینی اور داخ کی سنگینی کی داستانیں، الطاف گوہر صاحب کے علم میں بھی یعیناً ہوں گی۔ بھر طال میں بیاں شورش کاشمیری کی ایک دوایت نشل کرتا ہوں۔ وہ کلیسے ہیں۔

"شخ حمام الدین، حمین شید سروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں خامل ہو گئے۔ ایک دن سروردی صاحب نے اس کے دن سروردی ما اللہ میں خام اللہ احرار کے بارے میں خام المحمی صاحب نے ان سے کما احرار کے بارے میں خام المحمی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہوجائے لیکن آپ کی اس سے ما اقات مفید ہوگی۔ غرض شخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انھاری، اسکندر مرزا سے ما اقات کیلئے گور نمسنٹ ہاؤس لاہور، میں گئے۔ اسکندر مرزا سے ما اقات کیلئے گور نمسنٹ ہاؤس لاہور، میں گئے۔ اسکندر مرزا، اپنے صدارتی جاہ و جابل کے ساتھ برآمد ہوا اور خاہانہ نہ بیازی کے ساتھ فروکش ہوگیا۔ ڈاکٹر خان صاحب، صوبہ کے وزیراعلی، ہمرا تھے۔ سروردی نے مرزا سے کما "دونوں احرار رہنما، شخ صاحب اور ماسٹر جی، آگئے ہیں۔ "مرزا نے حارت سے جواب دیا "احرارہ یا کستان کے غدار ہیں۔"

ماسٹر جی، شعندی طبیعت کے مالک، تھنے گئے۔ غدار میں تو پھانسی پر کھنچوا دیجے ، لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہئے۔ اسکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا۔

"بس میں ہے کمدویا ہے کہ احرار غدار س-"

ماسٹر جی نے تحل کا رشتہ نہ جھوڑا لیکن مرزا نے سرکش گھوڑے کی طرز پٹھ پر ہاتھ ہی نہ وھر نے دیا۔۔۔۔۔وی ڈاڈ فائی!

شخ صاحب نے خصر میں کوٹ لی- مرزا سے پوچھا، کیا کما آپ نے؟

میں نے؟

جي بان!

"احرار، پاکستان کے غداریس"- مرزانے مشی جھیجتے ہو مے سما-

شخ صاحب سمال رکتے۔ گور نمنٹ ہاؤس، گور نر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ! فوراً جواب دیا۔۔۔۔۔۔ " احرار، غدار ہیں کہ نہیں۔ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تسارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ابن غدار ہو۔ تسارے جدا مجر میر جعشر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ تم اسلام کے غدار ہو"۔ ڈاکٹر خان نے شخ صاحب کو آخوش میں لے لیا اور اسکندر مرزا سے پشتو میں سما۔ " میں نے تسییں پسط سما تماکد ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہ میں بولنا۔ یہ بڑے ہے ڈھب لوگ میں۔" ظاہر ہے کہ بی ایک اس کا لب و لهم ہی بدل میا۔"

مجھے اس روایت پر کوئی تبعرہ سیں کرنا اور نہ کوئی حاشیہ چڑھانا ہے۔ میاں راج بیاں ا کیکن ایک

روایت اور طاحظہ کیجئے۔ پرولیسر ڈاکٹر حبرالفنی فاروق کیسے ہیں (ڈکر سید حطاء اللہ طاہ بااری کا چل رہا ہے) ۔۔۔۔۔۔ " یہ منظر متی ۱۹۵۸ کا ہے۔۔۔۔ یہی فعیر مثل السان (حطاء اللہ طاہ بااری) مثان کے ایک کی مکان میں مقیم ہے۔ بڑھا پا بھی ہے اور اللاس بھی۔ اس عالم میں صدر پاکستان جنرل مکندر مرزا مثان کے مکان میں مقیم ہے۔ بڑھا پا بھی ہے اور اللاس بھی۔ اس عالم میں صدر پاکستان جنرل مکندر مرزا مثان کے میں۔ میلانیوں کے ہاں بھیتے ہیں۔ بیش کش یہ ہے کہ تعودی ویر کے باس بھیتے ہیں۔ بیش کش یہ ہے کہ تعودی ویر کے لئے آ جائیں۔ منہ مائی خواجش پوری ہوگی۔ گریماں اب بھی وی جواب ہے۔۔۔۔۔۔ "میرا مکندر مرزا کے پاس جاناعلم اور فعیری کی توہیں ہے۔ سکندر مرزا، میرے جو نیزے میں آ جائیں قوان کی بھی حزت ہے اور میری بھی۔ لیکن میں ان کے پاس جاکراپنی عمر بھر کی کمائی غارت نہیں کرنا جائیں قوان کی بھی مزت ہے اور میری بھی۔ لیکن میں ان کے پاس جاکراپنی عمر بھر کی کمائی غارت نہیں کرنا جائیں۔ "الحجی، جس کا نام مظفر علی شمی ہے، خاموش لوٹ آتا ہے۔"

الطاف موہر صاحبہ سملے ہیں کہ اسکندر مرزا جبر کی سائنس سے نااشنا تھے۔ لیکن اسے کیا کیجے اور اسے کیا کیجے اور اسے کا بیان ہے اسے کیا کیجے اور اسان اسے کا بیان ہے

المراجی میں لیاری کے علاقہ میں ایک منی اتخاب کا مرحلہ آیا، ایوب عان نے کراچی کے ایک سوز اور صاحب اثر تاجر اور صنعت کار حبیب اللہ عان کو اپنی مسلم لیگ کی طرف سے نامزد کیا اور حزب اور ختاف میر غوث بخش بزنجو کومیدان میں لے آئی۔

دو نوں وزیر میری رصا سے معرر ہوئے تھے انسیں فوراً فارغ کردیجے میں نے اپنی رصا واپس لے لی" بس اس کے ساتھ بی ایوب عان اور نواب کالا باغ میں برسوں کا تعلق ختم ہوگیا۔ "

اب فرمائیے کہ نواب کالا باغ کی نفسیات، اطلاقیات اور جبر کی سائنس میں جنوئے و قار، جھوٹی عزت، جھوٹی دوستی، جھوٹی وفاداری اور جھوٹے طنطنے کے سوا، اور بھی کچے رکھا تھا؟ کچھے مطوم ہے کہ الطاف صاحب بھی نواب صاحب کی راست بازی اور راست گفتاری کے مطفح و مناد شمیں میں اور اوبرکی روایت میں تؤ " مدمی لاکھے یہ بھاری ہے گواہی تیمی"! اصل میں مجھے بھی حیرانی یہ ہوئی ہے کہ عطاء اللہ طاہ بخاری سے متعلق نواب کالا باغ کے بیان کو الطاف صاحب نے بین پیش فر ایا ہے کہ (معدرت کے ساتھ) گویا اس کی Credibility کا اشتمار ہوگئے ہیں۔ طالاں کہ ان سے بہتر کے انداز ہو گا کہ یہ، اصول روایت کے سراسر منافی ہے۔ پھر، عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس کینٹ کے دوسرے لوگوں کے متعلق یہ باور کر لینا کہ وہ حریف اور مد مقابل سے بوں آسانی سے بار مان گئے ہوں گئے "اسمائے سادگی" ہی تو ہے۔ یہ لوگ تو جس مثی کے بے ہوئے تھے اس میں ظلم کے مقابلے میں کوں گئے اسلامی کی بائے Contumacy کا عصر پوری طرح (بلکہ بری طرح) نالب و عادی تھا۔

سیال سوال یہ سیس کر ایسی روایتوں اور حکایتوں کا سامے آنا کس سطح کے لوگوں کی تکییں کا ہاعث ہوتا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس اختینال سے گریز واحتراز کس حد تک لازم ہے۔ ؟ خود الطاف گوہر صاحب کو آج بھی بست سے نوابان سبز باغ، مجیب الرخمن کے چھے نکات کا مصنف بتل نے ہیں۔ اس طرح ووالفقار علی بسؤ سے گوہر صاحب کو جو تعزیر و تعذیب پر جنی تعلق رہا ہے، اس کے Second Phase کے متعلق راؤ عبدالرشید فرمائے ہیں کہ ۔۔۔۔۔۔۔ " بسؤ صاحب نے ان کو ایسٹیبلش کیا۔ ان کے بھائی (تجمل حسین) کو سفیر بنا کے بھیجا۔ انکوروٹی پلاش کا تشکید دیا۔ آخر الطاف گوہر نے بسؤ صاحب کے ساتھ مجھوتہ اصولوں یہ کیا۔ "کیا یہ سب کچھ مان لیا جائے ؟ اور کیوں نہ مان لیا جائے ؟۔۔۔۔۔۔۔امید ہے گوہر صاحب میرانکتہ تھیج گئے ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔۔امید ہے گوہر صاحب میرانکتہ تھیج گئے ہوں گے۔

منت روزه "لاہور (مرزائی جریدہ) ان کا بدل شاید ہی پیدا ہوسکے۔

سید عطاء الفرشاہ بخاری کی وفات دراصل سنابن علاقہ پنجاب کے عوای نفسیات کے ماہر ایک ایسے شعلہ
بیان مقرر کی وفات ہے جس کا بدل شائد ہی پیدا ہوسکے۔ پنجاب کے عوام کو تو مص طور پر ان کا تقریروں کا
ایسا لیکا بلکہ چکا تھا کہ وہ نظریاتی نخالفت کے باوجود دات گئے تک بیٹھر کر آپ کی تقریریں سنتے اور چکے لیتے
رہتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل جب احرار کا کا نگریس سے ساجھا ہو چکا تھا اور یہ جماعت اس نئی اسلامی
مملکت کے قیام کو ناممکن بنانے کے لئے ہر ممکن سعی میں مصروف تھی۔ احرار نے حب معمول شاہ صاحب
کے حمن حظابت کو آلہ کار بنایا اور اس دور کی سیاست میں عملی ولمپنی لینے والے گواہ ہیں کہ مسلم لیگ کے
کنتے ہی شیدا والہ ان کی تقریریں اسی دوق و شوق سے سننے آئے تھے جتنے ذوق و شوق سے وہ اپنے ووٹ مسلم
لیگ کودیتے تھے۔

نجی زندگی میں شاہ صاحب نهایت ہی سادہ اور پُر ظوص، بدلد سنج اور ملنسار انسان تھے۔ جماعت احرار نے ہمیشہ آپ کی سادگی کو اپنی سیاسی اغراض کے لئے اکسپلائٹ کیا اور وہ اپنی ان محروریوں یا صفات کے باعث ہمیشہ اکسپلائٹ ہوجاتے رہے۔ شاہ صاحب کے ملکے میں ایک عجب وغریب قسم کا رس تھا جس کا حس وجذب عام طور پر اس دخت ظاہر ہوا کرتا تھا جب اپنی تقریروں سے پیطے تلاوت کلام یاک کیا کرتے تھے۔

### جناب الطاف گوھر کی خدمت میں

جناب الطاف گوہرنے کیم دسمبر ۱۹۹۹ء کے روزنامہ توائے وقت میں اپنا کالم ''لکھتے رہے جنوں کی حکامت'' نواب کالا باغ مرحوم کے حوالے ہے تکھا ہے۔ ان کی یاد داشتوں پر بنی اس کالم میں نواب کالا باغ مرحوم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے

"ایک وقعہ عظاء اللہ شاہ بخاری میانوالی تشریف لائے ان کی جادوبیاتی کابید اثر ہوا کہ صلع بحرک لوگ رات بحر بیغے ان کے ارشادات سنتے اور سروصنتے رہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ نواب کالا باغ کے قلم و جرکے خلاف جماد کا علم لے کر نگلے ہیں۔ نواب صاحب کے خالفین نے شاہ صاحب کو اور بھی چڑھا دیا۔ بہ شار لوگ اس جماد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جعرات کی شام کے جلنے ہیں انہوں نے اپنے جان فروشوں کو اطلاع دی 'کل جمعہ کی نماز کے بعد میں سریر کفن باندھ کر کالا باغ روانہ ہو کے۔ بعرات کی شام کے جلنے ہیں انہوں عالیان کا کیا آپ لوگ میرے ساتھ روانہ ہوں گے ؟ طابہ نے بیک زبان کما "ہاں چلیں مے "اس اعلان کی ٹورٹ کو نواب کالا باغ کے کان بھی بڑی انہوں نے اپنے معتبر کے ہاتھ عطاء اللہ شاہ بخاری کی خدمت میں یہ پیغام بجبوایا کہ محضور شاہ صاحب! بری خوشی سے کالا باغ تشریف لائے جو کفن آپ سمریر باندھ کر آئی مطابق شاہ صاحب کے قول کے مطابق شاہ صاحب نے بعد کالا ہاغ آئے کا اور وار مصاحب کے قول کے مطابق شاہ صاحب نے بیا تو وجری سائن پر ہاتھ ڈالو تو یہ اظمینان کر لوگہ تمارے پاؤں زمین پر جے رہیں اور وار بھیانو اور جب اس کے گربان پر ہاتھ ڈالو تو یہ اظمینان کر لوگہ تمارے پاؤں زمین پر جے رہیں اور وار

یہ روایت شاید الطاف کو ہرصاحب کے زور تلم کا حاصل ہے یا نواب امیر محیر خال کی افسانہ تراثی ابیر حال حقیقت کچھ بھی ہواں و ضعی روایت پر کل طور پر احماد کرتا تاریخ کو مسیح کرنے کے مترادف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام الی بماور قومی ورتی جماعت کے زهائے جب بھی کوئی موقف اختیار کیا اور اس پر ہر طرح سے بھین والحمینان کرلیا تو اس کے بعد صمیم قلب سے ڈٹ گئے۔ پھر کوئی جروطا خوت ان کے آبی عوائم کے سامنے نہ مصر کا۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ حشیر کے ڈوگرہ واج کے سلمانوں پر مظالم کے خلاف جب مجلس احرار والسیروں کے گرفاری دی اور بلا تحرصارا ج

سمیر کو سمیری مسلمانوں کو حقوق دینا پڑے اس طرح کپور تعلا کی تحریک ہویا فرخ تھر کے فسادات 'فوجی بھرتی بھرتی بائیکاٹ مہم ہویا تحریک تحفظ ختم نبوت' احرار کے جیالوں نے جماعت مرکزید کے حکم پر اپنی جانوں کو داؤپر لگا دیا ۔ یک وجہ تھی کہ مجلس احرار اسلام متحدہ بندوستان کی تمام دینی دسیاسی جماعتوں پر قرمانی و ایثار اور عزم و جہت کے میدان میں بازی نے می بس کوئی آئی ہس کوئی آئی ہست میں بازی نے می بازی نے میں کوئی آئی ہست کے سوس میں بازی نے میں کوئی آئی ہست میں بازی نے میں کوئی آئی ہست میں بازی ہے میں کرتے میں کوئی آئی ہست کے سوس میں کرتے میں کوئی آئی ہا میں کرتے میں کوئی آئی ہا میں کرتے ہیں کوئی آئی ہا کہ میں کرتے ہیں کرتے ہیں کوئی آئی ہا میں کرتے ہیں کوئی آئی ہا کہ میں کرتے ہیں کرتے ہی کرتے ہیں کرتے ہیں

جس طرح الطاف کو ہرصاحب نے اپنی روایت کے سمارے بانی احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اسطے وامن کو واغدار خابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کی بید ندموم سعی دراصل جماعت احرار کے شاندار آریخی کردار کو مجموع کرنے کے ناپاک پروگرام کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے

میں جیران ہوں کہ اویب احرار آغاشورش کاشمیری جب تک زندہ رہے الطاف گوہرا سے برعم خویش وانشور اور بے علم سامی تجزیہ نگار کیوں منہ میں محتکھنیاں والے بیٹے رہے۔ شورش مرحوم نے جناب الطاف گوہر کے بعض "روشن اعمال "کوجب "جنان" میں موضوع بنایا تھا تا گوہرصاحب کا ہے لگام قلم اس وقت حرکت میں کیوں نہ آیا۔ ان کی رصلت کے بعد شاید وہ یہ سوچ کر کہ اب جواب دینے والا کوئی نہ رہا تھذا جو منہ میں آئے کہ دیا جائے یا قلم سے قرطاس پر نتقل کر دیا جائے۔ لیکن یہ محض ان کی خوش نئی اور خام خیالی ہے۔

مجلس احرار میں یوم آسیس سے لیکر آج تک آریخی حقائق پر نظرر کھنے اور انہیں قلم کے ذریعے عوام الناس تک پہنچانے والے باشعور اور صاحب نظرلوگول کی بھی کی نہیں رہی۔ چودھری افضل حق سے لیکر جانباز مرزا تک ایسے ہر رہنما اور کار کن نے علم وادب اور دین و سیاست میں وہ قلمی جوا ہر ریزے بھیرے کہ جن کی چک و و ک آج بھی نام نماد محتقین اور کور بھر تکھاریوں کی آٹھول کو چکا چوند کررہی ہے

دوسری بات میہ ہے کہ الطاف کو ہر صاحب نے جس روایت کو پیش کیا ہے وہ خود لگار لکار کرا ہی حقیقت آشکارا کررہی ہے اولا "سید عطاء اللہ شاہ بخاری قیام پاکستان سے جمل غالبادو تیں دفعہ ہی ضلع میانوالی تشریف لے گئے اور تقسیم ہند کے بعد بھی آئی ہی ہار۔

ا خانیا "شاہ بی نے اپنی تقاریر میں میانوالی کے قوانین اور وڈیرہ شاہ کو اپنی آش نوائیوں کا موضوع ضرور بنایا کیک کیکن روایت نہ کورہ میں یہ اعلان کہ "کل جعد کی نماز کے بعد میں سرپر کفن باندھ کر کالا باغ روانہ ہو جاوّں گا "شاہ بی نے کمی بھی جلسہ عام میں نہیں فرمایا آج بھی ان لوگوں کی کثیر تعداد ضلع میانوالی میں بقید حیات ہے جنوں نے شاہ بی کے تمام جلسوں میں شرکت کی محمرانہوں نے بھی نہ کورہ روایت کو کذب وافتراء پر بنی قرار دیا۔

الله سیر کیے ہو سکتا ہے کہ ایک ذمہ دار دبی وسیای جماعت کا ایک ذمہ دار رہنمائمی پروگرام کا اعلان کرے اور پھرکسی دؤیرے کی دھمکی سے مرعوب ہو کریردگرام ملتوی کردے۔ نواب آف کالا باغ اپنی جگہ ظلم دخونخواری

میں مجسم نینظ و غضب سبی لیکن کالا باغ قیسے کا مدود اربعہ سمیر کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ مجلس احرار اسلام ملکی معاملات بالخصوص تحریک فوجی بحرتی بائیکاٹ میں ایسی البحی کہ وہ کالا باغ کی طرف بحیثیت مجموعی نظرنہ کر سکی وگرنہ کلا باغ کے "ملکوں"کو اپنے جاود مرتبے اور خوف و دہشت کا بخوبی انداز ،کراویا جا آ۔

سید عطاء الله شاہ بخاری ان خوفتاک حالات میں بھی اس صناع میں گئے جن کا تصور کرتا بھی محال ہے شورش کاشمبر ی نے لکھا ہے۔

" ضلع میانوالی کی ایک تحصیل ( میمی خیل) میں شلع جی پہلی مرتبہ تقریر کے لئے گئے تو تمی مسلمان نے اپنے ہاں نہ تھسرایا - ایک ہندونے شب بسری کے لئے جگہ دی تواسے گاؤں چھو ڑنے پر مجبور کردیا گیا۔ - ازاں بعد اس کے مکان کو آگ لگا دی گئی "(سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۹۸)

محض الله کے سمارے پر جو فروتن تناصدائے حق بلند کرنے کے لئے یمان آسکتاہے اور وہ بھی اس وقت جیکہ یمان مجلس احرار اسلام کا قیام بھی عمل میں نہ آیا ہو اور شب بسری کے لئے کسی میں ہمت بھی نہ ہو کہ وہ انہیں اپنے مکان میں فھرائے وہ جگردار اور حریت فطرت عظیم رہنما اگر کالا باغ جانے کا عزم کر لیتا 'چاہے اس راہ میں کچھ ہوجا آ اے روکنے کی جرات کس میں تھی ؟

شاہ بی کو تحریک سمیرے دوران سمیر میں داخل ہونے سے روکا گیا تو وہ دریائے توی تیر کر سمیر میں داخل ہوئے۔
تقریس کیس اور گرفتار ہو گئے۔ تادیان میں داخل ہونے کے تمام رائے بند کئے گئے تو وہ پانچ لاکھ مسلمانوں کا جم
غیر لیکر قادیان میں داخل ہو گئے۔ تین دن تقریر کی اور پھر گرفتار ہو گئے۔ ملتان کے گیلانیوں اور قریشیوں نے شہر
میں داخل ہوئے سے منع کیا اور تقریر کرنے کی صورت میں جان سے مار دینے کی دھم کی دی مگر شاہ تی نہ صرف ملتان
میں داخل ہوئے بلکہ گیلانیوں کے مرکز "پاک گیٹ "میں تقریر کی اور انگریز سامراج کے ذہبی دلالوں کی غداریوں کو
موضوع بنایا اور ان کے برنچے اڑا دیئے۔ اس قتم کی بے متار شالین شاہ بی کی مجاہدانہ زندگی کا روز مرہ تھیں۔

النا الطاف گوہری روایت افتراء اور اتهام محض ہے جو کی طور حقیقت سے میل نمیں کھاتی بالفرض اگر اسے اللہ مجمی کرلیا جائے ور ایت کا سامع ہے ' حلیم بھی کرلیا جائے تو پھر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ اس روایت کا راوی ایک فردہے جو روایت کا سامع ہے ' واقعہ کا بھنی شاہر خمیں۔ جبکہ اس کی تاثیہ میں کوئی قول کی دیگر فرد کا خمیں ملتا۔ اور سیسکنوں لوگ جو شاہ می کی تقاریر ے سامع میں ایسی ہرروایت کا انکار کرتے ہیں۔ لہذا الطاف کو ہرصاحب کی روایت مکذوبہ و مجبول نھسرتی ہے نواب کالا باغ زندہ نسیں ورنہ انسیں نخاطب کیا جاتا۔ اگر نواب نے بیٹی میں آگریہ کمہ بھی دیا ہو تو الطاف کو ہر صاحب پر لازم تھا کہ وہ اس علاقہ کے کسی واقف طال ہے اس کی تصدیق کر لیتے۔ اسلام آباد میں جیسیوں افراد میالوالی کے باسمانی مل سے جیں اس طرح ان کے ''نظریہ جری سائنس ''کابھی تجزیہ ہوجا آ۔ ''احرار اور کالا باغ میں

جمال تک لواب آف کالا ہائے کے خلاف جماد کرنے کا معالمہ ہے آوالطاف کو ہرصاحب کی اطلاع کے لئے عرض ہے مطلع میالوالی میں ہالعوم اور کالا ہائے کے خلاف ہالخصوص جماد کرنے میں مقامی مجلس احرار اسلام کا رول آریخ کا درست راست اور مجلس احرار اسلام ہند پائز میں باب ہے ۔ معنرت مید عطاء اللہ شاہ بطاری رحمت اللہ علیہ کے دست راست اور مجلس احرار اسلام ہند پہنجاب کے نائب صدر مولانا گل شیر خال شہید نے نواب آف کالا باغ کے خلاف اس وقت جماد کا آغاز کیا جب نواب کی ہشت پر احمریز کا دست تعاون موجود تھا محراس مروح ت سکاہ نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حق و صدافت کی مشعل فروزال کی۔

جب مولانا گل شیر شمید پہلی دفعہ کالا باغ تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی پہلی تقریر میں ہی جا کیرواری اور مرمایہ داری نظام کو موضوع بنایا اور نواب کالا باغ کے طالمانہ جنھند ڈول کی خدمت کی نسیحنا" آپ کو دعوت دینے والے حضرات غائب ہو گئے اور آپ کو پیدل ریلوے اسٹیش تک سفر کرناپڑا۔ پھریہ سلسلہ چل لکلا اور آپ کی مرتبہ کالا باغ شخص مجلس احرار اسلام کی شاخ قائم کردی جس کے ناظم ذاکثر علام حدر اور ان کے بھائی خلام قادر بلوج سالار مقرر کے گئے (جو نواب کالا باغ کے ذاتی معالی ڈاکٹر اللہ جوایا کے علام حدر اور ان کے بھائی خلام قادر بلوج سالار مقرر کے گئے (جو نواب کالا باغ کے ذاتی معالی ڈاکٹر اللہ جوایا کے بیشے تھے) ڈاکٹر غلام حدر نواب کے مظالم ہے جگ آکر بعد میں کرا چی جرت کر گئے اور وہیں بلینقال ہوا کالا باغ میں مجلس احرار کا قیام رئیس کالا باغ کی امارے کو کھلا چیلنج تھا۔ یہاں تک کہ کالا باغ کا مخصلہ اراح ارکار کوں سے کہ افراد کا میار کو کہ کا مارے کے حسین احرار کا قیام رئیس کالا باغ کی امارے کو کھلا چیلنج تھا۔ یہاں تک کہ کالا باغ کا مخصلہ اراح ارکار کوں سے کہ افراد کا قیام رئیس کالا باغ کی امارے کے حسین احرار چھوڑنا دیے گئے۔

کیکن احزار مرفروشوں نے نواب کے غرور و تکبر کو پاؤں تلے روند نے کی جسارت کر ڈالی ،ظلم کی چکی میں پس گئے مگرا ترار کا دامن نہ چھوڑا۔ اکو بر ۱۹۳۳ء میں با قاعدہ تحریک کالا باغ کا آغاز کرویا گیا جس کی تفسیلات انگریز کور نر پنجاب کی گور نر جزل ہند کے نام خط و کتابت 1-23-pile No-1,pei,s, 246-page انڈیا آخس لا بریری لندن میں و یکھی جا عتی ہیں۔

عوام نے احرار کی تحریک پر نواب کے عائد کروہ فالبانہ ٹیک دینے بند کردیئے جس کے نتیج میں اجرار کارکنوں اور نواب کے کارندوں میں محکر ہوگئی کئی رضا کار غنڈوں کے ہاتھوں تخت مجروح ہوئے اور بالا خراشیں کالاباغ سے ہجرت کرتا پڑی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو آل ایرایا مجلس احرار اسلام کے تھم پر پنجاب اور سرصد میں "یوم کالاباغ "منایا گیا۔ حکومت نے دونوں صوبوں میں دفعہ ۴۳ منافذ کردی اور احرار رہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔

ودون ودوں میں وسے المان کے الاہور میں "کالا باغ مهاجرین کانٹرنس" ہوئی جس میں تحریک کی دیکھ بھال مولانا ملاط الم خرشہ بڑاروی کو ایک سورضا کاروں کے ہمراہ کالا باغ جمیج دیا۔
مظر علی اظہر کو سونی گئی۔ اور انسوں نے مولانا غلام خوشہ بڑاروی کو ایک سورضا کاروں کے ہمراہ کالا باغ جمیج دیا۔
تین سو رضا کار میانوالی سے مولانا کے ہمراہ کالا باغ میں پہنچ تو پولیس نے کارکنوں سے زبردسی کھیاڑیاں چمین کر انسین ستاکر دیا کارکن ایک معجد میں جمع ہوئے تو پائی بند کر دیا گیا اور لواب کے پالو واں نے معجد کا ممل کھیراؤ گرلیا۔
احرار رہنماؤں نے تمام صور تھال دیکھ کررضا کاروں کو مزاحت کرنے سے روک دیا کیو تکد احمیں ہتھیا روں سے پہلے اور انسان روا کی تھا۔

مولانا غلام قوث ہزاروی حالات کا تغییل مشاہرہ کرنے کے بعد لاہور تشریف لے مکتے مولانا کل شیرخال فسید اگرچہ پابندی کی وجہ سے کالا باغ نہ آسکے لیکن باہر سے رضا کاروں کو کالا باغ بھیجے میں مصروف رہے (مولانا پر تحریک کے آغاز میں بی ضلع میانوالی میں داشلے پر بابندی عائد کردی گئی تھی)

مرکزی مجلس عاملہ احرار 'تحریک کالا باغ کے بارے میں ابھی کمی فیصلے پر بند کپنجی تھی کہ ڈبٹی ممشز نے منطع میانوالی میں احرار کے تمام اجماعات اور جلوسوں پر غیر معینہ مت کے لئے پابندی عائد کر وی۔ احرار سرگرمیاں پابندیوں کے باوجود کمی نہ کمی طور جاری رہیں جن کی وجہ سے نواب آف کالا باغ نے اپنی امارت کے لئے خطرہ محسوس کیا۔ چو نکہ اس تحریک میں مرکزی کردار مولانا گل شیر خاں کا تھا اور وہ نواب آف کالا باغ کے خلاف کالا باغ کے مظلوم عوام کو بیدار کرنے اور ان میں باغیانہ جذبات ابھار نے میں موثر قوت ثابت ہو رہے تھے اس لئے مولانا کا وجود نواب اور اس کے کارر دازوں کے لئے خطرے کا نشان بن گیا۔

آ تر کار نواب امیر مجمد خان کے اشارے پر ۲۳ مئی ۱۹۵۳ء کو مولانا گل شیرخاں کو سوتے میں گولی مار کر شسید کر دیا عمیا جس کی بزی دجہ یہ بھی سامنے آئی کہ مولانا گل شیر شمید پر عائد پابندی ان کی شمادت کے دو سرے روز ختم ہو رہی تھی۔ اور وہ کالا باغ میں احرار کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر چکے تھے۔ اس لئے نواب کالا باغ نے متوقع بعنادے کی بو سوتھی کی اور مولانا کو اپنے استے ہے ہٹا دیا۔

محرا فراد کے ختم ہو جانے سے نظرات تو نہیں مٹتے بلکہ جس تحریک کی 'جو مخلصانہ انداز میں چلائی جارہی ہوخون سے آبیاری ہو جائے وہ کوہر مقصور حاصل کر بی لیتی ہے چاہے اس میں پچھ در یہ وجائے۔ مولانا کی برپا کردہ تحریک اینے مقاصد میں کامیاب ہوکر رہی۔

امیر شریعت سید عطاء الله شاه بخاری نے ۲ جون ۱۹۳۳ء کو فیصل آبادیش نواب کالا باغ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمان اسلام کے مسلف اور میرے رفیق

مولانا گل شیر خال کو اپنے رائے کا کاٹنا سمجھ کر قتل تو کرواویا لیکن یاد رکھنا تیری قبر بھی کجنے پناہ نہیں دیے عی"

شاہ جی کی پید پیش کوئی حرف بحرف ہوری ہوئی اور نواب کالا ہاغ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوگیااور اس کی لا پش کو دریائے شدھ میں ہمادیا گیا۔ بے شک اللہ ہی زبردست انقام لینے والا ہے۔

جتاب الطاف مو ہرتے ہمی دب لفظوں میں اقرار کیا کہ ''شبہ یہ تھا کہ ان کے (نواب کالا باغ کے ) چھوٹے بیٹے نے کسی اختلاف کی بتا پر باپ کے سرمیں کولی پیوست کردی ''(روز نامہ نوائے دقت رادلپنڈی کم دسمبر ۱۹۹۳ء) مولانا مگل شیر خان کی شارت پر سختی شلط چکوال کے قصبہ لادہ میں 9 جولائی ۱۹۳۳ء کو عظیم الثان ''ایو م گل شیر منایا ممیا میں احرار اجتماعات پر پابندی تھی اس لئے میانوالی اور انک (اب چکوال) کے اصلاع کی مشتر کہ حدود رید جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا مید عطال اللہ شاہ بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فربایا

"کل شیرخان کا قبل معمول قبل نہیں کہ تیجہ نہیں نکلے گا۔ کل شیرخاں کا خون رتگ لا کر رہے گا بھر تمہاری نوابی اور مرواری بھی تمہارا تحفظ نہیں کر سکے گی۔ کل شیر نے انگریز کو غاصب اور تم جاکیرواروں کو وطن کا غدار کہا اور تمہارے کر توتوں کا بردہ چاک کیا۔۔۔ لوسنو! آج ای مقام پر جمال کل تمہیں کل شیر نے للکارا تھا اور تمہیں قوم و ملک کا بے وفااور نمک حرام قرار دیا تھا بخاری بھی تمہیں اور تمہارے فرقی آتاؤں کو ڈکھے کی چوٹ پر غاصب 'طیرا 'غدار 'ٹوڈی' دین عجمہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وشمن اور امت مجم بے علیہ العلوة والسلام کا باغی کرتا ہے۔ تم نے جو تعویر جمھر پر جاری کرتی ہے ابھی کرلو میرحاضرے۔۔۔۔۔۔! (مولانا مجموعی طرف میں موان کو خدمات ص ۲۵۹)

الخرض احرار رہنماؤں کی تقاریر نے اس علاقے میں آگ لگادی۔ عوام الناس کے خفتہ جذبات بھڑک اشے اور کلا باغ کے خلاف تحریک نے نئی راہیں حلائی کرلیں۔ اگرچہ مولانا گل شیر شمید اس جمان فائی میں نہ رہے لیکن ان کی سلگائی ہوئی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی ان کی جاری کردہ تحریک اس انقلاب کی خشت ادل تھی جس کے مقابل کالا باغ کے رکیس نہ ٹھر سکے۔ اس تحریک کے اثر ات ماضی کی نبیت آج واضح طور پر محسوس کے جاسکتے ہیں۔ کالا باغ کے رکیسوں کو جس طاقت پر محمز ڈتھا عوام نے اے اپنے پاؤں کے بنچے ممل ڈالاجس کے ذمہ وار خود رؤسا تھے بیٹے اور جانور وار خود رؤسا تھے بیٹے اور جانور وار خود رؤسا تھے بیٹے اور کی جس طاقت پر محمز ڈتھا عوام نے اسے اپنے پاؤں کے بنچے ممل ڈالاجس کے ذمہ وار خود رؤسا تھے بیٹے اور جانور وار خود رؤسا تھے بیٹے بیٹی بیٹول جانیاز مردم

"کالا باغ کے رئیسوں نے فدا کی زمین پر خدا کے بندوں سے ناانسافیاں کیں۔ مکافات عمل کا وقت آیا تر بھو ٹپردوں کی آگ ہے نہیں بلکہ محلات کی اپنی آگ ہے وہ سارا کچر جل کر راکھ ہو گیا جس کے مان پر طاکمانہ فرور رقص کر ٹاتھا۔ قدرت ڈھیل تو دیتی ہے لین معاف نہیں کرتی "

آج کالا ہاغ کے صاحزادگان نشان عبرت ہیں اور وہی کالا ہاغ کا قصبہ جہاں کسی کووم مارنے کی اجازت نہیں تھی

وہاں کالاباغ کے رکیس قدم نہیں رکھ کتے۔ فاعترویا اولی الابصار!

آریخ کے یہ ابواب اس لئے دھرانا بڑے کہ الطاف گوہر صاحب ایسے ابن الوقت لکھاریوں کی طرف ہے ۔ آریخ کے آبناک چرے پر پھیلائے گئے گر دوغبار کوصاف کیا جائے اور تھا کُق کی نقاب کشائی کی جائے۔

مجلس احرار اسلام کے تمام قائدین اور کارکنان نے ۱۹۲۹ء میں جس موقف کو اختیار کیا تھا بھر اللہ آج بھی ا حرار ای کومہ نظرر کھ کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ بھی ان کے پائے استقامت لرزش ولغزش سے آشانسیں ہوئے۔ جو فرد الروه یا جماعت ان درویش منش قائدین احرار کے بے داغ وجود پر انگشت نمائی کرنا ہے اور اپنی بے رحم اور متعقب تقید کانشانہ بنا یا ہے وہ باریخ سے نابلہ 'ضمیرے نا آشااور قلم کاسوداگر ہے۔ باریخ نے ایسے کورچشموں ے ہمیشہ اغماض بر تا ہے۔ وقتی شمرت الی مفادات اور ارباب اقتدار کی نظر کرم کے طلب گار قلمکار جب اپنی غیرت کو چ جورا ہے میں بیلام کر چکتے ہیں تو ان کے ازهان و قلوب کی کثافت اور مخونت قلم کی انکائیوں کی صورت میں غلیظ اور متعفن جراثیم پھیلانے کا باعث بن جاتی ہے جس کے ترجمان عاشق حسین بٹالوی میاں محمد شفیج (م-ش) ممید نظامی عبداللطیف سیمی اور الطاف کو ہر نصرتے ہیں۔ ضمیر کی سیائی ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعے اظہار میں بے باکی 'کردار میں کھار اور قلم میں وقار پیدا ہو آ ہے اور تھائق کے سامنے آنے میں کسی فتم کی مصلحت' حالات کے تقاضے اور مخصیت پر متی کے پر فریب نظریے حاکل نہیں ہو کیتے۔ دارور من کی آزمائش اور کسی کا رعب ورعونت بھی حق گوئی و حق پڑوہی ہے بازنسیں رکھ کتے اس کا نام مجلس احرار ہے۔ جس کا ماضی و حال نہ کورہ صفات کا حال

- کتابیات

۲ (۱) کاروان احزار ' جانباز مرزا (۲) مولانا کل شیرشهید ' سوان د دخدیات 'محمه ممرفاروق (۳) سید عطاء الله شاه بخاری ' شورش کاشمیری

صاحب طرزاديب، انشاء پردازاور منكر ، چود حری افصال حق کی آب بیتی-حصول آزادی کے لئے مجابدہ وریاصف کی دلیجسپ روداد



قیمت 60 روپے

(اداريه روزنامه جنگ لاېور، ۱۲۳ گست ۱۹۸۵ء)

#### عجب آزادمرد تها!

امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی چوبیسویں برسی ان کے عقیدت مندوں نے پنجاب کے مختلف مقامات پر منائی مگر افسوس کا مقام ہے کہ یا کستان کی موجودہ نسلوں کو ان کی شخصیت اور جہاد آزادی میں ان کی ضمات اور قربانیوں کے بارے میں محجد معلوم نہیں۔ وہ بے یاک اور سر انگیز مقررتھے اور مالم دین بھی تھے مگران کا دین کا تصورا نقلابی تھا جس میں سامراج دشمنی کو مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ وہ اسلام کو محض رسوم و قیود کا گوشوارہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے عملی زندگی کا قابل عمل صابطہ ترار دیتے سٹیز۔ اپنی حیات مستعار انہوں نے اسی کی جدوجید میں گذاری- رسول اکرم ٹرٹیکیٹیم کی دُت گرامی ان کا آئیڈیل تھی اور وہ ایک ا پیا معاضرتی نظام قائم کرنا چاہتے تھے جس میں مساوات اور عدل کا دور دورہ ہو۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے تمریک یا کستان کی مخالفت کی تھی مگراس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہندوستا فی مسلما نوں ہکوہندوا کشریت کے رحم و کرم پر چھوڑنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر مسلما نوں نے اپنا وطن الگ کر لیا تو ہندوؤں کو اتنی بڑمی سلطنت مل جائے گی جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملے گی اوریہ بات انہوں نے دہلی کے ایک ایسے صلے میں کہی جس کی صدارت پنڈت حواہر لال نہرو کررہے تھے۔ ان کا نظریہ غلط ٹکلااور یا کتان معرض وجود میں آ گیا توانہوں نے اس کی وفاداری کی قسم کھائی اور اس کے استخام کے لئے وعائیں کرنے لگے۔ مجلس احرار نے عالات کے بیش نظر عملی سیاست سے کنارہ کثی کر کے تبلیغ دین کو اپنا مقصد حیات قرار دیسے دیا نگر سامراج دشمنی انہوں نے نہ چھوڑی اور اس حوالے ہے انہوں نے آممدیوں (مرزائیوں) کے خلاف اپنی جدو جد جاری رکھی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے آخری سال کس میرسی میں گزرے۔ انہوں نے برسوں کی قید کا ٹی، فاقہ کثی کی اور طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں گمراہنی زندہ دلی پر حر**ف** نہ آنے دیا- وہ عاشن رسول کہلاتے تھے اور دنیا میں اللہ کی بادناہی کے ملسروارتھے جس میں آزادی اور انصاف کو بنیادی حیثیت عاصل ہو۔ انہوں نے اپنی برانی سیاست کے داخ کو بعض دوسری درنی سیاسی پارٹیول کی طرح تاویلات کے ذریعے د صونے کی کوشش نہیں کی اور ہمزی دم تک تسلیم کیا کہ میں پاکستان کی تخلین کے خلاف تعااتنی ہمت ایک مرد بیابد ہی کر سکتا ہے جے اللہ کے سواکس کا خوف نہ ہو۔ آج اگر ہم انگریز کے پنجہ استبداد سے آزاد ہیں تو اس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے سر فروشوں کا بھی حصہ ہے۔ تریک آزادی کے حوالے سے مبنین ال کا احترام کرنا جاہیئے۔ ان کی چوبیسویں برس مہیں یاد دلاتی ہے کہ یاکستان آزاد موجا ہے مگر سامراجی غلبے سے رہائی کا کام ابھی باقی ہے ... حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا-

ممد از ہر شاہ قیمرح ابن علامہ انورشاہ کشمیری دحمہ اللہ

#### اور شاہ جی نے غزل سنائی.....!

۲۶۹۶ء میں سد عطاء الندشاہ بخاری دیو بند آئے۔ ہمارہے بہال باہر مردانہ میں تشریف فرنا تھے، اچھا غاصا مجمع تها، ان دنول انظر سلمه، (مولانا انظر شاه کشمیری) استاذ تفسیر دارالعلوم نهیں تھے بس مرف نظر، چھوٹی عمر تھی، انہوں نے سن رکھا تھا کہ شاہ جی کی آواز میں جادو ہے، شاہ جی سے فرمائش کی کہ شاہ حی محمد گانا سنائے۔ شاہ می اثلار کیسے کرتے، استاد زادہ کی فرمائش تھی۔ انظر کوسامنے شیالیا۔ فرمایا کہ گوجرا نوالہ میں ایک سرحدی طالب علم نے محد کے حجرہ میں میری دعوت کی۔ انٹی سیدھی جائے، گڑاور آٹے کا حلوہ۔ یہ تحفلا بلا کروہ طالب علم کھنے لگا کہ حضرت میں آپ کی اور بھی صٰیافت کرنا جاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مردہ بدست رندہ، اور جو کچھ بھی تہاری تمنا ئیں ہیں وہ یوری کرلو، اس نے کہا کہ میں غالب کی غزل سناتا ہوں اور لہک لهک کرغالب کی به غزل اس طرح سنا ئی۔ کوئی ضورت نظر نہیں آتے نیند کیوں رات بعر اب کی بات پر نہیں آتے س کے سے تھی مال دل یہ ہنی جاؤ ' گے طالب کے یہ دوچار شعرشاہ جی نے ان ہی الفاظ میں اس مرحدی طالب علم کے تر نم کے ساتھ سنائے، پیر فرما یا که قریب قریب ایسے ہی الفاظ کی ایک غزل قطب شاہ دکمی کی مجھے یاد ہے۔ غم دل کی سے کہا جائے نا کہا جائے بھی تو سا جائے ہے کی لطافت یہ نازک سے ہاتھ پیالہ بھی ان سے دیا جائے نا

. تطب شہ نہ دے اب دوانہ کو پند دوانہ کو کچھ پند دیا جائے ازا،

## <u>ېيوالين نغنيدي</u> **صاحبِ څسن وجال اورصاحبِ فصنل وکمال**

جھپ گیا زیر زمیں اسلام کا اک شہوار مجلس احرار دیں کا سب سے بڑھ کر شاہکار غازی و نیک وولی کوه شجاعت باوقار عاجزوں بیکس، یتیموں، مفلسوں کا عمگسار ان کی صفتوں خوبیوں کا ہو نہیں سکتا شمار اور تما وہ گنش اسلام کی تارہ بہار قادر مطلق نے بنتے تھے فصائل بے شمار جس نے ساری رندگی اسلام پر کر وی نثار ان کا مقصد خدمت اسلام تما لیل و نهار تحصینی نیتا تها دلول کو دین کا وه شهسوار سنگدل روتے تھے اکثر سم نے ویکھے زار زار كيا فصاحت كيا بلاغت ان يه تهي يارو نثار انکی نظروں میں خس و خاشاک پیمیسے ناجدار ظاتم مرسل کی الفت میں وہ سر دم بیقرار انکی فطرت میں تواضع و عجزو علم و انکسار ایما مثل ہے ملے گا دین کا خدمت گزار انکی یونجی ان کا سرایہ یہی ہے یاد گار کوئی مشکل سے ملے گا ان کا ہمسر نامدار حق پرستی فاقه متی بس یهی ان کا شعار قوم و ملت، دین کا سمدرد عامی یاسدار بن یهی دنیا میں تھا ان کا عزیز و، روزگار

کیا سناو کی ابتاؤں رنج و غم کی داستاں پیکر صدق و صفا اور معدن مهرو وفا خوبصورت نیک سیرت خوش سمال و خوش مزاج صاحب صبر و تمل، بردوبار و دین دار صاحب حن و جمال اور صاحب فصل و کمال وہ بخاری گوہر نایاب تھا حن کی قسم وه شرافت اور نجابت میں تھا خود اپنی مثال کیا کروں میں خوبیاں مرد مجابد کی بیاں حُب دنیا حُب رز سے ان کا سینہ یاک تھا سر سے لیکر یاؤس تک اسلام کی تصویر تھا ان کو بخشتا تھا خدا نے اس قدر خُس بیاں عافظ قرآل نماری مونس و غنخوار قوم انکے دل میں خالق و مالک کا بس اک خوف تھا سرور کونین کی طاعت میں وہ سرشار تھا مصطفے کے عشق سے دل سینہ پر انوار نھا ہر رگ و ریشہ میں ان کے جذبہ اسلام تھا رندگی ان کی کٹی کچھ ریل میں کچھ جیل میں فقر و فاقه تو للاتها ان كو ورثه مين عزيز سادگی تو ان کے جم و جان پر قربان تھی وہ صحیح معنول میں تھا اسلام کا ماہر طبیب کیا اسیری کیا فقیری انکے دل کی تھی غذا

کوه استقلال تها غازی مجاید بروبار دین کے دشمن نظر آتے انہیں مثل غیار ان کی پیشانی یہ بل دیکھا کبھی نہ ایک بار وہ بخاری تھا بزرگان سلف کی باد گار گوبا سمجمو فوج كولايا ہوا تھا دركنار نوجوال جادوبیال، شیرین زبان، پرمیز گار حد سے بڑھ جاتا تھا سب کا شوق و ذوق و انتظار دم بخود مدموش مو حاتی تھی مجلس ہے قرار ہو رہا ہے آج ہی نازل کلام کر دگار طور و اطوار و طریقه سب کا سب سی شاندار کانیتے تھے انکی صورت، دیکھ کر سب المکار ائکی حق گوئی وہیا کی ہے سب پر آشار گرچہ عالم اور واعظ یاؤ گے تم ہے شمار آج. تک دیکھا نہیں ہم نے کوئی ایسا سوار جراه گیا ہو جس کو کفر و شرک مدعت کا بخار عمل صالح، زید و تقوی یر ہے بخش کا مدار کافروں کے واسطے دنیا ہے جنت کی ہمار کوٹھاں سگلے نہیں ہیں کوئی حائے افتخار خر میں بدلہ لے گا نیکیوں کا لے شمار چھوڑ کر جانا پڑا ان کو بہاں سے زمنہار چھوڑ کر وہ ہماگ نکلے ہند کی تازہ بہار ہو گئے وہ خود ہی آخر قعر ذلت کا شار ان کو اینانی پڑی پھر ایک دن راہ فرار

يرجم ختم نبوت كو وه لهراتا ربا انکو بختا تھا خدا نے اس قدر کھم یقیں بغض و بخل و کبر و کینہ سے وہ بانکل یاک تھا سر سے لیکر ہاؤل تک وہ ہر صفت موصوف تھا فرد واحد تھا گر تھی انجمن کی انجمن ساری دنیا میں ہمیں دکھلاؤ تو ایسا خطیب جب سرمنبر کھڑا ہوتا وہ دنیا کا خطیب جب پڑھا کرتا تھا منبر پر وہ قرآن عزیز د مکھنے والوں کو ہم تو یونہی آتا تھا نظر ياك فطرت نيك طينت نيك خصلت خوش مقال خنده پیشانی سروقد دین کا اک پهلوال قوم کے محبوب تھے مقبول دمنظور خدا اب نہیں امید کوئی جولے ایسا خطیب روندتا تھا دشمنول کی فوج کو مردجوال خاک سمجھے گا بخاری کا عزیزو، وہ مقام مال دیا شان و شوکت کچھ نہیں میرے عزیز باغیوں کا مال و دولت دیکھ کر نہ بعولنا دین اور ایمان جیسی کوئی بھی دولت نہیں اشاہ بخاری خدمت اسلام پوری کر گیا قوم اذنگی سے آخر دم رہا سینہ سیر گورے گورے رنگ والول کے وہ آگے ڈٹ گیا رات دن جو الحکے دشمن درہے آزار تھے سوچے رہے تھے جو تدبیر الحکے قتل کی

قوم کے چھوٹے بڑے سب مردوزن ہیں اشکبار

مسکد ختم نبوت میں رہے وہ استوار سو گئے مقصود میں اپنے وہ آخر کا سگار جس نے شیرازہ فرنگی کا کیا ہے تار تارین اس کئے روتی ہے دنیا آج ان کو زار و زار انبها، نه اولیا، نه مالدار و ظاکرار، سب کے سریر موت کا ڈٹکا سے بمٹا ایکیار ان کو بھی جانا پڑا دنیا سے تنہا ایک بارہ تبریر اب حسرتین روتی بین ان کو زار و زار اونچے اویجے خاک پر دیکھیں گے بیچا ایک بار جوڑ بارے ٹوٹ جائیں گے عزیز و ایک بار پیس ڈالوں گی میں تیراز ورسارا ایک بار ساز مبتی کر دیا ہے موت نے اب تار تار اب نہیں امید کوئی آئے گٹش میں بہار ان کی حق گوئی نکے نفے گا رہا ہوں بار بار مصطفے کے عثق نو سے رہتا تھا ہر وم مستوار كيونكه طالات زمانه اب نهين بين ساز گار ماننے والول کو ان کے طور یہ رکھ برقرار ان کی تربت یہ ہو سایہ رحمت پروردگار یا الهی بخش دینا سب کے سب روز شمار حشر کے میدان میں کرنا نہ ہم کو شرمیار ہر بشر اسلام کا عازی ہے خدمت گزار

وٹ گیا دشمن کے آگے دین کا غازی عزیز دشمنان دین سے فازی نے بازی جیت لی اس مجابد کا سنو اس قوم پر اصان ہے کم بہت ہوتے ہیں پیدا نامور ایے خطیب و موت کے بنے سے کوئی آج تک جھوٹا نہیں "كلّ نفس ذائقته الموت" ہے فرمان حن تخت شاہی جن کا ارامتا تھا ہوا کے دوش پر یل دے دار فنا سے بادشابان جمال کوٹھیاں ننگلے یہیں پر سب کے سب رہ جائیں گے تاج والے راج والے فاک میں مل جائیں گے موت کھتی ہے نہ اترا رور پر تو اس تدر "موتِ عالم موتِ عالم" ہے یہ فرمان رسول جل با سوئے عدم وہ چھوٹ کر ہم کو یتیم شاه بخاری دین حق کا تھا وہ آک زندہ نشال شاہ بخاری سے وصدت کے نئے سے ست تعا یا الهی قوم کو فتنوں سے تو ممفوظ رکھ یا الهی شاه بخاری پر سو رحمت کا نزول مانگتا ہوں ہاتھ ہمیلا کر ضدا سے یہ دعا ان کے فرزند و عیال اور جقدر احباب ہیں يا التي بيكول پر كيمِنے نظرِ كرم با التی مومنول کی دستگیری کیمنے ان کی حراَت اور قناعت کے ہیں سب فائل ظہیر

وش رمیں کی بات نہیں عرش ہل گیا معفل سے جب وہ اہلِ نظر' اہلِ دل گیا کیا کیا کیا کیا ہیں۔ اصل بھی موت پہ اُس کی مجل گیا "
" پہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا"

بزم صحافت ماتم ماتم

#### "جهاد آزادی کاایک اور سالار اطحه گبا"

وہ شعلہ نوا اُٹھ گیا ہے جس کے ربع صدی تک سیاہ آزادی کا دل گرائے اور حوصلہ بڑھانے رکھا۔ د پیائے خطابت کو اس پر نار تیا اور اس کی یہ صلاحیت ملک و ملت کی ضرمت کے لئے وقف رہی لیکن وہ صرف خطیب ہی نہیں تھا عمل کا دھنی بھی تھا۔ وہی کھیریحتا جس پر کاربند تھا۔ وہی کچیر کرنے کی تلقین کرتا جو اس کے نزدیک عاسیوں کی مسر فرازی کا وسیلہ بن مکتا تھا امیر شمریعت کے سیاسی عقائد کیاتھے۔ یہ موقع اس بمٺ میں پڑنے کا نہیں۔ یہ حقیقت ہے ان سے اختلاف کی گنجائش تھی اور لوگوں نے ان سے اختلاف کیا۔ البته اس بات سے عال الکار نہیں کہ مرحوم دل میں آزادی کی تڑپ رکھتے تھے۔ آزادی کی راہ میں انہوں نے سر کرمی مصیبت به خندہ بیشانی جھیلی- آزادی کے نام پر جو بھی افتاد پڑسی اسے بطیب فاطر قبول کیا- اٹھارہ برس تک قید و بند کی سختیاں سہیں اور زند گی کے اس حصہ کوحاصل زند گی جانا، کوئی مصلمت ان کا دامن نہ پکڑ سکی۔ بوریا نشینی پر فانع رہے۔ موٹا جھوٹا پہنا- کھانے کے لئے جومل گیا کھالیا- ٹکلف ،ریا اور تصنع سے کوسوں دور رہے۔ معبت اور شفتت ان ہی کا حصہ تھی- اگر دشمنی بھی کی تو نظریہ کی بنیادیر۔ ذات کا سوال آیا تو دشمنوں کے لئے بھی دیدہ و دل فرش راد کئے۔ لیلائے آزادی کے لئے اگر مشقتیں جمیلیں، غیر ملکی حکمرا نوں سے نگرلی اور اس کی یاداش میں قید ہوئے۔ تو دوسری طرف زند گی کے لطیف پہلوؤل پر بھی نظر ر ہی۔ یہ نہ تھا کہ سیاست میں ان کی طبیعت کا تنوع تھمن گیا ہو۔ ان میں وہ روکھا ین پیدا کر دیا ہو جس کا عمواً سیاست سے جولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ وہ شعر و ادب کا یا کیزہ ذوق رکھتےتھے۔ اعلیٰ درجہ کے سنمن فهم تھے اور مید، فیاض سے انہوں نے طبیعت بھی موزوں یائی تھی- اردو اور فارسی میں شعر کھتے تھے اور اپنی تقریر میں شعریوں لاتے جیسے انگوٹھی میں گلیہ۔

اگر ہم ان بزرگوں کی فہرست مرتب کریں جنوں نے دور طلای میں برطانوی سامراج کے خلاف گفتارو کردار سے رائے عام کو بیدار کیا تھا توامیر شریعت کا نام سب سے پہلے آئے گا- ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد برصغیر کے سلمان بری طرح شکستہ ول او رمایوس تھے۔ انہیں اصاس محسری اور اصاس شکت سے نجات دلانے کے لئے امیر شریعت اپنے مجاہدوں کی ضرورت تھی جو قلب و ذہن کو بھی متاثر کریں اور اپنے کردار سے عمل کے لئے مثال بھی قائم کو دیں۔ یہ خدمت انجام دے کر انہوں نے قوم پر بہت بڑا اور اپنے کردار سے عمل کے لئے مثال بھی تائم کو دیں۔ یہ خدمت انجام دے کر انہوں نے قوم پر بہت بڑا احسان کیا جے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اپنے ہی بزرگوں کی جرات، استقامت اور ایشار کا انعام ہے کہ ایک موخواب قوم بیدار ہوئی۔ جماد آزادی کے لئے ان گنت رصا کارلے اور ہم غیر ملکیوں کو شکست دینے ایک موخواب قوم بیدار ہوئی۔ جماد آزادی کے لئے ان گنت رصا کارلے اور ہم غیر ملکیوں کو شکست دینے بیک کامیاب ہوئے۔

شاہ صاحب کی زندگی کا یہ پہلو فاص طور سے قابل د کر ہے کہ وہ صرف سیاست کے ہو کر نہیں رہ گئے تھے۔ اسلام کی تبلیغ کا فرض سعید بھی ہمیشہ ان کی نظروں میں رہا تھا۔ دیں فطرت کی سربلندی ان کی سب سے بڑی تمنا تھی اور ناموس رسول مٹھ ﷺ کی پاسبانی اور ملت کا اتحاد ان کا مقصد حیات تھا- رند و پا کبازی اور مذہب کے گھرے مطالعہ اور علم کی بناء پر وہ امیر شریعت کے منصب پر فائز ہوئے تھے اور اس منصب پر اپنا حق ثابت کر دیا تھا-

امبر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی رصلت سے قوم ایک بے مثال خطیب اور تمریک آزادی کے ایک نمائند سے سے مروم موگئی ہے اور یک آیی شعصیت کھو بیٹھی ہے جس کے بارے میں یہ کونا مبالغہ نمیں کہ ایسی شخصیتیں مد توں میں بیدا ہوتیں ہیں۔ یہ واقعی ہی ایک المیہ ہے کہ ہم ایے بزرگوں سے تو محرف م ہوتے جا رہے ہیں جواب و دس کے سے تھے نابت قدم تھے ایشار پسند تھے اور دل میں ملت کا درد رکھتے تھے نابگر ان کی رصات سے قومی زندگی میں جو نشسین فالی ہورہی ہیں انہیں برگرنے کے لئے ہمیں مخلص اور بے لوث شخصیتیں نمیں ملتیں۔ قومیں محف اپنے پیش رووں کے کارنا سے گنوا کریا ان کا مائم کرکے زندہ نمیں رہ سکتیں۔ حال کے سائل، مصائب اور ضرور تیں زندہ اصحاب سے قربانی اور ایشار کا تفاضار کھتی ہیں۔



روزنامه "كومستان" لا*مبور ا*مقاله خصوصي

#### اک جِراغ اور بجها......

ملک میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی موت کی خبر انتہائی رنج و طال سے سنی جا سیگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعوں۔ اگر ہم ماضی کی طرف دیکیوں تو ہماری آزادی کی شاہراہ راجع صدی قبل کے ان تنگ و تاریک اور ناہموار راستوں سے جالمتی ہے جہاں چند اولوالعزم انسان درماندہ سافروں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ کبھی ان کی شعلہ نوائی سے مردہ زندگی کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے اور نینے حال سے پریشان اور مستقبل سے مایوس سافریکا کیک نے چھے دوڑنے لگتے ہیں اور کبھی کوئی آزادی کی مرشار ہو کر ان کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں اور کبھی کوئی آزادی کی ہمت جواب دے جاتی ہے لیکن ان کوہ پیکر انسانوں کے عزم و شبات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آزادی کی تمنا کرنے کے جرم کی پاداش میں ان کے لئے قید خانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ لیکن ہر کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ لیکن ہر مصیبت، ہر ناکای اور ہر آزائش ان کے بینے میں امیدوں کے نئے چراغ روش کرتی ہے۔

سید عظاء اللہ شاہ بخاری نے فرنگی استبداد کے خلاف این وقت حلم بغاوت بلند کیا تھا۔ جب سلطت برطانیہ برسورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آزادی کی خواہش ایک دیوانے کا خواب سمجمی جاتی تھی۔

مرحوم برصغیر کے وہ بے مثال خطیب تھے۔ جن کی شعلہ نوائی نے کروڑوں انسانوں کے دلوں میں آزادی کا ولولہ پیدا کیا تما۔ ان کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ رات جس میں انسوں نے سفر کا آغاز کیا تھا کتنی تاریک تھی اور ایمان ویقین محکم کی وہ قندیل جوانسوں نے بلند کی تھی کس قدر تا بناک تھی۔ اگر ان کے راستے میں آلام و مصائب کے پہاڑ کھڑے تھے تو انسوں نے کس قدر جرأت و بامردی کے ساتھران کامنا بلہ کہا تھا۔

سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی کا مقصد کروڑوں انسانوں کو آزادی کی ترف عظا کرنا تھا۔ اگر ہم آزادی کے نام نائد شاہ بخاری کی زندگی کا مقصد کروڑوں انسانوں کو آزادی کی ترف عظا کرنا تھا۔ اگر ہم بڑا دی کے طالت پر غور کریں تو ہمیں اس مقیقت کا اعتراف کرنا بڑا سے کہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ہمیں ان کے طریق کار سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن کوئی بھی ان کی عظمت سے اٹھار نہیں کر سکتا۔ آنے والی نسلیں جب برصعیر پاک و ہندگی آزادی کی تاریخ کے بھرے ہوئے اوران اکھا کریں گی تواس و قت سید عظاء اللہ شاہ بخاری کو فراموش نہیں کر سکیں گی۔ جنوں نے اپنی زندگی کی بہترین سال قید و بندگی صعوبتوں میں گزارہ ہے ہم پورے صدق وظوم کے ساتھ یہ دھا کرتے ہیں کہ اللہ تعالے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اس سعادت مند قوم کا جذبہ عظا کرے جو کی بھی طائد ہیں ایس سعادت مند قوم کا جذبہ عظا کرے جو کی بھی طائد ہیں ایس سعادت مند قوم کا جذبہ عظا کرے جو کی بھی طائد ہیں ایس سعادت مند قوم کا جذبہ عظا کرے جو کی بھی طائد ہیں ایسے معمول کو فراموش نہیں کرتی۔

***** 

روزنامه "آفاق" لائلپور / تعزیتی شدره

#### ایک "روایت"کاانجام!

سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی وفات ایک راویت کے انجام کا اعلان ہے۔ وہ اُس روایت کی پیداوار تھے جس میں لفظ گری آواز کے ساتھ آدی اور آدی کے درسیان رشتہ گردانا جاتا تھا۔ انسانی رشتہ کے اس تصور نے خطا بت کو جتم دیا۔ جے مسلما نوں کی اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت عاصل رہی ہے۔ جید جطاء اللہ شاہ بخاری، ہندی مسلما نوں کے آیک بعرے پرے دور میں پیدا ہوئے۔ اس دور میں قد آور رہنماؤں کے ہوتے ہوئے انہوں نے اس طرح ایک مشرو مقام پیدا کیا کہ مسلما نوں کی مذہبی زندگی کو سیاسی زندگی سے مربوط کرنے کی کوشش کی اور خطا بت کو طریق اظہار کے طور پر اپنایا جو مسلما نون کی مذہبی زندگی اور سیاسی زندگی دو نوں میں انگی ذریعہ ایک مشہول اور مؤثر طریق اظہار کا مرتب رکھتی تھی ۔ خطا بت ان کے ہا تھوں میں کم و بیش آیک تھی ذریعہ اظہار بن گئی تھی۔ ان کی ذات کو ہماری خطا بت کا آخری سنبھالا کھنا چاہیئے بلکہ ان کے سفر آخرت کے ساتھ ساتھ یہ روایت ہماری اخترا کی نظر آتی ہے۔

سید عطاء الله طاہ بخاری ایک ایسے خطیب تھے جنہیں بیک وقت مذہبی عالم اور ایک سیاسی رہنما کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۹۲۰ء کو ۲۹ برس کی عمر میں وہ تریک خلافت میں شامل ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں اس جماعت کے صدر منتب ہوئے۔ ان کے سیاسی نقطہ نظر سے

اختلافات کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ ان کے سیاسی خیالات سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی ہم ان کے ذاتی اوصاف کے ملی جذبہ کی قدرومنز الت کریں۔

( )

روزنامه "عوام" لانكبور الغزيتي شدره

### ان کے الفاظ موتیوں کی طرح دمکتے اور فقر سے پھولوں کی طرح ہوتے

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات کی خبر ایک برق بے الماں ہے۔ جس نے صبر و سکون کے ہر خرص کو جلادیا ہے۔ خطیب اعظم سید عطاء اللہ شاہ بخاری گرشتہ چالیس بچاس مال سے برصغیر پاک و ہند کے اقتصا و اکناف پر چیائے ہوئے ہوئے۔ انہوں نے کوئی بڑی بڑی مرعوب کن علمی اسناو حاصل نہیں کی تعمیں۔ گریہ فضیلت انہیں حاصل تھی کہ وہ ہر علمی و ذہمی مجلس میں سر ہیکھوں پر شعائے جاتے تھے۔ مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو شعور اس وقت حاصل ہوا۔ جب غیر مشقم ہندوستان پر انگریزی استبداد پورے دوروں پر تھا۔ انہوں نے علمائے عظام پر حکومت کے عناب کو دیکھا اور اس سے ترف الله ۔ انگریز کوسید خطاء اللہ شاہ بخاری نے کہی معاف شہری کیا تھا۔ اس لئے کہ انگریز نے اپنی سنگداننہ پالیسی سے غیر مشقم ہندوستان ہی نہیں پورے مشرق میں دین اسلام کے ستونوں کو گرانے کی کوشش کی تھی اور اس نے ان براری نے ان براور اثر آفرینی کی بخد میں اور اس کے دوات میں ابہی عملی زندگی شروع کی۔ خداتھائی نے انہیں خطابت و تقریر اور اثر آفرینی کی بخاری نے جاتے تھے۔ ان کے افاظ موتیوں کی طرح وکئے تھے اور فقرے پھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو حواب بھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو اور اس کے جو اور فقرے پھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو حواب بھولوں کی طرح ہوئے تھے۔ ان کے افاظ موتیوں کی طرح وکئے تھے اور فقرے پھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو واروں بریسی جاتھ تھی۔ ان کے افاظ موتیوں کی طرح وکئے تھے اور فقرے پھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو واروں طرف پھین جاتی تھی۔ ان کے افاظ موتیوں کی طرح وکئے تھے اور فقرے پھولوں کی طرح ہوئے تھے جن کی خوشبو واروں طرف پھین جاتی تھی۔

مرحوم سید عطاء الند نئاہ بخاری نے قید و بند اور سزا و تعزیر کی مصیبتنیں بار ہا جھیلیں گران کے پائے استقلال میں کبھی جنبش نہ آئی تھی۔ ان کا انداز اور سلک قطعی درویشانہ تھا۔ انہیں کسی سے ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ البتہ وہ اپنے متفائد سے اختلاف ہوتا وہ اسے خدا کا دشمن سجھتے تھی۔ اس کے اس کے خلاف شدت اختیار کرتے تھے۔ مرحوم سید عطاء اللہ نفاہ بخاری میں یہ وسعت قلبی موجود تھی۔ اس کے اقدام یا فیصلہ کو جب غلط سمجھ لیتے اس پر اصرار نہ کرتے۔ چنانچہ پاکستان کے متعلق آپ نے بھی کہ وہ اپنے کسی اقدام یا فیصلہ کو جب غلط سمجھ لیتے اس پر اصرار نہ کرتے۔ چنانچہ پاکستان کے متعلق آپ نے بھی طریقہ اپنا یا تھا۔

مرحوم سید عطاء الند شاہ بخاری کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے دفتر مطلوب ہے۔ وہ ایک جاذب شخصیت تھے۔ خطیب اعظم اور مقرر شہوا بیان ہونے کے باوجود وہ انتہائی منگسرالرازج تھے۔ کار کنوں کا ان سے بڑھ کر اور کوئی ہمدرد نہ تعاانبوں نے مصیبتیں برداشت کیں مگراپنے لئے نہ کبھی رحم کی بھیک ماٹنگی نہ وسائل چاہے۔ خریب اور مخلص کار کنوں کے لئے انہوں نے کوئی مدد کرنے میں کبھی تائل سے کام نہیں لیا ۔ تھا۔

سید عظاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نهایت سلجمے ہوئے اور سنن فہم بزرگ تھے۔ اشعار کے ہزارہا کیلینے ہر وقت ان کے ساتھ رہتے اور وہ جب چاہتے محفل احباب میں یا مجمع عام میں کسی بہترین نگینے کو الغاظ کی انگشتری میں جڑویتے۔ افسوس کہ ان کی سیماب صفت طبیعت نے انہیں جم کر بیٹھنے اور اپنے وسلیج ذخا کر کو مدون کرنے کی فرصت نہیں دی۔ اس طرح کوئی جامع کتاب ان سے یادگار نہیں ہے۔ لیکن برصغیر پاک وہندگی نصف صدی کی تاریخ کئی اور کامل طور پران کی شخصیت سے متاثر ہے۔

۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی وفات ایک بڑا ہلی صدمہ ہے۔ آج ہر پاکستانی کو مصوس ہورہا ہے کہ شاہ جی کی وفات سے جو ظلابیدا ہوا ہے کہ وہ کبھی پر نہیں ہوسکے گا۔

> وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دئے ڈھونڈا تھا آسمال نے جنہیں خاک چھان کر

ملت پاکستان پریہ بہت برطی آزما کش کا دور ہے۔ ابھی مولوی عبدالمن کی وفاہت کی خبر فصاؤں میں تھی کہ ایک اور صدمہ عظیم ملک کو برداشت کرنا پڑا۔ یہ لوگ جو بجائے خود ایک تاریخ بیں۔ ایک ایک کر کے جا رہے بیں۔ اللہ تعالی انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطافریائے اور ملت پاکستان کو اس فابل بنائے کہ ان کے رہنما ان مرحوبین کی خوبیوں کو اپنا کر، اس طلاکو پورا کر سکیں۔



منت روزه "ليل و نهار" لامبور العزيتي شذره

#### تقرير كا جادو- استعاره نهين حقيقت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا البہ راجعوں۔ عجب سانحہ ہے کہ اس دور میں جو بھی بزرگ اٹھتا ہے اس کے ساتھ ایک تہذیب کی علامت اٹھہ جاتی ہے۔ ایک درخشاں روایت کی مشعل گل ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے سے اک دور مرجاتا ہے۔

سید عطاء الله شاہ بخاری مرحوم کی صفات کسی تعارف کی ممتاج نہیں لتریر کا جادواستعارہ نہیں مرحوم کی ذات میں ایک حقیقت تعا-وہ اپنی سربیانی سے الکھول کے مجمع کو گھنٹوں موحیرت رکھتے- ہنساتے، رلاتے، نڑپاتے اور آبادہ عمل کرتے- اتنا بڑا شعلہ نوا اور مغز بیاں اب پیدا نہ ہوگا اور وہ اس لئے کہ بقول ایک معاصر ..... وہ روایت جس میں لفظ گری آواز کے ساتھ آدی اور آدی کے درمیان رشتہ گردانا جاتا تھا اور وہ روایت جس نے خطابت کو جنم دیا۔ کمزور ہو چکی ہے۔

شاہ صاحب مرحوم نے سیاسی تریکات کے ایک بھرے برے دور میں آگھ کھولی- جلد برصغیر کے طول وعرض میں برطا نوی علامی کے خلاف بغاوت اور حریت کی علاست بن گئے۔ یہ موقعہ ان تر کات پر تبصر ہ اورافراد کے سیاسی مسلک پر تنقید کا نہیں۔ لیکن شاہ صاحب مرحوم کے لئے بہ محمید تم نہیں کہ مسلمان قوم کو، جوماضی کی شاندار روایات کے تصور میں گم تھی یا حال کی شکت اور درماندگی میں مبتل، خواب سے بیدار کہا۔ ان میں جوش عمل پھوٹکا اور کچھ کر گزنے گئ ترخیب دی۔مسلما نوں میں حقیقت پسندی اور خود اعتمادی لپیدا کرنے کی جو کاوش سر سید مرحوم اوران کے رفقا نے کی تھی تحریک آزادی کے عہد شباب میں اس کاوش کی تمیل اپنے طور پر شاہ صاحب نے بھی کی۔ مرحوم کے سیاسی مسلک سے بحا طور پر اختلاف کیا گیا۔ لیکن ان کے جد بہ حریت سے اٹکار ممکن نہ تھا۔ لوگ مرحوم کی شعلہ بیا نی پر عش عش کرتے تھے حالانکہ وہ معن ان کی ذات کی نمود نہ تھی۔ وہ آزادی کے انتقک سیابی تھے اور جب قربانیوں کے دعوے کرتے اور کڑی آزما کٹوں کو دعوت دیتے تورسماً یالطف بیانی کے لئے نہیں۔ مرحوم جب پرکھتے کہ تین حیوتعائی زندگی ریل میں (شهر شہر کا دورہ کرنے) کٹ گئی اور ایک جوتھائی جیل میں تو حقیتت بھی بھی ہوتی تھی، وہ محض ایک سیاسی رہنما نہ تھے، ایک مکمل شخصیت نھے، مجاہد بھی اور رند بھی! جس طرح لاکھوں کے مجمع میں گرہتے اسی طرح احباب کی تمغل میں چیکتے اور اپنی بدنہ سنجی اور خوش گفتاری سے سر ایک کا دل مشمی میں رکھتے!شعر وادب کا مذاق نهایت یا کیزه رکھتے تھے۔ محبت و مروت، اخلاص اور ایثار و رواداری اور دوست داری کا پیکر تھے اور یہ صفات اب



بنفت روزه "اقدام" لا بور العزيتي شذره

رزم ہو یا برم ہو، پاک دل و یا کباز! انگے رور ملتان میں سیدعطاء اللہ شاہ بخاری کے انتقال سے تاریخ کا ایک دور ختم ہو گیا ہے شاہ صاحب مرحوم ومغفور ایک سیح مخلص اور پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنی تمام رندگی انگریز کے خلاف جہادییں بسر كى، وه اس حد تك تن من دهن سے اس صاد ميں ضريك تھے كه اسي تاريخ كے ايك نازك مورد يريات سوچنے کی بھی فرصت نہ ملی کہ انگریز کے بوریا بستر گول کر جانے کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۷ء کے بعد جب ہندوستان میں سیاسیات جدید کا دور شروع ہوا تومتوسط طبقہ کی فعال سیاسی جنته بند مجلس احرار اسلام جس میں شاہ صاحب ایک گرم اور زمیتے ہوئے دل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اجتہادی علطی کا شکار ہوگئے اور تمریک یا کستان کا یہ ہراول دستر بننے کی بجائے سیاسی جھمبل بھوسوں میں گرفتار ہوگئے اگر اس وقت مسلم لیگ کو مجلس احرار اسلام ایسی فعال جتھہ بند اور جا نبدار جماعت کی تا ئید حاصل ہو گئی

موتی تو محم از محم پنجاب کی ..... شدرگ کے قریب سے تقسیم نہ ہوتی۔ خیریہ تواب تاریخ کی بات ہے اور آئندہ کامورج می کلھ سکے گا کہ کس نے محمال پر طلطی کھائی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اردو اور پنجابی کے بے مثال خطیب تھے۔ انہوں نے اپنی فصاحت اور بلاغت خطابت اور علم کلام کی توپوں کے صافح انگریز شاہی قلعہ پر مرکوز کئے تھے۔ انہیں اختلاف عقیدہ کے علاوہ احمد یوں (مرزائیوں) سے غیر فانی کدکی ایک بڑئی وجہ یہ تھی کہ بافی سلسلہ نے انگریز سلطنت کو ابر رحمت قرار دے رکھا تھا (خدا تھا لے ابر حمت کی طرح ہمارے لئے انگریز سلطنت کو دور سے لایا اور ہم اور ہماری ذریت پریہ فرض ہوگیا کہ اس مبارک گور نمٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار ہیں۔ ازالہ اوہام صفح ۱۳۳۱)

اس وجہ سے انگریزی استعمار اور احمدیت دو ایسے نشانے تھے جن پر شاہ صاحب نے ہمیشہ گونہ باری حاری رکھی اور دو نوں کو خاصا نقصان بہنجایا۔

ہمارے خیال میں ضرورت اس امرکی ہے کہ اس وقت جبکہ ان کے بے شار نیاز مند طول و عرض مکک میں موجود ہیں ان کی مدد سے ان کی ایک مستند سوانع عمری تیار کی جائے جس میں لفاظی کی بجائے اس دور کی تاریخ کے بس منظر میں ان کی صبح حیثیت کا یقین کیا جائے۔ ایسی کتاب کھنے کے لئے شاعر کی ضرورت ہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو علم تاریخ کے اصولوں سے آگاہ ہو۔



مفت روره "قنديل" لامور العزيتي شذره

#### ا یک جرار سیاہی

بر صغیر ہندویاک کے ممتاز دیمی رہنما اور مشہور سیاسی لیڈر سید عظاء اللہ شاہ بھّاری کھویل علالبت کے بعد ملتان میں انتقال فریا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سید عطاء الند شاہ بخاری گزشتہ پانچ ہاہ سے شدید بیمار تھے۔ نشتر ہمپتال منتان اور پھر لاہور میں زیر علاج رہنے کے باوجود جب آپ کی بیماری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تو حکیم عطاء اللہ خال نے یونا فی طلح ضروع کیا۔ لیکن مرض الموت کا کیا علاج۔ سیدصاحب اپنے مولا کو پیارے ہوگئے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک سربیان، شعلہ مقال اور آزادی وطن کے ایک جزار سپاہی تھے۔ ان کی تمام زندگی قومی خدست میں گزری۔ زندگی کے آخری ایام میں ان پر فالج کے کئی صلے ہوئے پھر ملتان میں وہ ایک ایک ایسے بوسیدہ سکان میں رہائش بندیر تھے جو فالج کے مریضوں کی رہائش کے بالکل ناقابل رہائش تھا۔ شاہ صاحب انتہائی صبر و محمل کے ساتھ برسے حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔ صدر پاکستان کو جب ان کی آخری سیاری کا مطم ہوا تو انہوں نے اہرین کو ہدایت کی وہ شاہ صاحب کا طبی معائنہ کریں اور علاج میں خاصی دلیسی بیساری کا صلح بیساری کوششیں بیکار فا بست ہوئیں اور آخری وقت آن پہنچا۔

صدر پاکستان نے شاہ صاحب کی وفات پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پیغام تعزیت میں کہا کہ سید عطاء اللّذ شاہ بخاری کی وفات حسرت آیات سے مجھے نے حد رنج ہوا ہے۔ آپ جنگ آزادی اور اسلام کے ایک زبردست مجاہدتھے اور قدرت نے آپ کو علم و فصاحت کی تعمین و دیعت کی تعین۔ موت نے ہم ٰے ایک عظیم شخصیت جدا کر دی۔ خدا آپ کی روح کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

**Ý** 

بنجاب یونیورسٹی کاار دو مجله "مجور" (ستمبر ۱۹۲۱ء) تعزیمی نندره

### اس دور کاسب سے بڑاالمیہ!

سیدعطاہ اللہ شاہ بخاری کی وفات اس دور کاسب سے بڑا الریہ ہے۔ الریہ اس لئے کہ نئی نسل یہ تو جانتی ہے کہ برک نے کہ نئی نسل یہ تو جانتی ہے کہ برک نے برطانوی پارلیسٹ میں کیا مجھر بھا۔ انہیں یہ توسعلوم ہے کہ روم میں الطونی نے کس طرخ لبنی خطابت سے بروٹس کے اقتدار کا تختہ الٹ دیا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ شاہ صاحب نماز عشاء کے بعد تقریر ضروع کرتے تھے اور ہزاروں سامعیں رات بھر بیٹھنے کے بعد قبر کی نمازان کی اماست میں پڑھا کرتے تھے۔ ان کی ضابت کا سمرراہ جلتے توگوں کو تحصینچ کر جلسے گاہ میں لے آیا کرتا۔

ایک بار انجیسٹرنگ کالج مغلیورہ کے انگریز پر نسپل کے مظاف لاہور میں جلسہ ہورہا تھا- رات کے دوسیجے کتر پر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے فیصلہ کیا کہ اہمی موجی دروازہ سے جاکر سب لوگ کالج کے سامنے مظاہرہ کریں اور دس ہزار کا مجمع نعرے لگاتا ہواشاہ صاحب کے بیچھے چل پڑا-

یہ آواز کا جادو اس لئے تاریخی حیثیت احتیار نہ کر ساکہ انطونی کی طرح انہیں کوئی شکسپئیر نہ طا- اور پسر اس لئے بھی کہ بعد میں ان کاسیاسی سلک انہیں مسلم لیگ سے دور لئے گیا اور وہ ترکیک حصول پاکستان سے کٹ گئے۔ وہ غلط راستہ پر متھے گر اس اختلاف کے باوجود ان کی دیا نت، خلوص اور لیے غرضی شبہ سے بالاتر تھی۔

ان کی درویشی اہل بصیرت کے لئے آج بھی جراغ راہ ہے۔

₾

مهفت روزه "ايشيا" لامور العزيتي شدره

### جامع كمالات شخصيت

با بائے اردومولوی عبدالحق مرحوم کاصدمہ ابھی تازہ تھا کہ سید عطاء الٹیر شاہ بخاری نے 2۲ سال کی عمر میں داعی اجل کولدیک کھا انا للہ وانا الیہ راجعون- شاہ صاحب کو مرحوم کھتے وقت کلیجہ کا نیتا ہے لیکن موت سے کس کورسٹگاری ہے۔ وہ اپنے معین وقت پر آتی ہے اس سے فرار کسی کوممکن نہیں۔

شاہ صاحب مرحوم گزشتہ پانچ ماہ سے شدید علالت کا شکارتھے منتلف ہمپتالوں میں قابل ڈاکشروں کی زیر نگرانی ان کا علاج ہوتا رہا۔ لیکن شاہ صاحب کی حالت روز بروز گرتی گئی اور آخر ۲۱ اگست کو شام چھے بج کر ۱۵ منٹ بران کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم جامع کمالات شخصیت تھے۔ برصغیر میں اس پائے کا خطیب پیدا نہیں ہوا۔ جنگ آزادی میں شاہ صاحب نے نمایاں طور پر حصہ لیا اور عمر عزیز کا ایک حصہ تقریباً ۱۸ سال جیل میں بسر کئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری زندگی بھی کیا تین چوتھائی ریل میں کٹی اور ایک چوتھائی جیل میں۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ یہ زانہ تریک خلافت کے شباب کا تھا تھوڑ ہے ہی عرصہ میں شاہ صاحب مرحوم نے اپنی شعلہ بیانی کے ذریعہ عوام میں وہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کی جو بہت کم لیڈروں کو نصیب ہوئی۔ ان کی تقریر مراسر اعجاز تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ عشاکی نماز کے بعد تقریر شروع کرنے اور فجر کی نماز تک بعد تقریر شروع کرنے اور فجر کی نماز تک بعد تقریر شروع کرنے اور فجر کی نماز تک بعد تقریر شروع کرنے اور فجر کی نماز تک بعد تھاری شاہ ہوتا اور نما اور کا ایک نماز کے بائیں با تھاکہ وقت لا دینا اور ہنا دینا اور مینا در با دوران کی شخص کو جسے سے نالود کو بیک وقت لا دینا اور ہنا دینا اور مینا دینا اور کو بیک وقت لا دینا اور ہنا دینا اور اور کی ہائیں با تھ کا تھیں تھا۔

۱۹۳۹ء میں مولانا ابوالکام آزاد کے شورے کے مطابق مجلس احرار قائم کی گئی۔ شاہ صاحب مرحوم جماعت کے روح و رواں تھے۔ چیدری افضل حق مرحوم کو جماعت کا دباغ اور شاہ صاحب کو زبان سمجا جاتا تھا۔ جرائت، ہمت اور استغلل میں شاہ صاحب مرحوم اپنی مثال آپ تھے۔ غیرت حن اور روح ایمانی سے ان کا سینہ ہمیشہ معمور رہتا تھا۔ اسلام کے بنیادی عقائد اور نبی اگرم شینینظم کی آ برو پر جب کوئی دشمن دین ہاتھ والے نے کوشش کرتا تو شاہ صاحب بے دھرک اس کے آگے سینہ سپر ہوجاتے۔ اور نیمر سے نہیں و بھتے تھے کہ والے کی کوشش کرتا طاقت ور اور بااثر ہے۔ برطانوی سامراج کے ہاتھوں انہیں بارہا صعوبتیں سنا پڑیں۔ لیکن ان کے یا تھوں انہیں بارہا صعوبتیں سنا پڑیں۔ لیکن ان کے یا کے استعمال کو کمبی لغرش نہ ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد وہ عملاً سیاست سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ لیکن تمریک ختم نبوت کے دوران وہ پھر اسلام کی آبرو بچانے کے لئے میدان میں اثر آئے تھے۔ شاہ صاحب ایسی جامع محمالات شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ افسوس ہے کہ پرانے بادہ کش ایک ایک کر کے اس منمل مہتی سے اٹھتے جاتے ہیں اور کوئی ان کی مگہ پر کرنے والا نظر نہیں آتا۔

الله تعا لے ان کی مفرت فرائے اور پس ماندگان کوصبر جمیل کی توفیق عطافرائے۔

بفت روره "خدام الدين" للهور العزيتي شذره

## مجابد اعظم رحمته النيرعليه

17 اگست 1971ء کویہ جگر خراش خبر سارے ملک نے انتہائی رنج و قلن سے سنی کہ ملک کے مایہ ناز فرزند بطل جلیل، جابد اعظم، جنگ آزادی کے شیرول رہنما، نمب و ممبوب اولیاء اللہ، شع ختم بوت کا پروانہ.... امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعوں۔

حضرت ناہ صاحب حق اور حق برستوں کی گویا ایسی تنوار تھے کہ جس باطل کے سر پر پڑتی اس کو کلوے گلڑے گرئے۔ کو دیتی، وہ خدائی جبلی یا آسانی صاحقہ تھی کہ گفر و صلالت کے جس خرمن پر گرتی اس کو داکھ کر دیتی۔ وہ کمن داؤدی کا اس دور میں نمونہ تھے کہ دوست و دشمن سب کو معود کرلیتے۔ وہ صور اسرائیل تھے جس کی حیات بخش دعوت سے مردہ دلوں میں جان پڑجائی۔ جس کی أیک آواز پر ۵۰ ہزار رصاکار آزادی تشمیر کے لئے سرپر کفن باندھ کر جل پڑھے۔ جس کے ایک اشارے پر متحدہ ہندوستان کے برطانوی جیل خانے بھر جائے۔ جس کا داخلہ قادیاں کے ایوان مرزائیت میں زلزلہ ڈال ویتا۔ جو علم و عمل، شعر و ادب، اخلاق و مزاج، جائے۔ جس کا داخلہ قادیان کے ایوان مرزائیت میں زلزلہ ڈال ویتا۔ جو علم و عمل، شعر و ادب، اخلاق و مزاج، خلافافت، شریعت و طریقت اور رزم و بزم کے مجمع کمالات تھے۔ وہ جو تقریرو خطابت میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ جمال کہیں آپ کی تقریر ہوتی۔ مسلمان تو مسلمان ہندو سکھ آپ کی زبان سے قرآن کی تلاوت میں آپ کی تقریر ہوتی۔ مسلمان ہندو سکھ آپ کی زبان سے قرآن کی تلاوت سے خواج نے ماخر سے کے توشر آخرت کے گئے یہ قابل فرسان بس ہے کہ حضیرت علیم الاست مولانا تھانوی رحمتہ ہوتے زبایا کہ عطاء الٹر کی با ہیں تو عطاء اللمی ہوتے اور خدام و معتقد میں پروگرام لینے کے گئے می قابل فرسان بس ہے کہ حضیرت علیم الاست مولانا تھانوی رحمتہ ہوتے زبایا کہ عطاء الٹر کی با ہیں تو عطاء اللمی ہوتے اور خدام و معتور سے کے توشر آخرت کے گئے یہ قابل فرسان بس ہے کہ حضیرت علیم الاست مولانا تھانوی رحمتہ ہوتے۔ اپنے کیا باکھ کھیں تو عطاء اللمی ہوتی ہیں۔

۲- حضرت شاہ عبدالقادرصاحب رائے پوری مدظلہ کے آپ منظور نظرتھے۔ یک بار مزاماً فرمایا " بہ میرے مرید نہیں بیر ہیں۔ "

۵- شیخ الاسلام حضرت بدنی دحمتر الله علیہ حضرت مفتی اعظم کفایت الله صاحب اور حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد عثما فی سب اکا براست اور اولیا ملت آب کوممبوب رکھتے۔

۲- قطب زبال حضرت مولانا احمد غال صاحب زحمته الله عليه خانقاه سراجيه مجدديه، نقطبنديه كنديال شريف ف- جب سناكه امير شريعت برسكندر حيات كي حكومت في مسلح بغاوت كامقدمه بنايا ب تووه ب چين مو كر متوجه موئ اور الله تبارك و تعالي سے دعا ما تكئي- غرض کہ حضرت امیر شریعت سب کی آنکھوں کا تاراتھے۔ اب وہ اپنے حقیقی آقا کے پاس پہنچ کھے ہیں۔ جال رودیا بدیر ہم سب کو پہنچنا ہے اور جال سے پیر کہی کی کوواپس نہیں آنا۔ بے شک یہ سانحہ ایک قومی حادثہ ہے۔ صاحبرادگاں محترم کو ہم سے زیادہ صدمہ ہے۔ ان کے متعلقیں بلکہ سارے ملک کو صدمہ ہے ۔ سن رونے والو! ان پر نہ رؤو۔ وہ اپنا سفر کامیابی سے طے کرچکے۔ اپنی حمال نصیبی پر آنو ہاؤ کہ اس نازک دور میں ہم ان مبارک ہمتیوں سے محموم ہوگئے۔ اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ ان لقوس قدسیہ کے مشن کو زندہ کرو۔ علماء حق کا ساتھ دو۔ اسلاف است کی اتباع کرو اور اللہ تعالی پر بعروسہ کر کے اس کی رصا مندی کے راستوں پر چل چلو۔ سے شک وہ صفرات ہم سے جدا ہوگئے گران کی روشن کی ہوئی شعل ابھی تک روشن کے راستوں پر چل چلو۔ اللہ تعالی آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عظاء فر،آنے اور سے۔ اس کی روشی میں چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عظاء فر،آنے اور سے۔ اس کی روشنی میں چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عظاء فر،آنے اور سے۔ اس کی روشنی میں چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عظاء فر،آنے اور سے۔ اس کی روشنی میں چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عظاء فر،آنے اور سے اس کی دوئر ندان رشید کوان کے نقش قدم برچلنے کی توفیق دے۔



بفت روزه "الاعتصام" لا مور التعزيتي شذره

### محفل عزم وعمل كاروشن چراغ

۱۲۱ گست ۱۹۹۱ء کی شب کو ملتان سے یہ اندوہناک اطلاع سوصول ہوئی کہ مفل عزم و عمل کاوہ چراغ جو کئی سال سے مرض و صنعف کے مسلسل اور شدید جھونکوں سے بھر بھر کر سنبعل جاتا تھا۔ 2۲ سال حنا گستریوں کے بعد ۹ ربیج الاول ۱۳۸۱ھ کی شام کوچھریج کر ۵۵ منٹ پر ہمیشہ کے لئے بھر گیا۔ داغ فرانی صحبت شب کی جلی ہوئی

اک شمع رہ گئی تھی سودہ بھی خموش ہے

یعنی مولانا سید عطاء الند شاہ بخاری نے فالج، لقوہ اور پرقان کی ٹکلیف دہ بیماریوں میں متوا تر چار سال بیتلارہنے کے بعد اس د نیائے فافی کو الوداع کیا اور اپنے سبے شمار دوستوں، مریدوں اور معتقدوں اور مستفیدوں کو ممزون و ملول چھوڑا۔ انا للہ وانا البیراجعون-

ائن کی ساین رندگی کا آغاز ۱۹۱۹ء میں ہواسیاسی اعتبار سے برزمانہ بڑا ہٹگامہ خیرزاور پر آشوب تعا- اور تحریک طلافت بورے شباب پر تھی- اس زمانہ میں شاہ صاحب مرحوم امر تسر کی ایک مجد میں خطابت و الماست کے فرائش مرا نجام دیتے تھے۔ منصب ذمہ داری کے اعتبار سے عام طور پر ان کے زیر بحث اگرچہ مذہبی سائل ہی رہتے تھے۔ لیکن اس ابندائی دور میں ان کی تحریر میں بڑی روانی بڑا زور اور بڑا اثر تھا-

مولانا سید داؤد غرنوی کا شمار اس دور میں طلافت کے مصروف اور ذمہ دار لیڈروں میں ہوتا تھا۔ شاہ صاحب کی تقریر کی تاثیر پذیریوں اور ان کے انداز بیال کی بے پناہیوں کی اطلاع مولانا غرنوی کو پسنچی رہتی تھی۔ اسی اثناء میں ایک روز انہوں نے شاہ صاحب کو یاد فرما یا وارکہا کہ معجد کی چار دیواری سے باہر تعلیں۔ خطابت و الماست کی محدود ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو آزاد کریں۔ ملک کے وسیع تر اور غیر محدود مفادات کا جائزہ لیں اور سیاسیات کی دنیامیں قدم رکھیں۔ آج ملک کو آپ کی بے لوث اور مخاصا نہ خدمات کی بے صد ضرورت ہے جنابیہ شاہ صاحب میدان میں اترے اور اپنی تمام تر خدمات ملک و قوم کے حوالے کر دیں۔ یہ اس کی ہمریور اور پر جوش جوائی کا زمانہ تھا۔

سیاسیات کے کو ہے میں قدم رکھتے ہی ان کی تقریریں ہونے لگیں اور نتیجۃ ۳ سال کے لئے جیل ہمیج ا ویئے گئے۔ اس کے بعد ان پر سنگین سے سنگین مقد مے بطے، زردست آزا نشوں میں سے گزرنا پڑا ہے بیانسی، اور عمر قید کے منصوبے بنائے گئے۔ بار ہا جیل گئے اور عمر عزیز کے کئی سال زندانوں کی تنگ و تاریک۔ کو ٹھڑیوں میں گزار دیے۔ آخری دفعہ وہ ۱۹۵۳ء میں پاکستان کی مشہور اور ہمہ گیر تحریک ختم نبوت میں ماخوذ مولے۔

مدیر الاعتصام کو ایک سلسلیسی ولانا مجابد الحسینی کی معیت میں مارچ ۱۹۵۹ء میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ وہ لاہور تعفظ ختم نبوت کی ایک کا نفرنس میں تشریف لائے تھے اور دہلی دروازے کے باہر دفتر آخرار میں قیام فر ایسے۔ مولانا جابد الحسینی نے تعارف کرایا تو اس عاجز کواپنے پاس جاریا کی پر بیشھا یا اور الاعتصام کی تعریف کی۔ بعض مصابین کی تو بست تحسین کی اور فریا میرے کینے سے ملتان کی تحفظ ختم نبوت نے ان کو کتاب کی شکل میں شائع کیا۔ مختلف عنوانات پر باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا داؤد غزنوی کی خیر و عافیت دریافت فرمائی اور کھا میں توایک گوشہ لشین نقیر تھا اور مجلس میں خطا بت واماست کے فرائض سرانجام دریافت کے زمانہ میں مجھے داؤد غزنوی ہی معجد کے گوشہ عافیت سے کھینچ کر سیاست کے خاردار میں الے آئے۔

شاہ صاحب اپنی ذات سے ایک انجمن اور ایک ادارہ تھے۔ ان کی موت تنہا ایک شخص اور یک فرد کی موت نہیں ہے۔ ایک عہد ایک دور اور ایک جماعت کی موت ہے۔ وہ ایسا ہے تاب و مفطر ب دل کے کر آخر تھے جواسلام اور سلانوں کی ہر مصیبت کے دفت بے قرار ہوجا تا تھا۔ ان کی آ داز اتنی پُردرد اور پُرسوز تی کہ برصغیر پاک و ہند اور عالم اسلام کے ہر سافحہ میں ہے اختیار بلند ہوجاتی تھی۔ ظلم کے ظلف ان کی صدا اتنی مؤثر تھی کہ ایک آن میں صور اسرافیل بن جاتی تھی۔ ان کی انتھیں اسلام اور اہل اسلام کی ہر تلایف پر انتی مؤثر تھی کہ ایک آن میں صور اسرافیل بن جاتی تھی۔ ان کی انتھیں اسلام اور اہل اسلام کی ہر تلایف پر انتیک آبود ہوجاتی تعین۔ مسلمانوں کی ادفی سے ادفی تطلیم موستم کے شاخبر میں جگڑا ہواد یکھیں اور خاموش رہیں۔ وہ ملک و قوم کی تلایف کے وقت خود روتے اور دوسرول کو رائے تھے۔ انہوں نے ظام آباد ہندوستان میں انگریز کے خلاف زبردست مگر کی اور اس کی حکومت کو اپنا سب سے بڑا حریف قرار دیا۔ وہ دنیا ہم سخر کے سلامانوں پر ماتھ کان ہوئے اور ان کی چھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھر کے سلامانوں پر ماتھ کان ہوئے اور ان کی چھوٹی سے جھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھوٹی سے بھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھوٹی سے بھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھوٹی میں سے بھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھوٹی سے بھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔ انہوں نے بھوٹی سے بھوٹی مصیبت پر بھی مضطرب ہوگئے۔

عراق، ایران، نجار، حجاز مصر، شام، ٹر کی، بیت المقدس غرض ہر خط ارض کے مسلما نوں کی مظلومیت کے خلاف صدائے اجتجاج بلند کیا- اور ان کے مصائب و آلام پر نومہ خواں ہوئے۔

سوت سدائے اور ان سے مصاب و الام پر لور حوال ہوئے۔
یہی وجہ ہے کہ آج حرف ہندوستان ہی نہیں، پورا عالم اسلام کا ان کا عزادار ہے اور ہر مسلمان کی
ہندوستان ہی نہیں ان کی موت پرانشکار اور ہر شفس کا دل مرزون و عملین ہے۔ وہ قادر الکلام مقررتے جو ہمیشہ کے لئے۔
عاموش ہوگے۔ وہ بلبل خوش نواتے جس کے ترانے اب کہی نہ سنے جائیں گے۔ وہ آئش زبان خطیب تھے
جو قیاست تک نہ بول سکیں گے۔ وہ ہمادر اور بعضوف انسان تھے جواب کہی اپنی بمادری کے جواہر نہ دکھا
مکیں گے۔ وہ جنگ آزادی کے الیے بے باک اور ندار سپاہی تھے جو ہمیشہ میدان جنگ میں دشن سے اولئے تھے۔ اب
تھے اور اب ایسے گرے ہیں کہ کہی نہ اٹھ سکیں گے وہ ایک مردم آخریں عہد اور فاص دور کی پیداوار تھے۔ اب
نہ وہ دور واپس آئے گا اور نہ اس قسم کے اولوالد م اور باہمت و جری لوگ پیدا ہول گے۔ "الوداع عظاء اللہ شاہ
نادی الوداع"

**9** 

ماہنامہ "الصدیق" ملتان ربیج الاول ۱۳۸۱ھ *ا* تعزیتی شدرہ

### مبيرِ ڪاروال

دنیا فافی ہے۔ اس میں جو آیا اس نے جام فنا پینا ہے۔ اس میں سکندر رہانہ دارا۔ نہ شاہان عرب رہے۔ نہ سرداران مجم اسیر ہویا خریب۔ بچہ ہویا بوڑھا۔ کھرور ہویا توانا۔ اس دنیا میں بیل بھر دم لینے والے سافر کی مانند ہے۔ جس کا دور ٹھانہ ہے۔ بیل بھرستانے کے وقفہ میں اسے افتیار ہے کہ تخفات کی نویند بعد ، جائے یا بیدار رہ کر دو سرے ساتھیوں کی سعیت میں عیش و عشرت، اموو بعب اور خلط کاریوں میں و قت کا ط
دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خوش قسمت سافر فدست پر تحر بہت ہوجائے۔ ساتھیوں کی شکلات عل
کے۔ انہیں مفید شورے دے۔ ان کی الجھنوں کی گھتیاں سلجا دے۔ بھرے ہوئے مردوں میں وحدت کا جذبر ابھار دے۔ اور انہیں افرادی سفر کی بجائے قافلہ کی شکل میں سفر کی تعلیم دے کر راستہ کی تھش سنزلوں کو آسان بنا دے۔ اب عربم و استقلال کی وجہ سے قافلہ کو دشوار گزار گھا شیوں سے صبح سلاست لیکر پار اتر جائے۔

اس آخری نوع کے مسافر کے لئے میر کارواں کا خطاب رہا ہے۔ اور اس بنا پر میں نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو مد کورہ بالاخطاب کا مستی قرار دیا ہے۔ پرسوں تک سید عظام شاہ صاحب ہم میں تھے۔ کل ان کا جنارہ اٹھا۔ نمار ادا ہوئی۔ اور سپر د خاک کئے گئے۔ شاہ صاحب ایسا مرد آئین، ان تھک مجابد، بیدار مغز، مستقل مزاج، حن گو، حق برست، برعظیم ہندوپاک کی سمرزمین نے مشل سے دیکھا ہوگا۔ سب سے بڑھ کر فن خطابت اور قرآن دانی کی خوبی میں شاہ جی ممتاز ترین شخصیت کے الکستھے۔ کی دفعہ ایسا ہوا کہ عشاء کی نماز ہوئی اور شاہ جی کے ذوق تلاوت بڑھتا گیا۔ اور ہوئی اور شاہ جی کا ذوق تلاوت بڑھتا گیا۔ اور سامعین کا شوق سماعت بھی بہال تک کہ صبح کی اذا نیں صدائے مرغ بے ہٹام تصور ہونے لگیں۔ اور لوگ ب ساختہ پکار تھے کہ کیا ہوا ابھی سے اذا نیس کیول ؟ کیارات چھوٹی ہوگئی ہے ؟ حقیقت میں نہ رات چھوٹی تھی نہ ساختہ پکار تھے کہ کیا ہوا ابھی سے اذا نیس کیول ؟ کیارات چھوٹی ہوگئی ہے بہ حقیقت میں نہ رات چھوٹی تھی نہ بانگ بے ہٹام ۔ بلکہ قاری وسامعین کی شب وصال تھی جس کے پھر تھیٹے مشف اور منٹ سیکند ہوگر رہ گھنے۔

انگریز بہادر کی عملداری میں جبکہ آزادی کا نام لینا بھی جرم تھا۔ جاہدیں آزادی کو بے دلیل واپیل ، جیل میں شمونس دیا جات ہا۔ اور آزادی کا لفظ سنہ چرا سنے جیل میں شمونس دیا جات اور آزادی کا لفظ سنہ چرا سنے سے کا نب اٹھت تھے۔ ان دنوں شاہ جی ہی کی ذات گرای تھی۔ جس نے چپہ چپہ زمین پر محمر سے ہو کر اطلان کیا کہ آزادی انسان کا بنیادی حق ہے۔ اور اس سے بر حکر یہ کہ اہل باطل کو اہل حق پر حکومت کرنیا کوئی حق نہیں ہے۔ شاہ جی کی بلند ہمتی اور مخلصانہ جدوجہ کے نتیجہ میں ہزاروں علماء کے اجتماع میں آپ کو اسیر ضریعت مانا گیا۔ اور پاک و ہند میں شریعت کی باگ ڈور حضرت شاہ جی کے متبرک ہا تھوں میں دے دی گئی۔ اوھر یہ ہوا۔ اوھر انگریزی راج کے حتاب میں جوش آیا۔ نت نے مقد سے بننے لگے۔ ایک مقد مہ سے رہائی ہوئی۔ تو دو مرسے میں بسنا دیتے گئے۔ گر حضرت شاہ جی ہر سٹیج پر حضرت موسے بیلانا کے یہ الفاظ دہرانے گئے۔

فاقض ماانت قاض انما تقضى بذه الحيوة الدنيا-

شاہ جی کو خرید نے کی کوشش کی جاتی رہی۔ تب آپ یوسف طیعیم کے یہ الفاظ نقلی فر اپنیا کرتے۔

معاذالله انه، ربى احسن مثوى انه لايفلح الظلمون-

شاہ جی یہ جوابات کیوں نہ دہراتے جبکہ آپ میں جلال موسوی اور حس یوسفی دونوں بیک وقت جمع تھے۔
آخر کار جھوٹے مقدے بنا کر شاہ جی کوعمر قید میں دینے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر مرد مجاہد تا ئیدا یزدی سے ان
تمام مصائب کی پروا نہ کرتے ہوئے صدائے حق بلند کرتا گیا۔ شاہ جی فرایا کرتے تھے کہ خدایا میری ان دو
دھاؤں میں سے ایک خرر مقبول فرمائے یا تو انگریزی راج کو بر عظیم ہندوستان سے نگلتے ہوئے مجھے میری
کا محموں سے دکھا دے (اور یہی میری دلی خواہش ہے) یا بھر توفیق دے کہ ملک کی آزادی کی خاطر بندی خوشی
تختہ دار پر چڑھ کر مجاہدا نہ جان دے دوں۔ چنا تجہ بارگاہ ایزدی میں ان کی پہلی دعا ہی منظور و قبول ہوئی۔ اور شاہ
جی نے اپنی صحت و سلامتی میں انگریز کی روائٹی دیکھ ہی۔

شاہ جی صرف آپ ہی مجاہد نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰے نے ان میں مجاہد گری کی خاصیت بھی ودیعت فرمائی

تمی - اور عمواً ایسا ہوتا تھا کہ جو شفس بھی شاہ جی کی خدست میں چند دن تک رہا اس نے تمریک آزادی کے لئے سر دھڑکی بازی گا جا ہے تیار ہو گیا۔ آج جا کم سر دھڑکی بازی گا دی۔ اور صرف جیل ہی نہیں۔ دارورسن تک کو چوسے کے لئے تیار ہو گیا۔ آج جالند هری و شجاع آبادی، کاشمیری والہوری، سر حدی و میا نوی، جس فلک کے درخشاں ستارے نظر آتے ہے بیں۔ شاہ جی اس فلک کے نیر اعظم تھے۔

آج شاہ جی ہم سے چھن گئے ۔ آج ہم ان کے مفید مشوروں اور مخلصا نہ دعاول سے محروم ہوگئے ہیں۔ بگر وہ ہمیں لینی رندگی کا ایک لائحہ عمل دیے گئے ہیں۔ خدا ہمیں ان کی پیروی کی توفیق دے۔ اور انہیں اضفٰ الخاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرائے۔ آئین تم آئین ۔ (عبد الوہاب ایراہیسی ملتان ۔)

ماہنامہ" تدریس القرآن " ہری پور استسر ۱۹۶۱. ایک " ملت کا ترجمال ..... شیوا بیان!"

ا السّب ١٩٦١ء كوملت اسلاميه كاوه عظيم وطبيل ترجمان شيوا بيان دار فا في سے مند مور كر رفين اعلىٰ سے جالا۔ انا لله وانا الميه راجعون-

جو بچوں کا رفین ، جوا نوں کا سبہ سالار اور بوڑھوں کا عمکسار تھا۔ اور جس کا نام عطاء اللہ شاہ بخاری تھا۔ جو سر دلعزیزی اور معبوبیت کا گویا عنوان اعتباری تهامتانت اور مسائل مشکله کے صدر الصدور کی جگه خالی ہو تووہ مولانا بخاری کے ذریعہ پر ہوسکتی تھی۔ اور اگر صدر مجلس مولانا 'آزاد، شنخ الهند، ا نور شاہ وغییرہ جبال علم و فصل موجود ہوں تو عطاء الند شاہ بخاری عسکری سالار کی حیثیت سے ان کی پر نور مجلس کے لئے وسیلہ قوام و قیام تھا-صحافیوں اور ادیبوں کا قبیلہ علوم عربیہ کے طالب علموں کی طرف بہ نگاہ استنفاف دیکھنے کی جرأت نہیں کر پاتا تھا کہ جب تبلیغ و دعوت اور میائل دینیہ ہے فرصت حاصل کر کے ادیبوں کی طرف حضرت مولانا بخاری رخ ا نور کو بھیر لیتے تھے توملک کے اویب سر بھیر نے لگتے تھے کہ ساجد کے تعلیم بھافت ستقنف عالمان دیں ً کے نندید صبط کے یا ہند و وفادار لوگوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوسکتے ہیں جوشعر کھنے والے، شعر کے تنقید كرنے والے اور جست و برجسته كلام سے دھاك بشما دينے كى صلاحيت ركھنے والے ہوں؟ جب مستقبل كاسورخ الگستان کی سرزمین سے اٹھنے والے فتنوں کی وست برد سے یشر لی در یتیم مخالیکیم کی مشرق و مغرب میں بھیری ہوئی دولت ایمانی کو بیانے والے مجاہدین کے اعمال کا جائزہ لے گا توسید الاحرار حضرت مولانا عطاء الله شاہ بخاری کے نام کو سر خیل جا نبازان جیش ممدی علیہ الصلواۃ والسلام میں یا نے گا۔ عطاءاللہ شاہ بخاری کی ایک خصوصیت جس نے ان کے حسین و جمیل نامراعمال پر مہر تکمیل ثبت کی ہے، یہ ہے کدانہوں نے وسائل پر قدرت یا نے کے باوجود ابنی اولاد کو تہدیب مدید کی اندھی تقلید سے بچانے کی سعی فرما ئی۔ چنانجہان کے بیچے عربی علوم کے فاصل، حافظ فر آن اور ماہر تبوید ہیں اور یہ بشارت بھی سن کیمنے کہ مرحوم کے صاحبزادہ اکبر عظاء المنعم بلاغت و فصاحت: اور خطابت و شجاعت میں باپ سے محم نہیں۔ اور انشاء اللہ اب ان کے آگے بڑھنے کا وقت ہے دعا ہے کہ مرحوم کوا علے علیین کا مقام اور وار ثبین کوصبر جمیل کا انعام نصیب ہو۔

### <u>عاصی کرنالی</u> ایک شعلہ جو بہت بے تاب و برسم ہو گیا۔

خطابت میں آندهیوں کا رور، بادل کی گرج، طوفال کا جوش صاعق كوكئة جيسا خروش اگر ، الواء بأنك تلاظمي، لكار، کی النشور موت شكن ایک كاٹ ميں گفتگو کی نسيغ لے ۲. جال لفظ باطل کے جاودال ايمال اہلِ خطاب جلال كاجمال ص رل كلام بر . الطاف، باران گاہی ابقال، مثال إبجار ايما، کته طرازی، اعتدال سنجي، خوش دلي، صلع، مصرع، چشکلہ کمرنی، کہہ دوبا، کهه و سائنس، شعر و فكسفه فُکم و جن کی َ تشنيل گردو<u>ل</u> ئے فصاحت جس کی آشنا ہوتے تھے وہ نہیں تلاوت جگا اللے تھے مانندِ سر رضارِ

سب یه حیها جاتے تصے وہ شاداب موسم کی طرح کیتیں ذہنوں کو تر کرتی تسیں شہم کی طرح ہاں تو اے ارباب مجلس! ان کاانداز خطاب جو داول میں تیر جائے وہ صدائے انتظاب رندگی جاگی نوائے مرد حق آگاہ سے جی اُٹھے دل اس صدائے کم باذان اللہ سے ہم سے خاک آسودگال کو جمم و جاں دیتے رہے الله جی جا جا کے قبروں پر اذاں دیتے رہے اس خطابت کے جلو میں دوسرا منظر بھی تھا لفظ کے آئینے میں کردار کا جوھر بھی تما سختیاں، آلام، بیماری، مصائب، رجردبند ظلم، تعزيرِ وفا، دشنام، زندال، قيدو بند کی ایک ایک آندمی کے مقابل ڈٹ گئے مرج بادا باد، زندہ کی گئے یا کٹی گئے یہ نتیجہ افذ ہوتا ہے مرے مفتون سے حریت کی داستاں ککھی گئی ہے خون سے لمت اسلام! اے روش نصیب و خوش دیکم اس انول آزادی کی ظالم! قدر ظُ ارضِ وطن اک مشترک تعبیر ہے شاہ جی کا خون دل بھی شامل تعمیر ہے

(پروفیسر عاصی کرنالی بنام حفیظر صنا بسروری)

### امير شريعت قلندر، فقير

وہ سامنے جلوہ گرتھے۔ جیسے شمع اور گرد مریدان صادق اور ممبان وفا کیش جیسے جانثار پروانے - کیا عالم نور · وظهور تھا اور شهود و حضور کی کیسی دل نواز ممثل تھی-

> زبان حال سے پروانہ بسل یہ کھتا ہے حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی ہے (اکبر)

اور شاہ جی علیہ الرحمتہ سامنے مشکن تھے اس لئے حضوری کے انوار و تجلیات کی بارش ہورہی تھی میری نظر ال کے روئے اقد س پر تھی۔

خوش نگاہ کہ گئییں صد تماشا ہے (عاصی)

اور روی کے اس شعر کی حکومت تھی

اے لتانے تو جوابِ ہر سوال نکتہ عل می شودہے قیل وقال

میں ایسی انجمنوں کی جلوہ آفرینی اور سعادت اندوزی کا ذکر آپ سے کیوں کروں۔ آپ صاحب غیاب تو نہیں،
آپ کو تو خود حصور و تجلی کا مقام حاصل ہے اور ان خدائی چراغوں سے اکتباب نور و صنیا کا شرف اور توفیق
آپ کو بختی گئی ہے۔ کیا یہ عالم نہیں ہوتا تھا کہ خاہ جی ...... چیے نور کا ایک بے کرال سمندر ہے اور ہم ان
امواج تجلی میں غرق ہوگئے اور ہماری ارواح نے غمل نور کیا ہے .....اوریہ لوگ اٹھ گئے تو یہ حالت ہوگئی۔
امواج تجلی میں غرق ہوگئے اور ہماری ارواح نے غمل نور کیا ہے .....اوریہ لوگ اٹھ گئے تو یہ حالت ہوگئی۔
رات انجمن میں ایک ترے پر تو بغیر
کیا شعی، کیا یتنگ، ہر اک لیے حضور تھا

(میر) ہاں تو شاہ جی مسند کشین تھے اور ہم ان کے قدم بوس خوشہ چینِ جمال و کمال - میں نے عرض کی شاہ جی!.... چند شعر آپ پر ہوئے ہیں اجازت ہو تو سناؤں -

مسكرائے شعر يڑھا،

برو این دام بر مرغ و گرنه که عقادا بلند است آشانه

سیں سے جہاشاہ جی اسی دام ضرور پھیلاں گا۔ آپ عنقا ہونے کے باوجوداس میں پھنسیں گے۔ اس نے کہ یہ دام عقیدت ہے جو ارادت و نیار کے تانے بانے سے تیار ہوا ہے۔ اجازت مل گئی۔ شعر سنانے لگا۔ اِس و فت سیری حالت کا تصور کیمی، سنا ہے سید نا حمال بن ثابت جان دوعالم مرتفظیم کے سامنے جمال کے تراب نے گا۔ جان حمال میں کا داور و نظر تعالور دوسری جان کا ایک اولی ساخا گرد جے اس کے جذب و نیاز نے مدح طرزای کے لئے دل آمادہ کیا تھا۔ آبیا کیفیت تھی۔ محمدیراس و قت استعنال بین اِست کیفیت تھی۔ محمدیراس و قت استعنال بین اِست مدح کے مصنامیں اوا کررہا ہو۔ اس خوف کے ساتھ کے کہیں گرکی نار ساتی اور سلیقے کی کوتا ہی اس مدجت سرائی کوسوئے اوب کی تعریف اللہ ام " (خاہ جی کا مجموعہ کام) میں صوفی تعہم کی غزل کے ساتھ جانیا۔ یہ حدیث بخاری سوچات یہ حدیث بخاری میں جوجاتے تو "سواطح اللہ ام " (خاہ جی کا مجموعہ کام) میں صوفی تعہم کی غزل کے ساتھ جانیا۔ یہ حدیث بخاری سیری جات و مغفرت کا پروانہ ہے۔ اثناء الغرائع زیز

میرا جی بے افتیار جاہتا تھا کہ یہ شعر آپ کو لکھ بھیجوں۔ اس لئے آیک تو آپ میرے بیر بھائی ہوئے۔ دوسرے آپ کا مرتبہ فن شناسی اور سفیب شعر گوئی اس کا متقاصی تھا اور تیسرے ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے الورسب سے بڑی بات یہ کہ درد کی بات درد آشنا ہی سے محق جا سکتی ہے۔ آپ اسے بنیں وصل حبیب سے العرسب مقیدت مند جناب عبداللہ ملک کے روز ناسے میں دے سکتے ہیں۔ اسید ہے یہ شعر آئکھوں کو نمناک اور شبنم افشال کر دیں گے۔ کہ یہی شبنم افشاک جو اہل درد کے دل کی کھیتی کو ہرا کر دیتی ہے۔

وانسلام خاكيائے اہل دل ....سعاصي كرنالي

(روزنامه "آزاد" لاېور، ۲۱ گسټ ۱۷۱ه، ص ۴)



# ننطن كاسيل روان

# سردرميواتي

طوطی شکر فشال سید عطاء الله شاه الله شاه الله شاه الله شاه الله شاه الله حقاء الله شاه قوم کی روح و روال سید عطاء الله شاه بانده دیتے تھے سمال سید عطاء الله شاه صبح تک کرتے بیال سید عطاء الله شاه تھا۔ الله شاه آب کا کوئی بیال سید عطاء الله شاه آب کا کوئی بیال سید عطاء الله شاه ساقی و پیرِ منال سید عطاء الله شاه شیرِ نر، پیلِ دال سید عطاء الله شاه شیرِ نر، پیلِ دال سید عطاء الله شاه شیرِ نر، پیلِ دال سید عطاء الله شاه کاسیاب و کامران سید عطاء الله شاه کامران سید عطاء الله کامران سید کامران سید عطاء الله کامران سید کامران

واعظِ شیری بیال سید عطاء الله شاه نفت کا سیل روال سید عطاء الله شاه دین حق کا پاسبال سید عطاء الله شاه دین حق کا پاسبال سید عطاء الله شاه کاند و میر شریعت نکته شع و نکته دال این تقریرول مین ہر عنوان و ہر موضوع نبر نام سونے کا نہ لیتا پورے مجمع میں کوئی اہل مجلس کو ہندا دیتے کہی ہوگیا وہ بندہ ہے دام جس نے س نیا مفل صاحبدالل میں بادہ توحید کے روم گاہ حق و باطل میں نظر آئے سدا زندگی ہیر حق و باطل میں نظر آئے سدا زندگی ہیر حق و باطل کی لڑائی میں رہے دندگی میر حق و باطل کی لڑائی میں رہے دندگی میر حق و باطل کی لڑائی میں رہے دندگی میر حق و باطل کی لڑائی میں رہے دندگی الموسی رسالت روز وشب کرتے ہوئے

جب پیام موت آپنیا تو ہنس کر ہو گئے داخل باغ جناں سید عطاء اللہ شاہ



# سريثاخ طوبئ تهاجس كانشيمن

وه مرد کلندر وه شهاز اسلام وه مرد باغ نبوت کا ایسا تھا ہیں ہر س فصاحت نگار بلاغت سفیرِ رمالت نبر ، مینار مخلمت پ وہ کباغ نبوت کا ایسا کتا بلبل مرِ شاخ طوبی کتا جس کا کٹیمن نثارِ نبوت مدارِ عَرَيْمت، وه بينارِ عظمت په تعا َ جلوه الگُن وه تنويرِ جذبات صدينِ اکبر، وه تصوير اخلاقِ شبير و شبر وه شمعِ ريالت په جل بجصے والا وه سينائے توحيد پر جس کا سکن شورِ سلاسل په روړ خطابت، وه جوش شجاعت په موش و فرایت وہ شوقی شادت پہ دوق کاوت وہ سوز مبت سے دل مثل گلن وہ رندان افرنگ کے صمن میں لمن داودی سے گلناتا جو قرآن تو جوم َ اٹھتے تھے ماشتان ممد لرز اٹھتے تھے دین و ایمال کے دشمن ثب و روز عثق ممند میں تڑہے، دلِ شیرتر این کے سینے میں وحڑکے دھاڑے تو ڈھے جائیں بافل کے قلع جو بولے تو کھل جائیں گٹس کے گٹن وہ قرآن کی نوریاں وے کے نمت کی بے چین گھڑیوں کھ تکین پٹنے سمندر کی بہری ہوئی موج بن جائے ظالم لگائیں زباں پر جو قدعن وہ تقریر کی موسلادعار سے دل کی بنجر زمینوں کو شاداب کرتا گر برق عنق نبوت سے دُرُدانِ ختم نبوت کے جل جاتے خرمی سراوار حضرت مرے پاس ارادات کے گؤہر محال مجم، پسر بھی کول پیش خراج حقیدت بالناظ شورش "جوشہ می" کے عنوان سے ہے مُعنون کہ آٹھے تو آندھی جَو گرہے تو بادل جو کڑکے ,تو بملی جو بولے تو ہے شیر" نگه بغر کے دبکھے توکائی اٹسیں دشمن ذرا مسکرائے تو بن جائیں ناجن

عبدالستار مخم ابوالحيري (جمنگ)

سيد ممد كفيل خارى

# تہارے ہر سوال کا جواب قرآن میں موجود ہے۔

الله شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی کے عقیدت مندوں اور ارادت کیشوں نے تبلیغی جلسہ استمام کیا ہے۔ زونداروں اور ارادت کیشوں نے تبلیغی جلسہ استمام کیا ہے۔ زونداروں اور ارادت کیشوں نے تبلیغی جلسہ استمام کیا ہے۔ زونداروں اور اللہ خاگیر داروں کا علاقہ ، جعلی بیروں اور اندھ مریدوں کی شار گاہیں اس پر مستراد شاہ جی کی آمد اور تقریر اسے سر آلیشہ جا گیر داروں کا علاقہ ، جعلی بیروں اور اندھ مریدوں کی شار گاہیں اس پر مستراد شاہ جی کی آمد اور تقریر اسے سر کی کی کہ سکتے ہیں۔ ایسے ماحول میں شاہ جی کی تقریر سروچنے گئے۔ جنانچ علاقہ کے بیر مولوی سید کریم حثیدر شاہ نے اپنے ایک مرید محمد شعبان کہ جا کہ جو سی شاہ جی تقریر ضروع کریں تم محراے ہو کہ موال جڑوینا۔ "آپ رسانت، معراج، اولیاء اور درباروں کے منگر ہو؟ چنانچہ ایس ہوا۔ اس سوال پر شاہ جی کے عقیدت مند اللہ کھڑے ہوئے اور خالف خوشی سے علی غیارہ کرنے گئے۔ مجمع میں کھڑے ہوئے اور خالف خوشی سے علی غیارہ کرنے گئے۔ مجمع میں ارادت مند سائل پر هفته بناک ہوئے اور خالف خوشی سے علی غیارہ کرنے گئے۔ مجمع میں ایک اس حرکت پر مشتعل ہوگئی۔ پولیس "شعبان" کی گوخاری کے علم حلک ام میں بہنچ گئی۔ اس شور وظل میں کھا کے کیو مستانہ بلند ہوا، دلوں کو بلادیت والی گرمدار صداستی گئی، خال کے ساتھ فربار سے تھے۔

"لوگو! بیٹھ جاؤ، میں دیدہ بینا رکھتا ہوں۔ جس شفس نے مجھ سے سوال کیا ہے اس کا جواب دینا صرف میرے ذمہ ہے آپ کے نہیں۔ اگر آپ لوگ خاموش ہو کر نہ بیٹھے تومیں تقریر کئے بغیر جلا جاؤں گا"

اس کے ساتھ ہی فصا پر سکون تھی، لوگ گوش پر آوار اور شاہ جی ان سے خاطب- آپ نے محمد شعبان کو ستیج پر بلایا اور میز پر شھادیا-

بعراس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا!

"میراموضوع تو کچیداور تعامگر "شعبان" تم جانتے ہو۔ فقیر کے میکدے کی روایت ہی کچیداور ہے۔ یہال صراحی، وینااور جام تشنه لبوں کے منتظر اور ساتی فیاض ہے۔ آج تہدیں نہ مناؤں گا تولوگ مجھے کیا کہدیں گے ؟" شاہ جی نے ان مجلول کے بعد سائل سے فرایا

"ديكھو! تم ميرے مسلمان بعائى مو آؤميں تمہيں قرآن سناؤل"

مختصر خطبہ کے بعد آپ نے سورہ کلا کی ابتدائی چار آبیات اس انداز میں تلاوت فرمائیں کدمپرز پر بیٹھے ہوئے ممد شعبان پر بے خودی اور وجد کی کیفیت لهاری ہو گئی پھر سورہ نمم کی تلاوت شروع کی توشعبان میز سے زمین پر آگرااہ دجب

فكان قاب قوسين او ادنى

پر پہنچ تو پیر مرید دو نول زمین پر بے خود پڑے تھے۔ پیر اپنے مرید کے سوال پر ہونے والا تماشہ و تکھنے کے لئے 'مثیج کے قریب ہی جلسہ گاہ میں موجود تعا۔ کچھ دیر بعد حواس بمال ہوئے تو تقریر ختم ہو چکی تھی اور رات بیت چکی تھی مؤذن کی بکار کفر و ففرک کی تاریکیول کو چیرتی ہوئی مؤمنول کو زیدر کردی تھی اللہ اکبر اللہ اللہ اللاللہ پیر مرید دو نول شاہ جی کے قدموں پر گربڑے۔ شاہ جی بنے فربایا

" یہ سر صرف اللہ کی بارگاہ میں جھکاؤ اس لئے کہ عظمت آدم ممن انسانیت نٹائیٹیلم بھی اسی ذات وحدہ اشریک لہ کے سامنے سر بسبود ہیں "

ر ریاس مصر کے دور میں اس کر دور میں میں آپ کو خلط سمجتا تھا گر آپ نے قر آن سنا کر مجھے خلط ثابت کردیا ہے۔ میں سے حریا است کردیا ہے۔ میں معاف کردیں میں تو پیر کے اکسانے پر سوال کے لئے محرا ہوا۔ شاہ جی نے فریایا! جاتو ہے۔ فران بین موجود قر آن سنواور قر آن کی دعوت کو گھر پسچاؤ۔ تمادے ہر سوال کا جواب قر آن میں موجود ہے۔ شاہ جی کی تبلینی جدوجہد سے بھر پورزندگی کے لیے شاد واقعات میں جو صفحہ تو طاس پر نہیں دلول میں مفوظ ہیں۔

یہ واقعہ حافظ شمس الدین صاحب (ساکن جک مسبر B-W ۲۹/B وہاٹسی) کی روایت ہے ان کے بقول مولوی سلطان محمود صاحب اور مولوی علام قادر صاحب بھی اس منظر کے عینی شاہد اور جلسہ میں موجود شجے۔

> انظارشادامد دیوبندی عدوبائے محمد کا شکاری دیکھتے جاؤ

ہوا ہر گرنہ دل پہ خوف طاری دیکھتے جاؤ منال و بال سے پر ہر گاری دیکھتے جاؤ فقیروں سے مروت انگیاری دیکھتے جاؤ یہ مولی میں یہ دیکھتے جاؤ مراط حق پہ ان کی پائیداری دیکھتے جاؤ درا ابن علی کی ذوالفقاری دیکھتے جاؤ ملکانوں کی سی عملاری دیکھتے جاؤ ملکانوں کی سی عملاری دیکھتے جاؤ عدوبات کی حمد کا شاری دیکھتے جاؤ کاری جس نے حق پر عمراری دیکھتے جاؤ گراری جس نے حق پر عمراری دیکھتے جاؤ

کی سلطان جا رکوکہی حق بات کھنے سے نہ خاطر میں کبھی لایا کی کی جاہ و حشمت کو امیرول سے یہ بے پرواشہنشا ہول سے مستنی خدا کی راہ میں جھیلے مصائب طیب خاطر سے ذرا کی رہ میں کی مالت میں جل انہ خدا نے پاک کے امرو نواہی کی اشاعت میں مگلی کو مثالے میں گائی جان کی بازی خلاک کو مثالے میں اٹھائی جان کی بازی نبوت کی حفاظت میں اٹھائی جو خات کو کو مثالے میں اٹھائی آب خوت کو کو مثالے میں اٹھائی جو یہا نور ایمائی رہے مویدا نور ایمائی ملک صورت کلک رتب سرایا اسوہ مستدر کے مرسی دائم

منظور سعيد احمد

# م ج يك مهك ماغول مين

اور يعر بذر بار كيا حو تعم باغ و بهار كيا خوبيال بے شمار كيا اور اپنول سے بيار كيا وه ربا شخط بار منزل و ربگزار جان و دل سے خار ۔ کیا نثار کیا دیوانہ واد شہوار كيا اس . کیا کیا , حمن مشکباد وه احن ، سب بیں نہیں کوئی به حودوار انگبار بیاز گار ، بیقرار، کیا ے ہمکنار، تیرہ د تار، ياس کیا شبِ ہے۔ بار، گا پکار، ۔ تنفس مُنے

دلِ ہے تواد کیا ک کرنا پڑا مجھے ان متودہ صنات کے کے لئے قیامت تھا ارتدار پر برسول شاسا قدوم سے اسکے نانا کی ہر ادا پر وہ نیا شار دار و رسن کو چوم لیا طابت ہو یا سیاست ہو خرمن ہیں اپنے کب نه دار و . جمال . جلال اسكا اسكا 09 البيل المناه وه المال الكال المال الكال ا ر آج میں بھی اندر چمن پرندول س ہے، گھٹن سی کو ہے کی صبس ہے، شاہ جی، طرف ككستال تلاش ہے ہمکو حوصلہ نہیں باقی وندِ بیقراراں مو خداوتد اے



تعیم آسی (مرحوم)

### "وميما گاگ"...؟

عربی رہان کا ایک محاورہ ہے۔ الفصل ماشہدت برالاعداء کہ عظمت وہ ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں۔ اور اس محاورہ کی یاد اس نسبت سے آئی کہ تبجیلے دنوں مشہور انگریز مصنف ڈبلیوسی اسمتھ (W.C. Smith) کی کتاب "اڈرن اسلام ان انڈیا" (Modern Islam in India) مطبوعہ ۱۹۹۲ء پڑھ رہا تھا۔ اس میں وہ احرار پارٹی کے زیر عنوان حضرت سید عظاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کے بارے میں لکھتا ہے۔

"This remerkable man might lay claim to being Indias most effective demagogue" (1)

"ڈیما گاگ" Demagogue یونانی لفظ ہے۔ Demos یونانی زبان میں عوام کو کھتے ہیں اور a popular and a factious orator پن الله علی عوام کو کھتے ہیں اور "a popular and a factious orator" کے معنی میں بولاجاتا ہے۔ (۲) یعنی ایک مقبول عوام رہنما اور زبردست مقرر۔ Collins English" کے دیئے گئے ہیں۔ "Mob leader or agitator" کے دیئے گئے ہیں۔ (س) یعنی ایک بڑار بنما ما ایکی مثیر۔

شاہ می اپنی ذات میں واقعی ایک زبردست "ڈیراگگ" Demagogue تھے۔ آپ کی زندگی ایک بست بڑے انقلابی اور مجاہد کی زندگی ہیں۔ جس نے انگریزی استبدادا کے پہاڑ سے گرا گرا کر اسکی بیست مٹا دی۔ دی۔ دنیا ان کی بوقلوں شخصیت پر ایک عرصہ تک کھتی رہے گی اور ہر بار ایک تشنگی ہی مموس کرے گی۔ شاہ می اگر ایپ سوانح خود کھتے تو ٹالشائی کی خود نوشش یا بُواکٹلام کے غیار خاطر کی برابر کی چیز ہوتی۔ اب مستقبل کا سوانح نگار جو کچیے بھی لکھے گا وہ اس کی تمام تر ممنت کے باوجود شاید مکمل نہیں جوگا۔

شاہ جی گی تحریروں کی تحمیابی کے دو ہاعث ہیں۔ ایک تویہ کہ شاہ جی بہت تھ لکھتے اور غیر ضروری خطو۔
کتابت سے اجتناب برتتے تھے۔ دوسرا انہیں چھپنے چھپانے سے طبط بعد تھا۔ آغا شورش کاشمیری ان کی
سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔ "تمام عمر کسی عنوان سے اخبارات میں کوئی بیان نہ دیا۔اس احتبار سے ان کی
زندگی میں ایک دلجیپ خموشی تھی۔ مجلس احراد نے اپنا اخبار جاری کیا لیکن وہاں بھی ان کی منشا تھی۔ قلم
نہیں! راقم کے علم میں صرف ایک مثال ایسی ہے جواس سے مستثنی ہے اور وہ ایک خط ہے جو پاکستان بن
جارتے کے بعد روزنامہ آزاد میں ان کے قلم سے لگا۔"(م)

سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھاور جتنا کچھ کھا وہ بھی زمانہ کی دست برد کی ندر ہو چکا اور اب لے دیے کے اک حسرت ناتمام ہاتی ہے۔

الله جي جب زنده تھے تو ال کے حریف استعمار کو اعتراف کرنا پڑا کہ "یہ غیر معمولی انسان،

ہندوستان کی سب سے ریادہ اُٹر آفریں شنصیت ہونے کا نہایت توی دعویٰ کر سکتا ہے۔" اور جب انتقال ہوا تواپسی قوم کے سر براہ، ایوب خال نے کہا "سید عظاء اللہ شاہ بخاری کی وفات حسرت آیات پر مجھے بے صدصد مرہوا ہے۔ شاہ جی جنگ آزادی اور اسلام کے زبردست مجاہد تھے۔ قدرت نے آپ کو علم و فصاحت کی نعمتیں و دیست کی تصیں۔ موت نے ہم سے ایک عظیم شخصیت جھین لی ہے۔"

(۱) "باذرن إسلام ان اند یا " ص ۲۳۷ از د بلیوسی اسمته مطبوصه لندن ۱۹۳۷ء -

(۲) چیمبرز در کشنری لفظ دریما گاگ (Demagogue) مطبوعه ۱۹۲۰ء

(٣) كولنزا نُكُلْش جيم ڈ كُشنرى ص ١٣٠ (مطبوعه ١٩٦٩ء)

(۴) "سيد عطاء الندشاه بخاري" ص ۱۱۹ از شورش كاشميري، اشاعت جديد ۱۹۷۳ -

سيد عطاء المحن بخاري وه ايك شخص ........

> وہ ایک شخص ... شیر سا کہاں گیا؟ زمین کھا گئی اسے کہ یاسے نگل گئے وہ میرا دل اجاڑ کر کہاں گیا؟ مجبتوں کی تیز لوجلا گیا لطافتوں کی ترم روبہا گیا کثافتوں کو چیرتا، دلوں کو نور دسے گیا کہ وہ شعور دسے گیا

وه ساده سا، دلسر سا

جو آج بھی جہانِ نومیں فاصلول، مسافتول، جہالتوں کے باوجود سعی وجہد کے سفر میں ٹافلوں کی رہ گزر میں اک منار نور ہے ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر (جلد اوّل)

ار ای و الفکار
کی روشنی میں

لندن سے مولانا عتیق الرحمن سنسجلی کامکتوبِ گرامی مترم سد کنیل بناری صاحب سلام سنون!

)۔ حضرت اسپر شریعت رحمہ اللہ کی ایک ہی بیٹی زیدہ رہیں جو میری والدہ بیں۔ باتی بیٹیاں کم سی بیں ہی استال کم کئی تعییں۔ (دیر) ۲- حضرت مولانا محمد منطور تعمانی مدخلہ۔ میرے لئے یہی ہوتا۔ کیونکہ ہم لوگوں نے ہمیشہ شاہ می کے لئے اپنے دیوں میں عزت اور معبت ہی معنوس کی ہے۔ اور پھران کی اولاد کے سلیلے میں اس عزت و معبت کا پاس کرنا تووہ عام انسانی فطرت یا کھزوری ہے کہ اس کے ذور پر شعبت کا جادو ہم صنیوں کے مریہ چڑھ دکے بولا ہے۔

اسیرِ شریت ممبر کی دوسری جلد کے لئے مجھے کھنے کی آپ کی فرمائش میرے لئے اعزاز ہے۔ تین جار باد انہیں دیکھا آدر سنا- میرا ھافظہ بہت تراب ہے تاہم پورے جروے کے ساتھران کی دو باتیں یاد ہیں۔

اکی- برطی میں جلنے کے دوران میں سالار اعظم احرار سے (غالباً محمد لطیعت اُن کا نام تھا) اسٹیج ہی سے خاطُب موکر باداز بلند فرمانا کر: "لطیعت در دی اتبار لول گا"- اور دوسری لکھنؤ کی احرار کا نفرنس (غالباً ۱۹۳۹) میں (جبکہ میری عر۹--۱ برس کی ہوگی) اُن کا دورانِ تحریر اپنی داؤھی پر ہاتھ لے جاکر فرمانا کر: "تمہیں یہ جڑدار گناکھاں پسند آسے گا۔ تمہیں تو جلی گنڈیری جا بیٹے"-

> حق مغفرت کرے عمب آزاد مرد تعا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دنیا، و آخرت کی کامرانیاں نصیب کرے۔ (آئین) و

متين المرطن منبيلي كندن

4

ا ہنامہ نقیب ختم نبوت کے امیرِ شریعت کی یاد میں خصوصی اشاعت پر بدیہ تعنیت بیش کرتا ہوں۔ بعض حضرات یہ فرات کے اس کہ حضرت امیر شریعت رحمہ النہ تعالیٰ نے مجلس احرار اسلام کو ۴۰۰، میں ختم کر دیا تما اس کذب و افتراد کی اشاعت میں بعض شرعی چبرے بھی پیش پیش ہیں۔ پہلی بات تویہ ہے کہ "صاحب البیت اور کی بمانیہ" کے اصول کے مطابق خاندان امیر شریعت کا قول اس بارہ میں قولِ فیصل کی حیثیت کا حال ہے۔ پھر آپ نے اس خصوصی اشاعت میں شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اُن خطوط کو شائع کر کے جن میں شاہ جی ہے جماعتی پالیسی کو بیان کیا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرایا کہ "مجلس کا قیام و بقا بسرحال ایک شریعی امر ہے" ان جغرات کے منہ برایک زور دار طمانی رسید کیا ہے۔

مرد، کوجب جماعت سے پابندی ختم کر دی گئی تمی تو شاہ می رحمہ افنہ تعالیٰ نے جوک گھنٹر گھر متان میں اپنے ہاتھ ہے بہر استر تاج اللہ بن انساری رحمہ افنہ تعالیٰ نے اس مشیع پر تقریر کی تمی اور ان کی تقریر سے قبل براور محترم مولانا سید عطاء الممن اللہ بن افساری رحمہ افنہ تعالیٰ نے اس مشیع پر تقریر کی تمی اور ان کی تقریر سے قبل براور محترم مولانا سید عطاء الممن بناری دو موجود تھا۔ بحق عالی علائے عالی برا برا محاسب میں تعالی کی بالیسی سے متاثر تصوہ یہ محت تھے کہ جلس احرار اسلام سے حکومت نے بایندی اس کے ختم کی ہے تاکہ یہ لوگ جماعت اسلامی کامقابلہ کریں کیونکہ حکومت جماحت کی سیاسی قومت سے خوف زدہ ہے۔ براسی د نول میں مجلس احرار اسلام نے دومرا جلسے حسین آگا ہی میں مستقد کیا۔ جس میں محترم شیخ مسام اللہ بن رحم افنہ تعالیٰ تصریف لائے تھے۔ لیکن اس دات سنت بارش ہونے کی وجرسے جا جلہ ہی برخامت ہو حسام اللہ بن رحم افنہ تعالیٰ تصریف لائے تھے۔ لیکن اس دات سنت بارش ہونے کی وجرسے جا جلہ ہی برخامت ہو گیا۔ اور اسی د نول روزنا نہ "آزاد" کی ایک خصوص اشاعت میں شاہ می کی یہ برجم کشائی والی تصویر ہی ثبت تمی۔

ہر مال آپ نے یہ صنیم نمبر شائع کر کے نہ مرت حضرت امیر فعریعت کی حیات کے منتلف گوشوں کو نئی نسل کے سامنے اہا گر کیا ہے بلکداُن کی جماعت مجلس احرار اسلام کی تاریخ بھی مفوظ کردی ہے۔ آپ مبار کباد کے مستمن ہیں۔

حضرت شاہ جی فربایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند نے یہ کسبکھا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ ہ و اکہ وسلم سماری مانند ہیں۔ آپ علیہ السلام کا اپنا فرمان ہے کہ:

ایکم مثلی۔

"كون ب تم يس ميرى مثل؟" شاه جى اس ير مراحاً فراق مح كميس كمتا مول:

ایکم مثلی۔

تم میری سل کے آؤ - جب ایک اُستی کی مثل نہیں ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سل کمال ہے؟

۔ اگرم حضرت شاہ می اپ ستعلق یہ بات مزاماکھا کرتے تھے گر آج سوچیئے کہ حقیقت میں آپ کتنی مجی بات فرما گئے ہیں۔ شاہ می کی مثل توالگ بات ہے کہ یہ ناممکن ہے۔

كل يوم ابتر.

گر جن اسلاف کے ہم اظاف ہیں خدا کرے کہ ہمارا یہ روحانی تعلق تازیست بلکہ تا حشر قائم رہے۔ جب یہ بڑی بات سوچتا ہوں تو آئموں سے آسوروال ہوجائے ہیں۔ رانہ بہت آگے تکل گیا ہے۔ ایمان اور اسلام کے ڈاکو ہر دن نئے ہتھیاروں سے لیس ہوکر ابلیسی فتنوں کی ہمرار کررہے ہیں۔ وی سی آر اور ویڈیو فلم صالحین کے گھرا نوں مجک کوویران کر ہی ہیں۔ استفراللہ سے فرایا اللہ کے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

يصبح الرجل مومنا ويمسي كافراء ويمسى مومنا ويصبح كافرا

"كد آدى صبح كوموس المي كاشام كوكاز موكا-شام كوموس موكا صبح كوكافر المي كا-اومما قال عليه السلام--

ارشاد احمد دیورندی فام رپیر منتور حیم یار خال می از خال می دیورندی

یوں تو امیر ضریعت نمبر کا ایک افظ سے موتیوں کی مائند ہے گر ابحتر سر کا ایک ایک افظ سے موتیوں کی مائند ہے گر امحتر سرو کمر بہت امیر شریعت سیدہ اُم کفیل دخلیا کی تحریر "تری حیات ہے قندیلی دو دکھاتی ہے" میں پیار و محبت، خلوص و شفت کا ایک سمندر وجزن ہے ۔ پاکباز و عنت باب بیٹی نے اپنے انتہائی شفین و عظیم باپ کا تذکرہ مجھ اس انداز سے کیا ہے کہ میں اس تریر کو بشکل چار قسطوں میں پڑھ سانے اُور جی بڑھتا تو آئیک دو بیرے پڑھتا تو آئیک مند موجوبات اور بیکی بندھ جاتی مزید پڑھنے کی ہمت نہ رہتی۔ یہ سب خاندان امیر شریعت کے خفوص اور للبیت کا تتجہ ہے ۔ خدا کرے ہم ب رندگی کے آخری سانسوں تک حضرت امیر شریعت رمیت اللہ علیہ کے دان ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

ا بوسفیان تا نب ماصل پورمندمی

اسرِ ضریعت نمبر "موصول ہوا۔ از حد محکر گزار موں کہ آپ نے مجمد پر عنایت خاص فرما ئی۔ اللہ باک آپ کو جزائے ضریعت کا مضمون لاجواب کو جزائے ضریعت کا مضمون لاجواب ہیں۔ اگرچہ مصمون افناعت سے پہلے میری نظر سے گزر چکا تعالیکن اس کے باوجود میں اسے جار پانچ وفعہ پڑھ چکا ہوں۔ النصوص سکھر جیل میں طاقات کا واقعہ بست زیادہ اثرا تگیز ہے۔ اور اسے بڑھ کر کئی وفعہ بنجا لی کا یہ اہمیا ہے

افتیار زبان پر آیا کہ: بیری نال برر برس ساڈے قل کنڈ کر کے اہیا رویا ضرور ہو سی

ان کی شاہ می سے روح کی گھراتیوں میں ڈوئی ہوئی اثرت مبت پورے مصمون پر جابا ہمیں ہوئی نظر آئی ہے۔ ہمر مانظر اسی نعمت خداواد کا ہمر پور اظہار اور اس پر اسلوب ٹکارش مستر او ہے۔ اللہ پاک اسیں صت کالم عاجلہ سے نوازے اور اُن کا سایہ تاویر ہمارے ممرول پر سلاست رکھے (آئین)۔ میں پہلے ہم کئی دفعہ آئپ سے گذارش کر کیا ہوں اور اب ہمی دست بستہ کمتی ہول کہ:

"خدارا! ان کی یادداشتوں کو مفوظ کرنے کا اہتمام کریں۔ شاہ جائے سے وابستہ یادیں اور مجلسِ احرارِ اسلام اور اکا بر احرار سے متعلق مالات و واقعات کا ایسا دخیرہ جمیس کھال سے میسر آئے گا۔ اُن کا دم ختیمت سے اور اُن سے پیری طرح استفادہ کرنے کا اہتمام ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ مید عمر فاروق تلے گئے۔

دین عنی فت میں منصر وفت میں وفیع الم ومقام با نیولیے امبنامہ" فقیت م مُوت" مثنان کا ۱۹۰۰ صفحات برشتمال میرشرلعیت میر" بلاٹ بررئیس ادارہ صفرت مولانا سستید عطار المحس بخاری ۱۹۰۰ اور نوجوان فاضل مرکزیز جا ب سید محمد کفیل مُجاری کے لئے ویئر اعز از وتبر کیس ہے۔

حدزت البرشویت قدس سره ارتی کی ان الغز روز کا داد عقری شخیات برس ایک تھے اور تعدزت البرشویت ایک تھے اس کے کار نامول سے مُرتب ہوتی اور شخور تی ہے حصرت شاہ صاحب الغیم معتاب و دار کے کار نامول سے مُرتب ہوتی اور شخور تی ہے حصرت شاہ صاحب الغیم معتاب و در اری کی پیشت کھتے تھے بہدوستان کے برط سے سے بڑے مقرر کو شاہ جی کے بعد تھر ریکا حوصلہ زہو تا تھا برصغر کے شعکہ بیاں اور آب ش نواخیار میں مولانا الوا کا مقرر کو شاہ جی کے بعد تقریر کا حوصلہ زہو تا تھا برصغر کے شعکہ بیاں اور آب ش نواخیار میں مولانا الوا کا کہ تو میں کے باد ور ارجنگ مولانا احد میں دور اور میں مولانا الوا کے بیان اور میں میں کہ اور ورف کے اس کے بات اللہ کی کے مات النا المن کے لیا میں کے مات النا المن کے لئے باعث شک میں کہ اس کے مات النا المن کے لئے باعث شک کے مات النا المن کے لئے باعث شک کے مات وانسان کے لئے باعث شک کے میں میں کہ کے مات وانسان کے لئے باعث شک کے میات وانسان کے لئے باعث شک کے میات وانسان کو علی وعزیمت المعیاب و است کی میات وانسان کی کے مات وانسان کے کار است کے میات وانسان کے لئے باعث کے میات وانسان کے میات وانسان کو علی میں کہ کے باعث کو است کی میات وانسان کے میات وانسان کے میات وانسان کو علی میں کہ کے باعث کو است کے میات وانسان کو علی میات وانسان کو میات کی میات کے میات کے اس کے کہ کے میات کے اس کے کہ کو اس کے کہ کے کہ کو کو کار کے کہ کو کو کار کو کار کے کہ کو کور کے کہ کور کے کہ کی کور کیات کور کے کہ کور کور کے کہ کور کور کے کہ کور کے کے کہ کور کے کور کے کہ کور کے

مجنّت و نشرافت، فیحرواستغنایر، علم وحیا ، جو دو سفا، فقر ورضا ۔۔۔ کونسی ایسی فعمت تھی جس سے رامس در دلشیں حق اگاہ کا دائمن مالا مال مزتھا اور میرانس مرّ دِ حُرنے دین دبلت اور فوم ووطن پر لینے دامن کے ان موتیوں کو اُدِل نجھا ور کھیا کر کو وڑوں افرا د کو نجاری می کیمیت فی شجاعت اور حرارت ایمان کی ردائے میں اوڑھا دی ۔ یضف صدی ریم پیا اس عبقری صفت بجا ہد کی خدمات کا احاطر ، " نفتیب حم بوق کی ایک شامست می می کا کام نہیں ہے اس پر نے مطالعر کے بعد بھی اُوں میس ہوا ہے کہ شاید ابھی کماب بنماری کا ایک ورق سلمنے کہا ہے ع ورق تمام جوا اور ندح باتی ہے"، مشیر نمرين يُون توايك ايكمضمون را حركه بع كرجمضمون بران طور كاعاج رام مى ليف النووك كو صنبط را كرسكا ، وه بنت ميرشرلعيت ميده ام كفيل زير موها كاترى حيات ب تنديس ... بيهما م مصنون مي اس جابر عريت كم مرواستقامت أليم ورضا اور بير زندگي كراخري لحات كي بيلبي كى تصور كيم إسس نداز محيني بي كريزه كرانسوول كورد كناشي وجاتا بيديكن ساته بي حضرت شاه صاحب کاعظمت مجت کانفش کے اور گھرا ہوجاتا ہے۔ امیر ترابعیت نمبری اگر مرف بی اصلون ہوّاتو بلاشبریہ "نمبر کہل^{م کی} استی تھا بگر م^ریوم م نے امیر شرکعیت کی زندگی پرایک سوسی لاکی مصامین اور به کے قریب معیار کھیں جمع کو کے استاری حیثیت ایے دی ہے اور بھریونو یہ میک سالی ہے کا عنقریب امپر شراعیت نمبر حقد دوم ہی منظوعاً برا نیوالا ہے۔ کے خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ ۔ ہم اس تاریخی دستا دیز سے مطالعہ کی دُرخواست ہر'اس قادی *سے کہتے* ہیں۔ بوگر'ششہ بیای*ں سالہ* حفاظتِ دین اور استخلاص وطن کی تحریک جدو صُدے تعور فی اقیت حاصل کرا بھا تا ہے۔

(مولانا محدازبر ميرما بهنام" الخيير" ملتان.

رئیس الاحرار،امیر شریعت سید عطاءالله شاه بخاری کے سوانحینقوش،انگریزی میں پہلی بار بخاری اکیلانی مہربان کالونی المتالی۔

قیمت 50رویے



# امير شرلعيث كاخطبه سنُونه

حضرت امیرشر بعیت مولینا سیاعطار الله شاه بخاری اسینے خطاب اور تسریست پیلے اپنے منصوص وجد آفریں اور سح طراز لیج میں عمر اً پیخطبر مسنونر پڑھاکرتے تھے۔

الحَكُمُ لِللهِ الْحَكْمُ لِللهِ الْحُكُمُ لِللَّهِ وَنَحْمُدُهُ وَنَسْتَعِينَهُ وَ نَسْتَغَفِرَهُ وَ نُوْيِنُ بِهِ وَ نَسُوحَتَلُ عَلَهِ وَ نَعُوْدُ اللَّهِ مِنْ شُرُوْرِ انفُينَا ومنْ سَيَّاتِ اعْمَى السِّ مِنْ بَعِيدِهِ اللهِ عَسَلًا مُفِسِلٌّ لِيهِ وَمِنْ بُعُسُيلًا وَ فَالْأ هَادِي لَيه . وَنَسْهُكُ أَنَ لِرَّ لِيهُ إِلَّوَ اللهُ وَحْبَ دُ . وَجِهَدُه ، وَجُهِدُ لَا شَرَيْكَ لَيهُ وَلاَ نَغِيرُ لَيه ، وَلاَ مِثْلَ لَيهُ وَلاَمِثَالَ مِهُ وَلاَمِثُالَ مَهُ وَلاَمَثِيلُ لَـهُ وَلاَسْدَ لَـهُ وَلاَ صَـدَلَـهُ وَلاَ الله عَـيْرَه وَنَتْهَـدُانَ سَيّـدَا وَسَنَسَدَنَا وَشَغِينَعَنَا وَرَحِينَمَنَا وَكُريُمَنَا وَحَادِيَسَنَا وَمُرْشَدَنَا وَمُولْانًا إماماً الْأَنْفِيكَ وَسَيد الانبيكَ وَخَاسَمَ الْأَنبيكَ وَالْمَا الْمُتَّتِينَ وَسَيِسَهُ الْمُرْسَلِينَ وَخَاسَمَ النَّبِسِينَ بِالْيُعِسِينِ عَسَمَدٌ احَيْدَ الْمُسَلِينَ وَخَاتَ مَ النَّهِيبِ بِنَ بِالْبَعِسِينَ عُسَمَدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لَا بَى بَعْسِلَهُ وَلاَرَسُولُ لِعَدْدُهُ وَلاَ أُمْسَةً بَعَثْدُ أَمْسَهِ وَصَلَّى اللهُ تَعَسَالَى عَلَىٰ خَسْيُر خَلَيْتِ وَمُحَكَمَد وَعَلَىٰ اللهِ وَازُواحِهِ وَصَحْبِه وَبَارُكُ وَسَلَّمُ صَلَّاةً تَكُونُ لِلنَّجَاةِ وَسِيسُكِةٌ وَلِعَكُوالدَّرَجَاتِ كَفِسْنُكُ ٱللَّهُ مَصَلِّ عَلَى

سَيّدِذَا وَمُولِسْنَا مُحْسَمَدُ وَعَلَىٰ الْ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحُسَدٌ وَعَلَىٰ الْصَحَابِ سَيّدِذَا وَمُولِسْنَا مُحُسَدٌ وَعَلَىٰ اَذْوَاجِ سَيّدِذَا مُحُسَدِ مَا فَعَلَىٰ أَوْاجِ سَيّدِذَا مُحُسَدُ مَا لَعَلَىٰ مَعْسَدِ مَا مُعَلَىٰ الْعَسْدَةُ وَتُعْمَلُ سِبِهِ الْحَوَاجُ مِعْ النّهِ مُحَسَدٍ وَعَلَىٰ الْمُسْتَدِدَة وَمَولِسْنَا مُحْسَدُ وَعَلَىٰ الْمُسْتِدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدُ وَعَلَىٰ الْمُسْتِدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدُ وَعَلَىٰ الْوَاجِ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدُ وَعَلَىٰ الْوَاجِ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدٍ وَعَلَىٰ الْوَاجِ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدٍ وَعَلَىٰ الْوَاجِ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدٍ وَعَلَىٰ الْوَاجِ سَيّدِنَا وَمُولِسْنَا مُحْسَدِ مَا وَلَحِسْدِ الْمُعْلِمِيعِ الْاَنْفِيلِمَ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الْمُعْلِمِيعُ الْاَنْفِيلِمُ وَاللّهُ اللّهُ اللّهُ الْمُدْكِلِينَ وَاللّهُ اللّهُ الْمُدْكِلِينَ وَاللّهُ اللّهُ الْمُدْكِلِينَ وَاللّهُ اللّهُ الْمُدْكِدِينَ وَعَلَىٰ عِبْسَادِ لِكَ الشّلِحِينَ وَاللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللللّهُ الللّهُ

يَادَبَّ صَسَلِ وَسَسَلِهُ مَاكِنَهُ الْبَدَا عَلْ حَسِيْسِكَ حَسَيْرًا لَحَسَلُقِ كُلِّهِم مُحَسَّدُ سَسِد الكوسين وَالشَّقَسَلَين وَالْفَدَيْعَسَين من عَرَب ومِنْ عَجَسَمِ جَاءَت لِدَعُوتِهِ الْاَشْجَازُ وَسَاجِدة تَمْشِى إلَيْسَه مَنْ سَسَاقِ بِلا فَسَدَم

وَمَنَالُ حَسَّانُ بن سَابِت رصى الله مسَدة في مسَدح التَّبَى المسكريم

وَاَحِسُ ُمند لد ترقيط عسين وَاَجْسُلُ مُينكِ لَدُ شَلِدِالنَسَاءُ خُلِفْتَ مُكَبَرًاءً مِنْ كِلِ عَيْبٍ كَانِّكَ مَلَدُ خُلِفْتُكَكَمَا تَدْتَاءً مُعَكَمِّدٌ بَشَرٌ وَلَيْسُ كَالْبَشْكِرِا بَلِ هُوَيَا فِنُوتَةٌ وَالنَّسُكَالِحَجِمِ بَلِ هُوَيَا فِنُوتَةٌ وَالنَّسُكَالِحَجِمِ

اُمتيا بعسبه

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيد وبشد مالله التحرُّن التَّجَيَّد مَا كَانَ مُحَدَّدًا بَا اللهِ وَخَاسَمَ مَا كَانَ مُحَدَّمً اللهِ وَخَاسَمَ النَّبِيدِينَ و وَكَانَ اللهُ وَخَاسَمَ النَّبِيدِينَ و وَكَانَ اللهُ وِحَلِّ شَيْ عَلِيدُمًا و

صَدَق الله مَوليْ العظيم و صَدَق رَسُولُ النِّي أَلكَرُم و كَنْ عَلَى مَا النِّي أَلكَرُم و كَنْ عَلَى مُ النَّا عِدِينَ وَالْتَكَوِينَ وَالْتَحَمَّدُ لِللهِ رَبِّ الْعُلْكِمِينَ ٥ فَيَنْ عَلَى مَا لِللَّهِ وَبِ الْعُلْكِمِينَ ٥

امیرب مع بین اجاب در دول که سک
بیسر التفات ول دوستان رسب ندرسب
اگر کمی مدسے کا جلمہ بہتر تا توعمو تا یہ شعر پڑھا کرتے تھے
خوشا مجلس و مدرس د وخانقا ہے
کہ در وے بو دقیل وقت ال محمد!
صدرمی مزرکان ملت ، برا دران عزیز ، میری قابل صداحترام او اُبنو! اور بٹیو!

# سلاسلِ طريقت

١ امير المومنين الوالحن على ابن افي طالب رضى الله عنه (وصال ٢١رمصان ٥٠٦هـ)

The state of the state of the state of

- ٢ حضرت خواجه إلى النصر حسن بصرى (وصال ٤٠ مرم ١١١هـ)
- حضرت خواجه ا بی الفصل عبدالواحد بن زید (وصال ۲۲ صفر ۱۷۱هـ)
- - ٢ حضرت خواجه سديد الدين عديفه مرعثي (وصال ٢٣ شوال ٢٥٦ه ........)
    - حضرت خواص امین الدین انی جبیره بصری (وصال ۷ شوال ۲۷۹هه)
      - ۸ حضرت خواجه ممشاد علودینوری (وصال ۴ محرم ۲۹۹ هه)
- 9 مرسلسله جشتیه حضرت خوام ابی اساق شامی جشتی (مرزا....... عکه، ملک...... شان او و ال ۲۰۰۰ و و ال ۲۰۰ و ال ۲۰۰۰ و
- ۱۰ حضرت خواجه سید الی احمد ابدال این سلطان فرسنافه چشتی سید حسی (ولاد**ت ۲۱۰ه** وفات ....... غرهٔ مجادی الثانی ۳۵۵ه امرار قصبه چشت)
- اا حضرت خواجه سيد ابي محمد ابن خواجه ابي احمد ابدال حسني جشتي لاوصل ربيع البناني لامهم المرار جشت)
- ۱۲ حضرت خواجه سید ناصر الدین ابی یوسف نقوی جشتی خواهر راده حضرت ابی محمد (وصال ۵۹سه ۱۵ مرار جشت)
- ۱۳ حضرت خواجه سید قطب الدین مودود ابن حضرت ابی یوسف نقوی چشی (وصال غمره رجب ۵۲۷ ه امرار چشت )
  - ۱۲ حضرت خواج محدوم حاجی شریف زندنی (وصال ۱۰- رجب ۲۱۲ هه بعر ۱۰ اسال)
    - ها مصرت خواجه عثمان بارو نی (وصال ۵ شوال ۲۱۷ هه امراد مکه مکرمه)
  - ۱۲ مضرت خواجه سید معین الدین حسن سنجری اجمیری رصوی (وصال ۱۳۳۴ سیج لاول ۲۳۳۳ هه)
- -! حضرت خواجه سيد قطب الدين بختيار اوشي كاكي تقوي (وصال ١٢٠ رسيم الاول ٩٣٣هـ- مهرولي

شریف- دہلی)

۱۸ حضرت خواجه فرید الدین مسعود کنج شکر اجود هنی فارو تی (۵۶۴ هر تا ۱۹۹۹ هه ۵ مرم پاک پتن)

91 حضرت خواصر سلطان المشائخ سيد نظام الدين محمد بدايونى بخارى رصوى (٦٣٣ ١٥ ٢ عد ١٥ اربيع انشانی امزار مصافات دہلی)

۲۰ حضرت خواجه نصير الدين محمود جمراغ اودهي دبلوي (۲۷۷ه تا ۲۵۷ه- ۱۳ رمصال- مزار دبلي)

rı حضرت خواج کمال الدین دبلوی (وصال ۲۵۷ه مزار دبلی .......)

۲۲ حضرت خواجه سمراج الدین بن خواجه کمال الدین (وصال ۷۵ه ه مزار بیران پیش برکات پوره گجرات)

۲۳ حضرت خواج علم الدين بن خواجه سراج الدين (وصال ۸۹۵ه مراد بيران بيش مجرات)

۳۳ حضرت خواصر محمود را جن بن خواصر علم الدين (وصال ۱۹۰۰ هزار پيرا ئن پيٽن محرات)

۲۵ حضرت خواه جمال الدين جمن بن خواجه محمود راجن (وصال ۹۸۰ هر ارار احمد آباد گجرات)

۲۶ مصرت خواج جمال الدين حن محمد نوري (وصال ۹۸۲ه امرار احمد آباد محرات)

۲۷ — حضرت خواجه قطب شمس الدین محمد بن خواجه حن محمد (وصال ۳۱۰ه اهد مرار احمد آباد.......)

۲۸ - حضرت خواجه یحلی مد فی نهیره خواجه محمد (وصال ۱۱۲۲هه بعر ۱۱۲ سال ً / مزار جنت البقیع مدینه . . . . . . .

۲۹ حضرت خواجه کلیم الند جهان آبادی (وصال ۱۳۴۰ بیج الاول ۱۱۴۲ ه مرار دېلی......)

• ۳۰ مضرت خوامه نظام الدین اورنگ آبادی (وصال ۱۱۴۳ه امرار اورنگ آباد د کن)

۳۱ حضرت خواجه فر الدین بن خواجه نظام الدین (۱۱۲۲ه تا ۱۱۹۹ه- ۱۷ مجمادی افتانی- مزار مهرولی شریف مصافات دہلی)

۳۲ صفرت خواجه نور محمد مهاروی (۱۱۴۳ تا ۲۰۰۵ هـ ۳۰ ذی الحجه- مزار چشتیال بهاولپور)

۳۳ مضرت خوام محمد سلیمان تونسوی (۱۱۸۳ه تا ۱۳۶۷ه - مصفر - مرار تونسه صلع در بره فاندغان)

۳۳ مخرت خواجه شمن الدین سیالوی (وصال ۲۰۰۰ه- ۲۴ صفر - مزار سیال صلع سر گودها)

🗝 🗀 حضرت بيرسيد مهر على شاه حسني گيلاني (١٣٧٥هـ تا ١٣٥٧ه هـ ٢٩ صفر – گولژه صلّع راولېندهي)

۳۷ - حضرت امیر شریعت سید عطاء الله شاه حسی بخاری (یکم ربیع الاول ۱۳۱۰ه تا ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ه- ملتان)

# سلسله عالبه جشتيه صابريه امداديه

🗴 - شيغزاليذ نبين رحمنه للعالمين ها تم النبيين حضرت سيدنا ومولانا محمد رمول الله التأفيّة



۲۲ حضرت شنخ احمد عبدالمن روولوي ۲۳ حضرت شنح عارف روولوی ۲۴ حضرت شنح ممد رودلوی ۲۵ حفرت شاه عبدالقدوس گنگوی ۲۶ حضرت شنح جلال الدين تعانيسري ٢٧ حضرت شنخ نظام الدين بلي ۲۸ حفرت شخ ابوسعید گنگوی ٢٩ حضرت شخ ممب الله أآبادي ۳۰ حضرت سید شاه محمدی ۳۱ حضرت شاه ممد کمی ۳۲ حضرت شاه عصند الدین أمرویی ۳۳ حضرت شاه عمدالهادی امرویی ۳۴ حضرت شاه عبلةالباري امروسي ٣٥ حفرت شاه عبدالرحيم شهيد ولايني ٣٦ حفرت مبانجيو نورممد جفنجعا نوى ٣٧ قطب الاقطاب حضرت حاجي ابداد الثد مهاجر مكي ۳۸ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوی ٣٩ قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم رائبوري . به قطب الارثاد حضرت مولانا شاه عبدالقادر را ئپوري الهم حضرت امير ضريعت سيد عطاء الند شاه بخاري

المصرت امير المومنين سدناعلي بن ا في طالب رضي الله عنه ۲ حضرت خواجه حن بصری ۳ حضرت خوامه عبدالوامد بن زید ۴ حضرت خواجه فضیل بن عیاض حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلی ٢ حضرت خواصر مد نفه مرعثي ومخرت خواجه ا بوہمبیرہ بصری ۸ حضرت خوامه ممثاد علو دینوری ٩ حضرت خواحد ا بواسحاق شاي ۱۰ حضرت خواصرا بواحمد ایدال چشتی الصخرت خواجدا يوممد چشتي ۱۲ حضرت خوامه ابو پوسف چشتی ١٣ حضرت خواجه قطب الدين مودود چشتي ۱۴۷ حضرت خواجه هامی نشریف زند فی ۱۵ حضرت خواجه عثمان بارونی ١٩ حضرت خواجه معين الدين حس سنجرى ١٤ حضرت خواجه قطب الدين بختيار كاكي ۱۸ حضرت شنح فریدالدین متعود گنج شکر 19 حضرت مخدوم علاه الدين على احمد صابر ۲۰ حضرت شخ شمس الدین ترک یا فی بتی ۲۱ حضرت شنخ جلال الدين كبير الاولياء يا في يتي

# \Upsilon سلسله عاليه چېتپه نظاميه گيسو درازيه فدوسيه امداديه

🗴 شيفخ البذنبين رحمته للعالمين خاتم النبيبين حضرت سيدنا ومولانا محمد رسول الله وتؤليم 🔻

۲۲ حضرت شنخ صدر الدین اودهی ۲۳ حضرت شنخ علاء الدين اودهي ۲۳ حضرت شخ این حکیم اودهی ۲۵ حضرت شاه عبدالقدوس گنگوسی ۲۶ حضرت شنخ جلال الدین تعانیسری ٢٧ حضرت شنخ نظام الدين بلي ۲۸ حضرت شنح ابوسعید گنگوی ٢٩ حضرت شخ من التداله آبادي ۳۰ حضرت سد شاه ممدی ۳۱ حضرت شاه ممدیکی ۳۲ حضرت شاه عصند الدین امروینی ۳۳ حضرت شاه عبدالهادی امرویی ۳۳ حضرت شاه عبدالباری امرویی ۳۵ حضرت شاه عبدالرحيم شهيد ولايتي ٣٦ حضرت ميانميو نور محمد جفنجا نوي ٢٣٧ قطب الاقطاب حضرت عاجي ابداد النُد مهاجر يكي ۳۸ قطب الارشاد حضرت مولانار شید احمد گنگوی · ۲۷ قطب الارشاد حضرت مولانا شاه عبدالفادر را سوري اس حضرت امسر شریعت سید عطا ، الله شاه بخاری

ا حضرت امير المومنين سيد ناعلي بن اتي طالب رصي الله عنه ۲ حضرت خوامه حسن بصری ۳ حضرت خواجه عب الواحدين زيد ۳ حضرت خواجه فعنیل بن عیاض ۵ حضرت سلطان ا براسیم ادهم بلی ٢ حضرت خواصر حذ يفيرم عثي ٤ حضرت خوامه ا بومبيره بصري ۸ حضرت خوامه ممثاد علو دینوری مضرت خواصه ا بواسحاق شای ۱۰ حضرت خواصرا بواحمد ایدال چشتی المتخبرت خؤامه ابوممد چشتی ۱۲ حضرت خواصرا بو پوسف چشتی ۱۳ حضرت خوامه قطب الدین مودود چشتی ۱۳ حضرت خواصرهامی شمریف رندنی 1۵ حضرت خواجه عثمان بأرو في ١٦ حضرت خواصر معين الدين حسن سنجري ١٤ حضرت خواصه قطب الدين بختبار كاكي ۱۸ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر 19 حضرت نشخ نظام الدين اولياء بدايو في ۲۰ حضرت شنخ نصبیراندین محمود حیراغ دبلی ۲۱ خفرت سدممد حسيني گيسودراز گلسر گوي

لله عنه ۱۹ حضرت سبداحمد قدسی	۱ حضرت اسير المومنين سيد ناعلى بن ابى طالب رضى ا
۲۰ حضرت مولانا محمد مغر بی	۲ حضرت خواجه حن بصری
٢١ حضرت سيد عبدالهق	٣ حضرت خواجه حبيب عجمي
۲۲ حضرت سيد الياس مغر بي	۴ حضرت خواجه داؤد لما فی
۲۴ حضرت سيد شاه قميص الاعظم قادري	۵ حضرت خواجه معروف کرخی
۲۴ حضرت سید شاه ممد	۲ حضرت خواجه مسرى سقطى
۲۵ حضرت سید ا بومحمد	٤ حضرت خواج جنبيد بغدادي
٢٩ حفرت سيد محمد طوت	<ul> <li>حضرت شيخ ابو بكر شبلي</li> </ul>
۲۴ حضرت سيد عبدالهق	9 حضرت عبدالواحد بن عبدالعريز تميمي
۲۸ حصرت سید عبدالرزاق	١٠ حضرت شيخ ا بوالفرح طرطوسي
۲۹ حضرت سید رحم ملی شاه قمیصی	۱۱ حضرت شیخ ا بوالحن علی ابسکاری
۳۰ حضرت سيد حاجي عبدالرحيم شهيد ولكتي	۱۲ حضرت شیخ ا بوسعید مخزوی
اته حضرت سيانجيو نور محمد جسنما نوي	١٣٠ غوت الثقلبين حضرت سيد عبدالقادر جيلاني
٣٢ قطب الاقطاب حضرت حاجي امداد الله مهاجر كمي	۱۴ حضرت سيد عبدالرزاق القادري
٣٣ قطب الارشاد حضرت مولانارشيد احمد گنگوي	۱۵ حضرت سید زین الدین
۳۴۷ قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم رائسوري	۱۷ حفرت سید یخی زابد
۳۵ قطب الارشاد حضرت شاه عبد القادر را ئبوري	١٤ حفرت سيد عبدالوباب
۳۶ حضرت امير شريعت سيد عطاء الثد شاه بخاري	۱۸ حفرت سید عبدالقادر

حمته الله عليهم اجمعين

## سلسله عاليه قادريه مجدديه غفوريه رحيميه



خليفع المذنسين رحمته للعالميين هانم النهيين عضرت سيدنا ومولانا محمد رمول الخدمث للجاتبة

رحمت الله عليهم احمعين

۲۰ حضرت شاد گدارهمن بن ایی انحسن ٢١ - حضرت ستنمس الدين عاد ب ۲۲ حضرت شاه گدار طمن ثانی ۲۳ حضرت شاه نصیل ۲۴ حضرت شاه کمال کیشلی ۲۵ حضرت شاه سکند. کیشملی ۲۶ حضرت شیخ احمد سر بهندی مجد د العت ثانی ۲۷ حضرت سید آدم بسوری ۲۸ حضرت شاه مهیب پیناوری ۲۹ حضرت شاہبازیشاوری ۳۰ حضرت شاه مومن گگری ۳۱ حضرت محمد صدنجی بُستجی ۳۲ حفریت حافظ محمد صاحب .۳۳ حفرت ممد شعیب تورد همیری تهم لطب العارفين حضرت خويد عبدالغنور صاحب موات ه قلب الاقطاب حضرت ميا نجيو عبدالرحيم سهانيوري ٣٩ قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم رائبوري سي تطب الارشاد حضرت مولانا شاه عبدالقادر را ئبوري ۳۸ حضرت امیر شریعت سید عطاء الله شاه بخاری

المحضرت امير المومنين سيد ناعلي بن ا بي طالب رضي الله عنه ۲ حضرت خواجه حن بصری ٣ حضرت خواجه حبيب عجمي م حضرت خواصد داوّد طائی ۵ حضرت خوامه معروف کرخی ٢ حضرت خواصر مسرى سقطي للمحضرت خواصه جنبد بغدادي ۸ حضرت شخ ابو بکرشلی ٩ حضرت شنخ عبدالواحد بن عبدالعزيز تميمي المحضرت شنح ابوالفرح طرطوسي ١١ حضرت شنخ ابوالحس على الشكاري ۱۲ حضرت شنخ ابوسعید مخزوی ١١٠ حضرت شيخ مي الدين عبدالقادر جيلاني ۱۲۷ حضرت سيد عبدالرذاق ١٥ حضرت شاه شرف الدين قتال ١٢ حفرت سيد عبدالوباب المحضرت سيد سأء الرين ۱۸ حضر ت سند شاه عقبل ١٩ حضرت خاوشمس الدين صحرا أبي

### 🍳 سلسله عاليه نقشبنديه محدديه آفاقيه المدادير شيفع المدنبلور رحمته باعالمين طاتم النبينين مضرت سيدنا ومولانا ممد دسول لطه يثخابك ۱۸ حضرت خواجه مبید النداحرار ١ - عليفه رسول الثعه حضرت ابو بكرصديق رضي الثعه عنه ۱۹ حضرت مولانا محمد زاید مع صاحب رسول حضرت سلبان فارسی رضی الثد عنیر ۲۰ حضرت خواصه درویش محمد ۲۱ حضرت مولانا خواجگی نکشگی ۲۲ حضرت خواجه محمد ما قی ماننگد ۲۳ حفرت شخ احمد سرمندی مجد دالعت ثانی ۲۴ حضرت خوامر محمد معصوم ۲۵ حضرت خواصه ممد لقشیند ثانی ۲۶ حضرت خواصه ممد ربير ۲۷ حضرت خواصه صباه الله ۲۸ حضرت شاه ممد آفاق وبلوی ۲۹ حضر ت مولانا نصسر الدين دبلوي ٣٠ قطب الاقطاب حضرت حاجي أيداد الله مهاجر يكي ۳۱ قطب الارشاد حضرت مولانا رشيد احمد گنگوي ٣٢ - قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم را تبوري

ىم حضرت جعفر صادق ۵ حضرت سلطان بایزید بسطای ٣ حضرت خواصرا بوالحسن خرقا في ٤ حضرت خواصه ا بوعلی فاریدی ٨ حضرت خواجه يوسف بمداني ٩ حضرت خواصه عبدالحالق غدواني ۱۰ حضرت خواصه عاد ف ریو گری االتحصرت خواصه ممبود انجير فغنوي ۱۲ حضرت خواجه عزیزان علی رامیتنی ۱۳ حضرت خواجه ممد با باسماسی ۱۴ حضرت سد سير كلال ۱۵ حضرت سيديها والدين نقشبند 14 - حضرت خواصه علاه الدين عطار

١٤ حضرت مولانا يعقوب حرخي

۳ حضرت فاسم بن ممد بن ابی بکر

۳۳ قطب الارشاد حضرت مولاناشاه عبدالقادر را ئيوري

۳۴ حضرت امبر شریعت سید عطاء النُد شاو بخاری

# (۲) سلسله عاليه نقشبنديه مجدديه ولي اللهيه امداديه

شيغع المدنبين رحمته للعالميين خاتم النبيين حضرت سيدنا ومولانا محد رسول التعد لمثلجيتهم

۲۲ حضرت سيد بهاه الدين نقشبند

۲۳ حضرت خواصر علاه الدين عطار

۲۴ حضرت مولانا يعقوب حرخي

۲۵ حضرت خوامه مبید الله احرار

۲۶ حضرت مولانا محمد زاید

۲۷ حضرت خواجه درویش محمد

۲۸ حضرت مولانا خوامگی ایکنگی

٢٩ حضرت خواصر محمد باقي بالتُد

٣٠ حضرت شخ احمّد سرمندي محد دالف ثاني

۳۱ حضرت سید آدم بنوری

۳۲ حضرت سد عبداللمرا کبر آبادی

۳۳ حضرت شاه عبدالرحيم دبلوي

۳۴ حضرت شاه ونی اخد محدث د بلوی

۳۵ مضرت شاه عبدالعزیز محدث دبلوی

۳۹ حضرت سیداحمد شهید رائے بریلوی

۳۷ حضرت میانمیو نور محمد جمنمها نوی

۳۸ تطب الاقطاب حضرت حاجی ایداد النه مهاجر کمی

۳۹ قطب الادشاد حضرت مولانار شيداحمد گنگوي

.٣٠ . قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم را ئيوري

اس قطب الارشاد حضرت مولانا شاه عبدالقادر رائيوري

۳۲ حضرت اميرشريعت سيد عظاء الفيدشاد بغاري

الند حضرت الوبكرصدين رضى الثد عنه

۲ صاحب رسول حضرت سلمان فارسی رصی النرعنه

۳ حضرت قاسم بن ممد بن ابی بکر

۴ حضرت جعفر صادق

۵ حسرت موسیٰ کاظم

۳- حضرت على رصا

و مفرت خواجه مع وف كرخي

۸ مضرت خوامه مسر سقطی

9 حضرت خواصه جنبد بغدادي

١٠ حفرت خومه ابوبكرشلي

المصر أبادي

۱۲ حضرت خواصرا بوعلی و قاق

الآ حضرت امام ابوالقاسم قشيري

۱۲ حضرت خوامه ا بوعلی فاریدی

۱۵ حضرت خواصه پوسعت ممدانی

المحرت خومه عبدالخالن غدواني

۱۷ حضرت خواصه عارف ریوگری

۱۸ حضرت خوامه محمود انجير فغنوي

۱۹ حضرت خوامه عزیزان علی رامیتنی

۲۰ حضرت خواصر ممد با باسماسی

۲۱ حضرت سید مسر کلال

رحمته الله عليهم اجمعين

حمل بالبرائش ويكوب أناس مريات المراج

### ويواند أور والترخير المترجو للمراقع في المريد والمومون المريد والمومون المريبين ا حضرت امير الموسنين سيد ناعلي بن الي طالب رصني الثد عنه ٢٢ حضرت مولانا يعقوب جرخي ۲۳ حضرت خواصه عبید النّداحرار ۲۳ حضرت مولانا ممد زامد ۲۵ حضرت خواجه درویش محمد ۲۶ حضرت مولانا خوامگی ایمنگی ۲۷ حضرت خواصه ممه نیا قی بانلید ۲۸ حضرت شنح احمد مسر مندی مجد دالف ثانی ۲۹ حضرت سد آدم سوری .٣٠ حضرت شخ سعدي بلخاري لاموري.٠ ٣١ حفرت شبخ ممد يملي المحي ۳۲ حضرت بشنح ممد عمر چمکنی یشاوری ۳۳ حضرت سد شاه محمد سدوی ۲۴ حضرت خواصر ممد صدیق بنیری ۲۵ حفرت مانظ محمد صاحب ۳۶ حضرت خواصر ممد شعیب تورد محصری ٣٤ قطب العارفين حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات ٣٨ قطب الاقطاب حضرت ميانميو عبدالرحيم سهانيوري ٣٩ قطب العالم حضرت مولانا شاه عبدالرحيم رائيوري ۳۰ تطب الارشاد حضرت مولانا شاه عبد لقادر را ئيوري اله حضرت امير شريعت سيدعظاء الندشاه بخاري

۲ حضرت خوامه حس بعسری ۳ حضرت خواصه حبیب عممی ۳ حضرت خواصه داوُد طا ئی ۵ حضرت خوامه معروف کرخی 4 خضرت خوامه مسری سقطی ٤ حفرت خواجه جنيد بغدادي ۸ حفرت خواصه ا بو بکر شبلی 9 خضرت خوامه ا بوالقاسم نصر آبادی ۱۰ حضرت خواصه ا بوعلی د څاق ۱۱ حضرت امام ا بوالقاسم قشيري ۱۲ حضرت خوامه ا بوعلی فاریدی ۱۳ حضرت خواجه پوسعت سمدانی ۱۳ حضرت خوامه عبدالخالن عجدوا في ۱۵ حضرت خواصه عارف ریوگری ١٦ - حضرت خواصر ممود انجير فغنوي ۱۷ حضرت خوام عزیزان علی رامیتنی ۱۸ حضرت خواجه ممد با باسماسی 19 حضرت سدمبر كلال

> ۲۰ حضرت سیدیها دالدین نقشبند الل حضرت خواصه علاء الدين عطار

رحمته الله عليهم اجمعين

# 

الله عنه ١٩ حضرت سيد بدلمعن بهزا بي	حضرت امير المومنين سيدناعلى بن ابي طالب رضي
۲۰ حضرت شیخ درویش بن قاسم اود سی	مضرت خواجه حن بصري
٢١ حضرت شيخ عمبه القدوس گنگوې	المحفرت خواجه عبيب عمى
۲۲ حضرت شیخ رکن الدین گنگویی	) حضرت خومه داؤد طائی
۲۴ حضرت شيخ عبدالاحد مرہندی	، حفرت خواجه معروف کرخی
۲۴ حضرت مجد دالعن ثانی شیخ احمد سمر مبندی	·     حفرت خواجه نمری سقطی
۲۵ حضرت سید آدم بنوری	·
۲۶ حضرت سيد عبدالله اكبر آبادي	۸ حضرت خواجه ممشاد علود پنور <b>ی</b>
۲۷ حضرت شاه عبدالرحیم دہلوی	٩ حضرت شيخ احمد ديسوري
۲۸ حضرت شاه ولی الله محدث دبلوی	١٠ حضرت شيخ ا بوممد بن عبدالله
۲۹ حضرت شاه عبدالعريز محدث دبلوي	المحضرت شيخ وجيه الدين عبدالقام رسهروردي
۳۰ حضرت سیداحمد شهیدرائے بریگوی	۱۲ حضرت شیخ صنیاءالدین ا بوالنجیب سهرور دی
٣١ حضرت سيانجيو نور محمد جهنجها نوى	۱۲ حضرت شیخ شهاب الدین سهروردی
٣٢ قطب الاقطاب حضرت عاجي امداد الله مهاجر يكي	۱۲ حضرت شیخ بهاه الدین ز کریا ملتانی
٣٣      تطب الارشاد حضرت مولانا رشيد احمد گنگوې	١٥ حضرت شيخ صدرالدين عارف ملتا في
۳۴	۱۶ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی
۳۵ تطب الارشاد حضرت مولانا شاه عبدالقادر را ئيور ؟	۱۷ حضرت سید حلال الدین بخاری محدوم جها نیال
۳۹ حضرت امير شريعت سيد عطاء الند شاه. کاري	۱۸ حضرت سیداجمل بهرانگی

### مدارس احرار اور مستقبل کے منصوبے مجلس احرار اسلام، دیسی انقلاب کی داعی حماعت ہے۔ یہ انقلاب دیسی مراج اور دیسی باحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ آکا براحرار نے اس بات کوشدت سے مموس کیا کہ یہ کام دینی مدارس میں ہی باحس انجام دیا جاسکتا ہے۔ نئی نسل کی ذھن سازی اور تربیت کے لئے ان بدارس میں ایسا احول پیدا کیا جائے جود پی انقلاب کی منزل کو قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے صول کے لئے شعبہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ شعبہ تعلیم بھی سر گرم عمل ہے اور ورج ذیل ہ مدارس تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ ربوه صلع جھنگ فون: 211523 مدرسه حثم نبوت . فارى بىلك مكول جامع متجدحتم نبوت دار بنی باشم، منتان فون: 511961 بدرسهمعموره تغلق روڈ، منتان مدرسه معموره محدالمعمور نا گڑیاں، تحجرات بدرسه محموديه ورالعلوم ختم سوب فول: 2112 جامع مسجد جيجا وطني ٦ احرار حتم نبوٹ مرکز حيجاوطني محدعثمانيه مجدحتم نبوت شهزاد کالوئی صادق آباد مدرسه حثم نبوت نوال حِوك، گُڑھامورً مدرسه حتم نبوت متجد حشم نبوت گرههامور (وبازی) فون: 13 جامع مسجد مدرسة العلوم الاسلاميه تله گنگ (عِکُوال) حامع مسجدا بوبكرصدين يدرسه أبوبكرصديق 11 دار بني باسم، مكتان فون: 511356 بستان عائشہ ( برائے طالبات) بدرستہ البنات (برائے طالبات) 15 دار بى باشم، منتان سادات اکیڈمی ( برائے طلباء) 10 بستی شام دین (قائم پور) بددميرأ حراد أسلام 10 نستی گودرشی (حاصل پور) بددمبراحراد اسلام رحيمب 17

ان میں سے بعض مدارس اپنے اخراجات کے سلند میں خود کفیل ہیں اور جماعت کی سرپرستی میں ہی کام کر رہے ہیں ہی کام کر رہے ہیں۔ جن مدارس کا کفیل مرکز ہے ان میں بامنا ہر و تعلیم و تدریس اور دیگر امور سر انجام دینے والے افراد کی گل تعداد ۲۰ ہے۔ ان مدارس کے اخراجات کا سالانہ بھٹ دس لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی اور تعمیر می منعو بوں کی تحمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں دعاء اور کام ہم کریں گے۔ اجرائلہ یک دیں گے۔

جھنگ روڈ

ا بن امیر شریعت: سیدعطار السمس بخاری، دار بنی ہاشم- مهر بان کالونی ملتان-اکا وَ سُتُ مُسِر 29932 حبیب بینک حسین آگا ہی ملتان-

ثوبه مک سنگھ

معدسيدنا على الرتضى: حِكْرُانِه، صَلْع ميا نوالي

ترسیل زر کے لئے:

مدرمبراح أرأسلام

يدرسه ومسجد معاويه

۱۸

خدى من مت فان فالله منزن من و بن dinles - 6, x i in in in 10/20 یکی دفیر ملل او